فتاوی دارالعلوم دیوبند

جلد اوّل

یعنی عزیز الفتاوی مبوّب مکمل

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ

دارالاشاعت کراچی

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

یعنی عزیز الفتاویٰ مبوّب مکمل

جلد اوّل

مفتئ اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

دارالاشاعت
اردو بازار، ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 021-2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
طباعت : مئی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔
ضخامت : 756 صفحات

...........ملنے کے پتے...........

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈ پو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
دارالکتاب ایم اے جناح روڈ، لائٹ ہاؤس کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔اردو بازار لاہور

عرض ناشر

مجموعہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند دراصل دو مستقل سلسلوں پر مشتمل ہے

(۱) عزیز الفتاویٰ جو عالم ربانی مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو آپ نے ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۴۴ھ تک تحریر فرمائے تھے اور پہلی مرتبہ ۱۳۵۷ میں اس کی اشاعت آٹھ مختصر جلدوں میں دارالاشاعت دیوبند سے ہوئی تھی۔

(۲) امداد المفتین جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو مفتی صاحب موصوف نے ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۶۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کی حیثیت سے جو تقریباً چالیس ہزار فتاویٰ تحریر فرمائے تھے اسکا ایک مختصر حصہ آٹھ جلدوں میں دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوا تھا۔ لیکن اس وقت ان دونوں سلسلوں میں تبویب وترتیب نہ تھی جس کی وجہ سے مسئلہ نکالنا بہت مشکل تھا پاکستان آنے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ نے دونوں سلسلوں کی علیحدہ علیحدہ تبویب وترتیب کرا کر اور بہت سی اصلاحات کے بعد ۱۳۸۳ھ میں کراچی سے یہ عظیم الشان فقہی ذخیرہ دو جلدوں میں شائع کرایا جس سے مسئلہ نکالنا بہت آسان ہوگیا۔ جو الحمد للہ عوام اور خواص میں بہت مقبول ہے اور اسکے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

اب جدید کتابت کے وقت برادر عزیز مولوی محمد رفیع عثمانی نائب صدر و مفتی دارالعلوم کراچی نے احقر کو مشورہ دیا کہ اب جب کہ اس کی طباعت کا تمام کام اعلیٰ معیار پر کیا جارہا ہے تو اسکی ترتیب جدید بھی از سر نو یعنی فقہی کتابوں کے اصول پر کرادی جائے یعنی ایک باب کے مسائل تو پہلے ہی یکجا ہو چکے تھے اب ہر باب کے تحت فصلیں قائم کی جائیں اور ہر فصل کے مسائل اس میں لکھ دیئے جائیں۔ اور ان میں بھی مناسبت سے ترتیب قائم کردی جائے۔

اس طرح قارئین کو مطلوبہ مسئلہ نکالنا مزید آسان ہو جائے گا چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے یہ کام دارالعلوم کراچی کے استاد حدیث اور بہت سی مقبول عام کتابوں کے مصنف مولانا

عاشق الٰہی صاحب مدظلہ کے سپرد کیا مولانا مدظلہ نے مولوی اشفاق صاحب ناقل فتاویٰ کی مدد سے پوری کتاب کی نئی ترتیب بڑی محنت سے مکمل فرمادی

جدید اضافے

اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ فتاویٰ جو کراچی پاکستان میں قیام کے بعد لکھے گئے ان میں سے ایسے کئی سو فتاویٰ کا انتخاب کر کے وہ بھی اصل کتاب میں شامل کر دیئے گئے جن کی اشاعت اس نئے دور اور تقاضوں کے مطابق نہایت ضروری تھی۔ اسی کے ساتھ طباعت بھی عکسی اور عمدہ کاغذ پر کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو احقر اور ان سب حضرات کے لئے جنہوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

بندہ محمد رضی عثمانی

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

اس کمپیوٹر ایڈیشن کی خصوصیات

اس نئے ایڈیشن کو جدید انداز سے کمپیوٹر کتابت سے آراستہ کیا جارہا ہے تاکہ علمائے کرام وقارئین کو سہولت ہو اور دیدہ زیب بھی لگے۔ سیٹنگ بھی پہلے سے بہتر کردی گئی ہے۔ یہ عرض ناشر احقر کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائیں آمین۔

خلیل اشرف عثمانی

فہرست عنوانات عزیز الفتاویٰ مکمّل مبوّب

عنوان	صفحہ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

دیباچہ طبع سوم

احقر پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ اس نے دار العلوم دیوبند میں اپنے بزرگوں کے زیر سایہ فتویٰ کی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی افتاء کا منصب نہایت جلیل القدر اور نازک و پر خطر منصب ہے اس لئے احقر کو یہ ذمہ داری اپنے سر لینے کی ہمت نہ تھی لیکن احقر کے اکابر نے یہ ذمہ داری ہی احقر کو نہیں سونپی، بلکہ اس کی انجام دہی کے لئے پوری پوری رہنمائی بھی فرمائی چنانچہ شروع میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے زیر نگرانی احقر یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد جب منصب افتاء باقاعدہ احقر کے سپرد ہوا تو استاد محترم حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کو دار العلوم کی طرف سے باضابطہ احقر کے فتوؤں پر نظر ثانی کا کام تفویض کیا گیا، چنانچہ ایک عرصہ تک احقر کے لکھے ہوئے تمام فتاویٰ ان کی تصدیق کے بعد ہی بھیجے جاتے تھے کچھ عرصہ کے بعد اس کا التزام تو نہ رہا، لیکن مشکلات میں ان کی طرف رجوع کا اہتمام ہمیشہ جاری رہا اور بعد میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دوسرے بزرگوں کی توجہات حاصل رہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ مجھے یہ اطمینان حاصل رہا کہ غلطی کی صورت میں یہ حضرات اصلاح کے لئے موجود ہیں۔

یہ ان ہی بزرگوں کی محنت و تربیت، توجہات اور دعاؤں کا فیض ہے کہ بحمد اللہ اب تک تقریباً ڈیڑھ لاکھ فتاویٰ اس ناچیز کے قلم سے نکل چکے ہیں۔

احقر نے قیام دیوبند ہی کے زمانے میں "فتاویٰ دار العلوم دیوبند" کے نام سے فتاویٰ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتاویٰ کا انتخاب عزیز الفتاویٰ کے نام سے اور اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ کا انتخاب "امداد المفتین" کے نام سے جمع کیا تھا یہ مجموعہ پہلے ماہنامہ "المفتی" میں شائع ہوتا رہا پھر دیوبند ہی میں آٹھ حصوں میں شائع ہوا۔

پاکستان آنے کے بعد ۱۳۸۴ھ میں احقر نے اس مجموعہ کو از سر نو مرتب کر کے دو جلدوں میں شائع کرایا۔ جس میں پہلی جلد "عزیز الفتاویٰ" اور دوسری "امداد المفتین" پر مشتمل تھی اس مرحلے پر ترتیب سے متعلق بعض ضروری ترمیمات تو کر دی گئیں تھیں لیکن احقر اپنے ہجوم مشاغل کے سبب متن کتاب اور تبویب کی ترمیم یا دوسرے فتاویٰ کے اضافے کا متحمل نہ تھا۔

اب ۱۳۹۶ھ میں برخوردار عزیز محمد رضی سلمہ، مالک دار الاشاعت کراچی نے اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع کرنے کا ارادہ کیا تو ضرورت معلوم ہوئی کہ اس میں کچھ ترمیم و اضافہ کیا جائے لیکن احقر کو اپنے

ضعف اور علالت کی وجہ سے یہ محنت اٹھانے کا تحمل نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احقر کی علالت کے بعد برخوردار عزیز مولوی محمد رفیع سلمہ کئی سال سے دار العلوم کراچی میں فتویٰ کی خدمت انجام دے رہے ہیں انہوں نے طبع ثالث کے وقت کتاب کو مفید تر بنانے کے لئے تبویب وترتیب اور ترمیم واضافہ کا ایک خاص انداز تجویز کیا، اور حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مد ظلہم استاذ حدیث دار العلوم کراچی اور مولانا محمد اشفاق صاحب (ناقل فتویٰ دار العلوم کراچی) کی اعانت سے اس کام پر بڑی محنت خرچ کر کے اس کتاب کی تجدید کردی اسے اضافات کے ذریعے مفید تر بنادیا اور اس سے استفادے کو سہل تر بھی کر دیا اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

اب زیر نظر ایڈیشن میں جو کام ہوئے ہیں ان کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے۔

تازہ ایڈیشن کی خصوصیات:۔

(۱) پوری کتاب کی تبویب از سر نو کی گئی ہے اور ترتیب ایسی رکھی گئی ہے کہ مسئلہ نکالنا زیادہ سے زیادہ آسان ہو جائے۔

(۲) پہلی تبویب میں ابواب اور فصول قائم کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا، تبویب جدید میں ابواب و فصول قائم کر کے متعلقہ مسائل کو ان میں یکجا کر دیا گیا ہے۔

(۳) پہلی تبویب میں ایک ہی مسئلہ سے متعلق فتاویٰ متفرق مقامات پر تھے تبویب جدید میں ایک مسئلہ سے متعلق تمام فتاویٰ یکجا کرنے کی پوری سعی کی گئی ہے۔

(۴) تبویب سابق میں ایک باب کے مسائل میں باہمی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا، تبویب جدید میں مسائل کی باہمی ترتیب بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔

(۵) بہت سے فتاویٰ کو ان کے سابق مقام سے ہٹا کر انہیں مناسب تر ابواب میں درج کر دیا گیا ہے۔

(۶) مسائل کے عنوانات میں جہاں ابہام، التباس، یا غیر ضروری طول محسوس ہوا حتی الوسع اس کا ازالہ مناسب ترمیم سے کر دیا گیا ہے۔

(۷) تبویب سابق میں متعدد مستقل رسائل کے عربی نام کی بجائے صرف اردو نام درج کئے گئے تھے تبویب جدید میں حتی الوسع عربی اور اردو دونوں نام درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۸) بعض مسائل میں کہیں کہیں تعارض تھا۔ایسے مقامات پر حاشیہ میں نشان دہی کر دی گئی ہے۔

(۹) امداد المفتین کے بعض فتاویٰ سے احقر نے رجوع کر لیا ہے ایسے سب مسائل کو آخر کتاب میں "اختیار الصواب فی مختلف الابواب" کے تحت یکجا کر دیا گیا ہے۔

(۱۰) تبویب جدید کے وقت کتابت کی جو اغلاط سامنے آئیں ان کی تصحیح بھی کر دی گئی ہے۔

(۱۱) فتاویٰ کے سوال و جواب کی عبارت بعینہ نقل کرنیکا پورا اہتمام کیا گیا ہے البتہ یہ عبارت کہ "کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ" ہر سوال میں حذف کر دی گئی ہے، نیز جواب کے آخر میں مجیب کا نام اس

لئے حذف کر دیا گیا ہے کہ اس کے تکرار کی حاجت نہیں تھی البتہ جہاں ضرورت محسوس ہوئی، وہاں مجیب کا نام ضرور لکھا گیا ہے۔

اضافات :۔

بعض ایسے مفصل فتاوی جو مستقل رسالوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہندوستان کے غیر مبوب نسخوں میں شائع بھی ہو چکے تھے تبویب سابق میں کسی وجہ سے رہ گئے تھے ان سب کو رسائل تبویب جدید میں ان کے مناسب ابواب میں بعینہ شامل کر لیا گیا ہے، ایسے رسائل کی تعداد خاصی طویل ہے۔

۲ :۔ تبویب سابق میں صرف ان فتاویٰ کا انتخاب تھا جو احقر نے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت صدر مفتی تحریر کئے تھے تبویب جدید میں بعض وہ اہم اور منتخب فتاویٰ بھی شامل کر لئے گئے ہیں جو دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہونے کے بعد ۱۳۷۱ھ تک لکھے گئے اس زمانہ میں اگرچہ ہزارہا فتاوی تحریری طور پر دیوبند اور کراچی کے قیام کے دوران جاری کئے گئے مگر نقلیں محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ ہونے کے باعث وہ محفوظ نہ ہو سکے، تاہم جن فتاوی کی نقل کسی خاص اہمیت کے باعث احقر نے خود ہی تیار کر لی وہ محفوظ ہو گئے جن کی کل تعداد کئی سو کے قریب ہے یہ سب کے سب فتاویٰ تبویب جدید میں بعینہ شامل کر لئے گئے ہیں ایسے فتاویٰ کی پہچان کے لئے ان کے آخر میں لفظ "اضافہ" قوسین میں لکھ دیا گیا ہے۔ نیز اکثر فتاویٰ کے آخر میں تاریخ بھی درج ہے اس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کون سے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے استعفاء کے بعد کے ہیں۔

۳ :۔ تبویب جدید میں شاذ و نادر بعض ایسے فتاویٰ بھی کسی خاص اہمیت کے باعث درج کر لئے گئے ہیں جو ۱۳۶۲ھ سے پہلے کے ہیں مثلاً فتاوی نمبر یہ ۱۳۶۰ھ کا لکھا ہوا ہے جب کہ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں خدمت انجام دیتا تھا اسی طرح معدودے چند ایسے فتاویٰ بھی تبویب جدید میں درج کر دئے گئے ہیں جو ۱۳۶۲ھ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔

۴ :۔ تبویب جدید میں جن فتاویٰ ورسائل کا اضافہ ہوا ہے ان کی کل تعداد سینکڑوں کے قریب ہے تقسیم ہند کے بعد جو نئے نئے مسائل پیدا ہوئے ان فتاویٰ میں، ان میں سے بہت سے مسائل کا حل بھی آگیا ہے، جس کے باعث کتاب کی جامعیت وافادیت میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔

۱۳۷۱ھ میں جب دارالعلوم کراچی قائم ہو گیا اور باقاعدہ دارالافتاء کا قیام بھی عمل میں آیا تو فتاویٰ کی نقلیں باقاعدہ رجسٹر میں محفوظ کی جانے لگیں بحمد اللہ اب تک تقریباً ایک لاکھ فتاویٰ درج رجسٹر ہو چکے ہیں۔ ان فتاویٰ کا منتخب مجموعہ انشاء اللہ آئندہ کسی وقت تبویب کے بعد شائع ہو سکے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور یہ عام مسلمانوں اور اہل علم کے لئے نافع ومفید ثابت ہو۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

۸ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

مقدمہ طبع ثانی عزیز الفتاویٰ مبوّب

مع مختصر حالات و مقالات

صاحب فتاوی مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

یہ کتاب عزیز الفتاویٰ اس ذخیرہ فتاویٰ کی پہلی قسط ہے جو دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی استاذ العلماء عمدۃ الاولیاء استاذ محترم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہ کے قلم سے نکلے اور دار العلوم کے رجسٹروں کی چودہ ضخیم جلدوں میں مدون ہوئے جن میں دو جلدوں کے فتاویٰ حذف مکررات اس مجموعہ میں آئے ہیں۔

یہ فتاوی پہلی دفعہ ماہنامہ المفتی دیوبند میں ۱۳۵۳ھ سے ۱۳۶۱ھ تک قسط وار آٹھ جلدوں میں شائع ہوئے تھے احقر ہی نے اس کی ترتیب و اشاعت کا انتظام کیا تھا اس وقت مقدمہ کتاب میں اس ضرورت کا بھی اظہار کیا تھا کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی سوانح زندگی تفصیلی نہیں تو مختصر ہی سہی اس کے شروع میں آنی چاہیے حضرت ممدوح کے قریبی متعلقین اس کی طرف توجہ دیں تو امید ہے کہ اس مقدس ہستی کی علمی اور عملی زندگی دوسروں کے لئے اسوۂ حسنہ ثابت ہوگی۔

مگر عجائب قدرت میں سے ہے کہ نشر و اشاعت کے اس طوفانی دور میں جہاں ہر شخص و شے کی تاریخ لکھی جارہی ہے ہر چھوٹے بڑے کی سیرت و سوانح زیب قرطاس ہورہی ہے زمانہ کی ستم ظریفی ہے کہ اس وقت بھی ہزاروں ایسی ہستیاں ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک واقعہ علم و عمل میں بہترین رہنما اور اصلاح اعمال و اخلاق کے لئے نسخہ اکسیر ہے۔ان کا کہیں ذکر مذکور نہیں۔

اس وقت ۱۳۸۲ھ میں پورے اکیس سال کے بعد جب اس کتاب کی مکرر اشاعت کا ارادہ ادارۃ المعارف کراچی نے کیا اور نظر ثانی و تصحیح کے بعد یہ مقدمہ لکھنے کی نوبت آئی تو آج بھی وہی روز اول سامنے ہے کہ حضرت مرحوم کی سوانح حیات کا کوئی حصہ بھی مدون و مطبوع نہیں جس کا کوئی اقتباس بطور ترجمۃ المؤلف کے یہاں لکھ دیا جائے، البتہ کراچی میں حضرت ممدوح قدس سرہ کے ایک خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ (۱) کے صاحبزادے مولوی عبداللہ صاحب مدرس دینیات سندھ مدرسہ کراچی سے حضرت ممدوح کے بہت سے قلمی مکاتیب کا ایک ذخیرہ ہاتھ آیا جن میں فقہی تحقیقات اور فتاویٰ کے علاوہ آپ کی سیرت و سوانح کا بھی ایک بہت بڑا حصہ ہے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے قلم سے

(۱) مولانا محمد ابراہیم صاحب خود ایک صاحب نسبت صاحب حال بزرگ تھے۔ ۱۳۶۵ھ میں ان کی وفات اپنے وطن سوند اضلع کراچی میں ہوئی ان کے ایک صاحبزادے مولوی محمد عبداللہ صاحب محمد اللہ ان کے نقش قدم پر ہیں انہیں سے یہ ذخیرہ مجھے موصول ہوا۔
محمد شفیع عفا اللہ عنہ

لکھے ہوئے کچھ حالات وواقعات اپنے شیخ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہ، مہتمم اول دارالعلوم دیوبند کے اور اسی طرح کچھ حالات ان کے شیخ اور تمام علماء دیوبند کے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی مہاجر مدنی قدس سرہ کے اسی ذخیرہ میں ملے جو فی نفسہ بھی نہایت مفید مضامین پر مشتمل ہیں اور اس لحاظ سے بھی ہمارے موضوع سے متعلق ہیں کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ایک مفید تالیف ہے۔

احقر ناکارہ اس وقت جن وقتی اور ہنگامی مشاغل کے دھارے میں بہہ رہا ہے ان سے اتنا وقت نکالنا مشکل ہے کہ مکاتیب میں سے سوانح حیات سے متعلقہ مضامین کے انتخاب اور ترتیب کا کام کر سکے اس لئے باقاعدہ مالایدرک کلہ لایترک کلہ۔ یہ مناسب سمجھا کہ جس قدر متفرق معلومات اس سلسلہ کی احقر کو حاصل ہوئی ان کو بلاترتیب ہی یہاں درج کر دیا جائے جو خود بھی فائدہ سے خالی نہیں اور آئندہ کوئی لکھنا چاہے تو اس کے لئے بھی معین ہو۔ واللہ المستعان۔

حضرت مفتی صاحب قدّس سرّہ کے مختصر اور متفرق حالات زندگی

اس ناچیز کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے خاندانی تعلق کی سعادت بھی حاصل ہے اور تلمذ کی بھی حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور تفسیر میں جلالین شریف احقر نے حضرت ممدوح ہی سے پڑھی ہیں- فتوٰی کا ابتدائی کام بھی حضرت ممدوح ہی کی خدمت میں رہ کر کچھ سیکھا ہے- حصن حصین[1] کو حرفاً حرفاً حضرت سے پڑھ کر اجازت حاصل کی ہے اور حضرت کو اس کی اجازت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادیؒ سے اور ان کو اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ اور حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے حاصل تھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے جو کمالات علمی اور عملی ظاہری اور باطنی عطا فرمائے تھے حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے ان کا ادراک بھی آسان نہ تھا اور کوئی کیسے سمجھے کہ یہ کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامات صوفی اور صاحب نسبت شیخ ہیں جب کہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار کا سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلّہ کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا بھی خود لاتے بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھری دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کا سودا مع حساب کے اس کو پہنچاتے-

میرے والد محترم حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ چونکہ دارالعلوم کے مدرس تھے میں نے جب سے ذرا ہوش سنبھالا والد صاحب مجھے مدرسہ میں لے جاتے تھے اس طرح کھیل کود کا زمانہ بھی دارالعلوم ہی کے صحن میں گزرا ہے- تقریباً ۱۳۲۵ھ میں جب احقر نے درجہ فارسی میں تعلیمی داخلہ لیا اس وقت سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو دور اور نزدیک سے دیکھنے کا مسلسل اتفاق ہوتا رہا اس طرح بیس سال تک حضرت ممدوح سے متعارف ہونے پھر خدمت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی اس طویل مدت میں میں نے کبھی ایک دفعہ بھی یہ نہیں دیکھا کہ حضرت ممدوح کو کسی پر غصہ آرہا ہے اس کے متعلق ڈانٹ اور تنبیہ کے معمولی الفاظ بھی کہہ رہے ہیں- حلم اور کرم اور حیاء و مروت کا مجسمہ تھے بڑے بڑے زبان دراز دشمنوں سے بھی سابقے پڑے مگر اس مرد خدا کی زبان پر ادب و تعظیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ چلتا ہی نہ تھا- مجھے کبھی یاد نہیں کہ ان کی مجلس میں کسی برے سے برے آدمی کی برائی کا بھی ذکر ہوتا ہو اور کسی کی غیبت کا تو تصور کیا ہو سکتا ہے-

(۱) حصن حصین کی پوری سند جو مولانا ابراہیم صاحب کراچوی خلیفہ حضرت مفتی صاحب کے مکاتیب میں لکھی ہوئی ملی یہ ہے حضرت مولانا [illegible] من از حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی از حضرت شاہ عبدالعزیز و حضرت شاہ محمد اسحاق عن والدہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ عن الشیخ ابی طاہر المدنی عن والدہ الشیخ ابراھیم الکردی المدنی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ ابی المواھب احمد بن عبدالقدوس الشناوی عن الشیخ شمس الدین محمد بن احمد الرملی عن الشیخ ذکریا الانصاری عن الحافظ تقی الدین محمد بن احمد الھاشمی المکی عن مؤلفہ شیخ الاسلام محمد بن محمد الجزری الشافعی - محمد شفیع عفا اللہ عنہ

ان کے مواجہ میں اگر کوئی شخص کسی معاملہ میں کوئی غلط بات کہتا تو غایت حیاء و مروت سے یہ کبھی نہ فرماتے کہ تم یہ بات غلط کہہ رہے ہو بلکہ اس کی بات کا صحیح محمل تلاش کر کے یوں فرماتے تھے، گویا آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح اس کی غلطی کی اصلاح بھی فرما دیتے اور تغلیط و تردید کے الفاظ سے بچ جاتے تھے۔

علوم دینیہ کی انتہائی مہارت کے ساتھ تواضع اور احتیاط و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مشکوٰۃ شریف کے درس میں اس کی شرح مرقات کو سامنے رکھتے جب کوئی طالب علم سوال کرتا تو مرقات ہی کی عبارت پڑھ کر جواب دیدیتے تاکہ کسی کو یہ بھی احساس نہ ہو کہ یہ جواب ان کو پہلے سے معلوم تھا۔ تقریر اتنی سادہ کہ سننے والوں کو یہ بھی احساس نہ ہو کہ کوئی بڑا ماہر عالم تقریر کر رہا ہے جیسا کہ میں نے اول عرض کیا ہے کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے ظاہری اور باطنی کمالات کا تو ہم جیسوں کو ادراک بھی مشکل تھا ان کا کوئی تفصیلی تذکرہ کیا ہو سکتا ہے خصوصاً اس وقت کہ نہ سیرت و سوانح کا قصد ہے نہ اس کے لئے کوئی فرصت بلکہ قلم برداشتہ جو چیز سامنے آگئی بلا ترتیب لکھ رہا ہوں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ قصبہ دیوبند کے عثمانی شیوخ میں سے ایک ممتاز عالم اور دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں حق تعالیٰ نے ان کو جو علمی کمالات عطا فرمائے تھے وہ صرف ان کی ذات تک نہیں رہے بلکہ ان کی اولاد میں بھی علوم دینیہ کے آفتاب و ماہتاب بن کر نکلے حضرت مفتی صاحب کے علاوہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اسی مقدس بزرگ کے فرزند ارجمند تھے جن کے علوم و فیوض نہ صرف ہندوپاکستان میں بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب قدس سرہ کی تفسیر قرآن اور حدیث میں مسلم کی شرح اور پھر بناء پاکستان میں ان کی ناقابل فراموش خدمات ایسی زندہ جاوید یادگاریں ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت زندہ رہیں گی۔

دارالعلوم دیوبند کی قدیم مطبوعہ روئیدادوں سے حضرت مفتی صاحب کے ابتدائی حالات کے متعلق جو چیزیں سامنے آئی وہ یہ ہیں۔

دارالعلوم دیوبند جس کا ابتدائی نام نہایت سادگی سے مدرسہ عربی اسلامی دیوبند رکھا گیا تھا اس کے قیام سے تیسرے سال یعنی ۱۲۸۵ھ میں یہ ہونے والے مفتی اعظم دارالعلوم کے درجہ حفظ قرآن میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۷ھ تک تیرہ سال حفظ قرآن سے لیکر تمام علوم عربیہ کی پوری تکمیل فرمائی۔

جلسہ دستاربندی منعقدہ ۱۷ شوال ۱۲۹۸ھ میں جو مدرسہ کے نو تعمیر مکان میں سب سے پہلا جلسہ تھا قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور دیگر اکابر کے ہاتھوں آپ کو سند اور دستار فضیلت دی گئی۔ ۱۲۹۹ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں بلا تنخواہ تعلیم و تدریس کا کام شروع کیا ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۹ھ تک دیوبند میں قیام نہیں رہا یہ عرصہ کچھ تو شہر میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ کی تدریس میں اور کچھ اپنے شیخ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کی خدمت میں رہ کر مقامات سلوک و تصوف طے کرنے میں

گزرا-۱۳۰۹ھ میں دار العلوم کے ذمہ داروں نے آپ کو دار العلوم کے نائب مہتمم کی خدمات کے لئے میرٹھ سے بلالیا۔

۱۳۱۰ھ میں جب کہ دار العلوم میں فتاوی کے جواب کے لئے ایک دار الافتاء قائم کرنے اور مستقل مفتی رکھنے کی تجویز ہوئی تو اکابر کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اس وقت نیابت اہتمام کا انتظامی کام چھوڑ کر آپ نے ہمہ وقت فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دینا شروع کی۔

اس سے پہلے دار العلوم میں فتویٰ نویسی کے لئے کوئی مستقل عالم مقرر نہ تھے بلکہ حضرات مدرسین بطور خود آنے والے سوالات کا جواب دے دیا کرتے تھے اور زیادہ تر فتاویٰ کا کام دار العلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس جامع کمالات ظاہری اور باطنی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب انجام دیتے تھے۔

۱۳۱۰ھ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے فتویٰ کا کام شروع فرمایا مگر فتاوے کی نقول جو دار العلوم کے رجسٹروں میں محفوظ ہیں وہ ۱۳۲۸ھ سے شروع ہوتی ہے اس سے پہلے اٹھارہ سال کے فتاویٰ یا تو ان کے نقل کرنے کا اس وقت انتظام نہ تھا یا وہ کسی وجہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو حق تعالی نے اس کام کیلئے چن لیا تھا ۱۳۱۰ھ سے جو یہ خدمت شروع فرمائی تھی تو شب و روز کا ایک مشغلہ بن گیا تھا کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو جب یہ روح مقدس رفیق اعلی سے ملنے والی تھی اس وقت یہ مشغلہ تمام ہوا۔

بعض دوستوں نے مجھے بتلایا کہ وفات سے کچھ پہلے بھی ایک فتویٰ ہاتھ میں تھا جس کو موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینہ پر ڈال دیا تھا- فجزاه الله تعالى عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء-

۱۳۱۰ھ سے ۱۳۴۵ھ تک پینتیس سال کے طویل عرصہ میں ہر باب کے متعلق تمام ضروریات اسلامیہ پر مشتمل ہزارہا فتاویٰ تحریر میں آئے دار العلوم دیوبند کی مرکزیت و شہرت کی وجہ سے مہمات و مشکلات کا رجوع اس طرف ہوا اور جن مسائل کو علماء و ارباب فتوی لاینحل سمجھتے یا باہمی اختلاف کی بناء پر طے نہ ہو سکتے وہ یہاں بھیجے جاتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ، کا ہر جواب خداداد علمی قابلیت اور تفقہ فی الدین کا ایک خاص مظہر ہوتا تھا اس لئے یہ مجموعہ فتوی نہ صرف عوام کیلئے بلکہ علماء ارباب فتویٰ کیلئے ایک نہایت مکمل رہبر و رہنما ہے جو دار الافتاء کی تیرہ چودہ ضخیم جلدوں میں محفوظ و مدون ہے لیکن چونکہ اندراج فتاویٰ کا حسب ترتیب سوال کیا جاتا ہے اور ابواب و فصول کی ترتیب اس میں قائم نہیں کی جاسکتی اس لئے کوئی خاص فتوی کا اس عظیم الشان ذخیرہ سے نکالنا اور اس سے فائدہ اٹھانا تقریباً متعذر ہو گیا تھا اور اسی بناء پر یہ علمی جواہرات کا دفینہ تقریباً بیکار رکھا ہوا تھا اور ضرورت تھی کہ اس کی ابواب فقہی پر ترتیب دی جاوے تاکہ بوقت ضرورت ہر مسئلہ کا استخراج آسان ہو سکے۔

نیز کثرت مشاغل کی بناء پر اس نقل کی مطابقت اصل کے ساتھ نہ ہو سکنے کی وجہ سے یہ تمام فتاویٰ اغلاط کتابت سے لبریز ہیں ضرورت ہے کہ ان پر نظر کر کے تصحیح کی جاوے۔

اس ناکارہ خلائق کو مدت سے خیال تھا کہ حضرت استاذؒ کی یہ عمر بھر کی کمائی جو گراں قدر علمی ذخائر پر مشتمل ہے اگر اس طرح مبوب و مہذب ہو کر شائع ہو جائے تو اکابر دارالعلوم کی تجویز مطبوعہ روئیداد ۱۳۰۴ھ کے مطابق عام اہل اسلام اور علماء اہل فتویٰ کے لئے ایک نہایت بیش بہا مفید ذخیرہ ہو جائے اور حضرت ممدوح کا یہ صدقۂ جاریہ کام میں لگ جاوے اس کام کی اہمیت و کثرت اور ادھر اپنی علمی بے بضاعتی اور ہجوم مشاغل ہمیشہ اس پر اقدام کرنے سے روکتے تھے تا آنکہ حق تعالیٰ نے "المفتی" کے نام سے ایک ماہوار رسالے کے اجراء کی صورت بعض اکابر اور بہت سے احباب کے دل میں ڈالی جس میں کام کی تدریج پر نظر کر کے ہمت بڑھی تو بنام خدا تعالیٰ اس کام کو شروع کیا اور اس اشاعت میں جو امور بطور اصول موضوعہ کے زیر نظر رہے وہ یہ ہیں۔

(۱) جس قدر جلدیں موجود ہیں ان کو ابتداء سے بترتیب سنین شروع کیا۔

(۲) ترتیب ابواب فقہیہ پر رکھی جس کی فہرست ہر جلد کے شروع میں لگادی گئی۔

(۳) بالفعل ہر جلد کی ترتیب جدا جدا رکھی گئی مثلاً ایسا نہیں کیا گیا کہ ابتداء سے ۱۳۴۵ھ تک تمام رجسٹروں سے کتاب الطہارت کے مسائل کا انتخاب کر کے ایک جگہ لکھا جاوے پھر اسی طرح کتاب الصلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کا کیونکہ اس صورت میں طول بہت ہے بلکہ ایک جلد سے مسائل طہارت کا انتخاب کر کے لکھ دیا گیا پھر اسی جلد کے مسائل صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ لکھ کر مکمل کر دیا گیا اس کی تکمیل کے بعد دوسرے رجسٹر کو اسی طرح مرتب کیا گیا۔

(۴) ایک ہی مسئلہ کو اگر بالکل مکرر کئی جگہ آیا ہے تو مکررات کو حذف کر دیا گیا۔

(۵) اغلاط کاتب کی اصلاح اگر بسہولت وبدرجہ یقین ہو سکی تو صحیح کر کے شائع کر دیا گیا اور جس مسئلہ میں صحت مشکل ہوئی اس کو ترک کر دیا گیا۔

(۶) اگر کسی مسئلہ میں احقر کو علمی طور پر کوئی شبہ ہوا تو دوسرے اکابر کے مشورہ کے بعد اس کی اشاعت یا عدم اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔

(۷) بعض جگہ حسب ضرورت فوائد یا حواشی کا اضافہ بھی احقر کی طرف سے ہوا۔

اصول مذکورہ کے تحت صرف دو رجسٹروں کے فتاویٰ ماہنامہ "المفتی" دیوبند کی آٹھ جلدوں میں شائع ہوئے تھے مگر ان میں بتویب وترتیب کا پورا اہتمام نہ ہو سکا اور قلت وسائل کے سبب تصحیح بھی پوری نہ ہو سکی اغلاط کتابت بہت رہ گئے اب جمادی الاولی ۱۳۸۲ھ میں اس کی طبع ثانی کے وقت برخوردار عزیز مولوی محمد رفیع سلمہ مدرس دارالعلوم کراچی سے اس کی مکرر تصحیح کرادی گئی وہ اس طرح کی المفتی کی آٹھ جلدوں کے سب فتاویٰ کو ابواب فقہیہ پر یکجا مرتب کر دیا گیا اور کہیں کہیں حواشی کا اضافہ بھی کیا گیا۔

آخر میں اکابر سلسلہ حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی قدس سرہ، اور حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے وہ حالات و مقالات درج کئے جاتے ہیں جو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے قلمی مکتوبات سے حاصل ہوئے۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

مختصر تذکرہ

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ

و حضرت شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ

(بقلم حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر سلطان التارکین زبدۃ الواصلین حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین خلف الصدق حضرت مولانا شاہ فرید الدین صاحب مرحوم دیوبندی ثم المدنی عثمانیؒ- حضرت مولانا کی ذات برکات نمونہ قدرت الٰہی و مجمع فیوض نامتناہی تھی حق تعالیٰ نے نہایت مقبولیت اور اخلاص ان کو عطا فرمایا تھا اگرچہ بظاہر امی تھے مگر بوراثت نبویہ ﷺ مجمع علوم الہیہ و منبع حقائق شرعیہ تھے جو بات زبان فصیح اللسان سے فرماتے تھے جناب باری تعالیٰ شانہ قبول فرماتا تھا کیونکہ آپ ولی مادرزاد تھے، صغر سنی میں حضرت ممدوح اکثر آسمان کی طرف مجذوبوں کی مانند دیکھا کرتے تھے، درس و تدریس ظاہری کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد فرید الدین دیوبندی قدس سرہ جو اولیاء کبار و علماء اخیار میں سے تھے تقویٰ و طہارت و کشف و کرامت آپ کی ضرب المثل تھی اور اس وقت تک ان کے آثار و برکات نمایاں ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ فرزند بزرگ میرا اگرچہ علم ظاہری سے منتفع نہیں ہوا مگر علماء کی جماعت میں بلکہ ان کے بہترین میں سے ہوگا اور خود حضرت کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ مجھ کو امید ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو علماء کی جماعت میں محشور فرمادیگا- صدق فیما قال۔ کیوں نہ ہو اصل علم جس کی وجہ سے مصداق العلماء ورثۃ الانبیاء اور انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء . کا انسان ہو سکتا ہے آپ کی ذات بابرکات میں اللہ تعالیٰ نے بدرجہ اتم عطا فرمایا تھا اور ولادت باسعادت آپ کی نوزدہم شہر رمضان المبارک ۱۲۵۲ھ میں ہوئی- پھر جذب الٰہی نے رہبری فرمائی اور خدمت ولایت پناہ حقیقت دستگاہ راس الاقطاب والاوتاد غوث الاصفیاء والافراد التقی النقی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی قدس سرہ اولاد دہلی میں جب تک شاہ صاحبؒ کا قیام رہا حضرت مولانا بھی دہلی میں تشریف لیجا کر کسب فیوض فرماتے تھے- بعدہٗ جب حضرت صاحب نے ہجرت مدینہ طیبہ کو فرمائی حضرت مولانا نے وہاں حاضر خدمت ہو کر کسب کمال فرمایا و خلافت حاصل کی حضرت شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دو صاحبوں سے مجھ کو جس قدر محبت ہے کسی سے نہیں، تلامذہ میں سے حضرت شاہ فخر العالم مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ، سے اور مریدین میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی سے -الحق کہ وجود باوجود آپ کا مثل اپنے پیر کے آیۃ من آیات اللہ تھا علم دین کی اشاعت جس قدر آپ کے زمانہ اہتمام مدرسہ عالیہ دیوبند میں ہوئی اور مدارات طالبان دین جیسے آپ نے فرمائی کمتر کسی جگہ پائی گئی، اسی کے ساتھ فیض باطنی سے قلوب مستفیدین کو منور فرماتے تھے اور حضیض

بعد و حرمان سے اوج قرب و اطمینان میں طالبین کو پہنچاتے تھے عجب قوت الٰہیہ و جذب باطنی آپ کو عطا ہوا تھا ادنی توجہ و التفات سے زنگ قلوب کو زائل اور آئینہ دل کو مصفّٰی و مجلّٰی فرماتے تھے اور نظر رحمت اور باران فیض سے دلہائے مردہ کو حیات و سرور بے اندازہ عطا فرماتے تھے اور اہل غفلت کو آپ کی توجہ سے حضوری عیان اور اہل حضور کو ترقی نمایاں حاصل ہوتی تھی جس قدر طالبین شریک حلقہ مبارک و توجہ صبح و مساء ہوتے تھے کمتر کوئی شخص فیض باطنی سے محروم رہا ہوگا بقدر حوصلہ صدہا بلکہ ہزارہا آدمیوں نے آپ کی صحبت بابرکت سے نفع اٹھایا اور بہت سے حضرات کو مرتبہ حضوری مشاہدہ ہوا اور بعض مرتبہ کمال کو پہنچ کر مستحق خلافت ہوئے اور نہایت کار بدایت میں حاصل ہونا آپ کی ذات سراپا کمال سے جو خواص مشائخ نقشبندیہ سے تھی بانہایت راہ بدایت درج میکنم اور نکتہ البلوغ الی النہایہ ہو الرجوع الی البدایہ آپ کے افعال و اعمال سے نمایاں تھا اور اکثر واقعات کو کماہی بیان فرماتے تھے اور معاملات آپ کے نہایت صادق اور مطابق واقعہ تھے اور حضرت قطب العالم راس العلماء وارث الانبیاء مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ، فرمایا کرتے تھے کہ واقعات آپ کے اور معاملات آپ کے نہایت صحیح اور مطابق نفس الامر ہیں۔ اکثر احوال آپ کے دریافت فرمایا کرتے تھے کرامات آپ کے حدود احصاء سے باہر اور رمل و حصی سے زیادہ تر تھے بڑی کرامت اتباع نبوی ﷺ کا ہے جو دائما قائما احوال و اقوال و حرکات و سکنات میں آپ کو عطاء ہوئی تھی اس سے زیادہ کوئی کرامت نہیں ہر وقت اور ہر لحظہ یہی آپ کا عمل تھا اور اسی کی تائید اور وصیت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ جس کو کچھ حاصل ہوا اتباع سنت و اتقاء سے ہوا۔ و کما قال رضی اللہ عنہ ----- کہ در حقیقت اس سے زیادہ کیا کرامت ہے کہ بدولت اتباع نبوی مرتبہ محبوبیت رب العالمین عطا ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - تقویٰ اور طہارت آپ کا اس قدر تھا کہ مشتبہ طعام آپ کے معدہ میں نہ ٹھہرتا تھا اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے مریدین میں سے اگر کسی کو فائدہ معنوی حاصل نہ ہوتا تھا یا دیر میں ہوتا تھا تو فرمایا کرتے تھے کہ بسبب عدم احتیاط لقمہ حلال کے ہے کیوں نہ ہو پیغمبروں کو اس کی تاکید عمل صالح سے بھی پہلے فرمائی گئی - کما قال اللہ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبٰت و اعملوا صالحاً- یعنی اے پیغمبرو کھاؤ پاک اور حلال لذیذ کھانے اور نیک عمل کرو اور بارہا فرمایا کہ مجھ کو معلوم کرایا گیا ہے اور بزرگان اہل کشف نے بھی مجھ کو اس کی بشارت دی ہے کہ مدفن میرا مدینہ طیبہ ہوگا، چنانچہ ایسا ہی باذن اللہ تعالیٰ واقع ہوا بعض مرتبہ آپ ہندوستان میں ایسے بیمار ہوئے کہ حالت یاس ہو گئی اور امید زندگی منقطع ہو گئی، مگر آپ نے اس وقت بھی یہی فرمایا کہ میں اس مرض میں نہ مروں گا کیونکہ مدفن میرا مدینہ طیبہ ہے سبحان اللہ - کیسا الیقین صادق اور کشف واقعی آپ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا الغرض سراپا نور مجسم اور تقویٰ و طہارت تھے، اور بدعات سے آپ کو ایسی نفرت تھی کہ آپ کا حقیقی بھانجہ بدعات مروجہ میں مشغول رہا کرتا تھا جب اس نے اپنے خیالات باطلہ اور بدعات کو نہ چھوڑا، آپ نے ان سے قطعاً متارکت کر دی اور تمام عمر اس سے کلام نہ کیا

محبت سنت نبوی ﷺ میں مستغرق تھے۔ مو خلاف سنت گوارانہ فرماتے تھے محبت علم و علماء میں غرق تھے علم ظاہری اگرچہ حاصل نہ کیا تھا مگر علم لدنی حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا اور صدہا گمراہان بادیہ ضلال و خسر ان کو شاہراہ ہدایت اور استقامت پر پہنچایا چونکہ حضرت کے مزاج میں لڑکپن سے جذب غالب تھا علم ظاہری حاصل نہ کر سکے مگر آپ کے والد ماجد صاحب حضرت مولانا محمد فرید الدین صاحب دیوبندی جو اکابر علماء کرام اور اولیاء عظام سے تھے صاحب انفاس قدسیہ اور کرامات الٰہیہ تھے اور فرمایا کرتے تھے شان مبارک حضرت مولانا و مرشدنا میں کہ ایں فرزند من اگرچہ بظاہر عالم نیست اما از علماء بہتر خواہد شد۔ ولقد صدق فیما قال۔ اور حضرت مولانا نے بعض مرتبہ بندہ احقر کاتب الحروف[1] کے سامنے بھی فرمایا کہ مجھ کو امید ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو علماء کی جماعت میں حشر کریگا۔ انتہی

درحقیقت آپ کو حق تعالیٰ نے علم کا کامل حصہ عطا فرمایا تھا اور فی الواقع آپ علماء موفقین اور علماء ربانیین میں سے تھے پورے مصداق انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے تھے، چنانچہ حدیث دال ہے علماء وارث الانبیاء آپ کی شان مبارک میں صادق تھی کما قال المولوی المعنوی فی مثنویہ۔

خشیۃ اللہ را نشان علم دان انما یخشی تو در قرآن خوان

آپ کی صحبت خاصیت اکسیر رکھتی تھی اور نظر آپ کی کیمیا اثر تھی اور ارشاد خلائق شب و روز آپ کو مطلوب و مرغوب تھا فیض عام رسانی میں دن رات مصروف رہتے تھے جو کام آپ کا تھا اخلاص کے ساتھ تھا حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو مجمع کمالات ظاہری و باطنی و بحر درو منافع و معانی بنایا تھا اور بھی واقعات صادقہ آپ پر ظاہر فرمائے جاتے تھے بسا اوقات جس امر کی آپ بہ نسبت وقائع کے خبر دیتے تھے اسی طرح ظاہر ہوتی تھی اور مدام جناب رسول اللہ ﷺ کے محبت و عشق میں غرق و سرشار تھے بلکہ ہمیشہ یہ تمنا تھی کہ جوار روضہ مبارک آنحضرت ﷺ کا نصیب ہو، چنانچہ آخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض ہجرت حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے کہ یہ احقر[1] پہلے سے حاضر حرم محترم مکہ مکرمہ اور حاضر خدمت فیض اثر حجۃ اللہ البالغہ صدیق زمان خلاصہ دوراں واقف علم حقیقت و کاشف رموز طریقت غواص بحار معانی دریائے لآلی عرفانی مقرب حضرت ربانی مقبول بارگاہ یزدانی حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب تھانویؒ کے تھا کہ حضرت مولانا و مرشدنا مکہ معظمہ میں پہنچے چند ماہ مکہ معظمہ میں قیام فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر مطلب قلبی حاصل ہوا اور تمنائے دلی پوری ہوئی اعنی بتاریخ دوازدہم جمادی الثانیہ ۱۳۰۸ھ میں آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور روضہ رضوان کی طرف رجوع فرمایا اور مفصل حالات پر کمالات آپ کے لکھے جائیں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے اگر حق تعالیٰ کو منظور رہے تو کیا عجب ہے کہ کچھ حالات آپ کے قلمبند کیے جاویں اور عمر شریف شش و پنجاہ (۵۶) سال رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ و جعل الفردوس ماواہ آمین بحرمۃ السید الامین محمد رسول رب العالمین صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ و علی اصحابہ و آلہ و از واجہ و ذریاتہ و محبیہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

[1] یعنی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب

حضرت شاہ عبد الغنی قدّس سرّہ

ذکر قدوۃ الاصفیاء زبدۃ الاتقاء حضرت شاہ عبد الغنی مہاجر قدس سرہ ولادت با سعادت حضرت شاہ صاحبؒ کی پچیسویں تاریخ ماہ شعبان ۱۲۳۵ھ میں ہے اور حفظ کلام مجید با تجوید علوم دینیہ علمائے مدینہ طیبہ سے کر کے فن حدیث میں پایہ کمال کو پہنچے حضرت شاہ اسحٰق صاحب نبیرہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے اولاً اس فن شریف کو حاصل کیا پھر مدینہ طیبہ میں حضرت شاہ شیخ محمد عابد انصاریؒ سے سند حاصل کی اور بعد تکمیل سلوک باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور تکمیل سلوک باطنی کی خلفاء حضرت شاہ غلام علیؒ سے فرمائی اور مسند آبائی پر جلوہ افروز ہو کر علوم ظاہری و فیوض باطنی سے عالم کو منور فرمایا اور سنن ابن ماجہ پر آپ کا حاشیہ مسماۃ بانجاح الحاجۃ معروف و مشہور ہے و کتاب الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی میں آپ کے تمام سلاسل معہ احوال شیوخ بالتفصیل موجود ہیں من شاء فلیراجع الیہ - اور ایام غدر (فتنہ ۱۸۵۷ء) میں مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور آخر حیات تک وہاں اقامت فرمائی اور بلاد عرب مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ اور روم و شام و مصر وغیرہ میں کثرت سے آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء اور تلامذہ منتشر ہوئے اور نور باطنی اور فیض سے عالم کو منور فرمایا ہندوستان میں مشہور خلفاء میں سے جناب نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحبؒ اور جناب مولانا مولوی قمر الدین صاحب نانوتوی جو بوقت ہجرت حضرت شاہ صاحب کے سرہند شریف تشریف لے گئے اور آخر حیات تک وہاں مقیم رہے اور روضہ حضرت مجدد صاحبؒ کے قریب مدفون ہیں اور ارشد و افضل الخلفاء حضرت ممدوح میں سے حضرت مرشدنا و مولانا محمد رفیع الدین صاحب دیوبندی ثم المدنی مہاجرؒ ہیں جن کا ذکر خیر مذکور ہو چکا، الغرض حضرت شاہ صاحبؒ فیض مجسم تھے اور پورے مصداق حدیث شریف الذین اذا رأوا ذکر اللہ کے تھے اور لڑکپن میں آثار ولایت و کمال آپ کے ذات مبارک برکات سے نمایاں تھے اور حضرت شیخ محمد مظہر مجددی برادر حضرت شاہ صاحب مقامات احمدیہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ "در صبا تمیز تلخی و شیرینی نمی کردند - ثمر درخت نیم می خوردند" اور حضرت شاہ ابو سعید والد ماجد حضرت شاہ صاحب می فرمودند کہ ایں فرزند من درویش خواہد شد کہ دریں عمر از شدت جذب فرق تلخ و شیریں نمیکند طالبان ایشاں را در اں زمان گرفتہ گرد بر گرد ایشاں نشستہ توجہات بر می گرفتند و تاثیرات مشہور - انتہی سبحان اللہ - جن کی ذات با برکات لڑکپن میں صاحب تاثیر قوی و جذب حقیقی بلکہ مجمع کمالات و فیوض تھی حق تعالیٰ نے ان کو جوانی عزیز میں کس قدر کمالات عطا فرمائے ہوں گے کیوں نہ ہو - آپ اولاد میں حضرت شاہ صاحب امام الطریقۃ والشریعۃ برہان الملۃ الاحمدیہ جناب شیخ مجدد الف ثانیؒ کے ہیں - سلسلہ نسب آپ کا حضرت مجدد صاحب

تک اس طرح پہنچتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر ابن حضرت شاہ ابو سعید آں ابن حضرت صفی اللہ ابن عزیز القدر ابن شیخ محمد عیسیٰ آں ابن حضرت شیخ سیف الدین آں ابن حضرت خواجہ محمد معصوم آں ابن حضرت امام الطریقت حجۃ اللہ فی الارض جناب شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے - حضرت شیخ محمد مظہر مرحوم اپنے والد ماجد شاہ احمد سعید صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت شاہ نقشبند بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تم ہمارے خلیفہ ہو فی الواقع حضرت شاہ صاحب کو جناب خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کی روح سے نہایت مناسبت تھی - انتہی - آپ کے کلمات طیبات سے ہے کہ بندہ جس قدر اپنے نفس سے دور رہیگا اسی قدر حق تعالیٰ کی نزدیکی ہوگی اور بھی حضرت حجت اللہ فی العالم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ، اور حضرت قطب العالم راس الافراد والاوتاد منبع السنۃ قامع البدعۃ جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ اپنے شاگردوں میں سے ہیں اور ۶ محرم ۱۲۶۵ھ میں بعمر ساٹھ برس مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور مدفن آپ کا جنت البقیع میں ہے رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ وافاض علینا من فیوضہ و برکاتہ-

شاہ عبدالغنی صاحبؒ بڑے پایہ کے شخص تھے علم ظاہری و باطنی میں شہرہ آفاق علماء و صلحاء میں زبدہ و خلاصہ مشہور فقیہ اور معروف محدث تھے صحاح میں ابن ماجہ کا تحشیہ بنام انجاح الحاجۃ شاہ صاحب ممدوح ہی کا ہے، آپ نے وصال سے پہلے چند سال قبل (فتنہ) غدر کے قصہ میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر مدینۃ الغراء کو جائے قیام بنایا اور اکثر حرم محترم واطہر میں مستغرق و مراقب رہتے تھے تادباخائف وتر سال روضہ اطہر سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتے اور زائرین

کے شور و غل مچانے پر یکدم کانپ اٹھتے اور نہایت آہستہ آواز میں یوں فرمایا کرتے تھے - صاحبو، شور نہ کرو دیکھو رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے ہیں مدینۃ الغراء میں آپ درس بھی دیتے اور حدیث پڑھاتے تھے حجازی علماء اور اطراف عالم کے محدثین نے آپ کے عالی پایہ اور فن حدیث کے تبحر اور علو مرتبت کو مان لیا تھا آخر جوار رسول ﷺ میں بتاریخ ۶ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ بعمر ساٹھ سال وصال فرمایا جنت البقیع میں قبہ عثمانی کے متصل مدفون ہوئے - رحمۃ اللہ علیہ -

شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ سلسلہ طریقت میں اپنے جد بزرگوار مجدد الف ثانی حضرت سید احمد سرہندی قدس سرہ کے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی متمسک اور اپنے والد ماجد حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہ سے مجاز تھے آپ کا سلسلہ نسب اور اسناد سلوک واخذ طریقت آٹھویں پشت پر حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے شیخ عبدالغنی بن ابی سعید بن صفی اللہ بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن محمد معصوم بن احمد العمری السرہندی قدس اللہ اسرارہم اور سلسلہ نسب مختصراً حضرت امام الطریقۃ المجددیہ رحمۃ اللہ علیہ یوں ہے - شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین بن الشیخ عبدالحی بن الشیخ محمد - الی ناصر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہم پس شاہ صاحب کو اس نجابت، شرافت پر کہ عمری فاروقی ہیں جو کچھ ابناء زمان پر شرف حاصل تھا وہ

ظاہر ہے - حدیث بھی آپ نے زیادہ تر اپنے والد ماجد روحانی مربی پیر طریقت شیخ وقت حضرت ابو سعید دہلوی قدس سرہ، سے پڑھی ہے آپ کی اسناد متعدد طرق سے بالتفصیل" الیانع الجنی "میں درج ہے۔ مختصر عرض کرتا ہوں۔ مؤطا امام مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بالاستیعاب والد ماجد سے پڑھی اور بخاری شریف قرأۃً وسماعاً شاہ اسحاق صاحبؒ سے شاہ اسحاق صاحب اور آپ کے والد شاہ ابو سعید صاحب دونوں شاگرد ہیں شاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم العمری قدس اللہ اسرارہم کے بہر دو سلسلہ سے آپ کی اسناد حدیث تیسری پشت پر حجۃ اللہ البالغہ پر جاملی ہے - مشکوٰۃ آپ نے شاہ رفیع الدین صاحب بن شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے حضرت مخصوص اللہؒ کو پڑھ کے سنائی تھی - مدینۃ الغراء میں آپ نے بخاری شریف کا کچھ حصہ تبرکاً الشیخ الحافظ الحاج محمد عابد الانصاری السندھی ثم المدنی کو پڑھ کر سنایا تھا اور حافظ صاحب نے جملہ صحاح کی اجازت آپ کو عطا فرمائی اور اپنے ہاتھ سے سند لکھ کر دی تھی مقدس مدینۃ الرسول ﷺ ہی میں شیخ اسمٰعیل بن ادریس الرومی نے آپ کو اپنی طرف سے روایت احادیث صحاح کی اجازت کلیہ عطا فرمائی -

پس معلوم ہوا کہ علم حدیث میں آپ کے اساتذہ و مشائخ پانچ حضرات ہیں یعنی آپ کے والد حضرت ابو سعیدؒ شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے شاہ اسحٰقؒ، شاہ رفیع الدین صاحب کے صاحبزادے شاہ مخصوص اللہؒ - انصاری النسل مہاجر حافظ محمد عابد صاحبؒ اور پانچویں شیخ اسمٰعیل بن ادریس رومی جو مقدونیہ کے باشندے اپنے زمانہ کے علامہ تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین -

اس سلسلہ اسناد میں حضرت امام ربانی کا واسطہ ڈال لیا جائے اور شاہ ولی اللہ فاروقی قدس سرہ کی اسناد الی النبی ﷺ جو مشہور و معروف اور ہندوستان کے ہر مولوی کو معلوم ہے شامل کر لی جائے تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے تلامذہ کی اسناد و حدیث مکمل ہو جائے گی - شاہ صاحبؒ کے درس میں بھی ذکاوت طبع کے اندر یہی دونوں نونہال چمنستان دین خلاصہ جماعت تھے یہ بات مشہور ہے کہ شاہ صاحبؒ کو اپنے شاگردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے ساتھ تھی اور مریدین میں مورد عنایت خاصہ حضرت مولانا المولوی شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی، مہتمم مدرسہ عالیہ اسلامیہ تھے - رحمۃ اللہ علیہم اجمعین -

تمت

احقر محمد شفیع نے اس ہدایت کے مطابق یہ سلسلہ اسناد حضرت سیدی شیخ الہند مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہ اور ان کے تلامذہ تک تفصیل سے ایک رسالہ الازدیا السنی علی الیانع الجنی میں لکھ دیا ہے یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے - محمد شفیع عفاء اللہ عنہ

عزیز الفتاوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی هو الملك القدوس العزیز الرحمٰن وبیده ملکوت السمٰوٰت والارض والا کوان والا زمان– والصلوٰة والسلام الاتمامن الا کملان علی سید ولد ادم و فخر عدنان وهو المبعوث الی الاسود والارحم والا نس والجان وعلی اله واصحابه مادامت السمٰوٰت وتجد دالملوان

کتاب الایمان والعقائد

(ایمان وعقائد کابیان)

فصل فی المتفرقات

آنحضرت ﷺ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ

(سوال ۱) آنحضرت ﷺ کے والد ماجد یا آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب کے نام پر ؒ یا ؓ یا اور ایسے الفاظ لکھنا کیسا ہے-اگر کچھ بھی پڑھنا مروی نہ ہو تو صاف تحریر فرمادیں-

(الجواب) روایت مسلم میں ہے ان ابی و اباك فی النار اورآپ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں صحیح مسلم میں ہے استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی.الحدیث پس مقتضاء ان احادیث صحیحہ کا یہ ہے کہ رحمۃ اللہ علیہما ورضی اللہ عنہما نہ کہا جاوے لیکن علامہ شامی نے بعد نقل کرنے ان روایات کے اور تطبیق بین الروایات کے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ کا ذکر کرنا نہ چاہئیے مگر ادب کے ساتھ -اور یہ ان مسائل میں سے نہیں کہ ان کا نہ جاننا مضر ہو یا قبر میں اور موقف میں سوال ہو، پس سکوت مع الادب اولیٰ وانسب ہے کیونکہ ابوین رسول اللہ ﷺ کی احیاء بعد الموت اور ایمان لانے کی روایات بعض علماء نے ذکر فرمائی ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں-فقط جد امجد آنحضرت ﷺ کے بارے میں روایت دخول نار کی ثابت ہے اور متاخرین کا اس میں اختلاف بھی مذکور ہے-اس سے بھی سکوت کرے-واللہ تعالیٰ اعلم

توہین علماء علی الاطلاق کفر نہیں

(سوال ۲) عالم اگرچہ فاسق ہو بوجہ علم کے اس کی توہین کرنا کیسا ہے یہ جو مشہور ہے کہ عالم کو گالی دینے والے کی عورت پر طلاق ہو جاتی ہے از روئے فقہ حنفیہ صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) عند الحنفیہ یہ حکم بالعموم صحیح نہیں ہے جس صورت میں حکم کفر کا کیا جاوے گا اسی صورت میں بینونت زوجہ کا حکم کیا جاوے گا اور حکم کفر مطلقاً صحیح نہیں ہے اگرچہ بعض فتاوے میں ایسے نقول موجود ہیں لیکن محققین ان کو صحیح نہیں سمجھتے اور ان روایات کے موافق فتویٰ دینے کو منع فرماتے ہیں اور یہی

سبیل احتیاط اور اوسط السُبل ہے۔

در مختار میں ہے۔والفاظه تعرف فی الفتاویٰ بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشئی منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجی قال فی البحر و قد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منها – قال العلامة الشامی لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة و مع الاحتمال لا نهایة الخ والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هٰذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر فیها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منها انتهٰی کلام البحر ملخصاً۔دوسری جگہ شامی میں ہے۔

ثم ان مقتضی کلامهم ایضاً انه لا یکفر بشتم دین مسلم ای لا یحکم بکفره لا مکان التاول ثم روایته فی جامع الفصولین حیث قال بعد کلام اقول وعلی هذا ینبغی ان یکفر من شتم دین مسلم و لکن یمکن التاویل بان مراده اخلاقه الردیئة و معاملتهٔ القبیحة لا حقیقة دین الاسلام فینبغی ان لا یکفر حینئذٍ واقره فی نور العین الخ – شامی

الغرض نقول و روایات اس بارے میں بکثرت ہیں حاصل یہی ہے جو مذکور ہوا پس عالم اگر صالح بھی ہو تو اس کی توہین کرنے والے کو مرتد و کافر نہ کہا جائے لا مکان التاویل اور عالم فاسق کی مذمت تو حدیث شریف میں وارد ہے۔ ان من شر الشرار شرار العلماء۔الحدیث بُرے علماء کو رسول اللہ ﷺ نے بدترین شرار فرمایا۔

الغرض باب تاویل وسیع ہے اور تاویل ضعیف بھی مانع عن التکفیر ہے اور بینونۃ زوجہ ارتداد پر متفرع ہے فحیث لا ارتداد فلا بینونة۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

فخر عالم ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کا عقیدہ اور اس کے منکر کا حکم

(سوال ۳) فخر عالم سرور کائنات ﷺ کے کل انبیاء سے افضل ہونے کا مسئلہ اصول دین میں سے ہے یا فروع میں سے ؟

(۲) اصول دین و فروع دین کی تعریف۔اگر کوئی مسلمان سرور کائنات ﷺ کو افضل الرسل نہ مانے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے مذہب اسلام میں کوئی فرقہ ایسا ہے جو سرور کائنات کو افضل الرسل نہ جانتا ہو۔

(الجواب) (۱) آنحضرت ﷺ کا افضل الانبیاء ہونا مجمع علیہ اہل اسلام ہے اور یہ مسئلہ اصول دین میں سے ہے یعنی اعتقادیات میں سے۔قال التفتازانی رحمه الله علیه اجمع المسلمون علی ان افضل الرسل محمد ﷺ۔

قال اهل التفسیر اراد بقوله تعالٰی ورفع بعضهم فوق بعض درجات محمداً ﷺ ای رفع الله النبی ﷺ علی سائر الانبیاء علیهم السلام شرح شفاء۔ والمعتقد المعتمد ان افضل

الخلق نبینا ﷺ – شرح فقہ اکبر – واللہ تعالی اعلم
(۳) جو شخص آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء نہ جانے وہ ضال و مبتدع ہے مذہب اسلام میں کوئی فرقہ ایسا نہیں جو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء نہ جانتا ہو۔

سجدہ لغیر اللہ کے متعلق ایک مکمل بحث

(سوال ٤) لغت میں معنے سجدہ فروتنی و سر بر زمین نہادن لکھا ہے اور جواہر غیبی میں اقسام سجدہ اور کون سجدہ کس کس کو درست ہے، باد لائل لکھتے ہیں یہ کہ در فتاوی تیسیر می گوید السجدة اثنان سجدة العبادة و سجدة التحية– سجدة العبادة لله تعالى خاصة و سجدة التحية بدون الله تعالى لوجه التكريم فى خمسة احوال جاز للقوم ان يسجدوا للنبى والمريد للشيخ والرعية للملك والولد للوالدين و العبد للمولى فى كل حال يرخص– فتاوى سراجى اذا سجد الانسان سجدة تحية لا يكفر فتاوىٰ خانى– وان سجد الرجل للسلطان وكان قصده التعظيم والتحية دون الصلوٰة لا يكفر فتاوىٰ كافى– قال صدر الشهيد من سجد لغير الله تعالى و يريد التحية دون العبادة لا يكفر– وقول ابن عباسؓ سجدة التحية بمنزلة السلام– و در مرصاد العباد است کہ ملائکہ علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام را سجدہ نمودن سبش آں بود کہ حق تعالیٰ جل شانہ حضرت آدم علیہ السلام را بنور ذات متجلی کرد– سجدہ در حقیقت آدم علیہ السلام را بنود بل نور ذات و صفات حق تعالی شانہ را بود چنانچہ مرو ز سجدہ قبلہ و کعبہ را این ست مر رب الکعبہ و قبلہ راست و پیش بزرگاں کہ سر بر زمین می نہندہ سجدہ نیست آں تعظیم و تکریم نور ذات و صفات معبود حقیقی است کہ مشائخ و اولیائے کرام بدون نور ذات متجلی اند– مولانا رومؒ فرمایند ؎

چونکہ ذات پیر را کردی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

اور حدیث ترمذی شریف سے قلب مومن بوجہ تجلی گاہ رب العزۃ کعبہ شریف سے افضل ہے۔ عن ابن عمرؓ انه نظر يوماً الى الكعبة فقال ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمومن اعظم حرمته عند الله تعالى منك– اور ایسے ہی قول مولانا روم سے مفہوم ہوتا ہے –؎

از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است

اور نیز فتاوی قاضی خان میں ہے– ولو قيل للمسلم اسجد للملك والا لا قتلك لا باس ان يسجد للملك سجدة التحية والتعظيم لا سجود العبادة لا ن سجود التعظيم لا يكون كفراً عرف ذلك لامر الله تعالى للملائكة بسجود ادم عليه السلام والله لا يامر احدا بعبادة غيره و كذلك اخوة يوسف عليه السلام سجد واليوسف عليه السلام–

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سجدہ تعبد تو بلا شک و بالاتفاق مخصوص بذات پروردگار عالم ہی ہے اور سجدہ تحیہ و تعظیم کا موافق مضمون کتب مذکورۃ الصدر جائز و درست ہونا ثابت ہوتا ہے ماں باپ پیر و مرشد

وغیرہ کے لئے اس واسطے کہ سجدہ تحیۃ و تعظیم در حقیقت سجدہ نہیں ہے بلکہ بمنزلہ سلام ہے بقول ابن عباسؓ اور سجدہ تعبد مشروط ہے مقام وبدن پاک واستقبال قبلہ کے ساتھ اور سجدہ تحیہ میں یہ شرط نہیں ہے اسی واسطے فقہاء و متصوفینؒ نے جائز لکھا ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ نے جو زوجہ کو سجدہ زوج سے اور اپنی ذات پاک قدسی صفات کو سجدہ سے منع فرمایا ہے اس امر پاک سے سجدہ تعبدی ہی مراد لیا جائے گا ورنہ جواز عدم جواز میں تناقض و تخالف واقع ہوگا حالانکہ دونوں جانب دلائل ہیں تو معلوم ہوا کہ اس سجدہ سے تعبدی ہی مراد ہے اور بس اور غیر مجوزین سجدہ تحیہ کا سجدہ حضرت آدم علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کو یہ کہہ دینا کہ ادیان سابقہ منسوخہ ہمارے لئے دلیل نہیں ہیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس واسطے کہ ادیان منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع احکام یا اوصاف منسوخ ہوں ہو سکتا ہے کہ بعض بعض احکام واوصاف باقی رہیں ایسے بہت سے احکام ہیں چنانچہ دین حضرت ابراہیم علیہ السلام منسوخ ہوا لیکن بعض بعض احکام بصفت وجوب یا سنن باقی رہ گئے مثل ختنہ و قربانی و سعی صفاو مروہ وغیرہ۔

دلائل واضحہ سے بیان فرمایا جاوے تاکہ بالکل تشفی ہو جاوے اور یہ سب شکوک جاتے رہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وباللہ التوفیق واضح ہو کہ سجدہ غایۃ تذلل و نہایت واضع و عبودیت ہے اسی لئے وارد ہوا۔ لا تسجدوا للشمس و لا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون۔ نہ سجدہ کرو آفتاب کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو، اور اسی کی بندگی کرنے والوں میں شمار ہونا چاہتے ہو۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بعیر کو آنحضرت ﷺ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر یہ عرض کیا یا رسول اللہ تسجد لك البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولو کنت امر احداً ان یسجد لاحد لا مرت المراۃ ان تسجد لزوجھا الحدیث اس پر صاحب مرقاۃ تحریر فرماتے ہیں قولہ فقال اعبدوا ربکم ای بتخصیص السجدۃ لہ فانھا غایۃ العبودۃ و نھایۃ العبادۃ ۔ اکرموا اخاکم ای عظموہ تعظیماً یلیق لہ بالمحبتہ القلبیۃ والاکرام المشتمل علی الا طاعۃ الظاھریۃ والباطنیۃ وفیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ۔ و ما کان لبشرٍ ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولکنْ کونوا ربانیّیْن ۔ و ایماء الی قولہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان عبدو اللہ ربی و ربکم و انما سجدۃ البعیر فخرق العادۃ واقع بتسخیر اللہ تعالیٰ وامرہ فلا مد خل لہ ﷺ فی فعلہ والبعیر معذور حیث انہ مامور من ربہ کامر اللہ تعالیٰ ملائکتہ ان یسجدوا لادم۔

پس واضح ہوا کہ سجدہ غیر اللہ کے لئے کسی طرح جائز نہیں اور سجدہ تحیہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا جو اس شریعت غراء میں مطلقاً منسوخ ہو گیا اور ظاہر ہے کہ جب جواز اباحت منسوخ ہو گئی تو سجدہ تحیہ حرام ہو گیا اور سجدہ بعیر کے قصہ میں جو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو سجدہ سے منع فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سجدہ تحیہ کو بھی حرام فرمادیا اور شریعت اسلام میں سجدہ تحیہ کی

حرمت متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں ہے جملہ کتب تفاسیر وفقہ سے یہ واضح ہے البتہ فقہاء یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ بہ نیت تحیہ سے کافر نہیں ہوتا اور سجدہ عبادت سے کافر ہو جاتا ہے پس فتاویٰ سراجی و فتاویٰ خانی اور کافی سے جو یہ نقل کیا گیا ہے لا یکفر اس سے اسقدر معلوم ہوا کہ کافر نہ ہوگا مگر اس سے جواز سجدہ تحیہ کا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہی فقہاء جو لا یکفر لکھتے ہیں یہ تصریح فرماتے ہیں کہ وہ شخص فاسق مرتکب کبیرہ ہے عالمگیرہ میں ہے-والتواضع لغیر اللہ حرام کذافی الملتقط من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض لا یکفر ولکن یاثم لار تکابه الکبیرة هو المختار قال الفقیه ابو جعفرؒ وان سجد للسلطان بنیة العبادة اولم تحضره النیة فقد کفر کذافی جواهر الاخلاطی و فی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظماء حرام وان الفاعل والراضی اثمان کذا فی التتار خانیة و تقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال و الفاعل و الراضی به اثمان کذافی الغرائب الانحناء للسلطان او لغیره یکره لانه یشبه فعل المجوس کذا فی جواهرالاخلاطی و یکره الا نحناء عند التحیپ و به ورد النهی کذافی التمر تاشی عالمگیریة-

درمختار میں ہے- وکذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء و العظماء فحرام و الفاعل و الراضی به اثمان لا نه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر ان علی وجه العبادة و التعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار اثماً مرتکباً لکبیرة و فی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام-

ردالمختار معروف بہ شامی میں ہے- قال القهستانی و فی الظهیریة یکفر بالسجدة مطلقاً و فی الزاهدی الایماء فی اسلام الی قریب الرجوع کا لسجود و فی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره وظاهر کلامهم الطلاق السجودعلی هذا التقبیل تتمة — اختلفو فی سجود الملائکة قیل کان للہ تعالی والتوجه الی ادم للتشریف کاستقبال الکعبة وقیل بل لادم علی وجه التحیة والا کرام ثم نسخ بقوله علیه السلام لوامرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها تا تار خانیه قال قال فی تبیین المحارم و الصحیح الثانی ولم یکن عبادة له بل تحیةً واکراماً ولذا امتنع عنه ابلیس وکان جائزاً فیما مضی کما فی قصة یوسف علیه السلام قال ابو منصور ای الما تریدی و فیه دلیل علی نسخ الکتاب بالسنته انتهی شامی جلد خامس کتاب الحظر والا باحة-

تفسیر مدارک میں ہے- وکان سجود التحیة جائز اثم نسخ بقوله علیه السلام لسلمانؓ حین ارادن یسجد له لا ینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالی-

معالم التنزیل میں ہے- وکان ذالك سجود تعظیم و تحیة لا سجود عبادة کسجود اخو

یوسف له فی قوله عزو جل و خرُوا له سجدًا ولم یکن فیه وضع الوجه علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذلك بالسلام۔

عبارت منقولہ سے واضح ہے کہ سجدۂ تحیہ حرام وکبیرہ ہے اس کے کفر ہونے میں خلاف ہے گناہ کبیرہ اور معصیت و حرام ہونے میں کچھ خلاف نہیں ہے کتب معتبرہ کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ صاحب جواہر غیبی کا بحوالہ فتاوی تیسیر وغیرہ سجدہ تحیہ کے جواز کا قول بالکل غلط اور محض افتراء ہے جن کتابوں سے اس نے لا یکفر نقل کیا ہے اس کا حال اوپر معلوم ہوا کہ عدم کفر کے ساتھ گناہ کبیرہ اور احرام ومعصیۃ ہونا وہ فقہاء تصریح فرمارہے ہیں اور فتاوی تیسیری سے جو فی کل حال پر نص نقل کیا ہے یہ بالکل غلط اور فقہاء معتبرین کے اقوال اور نصوص قطعیہ کی روسے مردود وغیر معتبر ہے اور تفاسیر معتبرہ کی عبارات سے محقق ہوا کہ سجود تحیہ پہلی امم میں جائز تھا اب منسوخ و باطل ہو گیا اور بعض نسخ اباحت حرمت کے سوا کوئی مرتبہ نہیں ہے پس یہ کہنا مجوز کا کہ وجوب منسوخ اور اباحت باقی رہ گئی بالکل غلط ہو گیا اور یہ قول مشائخ و اولیائے کرام چونکہ متجلی بنور ذات ہیں اور یہ کہ مومن عند اللہ مکرم و محترم ہے اس وجہ سے اس کو سجدہ تحیہ درست ہونا چاہئے کلام بیہودہ باطل ولغو ہے اس سے پوچھا جاوے کہ یہ کمالات آنحضرت ﷺ میں بھی بوجہ اتم موجود تھے پھر آپ نے صحابہ کرامؓ کو کس تشدد سے سجدہ کرنے سے منع فرمایا اور ہرگز کسی طرح اجازت نہ دی پس مولانا روم کے کلام سے سجدہ کی اجازت نکالنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔باقی فتاوی قاضی خاں میں جو یہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ ولو قیل اسجد للملك والا لا قتلك لا باس ان یسجد للملك سجدة التحیة الخ یہ حالت اکراہ کا مسئلہ ہے حالت اکراہ واضطرار میں حرام حلال ہو جاتا ہے اس سے حالت اختیار میں سجدہ تحیہ کرنے کی اجازت کہاں معلوم ہوئی۔

الغرض نصوص قطعیہ و احادیث نبویہ ﷺ وروایات فقہیہ معتبرہ و تفاسیر مستندہ سے حرمت سجدہ تحیہ و سجدہ عبادت کی ظاہر و باہر ہے اور علمائے محققین اور فقہائے عظام میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں صرف یہ فرق ان ہر دو سجدہ میں ہے کہ سجدہ عبادت باتفاق کفر وارتداد ہے اور سجدہ تحیہ کو فقہائے محققین کفر نہیں فرماتے گناہ کبیرہ اور فسق لکھتے ہیں پس لفظ لا یکفر کتب وفقہ میں دیکھ کر اورآگے کی عبارت وصار اثماً مرتکباً للکبیرۃ حذف کر کے مجوز مذکور کا حکم جواز سجدہ تحیہ کا لگانا سخت جہالت اور غوایت اور بد دینی ہے مجوز مذکور مصداق اس حدیث صحیح متفق علیہ کا ہے حتی اذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤسا جھالاً فسئلو افافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا – الحدیث واللّٰہ تعالیٰ اعلم

انبیاءؑ واولیاءؒ کو حاضر وناظر سمجھنا کفر ہے اور چند دوسرے عقائد کا حکم

(سوال ۵)انبیاءؑ واولیائے کرامؒ کو حاضر و ناظر سمجھنا اور بوقت مصیبت ان کو پکارنا اور یہ اعتقاد کرنا کہ جس

وقت ان کو پکارا جاتا ہے فوراً کاربرآری کردیتے ہیں ایسا اعتقاد کفر ہے یا نہیں (۲) انبیائے عظام و اولیائے کرام کو ہمارے افعال کا غائبانہ طور پر علم ہے یا نہیں (۳) اولیائے کرام کی نظر سے ہدایت ہوتی ہے یا نہیں (۴) تقبیل ید عالم اور انحناء بوقت ملاقات درست ہے یا نہیں (۵) آستانہ و خانقاہ اولیاء کی تقبیل درست ہے یا نہیں (۶) بعض بدعتی قصہ بیان کرتے ہیں کہ رابعہ بصریہ کا بیت اللہ نے استقبال کیا تھا اور طواف بھی رابعہ بصریہ کو بیت اللہ نے کیا تھا یہ درست ہے یا نہیں (۷) بعض بدعتی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شکل مبارکہ ملیح تھی کیونکہ جیسا نمک دوسری چیز میں مل کر یکلخت ہو جاتا ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو گئے ہیں- نعوذ باللّٰہ من هذا الاعتقاد- یہ اعتقاد رکھنا کیسا ہے-(۸) جو شخص برسر اجلاس متبع شریعت یعنی متبع قرآن و حدیث یعنی حنفی المذہب کی اہانت کرے اور علماء کی توہین کی وعظ کہے اس کے لئے کیا حکم ہے (۹) جو شخص ان سب باتوں کو جائز کہتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ اعتقاد کفر ہے - نصوص صریحہ کے خلاف ہے کلام پاک میں ہے -وهو الله فی السمٰوٰت و فی الارض يعلم سر كم و جهر كم و يعلم ما تكسبون اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے تمام جگہ کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے اور مصیبت کے وقت اور ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے -قال رسول الله ﷺ لا بن عباسؓ اذا استعنت فاستعن باللّٰه -جب مدد کی ضرورت ہو خدا سے مانگو غیر کی طرف توجہ نہ کرو-

(۲) علم غیب باری تعالیٰ کا خاصہ ہے غیر کا دخل نہیں ہے اولیائے کرام اور انبیائے عظام کو عالم جمیع الاشیاء سمجھنا اور اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے اس سے توبہ کرے -لا یعلمها الا هو- قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ-

(۳) ہدایت اور ضلالت خدا کے قبضہ میں ہے انك لا تهدی من احببت ولكن اللّٰه يهدی من يشآء -رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے غیر کا کیا ٹھکانہ-

(۴) تقبیل ید عالم یا صوفی پابند شریعت کی جائز ہے انحناء نہ چاہیے کیونکہ انحناء مشابہ سجدہ کے ہے اور سنت یہ ہے کہ سلام کرے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے، حدیث شریف میں ہے فسلم عليه و اخذ بيده

(۵) خانقاہ و آستانہ کی تقبیل جائز نہیں ہے كما فی الدر المختار و كذا ما يفعلون من تقبيل الارض بين يدی العلماء و العظماء فحرام-

(۶) اس خاص قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے، باقی کرامات اولیاء اللہ کا اعتقاد رکھنا اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے ممکن ہے حق تعالیٰ کسی ولی کے لئے خلاف عادت ایسا ظاہر فرمادیوے شامی میں ہے - والانصاف ما ذكره الامام البيهقی حين سئل عما يحكی ان الكعبة تزو را حداً من الاولياء هل يجوز القول به فقال نقض العادة علی سبيل الكرامة لا هل الولاية جائز عند اهل سنة- شامی جلد

ثانی ص ۳۰۸

(۷) یہ بالکل غلط ہے اور اس کا اعتقاد کفر ہے اس میں حلول ذات باری تعالیٰ میں لازم آتا ہے اور یہ عقیدہ باطلہ اہل اسلام کا نہیں ہے۔

(۸) ایسا شخص جو کہ علمائے محمدیہ کی توہین کرے وہ فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اگر اس کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کا اعادہ واجب ہے ایسے شخص کی نماز عند اللہ ذخیرہ ثواب نہیں ہے۔

(۹) جو شخص ان عقیدوں کا مثبت ہو اور معتقد ہو وہ کافر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور نہ خود اس کی نماز جائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

امکان کذب اور امکان نظیر کی تحقیق

(سوال ۶) کذب باری تعالیٰ ممکن ہے یا ممتنع اگر ممکن ہے تو اس کے سہل معنے کیا ہیں (۲) رسول مقبول ﷺ کا نظیر ہو سکتا ہے یا نہیں اگر آپ معدوم النظیر نہ ہوں تو لا نبی بعدی کے کیا معنی ہیں ؟

(الجواب) اس کی مثال ایسی سمجھو کہ حق تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہ فرماویگا جیسا کہ وعدہ ہو چکا ہے ان اللّٰہ لا یغفر ان یُشْرَكَ به ۔لیکن اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ کافر کی مغفرت فرمادیوے مگر وہ ایسا نہیں کرے گا پس یہ معنے ہیں امکان کذب کے کہ خلاف وعدہ تحت القدرۃ داخل ہے مگر ایسا نہ ہوگا (۲) اسی طرح امکان نظیر کے معنے سمجھو کہ حق تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ آپ کی مثل کوئی نہیں اور نہ کوئی ہوگا لیکن حق تعالیٰ کو قدرت ہے آپ کے مثل پیدا کرنے پر حق تعالیٰ عاجز نہیں ہے اور علم کلام کا مسئلہ ہے مثل الممکن ممکن اسی طرح آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا آپ خاتم النبیین ہیں لیکن حق تعالیٰ قادر ہے آپ کے بعد نبی پیدا کرنے پر مگر بسبب وعدہ صادقہ پیدا نہ فرماوے گا الغرض امکان ذاتی ہے اور امتناع بالغیر ہے۔فلا اشکال واللہ تعالیٰ اعلم

مرد صالح کو ڈانٹنے اور کلمہ توحید سے روکنے سے فاسق اور بدترین ہو جاتا ہے

(سوال ۷) چند لوگ آپس میں مقدمہ فیصل کر رہے تھے غوث محمد نہایت صالح پابند صوم و صلوٰۃ ہے اس نے کہا کہ کلمہ توحید پڑھو جو لوگ مقدمہ فیصل کر رہے تھے انہوں نے مسمی غوث محمد کو خوب ڈانٹا اور ذلیل کیا ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے ؟

(الجواب) جن لوگوں نے غوث محمد کو ڈانٹا اور اسکی تذلیل کی اور ایک مسلمان صالح کو ایذا دی اور کلمہ حق کہنے پر اور اسکے امر کرنے پر اس کو ڈانٹا وہ فاسق اور بد دین ہیں توبہ کریں۔

قراءۃ متواترہ سے انکار یا اسے اچھا نہ سمجھنا گناہ کبیرہ اور کفر ہے

(سوال ۸) تمام قرآن شریف میں لفظ علیہم کو حضرت امام حمزہ کوفی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے حالانکہ یہ قاعدہ لغوی کے خلاف ہے اور بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام حمزہ

نے غلط پڑھاہے کسرہ پڑھنا چاہیئے اس کی کیا حقیقت ہے -؟

(الجواب) تمام قرآن شریف میں لفظ علیہم کو بیشک حضرت امام حمزہ کوفیؒ نے بضم ہاء روایت کیا ہے اور یہ قراءۃ متواترہ میں سے ہے جیساکہ امام شاطبیؒ نے قصیدہ شاطبیہ میں جو قراءۃ کی مسلم و مروج و مشہور کتاب ہے اس میں فرماتے ہیں علیهم الیهم حمزه ولدیهم جمیعاً بضم الهاء وقفاً وموصلاً-

مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ یہ تین الفاظ وقفاً اور وصلاً حضرت حمزہؒ اس کو مضموم الہاء روایت کرتے ہیں **غرض ان قرأت کا انکار یا استخفاف گناہ کبیرہ ہے اور کفر ہے زید کی یہ ناواقفی ہے -**

حضرت حفصؒ کی روایت جس کو ہم لوگ سب پڑھتے ہیں اور بوجہ چھپ جانے کے تمام دنیا میں مروج ہے اس میں بھی کئی لفظ بظاہر قواعد کے کچھ خلاف پائے جاتے ہیں جیسے سورہ فتح کے شروع میں لفظ علیہ اللہ بضم الہاء ہے اور سوہ کہف کے اخیر میں وما انسانیه الا الشیطان میں ہا کو نحو کے قاعدہ سے کسرہ ہونا چاہئیے مگر حفصؒ دونوں کو بضم ہاء روایت کرتے ہیں-

اصل ضمائر میں ضمہ ہی ہے بوجہ عروض عارض کے کسرہ دیدیا جاتا ہے ان مواقع پر عارض کا لحاظ نہیں کیا گیا بوجہ اتباع اثر کے کیونکہ اولی مرتبہ اثر کا ہے بعد کو صرف نحو اور رسم خط عثمانی وغیرہ کا توافق دیکھا جاتا ہے -واللہ تعالیٰ اعلم

خطاءً اگر کلمہ کفر نکلا تو فیمابینہ وبین اللہ کافر نہیں ہوتا

(سوال ۹) جہل در الفاظ سب عذر است یانہ -انکار امامت صغرای رسول اللہ ﷺ کفر است یانہ قصد در الفاظ کفر خصوصاً درست معتبر است یانہ - قول فتاویٰ خیریہ این است کہ اگر کسے بگوید والعیاذ باللہ اگر چہ رسول اللہ ﷺ بباید نیز ایں کار نکنم کفر نیست بلکہ قائل صفت حضور ﷺ کردہ و دیگر توجیہات ریکہ صاحب خیریہ ظاہر نمودہ کہ از جملہ کتب فقہ و عقائد خلاف است -آیا فتوای بعدم کفر قائل ایں قول جائز است یانہ -وگاہے محمل صحت ایں قول دار دیانہ -

(الجواب) قال فی ردالمحتار بدلیل ماصر حوابه من انه اذا ارادان یتکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانه کلمة الکفر خطاءً بلا قصد لا یصدقه القاضی وان کان لا یکفر فیما بینه و بین ربه تعالیٰ الخ ثم ان مقتضی کلامهم ایضاً انه لا یکفر بشتم دین مسلم ای لا یحکم بکفره لا مکان التاویل الخ ثم قال بان التاویل ان مراده اخلاقه الرویة و معاملة القبیحة لا حقیقه دین الاسلام الخ و فی الدر المختار واعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو کان ذالك روایة ضعیفة کما حرره فی البحر و عزاه فی الاشباه الی الصغیری و فی الدر و غیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر وواحدیمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه- الخ

پس از عبارت منقولہ ظاہر شد کہ جاہل بالفاظ السب راکافر نباید گفت و قصد در الفاظ کفر معتبر است بلا قصد فیمابینہ وبین اللہ تعالیٰ کافر نمی شود و قول صاحب خیریہ کہ نقل کردہ اند محل تاویل است

غیر قائل نباید کرد وانچہ سائل دربارہ انکار امامت صغریٰ سوال کردہ است مفہوش معلوم نشد کہ چیست مراد این است کہ انکار امام بودن رسول اللہ ﷺ در نماز کفر است یا نے ظاہر است کہ ایں جہل است از مکر و دلیل عدم وقوف اوست از علم شریعت پس منکر ند کور جاہل و احمق است تکفیرش نباید کرد، ممکن ست کہ بعض جہال را معلوم نباشد کہ رسول اللہ ﷺ امامت فرمودہ اند یانے - حالانکہ امام بودن نضرت ﷺ از احادیث کثیرہ ثابت است پس انکار ازاں جہل است و لیکن در تکفیرش مبادرت نباید رد-واللہ تعالیٰ اعلم

فرکو اسلام سے روکنے کا حکم

سوال ۱۰) اگر کوئی مسلم شخص کافر کو اسلام سے روکے اس کے لئے کیا حکم ہے یعنی مسلم کے لئے ؟
الجواب) اس میں کفر کا حکم علی الاطلاق بلا تحقیق حال نہیں کرسکتے اور حرام ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

رتد کا صدقہ خیرات کچھ قبول نہیں!

سوال ۱۱) مرتد اگر اپنے ورثاء فوت شدہ یعنی اقارب مسلمان مردہ کے لئے کوئی چیز بغرض ایصال واب خیرات کرے یا قرآن شریف پڑھ کر بخشے تو مرتد کی طرف سے ثواب پہنچے گا یا نہیں ؟
الجواب) مرتد کی کوئی عبادت اور اطاعت قابل قبول نہیں ہوتی جس کا ثواب وہ کسی دوسرے کو پہنچا سکے- قال اللّٰہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ معلوم ہوا کہ کفر وارتداد سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں اور باطل ہو جاتے ہیں اور در مختار میں ہے-وامادی منھا فیہ یبطل-واللہ تعالیٰ اعلم-

حرام کو حلال سمجھنا مطلقاً موجب تکفیر نہیں بلکہ تفصیل ہے

(سوال ۱۲) جس شے کی حرمت کلام اللہ شریف سے ثابت ہے مثلاً وطی کرنا حالت حیض میں اور آنا دبر سے اگر کوئی شخص اس کو حلال سمجھے تو اس پر کفر کا فتویٰ دینا صحیح ہے یا نہیں ؟
(الجواب) صحیح یہ ہے کہ کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے- کما فی الدر المختار و قیل لا یکفر فی المسئلتین وھو الصحیح خلاصہ-و علیہ المعول لانہ حرام لغیرہ الخ قال فی البحر عن الخلاصۃ من اعتقد الحرام حلالاً او علی القلب یکفر اذا کان حراما لعینہ و یثبت حرمتہ بدلیل قطعی اما اذا کان حراماً لغیرہ بدلیل قطعی او حراماً لعینہ باخبار الاحاد لا یکفر - شامی (واللہ تعالیٰ اعلم)

دوسرا تیسرا کلمہ اور آمنت باللہ الخ- کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۳) دوسرا کلمہ تیسرا کلمہ اسی طرح سات کلموں تک اور چھوٹی آمنت باللہ اور بڑی آمنت باللہ ان کی کوئی معتبر سند ہے یا نہیں اگر نہیں اور پھر کوئی پڑھے تو ماجور ہوگا یا عاصی اور کونسی حدیث وغیرہ دینی کتاب میں ہیں اور ان سب کا پڑھنا اور سیکھنا ہر فرد بشر کو ضروری اور فرض ہے مثل کلمہ توحید لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی یا واجب وغیرہ ہے- مفصل اور مدلل تحریر فرمایئے؟

(الجواب) ان تمام کلمات کو پڑھنا اور سیکھنا ضروری نہیں البتہ انکا پڑھنا اور سیکھنا ثواب سے خالی نہیں اس سے کیا کم کہ ان کا پڑھنا ذکر میں داخل ہے اور ذکر کا ثواب اور فضیلت قرآن وحدیث میں منصوص ہے نیز بعض کلمات کی فضیلت و تعلیم خود احادیث میں وارد ہے- کنز العمال وغیرہ میں ہے- من قال لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له وجبت له الجنۃ و فی روایۃ اخری الایمان ان تومن باللہ و ملائکته وکتبه و رسله و تو من بالجنۃ و النار والمیزان وفی الحصن الحصین لا اله الا اللّٰہ افضل الذکر و هی افضل الحسنات اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قالها خالصا من قلبه و نفسه یخرج من النار من قالها و فی قلبه وزن شعیرۃ من خیر او من ایمان و یخرج من النار من قالها و فی قلبه وزن برۃ من خیر او من ایمان و یخرج من النار من قالها و فی قلبه وزن ذرۃ من خیر اومن ایمان ما من عبد قالها ثم مات علی ذلك الادخل الجنۃ وان زنی الحدیث مامن احد یشهد ان لا اله الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللہ الاحرمه اللہ من النار من قال اشهدان لااله الااللہ وحده وان محمدا عبده ورسوله وان عیسی عبداللہ و ابن امتہ و کلمۃ القاها الی مریم و روح منه وان الجنۃ حق والنار حق ادخله اللہ من ای ابواب الجنۃ الثمانیۃ شاء-

لا اله الا اللہ وحده لا شریك له له الملك وله الحمد یحیی و یمیت وهو علی كل شیء قدیر من قالها عشر مرات كان كمن اعتق اربعۃ انفس من ولد اسمعیل-

احب الكلام الی اللہ اربع سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا اللہ واللہ اكبر لایضرك بایهن بدأت وهی الكلمات الاربع مع ولا حول ولا قوۃ الا باللہ فانهن الباقیات الصالحات وهن یحططن الخطایا كما تحط الشجرۃ ورقها وهن من كنوز الجنۃ انی لاستغفر اللہ و اتوب الیه فی الیوم سبعین مرۃ تو بوا الی ربكم فانی اتوب الیه فی الیوم مائۃ مرۃ ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ والذی نفسی بیده لو اخطاء تم حتی تملأ خطایا كم ما بین السماء والارض ثم استغفرتم اللہ یغفرلكم والذی نفس محمد بیده لو لم تخطئو الجاء اللہ بقوم یخطئون ثم یستغفرون فیغفر لهم والذی نفسی بیده لو لم تذنبو الذهب اللہ بكم ولجاء بقوم یذنبون فیستغفرون اللہ فیغفرلهم من قال استغفر اللہ الذی لا اله الا هوالحی القیوم واتوب الیه غفرله وان كان قد فرمن الزحف عن مسلم بن ابی بكرۃ قال

كان ابى يقول فى دبر الصلوٰت اللهم انى اعوذبك من الكفر والفقر و عذاب القبر فكنت اقولهن فقال اى بنى عمن اخذت هذا قلت عنك قال ان رسول الله ﷺ كان يقولهن فى دبر الصلوٰة - رواه الترمذى عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ كان يقول اللهم لك اسلمت و بك امنت و عليك توكلت واليك انبت وبك خاصمت اللهم انى اعوذبك من شر ما لم اعمل رواه مسلم -

ان احادیث سے فضیلت اور ثواب کلمہ طیبہ اور کلمہ دوم و چہارم اور پنجم وآمنت باللہ و رد کفر و شرک بخوبی ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ ان کے پڑھنے میں ثواب ہے اور بعض ان میں سے شرط ایمان و اسلام ہیں -واللہ تعالیٰ اعلم

پوشیدہ طور پر اسلام لے آیا تو وہ عند اللہ مومن ہے

(سوال ۱۴) کیا وہ شخص جو ظاہرہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور باطنی اللہ رسولوں، کتب سماوی اور علی ہذا ارکان اسلام پر کامل ایمان رکھتا ہو اور اسلام کے سب فرائض نماز روزہ وغیرہ کو بدل خفیہ بجالاتا ہو، مگر دنیوی وجوہات سے اظہار اسلام نہ کرتا ہو کیا وہ شخص مسلمان ہے ہندوستان میں یا نہیں ؟

(الجواب) ایمان معتبر وہ ہے کہ دل میں تصدیق ہو تمام ان امور کی جو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور زبان سے اقرار کرے ان سب امور کا ایسا ہی ہے شرح عقائد وغیرہ میں اور یہ بھی اس میں ہے کہ محققین یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق ہے ساتھ قلب کے اور اقرار شرط ہے احکام دنیاویہ جاری کرنے کے لئے اس ثانی قول کے موافق وہ شخص جس کا سوال میں ذکر ہے عند اللہ مومن ہے اگرچہ ظاہر میں اس کو مسلمان نہ کہا جاوے گا اور احکام اسلام اس پر جاری نہ ہوں گے -واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مذہب والوں کے میلوں اور عیدوں میں شرکت ناجائز ہے

(سوال ۱۵) ادیان باطلہ کے عیدوں میں مسلمانوں کو شریک ہونا اور فرحت وسرور ظاہر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ یہاں کے علماء میں سے بعض لاباس فرماتے ہیں کہ ارتداد ثابت ہوتا ہے صحیح کیا ہے ؟

(الجواب) قال فى رد المحتار والحكم بردة المسلم بهذالقدر لا يمكن والاولى للمسلمين ان لا يوافقوهم على مثل هذه الاحوال لا ظهار الفرح والمسرة (مسائل شتى من ردالمحتار جلد خامس ص ۴۸۱) والله تعالى اعلم

نو مسلم نے اپنا نام تبدیل نہ کیا اور ختنہ نہ کرائی تو اس کو کافر کہنا جائز نہیں

(سوال ۱۶) ایک غیر مسلم شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا قائل ہے اور تمام عقائد ایمانیہ وارکان اسلامیہ کا مصدق وعامل ہے مگر اس نے اپنا نام تبدیل نہیں کیا نہ ختنہ

کرایا تو اس شخص کو کافر و مشرک کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جب کہ توحید و رسالت و عقائد اسلام و احکام ایمان کا معتقد و قائل ہو گیا مسلمان ہو گیا نام تبدیل نہ کرانے یا ختنہ نہ کرانے سے اس پر حکم کفر و شرک نہ لگایا جاوے گا - واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی کلمات الکفر

(جن کلمات سے کفر عائد ہوتا ہے)

بعض کلمات کفریہ کے تکلم پر مطلقاً حکم تکفیر نہ کرنا چاہئیے

(سوال ۱۷) جس قدر کلمات کفریہ کتب فتاویٰ میں مذکور ہیں اگر ان میں سے کسی کلمہ کا تلفظ کسی شخص نے کر لیا مطلقاً اس کو کافر کہا جاوے گا یا کچھ تفصیل ہے ؟

(الجواب) فتاوی والے جو بہت سی جزئیات میں حکم کفر کا کرتے ہیں محققین حنفیہ کا اس میں یہ قول ہے کہ اس میں حکم تکفیر نہ کیا جاوے - علامہ شامی نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ - فعلے هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر فیها وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشی منها انتهی در مختار میں ہے والفاظه تعرف فی الفتاویٰ الخ مع انه لا یفتی بالکفر بشی منها باب المرتد باقی انبت الربیع البقل کی مثال جو لکھی ہے یہ مثال کتب معانی میں لکھی ہے نہ فقہ کی کتابوں میں اور اس میں یہ نہیں ہے کہ اس پر حکم کفر کا کر دیا جاوے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہل دہریہ اگر یہ کہے تو یہ اسناد حقیقی ہو گی اور اگر مسلمان کہے تو مجاز ہے نہ یہ کہ مسلمان جاہل اگر ایسا کہے تو حکم کفر کا کر دیا جاوے معاذ اللہ ورنہ بہت جاہل مسلمانوں کو جو نسبت انبات بقل کی بارش کی طرف کرتے ہیں کافر کہنا لازم آیا ہے - وهو باطل - الغرض ایسی باتوں سے استدلال کفر مسلم پر نہیں ہو سکتا - واللہ تعالیٰ اعلم

میں قرآن کو نہیں مانتا کہنے سے کافر ہو جاتا ہے

(سوال ۱۸) زید اور بکر میں باہم جھگڑا تھا زید نے بکر سے کہا کہ آؤ بھائی موافق قرآن شریف کے فیصلہ کریں بکر نے کہا کہ میں تمہارے قرآن کو نہیں مانتا بکر کا یہ کہنا کیسا ہے اور اس کے لئے کیا حکم ہے اور قرآن شریف ایک ہی ہے یا مختلف ؟

(الجواب) قرآن شریف ایک ہی ہے مختلف نہیں ہیں اور کسی شہر اور کسی قوم کا قرآن شریف جدا جدا نہیں ہے پس بکر کا قرآن شریف کی نسبت ایسا کہنا کلمہ کفر ہے بکر کو توبہ کرنی چاہئیے اور تجدید اسلام کرنا چاہئیے - اللہ تعالیٰ توفیق توبہ کی اس کو دیوے اس کے سوا زیادہ کیا لکھا جائے واللہ تعالیٰ اعلم -

فیصلہ شریعت سے انکار کرنا کفر ہے یا نہیں

(سوال ۱۹) زید و عمر ورا باہم دیگر مناقشہ و فسادبود زید بہ عمرو گفت کہ مابسر محکمہ شرع شریف فیصلہ کنیم - عمرو گفت من شرع قبول نمی کنم بر شریعت نمی آیم - دریں صورت ازروئے حکم شریعت عمر و مذکور خارج از دائرہ اسلام گردید یانہ و زنش مطلقہ شد یانہ -

(الجواب) واعلم انه لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان فى كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفةً الخ (درمختار) ظاهره انه لا يفتى به من حيث استحقاقه للقتل ولا من حيث الحكم ببينونة زوجته وقد يقال المراد الاول فقط لان تاويل كلامه للتباعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذلك التاويل وهذا لا ينافى معاملة بظاهر كلامه فيما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة لنفسها بدليل ماصر حوابه من انه اذا اراد ان يتكلم الخ نعم سيذكر الشارح ان ما يكون كفرا اتفاقاً يبطل العمل و النكاح و ما فيه خلاف يومر بالا ستغفار والتوبة و تجديد النكاح وظاهره انه امراحتياط ثم ان مقتضى كلامهم ان لا يكفر بشتم دين مسلم فانه يمكن التاويل بان مراده اخلاقه الردية و معاملة القبيحة لا حقيقة دين الاسلام فينبغى ان لا يكفر حينئذ والله تعالىٰ اعلم واقره فى نور العين الخ و سئل فى الخيرية عمن قال له الحاكم ارض بالشرع فقال لا اقبل فا فتى مفت بانه كفر و بانت زوجته فهل يثبت كفره بذلك فاجاب بانه لا ينبغى للعالم ان يبادر بتكفير اهل الاسلام الىٰ اخر ما حرره فى البحر و اجاب قبله فى مثله بوجوب تعزيره و عقوبة الخ ردالمحتار شامی جلد ثالث ص ۲۸۹ باب المرتد-

پس ظاہر شد کہ در صورت مذکورہ امکان تاویل است و فقہائے محققین دریں صورت حکم کفر وبینونۃ زوجہ نہ فرمودہ اند - واللہ تعالیٰ اعلم

کلمہ کفر بلا اعتقاد کفر بھی کہا جاوے تو کفر ہے

(سوال ۲۰) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ تم بڑی غلطی کرتی ہو جو نماز نہیں پڑھتی ہو وہ جواب میں کہتی ہے کہ خدا بھی غلطی کرتا ہے کہ ہم کو مصائب میں مبتلا کر دیا اس عورت سے دریافت کیا گیا کہ تو نے یہ کلمہ کفر کہا ہے یہ کلمہ تیری زبان سے بے اختیار نکلا یا اختیاری نکلا ہے کہا کہ بلا اختیار نکلا ہے اس صورت میں اس کے قول بلا اختیار کا لحاظ کیا جاوے یا تجدید ایمان و نکاح کا حکم کیا جاوے اگر کسی کتاب کی عبارت اس مسئلہ کے ثبوت میں آسانی سے دستیاب ہو سکے تو اس کو تحریر فرمایا جاوے ورنہ رائے عالی سے مطلع فرماویں ؟

(الجواب) نسبت کرنا باری تعالیٰ شانہ کو طرف غلطی اور خطاء کے کفر ہے اور کلمہ کفر بلا اختیار نکل جانے سے بھی کفر عائد ہوتا ہے - كما فى الدر المختار وفى الفتح من هزل بلفظ كفر ارتدوان

لم یعتقده للا استخفاف و فی الشامی قلت و یظہر من ہذا ان کان دلیل الاستخفاف یکفربه وان لم یقصد الاستخفاف الخ . لہذا ضروری ہے کہ تجدید ایمان و تجدید نکاح کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص عبادات اسلامی کو غیر ضروری اور نبوت کو اکتسابی کہے وہ کافر ہے

(سوال ۲۱) اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نماز روزہ کوئی چیز نہیں بانی اسلام نے شروع میں محض امتیاز فی العبادۃ عن الکفار کی غرض سے یہ طریقہ نکالا تھا اور اس کا حکم دیا تھا اب اس کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ مسلمان جو کچھ کعبہ شریف میں کرتے ہیں یہ عین بت پرستی ہے اور اس کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص علم و کمال حاصل کرے وہ نبی ہو سکتا ہے چنانچہ میں بھی نبی ہو سکتا ہوں ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں اور اس کی زوجہ مطلقہ ہے یا نہیں ؟

(الجواب) وہ شخص اسلام سے خارج ہے تجدید ایمان و تجدید نکاح اس کے لئے ضروری ہے کما ہو ظاہر و مصرح فی الکتب – واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کو مجازاً باپ اور ماں کہنا جائز نہیں مگر کفر کا حکم نہیں ہے

(سوال ۲۲) ایک کتاب گجراتی میں ایک نظم ہے وہ کتاب مذکورہ مدارس اسلامیہ میں بغرض تعلیم داخل ہے ،ایک شعر کا اس کے یہ مضمون ہے اے اللہ تو ہمارا باپ ہے تو ہماری ماں ہے تو روزی دیتا ہے تو ہم کو پالتا ہے۔مصرعہ اول میں شرک ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ تو ظاہر ہے کہ قائل کی مراد حقیقۃً ابوۃ کا ثابت کرنا باری تعالیٰ کے لئے نہیں ہے بلکہ مراد مجاز اور تشبیہ ہے یعنی محبت و رحمت میں مثل باپ اور ماں کے ہے اور اس قسم کی تشبیہات احادیث میں بھی وارد ہیں کما لا یخفی لیکن وہ اشارات ہیں جو وارد ہوئے نہ بالتصریح ایسے کلمات موہمہ بلکہ ایسے کلمات سے ممانعت وارد ہے کما سیجئی۔لہذا یہ شرک تو نہیں ہے لیکن ایہام شرک اس میں ضروری ہے اور ممکن ہے کہ اس سے جہلاء غلط مطلب سمجھیں اور گمراہ ہوں بہر حال احتراز ایسے کلمات سے لازم ہے قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ کا یہ مقولہ ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی گئی ہے۔وقالت الیہود و النصاری نحن ابناء اللہ و احباءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق

صاحب جلالین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔قولہ تعالیٰ نحن ابناء اللہ ای کا بنائه فی القرب و المنزلۃ وہو کا بانا فی الشفقۃ والرحمۃ – قولہ تعالیٰ فلم یعذبکم بذنوبکم – ان صدقتم فی ذلك ولا یعذب الاب ولدہ ولا الحبیب حبیبه وقد عذبتم فانتم کاذبون الخ – و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ کذبنی ابن ادم ولم یکن له ذلك و

شتمنی ولم یکن له ذلك فاما تکذیبه ایا ی فقوله لن یعیدنی کما بدء نی و لیس اول الخلق باهون علی من اعادته واما شتمه ایا ی فقوله اتخذ الله ولداً وانا الاحد الصمد الذی لم الدولم اولدولم یکن لی کفواً احد و فی روایة ابن عباس و اما شتمه ایا ی فقوله لی ولد و سبحانی ان اتخذ صاحبةً اوولداً– رواہ البخاری .

پس معلوم ہوا کہ جس کا عقیدہ ہی ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ولد ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کا باپ ہے وہ مشرک و کافر ہے اور اس کے عقیدہ کا بطلان اور اس کا کفر و شرک آیت و حدیث سے ظاہر ہے اور بلا اس عقیدہ کے مجازاً ایسا کہنے میں اگرچہ شرک و کفر کا حکم نہ کیا جاوے گا لیکن بچنا ایسے الفاظ سے ضروری ہوا کہ ایہام غیر مقصود کا نہ ہو –واللہ تعالیٰ اعلم –

فصل فی الفرق الباطله
(باطل فرقوں کا بیان)

مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان سمجھنا کیسا ہے

(سوال ۲۳) مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی مسیحیت اور مہدیت سے واقف ہو کر بھی اگر کوئی شخص مرزا کو مسلمان سمجھتا ہے تو کیا وہ شخص مومن کہلا سکتا ہے ؟

(الجواب) مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و خیالات باطلہ اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان سے واقف ہو کر کوئی مسلمان مرزا کو مسلمان نہیں کہہ سکتا البتہ جس کو علم اس کے عقائد باطلہ کا نہ ہو یا تاویل کرے ،وہ کافر نہ کہے تو ممکن ہے بہر حال بعد علم عقائد باطلہ مرزا مذکور کو کافر کہنا اس کا ضروری ہے اس کو اور اس کے اتباع کو جن کا عقیدہ مثل اس کے ہو مسلمان نہ کہا جاوے –وہ مسلمان نہ تھا جیسا کہ اس کی کتب سے ظاہر ہے باقی یہ کہ جو شخص بہ سبب کسی شبہ اور تاویل کے کافر نہ کہے اس کو بھی کافر نہ کہا جاوے کہ موقع تاویل میں احتیاط عدم تکفیر میں ہے –

اللہ تعالیٰ کو جوہر یا عرض کہنے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے

(سوال ۲۴)ایک شخص نے جو اپنے آپ کو عالم حنفی کہتا ہے آیتہ کریمہ اللہ نور السمٰوٰت والارض کے تحت میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور ہر موجود کے لئے جوہر یا عرض ہونا لازم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ جوہر اور نور لطیف ہے اس شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب)ایسا شخص اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اس کو امام نہ بنایا جاوے اور جب کہ وہ شخص اہل سنت سے خارج ہے تو حنفی ہونے سے خارج یہ جو وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر موجود مانا جاوے گا تو جوہر یا عرض ہونا لازم ہے یہ قول اس کا غلط ہے یہ انحصار عالم میں ہے اور حق تعالیٰ

شانہ اس سے برتر ہے اس کو نہ جوہر کہہ سکتے ہیں نہ عرض بلکہ وہ ذات پاک لیس کمثلہ شئی ہے شرح فقہ اکبر میں ہے وھو شئی لا کالاشیاء الخ و معنی الشی ء ای معنی کو نہ شیئاً لا کالاشیاء اثبابة ای اثبات وجودہ بلا جسم ولا جوھر ولا عرض ای فی اعتبار صفاتہ لان الجسم متر کب و ممتمیز و ذلك امارة الحدوث والجوھر متمیز و جزء لایتجزی من الجسم والعرض کل موجود یحدث فی الجواھر والا جسام وھو قائم بغیرہ لا بذاتہ الی ان قال و حاصلہ ان العالم اعیان و اعواض فالا عیان مالہ قیام بذاتہ وھو اما مرکب وھو الجسم او غیر مرکب کالجوھر وھو الذی لا یتجزی واللہ منزہ عن ذالك کلہ الخ - واللہ تعالی اعلم

پیر کی تصویر کو سجدہ کرنے والے کافر ہیں

(سوال ۲۵) ایک احرام پوش فرقہ اپنے پیر کی تصویر کو مسند پر اس صورت سے سجاتا ہے کہ گویا صاحب تصویر بحالت زندگی آرام کر رہے ہیں پھر ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں یا قدم بوس ہوتے ہیں یہ لوگ تارک الصلوٰۃ ہیں اور بغیر توبہ کرائے طوائف کو مرید کرتے ہیں اور ان کی ناجائز آمدنی سے اپنی ہر قسم کی ضروریات پوری کرتے ہیں ان کا تمام وقت طوائفوں کے یہاں گزر جاتا ہے کیا یہ لوگ دائرہ اسلام میں ہیں اور کیا ان کے ساتھ مسلمانوں کی طرح رسم وملت اور اتحاد رکھنا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے- لعن اللہ الیھود و النصاری اتخذ واقبور انبیائھم مساجد اور درمختار میں ہے- وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء و العظماء فحرام و الفاعل والراضی بہ اثمان لا نہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفران علی وجہ العبادۃ و التعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار اثما مرتکبا الکبیرۃ درمختار.و فی الشامی قال الزیلعی وذکر الصدر الشھید انہ لا یکفر بھذا السجود لا نہ یرید بہ التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیر اللہ تعالی علی وجہ التعظیم قال القھستانی فی الظھیرۃ یکفر بالسجدۃ مطلقاً و فی الزاھدی الایماء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود الخ شامی جلد نمبر ۵

ظاہر ہے کہ یہ خلاف علماء و صلحاء کے سامنے تقبیل ارض وغیرہ میں ہے اور سجدہ تعظیمی کو مطلقاً سب علماء کفر فرماتے ہیں یہ سجدہ خالص باری تعالی شانہ کے ساتھ مخصوص ہے اور تصاویر کے ساتھ یہ معاملہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ قبور کے ساتھ اور اس پر لعنت وارد ہے پس وہ لوگ جو تصاویر کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں ملعون و مردود ہیں اور ان کے کفر میں اور مرتکب افعال شرک و کفر ہونے میں کچھ تردد معلوم نہیں ہوتا اور بہر حال ان کے ساتھ اختلاط وارتباط و محبت وودادقطعاً حرام و ناجائز ہے- واللہ تعالی اعلم

فصل فی الفرق الاسلامیہ
(مباحث متعلقہ فرق اسلامیہ)

امام اعظمؒ پر مرجئہ ہونے کی تہمت اور غنیۃ کی عبارت کا جواب

(سوال ۲۶) زید کہتا ہے کہ بخاری شریف صحیح ہے تو مذہب ابو حنیفہ باطل ہے اور مذہب حنفیہؒ صحیح ہے تو احادیث بخاری باطل ہیں؟

(۲) امام اعظمؒ کو مرجی بڑے پیر صاحب کا بتلایا ہوا کہتا ہے جواب اس کے یہ کہا جانا صحیح ہے یا نہیں کہ اول تو غنیۃ بڑے پیر صاحبؒ کی تسلیم نہیں اور بالفرض ہو بھی تو یہی کہتے ہیں کہ قطان کہتا ہے اور غنیۃ کی صحت میں کلام کا شاہد غنیۃ کا یہ جملہ وھو بجھة العلو اور اعتقاد جہۃ باری پر علامہ ابن حجر کی عبارتیں بس ہیں؟

(۳) طالب علم مذکور نے جب امام کو مرجی اور مولانا اشرف علی صاحب کو ہٹ دھرم اور بد مذہب کہا تو مدرسہ کے ایک سرپرست نے اس کو تھپڑ مارا، کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟

(۴) آنحضرت ﷺ کو صرف ایک معراج جسمانی ہی ہوئی تھی اور علاوہ اس کے اور چند معراج روحانی بھی ہوئی ہیں یا نہیں؟

(۵) وقت معراج کے عمر حضرت عائشہ کی کیا تھی؟

(الجواب) یہ قول زید کا بوجہ قلت درایت سرزد ہوا اگر اس کو فہم تطبیق بین الاحادیث ہوتی ایسی بات نہ کہتا اگر امام ابو حنیفہؒ کے اقوال موافق حدیث بخاری شریف ثابت ہو جاویں تو پھر زید کے اس قول کا ابطال خود بخود ہو جاوے گا-

(۲) شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے-ثم اعلم ان القونوی ذکر ان ابا حنیفه رحمه الله علیه کا ن یسمی مرجیاً لتا خیره امر، صاحب الکبیرة الی مشیة الله تعالی والارجاء التاخیر و کان یقول انی ارجو صاحب الذنب الکبیرة والصغیرة واخاف علیهما وانا ارجو لصاحب الذنب الصغیر واخاف علی الذنب الکبیر انتهی- واما ما وقع فی الغنیة للشیخ عبدالقادر جیلانی عند ذکر الفرق الغیر الناجیة حیث قال و منهم القدریة وذکر اصنافاً منهم ثم قال ومنهم الحنفیة وهم اصحاب ابی حنیفة نعمان بن ثابتؓ زعم ان الایمان هو المعرفة والا قرار با لله و رسوله و بما جاء من عنده جملةً علی ما ذکره البرهوتی فی کتاب الشجرة فهو اعتقاد فاسد وقول کاسد مخالف لا عتقاده فی الفقه الاکبر الی ان قال فا ین هذا الارجاء عن ذالك الا رجاء ثم قول ابی حنیفه رحمه الله مطابق لنص القران وهو قوله تعالی ان الله لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذلك لم یشاء بخلاف المرجیة حیث لا یجعلون الذنوب مما عداالکفر تحت المشیة الخ -

(۳) ایسے بدزبان کو تعزیراً ضرب کرنا اور تھپڑ مارنا چاہئیے تھا۔
(٤) وخبر المعراج ای بجسد المصطفیٰ ﷺ یقظةً الی السماء ثم الی ما شاء الله تعالٰی فی المقامات العلی حق فمن رده فهو ضال مبتدع الخ شرح فقه اکبر
(٥) و التاویل الصحیح ان المعراج کان بمکة فی اوائل البعثة حین لم تولد عائشهؓ الخ شرح فقه اکبر۔

شیعہ کے تقیہ میں اور توریہ میں کیا فرق ہے

(سوال ۲۷) کتاب الجمیل صفحہ ٥٦ میں درج ہے کہ رسول مقبول ﷺ پیہم تین شب غار ہی میں رہے حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ دن بھر قریش کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور کل چیزیں پہنچاتے تھے تیسری شب کی صبح کو عبداللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں لیکر حاضر ہوا اور ساحل کے راستہ لے چلا چونکہ حضرت ابو بکرؓ تجارتی سفروں کی وجہ سے کثیر آشنا شخص تھے۔ اس واسطے آنے جانے والے مسافر رسول اللہ ﷺ کی نسبت جب پوچھتے تھے کہ یہ کون شخص ہیں تو کہتے تھے رجل یهدینی السبیل۔ یہ جھوٹ نہیں بلکہ توریہ تھا اس طور پر زید کا اعتراض ہے کہ جس طرح مذہب شیعہ میں تقیہ جائز ہے اسی طرح مذہب اہلسنت میں توریہ جائز ہو گیا اگر تقیہ اور توریہ میں کچھ فرق ہے اس کی وضاحت کر دی جائے زید کا بیان ہے کہ ایک مولوی صاحب سے ہم نے مسئلہ توریہ دریافت کیا جواب دیا کہ شرع شریف میں توریہ لا اصل لہ ہے جو شخص توریہ کو شرعاً حلال سمجھتا ہے ہرگز اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں کیونکہ جھوٹ کو من حیثیت توریہ حلال سمجھنا کفر ہے اور حضرت ابو بکرؓ پر جس کا لقب صدیق ہے کتاب الجمیل سے اتہام جھوٹ کہنے کا وارد ہوتا ہے کتب تواریخ سے حضرت ابو بکر کو لفظ رجل یهدینی السبیل کہنا ثابت نہیں؟

(الجواب) رجل یهدینی السبیل بالکل صحیح اور راست امر اور واقعی بات ہے جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں بہ خلاف تقیہ کے کہ جن کا یہ شعار ہے وہ اس کی آڑ میں صریح کذب و افتراء پردازی کرتے ہیں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول رجل یهدینی السبیل جس معنی کے اعتبار سے انہوں نے فرمایا وہ بالکل صحیح اور واقعی امر تھا مخاطبین نے اگر اس کا مطلب دوسرا سمجھا بسبب اس کلام کے ذو معنین ہونے کے تو اس میں متکلم پر کوئی عیب نہیں باقی مسئلہ توریہ کا کتب فقہ میں اس طرح ہے کہ جن ضرورتوں میں جھوٹ بولنا شرعاً درست ہے جیسے کسی مسلمان کی جان و مال بچانے کے لئے تو اس موقع پر فقہاء کہتے ہیں کہ حتی الوسع صریح جھوٹ نہ بولے اگر توریہ سے کام چل سکے ورنہ صریح جھوٹ بھی ایسے مواقع میں درست ہے کما قیل۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرض الموت میں آنحضرت ﷺ کے قلم ودوات مانگنے کا قصہ اور اس کی تحقیق

(سوال ۲۸) بیماری کا بڑا مشہور واقعہ قرطاس کا واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین روز پیشتر قلم ودوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو گے اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بہکی باتیں کر رہے ہیں نعوذ باللہ۔

روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہو گی کہ جناب رسول اللہ ﷺ بستر مرگ پر ہیں اور امت کی درد غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہو گی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہو گی اور اس لئے اس میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پرواہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں مجھ کو قرآن کافی ہے، طرہ یہ ہے کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرت کے ارشاد کو ہجر کے لفظ سے تعبیر کیا تھا۔ (نعوذ باللہ)

یہ اعتراض ایک مدت سے چلا آتا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہ نے اس پر طبع آزمائی کی ہے لیکن چونکہ اس بحث میں غیر متعلق باتیں چھڑ گئیں اور اصول روایت سے کسی نے کام نہیں لیا، اس لئے اصل مسئلہ نامکمل رہا اور عجیب عجیب بیکار بحثیں پیدا ہو گئیں یہاں تک کہ یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ پیغمبر سے ہذیان ہونا ممکن ہے حالانکہ ہذیان ان انسانی عوارض میں سے ہے جن سے آنحضرت بری تھے یہاں دراصل یہ امر غور طلب ہے کہ جو واقعہ جس طریقہ سے راویوں میں منقول ہے اس سے کسی امر پر استشہاد ہو سکتا ہے یا نہیں اس کے لئے پہلے واقعات ذیل پیش نظر رکھنا چاہئے۔

(۱) آنحضرت کم وبیش تیرہ دن تک بیمار رہے۔

(۲) کاغذ و قلم طلب کرنے کا واقعہ جمعرات کے دن کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں بتصریح مذکور ہے اور چونکہ آنحضرت نے دوشنبہ کے روز انتقال فرمایا اس لئے اس واقعہ کے بعد آنحضرت چار دن تک زندہ رہے۔

(۳) اس تمام مدت بیماری میں آنحضرت ﷺ کی نسبت اور کوئی واقعہ اختلال حواس کا کسی روایت میں کہیں مذکور نہیں۔

(۴) اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہؓ موجود تھے لیکن یہ حدیث باوجود اس کے بہت طریقوں سے مروی ہے چنانچہ صرف صحیح بخاری میں سات طریقوں سے مذکور ہے باینہمہ بجز عبداللہ بن عباسؓ کے اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی منقول نہیں۔

(۵) عبداللہ بن عباسؓ کی عمر اس وقت صرف تیرہ، چودہ سال تھی۔

(۶) سب سے بڑھ کر یہ کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اس واقعہ پر عبداللہ بن عباسؓ موجود نہ تھے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ واقعہ انہوں نے کس سے سنا۔

(۷) تمام روایتوں میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے کاغذ، قلم مانگا تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بہکی ہوئی باتیں کررہے ہیں۔

اب اس سے پہلے یہ امر لحاظ کے قابل ہے کہ جب اور کوئی واقعہ یا قرینہ آنحضرت کے اختلال حواس کا کہیں کسی روایت میں مذکور نہیں تو صرف اس قدر کہنے سے کہ قلم دوات لاؤ لوگوں کو ہذیان کا خیال کیونکر پیدا ہو سکتا تھا۔ فرض کرلو انبیاء سے سرزد ہو سکتا ہے لیکن اس کے تو یہ معنے نہیں کہ وہ معمولی بات بھی کہیں تو ہذیان سمجھی جائے۔

ایک پیغمبر کا وفات کے قریب یہ کہنا قلم دوات لاؤ میں ایسی چیز لکھوں کہ آئندہ تم گمراہ نہ ہو اس میں ہذیان کی کیا بات ہے یہ روایت اگر خواہ مخواہ صحیح بھی سمجھی جاوے تب بھی اس قدر بہرحال تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت کے وہ واقعات چھوڑ دیئے جس سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہوش میں نہیں ہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم و دوات طلب فرمارہے ہیں پس اس روایت سے جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیتیں چھوڑ دیں کسی واقعہ پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ رکھا جاوے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہؓ میں سے صرف عبداللہ بن عباسؓ اس کے راوی ہیں اور یہ کہ ان کی عمر تیرہ، چودہ برس کی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس روایت کی حیثیت غبار سے خالی نہیں ممکن ہے کہ سطحی نظر پر یہ امر گراں گزرے کہ بخاری و مسلم کے کسی راوی پر یہ شبہ کیا جاوے لیکن اس کو سمجھنا چاہئیے کہ بخاری و مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمرؓ کی نسبت گستاخیوں کا الزام لگایا جاوے۔

غرض آنحضرت ﷺ اس واقعہ کے بعد چار دن زندہ رہے اور اس اثناء میں وقتاً فوقتاً سب کو ہدایتیں اور وصیتیں فرمائی عین وفات کے دن آپ کی حالت اس قدر سنبھل گئی تھی کہ لوگوں کو صحت کا گمان ہو گیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اس خیال سے اپنے مکان جو کہ مدینہ منورہ سے ۲ میل تھا واپس چلے گئے لیکن حضرت عمرؓ وفات کے وقت تک موجود رہے۔

آنحضرت ﷺ نے ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت حضرت عائشہؓ کے گھر میں انتقال فرمایا تھا۔ سہ شنبہ کو دوپہر ڈھلنے پر مدفون ہوئے جماعت اسلام کو آپ ﷺ کی وفات سے جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ کوئی کر سکتا ہے عام روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اس قدر از خود رفتہ ہوئے کہ مسجد نبوی ﷺ میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو میں اس کو قتل کر ڈالوں گا لیکن بعض اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ شریف میں کثرت

سے منافقین کا گروہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت ﷺ کی وفات کے منتظر تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے مصلحتاً اس خبر کے مشہور ہونے کو روکا ہوگا اسی واقعہ میں روایتوں نے مختلف صورت اختیار کرلی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے اس خیال کے مطابق نہیں ہو سکتا۔

(الجواب) یہ تقریر ہذیانات سے ہے قابل التفات اور توجہ کے نہیں ہے ایسے خیالات فاسدہ اور ایسی عقل نارسا اور فہم ناقص کی بناء پر حدیث کی درپردہ تردید کرنا مسلمان سنی کا کام نہیں ہے۔ شراح حدیث نے اس حدیث کے مطلب و معنی کو پوری طرح واضح فرمایا ہے اور شبہات کا جواب دیدیا ہے کسی نے علماء اہل حق میں ایسا نہیں کیا کہ حدیث کی تغلیظ کی جاوے یہ امر مسلم و محقق ہے کہ چند معاملات میں حضرت عمرؓ کی رائے ارشاد کے موافق وحی آئی اور مشورہ حضرت فاروقؓ کا مقبول ہوا پس کیا تعجب ہے کہ اس واقعہ قرطاس میں بھی یہی قصہ ہو بلکہ قرائن بتلا رہے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور یہ رائے و مشورہ حضرت فاروق اعظمؓ کا جناب سرور کائنات ﷺ کو پسندیدہ اور مطابق حکم باری تعالیٰ ہوا کہ پھر آپ نے باوجود کئی روز اس عالم فانی میں تشریف رکھنے کے اس کا تذکرہ نہ فرمایا اور دوات و کاغذ طلب نہ فرمایا فنعم الوفاق واللہ ولی التوفیق لفظ اهجر أستفهموه جو اس حدیث میں واقع ہے محققین اس کو استفہام انکاری فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا کلام ہذیان نہیں ہے۔ آپ سے حقیقت اس امر کی دریافت کرلو اور بے ضرورت آپ کو تکلیف نہ دو صاحب مرقاۃ و لمعات شرح اس قول حضرت عمرؓ میں فرماتے ہیں۔ فقال عمرؓ قد غلب علیه الوجع و عندکم القرآن حسبکم کتاب الله الخ اراد عمر التخفیف علی رسول الله ﷺ عند شدة الوجع و قوله حسبکم کتاب الله خطاب لمن نازعه فی ذلك وقدعرف رضی الله تعالیٰ عنه وله موافقات کثیرة ان ذٰلك الامر لم یکن جزماً منه صلی الله علیه وسلم بل دعا لمصالحهم و کان اصحابه اذا امرو بشئی غیر جازم یراجعونه و کان یترکه برایهم ولو کان الامر لا بدمنه لما ترك ذلك بسبب اختلافهم وقد عاش بعد هذا ایاماً الخ – قوله فقالو اما شانه اهجر بالف الاستفهام ای اختلط کلامه بسبب المرض قالو اذلك انکاراً علی من قال لا یکتبها لا تجعلو الامر رسول الله ﷺ کا مرمن هجر فی کلامه انتهی –

ان عبارات نے مطلب حدیث کو خوب واضح کردیا۔ اور کسی مشکک و مرتاب کو جائے شبہ و ریب باقی نہ رہا باوجود وضاحت مطلب و تاویل حسن کیا ضرورت تکذیب حدیث و تقلید تخیلات فاسدہ کی ہے جو کہ شبلی کو پیش آئی یہ کلام کوئی امر عظیم نہیں ہے اور جلیل القدر صحابہ کی توہین و تخطیہ اس کے خیال میں نازیبا کام نہیں۔ والی الله المشتکی والله المستعان علی ما تصفون – والله تعالی اعلم

محض شرکت مجلس شیعہ سے رافضی نہیں بنتا

(سوال ۲۹) زید مجلس شیعہ میں شریک ہوا جب اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں شاعر ہوں اور خاندان انیس کے مراثی بحیثیت شاعری مجھے پسند ہیں لہذا چند بار شریک مجلس ضرور ہوا ہوں اور کوئی خرابی مجھ میں نہیں ہے اس صورت میں زید پر حکم مرتد ہونے کا کیا جاوے گا یا نہیں اور نکاح قائم ہے یا فسخ ہو گیا؟

(الجواب) جب تک زید کا رفض محقق نہ ہو حکم ارتداد اور فسخ نکاح کا نہ ہوگا، مگر زید جو خود مقر مراثی انیس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کا ہے وہ متہم ضرور ہے اس کو آئندہ اس سے اور جملہ خیالات و عقائد فاسدہ سے توبہ کرنی چاہئے-واللہ تعالیٰ اعلم

مذہب روافض کی ابتداء اور اس کا بطلان

(سوال ۳۰) مذہب روافض کب سے قائم ہوا اور اس کی ناجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

(الجواب) جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد زمانہ صحابہ میں سے اس قسم کے مذاہب باطلہ روافض و خوارج خذ لهم الله تعالى ظاہر ہونے لگے تھے پھر زیادہ شیوع ہوتا رہا اور ان کی بطلان کی دلیل حدیث مشہور ہے کہ آپ نے فرقہ ناجیہ کی تفسیر ما انا عليه و اصحابی فرمایا اور ان کا نام بھی فرمایا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں-واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی تکفیر المسلمین
(تکفیر مسلم کے مسائل)

تکفیر مسلم میں کامل احتیاط لازم ہے

(سوال ۳۱) اگر کسی عورت سے ایسے افعال و اقوال سرزد ہوں جس کا کفر و ارتداد ہونا اتفاقی و قطعی ہو جیسا کہ خدا کو ظالم کہنا یا نعوذ باللہ یہ کہنا کہ خدا ہماری طرف سے اندھا ہو گیا ہے یا یہ کہنا کہ خدا بھی اگر فلاں امر کی گواہی دے تو ہم سچ نہ جانیں گے، یا نماز و شرع و فتویٰ کی تحقیر قولاً یا فعلاً کرنا یا لڑکے کے چیچک نکلنے میں پرستش بت پرستار کرنا یا بھوانی وغیرہ سے صحت چاہنا وامثال ذلک اور ایسے افعال و اقوال کا صدور حالت رنج و غصہ میں یا محض شامت نفس سے یا نو مسلم ہونے کی وجہ باعث بقایا اثر کفر و قرب عہد بالکفر کے ہوا ہو مقصود اس عورت کا فسخ نکاح یا شوہر سے علیحدہ ہونا وغیرہ نیات فاسدہ نہ ہوں مگر شوہر کسی ضرورت و مصلحت سے اس عورت کے طلاق دینے اور اس سے علیحدگی کے خیال میں پہلے سے ہو لہذا افعال و اقوال مذکورہ بالا کو بحیثیت اتفاق عمدہ ذریعہ اپنی نیت و ارادہ کے پورا ہونے کا پا کر بجوائے ارتداد احدھما فسخ عاجل کہ عبارت متون کی اور قول عامہ علماء کا ہے موجب فسخ نکاح سمجھ لیوے اور بحالت موجودہ حاجت تفریق کے خیال سے روایت مذکورہ پر عمل کرے تو ترک تقلید مذہب امام صاحب کا یا اور کوئی مخالفت شرع کا الزام تو شوہر مذکور پر نہ آئے گا؟

(الجواب) افعال مذکورہ فی السوال جو اس عورت سے صادر ہوئے ہیں بعض ان میں سے شرک و کفر کے ہیں اور بعض اقوال قریب بکفر ہیں مگر مذہب اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ حتی الوسع تکفیر مسلم میں احتیاط لازمی رکھی جاوے اور جہاں تک ہو سکے تاویل کی جاوے اگرچہ چند کلمہ جن کو وہ عورت استعمال کرتی ہے ان پر اگر کفر کا فتوای دیا جاوے تو کوئی حرج نہیں مگر بحوائے حدیث من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا الحدیث بہت گنجائش ہے اور احتیاط لازم ہے ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر ص ۱۹۹ میں فرماتے ہیں وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالاً للکفر و احتمال واحد فی نفیه فالا ولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النا فی لان الخطاء فی ابقاء الف کا فراهون من الخطاء فی افناء مسلم واحد- الخ غرض اہل قبلہ کی تکفیر میں بہت احتیاط لازم ہے قال الملا علی القاری وان المراد بعدم تکفیر احدٍ من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا تکفیر مالم یوجد شئی من امارات الکفر وعلاماته ولم یصدر عنه شی ء من موجباته الخ یہی مضمون ذرا بسط سے علامہ شامیؒ نے باب المرتد صفحہ ۲۸۵ میں ارقام فرمایا ہے غرض جب تک اقرار توحید ورسالت ودیگر احکام کا ہے مرتد نہ کہا جاوے گا- قال فی الدر المختار والا قرار شرط لا جراء الاحکام الا ان ینویه الخ و فیه ایضا واعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو کان ذلك روایة ضعیفة الخ . البتہ صورت مسئلہ میں حکم توبہ واستغفار کیا جاوے اور تجدید نکاح بھی کرنا چاہئیے- قال فی الدر المختاروما فیه خلاف یومر بالاستغفاروالتوبه وتجدید النکاح الخ قال الشامی فی شرحه وظاهره انه لایحکم القاضی بالفرقة بینهما وتقدم ان المراد بالاختلاف ولو روایة ضعیفة ولو فی غیر المذهب شامی باب المرتد. اور اگر شوہر کو ان کا رکھنا ہی منظور ہے یا وہ ان افعال کو باوجود فہمائش و ممانعت ترک نہیں کرتی تو طلاق دیدے- فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب- کتبہ رشید احمد عفی عنہ (۱)

جب تک کوئی امر قطعی موجب کفر وارتداد سرزد نہ ہو حکم ارتداد و فسخ نکاح نہ کرنا چاہئیے احتمال تاویل باب واسع ہے تاامکان تاویل وعدم قطع جانب تکفیر سوئے اسلام لازم ہے واللہ تعالی اعلم

تارک الصلوٰۃ کی تکفیر اور عدم تکفیر

(سوال ۳۲) تارک الصلوٰۃ دائرہ اسلام میں ہیں یا نہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں جو ان کی نماز جنازہ پڑھاوے اس کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں ؟

---

(۱) اس نام کے کوئی ۔ ۱۹۲۰ء میں حضرت مفتی صاحب کی نیابت میں فتوی لکھا کرتے تھے یہ انہیں کی تحریر مع تصدیق حضرت مفتی صاحب ہے- اس نام سے گنگوہی مراد نہیں- محمد شفیع غفرلہ

(الجواب) کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور اس پر حکم کفر نہ دیا جاوے گا جب تک ضروریات دین سے صریح انکار بلا تاویل نہ کرے اور ضروریات دین کا انکار صریح بلا تاویل کرے گا تو حکم کفر عائد ہوگا ورنہ نہیں۔ لہذا بے نماز جب تک اقرار حکم فرضیت نماز کا کرے اور توحید ورسالت پر قائم رہے مسلمان رہے گا۔ لقوله تعالٰی ان اللّٰه لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء ولقوله علیه السلام من قال لا اله الا الله دخل الجنة دوسری حدیث میں ہے من مات وهو یعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة ۔ مندرجہ بالا آیت قرآن شریف اور ہر دو حدیث سے بے نماز دائرہ اسلام میں داخل ہے اور اس کے جنازہ کی نماز جائز ہے اگر بلا نماز دفن کر دیا تو سب گناہ گار ہوں گے اور جو شخص نماز جنازہ میں شریک ہو یا پڑھاوے تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے اور کوئی وجہ عدم جواز امامت نہیں پائی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عدم تکفیر یزید

(سوال ۳۳) گروہے می گوید کہ یزید حاکم ووالی مسلمین بہ بیعت اکثر اہل اسلام مقرر شدہ بود واگرچہ فسق وفجور وے معروف است لیکن والی از فسق معزول نمی شود وگروہے دیگر می گوید کہ اگر در اول امر ولایت وامارت وے تسلیم ہم کردہ شود تاہم چوں عامہ مسلمین از طاعت وے برآمدند وخلع بیعت او کردند او والی ایشاں نماند وبوجہ آں افعال شنیعہ کہ ازو صادر شدہ اند لعنت بروئے جائز است۔ پس فیصلہ شما دریں باب چیست؟

(الجواب) راجح عند اہل السنّت والجماعت عدم تکفیر وعدم لعن یزید است اگرچہ در ظلم وجور وتعدی وفسق او کلام نیست لیکن ایں امور موجب کفر وارتداد نمی تواند شد واگر باشد تا وقتیکہ یقین او حاصل نہ شود تکفیر نباید کرد والحق ماقاله ابن الحاجؒ و نقل عنه فی شرح الفقه الاکبر و حقیقة الامر التوقف فیه و مرجع امره الی الله سبحانه انتهٰی وایں توقف ہم حکم عدم تکفیر وعدم لعن می کند وقصہ خلافت دیگر است خلیفہ از فسق معزول نمی شود ونزد بعض معزول می شود پس دریں چنیں مسائل مختلف فیہا نزاع وجدال مناسب شان علماء نیست وسکوت بہتر است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح ثانی کی مشروعیت کے انکار اور اس کو برا سمجھنے کا حکم

(سوال ۳۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثانی کا ثبوت قرآن وحدیث اور فقہ سے ہے یا نہ اور جو شخص رسم دنیا کی وجہ سے اس کو برا یا ذلیل جانے وہ شخص شرعاً کافر ہے یا فاسق، بحوالہ کتب ارقام فرمادیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) نکاح ثانی کا ثبوت آیات واجماع سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا نکاح زیادہ تر بیوہ عورتوں سے ہوا ہے کما هو معروف ومسلم عند الکل

پس رسم دنیا کی وجہ سے نکاح ثانی کو عیب جاننا گناہ کبیرہ ہے اور سخت معصیت ہے نکاح نہ کرنا

کسی وجہ سے امر آخر ہے، لیکن معیوب جاننا نکاح ثانی کا سخت خوفناک امر ہے، اس میں مقابلہ شریعت غراء کا ہے اور فسق ہونے میں اس کے کلام نہیں، بلکہ خوف کفر ہے، کیونکہ کسی حکم شرعی کو عیب جاننا کفر ہے جیسا کہ جملہ کتب میں استخفاف احکام شرعیہ کو کفر لکھا ہے در مختار میں ہے-والکفر لغۃ الستر و شرعاً تکذیبه ﷺ فی شئی مما جاء به فی الدین الخ و فی الشامی و یظهر من هذا ان کان دلیل الا ستخفاف یکفر به و ان لم یقصد الاستخفاف – واللہ تعالٰی اعلم-

کتاب السنة و البدعة
(سنت وبدعت کا بیان)

مسئلہ علم غیب کی تحقیق !

(سوال ۳۵) زید کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب بعطاء الٰہی حاصل تھا- عمرو کہتا ہے کہ نہیں ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے-

(الجواب) شرح فقہ اکبر میں ہے- وبالجملة فالعلم بالغيب امر تفرد به سبحانه الى ان قال ثم اعلم ان الانبياء عليهم السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالیٰ احياناً وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبی يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا يعلم من فی السموٰت والارض الغيب الا الله كذافی المسايرة- شرح فقه اكبر ص ۱۸۵ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بالخصوص آنحضرت ﷺ کو بہت سی غیب کی خبریں حق تعالیٰ نے بتلائی ہیں- لیکن مطلقاً علم غیب کا عطا ہونا آنحضرت ﷺ کو یا دیگر انبیاء علیہم السلام کو نہ کہنا چاہئے کیونکہ علم غیب علی الاطلاق صفت خاصہ باری تعالےٰ ہے پس زید کا علی الاطلاق ایسا کہنا حضور ﷺ کو علم غیب بعطاء الٰہی حاصل تھا صحیح نہیں ہے اس بارے میں قول عمرو صحیح ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کے علم غیب کا مسئلہ

(سوال ۳٦) رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم بعطائے الٰہی حاصل تھا یا نہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتلانے ہوئے کو غیب کہنا کیسا ہے ؟

(الجواب) قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول فانه يسلك من بين يديه ومن خلفه رصداً. الاية جلالین شریف میں ہے فلا يظهر يطلع على غيبه احداً من الناس الا من ارتضى من رسول فانه مع اطلاعه على ما شاء منه معجزة له يسلك يجعل و يسير من بين يديه ای الرسول - ومن خلفه رصداً ملائكة يحفظونه حتى يبلغه فی جملة الوحی الخ و فی شرح الفقه الاكبر ثم اعلم ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالى احياناً وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبی ﷺ يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لا يعلم من فی السمٰوٰت والارض الغيب الا الله كذافی المسايره - والله تعالىٰ اعلم

یارسول یا علی یا خواجہ وغیرہ کہنا درست نہیں

(سوال ۳۷) ہر وقت یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو کیا شرک کے درجہ پر پہنچتا ہے ؟اور

یا علی اوریاخواجہ بھی کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟
(الجواب) ایسا کہنادرست نہیں ہے جیسا کہ **ایاك نعبد و ایاك نستعین** خاص اس طرف مشیر ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہئے اور حدیث شریف میں ہے **واذا استعنت فاستعن بالله** اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے چاہ-الغرض غیر اللہ سے اعانت طلب کرنا اور ان کو قضائے حاجت کے لئے پکارنا ناجائز اور شرک ہے اور بلا اس نیت کے بھی خوب نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

چڑھاوے کا بجرا اور نذر ماننے کا حکم

(سوال ۳۸) عوام قبروں پر بجرا چڑھاتے ہیں اور نذریں مانتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ یہ بجرا افلاں پیر کا ہے پھر اس کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں ایسے جانور کا کھانا حلال ہے یا حرام-اگر حرام ہے تو بعض تفاسیر میں **اهل به عندالذبح** کی قید کا کیا مطلب ہے جو شخص اس جانور کی حلت کا قائل ہو اس کا امام بنانا کیسا ہے ؟
(الجواب) جس جانور کو تعظیماً اور تقرباً الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے اگر چہ بوقت ذبح اللہ کا نام اس پر لیا جاوے اس کا کھانا حلال نہیں کہ وہ **اهل به لغیر الله** میں داخل ہے اور مفسرین جو **ماذبح لغیر الله** کے ساتھ تفسیر پیش کرتے ہیں ان کا منشاء یہ ہے کہ یہ بھی ایک فرد ہے **ما اهل به لغیر الله** کا اور نیز اس وقت میں جس کو غیر اللہ کے نام پر پکارتے ہیں اس کو غیر اللہ کے نام پر ہی ذبح بھی کرتے تھے ورنہ دراصل محرم اہلال لغیر اللہ ہے جو بمعنے رفع الصوت ہے کتب حنفیہ میں ایسے جانور کے حرام ہونے کی تصریح ہے، پھر حنفیہ کے لئے کوئی محل ریب باقی نہیں-درمختار میں ہے-**ذبح لقدوم الامیر و نحوه کواحد من العظماء یحرم لا نه اهل به لغیر الله ولوذکر اسم الله تعالی الخ**
پس جو شخص اس جانور کی حلت کا قائل ہو اس کی امامت درست نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں-واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء کرام وصحابہ عظام کی قبور کا طواف کرنا سجدہ تعظیمی اور بوسہ دینے کا حکم

(سوال ۳۹) بوسہ دینا قبر اولیاء کرام کو اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً شریعت میں جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) بوسہ دینا قبر اولیاء کرام ودیگر صلحاء عظام کو اور طواف کرنا گرد قبر کے سجدہ کرنا تعظیماً یہ سب عادت نصاریٰ وطریقہ پرستش کفار کا ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں حرام ہے-**قال حجة الاسلام الغزالی رحمه الله علیه فی احیاء العلوم والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلاً لوجه المیت وان یسلم ولا یمسح القبر ولا یمسه ولا یقبله فان ذلك من عادات النصاریٰ**- اور ملا علی قاری اپنی کتاب شرح مناسک میں باب زیارت مزار پُر انوار رسول خدا ﷺ کے

آداب میں تحریر فرماتے ہیں۔

لا یطوف ای ولا ید ورحول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والا ولیاء ولا عبرة بما یفعله العامة الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والعلماء ولا ینحنی ولا یقبل الارض فانه ای کل واحدٍ بدعة ای غیر مستحسنةٍ فتکون مکروهة واما السجدة فلا شك انها حرام وهکذا قال مولانا محمد عبدالحق المحدث الدهلوی فی اشعة اللمعات فی کتاب الجنائز فی باب زیارت القبور۔

طریقہ زیارت قبور این ست کہ رو بجانب قبر و پشت بجانب قبلہ مقابل روئے میت باشد و سلام دہد و مسح نکند قبر را بدست و بوسہ ندہد آنرا و منحنی نشود و روئے بخاک نہ مالد کہ ایں عادت نصاریٰ ست۔

یعنی طریقہ زیارت کا یہ ہے کہ منہ جانب قبر کے ہو اور پشت بجانب قبلہ مقابل رو میت کے کھڑا ہو کر سلام پڑھے اور مسح نہ کرے قبر کو اور خم نہ کرے پشت کو اور بوسہ نہ دے کہ یہ عادت نصاریٰ ہے اور ایسا ہی مالابد منہ میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تحریر فرماتے ہیں۔

سجدہ کردن بسوئے قبور اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزے از آنہا بکفر میر ساند پیغمبر خدا ﷺ بر آنہا لعنت گفتہ و از آنہا منع فرمودہ و گفتہ کہ قبر مرا بت نکنید کما قال ﷺ لا تجعلوا قبری وثنا۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنی کتاب فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

طواف کرنا صالحین اولیاء کی قبر کا بلاشبہ بدعت ہے اس واسطے کہ بت پرستوں کے ساتھ بہت مشابہت ہے کہ وہ بتوں کے گرداگرد یہ عمل کرتے ہیں۔

اور حضرت مولانا شاہ شیخ محمد عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب ما ثبت بالسنة میں ذکر زیارت روضہ پاک رسول اللہ ﷺ کے آداب میں فرماتے ہیں۔

ثم یاتی القبر الشریف و یقف عند راسه مستقبلاً و یکون مستد برا لقبلة ولا یضع یده علی جداره الخطر ولا یقبلها فان ذلك وامثاله من صنیع الجاهلین و لیس من سیرة السلف الصالحین بل یدنو علی قدر ثلاثة اذرع اوار بعة ثم یصلی علی النبی ﷺ وعلی الصدیق والفاروق رضوان الله تعالی علیهم اجمعین۔

یعنی جب جاوے مسجد نبوی میں تو آوے قبر شریف کے پاس اور کھڑا ہو سر مبارک کے پاس پشت کرے قبلہ کی طرف اور نہ رکھے ہاتھ کو اوپر دیوار روضہ پاک کے اور نہ بوسہ دیوے اس کو پس یہ فعل اور مثل اس کے طریقہ جاہلین سے ہیں نہ تھا یہ طریقہ سلف صالحین کا بلکہ تین یا چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو کر درود اور سلام پڑھے پس جب کہ رسول خدا ﷺ کی قبر شریف کے واسطے دیوار کے بوسہ دینے کی ممانعت اور طریقہ جاہلین سے فرماتے ہیں پس اوروں کے واسطے کب جائز ہو سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اور حضرت مولانا محمد رضا علی صاحب اپنی کتاب فیوض الرضا میں تحریر فرماتے ہیں۔

بطور جمع شدن بر قبور این ست کہ مردماں یکروز معین نمودہ ولباسہائے نفیس وفاخرہ پوشیدہ ومثل عید شادماں شدہ بر قبرہا جمع شدند ودر قص وغیرہ وسماع بامزامیر ودیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود بہر قبر وطواف گرد قبور کردن حرام وممنوع است بلکہ بعض بحد کفر می رسند وہمیں محل ہر دو حدیث است لا تجعلوا قبری عیداً ولا تجعلوا قبری وثناً۔

پس مولانا مرحوم جو ہمارے شہر کے مقتدا عالم باعمل تھے وہ بھی طواف قبور وسجدہ وغیرہ کو بدعت وحرام فرماتے تھے اور علامہ ابراہیم حلبی کبیری شرح منیہ میں نقل اقوال متعلق رکھنے ہاتھ کے قبر پر اور بوسہ قبر کے متعلق اپنی تحقیق از قول محقق یہ لکھتے ہیں کہ لا شك انه بدعة لاسنة فيه ولا اثر عن صحابى ولا عن امام ممن يعتمد عليه فيه ولم يعهد الاستلام فى السنة الا للحجر الاسود والركن اليمانى انتهٰى -اور فاضل طحطاوی حواشی مراقی الفلاح میں رقم فرماتے ہیں — ولا يمسح القبر ولا يقبله ولا يمسه فان ذلك من عادة النصارٰى كذافى شرح الشرعة انتهٰى—

اور زین الحلم شرح عین العلم میں ہے ولا يمس اى القبر ولا الشباك ولا يسجد فورد النهى اى عن مثل ذلك بقبره عليه السلام فكيف بقبور سائر الانام ولا يقبل فانه زيادة على المس فهو اولى بالنهى انتهٰى-

علامہ عینی بنایہ شرح ہدایہ میں افادہ فرماتے ہیں- قال الفقهاء الخراسانيون لا يمسح القبر ولا يقبله ولا يمسه فان كل ذلك من عادة النصارٰى قال معاذ مكروه قبيح وقال الزعفرانى لا يستلم القبر بيده ولا يقبله قال وعلى هذا مضت السنة وما يفعل العوام الآن فهو من البدع المنكر شرعاً-

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ذیل آداب زیارت قبر شریف نبوی ﷺ کے جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں-

وازانچہ در وسع وامکان بود در ظاہر وباطن از خضوع ووقار وذلت وانکسار ذرہ نامرعی نگذارد وغیر آنکہ از سجود وتمریغ وجہ بہ تراب واستلام وتقبیل شباک شریف وامثال آں آنکہ در شرع رخصت نکردہ اندو در نظر ظاہر بیناں از قبیل آداب، نماید اجتناب کند بلکہ بہ یقین داند کہ حقیقت ادب در رعایت اتباع، امتثال امر آنحضرت ست وہرچہ نہ ازیں باب ست توہم باطل ست-

طحطاوی حواشی در مختار میں ہے- قال ابن الملقن فى شرح العمدة لا يشرع التقبيل الا للحجر الاسود والمصحف وايدى الصالحين من العلماء وغيرهم و للقادمين من سفر بشرط ان لا يكون امرد ولا امراة محرمة ولو جوه الموتى الصالحين ومن نطق بعلم او حكمة ينتفع بها وكل ذلك قد ثبت فى الاحاديث الصحيحة و فعل السلف فاما تقبيل الاحجار والقبور والجدران و الستور وايدى الظلمة والفسقه و استلام ذلك جميعه فلا

یجوز ولو کانت الاحجار للکعبة او للقبر الشریف او ستور هما او صخرة بیت المقدس فان التقبیل والا ستلام و نحوهما تعظیم والتعظیم خاص بالله تعالیٰ لا یجوز الا فیما اذن فیه اه شلبی و ظاهر اقراره کلام ابن الملقن ان مذهبنا لا یابی ذلك انتهی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یمسح القبر ولا یقبله فان ذلك من عادة النصاریٰ ولا باس بتقبیل قبر والدیه کذافی الغرائب انتهٰی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بوسہ دادن قبر راو سجدہ کردن آں راوکلہ نہادن حرام وممنوع است ودربوسہ دادن قبر والدین روایۃ فقہی نقل می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز است۔انتہٰی

مولوی عبدالحی صاحب مرحوم اپنے رسالہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ملتزم القبر دیکھے جانے والے اور مروان کے روکنے کی روایۃ کے بعد فرماتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ بعض قاصرین اس حدیث اور حدیث قصہ بلالؓ اور قصہ زیارت حضرت فاطمہؓ سے استناد کر کے کہتے ہیں کہ بوسہ دینا قبر کا اور چھوناواسطے برکت کے اور ایسا کر لینا قبر کے ساتھ خصوصاً قبور اولیاء اللہ کے ساتھ درست ہے اور یہ استناد ان کا غلط ہے کیونکہ ان حضرات سے یہ امور حالت وجد بے اختیاری میں صادر ہوئے ایسی صورت میں فاعل ان امور کا معذور ہے اس سے جواز ان امور کا حالت اختیار میں ثابت نہیں ہوتا اور اسی واسطے اور صحابہؓ سے ایسے امور مروی نہیں ہیں بلکہ حضرت انسؓ سے نہی مروی ہے اور محققین حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ وحنبلیہ تصریح کرتے ہیں کہ اس طرح کے امور مکروہ و بدعت کسی قبر کے ساتھ خواہ قبر رسول ہویا قبر ولی ہویا قبر مرشد ہویا قبر والدین ہو ہر گز ہر گز نہ چاہیئے تفصیل اس کی در منظم وغیرہ میں مبسوط ہے۔انتہی شرح شفا لعلی القاری میں ہے۔ولا یمس القبر و کذا جدار قبة و شبکة حجر ته علیه السلام بیده ولا بفمه لعدم ور وده عن الصحابة الکرام ولا نه اقرب الی مقام الادب ولان ذلك من عادة النصاریٰ علی ما نقله الغزالی انتهٰی۔

تفسیر فتح العزیز میں ذیل انواع اتخاذ انداد کے یہ عبارت مرقوم ہے بعضے از ایشاں باصور ہیاکل و قبور ومعابد ومساکن ومجالس آنہا افعالے کہ برائے مسجد وکعبہ وخدا باید کرد بعمل می آرند مانند سر بر زمین نہادن وگرد اگرد گشتن ودست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز استادن حالانکہ ایں محبت ایشاں مقتضائے ایمان برائے خدا نیست تا نزد خدا مفید افتد ودر رضا مندی او بکار افتد انتہٰی۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ طواف اور سجدہ کرنا اور بوسہ دینا شباک شریف سرور عالم رسول اکرم ﷺ کا بقول صحیح ومحقق ممنوع وخلاف ادب واتباع ہے اور جب کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان امور کا ارتکاب ممنوع وحرام ہے پس دوسرے کی قبر کے ساتھ کیونکر یہ افعال جائز ومشروع ہو سکتے ہیں یہی قول محقق وصحیح ہے اس کے خلاف کسی کا قول اگر ہو تو وہ قابل التفات وعمل وتوجہ نہیں ہو سکتا۔واللہ تعالیٰ

اعلم

قبر کا پختہ کرنا اور اس پر قبہ گنبد وغیرہ بنانا کیسا ہے

(سوال ۴۰) ایک متبع شریعت فوت ہوا اس کے مریدین و معتقدین اس کی قبر پر گنبد پختہ اور فرش پختہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف قبر کچی رکھیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مظنہ شرک کا ہے جیسا کہ فی زماننا مقابر اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو بروز حشر اولاد پر عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسینؓ اور مجدد الف ثانیؒ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر کیجئے؟

(الجواب) قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے بنانے والے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے ہیں حکم جناب سرور کائنات ﷺ کے مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابرؓ سے قال نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه رواه مسلم -

دوسری حدیث صحیح مسلم میں ہے - قال لي عليؓ الا ابعثك على ما بعثني عليه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سويته رواه مسلم- گنبد وغیرہ کی ممانعت ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے اور قبروں کو پکی رکھنا اور اس کے گرد چبوترہ پختہ یا گنبد بنانا اسی حکم میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے فقہ کی معتبر کتابوں میں بھی پختہ قبر کرنے اور چبوترہ پختہ بنانے اور گنبد بنانے کی صاف ممانعت ہے-

درمختار میں ہے- ولا يجصص للنهي عنه ولا يطين ولا يرفع عليه بناء الخ اس روایۃ میں قبر کے پختہ کرنے اور گنبد بنانے کی صاف ممانعت مصرح ہے، پس جب کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ممانعت قبر کے پختہ کرنے اور گنبد وغیرہ بنانے کی ثابت ہو گئی اور اقوال فقہاء سے بھی ممانعت اس کی ہوئی تو اگر کسی نے سلاطین وغیر ہم میں سے رسول اللہ ﷺ کی قبر پر گنبد بنایا یا اسی طرح دوسرے لوگوں نے بزرگوں کی قبر کو پختہ کیا تو یہ فعل بادشاہوں وغیر ہم کا مقابلہ حدیث رسول اللہ ﷺ و عبارت کتب فقہ کے حجت نہیں ہوسکتا قرآن شریف میں جگہ جگہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اقوال و افعال کے اتباع کا حکم ہے- قال الله تبارك و تعالىٰ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله- وقال تعالىٰ ومن يطع الرسول فقد اطاع الله-

شیخ سعدی رحمہم اللہ نے انہیں آیات کا مطلب واضح فرمایا ہے--

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فقہاء رحمہم اللہ نے قبر میں پختہ اینٹ تک رکھنے کو منع فرمایا ہے اور وجہ ممانعت شامی میں یہ بھی لکھی ہے کہ وہ آگ میں پکی ہوئی ہے میت کے پاس تک نہ لائی جائے- ولا نه مما مسته النار فيكره

ان یجعل علی المیت تفا ولاً الخ-

الغرض مریدین ومعتقدین کا یہ فعل بزرگ متوفی کے قبر کے ساتھ درست نہیں اور ان کو کچھ حق نہیں کہ باوجود مانع ہونے اولاد بزرگ متوفی کے اس کی قبر کے ساتھ ایسا معاملہ کریں-اولاد اگر مانع ہوئی اور دوسرے معتقدین نے ایسا کیا تو مواخذہ وباز پرس ان معتقدین سے ہوگا اور اگر اولاد بھی راضی وشریک ہوئی تو وہ بھی معصیت اور گناہ میں شریک ہیں- والله ولی التوفیق واخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین

پیر کو سجدہ کرنے کا حکم

(سوال ٤١) چند کس پیر خود را سجدہ کنند اگر کسے منع کند جواب می دہند سجدہ تحیہ مشروع است آیا قول، فعل شان دریں باب موافق کتاب وسنت است یا نہ بر تقدیر ثانی معاملہ بدیشاں چگونہ کردہ آید واقتداء ایشاں در جمعہ وجماعت چہ حکم دارد-

(الجواب) سجدہ کردن پیر خود راو کسے را ما سوائے خدا تعالیٰ از انبیاء عظام واولیاء کرام حرام وممنوع است و فاعل وراضی از اں فعل ہر دو عاصی وآثم اند-

قال فی الدر المختار وکذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء و العظمام فحرام و الفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفرون علی وجه العبادة والتعظیم کفروان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرة و فی الشامی قال القهستانی و فی الظهیریة یکفر بالسجدة مطلقاً الخ و عن قیس ابن سعدٍ قال اتیت الحرة فراء یتهم یسجدون لمرزبان لهم فقلت رسول الله ﷺ احق ان یسجد له فاتیت رسول الله ﷺ فقلت انی اتیت الحرة فراء یتهم یسجدون لمرزبان لهم فانت احق ان یسجد لك فقال لی لومررت بقبری اکنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلو لو کنت آمر احداً ان یسجد لاحد لا مرت النساء ان یسجد ن لا زواجهن الحدیث رواه ابوداؤد وغیره-

پس معلوم شد کہ سجدہ لغیر اللہ حرام ست ولو کان علی وجه التحیة کذا صرح به فی الشامی پس آں کساں کہ سجدہ پیر خود را جائز می دارند جہلاو مبتدعین وفساق اند لائق اقتدا نباشند ونماز جمعہ وپنجگانہ خلف شاں مکروہ است -واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر کتبہ کا حکم

(سوال ٤٢) پتھر پر آیات قرآنی کندہ کرا کر قبر پر لگانا اور تاریخ وفات پر کھدوا کر قبر پر لگانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) پتھر پر آیات قرآنیہ کندہ کرا کر قبر پر لگانا اور اس طرح تاریخ وغیرہ پتھر پر لکھ کر قبر پر لگانا جائز

نہیں ہے اس میں قرآن شریف کی بہت بے حرمتی ہے اور اس کا وبال لگانے والے پر ہے۔

نکاح کی چند بدعات

(سوال ۴۳) چہ فرمایند علماء دین دریں باب کہ از قدیم الایام در امصار و دیہات ہنگام کتخدائی و عروس رفتن نوشہ بر سواری پالکی و پوشیدن ملابس فاخرہ و نشستن بر فرش مکلّف وغیرہ شیوع وذیوع تمام تریافتہ وکسے از سلف و خلف تا ایندم مشاجرت و معاندت نہ نمودہ وزبان بکراہت نکشادہ اما دریں زماں برخی از بزرگان دین بالخصوص از سواری پالکی منع فرمایند و میگویند کہ ایں عمل بدعت سیئہ است و چندے از ایشاں بر آنند کہ ایں عمل حرام قطعی است و چند دیگر زبان بکراہت می کشایند شرذمہ قلیلہ دیگر کہ بوفور زہد و تقوی فیمابین الناس مشہور ند حقیقت حال او شاں خداوند۔ اگر بشنوند کہ نوشہ بر پالکی سوار شدہ بخانہ خسر خواہد رفت او شاں ہرگز ہمراہ نوشہ نمی روند پس حکم شرع چہ خواہد شد و باید دانست کہ قول مانعین مبنی است بر چند امور اولاً لزوم سوء ادب یعنی رفتن نوشہ بر پالکی و بزرگان پیادہ سوء ادب متصور دہ آید۔ ثانیاً اشتغال بما لا یعنی ثالثاً اسراف۔ رابعاً ایں عمل مشابہ رکوب الخیل و طواف بلد است ورکوب خیل و طواف بلدان مختص بہنوداں است پس احتراز از افعال و اشغال و رسوم ایشاں واجب ست۔ خامساً التزام مالا یلزم یعنی لازم گرفتن چیزے بر خود کہ لازم نیست ساد ساً ریا و تفاخر یعنی بیشتر ایں عمل منجر بہ ریا و تفاخر میگردد و سابعاً۔ تخصیص یوم العروس یعنی صرف بروز کتخدائی سوار شدن و دیگر روز پیادہ رفتن از بدعت سیئہ است۔ ثامناً پالکی از نو ایجاد ہنوداں است و در زمان شاہان پیشین اصلا نبودہ پس ارتکاب ایں عمل و مباشرت آں بعینہ مشابہت با فعال اوشاں است وایں حرام ست بہ نص صریح من تشبہ بقوم فھو منھم پس قول مانعین معتبر است یانہ۔

(الجواب) جائز و درست است تجملاً بوجوہ اولاً ایں زیب و زینتی است و در ضمن آں اظہار نعمت حضرت حق است و آں ہر دو زینت و اظہار نعمت مامور بہ است و ماذون فیہ لقولہ تعالیٰ خذوا زینتکم الایۃ و لقولہ تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث و مامور بہ قبیح نتواں شد

و ثانیاً شارع در محل امتنان فرمودہ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم و ریشا ای لباسا یتجملون بہ والریش الجمال ای انزلنا علیکم لباسین لباساً یواری سواتکم و یزینکم لان الزینۃ غرض صحیح کما قال اللہ تعالیٰ لترکبوھا وزینۃً وقال لکم فیھا جمال کذافی الکبیر والبیضاوی والا متنان بما ھو غیر مشروع لا یستقیم۔

ثالثاً: ایں انتفاعی است کہ شارع باباحت آں تصریح فرمودہ کما قال اللہ تعالیٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ای لا جلکم وانتفاعکم فی الدنیا کما بانتفاعکم بھا فی مصالح ابدانکم وھو تفید اباحۃ الاشیاء النافعۃ لان الاصل فی المنافع الحل والاباحۃ کذافی الکبیر والبیضاوی۔ رابعاً در سواری بر پالکی غیر تجمل و زینتی چیزے نیست و تجمل و تزین باقسامہا درست و جائز است تاوقتیکہ ممانعت شرع وارد نشود کما فی تفسیر ابی السعود وفیہ

دلیل علی ان الاصل فی المطاعم والملا بس وانواع التجملات الاباحة وکذافی الکبیر والبیضاوی.

خامساً: پالکی مرکوب سنت کالحمیر والبغال والخیل ورکوب برآنہادرست است – لقوله تعالٰی لترکبوها و زینة پس رکوب برپالکی ہم درست وجائزاست قیاساً للنظیر علی النظیر لا طلاق قوله تعالٰی انا جعلنا ما علی الارض زینةً لها ای لاهلها–

سادساً: نزد فقہاء اصل در اشیاء اباحت است تاوقتیکہ دلیل مناقض وارد نشود کما فی التفسیر الاحمدی تحت قوله تعالٰی هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً بالجملة فی الایة دلیل علی کون الاباحة اصلاً فی الاشیاء صرح به صاحب الکشاف حیث قال قد استدل بقوله تعالٰی خلق لکم علی ان الاشیاء التی تصلح ان ینتفع بها و لم تجر مجری المحظورات فی العقل خلقت فی الاصل مباحة مطلقاً لکل احدان یتنا ولها و ینتفع بها وقد صرح به صاحب المدارك ایضاً حیث قال قد استدل الکرخی و ابوبکر الرازی والمعتزلة بقوله تعالٰی خلق لکم علی ان الاشیاء التی تصلح ان ینتفع بها خلقت فی الاصل مباحة–

سابعاً: شارع در محل وعید فرموده قل من حرم زینةاللّٰه التی من الثیاب وسائرما یتجمل به اخرج لعباده و الطیبات من الرزق. وقال الرازی فی الکبیر والقول الثانی انه یتناول انواع الزینة فید خل تحت الزینة جمیع التزین ویدخل تحتها تنظیف البدن من جمیع الوجره ویدخل تحتها المرکوب ویدخل تحتها ایضاً انواع الحلی لان کل ذلك زینة الی قوله تعالٰی و یدخل تحت الطیبات من الرزق کل ما یستلذ و یشتهی من انواع الماکولات و المشروبات ویدخل تحته التمتع بالنساء و بالطیب انتهی–

بعد ازاں حدیث طویل آوردہ میگوید والله اعلم ان الحدیث یدل علی ان هذه الشریعة الکاملة تدل علی ان جمیع انواع الزینة مباح وما ذون فیه الا ما خصه الدلیل فلهذا السبب ادخلنا الکل تحت قوله تعالٰی قل من حرم زینة الله الایة ازیں روشن گردید کہ رکوب بر پالکی اسراف واشتغال بمالا یعنی نیست بل باذن شارع است زیراکہ اسراف آن است کہ ازحد شریعت تجاوز کردہ باشدولا یعنی عبارت از لغوباشد وماموروماذون فیہ اسراف ولغو نتواں شد–عیاذ ا باللّٰهقال الله تعالٰی کلوا واشربوا ولاتسرفوا بتحریم الحلال او بالتعدی الی الحرام او بافراط الطعام والشراب و عن ابن عباس رض کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاك خصلتان سرف و مخیلة ، کذافی البیضاوی اگر کسے گوید کہ پالکی رابر حمیر وبغال قیاس کردن قیاس مع الفارق است زیراکہ در صورت پالکی رکوب براعناق رجال است وفیه ابتذال الناس و الناس محترمون مکرمون لقوله تعالٰی ولقد کرمنا بنی ادم الایة –اقول فقہاء تصریح کردہ اند کہ اگر کافرے

مسلمانے رابرائے برداشتن مردار یا خون یا خمر اجیر گیرد درست باشد فی الحادیة من الغیاثیة استاجر الذمی مسلماً لیحمل له دما او میتة یجوز و فی السراجیة یھودی استاجر مسلما لیحمل له خمراً جاز انتھٰی -وچوں مسلم رااجیر گرفتن کافر مع انه نجس لقوله تعالٰی انما المشرکون نجس درست باشد پس دریں صورت کہ امر بالعکس است یعنی کہاران وپالکی برداران اکثر اہل ہنود باشند چرا درست و جائز نبود بل اولیٰ لقوله تعالٰی ضربت علیھم الذلة والمسکنة الایة ودر نصاب الاحتساب تصریح نمودہ کہ اجارہ تحمل انسان درست است واجیر مستحق اجرت ہم شود حیث قال والخامسة عشر دل علی جواز وضع الرجل علی عاتق الرجل باذنه لان عباساً وضع رجله علی عاتق عمرؓ باذنه فیتصرح جواز وضع الرجل علی عاتق المملوك اذا کان یطیق و جواز الا ستیجار بحمل الانسان ووجوب الاجرة انتھٰی-

وظاہر است کہ تحقیق عروسی در رکوب پالکی ہیچ گونہ قباحتی وسوء ادبی لازم و متصور نیست زیراکہ اکابر وبزرگان لطیب خاطر وبجہت شادمانی خود میخواہند کہ نوشہ برپالکی سوار کنانیدہ بخانہ خسر نوشہ برند بلکہ دران عین اطاعت و امتثال اوامر ایشان است و علاوہ آنکہ پوشیدن نوشہ بروز عروس ملابس فاخرہ نشستن بر فرش مکلف وغیرہا از قسم تجملات راسوء ادب نہ انگاشتن وفقط سواری پالکی راکہ ماذون فیہ وشرعاً منفع است از سوء ادب پنداشتن بجز عناد و تعصب وجہے وجیہ دیگر ندارد پس نیکو ہویدا گردید کہ سواری پالکی ہنگام عروس اگر بہ نیت تجمل وزینت کردہ باشند ہرگز از سوء ادب شمردہ نخواہد شد و سواری پالکی رابر رکوب خیل و طواف بلدان قیاس کردن قیاس مع الفارق است زیراکہ در رکوب خیل وطواف بلدان تفاخر و تعاظم مقصود می باشد و در رکوب پالکی ایں مقصود نباشد علاوہ بریں سواری پالکی ماذون فیہ است بنص مامر پس ایں قیاس شماردر محل نص باشد و قیاس در محل نص باطل است کما ھو مصرح فی الاصول پس از حرمت رکوب خیل وطواف بلدان حرمت سواری پالکی راکہ ماذون فیہ است ہرگز لازم نخواہد آمد مر نیز دلیل از دلائل اربعہ شرعیہ بر حرمت یا کراہت آں وارد نشدہ پس موافق قاعدہ مستمرہ فقہاء کہ الاصل فی الاشیاء الا باحة الا اذا دل الدلیل علی خلافه -رکوب بر پالکی مباح خواہد ماند دریں عمل التزام مالایلزم ہم نمی آید زیراکہ کسے از عوام وخواص ایں عمل رالازم وواجب نمی شمارد بلکہ از جملہ مباحات انگاشتہ ارتکابش می نماید۔لہٰذا اگر کسے استطاعت ندارد بریں امر مباح گام نمی زند اگر از قسم ضروریات شمردی-زنہار زنہار ترک نہ کردی اگر کسے گوید کہ ایں عمل پیشتر بسوئے تفاخر در عونت ونخوت منجر می باشد-گوئیم اگر کسے بہ نیت تفاخر وکبر ونخوت اقدام ایں عمل نماید بیشک حرام وناروا خواہد شد کما فی العالمگیریة انما یکرہ الرکوب للریا امادریں ہنگام یعنی بہنگام عروس ہیچ وجہ ممانعت رکوب در فہم نمی آید زیراکہ محظور در ہمہ وقت محظور می باشد تاآنکہ اگر کسے تفاخراً ملابس فاخرہ در غیر وقت شادی پوشد یا رکوب خیل وبغال وپالکی نماید قطعاً حرام و ناروا خواہد شد خصوصیت رادراں دخلے نبود - لقوله تعالٰی ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئا ء الناس الایة نعم اگر کسے از ضروریات دین دانستہ بعمل آردیار وپیہ

سودی گرفتہ مروج ایں عمل باشد ناچار آں کس مجرم و گناہ گار خواہد شد و فعلش موجب کراہت شود زیراکہ ایں عمل از قسم مباحات اصلیہ است کہ فعل و ترک دراں برابر است و اصرار و الحاج درامر مباح خواہ بر فعل خواہ بر ترک آں مکروہ گفتہ اند چنانچہ ملا علی قاری در شرح مشکوٰۃ می نویسند فی من اصر علی امر مندوب ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من ضلال فکیف من اصر علی بدعة انتھی۔آرے سوار شدن نوشہ برائے گشت کردن و برائے اظہار شان و شوکت بلاحاجت ہرگز جائز نیست چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ در بعض تالیفات خود در رسوم منہیات نکاح نوشتہ اند- لا یجوز تضیع المال باحراق البارود والکاغذ و رکوب الخیل و طواف البلد ان من غیر حاجة-واگر بالفرض حرمت یا کراہت ایں عمل ثابت گردد پس مرداں و زناں را حکم عام گردد پس بروز عرس نوشہ را از سواری پالکی باز داشتن و زناں را بر سواری آں دستوری دادن از عجائبات است-

اگر کسے گوید کہ از جملہ ایام سرور ایام عیدین است پس فقط بروز عروس مباشر فعل معلوم گشتن و دیگر روزہا را پس پشت انداختن وجہی ندارد-

اقول : چونکہ بروز عید و جمعہ پیادہ رفتن بسمت مسجد و عیدگاہ افضل و مستحب است لہذا عوام و خواص ہماں روز طریق استحباب را نگاہ داشتہ پیادہ رفتن ظاہر است کہ استحباب منافی جواز نیست اگر بر پالکی سوار شدن کہ نوایجاد راجگان است حسب قول بعض علماء زنان خود را بر پالکی سوار کنانیدن و بروز عروس عامہ زنان مسلمانان را اجازت سواری پالکی فرمودن و نیز خود علماء را بر پالکی سوار شدہ برائے ہدایت در اطراف واکناف بلاد گزدیدن چگونہ جائز شدہ دراں وقت مصداق من تشبه بقوم فھو منھم کدام کس باشد و صرف بروز کتخدائی بوجہ مشابہت ہنوداں سواری پالکی را ممنوع پنداشتن و ہمہ روز زناں را بر پالکی سوار کنانیدن و خود بر آں سوار شدن چگونہ از مشروعات باشد پس از ادلہ منقولہ مذکورہ بوضوح پیوست کہ سواری بر پالکی بلاشبہ و شک مباح است حرام و مکروہ نیست-واللہ تعالیٰ اعلم

مُردوں کے ایصال ثواب کا جائز طریقہ

(سوال ٤٤) ایصال ثواب بروح میت کیسا ہے ؟

(الجواب) ایصال ثواب بروح بزرگان و عام مومنین امر خیر و موجب اجر ہے- مگر اپنی طرف سے قید دن و تاریخ سوم و دہم و چہلم و یازدہم و فاتحہ وغیرہ نہ لگانا چاہیئے-

مروجہ میلاد اور قیام وغیرہ کا حکم

(سوال ٤٥) میلاد شریف مروجہ و قیام کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) میلاد شریف مروجہ و قیام مروج جو امور محدثہ ممنوعہ کو مشتمل ہے ناجائز اور بدعت ہے- و کل بدعة ضلالة الحدیث-

بزرگوں کے کپڑوں وغیرہ تبرکات کی زیارت کرانا

(سوال ٤٦) زید نے ایک شیشے میں چند کپڑے بزرگان دین اور سلف صالحین کے رکھ کر لوگوں کو دن و تاریخ معین کر کے زیارت کرائی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) آثار سلف صالحین و بزرگان دین کی زیارت و ملامست سے برکت حاصل کرنا جائز و مستحب ہے لیکن تاریخ و دن مقرر کر کے اجتماع زیارت کے لئے کرنا التزام مالایلزم ہے جو اصل ہے بدعات مروجہ کی لہٰذا طریق مذکور اختیار نہ کرنا چاہئیے اور اس سے احتراز چاہئیے۔ كما قال العلامة الشامي عن شرح المنية في السجدة بعد الصلوٰة وما يفعل عقيب الصلوٰة فمكروه لان الجهال يعتقد و نها سنة او واجبةً و كل مباح يودى اليه فهو مكروه۔ انتهى۔

میت کی پیشانی اور سینہ پر کلمہ اور بسم اللہ لکھنا اور دیگر رسوم مروجہ

(سوال ٤٧) بعد غسل میت کی پیشانی اور سینہ پر عنبر یا اور کسی خوشبودار چیز سے انگشت شہادت کے ساتھ کلمہ اور بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) میت کے کفن میں دعاء یا شجرہ وغیرہ رکھنا کیسا ہے؟

(۳) میت کو چھتری وغیرہ سے ڈھانک کر لے جانا کیسا ہے؟

(۴) بعد دفن میت کی قبر سے چالیس قدم ہٹ کر اذان کہنا کیسا ہے؟

(۵) اور امور مذکورہ کو ضروری اور لازم وواجب اور فرض سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) میت کی پیشانی اور سینہ پر یا کفن پر سیاہی یا عنبر وغیرہ سے کلمہ طیبہ یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنا چاہئیے کہ میت کی نجاست سے اس کو تلوث ہوگا، اس لئے شامی نے کہا کہ بلا سیاہی وغیرہ کے صرف انگشت شہادت کے اشارہ سے پیشانی میت پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سینہ پر کلمہ طیبہ لکھ دے جو محض انگشت کا اشارہ ہو، نشان حروف کچھ ظاہر نہ ہو۔ عن فوائد السرجي ان مما يكتب على جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم و على الصدر لا اله الا الله محمد رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفين (شامی)

(۲) یہ بھی درست نہیں کہ نجاست سے اس کو تلوث ہوگا اور بے ادبی ہوگی۔

(۳) اس کی کچھ اصل نہیں اور یہ فضول حرکت اور بدعت ہے۔

(۴) یہ بھی درست نہیں اور سلفاء سے منقول نہیں، پس بدعت ہے۔

(۵) جب کہ ان امور کے مشروع ہونے اور جائز ہونے میں بھی کلام ہے اور بدعت اور مذموم ہونا ان امور کا شرعاً ثابت ہے تو فرض اور لازم جاننا ان کا محض جہالت ہے اور یہ وجہ مستقل ممانعت و عدم جواز امور مذکورہ کی ہے ایسا عقیدہ رکھنا ان امور کے ساتھ کہ یہ امور مشروع ہیں اور فرض و واجب ہیں یا معاملہ فرض وواجب کا سا کرنا بالکل غلط اور کذب ہے۔ قال رسول الله ﷺ كل بدعة ضلالة و قال

علیه السلام ومن احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد — واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ سے فارغ ہو کر تین بار قل هو الله احد پڑھنے کا التزام شرعاً کیسا ہے

(سوال ۴۸) بعد نماز جنازہ فوراً ایک عالم کا فرمان ہوتا ہے کہ تین مرتبہ قل هو الله پڑھ کر اس میت کو ابھی بخش دو کیونکہ ابھی سب باوضو اور قبلہ رخ کھڑے ہو اس لئے اس وقت میں پڑھنا بہتر ہے ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور شبہ زیادتی نماز جنازہ پر دال ہے اور عالم کے کہنے کی وجہ سے لوگ سند پکڑتے ہیں۔ اس لئے ابھی نہ پڑھو تھوڑی دیر کے بعد پڑھ کر سب اموات کو بخش دیجو۔

اس سوال کا ایک جواب ایک شخص نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اس کے خلاف مولوی نے عدم جواز کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

بیشک اس طرح پر التزام کرنا اور پڑھنے کا حکم دینا ثابت نہیں ہے جو شخص منع کرتا ہے وہ صحیح کہتا ہے ایسی باتوں کی ابتداء خواہ نیک نیتی سے ہو لیکن اس کا انجام بدعت کی طرف پہنچ جاتا ہے پس کسی ایسی بات کو جس کا ثبوت نہ ہو ہرگز ایجاد نہ کرنا چاہیئے شریعت نے جتنی موت وحیات کے معاملات میں تعلیم دی ہے وہ بہت کافی ہے اس پر زیادتی کرنی اور نئی باتیں ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ فی الدر المختار و یسلم بلا دعاء بعد الرابعة فقط اس جواب کی تائید میں مفتی صاحب کیا کہتے ہیں۔ ؟

(الجواب) اقول وبه نستعین یہ صحیح ہے کہ عالم صاحب کو بعد نماز جنازہ اس فرمان کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور صحابہ و تابعین وائمہ دین کے تعامل سے ثابت نہیں نماز جنازہ کافی ہے ولکم فی رسول الله اسوة حسنة — والله تعالیٰ اعلم۔

میت کے دفن کے وقت اذان کہنا بدعت ہے

(سوال ۴۹) میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا کیسا ہے ؟

(الجواب) وقت دفن میت کے اذان کہنا بدعت ہے اور سلف سے منقول نہیں ہے شامی میں ہے۔ فی الاقتضاء علی ما ذکر اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره الخ وقد صرح ابن حجر فی فتاواه انه بدعة الی اخر ما حققه رحمه الله وفی الدر المختار وهو سنة للفرائض الخمس الخ لا یسن لغیرها کعید الخ و فی الشامی قوله لا یسن لغیر ها ای من الصلوٰة والا فیندب للمولود والمهموم والمصروع الخ۔ شامی نے اذان وقتِ دفن کا اس موقع پر بھی انکار کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زوجین مسلمین کو بوقت نکاح کلمہ طیبہ پڑھانا

(سوال ۵۰) اگر زوجین مسلمان ہوں تو ایجاب اور قبول سے پہلے کلمہ طیبہ اور امنت باللہ پڑھوانا کیسا ہے ہماری طرف اس کا رواج ہے اور یہ رواج کب سے ہے اور اگر یہ بدعت ہے تو بدعت کی کیا تعریف

ہے؟

(الجواب) جب کہ زوجین مسلمان ہیں اور کلمہ گو ہیں تو قبل ایجاب و قبول کے ان کو کلمہ طیبہ اور آمنت باللہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اور جیسا کہ عوام جہال میں رواج ہے کہ اس کو ضروری سمجھتے ہیں یہ بدعت ہے خیر القرون میں اس کا رواج نہ تھا اور ائمہ دین نے اس کا حکم نہیں کیا یہی علمائے سلف کا فتویٰ ہے اور عوام الناس کا بسبب جہالت کے اس کا التزام کرنا یہ اجماع نہیں ہے اجماع سلف کا معتبر ہے باقی یہ کہ رواج کس وقت سے ہوا اس کا حال نہیں معلوم ہماری بلاد میں تو اس کا بالکل رواج نہیں ہے جس جگہ یہ رواج ہو وہاں کے لوگوں سے دریافت کرنا چاہیئے کہ یہ رواج خلاف شرع کب سے ہے اور بدعت کی تعریف اور اقسام لکھنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ سائل کا جو اصل سوال تھا اس کا جواب ہو گیا- واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے بعد لا الہ الا اللہ کا التزام

(سوال ۵۱) ہر فرض نماز کے بعد زور سے لا الہ الا اللہ تین بار پڑھنا اور ایک بار محمد رسول اللہ پڑھنا اور بعد اس کے اللھم انت السلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر نا جائز ہے تو فرض نماز کے بعد کیا پڑھنا چاہیئے زور سے کلمہ پڑھنے سے مسبوق کی نماز میں خطرہ واقع ہوتا ہے؟

(الجواب) ہر فرض نماز کے بعد التزام اس کا بدعت و مکروہ ہے در مختار میں مسجد کے مکروہات میں رفع صوت بذکر کو بھی ذکر کیا ہے اور ہر چند کہ ذکر جہر جائز و مستحب ہے لیکن اس ہیئت خاص و التزام خاص کے ساتھ خصوصاً جب کہ تشویش مصلیان کا بھی اندیشہ ہے لاریب غیر ثابت بلکہ مکروہ ہے بدعت ہے فرض نماز کے بعد اللھم انت السلام الخ وغیرہ پڑھ کر اگر اس نماز کے بعد سنتیں ہیں تو سنت ادا کرنا چاہیئے ورنہ جو اور ادعیہ مقررہ ہیں وہ پڑھے یا جو کام چاہے کرے -واللہ تعالیٰ اعلم

قدم بوسی و قبر بوسی حرام ہے

(سوال ۵۲) قدم بوسی، قبر بوسی کے بارے میں فتویٰ مفصل ارقام فرمایا جائے-

(الجواب) اقول وباللہ التوفیق و فی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظماء حرام وان الفاعل والراضی أثمان کذافی التتارخانیۃ وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی اثمان کذافی الغرائب الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لا نہ یشبہ فعل المجوس کذافی جواھر الاخلاطی ویکرہ الانحناء عند التحیۃ و بہ ورد النھی کذافی التمر تاشی عالمگیریہ و عن انس ؓ قال رجل یا رسول اللہ(ﷺ)الرجل یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال ا فیلتزمہ و یقبلہ قال لا قال افیا خذ بیدہ و یصافحہ قال نعم رواہ الترمذی-

پس معلوم ہوا کہ جھک کر کسی کی قدم بوسی اور قبر بوسی کرنا نہیں چاہئیے جب کہ جھک کر سلام کرنا بھی درست نہیں ہے تو جھک کر قدم بوسی کرنا جو مشابہ بالسجود ہے کیسے درست ہو سکتا ہے اور قبر بوسی اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ تقبیل ارض ہے اور اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں تشبہ بالسجود ہے اور اس وجہ سے بھی حرام ہے کہ اس میں "تعظیم غیر اللہ" ہے و کل منھا حرام-واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بروز عرفہ غیر عرفات میں جمع ہو کر نماز پڑھنا بدعت ہے

(سوال ۵۳) موضع ننگل علاقہ بہلور میں ہمارے جدامجد نماز دوگانہ حج بروز عرفہ قبل نماز عصر ادا کیا کرتے تھے اور اس نماز میں ثواب حج حاصل کرنے کی نیت سے دیگر دیہات قرب وجوار کے لوگ اکثر شامل ہوا کرتے تھے اب بعض علماء منع کرتے ہیں کیا حکم ہے ؟

(الجواب) بروز عرفہ جمع ہونا لوگوں کا تشبہاً بالواقفین اور نفل باجماعت کثیرہ پڑھنا بخیال حصول ثواب حج لاریب بے اصل اور بدعت ومکروہ ہے-فی رد المحتار والحاصل ان الصحیح الکراھة کما فی الدر بل فی البحران ظاھر ما فی غایة البیان انھا تحریمیة الخ و فی شرح المنیة و انما مفاتیح ھذہ الاشیاء البدع الخ و ما لم یکن من امرھم فھو بدعة والبدعة اذا لم تستلزم سنة فھی ضلالة انتھیٰ. واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ داری گناہ اور بدعت ہے

(سوال ۵٤) بعض لوگ مسجد میں تعزیہ رکھتے ہیں اور مجلس کرتے ہیں جس میں مرثیہ پڑھے جاتے ہیں ان امور کا مسجد میں کرنا کیسا ہے اور ان کا اصرار کفر ہے یا نہیں ؟

(الجواب) تعزیہ داری اور مجالس مرثیہ خوانی وغیرہ ہر جگہ اور ہر وقت حرام اور گناہ کبیرہ ہے بالخصوص مساجد میں یہ کام کرنا سخت ظلم اور معصیت اور موجب عتاب الٰہی ہے مسلمانوں کو ایسی حرکات سے توبہ کرنا چاہئیے یہ امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں کفر نہیں ہیں اصرار کرنے والا ان امور پر فاسق ہے اور تعزیر کا مستحق ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

چند ضروری مسائل

(سوال ۵۵) (۱) بروز جمعہ بعد ادائے فریضہ چار رکعت نماز بہ نیت آخر ظہر پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟ (۲) جمعہ کے روز بعد اذان ثانی مناجات کرنا کیسا ہے (۳) اکثر جگہ رواج ہے کہ بعد نماز عید سب لوگ آپس میں مصافحہ کرتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور نوشہ کو بعد عقد اسی مجلس میں مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) (۱) و فی البحر قد افتیت مراراً بعدم صلوة الاربع بعدھا بنیة اخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة وھو الاحتیاط فی زماننا الخ درمختار- پس نماز جمعہ کے بعد چار رکعت بہ نیت آخر ظہر نہ

پڑھنی چاہئیے کما افتی به العلامة صاحب البحر (۲) مکروہ ہے اور ممنوع ہے وینبغی ان لا یجیب لسانه اتفاقافی الاذان بین یدی الخطیب باب الاذان و فی الشامی و اجلة الاذان حینئذ مکروہ۔ حدیث شریف میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوة و لا کلام الخ پس معلوم ہوا کہ بعد اذان ثانی جمعہ دعاء و مناجات زبان سے نہ کرے (۳) تخصیص مصافحہ کی کسی نماز کے بعد مکروہ ہے اس طرح تخصیص بعد عقد کے مکروہ ہے فی الشامی و نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوٰة بکل حال لان الصحابةؓ ما صا فحوا بعد اداء الصلوٰة ولا نها من سنن الروافض الخ و فیه عن المدخل و موضع المصافحة فی الشرع انما عند لقاء المسلم لاخیة لا فی ادبار الصلوٰة فحیث و ضعها الشرع یضعها الخ والله تعالیٰ اعلم

بزرگ کے پیروں کو بوسہ نہ دیں

(سوال ۵۶) کسی بڑے اور بزرگ کے پیروں کو بوسہ دینا اور چومنا کیا حکم رکھتا ہے مفصل بالدلائل جواب مرحمت ہووے؟

(الجواب) احوط وارجح عدم تقبیل رجلین ہے بعض صورتوں میں مشابہ سجدہ کے ہو جاتی ہے اور تقبیل ارض بین یدی العلماء والمشائخ باتفاق حرام و کبیرہ گناہ ہے بلکہ بعض فقہاء نے اس میں حکم کفر کیا ہے۔ کما فی الدر المختار و کذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام و الفاعل والراضی به اثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفران علی وجه العبادة و التعظیم کفر و ان علی وجه التحیة لا و صار اثما مرتکباً للکبیرة و فی الملتقط المتواضع لغیر الله حرام – درمختار

ترجمہ یہ ہے اور اس طرح وہ جو کرتے ہیں زمین کا چومنا سامنے علماء اور بزرگوں کے سو یہ حرام ہے اور اس فعل کا کرنے والا اور جو اس سے راضی ہو دونوں گناہ گار ہیں کیونکہ یہ فعل مشابہ ہے بت پرستی کے اور کیا کافر ہو جاتا ہے یعنی کرنے والا اس فعل کا سو اگر از راہ عبادت و تعظیم اس نے علماء و عظماء کے سامنے سر جھکایا ہے اور زمین بوسی کی ہے تو کافر ہو جاتا ہے اور اگر بطریق سلام اور تحیۃ کے ایسا کیا ہے تو کافر نہیں ہوتا اور گناہ گار مرتکب کبیرہ گناہ کا ہوتا ہے اور ملتقط میں ہے فروتنی یعنی زمین بوسی وغیرہ غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ ﷺ کا نام آنے پر انگلیوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر ملنا

(سوال ۵۷) اذان اور مجلس میلاد شریف میں جب رسول اللہ ﷺ کا نام آتا ہے، تو انگلیوں کو بوسہ دیکر آنکھوں کو لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس سے آنکھوں میں روشنی رہتی ہے اور دوسرے موقعوں پر ایسا نہیں کرتے اور جو ایسا نہیں کرتا اس کو ملامت کرتے ہیں؟

(الجواب) علامہ شامی نے اذان کے اندر بعض روایات کی بناء پر ایسا لکھا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ خاص

اذان کے اندر ہے اقامت میں ثابت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میلاد شریف میں بھی نہ کرنا چاہیے پھر یہ لکھا ہے کہ مرفوع حدیث سے اذان میں بھی ثابت نہیں ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ نہ کیا جائے اور جب کہ اس فعل کے کرنے والوں کا غلو حد سے بڑھ گیا ہے کہ تارک پر ملامت کرتے ہیں تو ایسی حالت میں ترک اس کا ضروری ہے احادیث اور فعل صحابہؓ سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا-واللہ تعالیٰ اعلم

بوقت ذکر آنحضرت ﷺ انگوٹھے چومنا

(سوال ۵۸)(۱) ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی-(۲) شامی میں ہے تتمه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله و عند الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله الخ - اس عبارت سے تقبیل ظفرین اگرچہ بطریق مرفوع ثابت نہ ہو مگر اس کی اصلیت ضروری معلوم ہوتی ہے جس سے اس کو بدعت کی حد میں لانا مشکل معلوم ہوتا ہے پھر ہمارے بزرگوں کا اس پر عمل نہ ہونا تعجب ہے اور وجہ متروک ہونے کی کیا ہے ؟

(الجواب)(۱) ہندوستان میں اراضی مملوکہ مسلمین کو عشری سمجھنا چاہیے (۲) وجہ ممانعت اور متروک ہونے کی یہ ہوئی کہ عمل درحقیقت بطریق اعمال کے تھا نہ بطریق سنیت کے پس جب کہ عوام اس کو سنت سمجھنے لگے اور تارک پر طعن و ملامت ہونے لگا تو ایسا امر اگر مستحب بھی ہو تو قابل ترک ہے اور صحابہ و تابعین کا اس پر عمل درآمد نہ ہونا دلیل ہے عدم ثبوت کی- فاتباع السنة خير من احداث بدعة - والله تعالى اعلم

صدقہ وخیرات کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرنا

(سوال ۵۹) جمعرات کے دن کھانا پکا کر واسطے ایصال ثواب موتیٰ کے دینا اور جمعرات کو اس کام کے لئے اس وجہ سے مقرر کرنا کہ یہ کام ایک وقت پر ہوتا رہے اور جمعرات کی تعیین و تخصیص ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ بدعتی لوگ سمجھتے ہیں آیا جمعرات کے روز کو محض ایصال ثواب کے لئے معین کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اگرچہ عقیدہ میں کچھ تخصیص ایصال ثواب موتیٰ کیلئے کسی دن اور تاریخ کی نہیں ہے تو دراصل اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور جب کہ زید اور اس کے بزرگوں کا عقیدہ تخصیص کا نہ تھا صرف مصلحت مذکورہ جمعرات کو اس کام کے لئے معین کیا گیا تھا تو ان کے حق میں یہ فعل دراصل جائز تھا مگر چونکہ جیسا خود عقیدہ کی خرابی سے بچنا چاہئے ایسا ہی دوسروں کو بھی بچانا چاہئے عوام کے خیال میں جمعرات کی تخصیص کچھ ایسی راسخ ہو گئی ہے کہ اس کام کا التزام ان کے نزدیک مثل لازم کے ہو گیا ہے پس بچنا اس تخصیص و تعیین سے سب کو ضروری ہو گیا کہ عوام کا عقیدہ درست ہو اور ان کے خیالات راسخہ نکل جاویں دوسرے ان لوگوں کے ساتھ مشابہت بھی نہ ہو جو عقیدہ تخصیص کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں-

الغرض اب یہ حکم ہے کہ اگرچہ زید کا عقیدہ صحیح ہو مگر اس کو یہ تعیین اور تخصیص اٹھا دینی چاہئے اگر دوام نہ ہو اور کبھی ناغہ ہو جائے یہ اس سے اچھا ہے کہ ایک بدعت لوگوں کے قلوب میں راسخ ہو-شامی میں

۵۲۴ جلد اول میں ہے-وما یفعل عقیب الصلوٰة فمکروه لان الجهال یعتقد و نها سنةً او واجبةً و کل مباح یودی الیه فمکروه الخ -

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کوئی فعل دراصل مباح بھی ہو مگر عوام جہال اس کو اس کی حد سے متجاوز کردیں اور معاملہ واجب کا سا کرنے لگیں تو چھوڑ دینا اس کا سب کو چاہئیے اور ارتکاب اس فعل کا سب کے حق میں مکروہ ہے اگرچہ ارتکاب کرنے والوں کا عقیدہ خراب نہ ہو-واللہ تعالیٰ اعلم

یارسول اللہ کہنا

(سوال ۶۰) یارسول اللہ کہنا کیسا ہے اور صلوۃ وسلام نبی کریم ﷺ پر جائز ہے یا کیا بعد نماز دعا آہستہ مانگی جائے یا کیونکر سماع موتی ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں اور قبور پر پھول چڑھانا جائز ہے یا نہیں اور قبل اقامت درود شریف پڑھنا کیسا ہے ؟

(الجواب) یارسول اللہ کہنا سوائے درود شریف کے دوسرے موقع پر نہیں کہنا چاہئیے اور صلوٰۃ وسلام رسول کریم ﷺ پر اگر بدون کسی آمیزش بدعات کے ہے تو اس کے افضل ہونے میں اور موجب ثواب ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور دعا بعد نماز آہستہ مانگنا افضل ہے اور سماع موتی ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور قبر پر پھول چڑھانا بدعت ہے اور قبل اقامت درود شریف پڑھنا ثابت نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

دفن میت کے وقت اذان کہنے کا حکم

(سوال ۶۱) میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا کیسا ہے ؟

(الجواب) وقت دفن میت کے اذان کہنا بدعت ہے اور سلف سے منقول نہیں ہے شامی میں ہے -فی الاقتضاء علی ماذکر اشارة الی انه لا باس بالاذان عند ادخال المیت فی قبره الخ وقد صرح ابن حجر فی فتاواه انه بدعة الی اخر ما حققه رحمه الله و فی الدر المختار وهو سنة للفرائض الخمس الخ لا یسن لغیرها کعید وفی الشامی قوله لا باس بغیرها من الصلوٰة والا فیندب للمولود والمهموم والمصروع الخ شامی نے اذان وقت دفن کا اس موقع پر بھی انکار کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مزار پر چادر چڑھانے کا حکم

(سوال ۶۲) ہندہ نے شاہ نظام الدینؒ کے مزار پر جاکر یہ منت مانی کہ فلاں مدعا میرا پورا ہو جائے گا تو نظام الدینؒ کے مزار پر چادر چڑھاؤں گی اور اثنائے گفتگو میں باصرار یہ بھی کہا کہ چاہے شرک ہو یا کچھ ، منت ضرور بالضرور پوری کروں گی چنانچہ ایسا ہی کیا یعنی چادر باصرار چڑھائی آیا اس صورت میں متذکرہ بالا میں ہندہ مشرکہ ہوئی یا نہیں اور نکاح فسخ ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) چادر چڑھانے کی منت مانگنا گناہ ہے شرک نہیں ہے پس یہ قول اسکا لغو ہے کہ شرک ہو یا کچھ اور

تاویل اس میں ممکن ہے پس چادر چڑھانے سے ہندہ گناہ گار ہوئی مشرک نہیں ہوئی اور اسکا نکاح فسخ نہیں ہوا۔واللہ تعالیٰ اعلم

بدون ختنہ نکاح جائز ہے اور عرس میں شامل ہونا بدعت ہے

(سوال ٦٣) سنا ہے کہ بدونِ ختنہ کے اگر لڑکے کا نکاح کردیا جائے تو نکاح صحیح نہیں ہوتا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟

(۲) عرس میں شریک ہونا اور عورتوں کو لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ غلط ہے کہ بدون ختنہ کے نکاح درست نہیں ہے یہ جاہلوں کی باتیں ہیں، بدون ختنہ ہوئے نکاح درست ہے۔کما هو مقتضى اطلاق النصوص قال فى الدر المختار وللولى الاتى بيانه انكاح الصغيرة جبراً ولو ثيباً الخ –

(۲) عرس میں جانا اور شریک بدعات ہونا، بدعت اور حرام ہے اور عورتوں کو لے جانا بھی وہاں حرام ہے۔وعن ابى هريرةؓ ان رسول الله ﷺ لعن زوارات القبور رواه احمد والترمذى الخ مشكوة شريف وقال عليه الصلوٰة والسلام كل بدعة ضلالة الحديث وقال عليه الصلوٰة والسلام من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد الحديث– واللہ تعالیٰ اعلم

بعض بدعات کی تردید

(سوال ٦٤) ربیع الاول میں کونڈا اور محرم میں کھچڑا اور صحنک گیارہویں وغیرہ بزرگوں کے نام پر کرنا اور قبروں پر چادریں چڑھانا کیسا ہے اور ایسا کرنے والا بدعتی وضال ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور میل جول رکھنا کیسا ہے اور ایسے عقائد والے کے ساتھ مومنہ حنفیہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ سب رسوم بدعت وضلالت ہیں اور مرتکب ان رسوم کا بدعتی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر وہ ان رسوم کو نہ چھوڑے تو اس سے متارکت لازم ہے اور اگر عقائد ان کے حد کفر کو نہیں پہنچے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن اچھا نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء اللہ سے دعائیں مانگنا بدعت اور شرک ہے

(سوال ٦٥) اولیاء اللہ کو حقیقۃً قادر اور متصرف جاننا اور ان سے مرادیں مانگنا اور مزاروں پر جا کر حاجتیں چاہنا کہ اے پیر صاحب مجھے ایک بیٹا دیدو اور میرا مقدمہ جتادو فلاں مقصود حاصل کردو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مولانا روم قدس سرہ کا قول اولیاء راہست قدرت ازالہ اس قول کا کیا مطلب ہے؟

(الجواب) قادر متصرف علی الاطلاق حقیقۃً حق تعالیٰ ہے کسی کے لئے اولیاء اللہ میں سے یہ صفت ثابت کرنا

عین شرک ہے آیات اور احادیث اس معنی میں بکثرت ہیں بندوں کا یہ فرض کہ وہ جو کچھ مانگیں اللہ سے مانگیں اور مدد چاہیں تو اللہ سے چاہیں اگر دعا کریں تو اللہ تعالیٰ سے کریں حدیث شریف میں ہے - واذا استعنت فاستعن بالله اور سورہ فاتحہ میں خود ارشاد ہے کہ اياك نعبد و اياك نستعين اور فرمایا ادعونی استجب لکم پس اولیاء اللہ سے مرادیں مانگنا اور ان کو متصرف جاننا سب دام شیطان ہے اور بدعت ہے اور شرک ہے اور شعر مولانا روم کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی دعا حق تعالیٰ قبول فرماتا ہے جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو عطا فرماتا ہے اگر مقتضائے حکمت ہو، جیسا کہ لفظ ازالہ خود اس پر شاہد ہے اور قدرت اس کو کہنا مجازاً ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

سوم، دہم، چہلم وغیرہ بدعات میں داخل ہیں

(سوال ٦٦) زید کا قول ہے کہ اہل میت کو پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا اور قبر پر کھانا اور شیرینی لے جانا اور قاریوں کو کلام اللہ پڑھوانے کو جمع کرنا مکروہ ہے اور اہل میت سے ضیافت لینا بھی مکروہ ہے اور دہم و چہلم وغیرہ کا کھانا فقہاء و صلحاء کو مکروہ ہے بکر کہتا ہے کہ زید کا قول غلط ہے ہر صورت اہل میت کا کھانا درست ہے ہر دو میں کس کا قول صحیح اور کس کا قول غلط ہے ؟

(الجواب) زید کا قول صحیح ہے بکر خلاف حکم شریعت کہتا ہے رد المحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے - ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لا نه شرع فى السرور لا فى الشرورو هى بدعة مستقبحة روى الامام احمد و ابن ماجة باسناد صحيح عن جابر بن عبدالله ؓ قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة و فى البزازيه و يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث و بعد الاسبوع و نقل الطعام الى القبر فى المواسم و اتخاذ الاعدة لقراء ة القران و جمع الصلحاء و القراء للختم او لقراء ة سورة الانعام والاخلاص - الغرض زید کا قول اس بارے میں صحیح ہے سوم، دہم، چہلم سب ممنوع و بدعت ہے اور کھانا میت کا موافق تفصیل فقہاء مکروہ ہے بکر کا قول بلا دلیل ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۴۷ھ کا ایک فتویٰ فاتحہ مروجہ کے بارے میں

(سوال ٦٧) الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد: ماہ ذی الحجہ کی تعطیلوں میں امسال فقیر کو سفر مرادآباد پیش آیا بحالت سفر قصبہ ٹانڈہ بادلی متعلقہ ریاست رام پور میں قیام تھا میرے معزز و معمر میزبان حافظ عبدالرحیم خاں صاحب کے والد کی قلمی و مطبوعہ کتابوں میں اتفاق سے ایک فتویٰ نظر سے گزرا جس کو حافظ صاحب کے والد حافظ میاں باقی محمد خاں صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے دوسری کتابوں کے ساتھ مجلد و محفوظ کر دیا تھا آخر میں حافظ صاحب موصوف اس فتوے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں-

بماہ صفر ۱۲۴۷ھ جناب مولوی محمود علی صاحب ساکن شہر بریلی وعنایت اللہ خاں صاحب ساکن موضع موہن پور متعلقہ قصبہ پیلی بھیت باہم متفق شدہ بخدمت حضرت مولانا سید محمد حیدر علی صاحب رامپوری تشریف آوردند بمکان مولانا موصوف اقامت ورزیدند وفتوی دربارہ فاتحہ مروجہ پیش کش حضرت والا نمودند-الخ

اس تحریر سے اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فتوے کے مفتی مولانا مولوی سید محمد حیدر علی صاحب ہیں جواب سے ایک سو دس سال پیشتر ریاست رام پور کے نامی گرامی اجلہ فضلاء ومحدثین میں سے تھے وہ رام پور جہاں اب تک علمائے حقانی کا اثر بہت کم اور علمائے سوء اور جہلائے متبدعین کا بہت زیادہ ہے یہ فتوی فارسی میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی زمانے میں چھپ بھی چکا ہے مگر میرے لئے یہ بالکل ایک نئی اور عجیب شے تھی فتوے کی جامعیت کو دیکھ کر بے اختیار دل میں آیا کہ اس کا ترجمہ با محاورہ کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کردوں تا کہ عوام اہل اسلام متنبہ ہو جائیں کہ جو علماء کے اثرات کو یہ کہہ کر زائل کرنا چاہتے ہیں کہ کیا پہلے مولوی نہیں تھے جو رسوم مروجہ کو دور کرتے آج تم لوگ نئی نئی باتیں پیش کرتے ہو وہ واقف اور خبردار ہو جائیں کہ علمائے حقانی ہر زمانے میں رسومات بدعت کی بیخ کنی فرماتے رہے ہیں اور ہر زمانے میں اہل زمانہ تمہاری طرح ان کو رد کرتے چلے آئے ہیں- فقط واللہ الموفق والمعین فقیر محمد احمد اللہ عمری مظفر نگری عفی عنہ متعلم دورہ تفسیر وحدیث دارالعلوم دیوبند یکم صفر ۱۳۵۷ھ

(صورت مسئلہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس صورت میں کہ مسلمانوں کے ایک گروہ میں یہ رواج ہے کہ بزرگوں اور مردوں کے نام سے کھانا پکاتے ہیں اور اپنے اعزہ واقارب وغیرہ کو مدعو کرتے ہیں مگر جب تک اس کھانے پر پکنے کے بعد سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی نہ خود اس میں تصرف کرتے ہیں نہ صاحبان ضیافت کو کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور فاتحہ اس طرح دلائی جاتی ہے کہ کھانا پکا کر سب کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور چند اشخاص یا کسی خاص شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اس پر فاتحہ پڑھ کر کھانے کا ثواب فلاں کی روح کو بخش دو-وہ شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص یعنی قل ہو اللہ اور تکبیر (اللہ اکبر) اور درود شریف اس کھانے پر پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ثواب اس کا اور اس کلمہ وکلام کا فلاں کی روح کو بخش دیا-شرعاً اس قسم کا عمل سنت ہے یا مستحب یا مباح-بینوا توجروا

(الجواب) صورت مرقومہ میں اگر کھانا متوفی بزرگوں کے نام سے بطور نذر کے پکایا جائے تو یہ نذر بذاتہ حرام اور شرک ہے کیونکہ نذر غیر اللہ تبارک وتعالی جائز نہیں اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے آیۃ ولاتجعلوا للہ انداداً الایہ کی تفسیر میں غیر اللہ کی نذر ماننے والے کو مشرکین میں سے قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں-"ازاں جملہ کسانیکہ در ذبح ونذور وقربانیہا باخدا دیگراں راہمسری کنند-انتہی-یعنی وہ لوگ بھی مشرکوں ہی میں شمار ہوں گے جو قربانی اور ذبیحہ اور نذروں کے ماننے میں دوسروں کو اللہ تعالی کے برابر کردیتے ہیں اور اگر پکا ہوا کھانا خالصاً لوجہ اللہ کرتے اور دعوت کر کے لوگوں کو کھلاتے ہیں اور اس کا ثواب متوفیوں اور بزرگوں وغیرہ کو بخشدیتے ہیں تو اس صورت میں اس کا ثواب انہیں بزرگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ

مردے زندوں کے اعمال حسنہ سے جوان کے لئے کئے جائیں نفع اٹھاتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ بزازیہ ودر مختار میں مذکور ہے - انه ينفع الميت خلافا لمالك عليه المعتزلة بناء على ان عمل الخير لا ينفع الغير وقد عرف فى الكلام وقد شهده الاثار بالمختار و عليه العمل فى الامصار فى كل الاعصار وانه حجة - یعنی عمل خیر میت کو نفع دیتاہے اگرچہ مالکیہ اس کے خلاف ہیں اور معتزلہ ان کی تائید کرتے ہیں اسی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ عمل خیر سوا اپنی ذات کے دوسرے کو نفع نہیں دیتا مگر ان کے خلاف علماء علم کلام سے قول پسندیدہ اور آثار صحابہ (مفتی بہ) شاہد ہیں کہ (میت کو عمل خیر من الغیر ضرور نفع دیتاہے) اسی پر مختلف بلاد وامصار میں ہر زمانے میں عملدرآمد رہاہے اور یہی ہمارے لئے حجت ہے مگر فاتحہ کی جو رسم ہندوستان کے مسلمانوں میں رائج ہے وہ نہ سنت ہے نہ مستحب، نہ مباح بلکہ سراسر سنت سنیہ حضور سرور عالم ﷺ کے خلاف ہے بچند وجوہ-

وجہ اول- یہ کہ خالصاًلوجہ اللہ کھانا پکاکر مہمانوں کو کھلانا فی نفسہ مسنون ہے اور حضور ﷺ اور صحابہ کا اس پر معمول رہاہے اور کھانا کھلانے میں چار باتیں فرض ہیں اور چار سنت- جیساکہ فتاویٰ تاتارخانی میں ہے- اما الاربعة التى هى فريضة اولها ان لا تاكل الامن الحلال - والثانى ان تعلم انه من الله تعالى و الثالث ان تكون راضياً والرابع ان لا تعصى الله تعالى ما دامت قوة الطعام فيك واما الاربعة التى هى سنة- او لها ان تسمى الله تعالى فى الابتداء والثانى ان تحمد الله تعالى فى الانتهاء و الثالث ان تمضع مضغاً تاماً والرابع ان لا تنظر الى لقمة غيرك و ايضا فيه ومن سنته ان يحمد الله تعالى اذا فرغ من الطعام ولا ينبغى ان يرفع صوته بالحمد الا ان يكون جلسائه فرغ من الاكل-

یعنی وہ چار باتیں جو کھانا کھلانے کے لئے فرض ہیں ان میں سے ایک یہ کہ تم کو سوائے اکل حلال کے مال حرام اور مشتبہ میں سے نہ کھلاوے -دوسرے یقین کے ساتھ جان لو کہ توفیق اطعام اللہ کی طرف سے اور تم پر اس کا احسان ہے- تیسرے یہ کہ فراغ حوصلگی اور رضائے قلبی کے ساتھ کھلاؤ- چوتھے یہ کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے تم کو کھانا کھلانے کی قوت دی اور ہمت دی ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کیجو-

اور ان میں سے چار سنتیں ہیں جو مہمانوں اور میزبان دونوں کے لئے باعث اجر عظیم ہیں اول یہ کہ ابتداء طعام میں بسم اللہ پڑھے -دوسرے یہ کہ ختم طعام پر اللہ کا شکر زبان سے ادا کرے یعنی الحمد للّٰہ کہے- تیسرے یہ کہ ہر ہر لقمے کو اچھی طرح چبائے (اہل اللہ کا تجربہ ہے کہ جس قدر زیادہ باریک ہوکر لقمہ حلق سے اترے گا اسی قدر اندرونی نورانیت اور اشراق قلب پیدا ہوگا نیز یہ کہ خوب چباکر کھانا حکماء وصلحاء امت کا طریقہ ہے اور توچل میں آیا پر عمل کرنا بے وقوفوں اور چوپایوں کا کام ہے- فاختر ما يحلولك ۱۲مترجم غفرلہ)- چوتھے یہ کہ دوسرے کے لقمے پر نظر نہ ڈالے، نیز اس میں یہ بھی لکھاہے کہ سنت طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کھانے سے فارغ ہو الحمد لله، کہے مگر آہستہ جب تک کہ ابھی دوسرے فارغ نہ ہوئے ہوں جب اہل محفل کھانے سے فراغت کر چکے ہوں اس وقت باوازبلند الحمد لله کہنے میں کوئی حرج نہیں-

(فائدہ زائدہ از بندہ مترجم) دعائے مسنونہ ختم طعام پر پڑھنا زیادہ باعث ثواب ہے یعنی الحمد لله الذى

اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین اللہ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہم کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمان (فرمانبردار اپنا) بنایا۔ یا مثل اس کے اور مسنون دعاء کتب حدیث میں سے یاد کرلے اور اپنے میزبان کے شکریہ میں اس کے لئے ان الفاظ میں دعا کرے اللھم بارك لھم فیما رزقتھم واغفرلھم وارحمھم اے اللہ ان کے واسطے اپنے انعامات میں برکت دے جو تو نے ان کو دیئے ہیں اور ان کی مغفرت کر اور ان پر رحم فرما۔

پس اس بارے میں سنت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور ختم طعام پر الحمد پڑھی جائے اور یہی طریقہ زمانہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور فقہائے مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور حرمین شریفین کے رہنے والوں میں رائج ہو بلکہ تمام ملک حجاز میں آج تک اسی طرح جاری ہے اس صورت میں فاتحہ مروجہ مسلمانانِ ہند بے شبہ ناروا اور ناجائز ہے جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ عن العرباض رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ ذات یوم ثم اقبل علینا وجھہ فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون ووجلت منھا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ ھذہ موعظۃ مودع فاوصنا فقال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبداحبشیا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافًا کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ۔

یعنی عرباض بن ساریہ صحابیؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور ایسا بلیغ وعظ فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں اس سے بہنے لگیں اور دل کانپ اٹھے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وعظ تو اس شخص کا سا وعظ ہے جو اہل وعیال کو سفر پر جاتے وقت بوقت رخصت سنائے آپ ہم کو اور وصیت فرمائیں (کہ آپ کے بعد ہمارے کام آئے) پس فرمایا آپ ﷺ نے میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے حاکم کی بات سنو اور مانو اگرچہ وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میرے طریقے اور میری ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو نہ چھوڑنا بلکہ اس پر مضبوط جمے رہنا اور اس کو اپنے دانتوں سے مضبوط و مستحکم تھامے رہنا اور نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نئی بات (دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ و ایضاً فیہ عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فمن رغب عن سنتی فلیس منی و ایضاً فیہ عن عمر و ابن عوفؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین لیارزالی الحجاز کما یارز الحیۃ الی حجرھاولیعلقنّ من الحجاز معقل الارویۃ من راس الجبل ان الدین بدأ غریبا و سیعود کما بدأ فطوبٰی للغرباء وھم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی۔

یعنی اسی مشکوٰۃ میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضرت انسؓ سے کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پس جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں نیز یہ کہ عمرو بن عوفؓ روایت کرتے ہیں۔ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بے شک دین (اسلام) حجاز میں اس طرح مضبوطی سے جم جائے گا جیسا کہ

سانپ اپنے بل میں چمٹ جاتا ہے اور لوگوں کو چاہئیے کہ وہ حجاز سے ایسے بندھ جائیں جس طرح پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی سے (پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ کرلیتا ہے) بے شک دین شروع میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا پس خوش خبری ہو جیو غرباء کو اور وہ۔وہ لوگ کہ ایسے وقت دین کی اصلاح کریں گے جب کہ میرے بعد میری سنت کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو گا۔

(فائدہ جلیلہ از مترجم) اس حدیث میں بعض کم علم واعظ غریب اور غرباء کا ترجمہ محاورہ اردو کے موافق بے زر غریب اور مفلس کر کے ، غریب مسلمانوں کو خوش کرتے اور اپنا الو سیدھا کر لیتے ہیں حالانکہ لغت حجاز میں غریب اس اجنبی مسافر کو کہتے ہیں جس کو پردیس میں کوئی جانتا نہ ہو مقصود یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غربت اجنبیت سے ہوئی جب کہ اس کا کوئی ہمدرد و مونس نہ تھا وطن میں مسافر وانجان تھا مکہ والے سوائے چند انفاس طیبہ کے سارے دشمن تھے اہل مدینہ کی نصرت واعانت سے مستحکم ہوا آخر میں بھی کوئی یار و مددگار نہ رہے گا سوائے ایک اجنبی جماعت علماء کے جن کو اہل زمانہ اجنبی سمجھیں گے اور انہیں کے اخلاص وللّٰہیت پر اسلام قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ سنت نبوی ﷺ کو جو مٹ چکی ہو گی دوبارہ قائم کریں گے پس ان اصلاح کنندہ مہدیین کو رضاء وبقاء باری تعالیٰ کی بشارت ہو۔

وجہ دوم- یہ کہ امر دین میں کوئی نئی بات بعد زمانہ رسالت ﷺ اور عہد مبارک صحابہ وتابعینؒ کے پیدا ہو اور مخالف سنت پیغمبر ﷺ اور عمل صحابہ و مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے جو شے بھی ظاہر ہو گی مثل فاتحہ مروجہ مسلمانان ہندوغیرہ کے وہ ضرور نہایت مکروہ ہو گی۔

وجہ سوم- یہ کہ مالی خیرات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ایک نقدی مثل روپیہ اشرفی وغیرہ تقسیم کرنا یا غلہ کی جنس سے گیہوں، چنا، چاول وغیرہ صدقہ کرنا یا پارچہ جات سوتی مثل سریصاف، تن زیب، محمودی وغیرہ خیرات کرنا اور ان کے علاوہ چوپائے ڈھور ڈنگر، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے وغیرہ اللہ واسطے دینا اور راہ خدا میں، ہتھیاروں، ظروف مسی (برتن) وغیرہ ہبہ کرنا اور باغات و حویلی وغیرہ وقف فی سبیل اللہ کرنا تعجب(۱) ہے کہ ان سب کو خیرات کرتے وقت کسی ایک پر بھی رسمی فاتحہ نہ پڑھی جائے سوائے پکے ہوئے کھانے کے آخر اس کا سبب کیا ہے؟ اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ ہندی مسلمانوں نے بہت سی باتیں باہمی میل جول کے اثر سے متاثر ہو کر اپنی ہمسایہ قوم ہندوؤں سے لیلی ہیں اور ان کو کسی قدر تغیر کے ساتھ اپنے اندر رواج دے دیا ان میں سے بعض صریح کفر اور شرک محض ہیں جیسے کہ بزرگوں کے مزارات پر سجدہ کرنا اور ان کے نام کی نذریں مان کر قربانی وذبیحہ کرنا اور ان بزرگوں سے بذاتہ (بلاواسطہ) التجا کر کے مال اولاد رزق وغیرہ مانگنا۔

ایسے ہی بعض باتیں ان میں سے حرام محض ہیں جیسے کنگنا، سہرا، منڈھا، دوگڑھ وغیرہ لغویات شادی بیاہ نکاح وغیرہ میں بجالانا اور رسوم۔چہلم معلوم کر کے ان میں نئے کام نہ کرنا۔

(۱) شریعت میں نہیں کچھ اس کی بنیاد ہے عبد البطن ملانوں کی ایجاد۔ ۱۲ مترجم

نیز تیتر گیدڑ وغیرہ کی آوازوں سے شگون لینااور بیواؤں کا نکاح ثانی نہ کرنا۔بلکہ جبراً ان کو نکاح سے روکنا ایسے ہی بعض ان میں سے مکروہ ہیں (بکراہت تحریمہ) مثل فاتحہ مروجہ کے۔

اب جاننا چاہیئے کہ اہل ہنود جو نیک عمل اپنے گمان میں کرتے ہیں بلا کسی قید کے بجالاتے ہیں سوا پکے ہوئے کھانے کے جب کہ اس کا ثواب اپنے مردوں کو پہنچانا چاہتے ہیں اس کو اپنی اصطلاح میں کناگت کہتے ہیں جب تک کہ زناردار (برہمن) کھانا سامنے رکھ کر اس پر اپنی پڑھائی (گاتری کے منتر) پڑھ کر مردوں کو نہیں پہنچالیتا ہے اس کھانے میں کچھ بھی تصرف جائز نہیں سمجھتے۔

ہندی مسلمانوں نے اس طرز کو پسند کر کے اپنے موتی (مردوں) کو ثواب پہنچانے کا طریقہ فاتحہ کی صورت میں اپنے یہاں رائج کر لیا مگر چونکہ یہ عمل سنت نبوی ﷺ کے خلاف مانا جاچکا ہے زمانہ خیر القرون صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک اور خود حرمین شریفین کے رہنے والوں کے نزدیک بھی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس لئے کسی صورت میں بھی اشد کراہت سے خالی نہیں جیسا کہ مشکوۃ شریف میں وارد ہوا ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ ابغض الناس الى الله ثلثة ملحد فى الحرم و متبع الاسلام سنة الجاهلية و مطلب دم امرء بغير حق ليهر يق دمه -

یعنی ؟ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ تر دشمن تین شخص ہیں ایک ناحق کسی شخص کے حرم مکہ کے اندر کجروی کرنے والا یعنی امور محرمہ کا ارتکاب کرنے والا۔

دوسرا اسلام میں رسوم جاہلیت کا رواج دینے والا یعنی کفر کی رسم وراہ طلب کرنے والا۔

تیسرا ناحق کسی شخص کے خون کا طلب کرنے والا **و فى بزازيه مروى عن ابن المبارك رؤى فى المنام قيل له ما فعل الله بك قال عاتبنى و او قضنى ثلاثين سنة بسبب انى نظرت باللطف الى مبتدع فقال لم لا تعادى عدوى فى الدين** یعنی فتاوی بزازیہ میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔دریافت کیا کہ اللہ تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہا مجھ پر عتاب ہوا اور تیس سال جواب دہی کے لئے موقف میں ٹھرائے رکھا محض اس قصور پر کہ میں نے ایک بدعتی کو نگاہ لطف سے دیکھا تھا۔پس مجھ سے کہا گیا کہ کیوں تو نے میرے دین کے دشمن سے عداوت نہ رکھی (اعاذنا اللہ منہا)

رفع اشکال۔ شاید کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص و تکبیر و درود کا پڑھنا فی نفسہ عبادت ہے اور یہی عبادت فاتحہ مروجہ میں ہے پس اس صورت میں فاتحہ خوانی کیوں مکروہ ہوئی ؟

پس جاننا چاہیئے کہ ہر عبادت کے لئے احکام شرعی کے مطابق ایک محل و مقام مخصوص ہے خصوصاً فاتحہ و تکبیر وغیرہ کے لئے اگر یہ عبادت بے محل واقع ہو گی تو اس کے پڑھنے والے پر ضرور عتاب ہوگا جیسا کہ نماز فرائض وغیرہ میں ایک ایک مرتبہ رکعت میں سورہ فاتحہ مشروع ہے اور تشہد میں التحیات اگر کوئی شخص ہر رکعت میں یا کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ دو مرتبہ پڑھے یا التحیات میں الحمد پڑھ دے اگر سہوا ہو تو سجدہ سہو

لازم آئے گا ایسے ہی قعدہ اولی میں درود شریف پڑھنا سجدہ سہو کو مستلزم ہے وعلی ہذا القیاس دیگر اعمال کو بے محل وبے موقع اداکرنا صحابہ کرامؓ خلاف سنت پر عمل کرنے کی ممانعت نہایت شدت کے ساتھ فرماتے تھے اگر چہ وہ عمل فی نفسہ عبادت ہو، چنانچہ فتاوی تار تار خانی میں ہے - وقد صح انه قيل لا بن مسعودؓ ان قوماً اجتمعو ا فی مسجد يهللون و يصلون علی النبی ﷺ و يرفعون اصواتهم فذهب اليهم ابن مسعودؓ وقال ما عهدنا هذا علی عهد رسول الله ﷺ وما اراكم الامبتدعين فما زال يذكر ذلك حتى اخرجهم من المسجد - یعنی یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا گیا کہ ایک قوم مسجد میں جمع ہو کر لا اله الا الله اور درود شریف کاوردبآواز بلند کیا کرتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ اس مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ پر کبھی ایسا طریقہ مقرر نہیں کیا اور میں تم کو نہیں دیکھتا ہوں مگر یہ کہ تم لوگ بدعتی ہو برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا-

وجہ چہارم- یہ کہ ہر عمل خیر پر اس وقت ثواب مترتب ہوتا ہے کہ جب کہ وہ عمل تمام ہو جائے اور عمل خیر کی نیت کرنے سے وہ عمل تمام نہیں ہوتا اور صدقے کا عمل اس وقت تمام ہو گا جب کہ وہ صدقہ مستحقین کو پہنچ جائے اور جب تک کھانا مالک کے قبضہ و تصرف میں ہے اس پر ثواب کا ترتب نہیں ہوتا اس خیالی ثواب کا موتیٰ کو بخشنا محض لغو اور باطل ہے-

اور نہایت عجیب بات ہے کہ ایسے ثواب کے پہنچانے میں گویا مردوں کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ بغیر ثواب کے مترتب ہوئے اس عمل کا ثواب انکی طرف عائد کرتے ہیں اور جس وقت مستحقین کو وہ عمل خیر صدقہ وغیرہ پہنچ جاتا ہے اس وقت خاموشی اختیار کرتے اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس طعام کا ثواب بخش دیا یہ امر محض شیطانی شعبدہ ہے کہ ناحق ان بیچاروں کو غلطی میں ڈالتے ہیں اس لئے کہ شرع شریف میں ثواب کا بخشنا قبل از حصول محض لغو ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص قرآن شریف پڑھنے سے پہلے کہے کہ میں نے قرآن شریف کا ثواب جس کی نیت میں کر رہا ہوں فلاں میت کو بخش دیا ایسا کلام صریح لغو اور بے فائدہ ہے-

وجہ پنجم: یہ کہ کھانا کھلانے اور قرآن شریف پڑھنے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا حالت تعزیت اور سوگ میں شرعاً مکروہ ہے جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے - و يكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول و الثالث و بعد الا سبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم و اتخاذ الدعوة لقراء ة القرا ن و جمع الصلحاء و الفقراء للختم او لقراء ة سورة الانعام و الاخلاص و الحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لا جل الاكل يكره - یعنی میت کے مرتے ہی پہلے اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا اور کھلانا مکروہ ہے اور قبر میت پر لے جانا مخصوص موسموں میں (مثل ایام عرس وغیرہ کے) اور لوگوں کو دعوت دینا قرآن شریف پڑھنے کے لئے اور صلحاء و فقراء کو ختم قرآن کے لئے یا سورہ انعام و سورہ اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا-

حاصل کلام یہ کہ قرآن شریف پڑھوانے کے وقت مجلس اکل وشرب منعقد کرنا ہر حال میں مکروہ

ہے اور فاتحہ مروجہ میں یہ تمام صورتیں کراہت کی ظاہراً موجود ہیں۔
وجہ ششم۔ کہ یہ ہاتھ اٹھانا صرف دعا کے لئے مشروع ہے جیسا کہ فتاوی تار تار خانی اور السفنانی میں ہے۔
عن محمد بن حنفیةؒ قال الدعاء اربعة۔
(۱) دعاء رغبة (۲) ودعا رهبة (۳) و دعاء تضرع (٤) دعاء خفية و فی دعاء الرغبة يجعل بطون كفيه الى السماء و فی دعاء الرهبة يجعل ظهر كفيه الى وجهه و فی دعاء التضرع يعقد الخنصر و البنصر و يحلق الوسطى والا بهام و يشير بالسبابة و دعاء الخفية ما يفعله المرء فی نفسه ۔ یعنی محمد بن حنفیہؒ سے روایت ہے کہ دعاء کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔

ایک دعاء رغبت (اللہ تعالی کی مغفرت اور دنیا اور آخرت میں اس کے انعام جنت اور دیدار الٰہی کی طلب و خواہش کے اظہار کے لئے دعا مانگنا)

دوسری دعاء رہبة (اللہ کے قہر و غضب اور زیغ قلب سے پناہ مانگنے اور آخرت میں اس کی ناراضی اور دوزخ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے دعا کرنا)
تیسری دعا تضرع (نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر دعا مانگنا)
چوتھی دعاء خفیہ (دل ہی دل میں یا آہستگی اللہ تعالی سے کچھ طلب کرنا)

دعاء رغبة میں ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف پھیلائے اور دعاء رہبة میں اپنی ہتھیلیوں کی پشت کو اپنے چہرے کے مقابل رکھے جس طرح فریاد کرتے ہوئے رکھتا ہے اور دعاء تضرع میں خنصر و بنصر کو ہتھیلی سے ملا کر بیچ کی انگلی (وسطیٰ) اور ابہام (انگوٹھے) سے حلقہ کرے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کرے اور دعاء خفیہ (پوشیدہ) بغیر زبان ہلائے دل ہی دل میں دعا کرے۔

پس فاتحہ مروجہ میں کھانے پر ہاتھ اٹھانا ان دعاؤں میں سے کسی ایک دعاء کے لئے بھی نہیں بلکہ یہ تو محض ایک عطا اور بخشش ہے کیونکہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اس طعام و کلام کا ثواب فلانے کی روح کو بخش دیا اور عطاء دعاء کا بالکل عکس ہے، پس اس صورت میں ہاتھ اٹھانا صریح خلاف شرع ہے۔
(**ایک خطرہ کا جواب اور شبہ کا ازالہ**) اگر کسی کے دل میں یہ خطرہ گزرے کہ سورہ فاتحہ فی نفسہ دعا ہے پس فاتحہ مروجہ میں کیوں یہ دعاء سے خارج ہو گئی اس کی توضیح اس طرح ہے کہ سورہ فاتحہ اس وقت دعا ہوتی ہے جب کہ دعاء کی نیت سے پڑھی جائے اور رسمی فاتحہ میں تو سرے ہی سے دعا مد نظر نہیں بلکہ مقصود سورہ فاتحہ وغیرہ کی قراءت کا ثواب ہے، جو کہ ارواح اموات کو بخشا جاتا ہے نیز حالت قراءت میں سورہ فاتحہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا کسی راویت سے ثابت نہیں ورنہ حالتِ نماز میں جو کہ تمام عبادات کا خلاصہ ہے اور جامع ہے قراءت فاتحہ کے وقت ہاتھ اٹھانا مشروع ہوتا۔

اس کے علاوہ یہ قیاس اس وقت درست ہوتا جب کہ فاتحہ دینے والے صرف سورہ فاتحہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے اور سورہ اخلاص وغیرہ پڑھتے اور مردوں کا نام لیتے وقت ہاتھ چھوڑ دیا کرتے چونکہ رواجاً اول سے آخر تک ہاتھ اٹھائے رکھتے ہیں اس لئے فاتحہ مروجہ اول سے آخر تک حکم واحد میں ہے (یعنی تمام مجموعہ

دعاء نہیں بلکہ عطاء ہے جیسے کہ اوپر ثابت کیا گیا پس اس صورت میں سورہ فاتحہ کو دعاء قرار دینا اور اس کی آڑ لینا بالکل ایسا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا دریا میں تنکے کا سہارا ڈھونڈ تا ہے جو بے سود لاحاصل ہے بلکہ اگر کوئی اس رسم کا مؤید یہ کہے کہ میں تو صرف سورہ فاتحہ کو بطور دعاء کے ہاتھ اٹھا کر پڑھتا ہوں اور اس کے بعد میت کی بخشش و مغفرت اللہ تعالی سے طلب کرتا ہوں اور جو خود دعاء ہے اس کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز وروا ہے پھر بھی یہ صورت موافق قاعدہ شرعیہ کے درست نہیں کیونکہ شرعاً کھانے کو دعا کے لئے قبلہ بنانا اور دعا کو حضوری طعام کے ساتھ مشروط کرنا جائز نہیں۔

وجہ ہفتم۔ یہ کہ اجابت دعا کے لئے احادیث صحیحہ کے مطابق تین قسم کے محل و موارد اور اوقات ثابت نہیں اور فاتحہ مروجہ ان تینوں اقسام سے خارج ہے۔

اول اوقاتِ اجابت۔ مثل شب قدر (شعبان میں ہو یا رمضان میں) اور روز عرفہ اور ماہ رمضان، نیز شب جمعہ (۱) اور آدھی رات کا وقت اور آخر تہائی رات اور صبح صادق اور جمعہ کے دن ایک ساعت مقبولیت وغیرہ۔ دوسرے احوال اجابت دعاء یعنی دعاء کن کن حالات میں مقبول ہوتی ہے وہ یہ ہیں ہر اذان نماز کے بعد سے اقامت صلوٰۃ تک، اور بعد اذان سننے اور ختم ہونے کے۔ اور جہاد میں صف آرائی کرتے وقت، روزہ افطار کرتے وقت، تلاوت قرآن مجید کے بعد متصل اور جس وقت بارش ہو رہی ہو وغیرہ۔

تیسرے مکانات اجابت۔ یعنی کن کن مکانات کو اجابت دعاء کے لئے خصوصیت حاصل ہے منجملہ ان کے اکثر مقامات حرم محترم و مکہ معظمہ، مثل طواف، زیر میزاب رحمت، خانہ کعبہ کی داخلی میں، چاہ زمزم پر، صفاء مروہ کے میدان میں، سعی صفا مروہ کی حالت میں، مقام ابراہیمؑ میں، میدان عرفات میں اور مزدلفہ و منیٰ میں، رمی جمرات کرتے ہوئے وغیرہ پس کھانے کا سامنے رکھ کر دعا کرنا اور قبولیت دعا کی آرزو کرنا ان تینوں اقسام سے خارج اور سعی لاحاصل ہے۔

وجہ ہشتم۔ یہ کہ حکم شرعی یہ ہے کہ جس وقت کھانا سامنے آئے فوراً بلا تاخیر کھانا شروع کر دے اس وقت توقف و تاخیر ناروا ناجائز ہے، یہاں تک کہ اگر روٹی یا چاول مثلاً آگئے ہیں اور ابھی قیلہ یا شوربا وغیرہ نہیں پہنچا تو اس کا بھی انتظار نہ کرے (۲) جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے **لا ینتظر الادام بعد حضور الطعام** ۔ یعنی کھانا سامنے آنے کے بعد سالن کا انتظار نہ کرے بلکہ کھانا سامنے آنے پر نماز جماعت کو مؤخر کر دینا جائز ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا وضع عشاء احد کم و اقیمت الصلوٰة**

---

(۱) کھانے پر فاتحہ دلوانے کا رواج عموماً جمعرات کی رات کو ہے یہ اس لئے نہیں کہ شب جمعہ مقبولیت دعاء کا محل ہے بلکہ ان لوگوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ جمعہ کی رات میں دنیا بھر کے مسلمان مردے اپنے اپنے زندہ عزیزوں کے گھر ثواب کے امیدوار ہو کر آتے ہیں چونکہ اس کا ثواب کسی صحیح حدیث سے نہیں اس لئے یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے رہا مقبولیت دعا کا وقت جمعرات کا دن یا جمعہ کی رات کا ہونا اس کا تو سرے سے نیت ہی نہیں اور الاعمال بالنیات اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے وہ یہاں مفقود ہے لہذا یہ بھی باطل ہوا۔ واللہ تعالی اعلم ۱۲ ابدہ و مترجم غفر لہ۔

(۲) ہم نے اپنے اساتذہ اور اکابر کو دیکھا کہ مجلس دعوت میں جب کھانا ان کے سامنے رکھا گیا تو ایک لقمہ سے ابتداء بالطعام کر دیتے تھے کھانے کی اجازت کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ اس کراہت شرعیہ سے بچ جائیں۔

فابدء وابالعشآء ولا یعجل حتی یفرغ منه و کان ابن عمرؓ یوضع له الطعام واقام الصلوۃ فلا یاتیها حتی یفرغ منه و انه یسمع قرآء ۃ الامام متفق علیه - یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت تم میں سے کسی کے سامنے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور عشا کی نماز کی تکبیر اقامت کہہ دی جائے (عشاء اولی ہو- یعنی مغرب کے نماز یا عشاء آخر) تو تم کھانے کو مقدم رکھو اور باطمینان کھالو جلدی نہ کرو- یہاں تک کہ فارغ ہو جاؤ اور عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ جب ان کے سامنے کھانا آجاتا تھا اور جماعت کھڑی ہو جاتی تھی تو وہ بغیر کھانا کھائے جماعت میں شریک نہ ہوتے تھے، حالانکہ ان کے کانوں میں امام کی قراءت کی آواز آتی رہتی تھی اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے-

صورت مروجہ فاتحہ خوانی میں کھانا سامنے رکھا ہوا ہے، فاتحہ دینے والے کا انتظار ہو رہا ہے کھانا ٹھنڈا ہو جائے تو ان کی بلا سے، خلاف سنت ہو تو ہوا کرے، مالک طعام نہ خود کھاتا کھلاتا ہے نہ دوسروں کو کھانے کی اجازت دیتا ہے خواہ اس میں گھنٹے گزر جائیں یہ تحدید سراسر زیادتی اور خلاف شریعت وبدعت ہے پس زمانے میں مسلمانوں پر لازم اور فرض ہے کہ عوام الناس کی خلاف شرع رسموں کے پابند نہ ہوں اور امور خلاف شرع پر اصرار نہ کریں (کیونکہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے) انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں ہزاروں آدمی رسومات کی پابندی سے وادی ضلالت میں گر کر ہلاک ہو گئے ہیں معاذ اللہ منہا اور جس وقت کسی بات میں اختلاف ہو تو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں جیسا کہ فرمایا باری تعالی نے وان تنازعتم فی شئی فردو ہ الی اللّٰه والرسول یعنی اگر کسی شے میں تمہارا باہمی تنازع ہو تو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو- جو شخص سنت حضرت رسالت ﷺ کی حبل المتین کو ایسے وقت مضبوط پکڑے گا جب کہ امت میں بدعات کا فساد رونما ہو، سو شہیدوں کا ثواب پائے گا جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے -قال قال رسول الله ﷺ من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائه شهید- رواه لبیهقی فی کتاب الزهدیه عن ابن عباسؓ والله اعلم بالصواب-

محمد سید حیدر علی	شاہ سکندر میاں	۱۲۲۳ شاہ زبردست	۱۲۴۵ عبدالرحمن	۱۲۳۰ ان اللہ غفور الرحیم	عبدالعلی	محمد غفران	محمد عمران
مہر مولانا مولوی	مہر مولوی	مہر مولوی	مہر مولوی	مولوی عبدالرحیم صاحب اخوندزادہ	مہر مولوی	مہر مولوی	مہر مولوی

(عرض مترجم) اللہ اکبر اس ایک رسم فاتحہ مروجہ میں کس قدر مفاسد شرعیہ ہیں جن کو وجوہات کے ضمن میں بصراحت بیان کیا گیا ہے اس قدر موانع اور مفاسد کے ہوتے ہوئے کیا کوئی صاحب عقل سلیم اس کی اباحت کو بھی کم از کم تسلیم کر سکتا ہے حاشا وکلا ہرگز نہیں بلکہ اس بدعت کو بدعت سیئہ کہنا سراسر زیبا اور لائق ہے اور بدعت سیئہ کی توضیح خود سرور کائنات ﷺ نے ان الفاظ میں فرمادی ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار کی جراءت نہیں ہو سکتی- کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار ہر نئی بات دین میں بدعت ہے اور

ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے فاضل مجیب کو اور ان کے درجات قرب بیس از بیش بلند فرمائے ایک رسم فاتحہ کے ضمن میں متعدد بدعات کا مدلل و مفصل رد فرمادیا جزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین۔ احقر محمد احمد اللہ عمری مظفر نگری عفی عنہ

خاتمہ ترجمہ نقل عبارت ناقل فتویٰ ہذا

ماہ صفر ۱۳۲۴ھ میں جناب مولوی محمود علی صاحب ساکن شہر بریلی اور عنایت اللہ خاں ساکن موضع موہن پور متعلقہ قصبہ پیلی بھیت باہم متفق ہو کر خدمت میں حضرت مولانا سید محمد حیدر علی صاحب رامپوری مرحوم و مغفور کے رام پور تشریف لائے اور حضرت مولانا موصوف کے مکان پر قیام کیا اور ایک فتوٰی دربارہ فاتحہ مروجہ طعام حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کیا مولانا موصوف نے مفصل و مشرح جواب تحریر فرما کر دوسرے علماء مستند کی مہریں کرا کے ان کو سپرد کر دیا اس کی نقل مطابق اصل اس عاصی نے لکھوا کر اپنے پاس محفوظ رکھ لی۔ فقط

اوپر کی تحریر ترجمہ شدہ حافظ باقی محمد خاں صاحب عرف میاں صاحب کی ہے آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرحیم خاں صاحب قصبہ ٹانڈہ باولی متعلقہ رام پور اسٹیٹ ضلع مرادآباد کی مسجد میاں والی میں جو آپ کے والد کے نام سے مشہور ہے، امام اور معلم ہیں حافظ صاحب موصوف نہایت خلیق اور مہمان نواز ہیں قصبہ کا ہر چھوٹا بڑا آپ کے برابر آپ کی عزت کرتا ہے سینکڑوں حافظ آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے والد میاں صاحب علاقہ سوات بنیر ضلع پشاور کے رہنے والے نسباً شیخ علوی تھے آپ کا سلسلہ نسب محمد بن الحنفیہؒ سے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے بوجہ ولایتی اور افغانستانی ہونے کے پٹھان اور افغان مشہور ہو گئے نو عمری میں ترک وطن کر کے ہندوستان تشریف لائے حضرت امیر المومنین میر سید احمد صاحب مجدد سیزدہم صدی قدس سرہ سے مرید ہو کر اس قصبہ میں اقامت فرمائی چند ہی روز میں اس قدر ہر دلعزیز ہوئے کہ آپ کی مسجد جس میں آپ امامت کراتے تھے آج تک مسجد میاں والی مشہور ہے۔۔۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ قصبہ ٹانڈہ مسلمان بنجاروں کی بستی اور مرادآباد کے گوشہ شمال مشرق میں اس سڑک پر واقع ہے جو کاشی پور ہوتی ہوئی نینی تال چلی گئی کسی زمانہ میں کفر و شرک کا ماویٰ و مسکن تھا یہاں کے باشندوں کی زبانی معلوم ہوا کہ کوئی گھر نہ تھا جس میں ہولی دیوالی وغیرہ ہندوانی تیوہار نہ منائے جاتے ہوں صراحتہ بت پرستی نہیں تھی، مگر گور پرستی اور پیر پرستی عام تھی اللہ تعالیٰ جزاءے خیر اور مدارج علیا عطا فرمائے حضرت میاں صاحب موصوف کو کہ آپ کے فیض صحبت اور تبلیغ و ہدایت سے دفعۃً قصبے کی کایا پلٹ گئی وہ بستی جو کفر و شرک کا صنم خانہ بنی ہوئی تھی الحمد للہ آپ کی برکت سے کعبہ توحید بن گئی مسلمانوں کا کوئی گھر نہیں جو حضرت میاں کا مداح اور ثناخواں نہ ہو آج آپ کے اور آپ کے خلف صالح حافظ

عبدالرحیم صاحب کے باقیات صالحات سے صدہا حافظ اور متعدد عالم قصبہ میں نظر آتے ہیں ایک مدرسہ و یتیم خانہ صرف اہل قصبہ کی امداد سے جاری ہے جس میں تمام ضروری دینی تعلیم قصبہ کے بچوں اور بیرونی لاوارث طلباء کو دی جاتی ہے پردہ کا رواج عام ہے۔ الا ماشاء اللہ کوئی بوڑھی عورت باہر نظر آتی ہے عقائد میں پکے حنفی اور متبع سنت نبوی ﷺ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کثرت سے مرید ہیں حالانکہ اس قصبہ کے اطراف و جوانب میں وہی پرانی لکیر کے فقیر مسلمان بد عتی اس کثرت سے ہیں کہ العظمۃ للہ فی الحقیقت حفت الجنۃ بالمکارہ کا نقشہ یہیں نظر آرہا ہے اللھم زد فزد۔

سعدیؒ کا قول۔ ہر جا کہ گلے است آنجا خار است و جائے کہ گنجے است آنجا مار یہاں پر صادق ہو رہا ہے یہ سب اس فتوے کے کاتب و ناقل حافظ باقی محمد خاں صاحب کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ فقط

مروجہ میلاد کا حکم

(سوال ۶۸) مجلس میلاد میں لڑکے جمع ہوتے ہیں اور اشعار پڑھتے ہیں اور قیام بھی ہوتا ہے اور ایک ہندو شاعر بھی آکر اشعار نعتیہ پڑھتا ہے یہ مجلس جائز ہے یا نہیں اور اس میں چندہ دینا کیسا ہے ؟

(الجواب) وعن عبداللہ بن مسعودؓ قال لا یجعلن احد کم للشیطان شیئاً من صلاتہ یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ ﷺ کثیر اینصرف عن یسارہ متفق علیہ (مشکوٰۃ) قال الطیبی و فیہ ان من اصر علی امر مندوب و جعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اس روایت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبارت طیبی سے معلوم ہوا کہ امر مندوب پر بھی اصرار کرنا اور اس کا التزام مثل واجبات کے کرنا اتباع شیطان ہے پس مجلس میلاد مروجہ میں جو کچھ التزام قیام و روشنی زائد از حاجت و اجتماع فساق و امارد و اشعار و غزل خوانی و روایات غیر صحیحہ کے پڑھنے وغیرہ کا ہے یہ سب شرعاً قبیح و منکر ہے اور مرتکب امور مذکورہ کے حسب تصریح بالا متبع شیطان لعین کے ہیں ۔ پس شرکت ایسی مجلس میں اور چندہ دینا اس میں درست نہیں ہے اور تفصیل اس کی فتاوٰی مطولہ میں موجود ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کھانے پر فاتحہ کا حکم

(سوال ۶۹) کھانے پر فاتحہ پڑھنا مولود شریف میں بوقت ذکر ولادت قیام کرنا اور نخود پر سوا لاکھ کلمہ پڑھنا اور سوم مروجہ مشہورہ میں کیا کرنا چاہئے ؟

(الجواب) کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور مولود شریف میں بوقت ذکر ولادت قیام کرنا اور نخود پر سوا لاکھ کلمہ پڑھنا جو کہ مروج ہو گیا ہے کہ نخود بریاں پر کلمہ پڑھوا کر پھر وہ نخود پڑھنے والوں میں تقسیم کرتے ہیں یہ سب امور بدعت ہیں اور ایسے التزامات اور قیود سے امور مستحبہ بھی بدعت ہو جاتے ہیں اور ایسے امور کو اور رسوم کو جو کہ

نحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اور تابعین وائمہ دین سے ثابت نہیں
ہیں چھوڑنا ضروری ہے-واللہ تعالی اعلم

حیلہ اسقاط کا حکم

سوال ۷۰) اسقاط اعنی حیلہ جو میت کی جنازہ کی نماز کے قبل یابعد دیا جاتا ہے وارثان میت پر واجب ہے یا نہیں-وہ حیلہ یہ ہے-گیہوں یک من ساڑھے بارہ سیر اور زر نقد کم از کم سوا روپیہ و قرآن مجید اور غرض حیلہ ینے والوں کی یہ ہے کہ مردہ کی تمام قضا شدہ روزہ نماز، حج وغیرہ کا یہ کفارہ ہو جاتا ہے اور یہ کل جنازہ کی نماز پڑھانے والے کو دیتے ہیں اور حیلہ لینے والے بیٹھ جاتے ہیں اور ہاتھ میں قرآن شریف لے لیتے ہیں اور ایک عاء بڑی سی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے قبول کیا-

الجواب) حیلہ اسقاط مذکورہ وارثان میت پر واجب نہیں اور ایسی صورت کو بھی فقہاء نے جائز نہیں رکھا-
قال فی رد المحتار و نص علیه فی تبیین المحارم فقال لا یجب علی الولی فعل الدوروان اوصی به لمیت والواجب علی المیت ان یوصی بما یفی بما علیه ان لم یضق الثلث عنه فان اوصی باقل وامر بالدور و ترك بقیة الثلث للورثة او تبرع به لغیر هم فقد اثم بترك ما وجب علیه الخ-

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کا التزام

(سوال ۷۱) مرقاة شرح مشکوٰة جز خامس ص ۵۴۸ و فی روایة لهما وانه وضع عمر علی سریره فتکفنه الناس یدعون و یثنون و یصلون علیه قبل ان یرفع وانا فیهم فلم یرعنی الارجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت فاذا هو علی ابن ابی طالب فترحم علی عمرؓ الخ - کفایة باب الجنائز روی ان رجلاً فعل هکذا بعد الصلوٰة فراه رسول اللهﷺ فقال ادع یستجب لك - عنایه باب الجنائز- روی ان رسول اللهﷺ رأی رجلاً فعل هکذا بعد الفراغ من الصلوٰة فقال ادع الخ- قسطلانی کی جزء رابع حاشیہ پر شرح مسلم امام نووی مصری صفحہ ۳۰۶ قوله حفظت من رعائه ای علمنیه بعد الصلوٰة فحفظته رد دها بیه ص ۴۰ - و نیز در شرح برزخ ارقام نمودہ تصدق و خواندن قرآن مجید بر میت و دعاء در حق او قبل بر داشتن جنازہ و پیش از دفن سبب نجات از احوال آخرت و عذاب قبر است رفاہ المسلمین صفحہ ۹۶-مروی ہے کہ مردے کو گور میں رکھتے وقت آنحضرت ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے-اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه جوهره نیره حتی یودی حقه بالصلوٰة علیه والدعاء له انتهی -شامی - وصول القراء ة للمیت اذا کانت بحضرته او دعی له عقبها ولو غائبا لان محل القراء ة تنزل الرحمة والبرکة والدعاء عقبها ارجی للقبول - قال رسول اللهﷺ اقرؤا یسٓ علی موتاکم نماز مترجم مولانا ابو البشر صاحب صفحہ ۸۵ بعد نماز جنازہ کے سب لوگ بیٹھ کر قل شریف گیارہ، بارہ اور الحمد شریف دس بارہ پڑھ کر میت کی ارواح کو بخشیں- تحفہ المصلی مفتی دائم اللہ صاحب گیارہ دفعہ درود

شریف پڑھ کر بعد سلام نماز جنازہ میت کو بخشیں-تحفۃ الغافلین صفحہ ۳-اچھا طریقہ ثواب رسانی کا مردہ کے حق میں یہ ہے کہ قبل دفن کے جس قدر ہو سکے کلمہ یا قرآن شریف یا درود یا کوئی سورت پڑھ کر ثواب بخشے-مظاہر حق کتاب الجنائز تحت حدیث ابن عباسؓ یعنی سورہ فاتحہ نماز جنازہ میں پڑھے جیسے کہ حدیث ابن عباسؓ کی میں گزر یا جنازہ پر بعد از نماز کے یا پہلے نماز کے بقصد تبرک پڑھی ہو-امام محمود بدر الدین عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر بیان فرماتے ہیں-مصلحة الميت ان يجتمعو ا عنده لقرأة القران والذكر فان الميت ينتفع به - مشكوٰة ص ۱۱۶ - عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ اذا حضرتم المريض اوالميت فقولو اخير افان الملٰئكة يؤمنون على ما تقولون. جواهر النفيس شرح در الكيس ص ۱۳۲ - وفى نافع المسلمين رجل رفع يديه بدعاء الفاتحة للميت قبل الدفن جاز-

سوال مرقومہ بالا دلائل سے بعد سلام نماز جنازہ کے دعاء یا ایصال ثواب بسورۃ فاتحہ واخلاص سنت ثابت ہوتا ہے یا مستحب یا بدعت حسنہ یا بدعت سیئہ۔ صرف ثبوتی پوچھتا ہوں بلا اجتماع واہتمام اور ضروری جانے؟

(الجواب) امور مستحب ومباح اصرار والتزام سے بدعت ہو جاتے ہیں-عن عبدالله بن مسعودؓ لا يجعل احد كم للشيطان شيئاً من صلاته يرى ان حقاً عليه ان ينصرف الا عن يمينه لقد رئيت رسول الله ﷺ كثيراً ينصرف عن يساره - قال القارى فى المرقاة فى شرح هذا الحديث من اصر على امر مندوب و جعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة و منكر انتهٰى. وفى العالمگيريه وما يفعل عقيب الصلوٰة مكروه لا ن الجهال يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يودى اليه فمكروه -انتهٰى والله تعالٰى اعلم

تجہیز و تکفین کی بعض بدعات

(سوال ۷۲) یہاں مدت سے یہ رسم ورواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازہ میں رکھ کر جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر علاوہ اس دعاء کے جو بعد فراغ دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی لوگوں کو روک کر فاتحہ ہوتی ہے جب واپسی میں قبرستان کے دروازہ پر پہنچتے ہیں بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب غسل کے لئے میت کو روکتے ہیں تب بھی جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور دروازہ قبرستان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مکان پر بھی رسم فاتحہ بجا لاتے ہیں یعنی اول تین موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج ہے اور پچھلے دو موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج نہیں ہے یعنی کہیں ہے اور کہیں نہیں-لیکن اب ایک عالم صاحب یہاں تشریف لائے ہیں ان سے دریافت کیا گیا تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف اوقات میں اس کیفیت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے بالخصوص جب کہ تارک کو قابل ملامت بھی سمجھتے ہیں اور دلیل یہ بتلاتے ہیں کہ حسب تصریح علامہ شامی وغیرہ صلوٰۃ جنازہ خود دعاء للمیت ہے چنانچہ ردالمحتار جلد اول ص ۶۴۱ میں

تحریر ہے -فقد صرحو اعن اخرهم بان صلاة الجنازة هى الدعاء للميت اذهو المقصود منها انتهى — اور فاضل اجل علامہ ملا علی قاری مکی حنفیؒ مرقاۃ

شرح مشکوۃ کے باب الجنائز میں تحت حدیث مالک ابن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں- ولا يدعى للميت بعد صلوة الجنازة لا نه يشبه الزيادة فى صلوٰة الجنازةاور بعض کتب میں محیط سے نقل کیا ہے کہ لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰة الجنازةاور کبیری سے منقول ہے فى السراجية اذا فرغ من الصلوٰة لا يقوم بالدعاءاور یوں کہتے ہیں کہ بعد دفن متصل قبر پر دعاء مانگنا کتب حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور باقی ادعیہ مروجہ کا ثبوت کتب احادیث وفقہ واقوال محققین علماء سے ثابت نہیں پس ارشاد ہو کہ ان عالم صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے یا نہیں اور خدا ورسول ﷺ کے حکم کے موافق میت کے مرنے کے وقت سے بعد دفن مکان پر واپسی تک جمع ہو کر کن کن موقعوں پر شرع شریف میں دعاء مانگنے کا ثبوت ہے یا یہ ہے کہ ہر شخص علاوہ نماز جنازہ کے بلا التزام مالا یلزم اور بلا اہتمام وفکر اجتماع اپنی خوشی سے جب چاہے میت کے واسطے دعائے خیر کیا کرے؟

(الجواب) ان عالم صاحب کا قول صحیح ہے اور موافق ہے قواعد ونصوص کے اور تصریحات فقہاء ان کے قول کے موید ہیں صلاۃ جنازہ خود دعاء للمیت ہے اس کے سوا اور کسی موقع پر فاتحہ مذکورہ کا علی وجہ الاجتماع ثبوت نہیں ہے- مسند احمد ص ۳۵۶ ج ۴ میں عبداللہ بن ابی اوفی سے ہے ثم كبر عليها اربعاً ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبير تين يدعو ثم قال كان رسول الله ﷺ يصنع فى الجنازة هكذا وفى فتح البارى ص ۱۲۲ ج ۱۱ و فى حديث ابن مسعود راء يت رسول الله ﷺ فى قبرعبدالله ذى البجاوين. الحديث و فيه لما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً يديه ابو عوانة فى صحيحه-

سجدہ شکر مستحب ہے یا مکروہ

(سوال ۷۳) سجدہ شکر کا کیا حکم ہے اور بعد صلاۃ کرنا چاہئیے یا کس وقت اور بعد نماز بلا وجہ سجدہ کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) سجدہ شکر عند تجدد النعمۃ مستحب ہے-فى الدر المختار و سجدة الشكر مستحبة اور بعد نماز کے بلا وجہ مکروہ ہے- كما فيه ايضاً لكنها تكره بعد الصلوٰة لان الجهلة يعتقدونها سنة اوواجبة و كل مباح تودى اليه فهو مكروه الخ- واللہ تعالیٰ اعلم

عشرہ محرم کی رسوم وبدعات

(سوال ۷۴) شیعی تبرائی سے سنی عورت کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ (۲،۳) محرم کی مجلس میں شیعوں کے گھر جانا درست ہے کہ نہیں؟ (۴) منکر خلافت شیخین کافر ہے کہ نہیں اور ان کی مجلس میں جانا اور شیرینی کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۵) عشرہ محرم میں سبز کپڑے پہننا اور عورتوں کو غم حسینؓ میں چوڑیاں توڑنا

درست ہے یا نہیں ؟(۶) شربت وغیرہ تقسیم کرنااوراس سے امید ثواب رکھنااور کھچڑے کی رسم کو اہتمام سے کرنادرست ہے یا نہیں ؟(۷) ساتویں محرم کو مہندی وغیرہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں ؟(۸) حضرت امام حسینؓ کو سید الشہدا کہنا کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں ؟(۹) بارہ امام مذہب اہل سنت و جماعت کے نزدیک کون ہیں ؟(۱۰) اہل بیت سے ازواج مطہرات خاص مراد ہیں یا تمام اولاد نبی ﷺ ؟(۱۱) آل کے لغوی معنی کیا ہیں تمام امتیان محمد ﷺ آل میں داخل ہیں یا آپ کی اولاد خاص ؟

(الجواب) (۱) كلام الروافض مختلفة فبعضه يكون كفر او بعضه لا فلو قال ان عليا كان الها نزل من السماء كفر و قال بعضهم بانه شريك لمحمد ﷺ في النبوة وقال بعضهم النبوة كانت لعلى و جبرائيل اخطاء فهذا كله كفر واما الذى يكون بدعةً ولا يكون كفراً فهو قولهم ان عليا كان افضل من الشيخين و منهم من قال بعضهم بانه يجب اللعن على من خالف علياً كعائشةؓ و معاويه سب الشيخين ليس بكفر كما صححهُ ابوالشكور السلمى فى تمهيده وذلك لعدم ثبوت مبناه و عدم تحقيق معناه فان سب المسلم فسق كما فى حديث ثابت يستوى الشيخان وغيرهما فى هذا الحكم ولا نه لو فرض ان احد اقتل الشيخين بل والختنين بوصف الجميع لا يخرج عن كونه ملسماً عند اهل السنة والجماعة ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم- لو استحل السب والقتل فهو كافر لا محالة.

پس معلوم ہوا کہ اگر شیعہ اس فریق سے ہے کہ جو فرقہ روافض کافر ہے یعنی جو سب شیخین کو اور ان کے قتل کو حلال جانتا ہے اور اسی طرح وہ جو حضرت صدیقہؓ پر تہمت رکھتے ہیں اور الوہیۃ علیؓ کے قائل ہیں تو نکاح سنیہ کا اس کے ساتھ درست نہیں ہوا اور اگر ایسا نہیں ہے اور تفضیلیہ ہے تو درست ہے لہذا اس عورت کا نکاح مرد شیعی سے درست ہو گیا کیونکہ جب ولی نے فاسق کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح صحیح ہو گیا اور جو شیعہ درجہ کفر تک نہیں پہنچا وہ فاسق ہے-

(۲،۳) شیعوں کی مجلس میں شریک ہونا درست نہیں اور شیرینی کھانا درست نہیں ہے جو مسلمان ایسے امر کا مرتکب ہو گا گناہ گار ہو گا اور اس کے ساتھ دوستی کرنا حرام ہے- خواہ تبرائی ہو خواہ غیر تبرائی-

(۴) منکر خلافت شیخین فاسق ہے کافر نہیں اور ان کے ساتھ ملنا اور آنا جانا اور اس کی مجلس میں شرکت کرنا درست نہیں-

(۵) سبز کپڑا یا سیاہ کپڑا پہننا وغیرہ سب امور ناجائز ہیں-

(۶) شربت و شیرینی بوجہ رسوم مروجہ کے سب ناجائز ہیں-

(۷) ساتویں محرم کو یہ افعال کرنے حرام ہیں-

(۸) حضرت حسینؓ کو سید اشباب اهل الجنة آیا ہے اور سید الشهداء حمزةؓ آیا ہے اس کے خلاف مروی نہیں ہے-

(۹) ثم ينبغى ان يكون الامام ظاهراً ولا مختفيا ولا منتظر اخروجه لا كما زعمت الشيعة خصوصا

الامامية منهم ان الامام الحق بعد رسول اللهﷺ علیؓ ثم ابنه الحسنؓ، ثم اخوہ الحسینؓ، ثم ابنه زین العابدینؒ، ثم ابنه محمد باقرؒ، ثم ابنه جعفر صادق، ثم ابنه موسى الکاظم، ثم ابنه علی الرضاء، ثم ابنه محمدالتقی ان ثم ابنه علی النقیؒ، ثم ابنه الحسن العسکریؒ، ثم ابنه محمد القاسم المهدیؒ، اور غیر انبیاء علیہم السلام کو بوجہ تبعیت انبیاء علیہم السلام کہنا درست ہے اور بغیر تبعیت کے درست نہیں۔

(۱۰) اہل بیت میں ازواج مطہرات اور باقی اولاد نبی ﷺ سب داخل ہیں۔

(۱۱) آل کے معنی تابع کے ہیں باقی آل کا استعمال دو طریقہ میں آتا ہے آل نسبی اور آل حسبی۔ اول مخصوص ہے اولاد کے ساتھ اور ثانی تمام امت کو شامل ہے۔

اور خلاصہ ان سب امور کا یہ ہے کہ جو امر صاحب شریعت سے مروی نہ ہو اور نہ کوئی اصل مروی ہو اس کو دین میں داخل کرنا یہ بدعت ہے اور بدعت کے سب افراد ناجائز ہیں اب افعال مذکورہ شیعوں کے بدعت ہو گئے اس واسطے ناجائز ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بوقت شہادت انگوٹھوں کو چومنا بدعت ہے

(سوال ۷۵) تقبیل ابہامین بوقت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) علامہ شامی نے قہستانی وغیرہ کے حوالہ سے اس تقبیل کا استحباب نقل کر کے بعد میں جراحی سے نقل کیا ہے۔ ولم يصح فی المرفوع من کل هذا شیء۔ لہذا سنت سمجھ کر اس کو نہ کرنا چاہئے اور چونکہ عوام اس کو سنت جانتے ہیں اور تارک کو ملامت کرتے ہیں لہذا ترک اس کا ضروری ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے

(سوال ۷۶) نماز عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ آپس میں کرنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز عیدین یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت جاننا اور معمول بہ ٹھیرانا بعض فقہا نے منع لکھا ہے اور تبیین محارم میں اس کو روافض کے طریقہ سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے۔ شامی میں ہے۔ و نقل فی تبيين المحارم عن الملتقط انه يكره المصافحة بعداداء الصلوٰت بکل حال لان الصحابةؓ ما صافحوا بعد اداء الصلوات ولا نها من سنن الروافض اه ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مکروهة لااصل لها فی الشرع الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دفن کے بعد میت کے گھر کھانے کا حکم

(سوال ۷۷) بدعات مروجہ میت کے متعلق کیا حکم ہے؟

(الجواب) اقول و بالله التوفيق۔ دفن میت سے فارغ ہو کر واپسی میں جو اہل میت نے کھانا آں حضرت

ﷺ کے سامنے رکھا اس کو شرح منیۃ الکبیر میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے-علی انه قد عارضه ما رواه الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللهﷺ فی جنازة فرأیت رسول الله ﷺ وهو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجله واسع من قبل راسه فلما رجع استقبله داعی امراته فجاء وجئی بالطعام فوضع بین یدیه ووضع القدم فاکلو او رسول اللهﷺ یلوك لقمة لی فی فیه ثم قال انی اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها الی اخر الحدیث-

اس روایت کو نقل کر کے صاحب شرح منیہ لکھتے ہیں-فهذا ایدل علی اباحة صنع اهل المیت الطعام والدعوة الیه -لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ یہ واقعہ خاص ہے اور اتفاقیہ ہے لیکن جب کہ رسم ہو جائے اور طرح طرح کی خرابیوں پر مشتمل ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہے تو پھر اس کی ممانعت میں شبہ نہیں علاوہ بریں حدیث جریر کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة مقتضی حرمت ہے اور یہ واقعہ خاصہ مفید اباحت تو حسب قاعدہ اصول محرم کو ترجیح ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پختہ قبر بنانے کی ممانعت

(سوال ۷۸) ایک حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے ان کے والد بہت غم والم میں مبتلا ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ قبر پختہ بنا دیں تاکہ اس کا نام روشن ہو جاوے ؟

(الجواب) قبر پختہ بنوانا کسی طرح درست نہیں ہے حافظ اور صالح شخص کی قبر کو موافق سنت کے کچی ہی رہنا چاہئیے تاکہ مرحوم کی روح بھی خوش رہے قبر سے کیا نام باقی رہ سکتا ہے نیک نام عمل صالح سے باقی رہتا ہے -واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی التجوید

(تجوید کا بیان)

مسئلہ ضاد میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی تحقیق

(سوال ۷۹) حرف ضاد کا مخرج بیان فرماویں؟

(الجواب) بے شک ان دونوں حرفوں (یعنی دال مفخم وضاد) میں مشابہت ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ فرق ان میں دشوار ہے ادھر یہ بھی حکم ہے کہ ہر ایک حرف کو اس کے مخرج سے پڑھنا چاہئیے بالقصد ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کو نہ پڑھو خصوصاً ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے میں سخت اندیشہ ہے کہ بعض روایات میں اس میں خوف کفر لکھا ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں-وفی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او یقرء اصحاب الجنة مکان اصحاب النار او علی العکس فقال لا یجوز امامة ولو تعمد یکفر - قلت اما کون تعمده کفراً فلا کلام فیه اذا لم یکن فیه لغتان ففی ضنین الخلاف شامی - الخ شرح فقه اکبر ص ۲۰۵ فصل القراءة والصلوٰة- اس خوف اور معروف تفسیر تمیز کی وجہ سے غالباً علماء و قراء عرب نے قاطبۃً دال مفخم کو اس کی جگہ اختیار فرمایا ہے اور میں نے اپنے استاد علامہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ علماء و قراء عرب نے اس پر اتفاق فرمایا ہے کہ ضاد معجمہ کو دال مفخم کی صورت سے ادا کرنا چاہئیے غالباً وجہ اس اتفاق کی خوف مذکور ہے لہٰذا اس میں بہت احتیاط لازم ہے اور قصداً ضاد کو ظاء پڑھنے سے قطعاً احتراز لازم ہے اگر بلا قصد بلکہ باوجود قصد اخراجها عن المخرج مشابہ ظاء کے ہو جاوے تو نماز فاسد نہ ہوگی- و ینبغی السعی فی تصحیح مخرجه و تلفظه-

جس حرف کے آخر میں تنوین دو زبر کے ساتھ ہو اسے حالت وقف میں پڑھنے کا طریقہ

(سوال ۸۰) جس جگہ تنوین دو زبر کے ساتھ ہوگی وہاں پر بحالت وقف کیا حکم ہے آیا وہ قطعی ساکن ہوگی یا ایک زبر باقی رہے گا مثلاً ونداءً تو وندا پڑھیں گے یا وندا؟

(الجواب) جس جگہ دوزبر ہوں اگر وہاں وقف کیا جائے تو وہاں زبر مع الف کے پڑھا جاویگا یعنی مد کے ساتھ پڑھا جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب التفسیر

انما یتقبل اللہ من المتقین اور فمن یعمل مثقال ذرۃ میں تعارض کے شبہ کا جواب

(سوال ۸۱) آیۃ کریمہ - انما یتقبل اللہ من المتقین اور آیۃ کریمہ فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ میں تعارض معلوم ہوتا ہے ؟

(الجواب) تقویٰ کے ایک معنی یہ ہیں کہ شرک و کفر سے بچنا بعض مفسرین نے انما یتقبل اللہ من المتقین کے یہ معنے بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنین ہی سے قبول فرماتا ہے پس اس صورت میں جملہ مومنین اس میں داخل ہیں اگرچہ وہ گناہ گار ہوں اب کچھ تعارض نہ رہا اور ایک مطلب یہ ہے کہ قبول کامل پرہیزگاروں سے ہوتا ہے اور فساق و فجار سے بھی اگرچہ اعمال صالحہ مقبول ہوتے ہیں مگر اس درجہ کے مقبول نہیں جیسے متقیوں سے اس صورت میں بھی کچھ اشکال نہیں -واللہ تعالیٰ اعلم

آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کی تفسیر

(سوال ۸۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت شریفہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہے یا نہیں- اس آیت کے ظاہر معنے کیا ہیں اور کس علم کی نفی ہے ؟

(الجواب) اس آیت کے ظاہری معنے میں وہی قول ہے جو قاضی بیضاوی ابو سعود شیخ زادہ علی البیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے کہ نفی ہے درایۃ مفصلہ کی، چاہے علم متعلق امور دنیا سے ہو یا آخرت سے -اس واسطے کہ کوئی لفظ تخصیص کا موجود نہیں ہے بیضاوی میں ہے۔ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدارین علی التفصیل شیخ زادہ میں ہے اختلف فی ان المراد بما نفی عنه علمه مما یفعل به وبهم من احوال الدنیا ام من احوال الاٰخرة والمصنف حمله علی ما هو اعم من احوال الدنیا والاٰخرة لعموم اللفظ و عدم المخصص. اور یہ نفی ہے اس علم کی جو بغیر وحی کے ہو کیونکہ اس آیت کریمہ کے ساتھ ہے۔ ان اتبع الا ما یوحٰی الی- بیضاوی ہی میں ہے وهو جواب عن اقتراحهم الاخبار عما لم یوح الیه من الغیوب او استعجال المسلمین ان یتخلصوا عن اذیٰ المشرکین- آیت کا یہ مطلب باعتبار لفظ کے ظاہر اور صریح ہے اور اس صورت میں فسخ کی ضرورت نہیں ہے تفسیر غرائب القرآن در غائب القرآن میں علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین النیسا پوری فرماتے ہیں -والا صح عند العلماء انه لاحاجة الی التزام النسخ فان الدرایة المفصلة غیر حاصلة و علی تقدیر حصولها فانه لم ینف الا الدرایة عن قبل نفسه وما نفی الدرایة من جهة الوحی -اور امام رازی، ابن جریر، بغوی وغیرہ نے امور دنیا غیر متعلق شان نبوت کی نفی پر محمول کیا ہے اور اس حمل کی وجہ شان نزول کا قصہ ہے ان اقوال کی بناء پر بھی منسوخ نہیں ہے اور

بعض نے نفی علم آخرت پر حمل کیا ہے۔ یعنی ما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الاخرۃ اور اس حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس آیۃ کے نزول کے بعد کفار نے اعتراض کیا تھا کہ جب ان کو اپنی نجات کی بھی خبر نہیں ہے تو ہم ان پر ایمان کیوں لائیں محققین تو اس حمل کا انکار کرتے ہیں بلکہ محال کہتے ہیں، مگر اس کی دو صورت ہو سکتی ہیں علم آخرت کی نفی کی تخصیص بھی اگر مان لی جاوے تو وہ علم اجمالی ہوگا جس کی نفی ہوئی ہے یا تفصیلی۔ علم اجمالی کی نفی کی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مرنے کے بعد میرا تمہارا کیا حال ہوگا اس کا علم اجمالی بھی ہمیں نہیں ہے۔ نعوذ باللہ جو یہ مطلب لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت **لیغفر لك الله** ۔ الایۃ کے نزول کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

امام ابن جریر، ابن خزیمہ، حسن بصری وغیرہ نے ناجائز اور محال کہا ہے کہ آیت کا یہ مطلب لیا جائے اور منسوخ کہا جائے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ عرصہ دراز تک باوجود نبی ہونے کے واقعی آپ کو اپنی نجات میں شک تھا جو صریح باطل ہے اس کے علاوہ اس آیت کے قبل سورہ بنی اسرائیل، جن، مزمل، مدثر، اعراف، مریم وغیرہ نازل ہو چکی تھیں جس میں بڑی بڑی بشارتیں حضور ﷺ کے متعلق موجود ہیں پھر نجات کے علم حاصل نہ ہونے کے کیا معنی اور علم آخرت تفصیلی مراد ہو تو وہ منسوخ نہیں ہے یہ تمام معانی محکم و ثابت غیر منسوخ ہیں۔

الغرض نسخ کسی صورت سے صحیح نہیں بنتا حالانکہ عموم لفظ سے عدول کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔ حررہ ابو البرکات محمد عبدالرؤف داناپوری۔

اقول بعد حمد الله والصلوٰۃ والسلام علی رسوله ان الراجح مار جحه المحققون کالرازی والسیوطی وابن جریر و ابو سعود والبغوی والخازن و ابن عباس فی تفسیرہ وغیرهم من المفسرین و ابو جعفر النحاس فی الناسخ والمنسوخ وغیرهم من علماء هذا الفن الذین لم یعد وهذا الاٰیة المذکورة فی السوال من المنسوخ کالسیوطی فی اتقانه حتی قال الشاه ولی الله الدهلوی ان المجمع علیه نسخ خمس ایات فقط لیست هذه منها من ان المراد بقوله تعالٰی وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا لا فی الاخرة لما یلزم علی الثانی من عدم علم النبی بعد بعثته بما یصیر الیه بعد الموت وذلك خلل فی ایمان من یعتقد ذلك و علیه فالراجح عدم النسخ کما صرح به غیر واحد من المحققین والله اعلم

اما انا فالذی اعتقده و اثقا بالله علیه هو ماذهب الیه القاضی البیضاوی فی تفسیره وهو ان الاٰیة واردة فی نفی علم رسول باحوال الدنیا والاٰخرة تفصیلاً لا اجمالاً حیث قال ما نصه وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدارین علی التفصیل اذ لا علم لی بالغیب قلت ای علی تفصیل کلیاتها و جزئیا تها اذذلك من اختصا صیاته تعالی وحده لا شریك له و ذالك لا ینا فی ان الله تعالی اطلعه علی کثیر من المغیبات التی لم یطلع علیها احداً من خلقه سواه صلی الله علیه وسلم هذا ما اعتقده والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔ فقط حررہ

احمد موسیٰ مصری امام مسجد کلکتہ -

جب ایک جماعت مفسرین و محققین علماء کے نزدیک بلا نسخ کے آیت کا مطلب صحیح بن جاتا ہے، تو پھر نسخ کا احتمال غیر ضروری ہے علاوہ ازیں احتمال نسخ سے نسخ نہیں ہو سکتا-

عبدالوہاب بہاری مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

القول بالنسخ فی هذه الآية مما لا يحتاج اليه لان لها محملاً صحيحاً يحوم حوله النسخ مع ان النسخ بالا حتمال لا يثبت فالقول بانها محكم صحيح لا سترة فيه-

عبدالصمد اسلام آبادی

لله درالمجيب فقد صرح بالصواب فی الجواب فقط حرره العبد السيد محمد امير علی مدرس مدرسه عاليه - اصاب من اجاب - فقط محمد عبدالشکور مدرس مدرسہ عالیہ

هذا الجواب صواب وما احسن ما ذكر النيسا بوری من معنى الدراية ان نفيه من جهة نفسه لا من جهة الوحی والحق ان قرن الصحابة والتابعين لم ينقل منهم ان هذه الآية منسوخ مع ان الجمل الاخبارية لامجال للنسخ فيه ومن ادعى النسخ فلا معول له عن جهة النقل بل نهانية التاويلات الكاسدة- فقط حررہ محمد ناظر حسن مدرس مدرسۃ العالیہ

یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور نہ اس میں احتمال نسخ ہے لانہ خبر - اور جو کسی نے منسوخ کہا ہے وہ مجازاً - فقط محمد اسحٰق مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ -

اقول وبالله التوفيق اختلف فی معنى الآية فاختار بعض المفسرين كصاحب الجلالين ان المراد نفی الدراية ما يفعل به وبهم فی الدنيا وهو منقول عن الحسن وقال ابن الجوزی الصحيح فی معنى الآية قول الحسن واختار بعض المفسرين ان المراد نفی الدراية فی الآخرة وقدمه البغوی على الاول واسند فی تاييده حديثا فی قصة عثمان بن مظعونؓ والله ما ادری وانا رسول الله ما يفعل بی ولا بكم - قال البغوی هو قول انس و قتادة و حسن و عكرمة وزاد القرطبی ابن عباس والضحاك و معنى النسخ على قول هؤلاء الا كابر من الصحابة والتابعين ان نفی الدراية قبل الاعلام بمغفرة الذنوب المقدمة والمتاخرة والغرض منه رد قول الكفار الذين فرحو ا بنزول هذه الآية وقالو اكيف نتبع نبيا لا يدری ما يفعل به ولا بنا فنزل ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر وقالت الصحابةؓ هنيئاً لك يا رسول الله الخ - و تفصيله فی معالم التزيل للبغوی واختار البيضاوی وغيره نفی الدراية فی الدارين ولا مانع منه و لكن لا ينبغی ان يرد اقوال الاكابر و يعرض عن تفسير السلف فانهم هم المتبوعون والمعول عليهم فی هذا الباب- والله تعالى اعلم بالصواب وعنده علم الكتاب. یکم محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

آیت انا ارسلناك شاهداً الخ سے آنحضرت ﷺ کے ہر جگہ حاضر ہونے پر استدلال صحیح نہیں

(سوال ۸۳) زید کہتا ہے کہ رسول مقبول ﷺ ہر جگہ موجود ہیں اور انا ارسلناك شاهدا الخ میں شاہد کے یہی معنے ہیں کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں زید کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ قول زید کا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے محض افتراء اور جہالت ہے اور آیت انا ارسلناك شاهداً الاٰية کا مطلب تفسیر جلالین میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے اے محمد ﷺ تم کو اپنی امت کا گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ تم قیامت کے دن ان کے ایمان کی گواہی دو گے الخ۔ عبارت اس کی یہ ہے انا ارسلناك شاهداً علی امتك فی القیامة اور تفسیر مدارک میں وجئنا بك علی هؤلآء شهیدا کی تفسیر میں مذکور ہے ای شاهداً علی من امن بالایمان و علی من کفر بالکفر الخ۔ اور اسی کے قریب قریب جملہ تفاسیر میں ہے پس زید کا قول اور استدلال اس کا بالکل باطل ہے۔

آیت الا ان تتقوا منهم تقاة کی تفسیر اور روافض کے تقیہ کا جواب

(سوال ۸٤) تقیہ کے لغوی اور اصطلاحی معنے کیا ہیں؟

(۲) ہم سنیوں کے مذہب میں تقیہ مطلقاً ناجائز ہے یا کسی خاص مقام و خاص صورت میں جائز بھی ہے؟

(۳) ہماری کتابوں میں جو اجراء کلمة الکفر علی اللسان مع اطمینان القلب بالایمان کو حالت اکراہ میں جائز لکھا ہے تو اجرائے مذکور تقیہ ہے یا نہیں؟

(الجواب) (۱، ۲، ۳) صاحب جلالین اس آیت کی تفسیر میں لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء الی ان تتقوا منهم تقاةً لکھتے ہیں تقاة مصدر تقیة ای تخافو امخافة فلکم موالا تهم باللسان دون القلب وهذا قبل عزة الاسلام و یجری فیمن فی بلدٍ لیس قویا فیها صاحب جمل لکھتے ہیں۔ والتقاة التقیة یقال اتقی تقیةً و تقاةً. تفصیل اس کی تفسیر کبیر وغیرہ میں دیکھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن مجید کی سورتوں کے نام حدیث سے منقول ہیں

(سوال ۸۵) زید کہتا ہے کہ سورہ بقرہ نام خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے نہیں رکھا، علماء نے خود یہ نام رکھ لیا ہے یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) زید کا قول غلط ہے۔ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے نام سورتوں کے مروی ہیں۔ حدیث مسلم میں ہے اقرئوا الزهر اوین البقرة و سورة ال عمران الحدیث رواه مسلم، مشکوة۔ ان الشیطان ینفر من البیت الذی یقر ء فیه سورة البقرة – الحدیث رواه مسلم مشکوة شریف۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ جو مشہور ہے کہ قرآن میں چودہ نام شیطان کے آئے ہیں غلط ہے

(سوال ۸۶) حفاظ میں جو مشہور ہے کہ قرآن شریف میں چودہ نام شیطان کے ہیں۔ سات سورۃ فاتحہ میں اور سات مابقی قرآن شریف میں ؟

(الجواب) یہ قول بالکل غلط ہے مقدمہ ابن جوزی میں لکھا ہے۔ اقول وما اشتهر علی لسان بعض الجهلة من القران فی سورة الفاتحة للشیطان کذا من الاسماء فخطاء فاحش واطلاق قبیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سورہ فاتحہ پارہ آلم کا جزو ہے یا پارہ عم کا

(سوال ۸۷) سورہ فاتحہ از کدام پارہ قرآن مجید است و پارہ برآلم می نویسند واجماع امت بر سی پارہ قرآن مجید شدہ است یانہ ؟

(الجواب) منازل سبعہ را تعبیر بہ فمی بشوق کردن باصطلاح قراء تصریح است بآنکہ فاتحہ در منزل اول داخل است زیادہ ازیں تصریحے نہ دیدہ شد کہ در پارہ آلم داخل می شمار ندیانے ظاہر اول است وہر گاہ تمام مصحف را بر سی اجزاء تقسیم کردن تسلیم کردہ خواہد شد لازم است کہ فاتحہ را در پارہ آلم داخل شمار ند وایں امر بر اصطلاح موقوف است اگر اصطلاح چنیں رفتہ باشد کہ ماسوائے فاتحہ راسی اجزا کردہ اند فاتحہ در پارہ خاص داخل نیست مثل تسمیہ کہ جزء سورہ خاصہ نیست دریں ہم مضائقہ نیست دریں صورت گفتہ خواہد شد کہ تمام مصحف بر سی اجزاء منقسم نیست بلکہ ماسواء فاتحہ راسی جزء کردہ اند باید کہ دریں چنیں امور مناقشہ نہ کردہ شود وبمالایعنی مشغول نباید شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آیت فدیہ صوم کی صحیح تفسیر

(سوال ۸۸) وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین اکثروں نے اس آیہ شریف کے ترجمہ میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ علاوہ مریض کے جو شخص چاہے ایک فقیر کو کھانا کھلاوے اور روزہ نہ رکھے لہذا اس ترجمہ کا مطلب صاف صاف تحریر فرمایئے اور روزہ کے متعلق جو فتویٰ ہو تحریر فرمایئے ؟

(الجواب) آیۂ کریمہ وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین کے متعلق بحث طویل ہے مختصر جواب جو آپ کے لئے کافی ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے ساتھ آیت فمن شهد منکم الشهر فلیصمه یعنی پس جو شخص تم میں سے پاوے مہینہ رمضان کو سو ضرور ہے کہ وہ روزہ رکھے حاصل یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں اختیار دیا گیا تھا کہ باوجود طاقت والے ہونے کے بھی اگر کوئی چاہے فدیہ دیدیوے اور روزہ نہ رکھے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور روزہ رکھنا طاقت والے کے لئے متعین ہوگیا اور اس پر اجماع امت کا ہے کہ بلا عذر مرض وسفر روزہ رمضان کا افطار کرنا اور نہ رکھنا درست نہیں ہے اور مریض ومسافر پر بھی بعد میں قضا لازم ہے فدیہ دینا درست نہیں ہے۔ فدیہ صرف شیخ فانی کے لئے ہے۔ والتفصیل

فی المطولات تفسیر احمدی میں ہے وکان فی ھذہ ان الاسلام فرض علیھم الصوم ولم یتعودوہ فرخص لھم فی الافطار والفدیة ثم نسخ التخییر بقولہ تعالٰی فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ لان من یطیقون الصیام ولا یصومون قصداً انما یجب علیھم الکفارۃ والقضاء لا الفدیة المذکورۃ – واللہ تعالٰی اعلم

کتاب ما یتعلق بالحدیث
(حدیث سے متعلق مباحث)

تحقیق روایت شعبہ درباره جہر بآمین

(سوال ۸۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درباره اس امر کی حدیث آمین میں جو شعبہ راوی ہے جس کی نسبت امام بخاری علیہ الرحمۃ وغیرہ کہتے ہیں کہ شعبہ نے خطا کی ہے لہذا حدیث شعبہ جو درباب اخفائے آمین ہے اس کی متابعت دوسرے نے بھی کی ہے جس کی وجہ سے شعبہ کو قوت ہو جائے یا کوئی حدیث اخفائے آمین میں علاوہ حدیث شعبہ کے دیگر راویوں کی روایت سے جس کی وجہ سے اس حدیث شعبہ کو تقویت ہو اور ضعف سے نکل جائے اگر آپ کی نظر فیض اثر سے گزری ہو تو عنایت کریمانہ فرماکر ضرور مطلع فرمائیں تاکہ جواب اہل حدیث میں ہم کو موقع ملے اور حدیث شعبہ میں ضعف کیسا ہے جو اس کے ضعف سے مبرا کرنے کے لئے کسی متابع کی ضرورت ہو۔

(سوال دوم) جب بخاری علیہ الرحمۃ وغیرہ نے اس حدیث مذکورہ بالا میں جس طرح شعبہ کا مخطی ہونا ثابت کیا ہے اسی طرح کسی دوسری حدیث میں بھی شعبہ راوی ہو شعبہ کا خطا کرنا ثابت کیا ہے یا محض اسی حدیث میں بسبب موافقت مذہب امام ہمام کے امام بخاری نے شعبہ کا مخطی ہونا ثابت کیا ہے چونکہ بغیر ذات ستودہ صفات کے ایسے رموز کا کشف ابعد معلوم ہوتا ہے اسی واسطے تکلیف دی جاتی ہے امید کہ اس کی تحقیق فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) روایات حدیث کا تتبع کرنے سے اب تک اس روایت میں کوئی راوی شعبہ کا متابع نظر نہیں پڑا اور سفیان ثوری کی روایت کے متابع بیشک موجود ہیں باقی شعبہ کی روایت کا تخطیہ سفیان کی روایت کے مقابلہ میں جن وجوہ کی بناء پر ترمذی یا بخاری یا ابو داؤد نے کیا وہ ہرگز ایسے مضبوط نہیں ہیں جن کی وجہ سے حدیث قابل احتجاج نہ رہے چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ان سب وجوہ کا جواب دیا ہے اور بتلایا ہے کہ اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ امام بخاری ناقد حدیث ہیں اس لئے ان کی وجدانی بات کو بھی باوقعت سمجھا جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ کسی مسئلہ میں محدثین کا کسی جانب کو دوسرے دلائل کی وجہ سے اختیار کر لینا بھی بعض جگہ اس کے مقابل کی حدیث کے تخطیہ کرنے میں ایک حد تک مؤثر ہوتا ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ امام ممدوح نے اس روایت میں شعبہ کا تخطیہ نہیں کیا کیونکہ ترمذی نے باب التخشع فی الصلوٰۃ ص ۵۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں شعبہ کا تخطیہ امام بخاری سے تین وجوہ سے نقل کیا ہے اور اس کے نظائر دوسری جگہ بھی تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں آمین بالجہر کے بارے میں بعض روایات وائلؓ کی روایت کے سوا بھی ہیں مگر ان کی تصحیح محدثین سے منقول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ مولانا شبیر احمد صاحب

شرح منیہ میں ہے۔ ویخفونها ای و یخفی الامام والمقتدون امین لقول ابن مسعودؓ

اربع یخفیهن الامام التعوذ والتسمیه و امین و ربنالك الحمد وهذه الاربعة رواه ابن ابی شیبه عن ابراهیم النخعی وقد روی احمد و ابو یعلی و الطبرانی والدارقطنی والحاکم فی المستدرك من حدیث شعبه عن سلمة بن کهیل عن حجر بن العنبس عن علقمه بن وائل عن ابیه انه صلی مع رسول الله ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین اخفی بها صوته وقال الشافعیؒ و احمدؒ یجهرالامام والماموم بآمین لماروی ابن ماجة کان علیه الصلوٰة والسلام اذا تلا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین حتی سمع من الصف الاول فیرتج المسجد – قلنا تعارض روایتا الجهر والاخفاء فی فعله علیه الصلوٰة والسلام فیرجح الاخفاء باشارة قوله علیه الصلوٰة والسلام فان الامام یقولهاو بانه الاصل فی الدعاء وامین دعاء فان معناه استجب الخ شرح منیة الکبیر للحلبی رحمه اللّٰه علیه –

اس عبارت شرح منیہ سے ترجیح قول امام ثابت ہے باقی مکان جدال واسع ہے اور طرفین کے دلائل کتب میں مبسوط ہیں عمدۃ القاری شرح بخاری للعلامۃ الامام العینی کو ملاحظہ فرماویں-واللہ تعالیٰ اعلم

اذا احب اللّٰه عبداً لم یضره ذنب یہ حدیث ہے یا نہیں

(سوال ۹۰) اذا احب اللّٰه عبداً لم یضرہ ذنب یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب میں ہے ؟

(الجواب) یہ حدیث ثابت نہیں ہے کتب احادیث میں نہیں ملی-بظاہر قول کسی بزرگ کا ہے اور معنے صحیح ہیں کہ اگر گناہ اس سے ہوگا تو توفیق توبہ ہو جاوے گی بس مضرت نہ ہوگی-

ابن ابی شیبہ اور دیلمی کی روایت من زھد فی الدنیا اربعین یوماًالخ کی تحقیق

(سوال ۹۱) دیلمی اور ابن ابی شیبہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ من زهد فی الدنیا اربعین یوما واخلص فیها العبادة اجری اللّٰه علی لسانه ینا بیع الحکمة من قلبه-اخلاص سے مراد بغیر ریاء و سمعہ عبادت کرنا ہے یا کچھ اور اول معنے کا صلہ لازم آتا ہے -کما قال صاحب الصراح لو اخلص لله الخ- اصل عبارت یہی سمجھی جاوے گی اور للہ محذوف مانا جاوے گا یا کچھ اور مطلب ہے یا اخلاص سے یہ مراد ہے کہ ان ایام میں سوائے عبادت کے دوسرا کام مثل دیگر ایام کے نہ کرے خورد ونوش و پیشاب پاخانہ وغیرہ سے علاوہ جیسا کہ صوفیہ کرامؒ ایام چلہ نشینی میں کرتے ہیں ؟

(الجواب) یہی مطلب ہے واخلص لله فیها العبادة اور کچھ نہیں پس للہ کا محذوف ماننا ضروری ہے کیونکہ اخلاص عبادت اللہ کے لئے ہونا ضروری ہے اور فیھا ظرف ہے اس کو کچھ دخل تغیر معنی اخلاص میں نہیں ہے-

حدیث معراج کے متعلق ایک سوال

سوال ۹۲) دو فریق میں اختلاف ہوا اور دوبارہ وضع قدم شریف حضرت محمد مصطفی ﷺ شب معراج بن کندھے مبارک پر حضرت محبوب سبحانی شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ کے، فریق اول کہتا ہے کہ حدیث معراج میں کہیں یہ قصہ مذکور نہیں لہذا یہ قصہ خلاف ہے فریق ثانی کا بیان ہے کہ یہ قصہ واقع ہوا ہے اور صحیح ہے اور فریق ثانی بعض کتب سے نقول پیش کرتا ہے ہر دو فریق میں سے کون حق پر ہے اور یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب) فریق اول حق پر ہے - در حقیقت حدیث معراج میں اور کسی حدیث میں یہ قصہ مذکور نہیں ہے اور در صورت صحت نقل اس قصہ کے حضرت محبوب سبحانیؒ سے مئول ہے ایسی تاویلات کے ساتھ جو لائق حالات اولیاء اللہ کے جیسے حضرت بایزید بسطامیؒ کی معراج کی تاویلات ہیں اس قصہ کی بھی تاویل لی جائے گی بہر حال نقل کرنا ایسے امور کا خصوصاً عوام جہال کے سامنے موجب گمراہی اور فتنہ کا ہے - اللہ تعالی اعلم

حدیث قدسی کی تعریف

(سوال ۹۳) حدیث قدسی کس کو کہتے ہیں؟
(الجواب) جس کو رسول اللہ ﷺ عن اللہ تبارک و تعالے روایت فرمادیں -

صلوا خلف کل بر و فاجر کا کیا مطلب ہے

(سوال ۹۴) حدیث صلوا خلف کل برٍ و فاجرٍ کا کیا مطلب ہے؟
(الجواب) اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ نماز فاجر کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے لیکن دوسری احادیث اور نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ بھی تحریمی جیساکہ شامی میں منقول ہے وہاں مفصل دیکھ لیا جاوے انہوں نے وجہ کراہت بھی نقل فرمائی ہے -

بعض عربی جملوں کے متعلق حدیث ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق

(سوال ۹۵) ایک رسالہ میں ذیل کے جملوں کو حدیث لکھا ہے - (۱) انما نهيتكم عن صوتين احمقين صوت النوحة وصوت الغناء؟ (۲) كان ابليس اول من تغنى و اول من ناح (۳) التغنى حرام و التذذ بها كفر و الجلوس عليها فسق و معصية یہ جملے حدیث ہیں یا نہیں؟
(الجواب) یہ جملے الفاظ مذکورہ کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں نظر نہیں آئے جملہ اولی کے متعلق جامع صغیر میں یہ الفاظ حدیث کے منقول ہیں - صوتان ملعونان فى الدنيا و الأخرة مزمار عند نغمة و رنة عند مصيبة. رواه البزار -

اور جملہ ثالثہ کو صاحب در مختار نے بزازیہ سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے-وفی البزازیہ استماع الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة و الجلوس علیها فسق والتلذ دبها کفر ای بالنعمة فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لا جله کفر بالنعمة لا شکر الخ در مختار اور جملہ ثانیہ کہیں نظر سے نہیں گزرا-واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث " من رأنی فقد رأی الحق "کا مطلب

(سوال ۹۶) اس حدیث شریف کا کیا مفہوم ہے من رانی فقد رای الحق بہت لوگ اس حدیث شریف کا یہ مفہوم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھ لیا پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا اگر یہی مفہوم ہو تو شبہ ہوتا ہے کہ پھر اللہ اور رسول ﷺ میں کیا فرق رہا- تفصیل فرمایئے ؟

(الجواب) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے ٹھیک مجھی کو دیکھا یعنی شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا دوسری حدیث میں اس کی شرح وارد ہوئی من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا کر آسکتا- حق کے معنی صحیح اور ثابت کے ہیں جیسا کہ صحیح امر کو امر حق کہتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو جن کا مذہب صحیح ہے اور ثابت ہے اہل حق کہتے ہیں-واللہ تعالیٰ اعلم

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کی روایت

(سوال ۹۷) مولود طیش میں یہ مضمون لکھا ہے کہ جب آدم علیہ السلام آسمان پر گزرتے تو ملائکہ مقربین بہ تعظیم آدم پیچھے پیچھے چلتے -آدم نے عرض کیا کہ اے پروردگار عالم کیا سبب ہے کہ ملائکہ میری تعظیم کرتے ہیں حکم ہوا تمہاری پیشانی میں نور محمدی ہے یہ اس کی تعظیم ہے-آدم نے عرض کی کہ یااللہ وہ نور انگشت سبابہ میں آجاوے کہ میں بھی اس سے مشرف ہوں اور دیکھوں بدرخواست آدم وہ نور انگشت سبابہ میں آگیا فوراً آدم علیہ السلام نے چوم لیا- بس یہی وجہ ہے کہ جب مؤذن اشهد ان محمداً رسول اللہ کہتا ہے تو لوگ انگلی چوم لیتے ہیں یہ سنت آدم علیہ السلام کی ہے ؟

(الجواب) یہ قصہ موضوع معلوم ہوتا ہے کسی حدیث واثر صحیح سے اس کا ثبوت نہیں-

حدیث لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد اور افضل اعمال امتی تلاوۃ القرآن نظراً کی تحقیق

(سوال ۹۸) لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد حدیث صحیح معمول بہا ہے یا غیر صحیح متروک العمل بعض کتب غیر مشہورہ میں مرقوم ہے اور یہ حدیث ان افضل اعمال امتی تلاوۃ القرآن نظراً صحیح ہے یا غیر صحیح؟

(الجواب) جامع صغیر میں ہے - لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد قطھن - عن جابر و عن ابی ھریرۃ ضعیف و فی السراج المنیر ھذا محمول علی الفریضۃ وما الحق بھا ففعلھا فی المسجد افضل وما عدا ذلک ففعلہ فی البیت افضل من فعلہ فی المسجد - افضل عبادۃ امتی قراءۃ القران نظراً قال فی السراج المنیر ای من مصحف فقراتہ نظراً فضل من قراءتہ عن ظھر قلب رواہ الحکیم الترمذی عن عبادۃ ابن الصامت واسنادہ حسن حدیث اول معمول بہا ہے اس طریقہ سے کہ حدیث کو محمول کریں گے فرائض پر اور جو اس کے حکم میں ہو اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے اور حدیث ثانی بھی ان الفاظ مذکور سے موجود ہے اور جو الفاظ سوال میں درج ہیں ان الفاظ سے نہیں ملی مگر مطلب ایک ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

مذکورہ حدیث پر مکرر سوال وجواب

(سوال ۹۹) آپ کے جواب میں مرقوم ہے لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد عن جابر عن ابی ھریرۃ ضعیف جامع صغیر و فی السراج المنیر ھذا محمول علی الفریضۃ وما الحق بھا ففعلہ فی المسجد افضل وما عدا ذلک ففعلہ فی البیت افضل عن فعلہ فی المسجد اسی حدیث سے بالکلیہ نفی جواز صلوٰۃ کی غیر مسجد میں معلوم ہوتی ہے اور سراج منیر میں محمول نفی افضلیت پر کرتے ہیں اور اصل نماز مکان میں اور دکان وغیرہ میں جائز رکھتے ہیں اور اسی حدیث کے متن میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن ام مکتوم نابینا نے اجازت نماز کی مکان میں چاہی آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم آواز اذان کی سنتے ہو کہا سنتا ہوں فرمایا کہ مسجد میں آکر نماز پڑھو - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فریضہ مکان مین بالکل جائز نہیں اب اگر نفی افضلیت ہے تو کس دلیل سے ہے اور مکان، دکان میں نماز فریضہ بے عذر یابلاعذر جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) حدیث لاصلوٰۃ میں لا نفی کمال کے لئے ہے جیسا کہ لا ایمان لمن لاحیاء لہ، وغیرہ روایات میں یہی مراد بالاتفاق ہے اور حدیث عبداللہ بن ام مکتوم بھی اسی پر محمول ہے کہ آپ نے ان کو افضل کا امر فرمایا-

رسول اللہ ﷺ نے پاجامہ پہنا ہے یا نہیں

(سوال ۱۰۰) رسول اللہ ﷺ نے پاجامہ پہنا ہے یا نہیں؟

(الجواب) پہننا پاجامہ کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے البتہ خریدنا ثابت ہے۔ کما جاء فی بعض الروایات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(سوال ۱۰۱) آنحضرت ﷺ نے پاجامہ پہنا ہے یا نہیں اور حضرت کے زمانہ میں پاجامہ تھا یا نہیں؟

(الجواب) زاد المعاد میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پاجامہ خریدا ہے اور یہ بھی اس میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسی لئے خریدا ہے کہ اس کو پہنیں گے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پاجامہ پہنا ہے۔الخ عبارت زاد المعاد کی یہ ہے واشتری السراویل و الظاھر انہ انما اشتراھا لیلبسھا وقد روی فی غیر حدیث انہ لبس السراویل وکانو یلبسون السراویلات باذنہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم

گندم کی روٹی آنحضرت ﷺ سے کھانا ثابت ہے

(سوال ۱۰۲) آنحضرت ﷺ نے گندم کی روٹی کھائی ہے یا نہیں اور حضرت کے زمانہ میں گندم تھے یا نہیں؟

(الجواب) آں حضرت ﷺ نے گیہوں کی روٹی کبھی کبھی کھائی ہے جیساکہ مواہب لدینہ میں منقول ہے بشرح حدیث شمائل ترمذی واکثر خبزہ الشعیر ای قدیکون خبزھم خبز البر مثلاً اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں گیہوں کا ہونا احادیث صدقہ فطر سے ظاہر ہے جیساکہ ابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہ میں ہے۔عن ابن عباسؓ قال فی اخر رمضان اخرجوا صدقۃ صومکم فرض رسول اللہ ﷺ ھذہ الصدقۃ صاعاً من تمراو شعیر او نصف صاع من قمح علی کل حرٍ او مملوك ذکر او انثی صغیراو کبیر۔

چند احادیث کے معنی اور مطلب

(سوال ۱۰۳) حدیث میں ہے لا الہ الا اللہ لیس لھا حجاب دون اللہ ۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ (۲) حدیث میں اس کلمہ کو افضل الذکر فرمایا ہے، حالانکہ خدا کے سب نام افضل ہیں، خصوصیت کی کیا وجہ ہے (۳) حدیث شریف مین وارد ہے وتحرکت بی شفتاہ اس کے کیا معنی ہیں؟ (۴) ایک حدیث میں ذکر کو صیقل قلب فرمایا ہے پس اگر کلمہ طیبہ کا ذکر لسانی کثرت سے کیا جائے تو دل میں خدا کا نور اور خدا کی محبت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے یا صیقل کے اور معنی ہیں؟

(الجواب) (۱) لیس لھا حجاب دون اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلمہ مقبول ہوتا ہے

خصوصیت کے ساتھ ،یا یہ مطلب ہے کہ اس کا کہنے والا واصل الی اللہ ہوتا ہے (۲) چونکہ اس میں ماسوا کی نفی اور اللہ کی توحید کا اثبات ہے اس لئے بہ نسبت اسم ذات مجرد یا دیگر اسماء کے جس میں نفی اور اثبات دونوں جمع نہ ہوں افضل فرمایا ہے یا اسی وجہ سے جو **لیس لها حجاب دون اللہ** میں ہے یہ افضل ہے اور یہ بھی علماء نے فرمایا ہے کہ اس کو افضل الذکر کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر اذکار افضل الذکر نہ ہوں (۳) **تحرکت بی شفتاہ** کا یہ مطلب ہے کہ میرے ذکر کے ساتھ اس کے ہونٹ ہلتے رہیں یا زبان سے میرا ذکر تسبیح و تہلیل وغیرہ کرتا رہے (۴) صیقل ہونے کا یہی مطلب ہے کہ دل وساوس واثر معاصی سے صاف ہو اور اللہ کی محبت پیدا ہو-

تا بجاروب لا نروبی راہ نہ رسی در سرائے الا اللہ

واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کے سایہ کے متعلق حدیث

(**سوال ۱۰۴**)(۱)وہ حدیث کون سی ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟

(**الجواب**)امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے **اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یریٰ له ظل فی شمس ولا قمر الخ** اور تواریخ حبیب آلہ میں مولانا مفتی عنایت احمد صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا- مولوی جامی نے آپ کا سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے -اس قطعہ میں

پیغمبر ماند اشت سایہ
تا شک بدل یقین نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیرو اوست
پیدا است کہ یا زمین نیفتد

سفر سے واپسی پر بیوی سے مصافحہ کرنا حدیث میں نہیں ملتا

(**سوال ۱۰۵**)جب مرد سفر سے واپس آوے تو اپنی زوجہ سے مصافحہ کرنا،حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(**الجواب**) شامی میں ہے-**وان دخل علی اهله یسلم اولاً ثم یتکلم الخ** یعنی اگر اپنے گھر میں

---

(۱)اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتفصیل امداد المفتین ص ۱۲۶ جلد اول کتاب السیر والمناقب کے ضمن میں بعنوان مامول القبول فی ظل الرسول ﷺ ملاحظہ فرمائیں-اشفاق احمد قاسمی

داخل ہو تو اول سلام کرے پھر کلام کرے اور مصافحہ کرنا اپنی زوجہ سے ظاہر ہے کہ جائز اور درست ہے لیکن سنیت اس کی بظاہر ثابت نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

ذبحہ گاؤ کے متعلق ایک موضوع روایت کی تحقیق!

(سوال ۱۰۶) دوسرا امر یہ ہے کہ اخبار توحید جو میرٹھ لال کرتی سے شائع ہوتا ہے اس میں کسی نے یہ چھاپ دیا ہے کہ جو آدمی چالیس گائے ذبح کرے اس نے ایک خون ناحق کا ارتکاب کیا اور جو بخواہش نفس شکار کرے اس نے مسجد یا دیوار کعبہ کو منہدم کیا اور اس کی روایت کو جناب خواجہ خواجگان حضرت سلطان الہند مولوی شاہ معین الدین چشت اہل سنت ؒ سے بسلسلہ پیرو مرشد برحق حضرت شاہ عثمانی ہارونیؒ لکھا ہے-اس کی کیا سند ہے؟

(الجواب) یہ روایت جو اخبار توحید میرٹھ کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے، یہ بالکل حضرت خواجہ خواجگانؒ پر افتراء و بہتان ہے، ان کی طرف اس کو نسبت کرنا اپنی عاقبت کو خراب کرنا ہے

اسی طرح حضرت خواجہ عثمانی ہارونی کی طرف سلسلہ روایت کو پہنچانا اور ان کی طرف نسبت کرنا بھی بہتان ہے اگر درحقیقت ان کے ملفوظات میں کسی نے ایسا لکھا ہے تو بالضرور یہ کسی ہندو گاؤ پرست کی کارروائی ہے مسلمانوں سے سخت تعجب ہے کہ ایسے ہندوانہ خیالات و عقائد کو حضرت ائمہ طریقت کی طرف و پیشوایان شریعت کی طرف نسبت کرنے کو گوارا کریں جو امور شریعت غراء میں نص قطعی سے ثابت ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان افعال کو کیا اور ان کی اجازت دی ہے یہ کب ممکن ہے کہ شیدائیان سنت نبویہ و عاشقان خدا تعالیٰ و محبان رسول اللہ ﷺ ان امور کی نسبت ایسا فرماویں-معاذ اللہ ولاحول ولا قوۃ-

حدیث شریف میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے خود گائے ذبح کی ہے اور شکار کی اجازت احادیث متعددہ میں وارد ہے اور آپ نے خود شکار کیا ہوا صحابہ کا تناول فرمایا ہے اور آیات قرآنیہ میں ان دونوں امر یعنی ذبح بقرہ و شکار کی حلت و اجازت وارد ہے تفصیل کی ضرورت نہیں ہے کوئی مسلمان ان امور سے ناواقف نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

صلوٰۃ عیدین میں اذان و تکبیر کیوں ممنوع ہیں

(سوال ۱۰۷) عیدین میں اذان و تکبیر کہنا کیوں ممنوع ہے؟

(الجواب) احادیث سے ثابت نہیں ہے اور انکار اذان وغیرہ کا احادیث میں وارد ہے اس وجہ سے اذان وغیرہ کہنا عیدین میں بدعت و مکروہ ہے-

کتاب التصوف والسلوک

دوسرے پیر سے تجدید بیعت کا حکم

(سوال ۱۰۸) تجدید بیعت دوسرے پیر سے جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) ایک شخص کہتا ہے کہ نقشبندیہ خاندان کا مرید دوسرے خاندان میں داخل نہیں ہو سکتا یہ صحیح ہے یا غلط ؟

(الجواب) اگر شیخ اول سے مرید کو نفع نہ ہو تو دوسرے شیخ سے بحیات شیخ اول یا بعد موت شیخ اول بیعت کرنا درست ہے اور اسی کو تجدید بیعت کہتے ہیں- والتفصیل فی القول الجمیل للشیخ ولی اللہ الدھلوی

(۲) یہ کہنا اس کا غلط ہے جس غرض کی وجہ سے تجدید بیعت درست ہے وہ ہر ایک خاندان میں پائی جا سکتی ہے مثلاً اگر نقشبندی مرید کو اپنے شیخ سے نفع نہ ہو تو وہ شیخ قادری یا چشتی وغیرہ سے بیعت ہو سکتا ہے-

نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ خاندانوں میں سے کس میں مرید ہونا چاہئیے

(سوال ۱۰۹) نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، وغیرہ خاندانوں میں سے کس میں مرید ہونا چاہئیے ؟

(۲) امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی کیسے شخص ہیں کیا ان کی شان میں کوئی حدیث بھی آئی ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے حضرت مجدد کی نسبت ایک شعر ارشاد الطالبین میں تحریر کیا ہے ۔

نے نے تراز تربت یثرب گرفتہ اند　　　　پنہاں زشام در دم بسر ہند ہشتہ اند

(الجواب) جو پیر متبع سنت و پیرو شریعت ہو خواہ وہ کسی خاندان کا ہو اس سے مرید ہونا چاہئیے بدعتی پیر سے مرید نہ ہونا چاہئیے اور حضرت مجدد الف ثانی طریقہ نقشبندیہ کی زیادہ مدح فرماتے ہیں وہ اسی بناء پر ہے کہ اس وقت اتباع سنت مشائخ نقشبندیہ میں زیادہ تھا مگر اس زمانے میں کہ اتباع سنت مشائخ میں بہت کم ہے اس لئے یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جو شیخ پورا پابند شریعت غراء اور متبع سنت بیضاء ہو اس سے بیعت ہو خواہ وہ کسی طریقہ اور خاندان کا ہو کہ جملہ طرق و خاندان حق ہیں اور سب موصل الی اللہ ہیں اور علاوہ بریں اتباع جملہ طرق میں ایسا ہی ارتباط ہے کہ ہر ایک خاندان دوسرے خاندان سے مربوط ہے مثلاً جو نقشبندی ہے وہ چشتی و قادری و سہروردی بھی ہے کیونکہ اکثر مشائخ نے مختلف خاندانوں میں فیض حاصل کیا ہے مثلاً حضرت مجدد الف ثانی باوجودیکہ ان کا طریقہ نقشبندیہ مشہور ہے مگر وہ چشتی و قادری بھی ہیں اور جن کے مشائخ چشتی ہیں تو وہ نقشبندی اور قادری وغیرہ بھی ہیں پس تفریق غیر مناسب ہے-

جو شخص مریدین کی مستورات سے پردہ نہ کرے وہ بیعت کے قابل نہیں

(سوال ۱۱۰) ایک شخص لوگوں کو مرید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مریدین کی مستورات کو پیر سے پردہ کرنا نہیں چاہئیے اور بجائے تلاوت قرآن مجید کے اللہ اللہ کرنا چاہئیے ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے ؟

(الجواب) ایسا شخص بیعت کے قابل نہیں اور اس کے قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے مقتدا ہونے کے لائق

نہیں ہے اور امام بنانے کے قابل نہیں اس کے مریدین فساق و مبتدعین ہیں نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

کامل مقبول کی شناخت عند الشرع

(سوال ۱۱۱) کامل مقبول کی کیا شناخت ہے کتب تصوف میں لکھا ہے کہ اہل اللہ برائے فتوح کوئی عمل نہیں پڑھتے تو پھر ان کو فتوحات کس طرح حاصل ہوتی ہیں؟

(الجواب) عند الشرع کامل مقبول کی شناخت یہ ہے کہ کبائر سے مجتنب ہو، صغائر پر مصر نہ ہو۔ زاہد فی الدنیا ہو راغب فی الآخرت ہو طاعات پر مواظبت ہو تعلق دل کا اللہ پاک سے رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ اور اس عمل و رسوخ کا ثمرہ دنیا میں بھی من جانب اللہ بلا طلب یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر چیز اس کی طرف میلان کرنے لگتی ہے اور حق تعالیٰ ہی خود اس کا حامی و متکفل ہو جاتا ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔ جب وہ دنیا سے معرض ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی خدمت و اطاعت میں مصروف ہو جاتا ہے تو دنیا اس کی خدمت کے لئے متوجہ ہو جاتی ہے۔ و رد فی الحدیث القدسی اخد منی من خدمتی الخ غرض ان کی فتوح بوجہ عملیات مروجہ نہیں ہوتی بلکہ حسب ارشاد خداوندی ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن وُدا۔ الآیہ ۔ہر چیز ان کی مطیع و منقاد ہو جاتی ہے۔

مرتکب کبیرہ (بدون توبہ کے) ولی اللہ نہیں ہو سکتا

(سوال ۱۱۲) ایک شخص سلطان الاولیاء کا دعویٰ کرتا ہے اور نیز یہ بھی کہتا ہے کہ یہ خطاب مجھ کو جناب فخر عالم ﷺ نے عطا فرمایا ہے اور اس پر تماشہ یہ ہے کہ ایک نامحرم عورت کو دور دراز سفر سے ساتھ لا کر لاہور میں نکاح پڑھایا ہے اور پوری تصدیق بھی کسی کو نہیں کہ نکاح پڑھایا گیا ہے یا نہیں صرف اسی کا بیان ہے کیا ایسے شخص کو جو کہ غیر محرم عورت کے ساتھ دور دراز سفر کرے جو بالکل خلاف شرع ہے ولی کہنا درست ہے؟

(الجواب) نامحرم عورت کے ساتھ اس قدر طول طویل سفر کرنا حرام اور ناجائز ہے اگرچہ وہ عورت مریدنی اس کی ہو اور جو شخص فعل حرام کا مرتکب ہو وہ فاسق ہے اس کو اپنی نسبت یہ دعوے کرنا کہ میں سلطان الاولیاء ہوں اور یہ لقب مجھ کو حضرت رسول ﷺ نے عطا فرمایا ہے سراسر کذب و افتراء ہے اور کذاب و مفتری و مرتکب حرام ولی نہیں ہو سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ ان اولیآء ہ الا المتقون وقال تعالیٰ الآ ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون الآیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سلسلہ اویسیہ کی تحقیق

(سوال ۱۱۳) سلاسل اولیاء کرام سے کوئی سلسلہ اویسیہ بھی ہے یا نہیں؟ حضرت اویس قرنیؓ کے حالات

میں کون سی کتاب ہے، بعض علماء طریقہ اویسیہ کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں جو شخص اویسیہ طریقہ میں مرید ہو گا وہ کافر ہے حضور ﷺ کی خدمت میں تین مرتبہ حضرت اویسؓ تشریف لائے لیکن حضرت سے ملاقات نہیں ہوئی واپس چلے گئے یہ بات صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اویسیہ طریقہ کے معنی اب اصطلاحاً یہ ہیں کہ جس بزرگ کو کسی دوسرے بزرگ سے روحی فیض حاصل ہو اور بظاہر فیض صحبت حاصل نہ ہوا ہو اس کو کہا جاوے گا کہ بطریق اویسیہ ان کو فیض حاصل ہے جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے مولانا خرم علی صاحب مترجم قول جمیل میں نقل فرماتے ہیں۔

(ف) مولانا نے فرمایا کہ میں نے حضرت ولی نعمت یعنی مصنف سے پوچھا کہ شیخ ابو علی فارمدی کو کہ ابوالحسن خرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اس رسالہ میں کیوں نہ ذکر کیا فرمایا کہ یہ نسبت اویسیہ کی ہے یعنی روحی فیض ہے اور اس رسالہ میں غرض یہ ہے کہ نسبت صحبت من و عن عالم شہادت میں جو ثابت ہے مذکور ہو۔ لیکن اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے شیخ ابو علی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت۔ چنانچہ رسالہ قدسیہ میں خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمتہ نے مذکور کیا ہے انتہی شفاء العلیل ترجمہ قول جمیل۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ نسبت اویسیت کے معنی روحی فیض کے ہیں اور یہ نسبت قوی اور صحیح ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اویسیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت اویسؓ قرنی سے کوئی مرید ہوا ہو اور یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیت کا انکار غلط ہے چونکہ حضرت اویس قرنیؓ کو آں حضرت ﷺ سے روحی فیض حاصل ہو اور صحبت آں حضرت ﷺ کی ان کو حاصل نہیں ہوئی جیساکہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے خیر التابعین اویس القرنی. او کما قال ﷺ اس لئے جس کو روحی فیض کسی بزرگ سے حاصل ہوگا اس کو نسبت اویسیت سے تعبیر کریں گے۔ وعن عمر ابن الخطابؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان رجلاً یاتیکم من الیمن یقال له اویس لا یدع بالیمن غیر ام له قد کان به بیاض فدعا الله فاذهبه الا موضع الدینا راوالدرهم فمن لقیه منکم فلیستغفرلکم۔ وفی روایة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس وله والدة وكان به بیاض فمروه فلیستغفرلکم رواہ مسلم ۔ مشکوۃ شریف ص ٥٧٤ اس حدیث حضرت عمرؓ سے یہ بھی واضح ہوا کہ آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں اویس قرنیؓ آپ کی خدمت میں نہیں حاضر ہوئے اور وجہ اس کی دوسری روایات سے یہ معلوم ہوئی ہے کہ ماں کی خدمت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے آپ کے ان الفاظ سے ان رجلاً یاتیکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ صحابہ کی خدمت میں آویں گے اور خود آپ کا ان کو تابعی فرمانا بھی دلیل ہے، باقی یہ کہ حضرت اویس قرنی آپ کی خدمت میں آئے ہوں اور ملاقات نہ ہوئی ہو کہیں ثابت معلوم نہیں ہوتا اور حضرت اویس قرنی کے حالات کی کوئی کتاب بھی بندہ کو معلوم نہیں ہے اور ان کے سلسلہ کا بھی حال معلوم نہیں ہے ان کا مرید کون ہوا پھر کون ہوا الخ اور نہ یہ معلوم کہ آج کل ان کے سلسلہ میں کوئی مرید کرتا ہے یا نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

بیت اللہ کی زیارت کو کسی بزرگ کا جانا بطور کرامت ممکن ہے!

(سوال ۱۱٤) باب استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق و طحطاوی بر مراقی الفلاح و باب ثبوت النسب در مختار و شامی و غیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے لئے ممکن و منجملہ کرامات ہونا لکھا ہے روض الریاحین امام یافعی وغیرہ میں وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ علما کا اس کرامت کو منقول ہے اس کو غیر مقلدین لغو و غلط امر کہتے ہیں ان کا قول و خیال ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول مقبول ﷺ نے جو اشرف المخلوقات سے ہیں اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کے طواف و زیارت کرے یہ قلب موضوع ہے اور نا ممکن امر ہے ہاں اگر قرآن و حدیث سے یہ امر مدلل کیا جائے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے لہذا علمائے احناف کی جناب میں گزارش ہے کہ اس عقیدہ کو نصوص احادیث و قرآن سے مدلل فرماویں؟

(الجواب) قال الله تعالٰی فی قصۃ مریم کلما دخل علیها ذکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یا مریم انی لك هذا قالت هو من عندالله. الأیة فی الخازن و فی هذه الأیة دلیل علی جواز کرامات الاولیاء و ظهور خوارق العادات علی یدیهم الخ – وفی الدر المختار عن الامام النسفی و سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحداً من الاولیاء هل یجوز القول به فقال خرق العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة الخ ولا لبس بالمعجزة الخ قوله ولا لبس بالمعجزة الخ جواب من قول المعتزلة المنکرین لکرامات الاولیاء (شامی) معلوم ہوا کہ مذہب اہل سنت و جماعت ثبوت کرامات اولیاء اللہ ہے کائنة ماکانت غیر ما ثبت بالدلیل عدم امکانه کما قال فی رد المختار والمعتمد الجواز مطلقاً الا فیما ثبت بالدلیل عدم امکانه کاتیان بسورة الخ– انکار کرامات معتزلہ کا مذہب ہے جس کا جواب دیا گیا ہے اور خرق عادۃ کے یہی معنی ہیں کہ اگرچہ اس سے قلب موضوع لازم آوے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت واسعہ ہے جس کے ہاتھ پر جو چاہے ظاہر فرماوے–واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الذکر والدعاء والتعویذات
و آداب تلاوۃ القرآن

فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت

(سوال ۱۱۵) ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا آں حضرت ﷺ سے بطریق صحیح ثابت ہے یا نہیں اگر کوئی اثبات دعا کا قائل نہ ہو انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ (۱) سے ثابت ہے منکر اس کا جاہل اور بے خبر ہے سنت سے، اور تارک سنت ہو کر مورد ملامت و طعن ہے ترمذی شریف میں مروی ہے عن ابی امامة قال قیل یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوة اور حصن حصین میں بروایت ترمذی و حاکم نقل کیا ہے وبسط الیدین اور صحاح ستہ کی روایت سے نقل کیا ہے ورفعهما پس مجموعہ ان احادیث صحیحہ سے ہر ایک نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوا اور حصن حصین میں التزام احادیث صحیحہ کا کیا گیا ہے۔ والحمد للہ

کیا قرآن شریف کی تلاوت تیمم پر ہو سکتا ہے!

(سوال ۱۱۶) قرآن شریف ناظرہ خوان کو تیمم سے تلاوت کرنا باوجود قدرت پانی کے جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) تیمم بوقت آب کالعدم ہے پس مس مصحف اس سے درست نہیں اگر بدون مس کے تلاوت کرے درست ہے کیونکہ تلاوت قرآن شریف بے وضو کو جائز ہے۔

کلمہ یا بدوح وغیرہ کے متعلق سوال وجواب

(سوال ۱۱۷) اسم یا بدوح، یا طیطہتاہ، یا مستود شاہ۔ کس کا نام ہے تحریر فرمادیں؟

(الجواب) بندہ کو ان اسماء کی تحقیق نہیں ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

(ف) احقر نے اپنے استاذ محترم حضرت العلامۃ مولانا انور شاہ کشمیری ؒ سے سنا ہے کہ لفظ بدوح بلا تشدید دال عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے بقیہ اسماء کا حال معلوم نہیں

محمد شفیع عفا اللہ عنہ

طاعون دور کرنے کے لئے ایک عمل

(سوال ۱۱۸) بوجہ مرض طاعون کے اگر کوئی شخص شہر کے گرداگرد سورہ یاسین پڑھتا ہوا طواف کرے

---

(۱) اس مسئلہ کی تفصیل اور پورے دلائل حدیث دیکھنا ہوں تو حضرت سیدی حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا رسالہ استحباب الدعوات عقیب الصلوات دیکھا جاوے۔ محمد شفیع

اور جس جگہ مبین آوے وہاں کھڑا ہو جاوے اور بانگ اللہ اکبر اللہ اکبر سات بار دیکر پھر چل پڑے اس سے طاعو
دور ہو جاتا ہے اس فعل کو سنت اور فرض کہنا کیسا ہے؟ ایک شخص اسکو بدعت کہتا ہے؟ بنیوا توجروا
(الجواب) یہ فعل شریعت سے ثابت نہیں ہے پس فرض و سنت کہنا اس کو غلط ہے، اور بدعت کہنا صحیح
کیونکہ جو امر محدث ہے وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ ضلال ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من احدث
فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد و قال ﷺ کل بدعۃ ضلالۃ. الحدیث۔

جب کہ دوسرے نمازیوں کو تشویش ہو تو باواز بلند ذکر کرنا جائز نہیں

(سوال ۱۱۹) بعد جماعت فرض نمازوں کے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال
والاکرام- کہہ کر اذکار ماثورہ کو امام اور مقتدی کا جہر سے پڑھنا (جس کے سبب سے یاد یکھ چکا ہوں کہ بہت
سے مسبوق کی باقی نماز میں خلل ہوتا ہے) جائز ہے یا نہیں کیا ایسے وقت بھی امام کا مقتدیوں کو یہ اذکار ماثو
جہر سے سنانا تعلیماً ہویا مصلحتاً ہو یا ضداً ہو سنت ہے یا مستحب ہے یا بدعت ہے- یا کیا ہے؟
(الجواب) قال فی رد المحتار و فی الفتاوٰی الخیریۃ من الکراھیۃ والا ستحسان جاء فی الحدیث
ما اقتضیٰ طلب الجھربہ نحو وان ذکر نی فی ملاءٍ ذکر تہ فی ملاءٍ خیر منھم رواہ الشیخان و ھ
لک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینھما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص
والاحوال کما جمع بذلک بین احادیث الجھر والاخفاء بالقراء ۃ ولا یعارض ذلک حدیث خ
الذکر الخفی لا نہ حیث خیف الریاء او تاذی المصلین او النیام الیٰ ان قال عن الامام الشعرانی
اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد و غیرہ الا ان یشوش جھرہ
علی نائم او مصل او قارئ الخ- پس ثابت ہوا کہ صورت مسئلہ میں جہر اذکار و ادعیہ کا ممنوع ہے کیونکہ
تشویش نمازیوں کو ہوتی ہے-

موافق شریعت اعمال کی تعلیم درست ہے

(سوال ۱۲۰) جو استاد عامل ہو اور شاگردوں کو ختم وغیرہ کی اجازت دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟
(الجواب) اگر اعمال موافق شریعت کے ہیں تو شاگردوں کو تعلیم کرنا ان اعمال کا درست ہے اور اچھا ہے ا
میں کچھ حرج نہیں ہے -واللہ تعالیٰ اعلم- ۴ ربیع الثانی ۳۵ھ

دفع وباء کے لئے سورۃ یٰسین شریف کا عمل اور اس کا حکم

(سوال ۱۲۱) ایک شہر میں بہت طاعون ہو گیا اہل شہر نے مل کر کچھ روپیہ جمع کیا کہ اس کو صدقہ کیا جا
اور علماء سے پوچھا کہ اس روپیہ کو کس پر خرچ کریں ایک عالم نے کہا کہ یتیم و بیوہ عورتوں پر صرف کیا جا
اور نیز کہا کہ شہر کے گرداگرد سورۃ یٰسین پڑھی جائے اور جس وقت لفظ مبین آوے اس وقت کھڑے ہو کر اذا

دی جائے اور ایک دوسرے عالم نے کہا کہ یہ فعل بدعت سیئہ ہے اور شرک ہے اور جس نے یہ فعل کیا اس کو تجدید نکاح اور توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے ورنہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے؟

(الجواب) صدقہ کرنے میں تو ظاہر ہے کہ کچھ حرج ہی نہیں بلکہ صدقہ کرنے سے بلاد فع ہوتی ہے اور عمل مذکور اگرچہ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے لیکن بطریق اعمال مشائخ اس میں کچھ حرج نہیں اور کفر شرک کہنا اس کو غلط ہے لہذا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے البتہ احوط یہ ہے کہ ایسے عمل کو ترک کردیں۔

قرآن مجید سے اونچی جگہ بیٹھنا ہو تو کتنی دور ہونے سے بے ادبی نہ ہوگی

(سوال ۱۲۲) قرآن شریف چند دور باشد کہ از وبالا نشستہ شود۔یک مولوی می گوید کہ اگر مقدار دو گز دور است از وبالا نشستن جائز است ایں مقدار صحیح یا غلط؟

(الجواب) دریں امر تعداد ذراع معتبر نیست اتحاد و تعدد مکاں دراں معتبر خواہد شد۔واللہ تعالیٰ اعلم

انبیاء وصلحاء کے توسل سے دعا مانگنا

(سوال ۱۲۳) وان یتوسل الی اللہ تعالی بانبیائہ حدیث ہے یا کسی بزرگ کا مقولہ ہے؟بینوا توجروا

(الجواب) وان یتوسل الی اللہ تعالی الخ بزرگوں کا مقولہ ہے حدیث نہیں ہے۔

جواب مذکور لکھنے کے بعد بندہ کو بھی یاد آیا کہ حصن حصین میں یہ الفاظ ہیں،آداب دعا میں وان یتوسل الی اللہ تعالی بانبیائہ بلکہ اب حصن حصین میں اس کو دیکھا گیا ہے در حقیقت یہ حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ خود مؤلف حصن حصین فرماتے ہیں کہ آداب دعاء میں توسل پکڑنا ساتھ انبیاء علیہم السلام کے اور اس کے نیک بندوں کے اور بخاری شریف وغیرہ کا جو حوالہ دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ توسل انبیاء اور صلحاء دعاء میں مستحب ہے اور اقرب الی الاجابت ہے وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے استسقاء کے لئے دعا اس طرح کی کہ۔اے اللہ ہم تیرے پیغمبر ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے تو بارش عطا فرماتا تھا اب ہم اپنے پیغمبر ﷺ کی چچا(حضرت عباسؓ) کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں ہماری دعا قبول فرما اور بارش عطا فرما۔چنانچہ بارش ہوتی تھی اور ایک دوسری حدیث سے استدلال پکڑا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ایک اندھے کو اپنے وسیلہ سے دعا مانگنے کے لئے فرمایا تھا۔بہر حال یہ الفاظ وان یتوسل الی اللہ تعالی با نبیا ئہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ امام جزری مؤلف حصن حصین کے الفاظ ہیں ۔واللہ تعالیٰ اعلم

درود تاج سے وہ درود افضل ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں

(سوال ۱۲۴) مولود شریف میں قیام مروج یا علی،یا پیر کہنا کیسا ہے اور درود تاج کا ثواب سب درودوں سے

افضل ہے یا نہ اور اذان میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے ؟

(الجواب) مولود شریف مروجہ و قیام مروج یا علی یا پیر کہنا سب ناجائز اور بدعت اور لا اصل لہ میں داخل ہے اہل سنت وجماعت کو ایسی بدعات سے احتراز لازم ہے درود تاج سے اور درودوں میں زیادہ ثواب ہے ان کو پڑھے جیسے التحیات کے بعد کا درود شریف کہ یہ سب سے افضل درود ہے خود آنحضرت ﷺ کی زبان سے نکلا ہے اور آپ نے اس کی تعلیم فرمائی ہے لہذا درود تاج(۱) کا پڑھنا ترک کردیں اور لفظ یا بھی غیر اللہ پر داخل نہ کریں اللہ کے نام کے ساتھ یہ خاص ہے مگر درود شریف میں درست ہے جیسے التحیات کے اندر ایھا النبی ہیں اور اذان میں انگوٹھوں کا چومنا ثابت نہیں ہے یہ بھی بے اصل ہے ان سب رسوم وبدعات کو چھوڑ کر طریق سنت کو اختیار کرنا چاہئیے۔ کما قال العارف الشیر ازی

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز منزل نخواہد رسید۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز کے بعد سجدہ میں جاکر دعا کرنا کیسا ہے ؟

(سوال ۱۲۵) بعد نماز عشاء وعصر اگر کوئی شخص سجدہ کرکے خشوع وخضوع سے دعا مانگے تو ایسے سجدہ میں کوئی حرج ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ایسے سجدہ سے منع کیا گیا ہے در مختار میں ہے۔ ولکنها یکره بعد الصلوٰة لان الجهلاء یعتقدونها سنةً او واجبةً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رفع طاعون کے لئے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ جائز ہے

(سوال ۱۲۶) کیا رفع طاعون کے لئے نماز صبح میں دعائے قنوت جائز ہے ؟

(الجواب) رفع طاعون کے لئے دعائے قنوت صبح کی نماز میں درست ہے۔ کذا فی الشامی

ہندوؤں کو تعویذات دینے کا حکم

(سوال ۱۲۷) تعویذات ونقوش کا دینا اہل ہنود کو کیسا ہے ؟ اور بیماروں کو دم کرنے کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) تعویذات ونقوش اہل ہنود کو دینا درست ہے اور بیماروں پر آیت قرآنی پڑھ کر دم کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

---

(۱) درود تاج میں شرکیہ الفاظ ہیں، اس لئے یہ بھی واجب الترک ہے۔ از فتاوی رشیدیہ

کتاب حقوق المعاشرت و آدابها

والدین کے کہنے سے بیوی کو طلاق دینے کا حکم

(سوال ۱۲۸) زید اپنے بیٹے عمر کو کہتا ہے کہ تو اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو طلاق دیدے پس اس صورت میں اگر ہندہ صالحہ ہے یا فاجرہ ہے بہر حال کیا حکم ہے زید کو طلاق دینا باپ کے کہنے سے جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) وعن ابن عمرؓ قال کانت تحتی امراءۃ احبها و کان عمرؓ یکرهها فقال لی طلقها فابیت فاتی عمر رسول اللہ ﷺ فذکر ذلک له فقال له رسول اللہ ﷺ طلقها– رواہ الترمذی و ابو داؤد–

قال فی اللمعات قوله طلقها ان کان الحق فی جانب الوالدین فطلاقها واجب للزوم العقوق وان کان فی جانب المراءۃ فان طلقها لرضاء الوالدین فهو جائز الخ–

حدیث مذکور سے واضح ہے کہ باپ کے حکم کو مقدم سمجھے اور عورت کو طلاق دیدے۔

اور صاحب لمعات کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ عورت اگر واقع میں فاجرہ بد زبان وغیرہ ہے اور باپ حق پر ہے تو طلاق دینا اس صورت میں واجب ہے ورنہ جائز و افضل (۱) ہے

اپنی زمین کی گھاس سب لوگوں کا حق ہے

(سوال ۱۲۹) زید کے پاس زراعت کے قابل ایک زمین ہے جس کو زید کاشت نہیں کراتا ہے بلکہ اس کو دیوار سے محیط کر لیا ہے اور اپنے مویشی کو گھاس چراتا ہے لیکن گھاس کی تخم ریزی کی ہے نہ آبپاشی کی ہے خودرو ہوتی ہے البتہ اگر زمین میں جنس کاشت کراتا تو ضرور فائدہ زیادہ ہوتا آیا ایسی حالت میں لوگوں کو مویشی چرانے سے زید کو روکنے کا حق جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شامی میں ہے۔ و معنی الشرکة فی الاصطلاء بها تخفیف الثیاب الخ و فی الکلاء الاحتشاش ولو فی ارض مملوکته غیر ان لصاحب الارض المنع من دخوله ولغیرہ ان یقول ان لی فی ارضك حقاً فاما ان توصلنی الیه او تحشه او تستقی و تدفعه لی وصار کثوب رجل وقع فی دار رجل اما ان یاذن المالك فی دخوله لیاخذہ واما ان یخرجه الیه الخ ص ۱۱۰ ج ٤–

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ زید اس زمین کی خود رو گھاس کو روک نہیں سکتا۔ کیونکہ از روئے حدیث شریف الناس شرکاء فی ثلث اس گھاس میں سب کا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوؤں اور بچوں کی بھی غیبت ناجائز ہے

(سوال ۱۳۰) غیبت نابالغ کی اور ہندو اور مسلمان کی برابر ہے یا نہیں ؟

---

(۱) تفصیل کے لئے رسالہ تعدیل حقوق الوالدین از حضرت تھانوی قدس سرہ کا مطالعہ کریں جو بہشتی گوہر کے آخر میں ملحق ہے۔ ۱۲

(الجواب) شامی میں ہے کہ جیسے مسلمان کی غیبت حرام ہے ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور نابالغ کی بھی غیبت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یزید پر لعنت نہ بھیجی جائے

(سوال ۱۳۱) یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا نہیں لعنت بھیجنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

(الجواب) یزید پر لعنت بھیجنے اور نہ بھیجنے کے جواز میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ لعنت کرنا یزید کو درست نہیں اور یزید کا کافر ہونا ثابت نہیں ہوا۔ البتہ فاسق تھا پس احوط عدم لعن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلب علم دین کے لئے بغیر رضاء والدین سفر کرنا

(سوال ۱۳۲) ماقولکم دام فضلکم فی رجل کان له والدان و کان الوالد اجازله الخروج لطلب العلم ثم تو فی الوالد و بقیت الوالدة ولم تعط الاجازة للخروج لطلب العلم والحال انها لها من یقوم بحالها فما تقولون فی هذا الرجل حین خرج لیطلب العلم من غیر اجازة الوالدة فهل یجوز له التعلم ام لا واذا جازله التعلم فای قدر من العلوم یجوز له هل الی ان یتم الحدیث والتفسیر ام لا۔

(الجواب) قال فی الدر المختار وله الخروج لطلب العلم الشرعیٰ بلا اذن والدیه و فی الشامی ای ان لم یخف علی والدیه الضیعة بان کانا موسرین ولم تکن نفقتهما علیه و ایضاً فیه و مرادهم بالعلم العلم الشرعی وما ینتفع به دون علم الکلام و امثاله الخ فظهر ان فی الصورة الواقعة یجوز له السفر لطلب العلم الشرعی ای الفقه والحدیث والتفسیر وما یتوسل به الیه ــ واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹا جب تک باپ کے ساتھ شریک ہو بیٹے کا کمایا ہوا سارا مال باپ کا ہوتا ہے

(سوال ۱۳۳) میں نے اور میرے والد صاحب نے سنگاپور میں جاکر نوکری کی، میں نے جو کچھ روپیہ کمایا وہ سب والد صاحب کو دیتا رہا بعد تین سال کے ہم دونوں سفر سے واپس آئے اور جس قدر روپیہ کما کر لائے اس کی ایک زمین والد صاحب نے اپنے نام خریدی چند روز بعد میں اکیلا سفر میں گیا والد صاحب نے مجھ کو خط لکھا جو کچھ تم کماتے ہو مجھ کو بھیج دو ایک پختہ مکان کی تجویز کی چنانچہ جو کچھ روپیہ بچتا تھا وہ بذریعہ منی آرڈر والد صاحب کو بھیجتا رہا اور اس روپیہ سے والد صاحب نے ایک پختہ مکان بنوادیا جب میں سفر سے واپس آیا تو والد صاحب نے لوگوں سے قرض لیکر میرا نکاح کیا اس قرض کی ادائیگی کے لئے مجھ کو پھر سفر کرنا پڑا اور میں نے اپنی کمائی سے یہ قرض ادا کر دیا میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہم چار بچے موجود ہیں بعد میں والد صاحب نے دوسرا نکاح کر لیا اس سے دو بچے موجود ہیں اور دوسری زوجہ بھی انتقال کر گئی پھر والد صاحب نے تیسرا نکاح ایک کمسن لڑکی سے کیا اور اس کے بھکانے کی وجہ سے ہم چھ بچوں سے منکر ہو گئے اور کہتے ہیں کہ تم نے ایک پیسہ مجھ کو نہیں دیا زمین مذکورہ کے خریدنے اور مکان کے بنوانے میں تمہارا روپیہ نہیں صرف ہوا، اور زمین مذکورہ نصف قیمت

وخت کردی اور کہتے ہیں کہ مکان بھی کسی کو دیدوں گالہذا میرا یہ سوال ہے کہ -
میں نے جتنا پیسہ والد صاحب کو دیا ہے اس کو دعوی کر کے لے سکتا ہوں یانہ ؟ میری شادی کرنا والد صاحب
ض ہے یا میں خود اپنی کمائی سے شادی کروں اگر میری شادی کرنے کا حق والد صاحب پر ہو یہ شادی کا
ں جو میں نے خود ادا کیا ہے اس روپیہ کا دعوی والد صاحب پر کر سکتا ہوں یانہ ؟ اور جو زمین والد صاحب نے
خت کی ہے اس کو روک سکتا ہوں یا نہیں ؟ اور مکان کے متعلق بھی میں دعوی کر سکتا ہوں یا نہیں ؟ بینوا
روا

جواب) حدیث شریف میں ہے -انت وما لك لا بيك اور ردالمحتار جلد ثالث میں ہے ثم هذا فی غیر
بن مع ابيه لما فى القنية الاب وابنه يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شئى فالكسب كله
ب ان كان الا بن فى عياله لكونه معيناً له الخ پس بیٹے نے جو کچھ کما کر باپ کو دیا اور باپ نے خرچ کیا
. کو اس کے مطالبہ کا حق باپ سے نہیں ہے اور باپ اگر بیٹے کی شادی کا خرچ بیٹے کے کسب اور روپیہ سے
ے تو اس میں کوئی اعتراض نہیں اور بیٹے کو باپ سے مطالبہ اس روپیہ کا روا نہیں اور دعوے کرنا باپ پر اور
ن کرنا روا نہیں اور روکنا اس کی بیع کو درست نہیں ہے اور مکان کی بابت بھی بیٹے کو کوئی دعوی کرنے کا حق
ں ہے یہ امر باپ کے ذمہ ہے کہ وہ اولاد میں سے ایک دوسرے کو ترجیح نہ دے اور کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ
ے بلکہ مساوات کرے اور ظلم نہ کرے ورنہ اس پر مواخذہ ہوگا لیکن بیٹے کو یہ نہیں پہنچتا کہ وہ باپ کا مقابلہ
ے اور اس پر نالش کرے اور دعویٰ کرے -حدیث میں ہے -قال رسول الله ﷺ من اصبح مطيعاً لله فى
لديه اصبح له بابان مفتو حان من الجنة وان كان واحداً فواحداً ومن اصبح عاصياً لله فى والديه
سبح له بابان مفتوحان من النار ان كان واحداً فواحداً قال رجل وان ظلماه قال وان ظلماه وان
ماه وان ظلماه (مشكوٰة) واللہ تعالیٰ اعلم

ا جب کہ باپ کے شریک ہو تو اگر وہ نوکری پر گیا تو وہ کمائی بھی باپ کی ہے

سوال ۱۳٤) ایک لڑکا بالغ اپنے والد و چچا و دادی کے شریک رہتا تھا کھانا وغیرہ سب ساتھ تھا جب وہ سفر
کے لئے گیا اس وقت باپ، چچا، دادا کا مشترک روپیہ لیکر گیا سفر میں روپیہ کمایا باپ نے لڑکے کو خط لکھا کہ اپنی
ین گروی چھڑانی ہے لہذا پندرہ سو روپیہ بھیج دو اس نے روپیہ بھیج دیا اتفاقاً یہاں دادا اور دادی، چچا اور پھوپھی کا
قال ہوا اس میں سے باپ نے پان سو روپیہ صرف کئے بعدہ وہ لڑکا سفر سے آیا اس وقت باپ نے تین سو روپے
رف کئے اور چھ سو کا زیور لڑکے کو دیا غرض اسطرح سے پندرہ سو روپیہ باپ نے پورے کر دیئے اب لڑکا الگ
و گیا اور باپ پر پندرہ سو کی نالش کی کہ تم نے قرضہ میں وہ روپیہ نہیں دیئے لہذا وہ روپیہ مجھ کو واپس دو شرعاً لڑکا
پ سے وہ روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں ؟ (۲) لڑکا مذکور جب سفر سے آیا پانچ ہزار روپیہ لیکر آیا باپ کو اس میں سے کچھ
یں دیا سفر میں شرکت کا روپیہ لے کر گیا تھا اور شریک رہتا تھا اس پانچ ہزار میں باپ کا کچھ حصہ ہے یا نہیں ؟
لجواب) (۱،۲) شامی میں ہے ثم هذا فى غير ابن مع ابيه لما فى القنية الاب وابنه يكتسبان فى صنعة

واحدة ولم یکن لهما شئی فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معینا له الا تری لو غر شجرة تکون للاب الخ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ میں بیٹا باپ پر دعوی نہیں کر سکتا وہ سب مال باپ ہی کا ہے اور اس روایت کے موافق تو جو کچھ بیٹا باہر سے کما کر لایا بحالت اشتراک وہ بھی باپ کا ہے باپ جو چاہے اس میں سے بیٹے کو دیدے۔

عورت کو ایک ہفتہ میں اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کا جواز

(سوال ۱۳۵) خلاف مرضی خاوند کے ماں اور نانی عورت سے ملنا چاہتی ہیں خاوند کو یہ اعتراض ہے کہ وہ اس عورت کو بھگا کر آمادہ کریں گی وہ اس کی متابعت نہ کرے، اگر عورت کی ماں اور نانی بد چلن ہو تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(الجواب) ولا یمنعها من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة الخ ولا یمنعهما من الدخو علیها فی کل جمعة الخ حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے پاس جانے سے منع نہ کرے ہر جمعہ میں، اس میں شارح نے آگے قید لگائی ہے کہ یہ حکم جب ہے کہ والدین خود نہ آسکتے ہوں الخ، اور دوسری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر زوجہ کے والدین کو اس کے پاس ہر جمعہ کو آنے سے روکے پس اس کے موافق عمل درآمد ہونا چاہئیے اور اگر خاوند کو یہ اعتراض ہو، اور شبہ ہو تو اپنے سامنے ملاوے ایسی حالت میں علیحدہ رکھنا نہ چاہئیے لیکن اگر وہ دیکھنا چاہیں تو اپنے سامنے دکھلاوے اور ملادے ان کی صحبت میں نہ چھوڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بڑے بھائی کا حق مثل باپ کے ہے

(سوال ۱۳۶) بڑے بھائی کا چھوٹے بھائیوں پر شرعاً کچھ حق ہے یا نہیں اور حق استاد کا شاگرد پر کسی دلیل سے ثابت ہے یا نہیں مثلاً عمرو چھوٹے بھائی نے زید بڑے بھائی سے کتب صرف ونحو کتب فارسی تعلیم پا کر بعد وزید سے علم میں فائق ہو گیا اب عمرو اپنے بڑے بھائی زید کو جو اس کا استاد بھی ہے عام لوگوں کے روبرو گالیاں دے اور زدو کوب سے بے عزت کرے اس صورت میں متمرد وعاق ہے یا نہیں اور امامت اس کی کیا حکم رکھتی ہے؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے۔ حق کبیر الاخوة علی صغیر هم حق الوالد علی ولده رواه البیهقی اور شامی میں ہے وفی المنح عن البزازیة وقال الزند ویسی حق العالم علی الجاهل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وهو ان لا یفتح الکلام قبله ولا یجلس مکانه وان غاب ولا یرد علیه کلامه ولا یتقدم علیه فی مشیه الخ و عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ لا یدخل الجنة منان ولا عاق ولا مد من خمر — رواه النسائی و الدارمی و فی اللمعات و یدخل قاطع الرحم فی العاق فان العقوق قد یطلق فی الاقربین من غیر الابوین کما ذکره الطیبی اول الباب الخ حدیث اول سے بڑے

بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر مثل والد کے حق کے اولاد پر معلوم ہوا اور روایت شامی سے استاد کا حق تلمیذ پر ثابت ہوا اور دوسری حدیث کی شرح میں صاحب لمعات کے قول سے معلوم ہوا کہ عقوق سوائے والدین کے دیگر اقرباء سے قطع رحم میں بھی مستعمل ہوتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ عمرو اس صورت میں بے شک قاطع رحم اور عاق ہے اور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے فقہاء نے نماز مکروہ تحریمی لکھی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کے ظلم کی وجہ سے میکہ جانا نافرمانی نہیں

(سوال ۱۳۷) ایک شخص اپنی بیوی منکوحہ کو از حد تکلیف جبر و تشدد مار پیٹ کرتا ہو اور وہ عورت جان کی حفاظت کی وجہ سے بلا اجازت شوہر والدین کے یہاں چلی جاوے اور اس کے والدین بھیجنے سے انکار کردیں، تو وہ عورت یا اس کے والدین خطاوار ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں شرعاً خطاوار اور آثم شوہر ہے کہ بے وجہ عورت کو زدو کوب کرتا ہے اور سخت تعزیر ناحق کرتا ہے ایسی حالت میں عورت کا اپنے والدین کے گھر جانا اور رہنا نافرمانی اور نشوز نہیں ہے کیونکہ یہ جانا عورت کا ناحق نہیں ہے بلکہ حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح اور طلاق میں والدین کی فرمانبرداری کا مرتبہ

(سوال ۱۳۸) ایک شخص کی والدہ بد مزاج ہے اس کو اپنے بیٹے کی خانہ آبادی کی طرف توجہ نہیں اور بیٹا خود اپنی خانہ آبادی کی طرف اس وجہ سے متوجہ نہیں ہوتا کہ مبادا میرا فعل والدہ کے خلاف مرضی ہونے کی صورت میں باعث تلخی عیش ہو بس ایسی صورت میں بالخصوص جب کہ بیٹا جوان اور صاحب ضرورت بھی ہو اس کو اپنی شادی کرنا جائز ہے یا نہ نیز در صورت جواز عقد اگر والدہ کا اصرار متارکت پر ہو تو بیٹے کو کیا کرنا ہوگا اگر بطور قیام اصلاح بیٹا اپنی بی بی کو اس کے میکہ ہی میں یا علیحدہ کسی مقام پر رکھے اور والدہ کی خبر گیری میں بھی حسب مقدور فروگذاشت نہ کرے تو اس پر بھی ناراضگی کی صورت میں بیٹے کو اپنی تہذیب نفس اور امر مسنون کی بجاآوری کے لئے کیا رویہ شرعاً اختیار کرنا چاہئے آیا یہ ناراضگی جو محض والدہ کی طبعیت سے متعلق ہے بیٹے کی عقبیٰ کے لئے تو مضر نہ ہوگی ؟

(الجواب) اس کو اپنی شادی و نکاح کرنا جائز ہے اور خلاف شرعی امر میں کسی کی اطاعت لازم نہیں ہے پس وہ شخص اپنا نکاح کرے اور حقوق زوجیت ادا کرے اور حتی الوسع والدہ کی اطاعت کرے اور اس کو ناخوش نہ کرے خواہ مخواہ اپنی بد مزاجی سے اگر وہ ناخوش رہے یا متارکت زوجہ پر مجبور کرے تو اس شخص پر مواخذہ نہیں اور وہ متارکت پر مجبور نہیں ہے یہ صورت بہتر ہے کہ بصورت خوف ناموافقت والدہ وہ شخص اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے گھر رکھے اور والدہ کی خبر گیری کرتا رہے اور اگر والدہ کو ضرورت خدمت کی ہو تو خود ان کی خدمت کرے یا کسی ملازمہ وغیرہ کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کردے الغرض والدہ کو تکلیف نہ پہنچاوے، اور تکلیف نہ ہونے دے اور حکم شریعت بجالاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

والدین کو فسق سے منع کرنا نافرمانی نہیں

(سوال ۱۳۹) ایک شخص اپنے بیٹے سے ناراض ہے اس کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا چاہتا ہے باعث ناراضگی یہ ہے کہ باپ کا ناجائز تعلق اپنی زوجہ ثانیہ کی جو پہلے خاوند کی لڑکی ہے اس سے ہے زوجہ ثانیہ مر چکی ہے لڑکی ساتھ آئی ہوئی موجود ہے اس لڑکی سے تعلقات مثل زوجہ قائم ہیں بیٹا باپ کو اس فعل ناجائز سے منع کرتا ہے اسی وجہ سے باپ ناراض ہے بیٹا ہر طرح پر خدمت کرنے کو موجود ہے کیا شرعاً ایسی حالت میں کوئی باپ اپنے بیٹے کو اپنے ترکہ سے محروم کر سکتا ہے، ایسے شخص سے تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے باپ سے قطع تعلق کرنے کی وجہ سے بیٹا گناہ گار ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس حالت میں قصور بیٹے کا کچھ نہیں ہے ایسے بے حیا حرام کار باپ سے قطع تعلق کیا جاوے تو گناہ گار نہیں ہے اور بیٹا نافرمان نہ سمجھا جاوے گا اور محروم الارث کرنا ایسے بیٹے کو درست نہیں اور اگر باپ اس کو محروم کر دیوے گا وہ محروم نہ ہوگا بعد مرنے کے وارث اس کے ترکہ کا ہوگا اور اگر باپ اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو مالک اپنی جائیداد کا بذریعہ بیع فرضی یا ہبہ بنا دیوے گا تو باپ گناہ گار ہوگا- حدیث شریف میں ہے- من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ – رواہ ابن ماجۃ عن انس الخ فقط

استاد کے لئے بچوں سے خدمت لینا جائز ہے

(سوال ۱۴۰) استاد کے لئے بچوں سے خدمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جائز ہے (مکرر سوال آنے پر پھر لکھا گیا)

جواب ثانی- رد المحتار ص ۴۶۳ کتاب الوصایا و فی فوائد صاحب المحیط لہ اعارۃ الولد اذا کان لخدمۃ الاستاذ الخ ص ۴۵۵ اذلھم استعمالہ بلا عوض للتھذیب والریاضۃ فبالعوض اولی للاب اعارۃ طفلہ اتفاقاً درمختار

اس قسم کی روایت سے یہ واضح ہے کہ لڑکے کو استاذ کی خدمت کے لئے اس کے سپرد کر سکتے ہیں اور وہ ہر قسم کی خدمت معروفہ لے سکتا ہے-

ان وجوہ سے بندہ نے جواب سابق لکھا تھا-

عام مسلمانوں کے حقوق کیا ہیں

(سوال ۱۴۱) مسلمان کے مسلمان پر کیا کیا حقوق ہیں، غریب مسلمان مریض کی خبر گیری نہ کرنا اور طاعونی مریض سے لاپرواہ رہنا اور نفرت کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام و عیادۃ المریض و اتباع الجنائز و اجابۃ الدعوۃ و تشمیت العاطس متفق علیہ و فی بعض الروایات حق المسلم علی المسلم ست. ترجمہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے مسلمان پر

پانچ حق ہیں سلام کاجواب دینا، بیمار کو پوچھنااور جنازہ کے ساتھ جانااور دعوت قبول کرنااور چھینکنے والے کو جواب دیناساتھ یرحمک اللہ کے، یعنی جب کہ چھینکنے والا کہے الحمد للہ، متفق علیہ اور بعض روایات میں ہے کہ حق مسلمان کے مسلمان پر چھ ہیں اور بعض روایات میں اس سے زیادہ بھی ہیں بہر حال بیمار کی خبر گیری کرنااور اس سے تنفر نہ کرنااور اس کی خدمت سے نہ گھبرانا یہ سب مسلمان کے حقوق ہیں اس کی خبر نہ لینااور طاعونی مریض سے نفرت کرنااور دور رہنااور لاپرواہ ہونا یہ سب حقوق اسلام کے خلاف ہے اور مروت اسلامی سے بعید ہے اس سے بچنا چاہئیے سو اللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الطهارة

(فصل فی نواقض الوضوء)

جو رطوبت زخم سے باہر نہ ہو اور سائل نہ ہو اس سے نہ وضوء ٹوٹتا ہے اور نہ کپڑے ناپاک ہوتے ہیں

(سوال ۱٤۲) بواسیر کی پھنسی بعد مواد نکلنے کے مثل داد کے ہو جاویں اور اندر ان کے رطوبت ہو مگر سائل نہ ہو البتہ اٹھتے بیٹھتے وقت کپڑے کو لگتی ہو تو اس صورت میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) جو رطوبت زخم سے باہر نہ تھی اور سائل نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کذافی **کتب الفقه** اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ قاعدہ کلیہ فقہاء لکھتے ہیں **ما لیس بحدث لیس بنجس** پس جو صورت آپ نے تحریر فرمائی ہے اس میں نہ وضوء ٹوٹتا ہے اور نہ کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

زخم کی جو رطوبت خواہ دبنے سے نکلے یا دبانے سے اس سے وضوء ٹوٹتا ہے

(سوال ۱٤۳) زخم ایسے موقع پر ہے کہ نشست و برخاست سے دبتا ہے جو رطوبت دبنے کی وجہ سے نکلے وہ ناقض وضوء ہوگی یا نہ قصداً دبانے یا بلا قصد دبانے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

(الجواب) دبنے یا دبانے سے اگر رطوبت سائلہ نکلے جو کہ موقع زخم سے باہر بہ جاوے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اگر نکل کر زخم میں ہی رہی تو وضوء نہیں ٹوٹتا الغرض بلا قصد دب جانے یا قصداً دبانا برابر ہے اگر خود دب کر بہنے والی رطوبت باہر نکل آوے جو دبا کر نکالی جاوے اور وہ بھی زخم سے باہر تک بہہ جاوے تو وضوء ٹوٹ جاوے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کلی کرنے سے منہ سے خون نکلتا ہے تو کلی چھوڑ دینا چاہئیے

(سوال ۱٤٤) ایک شخص اگر کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے خون نکلتا ہے کچھ عرصہ کے بعد بند ہو جاتا ہے، تب وہ وضو ختم کرتا ہے چونکہ کلی کرنے سے وضوء ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اس لئے اگر وہ کلی نہ کرے اور نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی حالت میں کلی نہ کرنا درست ہے بدون کلی کے نماز صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم

آنکھ دکھنے میں جو آنسو نکلتے ہیں اس کے مطلقاً ناقض وضوء ہونے میں اختلاف ہے

(سوال ۱٤۵) آنکھ دکھنے میں جو آنسو نکل آتے ہیں وہ پاک ہیں یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں لکھا ہوا ہے کہ وہ آنسو یا پانی وغیرہ جو دکھتی آنکھ سے نکلے ناقض وضوء ہے تو اس سے نجس

ہونا معلوم ہوتا ہے مگر صاحب فتح القدیر کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک پیپ ہونا اس کا ظاہر نہ ہونا نقض وضوٗ نہیں۔کما قال الفقهاء ما ليس بحدث ليس بنجس۔واللہ تعالیٰ اعلم

کھیل میں مشغول ہونے سے وضوٗ نہیں ٹوٹتا

(سوال ۱٤٦) کسی شخص کا وضوٗ ہے وہ کھیلنے گیا بعد کھیل کے اچھی طرح معلوم نہیں اور خیال نہیں کہ میرا وضوٗ ہے کیا اس کو دوسرا کرنا چاہیئے؟

(الجواب) اگر یہ اچھی طرح یاد ہے کہ وضوٗ ہے تو نماز پڑھ لے وضوٗ جدید کی کچھ ضرورت نہیں اور اگر کرلیوے تو اچھا ہے اور ثواب زیادہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کا پستان سے دودھ بہنا نا قض وضو نہیں

(سوال ۱٤۷) عورت کا دودھ پستان سے نکلنا ناقض وضوٗ ہے یا نہیں؟

(الجواب) ناقض وضوٗ نہیں و ينقضه خروج كل خارج نجس منه۔ پس جو نجس نہیں خروج اس کا ناقض وضوٗ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی موجبات الغسل و فرائضه و سننه و آدابه

(جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے)

اگر نابالغ لڑکا بالغہ لڑکی سے جماع کرے یا علی العکس تو غسل کس پرواجب ہے

(سوال ۱٤۸) اگر نابالغ لڑکا بالغہ سے یا بالغ مرد نابالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر واجب ہوگا؟

(الجواب) عورت بالغہ پر غسل واجب ہوگا اگر لڑکا اس قابل ہے کہ جماع کر سکتا ہے قریب البلوغ ہے اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر غسل واجب ہے علی ہذا القیاس اگر جماع کرے بالغ مرد نابالغہ سے تو مرد پر غسل واجب ہے اگر لڑکی مراہقہ قریب البلوغ ہے اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر بھی غسل واجب ہے یہ مسئلے منیۃ المصلی اور ہدایہ، قدوری وغیرہ میں ہیں

عورت کی پیشاب گاہ میں انگلی کرنے یا پھایہ رکھنے سے غسل واجب نہ ہوگا

(سوال ۱٤۹) مرد نے قصداً عورت کی پیشاب گاہ میں انگلی کردی اس حالت میں عورت کو غسل واجب ہوا یا نہیں یا ایک عورت اگر دوسری عورت کے جسم میں دوا پہنچانے یا کوئی خرابی اندرونی دیکھنے کو ہاتھ یا انگلی کرے یا خواہ مخواہ ہی کرے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اس میں غسل واجب نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ہمبستری کے بعد حیض آجائے تو پاک ہو کر غسل کرے

(سوال ۱۵۰) ایک شخص اپنی بیوی سے ہمبستری ہوا، صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہو گئی تو اس کی بیوی پر غسل جنابت فرض ہے یا نہیں؟

(الجواب) غسل جنابت اس پر فرض نہیں رہا حیض سے پاک ہو کر غسل کرے

فصل فی النفاس
(نفاس کا بیان)

نفاس کے آٹھ دن بعد خون آئے تو اس کا حکم

(سوال ۱۵۱) ایک عورت کو پورے چالیس روز نفاس رہا، بعد ۴۰ روز کے آٹھ سات روز پاک رہی پھر سرخ خون آیا یہ خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ پہلے دفعہ تیس دن خون نفاس رہا تھا؟

(الجواب) نفاس اس کا اس دفعہ چالیس دن ہے اور آٹھ سات دن کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ کا ہے کیونکہ پندرہ دن طہر کے بعد نفاس کے پورے نہیں گزرے- قال فی الشامی ان الاصل فيه ان المخالفة للعادة فی النفاس فان جاوز الدم الاربعین فالعادةباقیة ترد الیها والباقی استحاضة وان لم یجاوز انتقلت العادة الی مارأته والکل نفاس الخ.

فصل فی دباغة الجلود
(کھالوں کو پاک صاف کرنا)

کتے کے چمڑے کو دباغت دیکر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے

(سوال ۱۵۲) زید نے جلد کلب کو دباغت دیکر جانماز بنالی ہے اور مسجد میں بچھا کر اس پر نماز پڑھتے ہیں اور قرآن شریف اس پر رکھتے ہیں- یہ امر جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جلد کلب وغیرہ کے بارے میں در مختار میں مذکور ہے- واعلم ان الکلب لیس بنجس العین عند الامام و علیه الفتوٰی وان رجح بعضهم النجلستکما بسطه ابن الشحنة فیباع ویو جرو یضمن و یتخذ جلده مصلی ودلواً الخ شامی میں ہے قوله و علیه الفتوٰی وهو الصحیح والا قرب الی الصواب بدائع وهو ظاهر المتون بحر و مقتضٰی عموم الادلة الخ

پس در مختار و شامی وبدائع و بحر الرائق و فتح القدیر سے ترجیح جواز کی معلوم ہوئی اگر کسی نے ایسا کیا تو محل اعتراض نہیں ہے اور احتیاطاً نہ کرنا دوسری بات ہے جواز میں کلام نہیں ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

سانپ اور چوہے کی کھال کی دباغت پر اشکال اور جواب

(سوال ۱۵۳) بھشتی زیور میں جو لکھا ہے کہ سانپ اور چوہے اور سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں حالانکہ کتب فقہ میں ہے- یطھر الجلد بالدباغة الا الخنزیر والآدمی تو چوہے کی کھال اس بناء پر پاک ہونی چاہیئے وہ صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسئلہ مرقومہ بھشتی زیور صحیح ہے اور عبارت کتب فقہ وکل اھاب اذا دبغ فقد طھر الخ کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ دباغت سے کل کھالیں سوائے خنزیر کے پاک ہو جاتی ہیں رہا سانپ وچوہے کی کھال کا دباغت سے پاک نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان میں بسبب صغر کے دباغت ممکن نہیں ہے-قال فی الدر المختار وما لا یحتملھا فلا و علیه فلا یطھر جلد حیة صغیرہ و فارۃ الخ پس نہ ہوگی پاک چھوٹے سانپ اور چوہے کی کھال الخ یعنی جب کہ اثر دباغت حقیقی وحکمی بوجہ صغر قبول نہیں کرتیں تو پاک بھی نہیں ہوتیں-واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی احکام المعذور

مریض جریان معذور کی نماز کا حکم

(سوال ۱۵٤) خاکسار مرض جریان میں مبتلا ہے اور ایسی حالت میں ہے کہ ہر وقت کپڑا خراب رہتا ہے نہاکر بھی پاک رہنا مشکل ہے اب فرمائیے کہ نماز کیسے ادا کروں-

(الجواب) ایسی حالت میں آپ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں غسل کی ضرورت نہیں ہے یہ ودی وغیرہ ہے منی نہیں ہے-اس میں وضو لازم ہوتی ہے اور نماز کے لئے دوسرا کپڑا رکھیں اگر نماز کی حالت میں بھی قطرہ آوے تو نماز پوری کرلیں نماز صحیح ہو جاتی ہے بعد نماز کے اس پاجامہ کو اگر قطرہ لگا ہو دھوکر رکھ دیں دوسری نماز کے وقت پھر اس کو پہن کر وضو کر کے نماز پڑھیں بہر حال نماز اسی حالت میں پڑھتے رہیں وہ نماز صحیح ہے-واللہ تعالےٰ اعلم

فصل فی احکام الماء وما یتعلق بالبئر

(پانی اور کنویں کا بیان)

حرام پرندوں کا پاخانہ اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو گیا نہیں

(سوال ۱۵۵) پاخانہ حرام پرندوں کا مثل زاغ وزغن وکرگس کے اگر کنویں میں گرے تو پانی ناپاک ہوگا، یا نہیں اور اگر ناپاک ہوگا تو کتنا پانی نکالا جاوے ؟

(الجواب) کنویں کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ حرام پرندوں کے پاخانہ سے ناپاک نہیں ہوتا- لتعذر صونھا عنه- درمختار

چھپکلی کے کنویں میں گر کر مر جانے اور سڑ جانے کا حکم

(سوال ۱۵٦) چھپکلی میں خون سائل ہے یا نہیں اور چھپکلی سے کنویں کے گرنے میں اور مرنے سے اور سڑنے سے کیا حکم دیا جاوے گا؟

(الجواب) چھپکلی میں خون سائل نہیں سمجھا گیا البتہ اگر رنگ بدلتی ہو جیسا کہ گرگٹ تو اس میں خون سائل ہے، اس سے کنواں نجس ہوگا اور چھپکلی سے نجس نہ ہوگا۔

اگر چشمہ والے کنویں میں جوتہ گر جاوے

(سوال ۱۵۷) ایک کنویں میں اس قدر پانی عمیق ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا اس کے اندر ایک جوتہ مستعمل گر گیا اور وہ جوتہ پانی میں ڈوب گیا ہر چند کوشش کی گئی مگر وہ جوتا نہ ملا اور پانی جس قدر کنویں سے نکالا جاتا ہے اسی قدر بھر آتا ہے اور جوتہ بھی نہیں نکل سکتا تو اس کا پانی کس طرح پاک ہوگا؟

(الجواب) جب تک یقین نجاست کا نہ ہو کنواں ناپاک نہیں ہوتا اگر بالیقین جوتہ کا ناپاک ہونا معلوم ہو تو بصورت دشواری جوتہ کے نکلنے کے تین سو ڈول پانی اس کنویں میں سے نکلوا دیئے جائیں پانی پاک ہو جاوے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم

اگر ہندو مشرک مسلمانوں کے کنویں سے پانی بھریں

(سوال ۱۵۸) اگر مشرک مسلمانوں کے چاہ سے اپنے برتن سے پانی نکالیں تو چاہ پاک ہے یا ناپاک؟(۲) اگر وہ چاہ پاک ہے تو انما المشرکون نجس کے کیا معنے ہوں گے؟

(الجواب) مشرک اگر اپنے برتن سے چاہ سے پانی نکالے اور ظاہر اس برتن پر کچھ نجاست نہیں ہے تو پانی چاہ کا پاک ہے کچھ وہم نہ کرنا چاہئیے۔

(۲) انما المشرکون نجس سے عقیدہ کی نجاست مراد ہے۔

ہندو، مشرک اگر کنویں سے پانی نکالیں تو کنواں نجس نہ ہوگا

(سوال ۱۵۹) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندو، مشرک دوکاندار اگر کنویں سے پانی نکالیں تو کنواں نجس عین ہوگا بلکہ اس کے پانی سے نماز وغیرہ نہیں ہوتی۔

(۲) اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مشرک اپنے برتن سے جو کنویں سے پانی نکالنے کا مقرر کیا گیا ہو پانی نکالیں تو وہ کنواں پلید نہیں ہوتا؟

(الجواب) ہندو مشرک اگر برتن سے یا ڈول سے اس کو کنویں سے پانی نکالیں تو پانی چاہ کا پاک ہے کچھ وہم نہ کرنا چاہئیے۔قال اللہ تعالیٰ لیس علیکم فی الدین من حرج و قال اللہ و انزلنا من السماء ماءً

لھوراً- وقال علیه السلام الماء طهور الحدیث-
کتب فقہ میں مسطور ہے کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا پس اصلی طہارت ماء کسی شبہ ووہم کی وجہ سے زائل نہ ہوگی-واللہ تعالیٰ اعلم

ناپاک تالاب میں بارش کی وجہ سے بہت سا پانی جاملا تو اس کا حکم

(سوال ۱۶۰) ایک تالاب میں ناپاک پانی موجود ہے بارش ہوئی اور پاک پانی اوپر سے آیا اور ناپاک پانی کو جو ایک کنارے تالاب کے تھا نکال کر دوسرے کنارے تک لے گیا پھر بکثرت پانی سے بھر گیا مگر کچھ حصہ پانی کا تالاب سے باہر نہیں نکلا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک-
(الجواب) وہ پانی پاک ہو گیا-واللہ تعالیٰ اعلم

شامی کی ایک عبارت کا مطلب

(سوال ۱۶۱) عبارت شامی مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے-بان یدخل من جانب و یخرج من اخر حال دخوله وان قل الخارج قال ابن الشحنة لا نه صار جارياً حقيقةً و بخروج بعضه وقع الشك فی بقاء النجاسة الخ-
(الجواب) یہ عبارت شامی کی در مختار کے اس قول کی شرح میں ہے-ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جریانه قوله بمجرد جریانه ای بان یدخل من جانب و یخرج من اخر- مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ایک طرف سے پانی داخل ہو اور دوسری طرف سے اسی وقت پانی نکلے اگرچہ نکلنے والا قلیل ہو ابن شحنہ فرماتے ہیں کہ وجہ پاک ہونے کی یہ ہے کہ پانی جاری ہو گیا-حقیقۃً اور بعض ناپاک پانی کے نکل جانے سے بقاء نجاست میں شک ہو گیا پس شک کے ساتھ نجاست کے بقاء کا حکم نہ کیا جاوے گا-واللہ تعالیٰ اعلم

چشمہ دار کنویں میں اگر حیوان گر کر مر جائے تو اس کی طہارت کا طریقہ

(سوال ۱۶۲) ایک چاہ چشمہ دار میں جس میں دوڈھائی بانس پانی ہوگا، ایک بھنگی جس کا بدن اور کپڑے نجس تھے گر کر مر گیا دوسرے روز اس کو نکالا گیا اب کس قدر پانی نکالنے کے بعد چاہ مذکور پاک ہوگا؟
(الجواب) اس صورت میں دوسو سے وجوباً تین سو استحباباً ڈول تک پانی نکالنے سے چاہ پاک ہوگا-جزم به فی الکنز والملتقی وهو مروی عن محمد و علیه الفتوی خلاصه و تاتار خانیه عن النصاب وهو المختار معراج عن العتابیه و جعله فی غایة روایةً عن الامام وهو المختار والا یسر کما فی الاختیار وافاد فی النهر ان المئتین واجبتان والمائة الثالثة مندوبة الخ شامی -واللہ تعالیٰ اعلم

جس کنویں میں کتا مر جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے اسے پاک کرنے کا طریقہ

(سوال ۱۶۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کتا چاہ مسجد میں کہ جس میں زیادہ بیس ہاتھ پانی ہے اور کتے کو گرے ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا جس میں جھام لگوائی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر نکلیں تو احتمال ہے کہ ضرور اس میں ہڈیاں کتے کی باقی ہوں گی اور پانی بھی دو ہاتھ کم ہو گیا تھا بالکل تمام پانی نہیں نکل سکتا اب شریعت کا کیا حکم ہے کس طرح وہ چاہ پاک ہو سکتا ہے پانی اس کا خوب نکلوا دیا جائے اور ہڈی باقی رہ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) ایسے چاہ کے پاک ہونے کی صورت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ اس چاہ کو اتنے عرصے تک چھوڑ دیا جائے کہ اس کتے کی ہڈیاں و گوشت و پوست گل کر مٹی اور گارا ہو جاوے اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ چھ مہینہ تک اس کو چھوڑ دیا جائے اس کے بعد کل پانی اس کا نکال دیا جاوے اور کل پانی نکالنا دشوار ہو تو بوجہ چشمہ ور ہونے چاہ کے تو دو سو ڈول سے تین سو ڈول تک نکالنے سے چاہ پاک ہو جاوے گا۔ کما فی رد المحتار ینزح کل مائها بعد اخراجها الا اذا تعذر کحشیشه او خرقه متنجسة فینزح الماء الی احد لا یملاء نصف الدلو لطهر الکل تبعا الخ و فی الشامی واشار بقوله متنجسته الی انه لا بد من اخراج عین النجاسة کلحم میتة الخ قلت فلو تعذر ایضًا ففی قهستانی عن الجواهر لو وقع عصفور فیها فعجز واعن اخراجه فما دام فیها فنجسة فیترك مدة یعلم انه استحال۔

و قیل مدة ستة اشهر الخ شامی۔ لیکن جب کہ علۃ طہارۃ استحالہ ہے یعنی مٹی و گارا ہو جانا اس جانور کا تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جانور کے لئے بقدر چھوٹے بڑے ہونے کے مدت مختلف ہو گی اور یہ صورت بھی طہارت آب چاہ ہو سکتی ہے کہ جھام لگا کر اس کی مٹی نکلوائی جائے جب ظن غالب ہڈیاں اس کی نکل جاویں اور گوشت و پوست کا مٹی ہو جانا معلوم ہو جاوے تو پانی اس کا نکلوا دیا جائے پانی پاک ہو جاوے گا۔

کنویں میں ناپاک چیز گر گئی اور معلوم نہ ہوا کہ کب گری اس کا حکم

(سوال ۱۶۴) ماتت فارة فی البئر ثم عجن من هذا الماء و من الماء الذی نزح قبیل هذا العلم هل یو کل هذا العجن ام لا؟

(الجواب) قال فی الدر المختار وقالا من وقت العلم فلا یلزمهم شئی قبله وفی رد المحتار قوله فلا یلزمهم۔ ای اصحاب البئر بشئی من اعادة الصلوٰة او غسل ما اصابه ماء ها کما صرح به الزیلعی الخ و فیه قال فی فتاوی الفتاوٰی قولهما هو المختار۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قول صاحبین کے موافق جو کہ مختار و مفتی بہ ہے حکم اس عجین کا جو قبل از علم وقوع نجاست اس پانی سے گوندھا گیا طہارت و حلت اکل ہے۔

مستعمل جوتا کنویں سے نکالنا چاہئیے اور اس کا حکم

(سوال ۱٦٥) اگر جوتا کنویں میں گر جائے تو اس کا نکالنا کنویں سے ضروری ہے یا نہیں ؟
(الجواب) مستعملہ جوتا کا نکالنا چاہئیے پھر اگر اس پر پلیدی معلوم ہو تو پانی کنویں کا نجس ہے کنویں سے حسب قاعدہ پانی نکالنا چاہئیے اور اگر پلیدی معلوم نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہے۔

ناپاک زمین پر پانی جاری کر دیا جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے

(سوال ١٦٦) نجس زمین پر اگر پاک پانی زیادہ بہا دیا جاوے تو زمین پاک ہو جاوے گی یا نہیں ؟
(الجواب) زمین پاک ہو گئی اور پانی بھی پاک ہے۔ کما فی الشامی عن الذخیرة اذا صب علیها الماء فجری قدر ذراع طهرت الارض والماء طاهر بمنزلة الماء الجاری . واللہ تعالیٰ اعلم

ناپاک پانی سے غسل جائز نہیں

(سوال ١٦٧) نجس پانی سے غسل جائز نہیں، اگر جائز ہے تو کس وقت میں اور نجس پانی سے اگر غسل کرے تو مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
(الجواب) نجس پانی سے غسل واجب نہیں اور وہ غسل معتبر نہیں ہو گا یعنی جنابت سے نہ نکلے گا پس مسجد میں داخل ہونا اور قرآن شریف پڑھنا اس کو درست نہیں ہے در مختار میں ہے -یرفع الحدث مطلقاً بماء مطلق قال فی الشامی فخرج المقید والماء المتنجس والماء المستعمل الخ شامی - واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری نہر سے وضؤ اور غسل کرنا بلا اجازت بھی جائز ہے

(سوال ١٦٨) آج کل جو سرکاری نہر بغرض آبپاشی جاری ہیں اگر ان نہروں میں بلا اجازت سرکار یا ملازم سرکاری کے وضؤ و غسل کرے تو جائز ہے یا ناجائز ہے ؟
(الجواب) وضؤ اور غسل وغیرہ کے لئے اس نہر سے پانی لینا درست ہے -واللہ تعالیٰ اعلم

بچوں نے کھیلنے کے سرکنڈے (پورے) کنویں میں ڈال دیئے تو کنواں ناپاک نہیں

(سوال ١٦٩) برسات کے زمانہ میں ایک چاہ پختہ کے اندر لڑکوں نے پانچ سرکنڈے یعنی سرے ڈال دیئے جس وقت ان کے والدین کو معلوم ہوا فوراً کوشش کر کے چار سرکنڈے تو نکال دیئے، ایک ڈوب گیا اور کسی طرح نہ نکل سکا، چنانچہ تین سو ڈول پانی نکالا گیا اور اہل محلہ اس کا پانی استعمال کرتے ہیں لیکن بعض لوگ استعمال نہیں کرتے ؟
(الجواب) وہ چاہ ناپاک نہیں ہوا تھا کیونکہ شبہ سے شرعاً حکم ناپاکی کا نہیں دیا جاتا اور اب تو اس میں سے تین

سوڈول بھی نکال دیئے گئے وہ سر کنڈا بھی دھل کر صاف ہو گیا ہو گا بہر حال اگر بالفرض ان سر کنڈوں کو ناپاک بھی سمجھا جاوے تو تین سوڈول نکالنے سے باقی پانی چاہ کا پاک ہو گیا اب استعمال اس کا ہر طرح درست ہے کچھ وہم اور شبہ نہ کیا جاوے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کنویں میں چڑیا گر گئی اور نکل نہ سکی تو پاک کرنے کی صورت

(سوال ۱۷۰) مسجد کے چاہ میں چڑیا کا بچہ گر کر مر گیا ہر چند تلاش کیا مگر نہیں ملا اب کیا کیا جاوے ؟

(الجواب) رد المحتار ص ۱۴۲ جلد اول میں ہے **ففی القهستانی عن الجواهر لو وقع عصفورٌ فیها فعجز وا عن اخراجه فما دام فیها فنجسة فتترك مدة یعلم انه استحال وصار حماةً و قیل مدة ستة اشهر**۔اس جزئیہ فقہیہ سے معلوم ہوا کہ چھ مہینے تک اس چاہ کو ویسے ہی چھوڑا جائے اس کے بعد تین سوڈول نکالنے چاہئیں اس کے بعد اس کے پانی کا استعمال میں لانا درست ہے۔واللہ تعالےٰ اعلم

فصل فی النجاسات و احکام التطهیر
(ناپاک چیزوں کا بیان اور پاک کرنے کا طریقہ)

شراب کا سرکہ اور استحالہ انجاس کا حکم

(سوال ۱۷۱) کسی شے میں رس ڈال کر دھوپ میں رکھدی گئی بعد کو اس شئے کو تیل میں ڈالا گیا اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں اور وہ دوا جس میں ڈال کر دھوپ سے اڑوائی وہ پاک ہے یا ناپاک۔دیگر سور کی چربی کسی صابون میں پڑتی ہے اس کی نسبت کسی راوی نے بیان کیا ہے کہ اس کے استعمال کا فتویٰ علمائے دیوبند نے دیا ہے آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ناپاک شئے کا جب استحالہ ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اس کی کیا صورت ہے شراب میں نمک ڈال کر سرکہ ہو جاتا ہے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں حلال ہے یا ناپاک یا مکروہ ؟

(الجواب) استعمال اس تیل اور دوا کا ناجائز ہے۔

(۲) صابون کے مسئلہ کو در مختار اور شامی نے یہ لکھا ہے کہ ناپاک تیل اور نجس چربی اور مردار کی چربی سے جو صابون بنایا جاوے وہ پاک ہے ،بسبب انقلاب حقیقہ کے جیسا کہ نمک میں کوئی مردار جانور گر جاوے اور نمک ہو جاوے تو وہ بھی پاک ہے صابون کی بحث میں شامی میں ہے۔**و یطهر دهن تنجس بجعله صابونا به یفتی الخ و ظاهره ان دهن المیتة کذالك الخ و عن شرح المنیة ثم قال و علیه یتفرع ما لو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابوناً یکون طاهراً لتبدل الحقیقة** اور در مختار میں دوسری جگہ ہے۔**ولا ملح کان حماراً او خنزیراً الخ لا نقلاب العین به یفتی – در مختار**

ان عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر کی چربی کا بھی حکم یہی ہے کہ صابون بن کر پاک ہو جاوے واللہ تعالےٰ اعلم۔یہی حکم ہے شراب کے سرکہ بنانے میں کہ سرکہ بن کر انقلاب عینی ہو جاتا ہے اور شراب شراب نہیں رہتی استعمال اس کا حلال ہے اور وہ پاک ہے شامی میں ہے۔ **نحو خمر صار خلاً و**

حمار وقع فی مملحة فصار ملحاً الخ فان ذلك كله انقلاب حقيقة الٰی حقيقة اخرٰی– فقط

شیر خوار بچہ کا پیشاب نجس ہے یا نہیں

(سوال ۱۷۲) کیا بچہ شیر خوار کا پیشاب نجس ہے ؟

(الجواب) بول صبی نجس است لقوله عليه السلام– استنز هوا عن البول الحديث–

اگر سرکہ میں چھپکلی مر جاوے تو اس کا کھانا اور ضماد کرنا

(سوال ۱۷۳) ایک گھڑا سرکہ قریب دس سیر کے ہے اس میں چھپکلی گر کر مر گئی اس کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور کام میں لانا جیسے ضماد میں لانا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) چھپکلی جس میں خون سائل نہیں ہے اس کے مرنے سے پانی و سرکہ وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا اگر طباً اس کا کھانا مضر سمجھا جاوے تو نہ کھاوے مگر اس صورت میں ضماد درست ہے کیونکہ وہ پاک ہے اگر بڑی قسم ہے جس میں خون بہنے والا ہے اس کے مرنے سے پانی وغیرہ ناپاک ہو جاتا ہے پس اگر شبہ ہے کہ خون ہے یا نہیں تو بھی استعمال نہ کرے اور ضماد بھی اسی کا درست ہے جس کا کھانا درست ہے ، شامی میں ہے –

و کا لجثة البرية الوزقة لو كبيرة لهادم سائل– اگر باوجود پاک ہونے کے بسبب مضرت کے نہ کھائے تو ضماد درست ہے –واللہ اعلم

پوڑیہ کا رنگا ہوا کپڑا پاک ہے یا ناپاک

(سوال ۱۷٤) پوڑیہ کا رنگ پاک ہے یا ناپاک اور اس سے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) پوڑیہ کی پاکی مشتبہ ہے اور پوڑیہ سے نماز بھی مشتبہ ہو جاتی ہے لہذا احتیاط کے خلاف ہے اولی و افضل امر یہ ہے کہ پوڑیہ میں رنگے ہوئے کپڑے سے نماز نہ پڑھے اور جو کپڑا کسم یا زعفران میں رنگا ہوا ہو اس کا پہننا مردوں کو ناجائز ہے در مختار میں ہے –و كره لبس المعصفر والمزعفر الا حمر والا صفر للرجال الخ–

ناپاک چیز کا خارجی استعمال جائز ہے یا نہیں

(سوال ۱۷۵) نجس چیز کا استعمال خارجاً درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا یہ اور شراب بھی اس میں داخل ہے اگر داخل نہیں تو مابہ الفرق کیا ہے اس کو استصباح دہن نجس پر کیوں قیاس نہیں کر سکتے ؟

(الجواب) شامی جلد اول ستر عورت کے بیان میں در مختار کے اس قول وله لبس ثوب نجس فی غير صلوٰۃ کی توضیح میں مذکور ہے قال ط ولم يتعرض لحكم تلويثه بالنجاسة والظاهر انه مكروه لانه

اشتغال بمالا یفید الخ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلا ضرورت نجس چیز کا استعمال خارجاً بھی مکروہ ہے اور شراب ومیتہ کا بھی یہی حکم ہے بضرورت تداوی درست ہونا چاہیئے کیونکہ اس میں علت اشتغال بمالا یفید موجود نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ناپاک چربی سے بناہوا صابون استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں

(سوال ۱۷۶) صابون شحم نجس سے بنایا ہوا پاک ہے ازروئے کتاب وجہ اس کی تبدیلی ماہیت بیان کی ہے اگر یہ تبدیلی ماہیت ہے تو جملہ معجونات اور تریاق الافاعی میں بھی تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ صورت و خاصیت ہر دو جداگانہ پیدا ہو جاتی ہے ؟

(الجواب) یہ تو کتب فقہ میں تصریح ہے کہ علت طہارۃ صابون میں تغیر وانقلاب عین ہے جس جگہ یہ علت پائی جاوے گی حکم طہارۃ دیا جاوے گا مگر معجونات اور تریاق الافاعی میں یہ انقلاب بظاہر حاصل نہیں ہے اور غایۃ یہ کہ معجونات وغیرہ میں اگر یہ انقلاب مسلم ہوگا تو یہ ایسا ہے جیسا کہ دبس مطبوخ اذا کان زبیبہ متنجساً میں بعض کا خیال ہوا۔ مگر شامی نے اس میں بحث کر کے اس کو حکم انقلاب عین سے خارج ٹھیرایا ہے یوں تو ہر ایک مرکب میں خاصیت واثر جدا پیدا ہوتا ہے مگر اس کو انقلاب عین نہ کہا جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے یا نہیں!

(سوال ۱۷۷) دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے یا نہیں ؟

(الجواب) دریائی جانور کا پیشاب پاک ہے کہ مائی المولد کی تشریح میں کتب فقہ درمختار وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے فلو نفتت فیه نحو ضفدع جاز الوضؤ به لا شربه اور اس سے پہلے ہے ومائی مولدٍ ولو کلب الماء و خنزیره کسمك و سرطان و ضفد ع الخ درمختار ۔ واللہ تعالی اعلم

ناپاک تیل صابون بنانے سے پاک ہو جاتا ہے

(سوال ۱۷۸) بھشتی گوہر میں لکھا ہے کہ ناپاک تیل کا اگر صابون بنالیا جاوے تو پاک ہے یہ صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ مسئلہ درمختار جلد اول ص ۲۱۰ مطبوعہ مجتبائی میں بایں عبارت مذکور ہے ویطهر زیت تنجس بجعله صابوناً الخ اور وجہ اس کی پاک ہونے کی انقلاب عین ہے شامی میں اس قول کے تحت میں مذکور ہے و علیه یتفرع ما لو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابوناً یکون طاهراً لتبدل الحقیقة الخ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ں ونفاس کے بعد جو سفیدی آتی ہے اگر فرج داخل سے ہے تو ناپاک ہے

وال ۱۷۹) حیض اور نفاس سے فارغ ہو کر جو سفیدی آتی ہے وہ اگر کپڑے یا بدن کو لگ جاوے تو بدن و کپڑا
ے رہے گا یا نہیں ؟

جواب) رطوبت فرج خارج پاک ہے- واما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاً درمختار اور
وبت فرج داخل ناپاک ہے ومن وراء باطن الفرج فانه نجس قطعاً درمختار پس اگر وہ سفیدی پانی
رسے آیا ہے تو وہ ناپاک ہے اگر قدر درہم سے زیادہ بدن یا کپڑے کو لگ جاوے تو دھونا چاہئے-

پیپ زخم سے باہر نہ ہو وہ ناپاک نہیں اور نجاست کم از درہم مانع صلوٰۃ نہیں

وال ۱۸۰) اگر کوئی نجاست مثلاً پیپ لہو وغیرہ کپڑے کو لگ جاوے مگر مقدار درہم سے کم لگے بایں
ر کہ ابھی وہ زخم کے منہ سے بہہ کر علیحدہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ فوراً پائجامہ کو لگ گئی اور پھر پانی پڑ کر مقدار
ہم کی برابر یا اس سے زائد ہو گئی تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں اور بدن بھی پاک ہے یا نہیں ؟

جواب) جو پیپ زخم سے باہر نہیں بہی وہ ناپاک نہیں ہے اگر کپڑے یا بدن کو لگ جاوے اگرچہ مقدار
ہم سے زیادہ ہو کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا وہ اگر پانی پڑ کر زیادہ بھی ہو جاوے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ
مختار میں ہے و کل ما لیس بحدث لیس بنجس الخ اور نجاست اگر درہم سے کم بدن یا کپڑے کو لگی
ر پانی لگ کر زیادہ ہو جاوے تو وہ مانع عن الصلوٰۃ نہیں ہے- کما فی الشامی و ان کثر با صابة الماء الخ
اللہ تعالیٰ اعلم

ء کپڑا بارش میں پھیلا ہوا ہو اور بہت پانی اس پر پڑ جائے تو بغیر نچوڑنے کے پاک ہو گیا

سوال ۱۸۱) جو کپڑا نجس ہے اگر وہ تمام برسات صحن میں دیوار پر پڑا رہا اور کبھی نچوڑا نہیں گیا یا ناپاک
بڑے پر اس قدر پانی ڈالا گیا کہ ازالہ نجاست ہو گیا مگر کپڑا نچوڑا نہیں گیا تو ان صورتوں میں کپڑا پاک ہوا
نہیں ؟

الجواب) وہ کپڑا پاک ہو گیا- کما فی الدر المختار اما لو غسل فی غدیر او صب علیه ماء کثیر او
ری علیه الما طهر مطلقاً بلا شرط عصر و تجفیف و تکرار غمس هو المختار واللہ تعالیٰ اعلم

ندھک کو اگر پیشاب میں پکایا جاوے پاک نہیں ہوتی

سوال ۱۸۲) اگر گندھک پیشاب میں پکائی جاوے اور اس کو اتنا پکاوے کہ پیشاب باقی نہ رہے تو وہ
ندھک پاک ہو جاوے گی یا نہیں ؟

الجواب) وہ گندھک کبھی پاک نہ ہو گی- کما فی الشامی والخانية اذا صب الطباخ فی القدر

مکان الخل خمراً غلطاً فالکل نجس لا یطهر ابداً و ما روی عن ابی یوسف انه یغلی ثلاثاً یوخذ به و کذا الحنطة اذا طبخت فی الخمر لا یطهر ابداً الخ واللہ تعالیٰ اعلم

سانپ کا تیل نجس مغلظ ہے

(سوال ۱۸۳) سانپ کا تیل پاک ہے یا ناپاک؟

(الجواب) سانپ کا تیل نجس مغلظ ہے اگر بدن پر مقدار درہم جگہ سے زیادہ پر لگایا جاوے تو بدون دھوے کے پاک نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ علم

کتا نجس العین نہیں صرف اس کے منہ کا لعاب ناپاک ہے

(سوال ۱۸٤) بھشتی زیور میں یہ تحریر ہے کہ کتے کا لعاب دہن ناپاک ہے اور تمام پاک ہے کیونکر ہے؟

(الجواب) کتے کے بارے میں یہ قول صحیح ہے کہ وہ نجس العین مثل خنزیر کے نہیں ہے اس لئے سوا اس کے لعاب دہن کے وہ تمام پاک ہے پس مسئلہ بھشتی زیور کا صحیح اور مفتی بہ ہے جیساکہ درمختار میں ہے واعلم انه لیس الکلب بنجس العین عند الامام و علیه الفتوی الی ان قال ولا خلاف فی نجاسة لحمه و طهارة شعره و فی الشامی وقوله ولا خلاف فی نجاسة لحمه، ولذااتفقو اعلی نجاسة سؤر المتولد من لحمه الخ۔

تمباکو پر کتا بیٹھ گیا تو تمباکو ناپاک نہیں ہوا

(سوال ۱۸۵) بنی ہوئی تمباکو رکھی ہوئی تھی جس میں کچھ نمی بھی باقی تھی رات کو کتا آکر بیٹھ گیا صبح کو اس میں اس کے روئیں پائے گئے اب اس تمباکو کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) تمباکو پاک ہے استعمال اس کا جائز ہے۔

فصل فی الاستنجاء

استنجا بالحجر عورتوں کے لئے شرعاً کیسا ہے

(سوال ۱۸٦) کلوخ سے استنجاء پیشاب وپاخانہ کی جگہ پر جس طرح پر مردوں کو ضروری ہے اسی طرح سے عورتوں کو بھی ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) کلوخ وغیرہ کے ساتھ استنجاء کرنا عورتوں کو بھی ایسا ہی مستحب ہے جیساکہ مردوں کو شامی میں ہے۔قلت بل صرح بانها تفعل کما یفعل الرجل الا فی الاستبراء فانها لا استبراء علیها بل کما

فرغت من البول والغائط تصبر ساعة لطيفة ثم تمسح قبلها و دبرها بالاحجار و نحوها ثم تستنجي بالماء اور شامی میں بنحو حجر کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کپڑا ہو یا ڈھیلہ سب برابر ہیں اور یہ بھی شامی میں ہے کہ اگر صرف پانی سے استنجاء کیا جاوے تو سنت ادا ہو جاوے گی مگر افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے یعنی ڈھیلے یا کپڑے وغیرہ سے استنجا کر کے پانی سے کرے -ثم اعلم ان الجمع بين الماء والحجر افضل الخ -

استنجا کے لئے طاق عدد ڈھیلے لینا مستحب ہے

(سوال ۱۸۷) پاخانہ کے بارے میں حدیث شریف میں جو وتر عدد ڈھیلہ لینے کی بابت آیا وہ وتر عدد پیشاب کے لئے علیحدہ ڈھیلہ ہونا چاہئے یعنی پیشاب پاخانہ دونوں کے لئے تین ڈھیلے ہونے چاہئیں یا چار- حدیث شریف میں جو وتر عدد ہے اس سے کیا مراد ہے ؟

(الجواب) وہ وتر ڈھیلے پاخانہ کے لئے ہیں- پیشاب کے لئے علیحدہ ڈھیلا چوتھا ہونا چاہئے-

متفرق مسائل متعلقہ طہارت ونجاست

جس وضوء سے نماز جنازہ پڑھیں اس سے وقتی فرض بھی پڑھ سکتے ہیں

(سوال ۱۸۸) جس وضوء سے نماز جنازہ پڑھائی گئی ہو اسی وضوء سے فرض نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) جس وضوء سے نماز جنازہ پڑھے اس وضوء سے فرض وقتی پڑھنا صحیح ہے-

غسل کے اندر جو وضوء کی جاوے اُس سے فرائض بھی پڑھ سکتے ہیں

(سوال ۱۸۹) غسل اگر غرارہ کلی کر کے اور ناک میں پانی ڈال کر کر لیا جاوے اور پھر پاؤں دھوئے جائیں تو اس غسل سے نماز پڑھنا کیسا ہے یا دوبارہ وضوء کر کے نماز پڑھے ؟

(الجواب) اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے دوبارہ وضوء کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بہتر طریقہ غسل کا یہ ہے کہ بعد ازالہ نجاست بدن، اول وضوء کرے پھر غسل کر کے پیر دھولیوے-

بوریہ وغیرہ جو چمار بناتے ہیں ان پر نماز کا حکم

(سوال ۱۹۰) فی زمانہ جو صف بوریہ وچٹائی وغیرہ یہاں کے چمار ان تیار کرتے ہیں بلا پاک کئے ان پر نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) وہ بوریہ اور صف پاک ہیں نماز ان پر جائز ہے کچھ وہم نہ کرنا چاہئے- لان اليقين لا يزول بالشك . واللہ تعالیٰ اعلم

چائے پان کے بعد بغیر کلی کے نماز پڑھنا

(سوال ۱۹۱) کوئی شخص چائے پینے اور پان کھانے کے بعد اس قدر توقف کرے کہ اثر پان اور چائے کا زائل ہو جاوے تو بلا مضمضہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا ضرورت مضمضہ کی ہے؟

(الجواب) مضمضہ کرنا پھر بھی بہتر ہے اور نہ کرے تب بھی نماز ہو جاوے گی۔

نماز جنازہ کے وضوء سے نماز پنجگانہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(سوال ۱۹۲) نماز جنازہ کے لئے جو وضوء کیا جاوے اس وضوء سے وقتیہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) وقتیہ نماز پڑھنا اس وضوء سے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ پیروں میں جب زخم ہو تو مسح کی کیفیت اور حکم

(سوال ۱۹۳) جب ہاتھ پیر میں زخم ہو اور پانی لگانے سے اندیشہ بڑھنے کا ہو تو کس طریق سے مسح کرے زخم کے آس پاس خشک جگہ تو ضرور رہے گی اگر پھایہ رکھا ہوا ہے تو کیا پھایہ پر مسح کرے اور اگر اس پانی کے اندر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا آس پاس مسح کر لیوے اور اس کا کیا طریق ہے اور اگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو کس طرح مسح کرے اور حاجت غسل میں کیا کرے؟

(الجواب) جب کہ دھونے سے اندیشہ زخم کے بڑھنے کا ہو تو اس پر مسح درست ہے مسح میں تر ہاتھ پھیرنا ہوتا ہے اس جگہ پر اول تو یہ حکم ہے کہ اگر بلا پٹی پھایہ کے تر ہاتھ پھیرنے میں کچھ اندیشہ نہ ہو تو بلا پٹی پھایہ کے اس جگہ پر تر ہاتھ پھیرے اگرچہ بعض بعض موقع اس میں خشک جگہ رہ جاوے اور بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہے تو پٹی یا پھایہ پر تر ہاتھ پھیرے آس پاس کی جگہ خشک رہ جانے سے کچھ حرج نہیں ہاتھ سب جگہ پھیرے اگرچہ پانی کہیں لگے اور کہیں نہ لگے جیسا کہ مسح میں ہوتا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور پٹی اگرچہ موقع زخم سے زیادہ ہو تمام پٹی پر مسح کرے تو کچھ حرج نہیں ہے اور غسل کی ضرورت ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کرے جیسے اوپر مذکور ہوا اور باقی بدن کو دھودے اور پانی بہادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعضاء وضوء کو رومال سے پوچھنا درست ہے!

(سوال ۱۹۴) وضوء کر کے رومال سے بدن پوچھنا درست ہے یا نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب ریش کا پانی زمین پر گرتا ہے تو فرشتوں کو اٹھانے میں تکلیف ہوتی ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

(الجواب) اعضائے وضوء کو رومال سے پوچھنا مستحب اور آداب میں سے ہے درمختار میں ہے **ومن الآداب تعاہد موقیہ و کعبیہ الخ والتمسح بمندیل الخ** اور شامی میں اس سے زیادہ تفصیل کی ہے خلاصہ یہ ہے

کہ رومال سے پوچھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور منہ کا پوچھنا بھی درست ہے اور ریش کا بھی اور اگر نہ پوچھا جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور یہ قول کہ ریش کا پانی گرنے سے فرشتوں کو اس کے اٹھانے میں تکلیف ہوتی ہے بے اصل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

حالت جنابت میں کھانا پینا

(سوال ۱۹۵) حالت جنابت میں شرعاً کھانا پینا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) حالت جنابت میں کھانا پینا درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصلوٰۃ

فصل فی مواقیت الصلوٰۃ

اوقات نماز

وقت عشاء کے متعلق تحقیق

(سوال ۱۹۶) مغرب کا وقت کس وقت ہوتا ہے اور عشاء کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

(الجواب) امام ابو حنیفہ کا مذہب دربارہ وقت عشاء کے یہ ہے کہ سفیدی غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور سفیدی بعد سرخی کے ہوتی ہے سفیدی کا غائب ہونا آج کل قریب نو بجے کے ہے پس جب کہ مغرب کا وقت ساڑھے سات بجے ہو تو عشاء کا وقت نو بجے کے قریب ہوگا کیونکہ آج کل فصل سرما میں وقت مغرب و عشاء قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے ہے پس جو صاحب کہتے ہیں کہ وقت عشاء کا نو بجے ہوتا ہے وہ صحیح ہے ساڑھے آٹھ بجے آج کل وقت عشاء کا موافق مذہب صحیح امام ابو حنیفہ کے نہیں ہوتا البتہ صاحبین جو سرخی کو شفق فرماتے ہیں ان کے مذہب کے موافق ساڑھے آٹھ بجے ہوتا ہے مگر امام صاحب کے اصل مذہب کے موافق ہوتا۔ گو روایت امام صاحب سے یہ بھی ہے جو صاحبین کا قول ہے۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک شفق سفیدی ہے جو بعد سرخی کے ہے اس کے موافق وقت عشاء کا اس وقت ہوتا ہے کہ سفیدی غائب ہو جاوے اور وہ قریب نو بجے کے یعنی نو بجے سے چار پانچ منٹ پہلے ہے یہ صحیح ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی دوسرا وقت نہیں ہے مگر جب کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت بعد سفیدی کے ہوتا ہے تو پھر کچھ اشکال نہیں رہا اور اس تحریر میں تینوں سوالات کا جواب پورا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عصر دو مثل کے بعد ہی پڑھنی چاہیئے!

(سوال ۱۹۷) کچھ لوگ یہاں پر نماز عصر ایک مثل پر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اول وقت یہی ہے دوسرے وہ لوگ ہیں جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور بیٹھے رہتے ہیں اور دیر کر کے علیحدہ جماعت کرتے ہیں اس صورت میں صحیح کیا بات ہے؟

(الجواب) احتیاط اس میں ہے کہ نماز عصر دو مثل سے پہلے نہ پڑھیں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے اور احادیث سے ثابت ہے چنانچہ شرح منیہ میں احادیث صحیحہ امام صاحب کے مذہب کی دلیل میں نقل فرمائی ہیں شامی میں ہے فیہ ان الادلة تکافئت ولم یظہر ضعف دلیل الامام بل ادلة قویة ایضاً کما یعلم من مراجعة المطولات و شرح المنیه الخ ۔ پس اچھا وہی لوگ کرتے ہیں جو ایک مثل پر عصر نہیں پڑھتے بلکہ دو مثل کا انتظار کرتے ہیں کیونکہ عبادت میں احتیاط لازم ہے ایک مثل پر پڑھنے میں شبہ وقت سے پہلے پڑھنے کا ہے اور دو مثل پر پڑھنے میں بے شبہ نماز وقت میں ہو جاتی ہے پس شبہ میں پڑنا احتیاط

کے خلاف ہے خصوصاً امر عبادت میں اور تاخیر عصر میں متعدد احادیث وارد ہیں ایک مثل پر پڑھنے میں یہ فضیلت بھی ترک ہوتی ہے لہذا جو لوگ ایک مثل پر جماعت کرتے ہیں ان کی فہمائش کرنی چاہیے کہ بعد دو مثل کے نماز پڑھا کریں تاکہ اس وقت سب شریک ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ علم

نماز عشاء نصف شب کے بعد مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ؟

(سوال ۱۹۸) نماز عشاء بعد نصف شب کے مکروہ تحریمی ہے یا نہیں اور اگر بعد نصف شب کے پڑھی جاوے تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں مولانا عبدالحئیؒ صاحب مجموعہ فتاویٰ جلد اول ص ۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے نماز عشاء کی بعد نصف شب کے اور واجب الاعادہ ہے اور اگر اعادہ نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور مولانا اشرف علی تھانویؒ بہشتی زیور میں لکھتے ہیں کہ نماز کا وقت صبح صادق تک ہے اور بعد نصف رات کے مکروہ ہے اور ثواب کم ہو جاتا ہے ان دونوں تحریروں میں کونسی تحریر صحیح ہے اور کبھی نماز عشاء بعد نصف رات کے پڑھی جاوے تو اس کا اعادہ کیا جاوے یا نہیں اور اگر واجب الاعادہ نہیں ہے تو مولوی عبدالحئیؒ صاحب کے فتوے کا کیا مطلب ہے ؟ بینوا وتوجروا۔

(الجواب) بعد نصف شب کے عشاء کی نماز پڑھنا مکروہ ہے بعض نے مکروہ تحریمی فرمایا ہے اور بعض نے مکروہ تنزیہی۔ فان اخرها الی ما زاد الی النصف کره لتقلیل الجماعة. درمختار قوله کره ای تحریما کما یاتی تقیده فی المتن او تنزیهاً وهو الاظهر کما نذکره من الحلیه شامی – ثم قال تحت قول الماتن تحریماً کذافی البحر عن القنیه لکن فی الحلیه ان کلام الطحطاوی یشیر الی ان الکراهة فی تاخیر العشاء تنزیهیة وهو الاظهر ۱۲ شامی۔ پس جو فقہاء مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادۃ نہیں کیونکہ مکروہ تنزیہی کا مآل خلاف اولیٰ کی طرف ہے اور علامہ شامی کے قول اور حلیہ کی روایات سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی ہونا اظہر ہے، اور وجہ اظہر ہونے کی یہ ہے کہ علت اس کراہت کی تقلیل جماعت ہے نہ یہ کہ وقت میں کوئی خرابی ہے پس معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے اگر واجب الاعادہ لکھا ہے تو مکروہ تحریمی کی روایت کو لیکر احتیاطاً واجب الاعادہ لکھا اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مطلب اگر مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے تو انہوں نے دوسرے قول کو جو اظہر ہے اختیار فرمایا اور یہ ہی اقرب الی الصواب ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ممالک قطب شمالی میں نمازیں کس طرح پڑھیں

(سوال ۱۹۹) اوقات نماز کی پابندی ممالک قطب شمالی اور جنوبی میں کس طرح ہو سکتی ہے ان ممالک میں تین تین مہینے تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا علی ھذا تین ماہ تک غروب نہیں ہوتا ایسے مقامات میں نماز کس طرح ادا ہو ؟

(الجواب) ایسے مواقع کا حکم بھی فقہاء نے لکھ دیا ہے کہ وہاں اندازہ کر کے نمازیں ادا کریں جیسا کہ حدیث

شریف میں ہے کہ دجال کے ظہور کے وقت ایک دن ایک سال بھر کا ہوگا اس میں آنحضرت ﷺ نے بجواب صحابہ نمازوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ اندازہ کر کے نمازیں ادا کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں پڑھو اسی قدر فصل سے جیسے عام بلاد میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے پس یہی حکم عند المحققین ان مواقع کا ہے جہاں چھ چھ مہینے یا کم وبیش دن اور رات رہتی ہے۔

فجر کی جماعت طلوع آفتاب سے کتنی دیر پہلے ہونی چاہئیے ؟

(سوال ۲۰۰) فجر کی نماز باجماعت طلوع آفتاب سے کتنی پیشتر ہونی چاہئیے اور دیگر یہ کہ اذان فجر جماعت سے کتنی پہلے ہونی چاہئیے ؟

(الجواب) شامی میں ہے قال ابو حنيفه يؤذن للفجر بعد طلوعه یعنی صبح صادق ہونے کے بعد اذان کہنا بہتر ہے اور اگر فوراً نہ ہو تو بعد میں کہے الغرض تمام وقت نماز کا اذان کا بھی وقت ہے كما في الشامي و لعل المراد بيان الاستحباب والا فوقت الجواز جميع الوقت الخ اور جماعت فجر کی اسفار کے وقت ہونی چاہئیے یعنی جس وقت خوب روشنی ہو جاوے اس کی مقدار در مختار میں یہ لکھی ہے کہ آفتاب کے نکلنے سے اتنے پہلے نماز صبح شروع کریں کہ چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھ سکیں اور پھر اعادہ کی ضرورت ہو تو اعادہ کرلیں غرض تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے آفتاب نکلنے سے جماعت کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

فصل في الاذان والا قامة والتثويب

تثویب کی اجازت ایک خاص ضرورت کی بناء پر تھی

(سوال ۲۰۱) بعض دیہات وقصبات میں نماز عشاء کے اور جمعہ کے قبل الصلوٰۃ کہنا اگر سنت ہے تو رائج کیوں نہیں متروک کیوں ہے ؟

(الجواب) یہ تثویب ہے جس کو بضرورت جائز رکھا گیا تھا اور امام ابو یوسفؒ نے خاص قاضی وغیرہ کے لئے اس اطلاع کو جائز رکھا تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں ان کو دوبارہ جماعت کی اطلاع کی ضرورت ہے و خصه ابو يوسف بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس واختاره قاضي خان الخ۔ پس اب یہ قصہ ہی نہیں لہذا تثویب بھی متروک ہوگئی۔واللہ تعالیٰ اعلم

کیا اذان واقامت کے لئے شریعت نے کوئی جہت متعین کی ہے

(سوال ۲۰۲) تکبیر داہنی جانب ہونی چاہئیے یا کہ بائیں جانب، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور تکبیر داہنی جانب جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ایسا ہی کیا اس میں ثواب زیادہ ہے اس کے برعکس کرنا ثواب میں کمی کرنا ہے دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں امر مساوی ہیں، تعین کرنا بدعت

ہے کیونکہ اس کا تعین ثابت نہیں ؟

(الجواب) یہ مشہور بے اصل ہے شریعت میں اس کا کچھ حکم نہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور اقامت داہنی طرف ہو بلکہ جس طرف اتفاق ہو اذان و اقامت درست ہے - کچھ کراہت کسی جانب میں نہیں ہے جس نے داہنی جانب تکبیر کہنے میں ثواب زیادہ بتلایا ہے ان سے دریافت کیا جاوے کہ کسی کتاب فقہ میں آپ نے کوئی تصریح دیکھی ہے یا حدیث سے یہ ثابت ہے یہ بات تو دوسری ہے کہ مقتدی داہنی طرف کھڑے ہونے والے کو زیادہ ثواب حدیث سے ثابت ہے مگر اقامت داہنی طرف ہونے میں زیادہ ثواب ہونا کہیں نظر سے نہیں گزرا - واللہ تعالیٰ اعلم

اذان اور اقامت کے لئے کیا کسی سمت کا ثبوت ہے

(سوال ۲۰۳) دائیں طرف اقامت ہونے کا ثبوت شرعی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے واللہ تعالےٰ اعلم

پنجگانہ نماز کی اذان میں بجائے حی علی الفلاح کے حی علی خیر العمل صحیح ہے یا نہیں ؟

(سوال ٤ ۰ ۲) پنجگانہ نماز کی اذان میں بجائے حی علی الفلاح کے حی علی خیر العمل کہنا درست ہے یا نہیں ؟ کوئی حدیث صحیح موجود ہے یا نہیں متقدمین اور متاخرین کا کیا عمل رہا ہے ؟

(الجواب) اذان میں یہ الفاظ کہنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے، عمل جمہور امت اور سلف کا حی علی الفلاح پر رہا ہے اور اب تک ہے خلاف سنت سنیہ متوارثہ اور خلاف اجماع کوئی امر اختیار کرنا سراسر گمراہی اور ضلالت ہے - من شذ شذ فی النار - حدیث شریف میں وارد ہے تمام ائمہ دین کا یہی مسلک اور طریقہ ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں بجز روافض کے خذ لهم الله تعالى - واللہ تعالیٰ اعلم

اذان و اقامت کی چند صورتوں کا حکم

(سوال ۲۰۵) نابالغ لڑکے کی اذان درصورت یا عدم صورت شخص بالغ جائز ہوگی یا نہیں ہر دو صورت میں حکم سے معزز فرمایئے ؟ (۲) تکبیر بائیں جانب جائز ہے یا نہیں یا داہنی جانب ہی کہی جائے اذان داہنی جانب درست ہے یا نہیں ؟ (۳) اذان خطبہ روبرو امام کے دوسری یا تیسری جماعت میں کہنا درست ہے یا نہیں اگر نابالغ لڑکا جمعہ کے دن خطبہ کی اذان کہے وہ درست ہوگی یا نہیں ؟

(الجواب) نابالغ لڑکے کی اذان مکروہ تنزیہی ہے دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے ادا ہو جاتی ہے مگر کراہت تنزیہی کے ساتھ اور تفصیل اس میں یہ ہے کہ نابالغ مراہق کی اذان مکروہ تنزیہی ہے اور نابالغ بہت چھوٹا اور غیر عاقل، بے سمجھ ہے تو مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی -

(۲) تکبیر بائیں جانب بھی درست ہے اور دائیں جانب کی تخصیص کچھ نہیں ہے۔
(۳) اذان خطبہ کی امام کے سامنے دوسری یا تیسری صف میں جائز ہے اور لڑکے نابالغ کی اذان کا وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔
(۴) درست ہے مگر بہتر ہے کہ وہی کہے یا اس سے اجازت لی جاوے۔

اقامت کے بعد عمل کثیر کرنے سے اقامت کا اعادہ کیا جائے

(سوال ۲۰۶) اقامت کے بعد امام نے کھانا کھایا یا زیادہ دیر تک باتیں کیں تو نماز کے واسطے اعادہ اقامت کی حاجت ہے یا نہیں؟

(الجواب) عبارت شامی کی لان تکرارھا غیر مشروع اذا لم یقطعھا قاطع من کلام کثیر و عمل کثیر سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں اعادہ اقامت کی جائے اور اس میں امام کا عمل یا اقامت کہنے والے کا جو موجب تاخیر صلوٰۃ ہوا برابر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

اذان میں ترجیع کا حکم

(سوال ۲۰۷) اذان ترجیع کے ساتھ کہنا افضل ہے یا بلا ترجیع؟

(الجواب) عند الحنفیہ اذان میں ترجیع نہیں ہے بلکہ در مختار میں فرمایا کہ ترجیع مکروہ ہے۔ ولا ترجیع فانه مکروہ ملتقی۔ شامی نے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی مراد ہے اور یہ بھی شامی میں ہے لا تفاق الروایات علی ان بلالاً لم یکن یرجع وما قیل انه رجع لم یصح ولا نه لیس فی اذان الملك النازل من السماء بجمیع طرقه الخ وماروی من الترجیع فی اذان ابی محذورۃ یعارضه ما رواہ الطبرانی الخ —

اذان کے جواب کے ساتھ درود شریف پڑھنا مستحب ہے

(سوال ۲۰۸) اذان کے اندر رسول اللہ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا کیسا ہے (۲) دلائل الخیرات میں یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جو لوگ غائبانہ آپ کو درود بھیجتے ہیں اور جو لوگ آپ کے بعد میں پیدا ہوں گے اور وہ درود بھیجیں گے ان دونوں کے درود کا کیا حال ہوگا فرمایا میں تو بگوش سنتا ہوں درود اہل محبت کا اور پیش ہوتا ہے مجھ پر درود غیر اہل محبت کا بواسطہ ملائکہ کے۔ یہ حدیث کون سی کتابوں کی ہے اور صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) اذان میں جب نام رسول اللہ ﷺ کا سنے درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور اذان کا جواب دینا بھی مستحب ہے پس جس وقت مؤذن سے کلمہ اشھد ان محمد رسول اللہ سنے خود بھی یہ کلمہ کہہ کر صلی اللہ علیہ وسلم کہے (۲) اس روایت دلائل الخیرات کا حال معلوم نہیں کہ صحیح ہے یا نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کس کتاب کی حدیث ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

لھر میں نماز پڑھنے کے لئے اذان کہنا کیسا ہے

سوال ۲۰۹) اگر بوجہ کسی عذر قوی کے مسجد میں نہ پہنچ سکے یا اذان مسجد و جماعت میں تاخیر ہو اور اس کو بوجہ بیماری یا کسی اور عذر کے نماز میں تعجیل ہو تو مکان میں اذان کہہ کر نماز پڑھنا جائز ہو گا یا ناجائز- مسجد کی اذان جماعت تک تاخیر نماز نہیں کر سکتا بوجہ عذر کے اور اگر نماز اذان کہہ کر نہیں پڑھتا ہے تو ثواب سے محروم رہتا ہے ایسے موقع میں کیا کرے اذان کہے یا نہ کہے یا اذان مسجد تک توقف کرے ؟

(الجواب) اگر عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہو گئی اور وہ شخص مصر میں ہے تو اذان بھی ساقط ہو جاتی ہے- شامی جلد اول ص ۲۸۳ لكن لا يكره تركه لمصل في بيته في المصر لان اذان الحي يكفيه الخ –

باب الامامة والجماعة

غیر مقلد کی امامت

(سوال ۲۱۰) جو شخص امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ کا قائل ہو اس کے پیچھے حنفیہ کو نماز پڑھنا شرعاً ممنوع ہے یا نہ اگر ممنوع ہے تو اکثر علماء احناف و صوفیائے کرام جو قراءۃ خلف امام کے قائل تھے ان کی اقتداء بھی جائز تھی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(الجواب) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ شافعیہ بھی پڑھتے ہیں اور ضروری سمجھتے ہیں ان کی اقتداء کو کوئی حنفی منع نہیں کرتا جھگڑا تمام عدم تقلید پر ہے چونکہ تقلید نہ کرنے والے گروہ یا یوں کہو کہ مقلدین ائمہ کو مشرک کا خطاب دینے والا فریق باعتبار عقائد کے اہل سنت و جماعت کے طریق سے بر طرف نظر آتے ہیں اور سب سلف صالحین خصوصاً امام ہمام ابو حنیفہؒ پر جو کہ بشارت والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان– الآية میں بالیقین داخل ہیں- طعن کرنے کو اپنا دین بنالیا ہے اس لئے علماء احناف احوط سمجھتے ہیں کہ غیر مقلد کو امام نہ بنایا جائے کاش اگر شافعی ہو کر قراءۃ خلف امام کرتا مجتہدین کر خطاء میں نہ پڑتا تو پھر کچھ احتراز و اعتراض نہیں ہوتا- واللہ تعالےٰ اعلم

جھوٹی احادیث بنانے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال ۲۱۱) ایک شخص احادیث جھوٹی بنا کر بیان کرتا ہے اور خلاف عقائد بہت باتیں بیان کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس شخص کے لئے کیا حکم ہے ؟

(الجواب) وہ شخص کذاب و مفتری یا دیوانہ ہے جھوٹی روایات بیان کرتا ہے اور حق تعالیٰ اور اس کے رسول بر حق پر بہتان لگاتا ہے اور مصداق اس وعید کا ہوتا ہے من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار یعنی جو شخص مجھ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے- وہ شخص مبتدع و فاسق ہے اس کو امام بنانا درست نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں-

مسجد کے دروں میں نماز کا حکم
(سوال ۲۱۲) جمعہ کے روز اکثر دروں میں آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں اس صورت میں نماز درست ہو گی یا نہیں؟
(الجواب) دروں میں کھڑا ہونا مکروہ لکھا ہے۔ کذافی الشامی

تندرستوں کی موجودگی میں بواسیر کے مریض کو امام بنانا
(سوال ۲۱۳) ایک شخص کو مرض خونی بواسیر کا ہے اور ہر وقت اس کے جاری ہونے کا خوف رہا کرتا ہے ایسے شخص کی امامت باوجود تندرست امام کے درست ہے یا نہیں؟
(الجواب) خون جاری ہونے کے خوف سے وہ شخص معذور شرعاً نہیں ہو سکتا معذور شرعاً اس وقت ہوتا ہے کہ اس کو تمام وقت نماز میں اتنا موقع نہ ملے کہ وضو کر کے بدون اس مرض حدث کے نماز پڑھ سکے پس جب کہ وہ ابھی معذور نہیں ہوا امامت اس کی درست ہے کچھ کراہت اس وجہ سے اس کی امامت میں نہیں ہے اور جس وقت وہ معذور ہو گا اس وقت امام تندرستوں کا نہیں ہو سکتا اس وقت امامت اس کی بوقت عذر بالکل ناجائز ہے۔ قال فی الدر المختار و صاحب عذر من به سلس البول الخ – ان استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة بان لا يجد فی جميع وقتها زمناً يتوضأ و يصلی فيه خالياً عن الحدث الخ وهذا شرط العذر فی حق الابتداء و فی حق البقاء كفٰی بوجوده فی جزء من الوقت ولو مرة الخ – درمختار شامی جلد اول صفحه ۲۰۳–
و فی باب الامامة منه ولا طاهر بمعذور ان قارن الوضوء الحدث الخ – وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلّٰی كذلك كا قتداء بمقتصدا من خروج الدم الخ (شامی جلد اول صفحه ۳۸۹)

جو شخص جھوٹی حدیثیں بیان کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟
(سوال ۲۱۴) ایک شخص احادیث جھوٹی بنا کر بیان کرتا ہے اور خلاف عقائد بہت باتیں بیان کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟
(الجواب) وہ شخص کذاب و مفتری یا دیوانہ ہے جھوٹی روایات بیان کرتا ہے اور حق تعالیٰ اور اس کے رسول برحق پر بہتان لگاتا ہے اور مصداق اس وعید کا ہوتا ہے من كذب علی متعمداً فليتبوا مقعده من النار یعنی جو شخص مجھ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ وہ شخص مبتدع و فاسق ہے اس کو امام بنانا درست نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔

امام کے مصلے پر آجانے کے وقت تکبیر شروع کی جائے یا اس کی عدم موجودگی میں بھی جائز ہے
(سوال ۲۱۵) بروقت جماعت قبل کھڑے ہونے امام کے مصلے پر تکبیر شروع کی جائے یا بوقت عدم

موجود گی، کیا رسول اللہ ﷺ حجرہ میں سے تکبیر سن کر تشریف لاتے تھے اور یہی معمول تھا یا کبھی کبھی ایسا ہوا ہے؟

(الجواب) یہ ضروری نہیں کہ جب امام مصلے پر کھڑا ہو تب تکبیر شروع کی جائے بلکہ امام جب کہ مسجد میں موجود ہے تکبیر کہنا درست ہے امام تکبیر سن کر خود مصلے پر آجاوے جیسا درمختار میں اس عبارت سے ظاہر ہے۔و یقوم الامام والمؤتم حین حی علی الفلاح اذا کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتھی الیه الامام علی الاظھر – واللہ تعالیٰ اعلم

ولد الحرام کی امامت شرعاً کیسی ہے

(سوال ۲۱۶) امامت ولد الحرام مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

(الجواب) شامی میں منقول ہے اور اگر ولد الحرام اعلم وافضل ہو ولد ارشد سے تو ولد الحرام کی امامت افضل ہے۔

ولد الزنا کی امامت میں تفصیل

(سوال ۲۱۷) ایسے شخص کی امامت جس کے ولد الزنا ہونے کا یقین کامل ہو، فاسق، فاجر، جاہل، بدعتی بھی ہو اور عدالت میں خائن بھی ثابت ہو چکا ہو امامت جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسے ولد الزنا کی امامت جس کا حال وہ ہے جو سوال میں درج ہے مکروہ ہے اور چونکہ علاوہ ولد الزنا ہونے کے وہ فاسق بھی ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور ایسا امام لائق معزول کرنے کے ہے جیسا کہ علامہ شامی نے تحریر فرمایا ہے۔واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لا یھتم لا مر دینه و بان فی تقدیمه الامامة تعظیمه و قد وجب علیھم اھانته تشرعاً الخ ص ۴۱۴ – مصری جلد اول شامی و فی الدر المختار وولد الزنا الخ – قوله وولد الزنا اذ لیس له اب یربیه و یودبه و یعلمه فیغلب علیه الجھل بحراونفرۃ الناس عنه شامی ص ۴۱۵ جلد ۱

جس امام کے مقتدیوں میں اختلاف ہو بعض راضی ہوں اور بعض ناراض ان کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۱۸) امام نے نماز فرائض وواجبات وغیرہ اچھی طرح ادا کئے جماعت مقتدی دو قسم کے ہیں بعض اس کی امامت سے رضامند ہیں بعض ناخوش۔کس طبقہ کا اعتبار ہوگا حدیث ابی داؤد ولا یقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوماً وھم له کارھون کا کیا مطلب ہے؟

(الجواب) کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام میں کچھ نقصان نہیں تو مقتدیوں کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے اور اگر امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی ناخوش ہیں تو امام کے اوپر مواخذہ ہے اور اس کو امام ہونا مکروہ ہے اور مورد حدیث من تقدم قوماً الخ وہی امام ہے جس کے اندر خلل و نقص ہو ورنہ مقتدی گناہ گار ہیں کہ بے وجہ ناراض ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

شیعوں کے داماد کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

(سوال ۲۱۹) جو شخص شیعوں میں شادی شدہ ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر وہ خود سنی ہے اور مبتدع اور فاسق نہیں ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تنہا ایک نابالغ لڑکا جماعت میں کس طرح شریک ہو؟

(سوال ۲۲۰) ایک نابالغ لڑکا اگر جماعت کی داہنی طرف یا بائیں طرف آکر نماز میں شریک ہو یا درمیان صف میں بالغین کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا تو نماز میں کچھ نقصان آئے گا یا نہیں؟

(الجواب) اگر ایک نابالغ ہے تو صف میں کھڑا ہو۔ ثم الصبيان ظاهره تعدد هم فلو واحد ادخل الصف۔ كذافي الشامي

ایک مقتدی کے ساتھ جماعت شروع ہونے کے بعد دوسرا آجائے تو کہاں کھڑا ہو؟

(سوال ۲۲۱) امام کے داہنی طرف یہ مقتدی تھا ایک اور آیا امام اس سے مطلع نہیں ہوا مگر مقتدی اطلاع پاکر پیچھے ہٹا اور جانب یمین اس اول مقتدی کے کھڑا ہو گیا اور دونوں امام سے جانب یمین میں ہوئے نماز مقتدیوں کی جائز یا ناجائز مکروہ یا غیر مکروہ؟

(الجواب) جب ایک مقتدی ہے امام کی داہنی طرف پر دوسرا آگیا تو امام آگے بڑھ جاوے یا مقتدی پیچھے ہو جاوے یا وہ بعد کا آنے والا مقتدی کو پیچھے کھینچ لے جو طریقہ ممکن ہو اس کو کرے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اذا اقتدى بامام فجاء اخر يتقدم الامام موضع سجوده كذافي مختارات النوازل و في القهستاني۔ ان المقتدى يتاخر عن اليمين الى خلف اذا جاء الأخر وفى الفتح ولو اقتدى واحد باٰ خرفجاء ثالث يجذب المقتدى۔ وهذا كله عند الامكان والا تعين الممكن ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صف اول میں جگہ نہیں تو بعد میں آنے والا کہاں کھڑا ہو؟

(سوال ۲۲۲) ایک صف مقتدیوں کی امام کے پیچھے ہے اس میں بالکل جگہ اور مقتدی کی نہیں۔ اب جو شخص آوے تو کس جگہ کھڑا ہو صف ثانی میں تنہا یا صف اول سے کسی مقتدی کو لیوے اور اس کے ساتھ کھڑا ہو اگر صف اول سے لے تو کس جگہ سے شروع صف سے یا اخیر سے اگر اخیر سے لے گا تو نماز میں کچھ نقصان آئے گا یا نہیں؟

(الجواب) اگر صف میں جگہ نہیں ملی تو کچھ انتظار کرے تاکہ دوسرا آجاوے اگر نہیں آیا تو صف سے ایسے شخص کو کہ جو شخص مسئلہ کو جانتا ہو کھینچ لے اگر ایسا شخص نظر نہ آوے تو تنہا امام کے پیچھے اور صف کے پیچھے کھڑا ہو جاوے۔ انتظر حتى يجئ آخر فيقفان خلفه وان لم يجئ حتى ركع الامام يختار اعلم الناس بهذه المسئلة فجذبه ويقفان خلفه ولولم يجد عالماً يقف خلف الصف بحذاء الامام

للضرورة . کذا فی الشامی . واللہ تعالیٰ اعلم.

امام کو وسط صف میں کھڑا ہونا چاہئیے اس کے خلاف مکروہ ہے

(سوال ۲۲۳) اگر مقتدی امام کے داہنے طرف کھڑے ہو جائیں اور بائیں طرف کوئی نہ ہو علی ہذا القیاس ایسے ہی بائیں طرف تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

(الجواب) امام صف کے بیچ میں کھڑا ہو یہ سنت ہے اگر مقتدی سب ایک طرف کھڑے ہو گئے نماز صحیح ہو گئی مع الکراہت یقوم فی المحراب یعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانب الصف یکرہ - کذافی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

امام کا بین الساریتین کھڑا ہونا مکروہ ہے

(سوال ۲۲۴) مسجد کی بیرونی محراب میں امام کے کھڑے ہونے کی کراہت میں کوئی حدیث یا روایت فقہی ہے تو تحریر فرمایئے ؟

(الجواب) شامی جلد ۱ ص ۴۳۴ میں ہے -الاصح ما روی عن ابی حنیفة انه قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین الخ اس روایت سے امام کے در میں کھڑا ہونے کی کراہتہ معلوم ہوتی ہے-

سادات کے علاوہ بھی ہر شخص امام بن سکتا ہے

(سوال ۲۲۵) بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوائے سادات کے اور کوئی مستحق امامت نہیں ہے یہ کہنا صحیح ہے یا غلط ؟

(الجواب) یہ غلط ہے کہ سوائے سادات کے اور کوئی شخص مستحق امامت نہ ہو امامت کا استحقاق علم و فضل و تقوای پر ہے اور جو شخص مسائل سے واقف ہو وہ اگر چہ سید نہ ہو بہ نسبت سید کے جو مسائل سے ناواقف ہو احق واولیٰ بالامامۃ ہے -کما بین فی کتب الفقه واللہ تعالیٰ اعلم

جانور ذبح کرنے والے کی امامت بلا کراہت جائز ہے !

(سوال ۲۲۶) ایک شخص امام مسجد ہے اور مسائل نماز سے واقف ہے لیکن بکرے وغیرہ ذبح کرتا ہے بعض لوگ اس کی امامت پر بوجہ ذابح ہونے کے اعتراض کرتے ہیں ایسے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ذابح ہونا کسی شخص کا مانع اس کے امام ہونے کے لئے نہیں ہے امامت کے لئے احق اعلم باحکام الصلوٰۃ ہے کما فی کتب الفقه - پس جب کہ شخص مذکور مسائل نماز، روزہ سے واقف ہے تو امامت اس کی جائز بلکہ در صورت نہ ہونے اس سے زیادہ اعلم کے افضل و بہتر ہے اور ذابح ہونا اس کا موجب کراہت امامت نہیں ہے چنانچہ کراہت امامت میں جن اسباب کو فقہاء نے شمار کیا ہے ان میں ذابح ہونا کسی نے

نہیں لکھا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ذبح کرنے کی اجرت لینے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے

(سوال ۲۲۷) جو پیش امام ذبح کرنے کی اجرت لیتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
(الجواب) اس کے پیچھے نماز درست ہے کچھ کراہت نہیں ہے اول تو حدیث شریف میں وارد ہے صلوا خلف کل بر و فاجر الحدیث اور ثانیاً ذبح کرنے پر اجرت لینا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات نماز میں امام کو مساوی جہر کرنا چاہئیے

(سوال ۲۲۸) نماز پڑھانے میں امام کا قراءت اور بعض تکبیرات کو اس طرح جہر سے بولنا کہ مسجد سے باہر سڑک تک سنائی دے اور بعض تکبیرات کو اس طرح آہستہ بولنا کہ دوسری تیسری صف والے بھی نہ سنیں مثلاً تکبیر رکوع آہستہ آواز سے اور تکبیر قومہ زور سے اور تکبیر سجود آہستہ اور تکبیر جلسہ پکار کر کے ایسا کرنا سنت ہے یا بدعت ہے یا کیا ہے؟ اسی طرح سے اگر کوئی تکبیر اونچا اور کوئی نیچا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا اختراعی ہے؟ بینوا و توجروا
(الجواب) امام کو قرأۃ اور تکبیرات کے جہر میں طریق اوسط کو اختیار کرنا چاہئیے اور قدر حاجت کے موافق جہر کرنا چاہئیے اور یہ فرق و تفاوت ما بین التکبیرات کے کہ بعض کو جہر مفرط سے ادا کرنا اور بعض میں قدر حاجت سے بھی کم کر دینا مذموم اور بے اصل ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے صرف سلام میں تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ پست آواز سے کہے۔ کما فی الدر المختار و سن جعل الثانی اخفض من الاول الخ ۔پس ماسوا اس کے اور کسی جگہ جہر میں تفاوت درجات نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

جماعت ثانیہ کا حکم

(سوال ۲۲۹) محلہ کی مسجد میں جہاں پر امام و مصلی وغیرہ مقرر ہوں حنفیہ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہے یا جائز؟ اور جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں وہ شرعاً گناہ گار ہوں گے یا کیا؟
(الجواب) وہاں پر جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور اصرار کرنے والے اس پر گناہ گار ہوں گے شامی میں دلیل کراہت وہ حدیث لکھی ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ جماعت کے بعد مسجد میں تشریف لائے تو اپنی مسجد میں دوسری جماعت نہیں کی بلکہ مکان پر آ کر کی۔

جماعت ثانیہ کی ایک صورت پر شبہ اور جواب

(سوال ۲۳۰) فتاوی رشیدیہ میں ہے کہ اگر چند اشخاص وقت معینہ پر امام متعین کی عدم موجودگی میں

ساز جماعت سے ادا کریں تو امام متعین پھر دوبارہ جماعت بلا کراہت ادا کر سکتا ہے اور ثواب جماعت کا اس دوسری جماعت کو ہو گا نہ اول الذکر کو مگر در مختار میں جہاں کراہت لازم آنے کی شرائط امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ سے بیان کی وہاں تعین وقت یا امام کی کوئی شرط نہیں ہے اس صورت میں کیا کیا جاوے۔ کیا حکم شرعا ہے؟

(الجواب) شامی میں اس کی تصریح ہے کہ اگر پہلی جماعت غیر اہل مسجد نے کی ہے، تو اس صورت میں دوسری جماعت مکروہ نہیں ہے بلکہ اس حالت میں دوسری جماعت ہی معتبر ہے اور پہلی جماعت کا اعتبار نہیں ہے یعنی بدیں معنی کہ اہل مسجد کو حق جماعت کرنے کا ہے اگرچہ ثواب جماعت پہلی جماعت والوں کو حاصل ہوگا۔ عبارت اس کی یہ ہے۔ عبارته فى الخزائن اجمع مما ههنا و نصبا يكره تكرار الجماعة فى مسجد محلة باذان و اقامة الااذا صلى بهما فيه اولاً غير اهله الخ ۔ اور دیگر عبارات سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے ويويده ما فى الظهيرية ولو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية شامى ۔ اس عبارت میں قید اہلہ سے غیر اہل مسجد کی جماعت خارج ہو گئی اسی طرح باب الاذان میں ہے و حينئذٍ فلو دخل جماعة المسجد بعدما صلى اهله فيه فانهم يصلون وحداناً الخ ص ۳۲۵ ج ۱ . پس معلوم ہوا کہ جو کچھ فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے، صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم

جماعت ثانیہ محلّہ کی مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے

(سوال ۲۳۱) جماعت ثانیہ مطلقاً جائز ہے یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟

(الجواب) قال فى رد المحتار ولنا انه عليه الصلوٰة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد الى المسجد وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله و صلى بهم ولو جاز ذلك (اى تكرار الجماعة فى المسجد) لما اختار الصلاة فى بيته على الجماعة فى المسجد ولان فى الاطلاق هكذا تقليل الجماعة معنى فانهم لا يجتمعون اذا علموا انها لا تفوتهم واما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فريق الا ومثله فى البدائع وغيرها ومقتضى هذا الاستدلال كراهة فى مسجد المحله ولو بدون اذان ويؤيده ما فى الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية – شامى جلد اول ص ۳۷۱ و فى موضع اخرمنه و روى عن انس ان اصحاب رسول الله ﷺ كانو اذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادى الخ ص ۲۶۵ باب الاذان–

ان روایات سے ظاہر ہوا کہ ظاہر الروایہ ہے کہ جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ بلا اذان و اقامت ہو – واللہ تعالیٰ اعلم

جماعت ثانیہ کا حکم

(سوال ۲۳۲) جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں جس میں امام ومؤذن مقرر ہو مکروہ ہے اور جو مسجد ایسی نہیں اس میں درست ہے ۔واللہ تعالےٰ اعلم

مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے

(سوال ۲۳۳) جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں کرنا کیسا ہے ثواب ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسجد محلّہ میں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے قوله و یکره ای تحریماً شامی - پس شرکت اس میں درست نہیں اور مقتدی مستحق ثواب نہیں جماعت ثانیہ کی عادت موجب تقلیل جماعت اولیٰ ہے ۔ یہ بھی ایک وجہ فقہاء نے ممانعت جماعت ثانیہ کی تحریر فرمائی ہے اور فعل مکروہ میں شرکت واعانت ظاہر ہے کہ موجب ثواب نہیں ہو سکتا والتفصیل فی کتب الفقه اگر زیادہ تر اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل دیکھنا منظور ہو تو حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کا رسالہ کراہیۃ جماعت ثانیہ ملاحظہ فرماویں ۔واللہ تعالیٰ اعلم

محلّہ کی مسجد میں تکرار جماعت جائز نہیں

(سوال ۲۳٤) تکرار جماعت در یک مسجد بغیر اذان واقامتہ واستادن در محراب مکروہ است یا نہ ؟

(الجواب) اقول و باالله التوفيق تکرار جماعۃ در مسجد محلّہ کہ امام ومؤذنش معین باشند اگرچہ بلا اذان واقامت و بتغیر ہئیت باشد مکروہ است - كما فی الشامی و مقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ويؤ يده مافی الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعدما صلی فيه اهله يصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية. واللہ تعالیٰ اعلم

جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں جائز نہیں

(سوال ۲۳۵) جماعت ثانیہ جائز ہے کہ نہیں اور اگر جماعت ثانی کرے تو گناہ گار ہو گا یا نہیں ؟

(الجواب) دوسری جماعت مسجد محلّہ میں مکروہ ہے اور مرتکب اس کا گناہ گار ہوتا ہے - كما فی الدر المختار – او مصل فی المسجد بعده صلاة جماعة فيه . بل يكره فعلهما و تكرار الجماعة الا فی مسجد علی طريق فلا باس بذالك و فی الشامی قوله الا فی مسجد علی طريق هو ما ليس له امام و مؤذن الخ–

امامت وقضا میں وراثت نہیں چلتی

(سوال ۲۳٦) مسلمان ریاستوں کے زمانہ میں ریاستوں کی جانب سے قاضی مقرر ہوا کرتے تھے جن کو قضا

کی عوض میں جاگیر وغیرہ مع سند کے جس میں تفصیل خدمات مثلاً امامت جمعہ وجماعات ونماز وعیدین وعرس مزارات اور تول وناپ واشیائے فروخت کا بھاؤ مقرر کرنا وغیرہ وغیرہ مندرج ہوتے تھے انعام دیئے جاتے تھے مگر فی زمانہ جب کہ انگریزی حکومت قائم ہے کوئی قاضی وغیرہ مقرر نہیں کیا جاتا تو کیا مسلمان ریاستوں کے منتخب شدہ قاضیوں کی اولاد اپنے بزرگوں کی سندوں پر خدمات مذکورہ کے موافق میراثی جاگیر کے مستحق ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) ان قضاۃ کی اولاد کا دعوی امامت وغیرہ کا لغو ہے، اہل مسجد واہل محلّہ واہل شہر جس کو احق بالامامۃ سمجھیں امام مقرر کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

استاد کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال ۲۳۷) زید نے عمرو سے کلام مجید پڑھا ہے اب کسی دنیاوی لالچ کے باعث زید عمرو کا دشمن بن گیا ہے اور اپنے استاد عمر کو گالیاں دیتا اور بے عزتی کرتا ہے کلام مجید پڑھانے سے عمرو زید کا استاد ہوا یا نہ ؟ اور اس قسم کی گستاخی اور دشنام دہی سے زید استاد کا عاق ہوا یا نہیں ؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس کے ساتھ میل جول کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) بیشک عمرو زید کا استاد ہے اور سب وشتم کرنا اول تو ہر ایک بھائی مسلمان کو گناہ کبیرہ ہے خصوصاً استاد کے ساتھ ایسی گستاخی کرنا نہایت قبیح ہے زید اس فعل قبیح کی وجہ سے فاسق ہے اور عاق ہو گیا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور اپنے استاد سے قصور معاف نہ کراوے تو متارکت اس سے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امامت بغیر عمامہ کے بھی جائز ہے !

(سوال ۲۳۸) اگر مقتدیان معمہ یا بعض بعمامہ وامام بے عمامہ یا بالعکس نماز گزار ند دروی چہ نقص افتد ؟

(الجواب) دراں نماز ہیچ نقص نیست در ہر دو صورت لحدیث او کلکم یجد ثوبین و فی شرح المنیه و المستحب ان یصلی الرجل فی ثلثه اثواب ازار و قمیص و عمامة ولو صلی فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنه کما یفعله القصار فی المقصرة جاز من غیر کراهة مع وجود الطاهر الزائد و لکن فیه ترك الاستحباب الخ –

ٹوپی کے ساتھ امامت مکروہ نہیں

(سوال ۲۳۹) ٹوپی اوڑھ کر امامت کرنا بلا کراہت ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ٹوپی سے امامت درست ہے کچھ کراہت نہیں ہے البتہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا اور امامت کرانا افضل ہے اور ثواب زیادہ ہے لیکن بلا عمامہ بھی مکروہ نہیں ہے۔ کذافی شرح المنیته الکبیر واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق اور بدعتی کی امامت کا حکم

(سوال ۲۴۰) جو شخص بالکل جاہل ہو اور قرآن مجید کو سوائے چند سورۃ کے پوری طرح نہ پڑھ سکتا ہو اور قبر پرستی کو اچھا خیال کرتا ہو رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر کہتا ہے کہ اللہ اور رسول میں کوئی تمیز نہیں، ناچ وغیرہ میں شامل ہوتا ہے الخ، اس کو امام بنانا جائز ہے یا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے امام بنانا اس کا حرام ہے اور امامت سے معزول کرنا اس کا لازم ہے سب مسلمانوں کو چاہئیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں اور کسی دوسرے عالم و صالح و متقی کو امام بنادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بدعتی کی امامت کے متعلق حوادث الفتاوی اور فتاوی رشیدیہ کے تعارض کا جواب

(سوال ۲۴۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ تحریر فرمایا ہے لہذا اختلاف ہونے کی صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جاوے ؟

(الجواب) در مختار میں ہے و فی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ و فی الشامی قولہ نال فضل الجماعۃ – افا دان الصلوٰۃ خلفھما اولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے بلکہ تنہا پڑھنے سے اولیٰ ہے۔ باقی چونکہ بدعتی، بدعتی میں بھی فرق ہوتا ہے بعض بدعات کفر و شرک تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں اگر ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو اعادہ کرنا ضروری ہے یہی صورت تطبیق کی ہو سکتی ہے یا مبنیٰ اعادہ کا احتیاط ہو یا اختلاف روایت اور بدعت فی العقیدہ میں بھی تفاوت درجات ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ عقیدہ اس کا حد کفر کو پہنچا ہوا ہے، اس وقت تک اس کے پیچھے فساد نماز کا حکم نہ کیا جاوے۔ کذا فی الدر المختار

جس پر جھوٹی تہمت لگائی جائے اس کی امامت درست ہے

(سوال ۲۴۲) ایک شخص عمدہ قرآن شریف پڑھتا ہے اور شریف آدمی ہے غرض شہر بھر قابل امامت کے اس شخص کو جانتا ہے صرف ایک شخص اس پر یہ الزام لگاتا ہے کہ یہ سفلی عمل پڑھتا ہے اس نے دو بندوں کو گواہ کر لیا ہے کہ بیشک یہ سفلی عمل پڑھتا ہے وہ امام بالکل انکار کرتا ہے اب یہ فرمائیے کہ جو شخص ایسے نیک امام پر کہ جسکو تمام بستی کے آدمی اچھا جانتے ہوں الزام لگاوے اس کی کیا سزا ہے ؟

(الجواب) جب کہ اس الزام و تہمت کا ثبوت نہ ہو جو امام پر لگایا گیا تو امامت اس کی بلا کراہت صحیح ہے۔ جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے، توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق امام کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے

(سوال ۲۴۳) امام فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کے خیال سے اپنے گھر میں یا مسجد میں قبل جماعت یا بعد جماعت اکیلا نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز اور اکیلا نماز پڑھنے والا تارک جماعت تو نہ کہلائے گا؟

(الجواب) در مختار میں ہے-و فی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے قوله نال فضل الجماعة - افادان الصلوة خلفهما اولی من الافراد الخ پس معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے یہی بہتر ہے کہ جماعت مذکورہ میں شامل ہو-واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

(سوال ۲۴۴) زید حد درجہ کا رشوۃ خوار اور کذاب ہے نماز پنجگانہ کا بہت محافظ نہیں بلاوجہ ترک کرتا ہے اور بزرگان دین کی شان میں کلمات گستاخانہ کہتا ہے اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) قال فی رد المحتار و اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه با نه لا یهتم لا مر دینه و بان فی تقدیمه للا مامة تعظیمه - وقد وجب علیهم اهانته شرعاً ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیره لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنية علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکر نا قال ولذا لم یجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك و عن احمد الخ جلد اول شامی ص ۳۷۶ باب الامامة. واللہ تعالیٰ اعلم

والدین کی نافرمانی کرنیوالے کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(سوال ۲۴۵) جو اپنے والدین کا نافرمان ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اپنے ہاتھ کی کمائی میں والدین کو کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر والدین فقیر ہوں تو اولاد مقدم ہے یا والدین؟

(الجواب) امامت اس کی مکروہ ہے بسبب فاسق ہونے کے نکاح خوانی وذبیحہ اس کا درست ہے کہ وہ مسلمان ہے اور والدین اس کے اگر محتاج ہیں تو ان کا خرچ اور نفقہ بیٹے پر واجب ہے اپنے عیال واطفال کو بھی اور والدین کو بھی دیوے سب کا نفقہ اس پر لازم ہے-و تجب علی موسر النفقة لا صوله الفقراء ولو قادرین علی الکسب الخ در مختار - واللہ تعالیٰ اعلم

متعصب غیر مقلد کے پیچھے یا قادیانی کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال ۲۴۶) غیر مقلدین کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۲) قادیانیوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) غیر مقلدین متعصبین کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے-

(۲) قادیانیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں-

حروف غلط پڑھنے والے کو امام نہ بنایا جائے

(سوال ۲۴۷) زید ایک مسجد کا امام ہے وہ حافظ نہیں ہے حرکتوں کو اتنا بڑھاتا ہے کہ الف واو اچھی طرح ظاہر ہو جاتے ہیں اور اِنّ کی جگہ جب انا ہو جائے گا تو معنیٰ بدل جائیں گے یضربون کی جگہ صاف یدربون پڑھتا ہے تطلع تطلیا ایک دفعہ پڑھا- ث اور ص میں اور س میں بہت کم فرق کرتا ہے اور ان کے درست کرنے کی کوشش نہیں کرتا ایسے شخص کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی طرح قرآن شریف پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے میں فساد نماز کا اندیشہ ہے لہذا اس کو امام نہ بنایا جاوے اور کسی صحیح خواں کو امام مقرر کیا جاوے-واللہ تعالیٰ اعلم

نابینا عالم اور بینا غیر عالم میں کون امامت کا زیادہ مستحق ہے

(سوال ۲۴۸) ایک شخص نابینا ہے لیکن عالم ہے اور محتاط ہے دوسرا شخص بینا مگر عالم نہیں تو احق بالامامۃ کون ہے؟

(الجواب) اگر اندھا عالم ہے تو حق امامۃ اس کو ہے- شامی جلد اول تبع فی ذلك صاحب البحر حیث قال قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی-

نابینا غیر محتاط کی امامت کا حکم

(سوال ۲۴۹) ایک نابینا غیر محتاط جس کی قرأت کی حالت یہ ہے کہ حروف و حرکات کو مخارج سے حسب قاعدہ تجوید ادا نہیں کرتا اور آواز بھی اچھی نہیں ہے اس صورت میں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے کہ نابینا کا امام ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور علت یہ ہے کہ وہ نجاست وغیرہ سے نہیں بچ سکتا اور لوگوں کو اس کی امامت سے کراہت ہوتی ہے شامی نے کہا کہ اگر نابینا موجودین میں زیادہ مسائل نماز سے واقف ہو تو پھر اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے بلکہ اس کی امامت افضل ہے بینا سے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے ابن ام مکتوم نابینا کو صحابہؓ کا امام مقرر کیا اور وہ آپ کے سفر میں جانے کے بعد امام ہوتے تھے-

الحاصل اگر یہ وصف نابینا میں نہ ہو تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور آواز کا اچھا ہونا اور حروف کو مخارج سے پوری طرح ادا کرنا اور تجوید کے ساتھ پڑھنا اور مستحسنہ میں سے ہے اگر کسی نے قواعد تجوید کے موافق نہ پڑھا لیکن کوئی غلطی ایسی نہیں کی کہ نماز میں فساد لازم آئے تو نماز ہو گئی اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے

(سوال ۲۵۰) ایک نو عمر بے داڑھی مونچھ کا لڑکا ایک مسجد کی امامت پر مقرر کیا جاتا ہے وہ حالت قیام نماز میں بیباکانہ آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور اکثر اپنی مصنوعی تجوید میں آکرآء اللہ اکبر (نعوذباللہ منہا) کہتا ہے جماعت کے اکثر ناواقف مسلمان اس کی امامت کو جائز سمجھ کر اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور جو شخص بوجہ مذکورہ اس کی اقتداء کو مکروہ جان کر انکار کرتا ہے اور اپنے گھر میں یا مسجد میں بعد نماز جماعت علیحدہ نماز پڑھنے کو ترجیح دیتا ہے اس کو جماعت کا گناہ گار سمجھ کر ترک تکلم وغیرہ کرتے ہیں امام مذکور کی امامت ، مقتدیین کا یہ فعل اور منکر کا انکار جائز ہیں یا کیا؟ اقتدا کرنے والے حق پر ہیں یا وہ لوگ جو اقتداء نہیں کرتے؟

(الجواب) درمختار میں ہے وکذا تکرہ خلف امرد و سفیه الخ اور شامی میں ہے الظاهر انها تنزيهية الخ حاصل یہ ہے کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے نماز ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی غلطی مفسد صلوٰۃ اس سے سرزد ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

جو لوگ امرد مذکور کے پیچھے نماز جائز سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ حق پر ہیں نماز اس کے پیچھے صحیح ہے البتہ اللہ کی ہمزہ اولیٰ کو مد کرنا مفسد صلوٰۃ ہے ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی لیکن اگر اس مد کو وہ چھوڑ دے اور اللہ اکبر وہ صحیح طریق سے پڑھے یعنی بالحذف تو نماز صحیح ہے پس اگر یہ نسبت مد کرنے کی اس امام کی طرف صحیح ہے تب تو تارکین نماز خلف امام مذکور حق پر ہیں اور نیز طعن نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا نہیں تو پھر اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے حق پر ہیں امام کے امرد ہونے کی وجہ سے ترک جماعت درست نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

(سوال ۲۵۱) نابالغ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نابالغ کا اقتداء بالغین کو فرضی و نفل کسی میں درست نہیں ہے پس تراویح میں بھی نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہی مذہب صحیح حنفیہ کا ہے اور بلوغ پندرہ برس کی عمر میں ہے لہذا تا وقتیکہ لڑکا بالغ ہو اس کو امام نہ بناویں ویسے نفلوں میں قرآن شریف اس کا سنتے رہیں یعنی وہ لڑکا نفل کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جاوے اور سننے والے ویسے ہی بیٹھ کر اس کا قرآن شریف سنتے رہیں جب پندرہ برس کا پورا ہو جاوے امام تراویح بناویں۔

قال فی الدر المختار ولا يصح اقتداء رجل بامرأة و خنثى و صبی مطلقاً ولو فی جنازة و نفل الخ علی الاصح الخ ۔اور شامی میں ہے

والمختار انه لا يجوز فی الصلوٰة كلها الخ – والله تعالیٰ اعلم

قاتل جب تک ورثاء سے معاف نہ کرالے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

(سوال ۲۵۲) قاتل سے قصاص نہیں لیا گیا مقتول سے خون معاف کرا نہیں سکتا فقط توبہ کرلی اب بعد توبہ بوجہ ذمہ داری حق العبد فاسق قرار دیا جائے گا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوگی یا نہیں ؟

(الجواب) در مختار میں ہے- لا یصح توبة القاتل حتی یسلم نفسه للقود وهبانیه – وفی الشامی ای لا تکفیه التوبة قال فی تبیین المحارم واعلم ان توبة القاتل لا تکون بالاستغفار والندامة فقط بل یتوقف علی ارضاء اولیاء المقتول الخ اس موقع پر شامی کو بھی دیکھ لیجئے اتنی بات معلوم ہوئی کہ محض توبہ سے قتل کا گناہ معاف نہ ہوگا اور فاسق رہے گا اور نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوگی-

لاحق مقتدی کی امامت کی ایک صورت

(سوال ۲۵۳) امام ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے جو اس کے پیچھے کا آدمی ہے اس کا وضوٗ ٹوٹ گیا اتنے میں وضوٗ کر کے آیا امام ایک رکعت پڑھ چکا ہے جب وہ آکر شامل ہوگیا تو امام کا وضوٗ ٹوٹ گیا اور اس آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر چلا گیا وضوٗ کرنے تو مقتدیوں کی پانچ رکعت ہوتی ہیں کیا کرنا چاہئیے ؟

(الجواب) جس مقتدی کا وضوٗ ٹوٹ گیا اور وہ وضوٗ کرنے گیا اور اس کی ایک رکعت فوت ہوگئی ہے تو وہ لاحق ہے اس کو حکم یہ ہے کہ جس وقت وہ آوے پہلے اپنی رکعت فوت شدہ پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز امام کے برابر ہوگئی اور اگر اس نے اپنی فوت شدہ رکعت پہلے ادا نہ کی اور امام کے ساتھ شریک ہوگیا اور پھر امام کا وضوٗ ٹوٹ گیا اس نے اس لاحق کو امام بنادیا تو اس کو چاہئیے کہ جس وقت امام کی چوتھی رکعت پوری ہو جاوے تو یہ شخص کسی مُدرک کو خلیفہ بنادیوے جو اول سے امام کے ساتھ شریک تھا وہ سلام پھیر دے گا اور وہ شخص اپنی رکعت فوت شدہ اٹھ کر پوری کرے-

لنگڑے کے پیچھے نماز درست ہے

(سوال ۲۵٤) ایک شخص کے پیر میں لنگ ہے اور مسجد کا امام ہے لیکن قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے نماز ایسے امام کے پیچھے پڑھنی درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شامی میں ہے وکذا اعرج یقدم ببعض قدمه بالا قتداء بغیره– اولی تاتار خانیه اس روایت سے معلوم ہوا کہ لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے-

لنگڑے اور پست قامت کی امامت

(سوال ۲۵۵) اعرج اور قصیر کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) اگر اعرج ایسا ہے کہ پورا کھڑا نہیں ہو سکتا تو اس کی امامت کو مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ لکھا ہے

اور قصیر کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے-وکذا اعرج یقوم ببعض قدمه فالا قتداء بغیره اولی الخ شامی -واللہ تعالیٰ اعلم

ابرص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جب کہ اس کا برص ظاہر ہو

(سوال ٢٥٦)اگر کسی شخص کے زیر ناف سفید داغ ہوں تو اس کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) امامت اس کی بلا کراہت درست ہے کیونکہ فقہاء نے جو ابرص کی امامت کو مکروہ لکھا ہے تو اس میں یہ قید ہے کہ برص اس کا ظاہر ہو اور یہ داغ ظاہر نہیں-وکذا یکره خلف امر دو سفیه و مفلوج او ابرص شاع برصه الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

معذور غیر معذور کا امام نہیں بن سکتا

(سوال ٢٥٧)ایک شخص کو عارضہ ناسور ہے اور قطرہ قطرہ رطوبت خارج ہو کر کپڑے میں جذب ہو جایا کرتی ہے اور یہ مرض دائمی ہے تو یہ شخص عصر کے وضوء سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اسی کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا اور امام ہونا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب)وہ شخص معذور ہے اور معذور غیر معذورین کا امام نہیں بن سکتا- کما فی الدر المختار ولا طاهر بمعذور -اور معذور وقت کے اندر نماز اس عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور کپڑے کے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ کپڑے کو دھویا جاوے گا تو پھر نماز سے پہلے ناپاک ہو جاوے گا تو نہ دھونا درست ہے اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہو گا تو دھونا چاہئیے- واللہ تعالیٰ اعلم

مستقل امام اگرچہ عالم نہ ہو غیروں کی بہ نسبت امامت کا وہی زیادہ مستحق ہے

(سوال ٢٥٨)زید کو اپنے والد سے کامل حق امامت اور مسجد وغیرہ کا ملا اور زید میں خلاف شریعت ہرگز کوئی بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ نہایت متقی، پرہیزگار دیندار، سید عالم کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے حکموں پر مستقیم اور قوم بھی زید ہی کی امامت پر خوش اور راضی ہے اگر ایسے شخص کا حق جبراً ضبط کر کے خالد نماز پنجگانہ جمعہ وغیرہا پڑھائے زید کی موجودگی میں تو شرعاً خالد کو امامت کرنا اور اس کے پیچھے لوگوں کو اقتداء کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) درمختار میں ہے-واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقاً اى وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه الخ شامی پس معلوم ہوا کہ اولےٰ بالامامت اس صورت میں زید ہے نہ خالد، اور ایسی حالت میں کہ زید امام قدیم و مقرر کردہ قوم ہے خالد

کو جبراً امام بنانا جائز اور مکروہ ہے لحدیث ابی داؤد ولا یقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوماً وھم لہ کارھون۔ در مختار واللہ تعالیٰ اعلم

اہل محلّہ کو حق ہے کہ بانی مسجد کے مقرر کئے ہوئے امام سے افضل آدمی کو امام بنا دیں

(سوال ۲۵۹) زید نے ایک مسجد اور ایک حجرہ اور قطعہ زمین بمعہ چاہ کے وقف کر کے مسمی عمر کو نسلاً بعد نسلٍ متولی بنا دیا ہے کہ تم اس کی آمد کا تصرفات مناسب کیا کرو اور مسجد میں نماز پڑھایا کرو عمر اور اس کے بعد اس کا فرزند جو کہ اہل علم ہے اس مسجد کے متولی ہو کر امامت کراتے چلے آرہے ہیں ایک شخص مسمیٰ بکر اجنبی جو کہ سرکاری معلم بلکہ اس مسجد میں تعلیم دیا کرتا ہے اس متولی کے ساتھ مخالفانہ کر کے اس کے بغیر وقت معتاد اور مستحب سے بھی پہلے جماعت کرالیا کرتا ہے اور اگر وہ متولی امامت کراتے ہیں تو وہ مع طلبہ کے باہر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اور جماعت میں شامل نہیں ہوتا بعد جماعت اولیٰ کے جماعت ثانیہ کراتا ہے؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام و المؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بانی مسجد اگر کسی کو امام و مؤذن مقرر کرے تو وہی امام اور مؤذن رہے گا لیکن اگر اہل محلّہ و مصلیان مسجد اس امام سے کسی لائق تر امام کو مقرر کریں تو وہ امام ہو جاتا ہے یعنی اس صورت میں بانی مسجد کا مقرر کیا ہوا امام نہ رہے گا اہل محلّہ نے جس کو مقرر کیا ہو وہ امام ہوگا پس اسی کے موافق عملدرآمد کیا جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہاتھ والے کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے

(سوال ۲۶۰) جس کا ایک ہاتھ شانہ سے پیدائشی نہیں ہے درانحالیکہ اور کوئی نماز پڑھانے کے قابل نہیں ہے یا موجود ہے مگر نماز پڑھانے سے گریز کرتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں اور اس کو امام مقرر کر دینا ایسی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جس کا ایک ہاتھ ہو اس کی امامت کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے کذافی الشامی یعنی مکروہ تنزیہی۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص لائق امامت کے موجود ہو اس کو امام بنا دیں ورنہ ایک ہاتھ والے کے پیچھے ہی نماز پڑھیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن غلط پڑھنے والے امام کا حکم

(سوال ۲۶۱) ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے جو شین کی جگہ سین پڑھے اور سین کی جگہ شین پڑھے اور جو نمازیں ان غلطیوں کے ساتھ پڑھی گئیں وہ ہو گئیں یا نہیں؟

(الجواب) امام ایسے شخص کو بنانا چاہئیے جو قرآن شریف صحیح پڑھے اسکو امام نہ بناویں جو غلطیاں مذکورہ کرتا ہے جو نمازیں ان غلطیوں کے ساتھ پڑھی وہ ہو گئی مگر آئندہ کو اسے امام نہ بناویں جب تک کہ وہ قرآن شریف کو صحیح ادا نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امامت ولد الزناء، فاتحہ مروجہ پیشہ قصاب وغیرہ کے احکام

(سوال ۲۶۲) ما قولکم رحمکم اللہ فی الفاتحۃ المروجہ (۲) و حرفۃ الذبح جائز ۃ ام لا۔ (۳) و امامۃ ولد الزنا ھل ھی جائزۃ ام لا (٤) امامۃ صبی لم یبلغ الحلم فی الفرائض و النوافل یجوز ام لا (٥) و فی الافعال الاختیار یۃ للعباد اختیار اولا؟

(الجواب) تخصیص الفاتحۃ باحضار الطعام والشراب والتزامھا وظن العوام انھا لازمۃ لا یصال الثواب الی الاموات مخترعۃ مبتدعۃ یلزم ترکھا والا جتناب منھا فان کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث فما ھو مردود عنداللہ وعند رسولہ یجب ردہ والا احتراز عنہ (۲) ھذہ الحرفۃ جائزۃ ما ثورۃ و مروجۃ فی زمن الصحابۃؓ، معمول بھا بلا نکیر (۳) ان کان صالحاً عالماً ورعاً یجوز امامتہ بل ھو اولی من غیرہ اذا لم یکن احد غیرہ موصوفاً بالا وصاف المذکورۃ کذا حققہ فی الشامی وغیرہ (٤) لا یجوز امامۃ الصبی الذی لم یبلغ الحلم مطلقاً لا فی الفرائض ولا فی النوافل ولا فی التراویح وغیرہ علی الصحیح من المذھب (٥) للعبد کسب و اختیار فی افعالہ الاختیاریۃ و علیہ مدار الثواب والعقاب۔

امام کے پیچھے صف میں داہنی طرف کھڑا ہونا زیادہ افضل ہے یا بائیں طرف؟ امام کے قریب جاہل آدمی بھی کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال ۲۶۳) صف میں باعتبار جوانب ثواب میں کمی زیادتی ہے یا برابر ثواب ملتا ہے اور جو امام کے مقابل کھڑا ہو اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے یا کیا؟ اور امام کے قریب علماء کو کھڑا ہونا چاہئیے یا جاہل بھی کھڑا ہو سکتا ہے جاہل کو امام کے قریب سے اٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) شامی میں ہے قولہ وخیر صفوف الرجال اولھا الخ لانہ روی فی الاخبار ان اللہ تعالیٰ اذا نزل الرحمۃ علی الجماعۃ ینزلھا اولاً علی الامام ثم تتجاوز عنہ الی من بحذائہ فی الصف الاول ثم الی المیامن ثم الی المیاسر ثم الی الصف الثانی الخ پھر اس کے بعد فرمایا قال فی المعراج ان الافضل ان یقف فی الصف الاٰخر اذا خاف ایذاء احد الخ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صف اول میں بھی باعتبار جوانب ثواب میں کمی بیشی ہے جو شخص امام کے محاذی ہے اس پر رحمت کا نزول زیادہ ہے مگر دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ اس

جگہ کو چھوڑدے اور بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب علماء وصلحاء کھڑے ہوں لیکن جاہل کو بھی اٹھانا نہ چاہئیے اور اس کو ایذا نہ دینا چاہئیے -واللہ تعالیٰ اعلم

امام کے محراب میں کھڑے ہونے کا طریقہ

(سوال ۲٦٤) ایک مسجد کا در اور ستون ایسا ہے کہ امام اگر ان دونوں جگہوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھاوے تو مقتدی بخوبی امام کو دیکھ سکتے ہیں تو ایسی دونوں جگہوں میں نماز پڑھانا کیسا ہے آیا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی ؟

(الجواب) قال فی الشامی والا صح ماروی عن ابی حنیفة انه قال اکره ان یقوم بین الساریتین الخ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو در یا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا کہ قدم بھی باہر نہ ہوں مکروہ ہے اور مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے -واللہ تعالیٰ اعلم

علم دین میں مشغولیت کے باعث جماعت چھوڑنے کی عادت بنالینا جائز نہیں

(سوال ۲٦٥) زید اگر علم دینی پڑھتا ہے تو جماعت عشاء کی ترک ہوتی ہے اس صورت میں کیا حکم ہے ؟

(الجواب) در مختار میں منقول ہے کہ مشغول ہونا علم فقہ کی تحصیل اور مطالعہ میں بعض علماء نے ترک جماعت کا عذر قرار دیا ہے یعنی مجملہ ان عذروں کے جن کی وجہ سے ترک جماعت احیاناً ہو جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے مشغولی علم فقہ کی ہے لیکن اگر مواظبت ترک جماعت پر کرے تو معذور نہیں بلکہ واجب التعزیر ہے

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

(سوال ۲٦٦) زید عالم شریف النسب ہے مگر داڑھی قصر کراتا ہے تو زید کی امامت درست ہے یا نہیں ؟ اور داڑھی کس قدر رکھنی چاہئیے ؟

(الجواب) و عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ خالفوا المشرکین او فروا اللحی واحفوا الشوارب و فی روایة انهکوا الشوارب واعفوا اللحی - متفق علیه اس حدیث سے داڑھی کا چھوڑنا اور زیادہ کرنا اور مونچھوں کا کتروانا اور کم کرنا ثابت ہوا اور داڑھی کا منڈوانا اور کتروانا جب کہ داڑھی قبضہ سے زیادہ نہ ہو حرام ہے پس اگر زید مرتکب فعل حرام کا ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کو کترواتا یا منڈواتا ہے تو وہ فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے زید میں اگر سب باتیں موافق شرعی کے ہیں لیکن ایک بات میں وہ خلاف اور فعل حرام کا مرتکب ہے تو وہ فاسق ہے اس کو چاہئیے کہ اس فعل حرام سے بھی توبہ کرے اور داڑھی نہ منڈائے اور نہ کتروائے البتہ اگر قبضہ سے زیادہ ہو تو زیادہ کتروانا فقہاء نے جائز لکھا ہے -

بچوں کا صف میں کھڑا ہونا

(سوال ۲٦۷) بے ریش لڑکوں کا صف میں کھڑا ہونا کیسا ہے ؟

(الجواب) نابالغ لڑکوں کو مردوں سے پیچھے کھڑا ہونا چاہئیے لیکن اگر ایک لڑکا ہو تو اس کو مردوں کی برابر صف میں کھڑا کرنا درست ہے-درمختار ثم الصبیان ظاهره تعدد هم فلو واحداً ادخل الصف وهکذا فی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

غسال میت کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

(سوال ۲٦۸) جو شخص غسل میت کا پیشہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور گواہی اس کی شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو فتاوی خیر یہ والے نے جو غاسل میت کی امامت کو مکروہ اور گواہی کو نامعتبر لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہو گا؟

(الجواب) غسل میت پر اجرت لینے کے جواز میں اختلاف ہے درمختار میں ہے والا فضل ان یغسل المیت مجاناً فان ابتغی الغاسل الاجر جازان کان ثمه غیره الخ و فیه تفصیل ذکره الشامی و عبارة الفتح ولا یجوز الاستیجارعلی غسل المیت و یجوز علی الحمل والدفن واجازه بعضهم فی الغسل ایضاً الخ شامی پس مجوزین قائل جواز امامت بلا کراہت و قبول شہادت ہیں اور غیر مجوزین قائل کراہت امامت و عدم قبول شہادت ہیں پس قول صاحب فتاویٰ خیر یہ مبنی قول عدم جواز پر ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

جو بدعتی اپنی بدعت پر مصر ہو اور اس کو اچھا سمجھتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

(سوال ۲٦۹) جو بدعتی اپنی بدعت پر مصر ہو اور ان کو اچھا فعل جانتا ہو وہ شرعاً کس درجہ کا گناہ گار ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھی ہوئی کا اعادہ کرے یا نہیں اگر اعادہ کرے کن کن وقتوں کی نماز کا اعادہ کرے؟

(الجواب) وہ فاسق ہے نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے نماز ادا ہو جاتی ہے مگر کراہت کے ساتھ سوائے عصر و فجر مغرب کے اگر عشاء و ظہر کا اعادہ کرے اچھا ہے-

سود خور، تعزیہ پرست یا جس کی عورتیں بے پردہ ہوں اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(سوال ۲۷۰) سود خور مشرک تعزیہ پرست یا جس کی عورتیں بے پردہ ہوں ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں (۲) ایسا شخص امام بنانے کے قابل ہے یا نہیں؟

(الجواب) سود خور، مشرک، تعزیہ پرست یا جس کی عورتیں بے پردہ ہوں یہ لوگ فاسق ہیں امامت ان کی مکروہ تحریمی ہوتی ہے امام ایسا شخص ہو سکتا ہے جو متبع شریعت ہو-

(۲) ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں ہے-

(سوال ۲۷۱) جو آدمی ایسے امام مذکورہ بالا کو معزول نہ کریں اور ایسے امام کو پسند کریں وہ گناہ گار ہیں یا نہیں ؟
(الجواب) شخص مذکور کو امامت سے معزول کر دینا چاہئیے اور جو شخص ایسے امام کو پسند کرتے ہیں اور معزول نہیں کرتے وہ بھی گناہ گار ہیں .

فصل فی آداب المساجد

پرانی مسجد کو درست اور آباد کرنا بہت ضروری اور کار ثواب ہے

(سوال ۲۷۲) ایک مسجد ایک رئیس صاحب کی ہے اس میں وقت پر نماز نہیں ہوتی اور یہاں کے نمازی اس وقت کی وجہ سے ایک دوسری مسجد کو جو ویران پڑی ہے آباد کرنا چاہتے ہیں رئیس صاحب پرانی مسجد کی تعمیر و مرمت کو روکتے ہیں جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) پرانی مسجد کو درست اور آباد کرنا بہت ضرری اور کار ثواب ہے پرانی مسجد کی تعمیر و مرمت کو روکنا جائز نہیں ہے فریق غالب کا روکنا مسجد ویران کی تعمیر وآبادی کو بالکل ظلم اور جہالت ہے ویران مسجد کو آباد کرنا اور اس کی حفاظت اور تعمیر و مرمت کرنا عین ثواب ہے قال اللہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاٰخر -الایۃ اور فرمایا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا الاٰیۃ. واللہ تعالیٰ اعلم

احاطہ مسجد کے درختوں کا پھل عام نمازیوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال ۲۷۳) مسجد کے چاروں طرف درخت انار و نارنگی وغیرہ ہو یا اور موسم میں بکثرت پھل آیا تو نمازیوں کو کھانا درست ہے یا فروخت کر کے مسجد میں صرف کریں ؟ بینوا توجروا
(الجواب) درمختار میں ہے غرس فی المسجد اشجاراً تثمر ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فیباع لمصالح المسجد الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ جو درخت مسجد میں لگائے گئے اگر وہ اسی لئے لگائے ہیں کہ سب لوگ کھاویں تو نمازیوں اور غیر نمازیوں سب کو کھانا اس کا درست ہے ، اور اگر مسجد کے لئے لگائے گئے ہیں یا کچھ حال معلوم نہیں تو ان کو فروخت کر کے مسجد کے کاموں میں صرف کرنا چاہیئے- واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسجد کو توڑ کر دوسری جگہ مسجد بنانا جائز نہیں اور فاحشہ کے مال سے بنی ہوئی مسجد میں نماز مکروہ ہے

(سوال ۲۷٤) ایک گاؤں میں تین مسجدیں ہیں اور حسب فتوی مفتی صاحب وہاں جمعہ ادا ہو جاتا ہے میں نے گاؤں والوں سے کہا تھا کہ ایک مسجد کو نماز جمعہ کے لئے خاص کر لو اور دو مسجدوں کو نماز پنجگانہ کے لئے چھوڑ دو گاؤں والے کہتے ہیں کہ تینوں مسجدوں کو توڑ کر ایک جدید مسجد جمعہ کی غرض سے تیار کی جاوے اس

صورت میں تینوں مسجدوں موجودہ کو توڑ کر ایک مسجد جدید جمعہ کے لئے بنانا درست ہے یا نہیں؟ درمختار شامی میں جو فتویٰ تابید مسجد کے متعلق نقل فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا کیا؟

۲) کسی کے مال حرام سے جو مسجد بنائی جاوے اس میں نماز درست ہے یا نہیں اور کسی کے مال حرام سے جو تالاب بنایا ہو اس کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مساجد ثلثہ میں سے ایک مسجد کو جمعہ کے لئے خاص کر لینا اور باقی دو مسجدوں کو نماز پنجگانہ کے لئے چھوڑنا جیسا کہ آپ کی رائے ہے یہی عمدہ اور مطابق شرع ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئیے اور یہ درست نہیں ہے کہ ان تینوں مساجد کو ویران کر کے ان کے سامان سے مسجد جدید دوسری جگہ بنائی جائے کیونکہ جو جگہ ایک بار مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے اس سے حکم مسجد منفک و متبدل نہیں ہو سکتا پس ان لوگوں کی رائے اس بارے میں نہ ماننی چاہئیے جو مساجد اولیٰ کے ویران کرنے کو کہتے ہیں اور دربارہ نماز و بنائے مسجد نفسانیت کو دخل نہ دینا چاہئیے شامی وغیرہ میں تابید مسجد پر جو فتویٰ نقل کیا گیا ہے وہی صحیح و راجح ہے باقی جمعہ وہاں پڑھنے نہ پڑھنے میں بندہ کی دوسری تحریر کو دیکھ لیا جاوے۔

کسی کے مال حرام سے جو مسجد تیار ہو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس تالاب کے پانی کا استعمال جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فاحشہ کی بنائی ہوئی مسجد، مسجد ہی کے حکم میں ہے

(سوال ۲۷۵) ایک مسجد رنڈیوں نے اپنی کمائی سے بنائی تھی اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا اب وہ پرانی ہو کر گر گئی تھی لہٰذا اس مسجد کو ان رنڈیوں نے ایک فقیر کو دیدیا اس فقیر نے اس کی لکڑیاں وغیرہ اٹھا کر زمین ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دی اب وہ مالک زمین مسجد بنانا چاہتا ہے تو اس مسجد میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج تو نہیں؟

(الجواب) زمین مسجد کی بیع و شراء صحیح نہیں ہے بہر حال جس کے قبضہ میں اب وہ زمین ہے اس کو لازم ہے کہ اس زمین کو مسجد سمجھے اور اگر وہ یا دیگر مسلمانان اس کو تعمیر کر دیویں تو بہت اچھا ہے نماز اس میں صحیح (۱) ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رنڈی کی کمائی سے بنی ہوئی مسجد میں نماز مکروہ ہے

(سوال ۲۷۶) ایک مسجد پہلے اہل شیعہ کے قبضے میں تھی اب اہل سنت نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے شیعہ کہتے ہیں کہ یہ مسجد رنڈی کی بنوائی ہوئی ہے مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ رنڈی کی نہیں ہے اس مسجد میں اذان و نماز کا کیا حکم ہے البتہ دوسری مسجد کی نسبت یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ یہ رنڈی کی ہے اب دوسری مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ یہ تحقیق نہیں ہوا کہ رنڈی کی کس کمائی سے بنی ہے؟

---

(۱) اس مسئلہ کی تفصیل ایک مستقل رسالہ کی صورت میں امداد المفتین میں جلد دوم سوال ۷۶۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔ محمد رفیع عثمانی۔

(الجواب) مسجد اول جس کی بابت یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ رنڈی کی بنائی ہوئی نہیں ہے، اس میں نماز و جماعت بلا کراہت صحیح ہے کچھ شبہ نہ کرنا چاہئیے اور جس مسجد کی نسبت یہ تحقیق ہوا ہے کہ وہ رنڈی کی بنا کردہ ہے اور ظاہر حال یہی ہے کہ اس نے حرام کمائی سے بنائی ہو گی تو اس میں نماز مکروہ ہے۔

فتنہ و فساد ختم کرنے کے لئے کسی فریق کو مخصوص مسجد متعین کرنا خلاف شرع نہیں

(سوال ۲۷۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ کئی سو برس سے آباد ہے وہاں کے مسلمانوں کی مردم شماری فی الحال تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں مسجد تخمیناً اسی کے قریب آباد ہیں ان کے علاوہ اور بھی مساجد ہیں وہاں کے کل مسلمان بجز چند شیعہ کے ابتداء سے حنفی المذہب متفق الخیال متحد العقائد والمسائل باہم شیر و شکر کی طرح ملے جلے رہتے تھے ان میں کسی قسم کا جنگ و جدال و تخالف نہ تھا مگر تقریباً تیس پینتیس برس سے چند لوگ غالباً فی الحال ان کی تعداد دو ڈھائی سو ہو گی منکر مذہب غیر مقلد ہو گئے اور باہم سخت منافرت و مخالفت پیدا ہو گئی حتی کہ بارہا فوجداری اور عدالت کی نوبت پہنچ گئی غیر مقلدین نے اپنی عید گاہ اور جامع مسجد بھی بنوالی مگر بعض بعض ایسی بھی مسجدیں ہیں جن میں دونوں فریق نماز پڑھتے ہیں ایسی مسجدوں پر اکثر مذہبی جھگڑے ہو جایا کرتے ہیں چنانچہ ان دنوں موجودہ ۱۳۳۳ھ محرم کو ایک مسجد میں دونوں فریق جمع ہو گئے اور آپس میں مار پیٹ لٹھم لٹھا گھوسم گھوسا کر بیٹھے بلکہ اس کے ذریعہ سے دو فوجداریاں اور بھی ہو گئیں جس سے قصبہ میں ایک ہل چل مچ گئی پولیس آکر روک تھام نہ کرتی تو نہیں معلوم کیا ہو جاتا آئے دن کی مذہبی فوجداری سے دونوں فریق تنگ آ گئے اب فریقین اس امر پر راضی ہیں کہ باہم صلح کر کے جھگڑے کو مٹا دیں چنانچہ برضامندی فریقین چند اشخاص حکم مقرر کئے گئے ہیں اور باتفاق فریقین اقرار نامہ ثالثی میں یہ مضمون لکھا گیا ہے کہ ثالثان حسب شریعت و قانون و دیانتداری جو فیصلہ کر دیں گے ہم فریقین کو منظور ہے اب علمائے حقانی سے یہ استفسار ہے۔

(۱) چونکہ تیس برس کے تجربہ و مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس قصبہ میں جب دونوں فریق ایک نزاعی مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں تو اکثر مذہبی شر و فساد کر بیٹھتے ہیں اگر اس شر و فساد و فتنہ و پرخاش کے مٹانے کے لئے ثالثین دونوں کو الگ کر دیں اور فریقین کے لئے خاص خاص مسجدیں نامزد کر دیں تو کیا یہ فیصلہ خلاف شریعت ہو گا؟

(الجواب) قرآن پاک میں ہے **ان اللہ لا یحب الفساد**۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا اور یہ بھی ہے **لا تتبع سبیل المفسدین** یعنی مفسدوں کے راستہ کی پیروی نہ کرو اور یہ بھی ہے **لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا** یعنی بعد اصلاح کے زمین میں فساد نہ کرو ان نصوص سے بخوبی واضح ہے کہ فساد برپا کرنا حرام اور اس کا مٹانا واجب چونکہ تیس برس کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ دونوں فریق کے اکٹھے ہونے سے شر و فساد و فتنہ برپا ہو جایا کرتا ہے اس لئے محض بغرض انسداد فساد و حفظ امن و اصلاح بین الناس اگر ثالثین دونوں فریق کو الگ کر دیں اور دونوں فریق کے لئے مسجدیں خاص خاص نامزد کر دیں تو خلاف شریعت نہ

ہوگا بلکہ وہ لوگ عند اللہ ماجور ومصیب ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فتنہ وفساد ختم کرنے کے لئے کسی شخص کو مسجد میں آنے سے روکنا خلاف شرع نہیں

سوال ۲۷۸) اگر کسی نمازی کے ذریعہ سے حفظ امن میں خلل واقع ہوتا ہو اور شر وفساد کا اندیشہ ہو یا عام نمازیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو بغرض حفظ امن وانسداد شر وفساد جماعت سے روک دینا کیا شرع کے خلاف ہے؟

الجواب) جو کہ حفظ امن میں خلل انداز ہو اور باعث شر وفساد ہو اور عام نمازیوں کو تکلیف دہ اور ایذا رساں ہو اور اس کا فعل موجب اشتعال طبع ہو اس کو جماعت سے روکنا قانون شرع کے مطابق ہے حدیثیں اور آثار وراقوال فقہاء اس پر صاف دال ہیں رسول پاک ﷺ نے کچی لہسن و پیاز کھانے والوں کو مسجد سے روک دیا بلکہ مسجد سے نکال دیا نیز آپ نے ان عورتوں کو جو خوشبو لگائے ہوں مسجد میں آنے سے بخوف فتنہ منع کر دیا۔ نیز آپ نے ان لوگوں کے حق میں جو نمازی کے سامنے سے چلے جائیں جس سے نمازی کے خشوع و خضوع میں فرق آنے کا احتمال ہے اگرچہ نماز نہیں جاتی فرمادیا۔ ادرؤ اما استطعتم فلید فعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان و نحو ذلك۔ نیز آپ نے اس شخص کو جس نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا امامت سے معزول کر دیا اور اس کو خدا اور رسول کا موذی قرار دیا تھا اور عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان لوگوں کو جو مسجد میں جمع ہو کر باواز بلند ذکر اور ورد میں مشغول تھے مبتدع قرار دیکر مسجد سے نکلوا دیا اور فقہاء نے تصریح بھی کی ہے کچی لہسن و پیاز کھانے والوں کو اور ایسے ہی گندہ دہن اور جذامی اور مبروص اور ماہی فروش کو اور کل موذی کو اگرچہ وہ زبان سے ایذاء نہ پہنچاتا ہو مسجد میں آنے سے روک دینا چاہئے بطور نمونہ کے چند روایات اور عبارات محدثین وفقہاء ملاحظہ فرمایئے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من اكل من هذه الشجرة فلا یقربن مسجد نا ولا یوذینا بریح الثوم رواه مسلم - وعن عمر بن الخطاب قال انكم ایها الناس تاكلون شجرتین لا اراهما الاخبثین هذا البصل والثوم رایت رسول الله ﷺ اذا وجد ریحها من الرجل فی المسجد امربه فاخرج الی البقیع فمن اكلها فلیمتها طبخاً - راه مسلم

نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ فلا یقربن المساجد هذا تصریح بنهی عن اكل الثوم ونحوه دخول كل مسجد هذا مذهب العلماء كافة۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں والحق بعضهم بذلك من بفیه بخراو جرح او رائحة وزاد بعضهم فالحق اصحاب الصنائع كالسماك والعاهات كالمجذوم ومن یوذی الناس بلسانه الخ وعن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ایما امراة اصابت بخوراً فلا تشهد معنا العشاء الآخرة- رواه مسلم - و عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لا یقطع الصلاة شئی وادرؤ ما استطعتم فانما هو شیطان رواه ابوداؤد. وعن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ اذا صلی احدكم الی شئی یستره من الناس فارادا حد ان یجتاز بین یدیه فلید فعه فان ابی فلیقاتله فانما هو

شیطان رواہ البخاری – وعن السائب ابن خلاد هو رجل من اصحاب النبی ﷺ قال ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة و رسول الله ﷺ ینظر ذلک قال لقومه حین فرغ لا یصلی لکم فاراد ذلک ان یصلی لهم فمنعوه، فاخبروه بقول رسول الله ﷺ فذکر ذلک لرسول الله ﷺ فقال نعم وحسبت انه قال انک آذیت الله و رسوله رواه ابوداؤد– و عن ابن مسعودؓ انه سمع قوما اجتمعوا فی مسجد یهللون و یصلون علیه والسلام جهراً فراح الیهم وقال ما عهدنا ذلک علی عهده علیه الصلوٰة والسلام وما ارکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی اخرجهم من المسجد رواه الطبرانی اور در مختار میں ہے واکل نحو ثوم و یمنع عنه وکذالک موذ ولو بلسانه اھ اور رد المحتار میں ہے

وکذالک الحق بعضهم بذلک من بفیه بخراوبه جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والا برص اولی بالالحاق قال سحنون لا اری الجمعة علیهم واحتج بالحدیث کل من اذی الناس بلسانه وبه افتی ابن عمرو هو اصل فی نفی کل من یتاذی به اھ –و نحو ذالک فی مجالس الابرار وغیره– والله تعالیٰ اعلم

گورنمنٹ کے روپیہ لگنے سے مسجد مسجد ہی رہتی ہے

(سوال ۲۷۹) راج محل میں ایک مسجد اکبر بادشاہ کے وقت کی بنی ہوئی تھی اور وہ مسجد تخمیناً پچاس ساٹھ برس سے کسی طرح سے گورنمنٹ کے قبضہ میں تھی مسلمانوں کی استدعاء پر گورنمنٹ نے اڑھائی ہزار روپیہ لیکر مسلمانوں کے حوالہ کردی اور دو سو روپیہ گورنمنٹ کی جانب سے مسجد کی مرمت کے لئے ملا- اس روپیہ سے مسجد کی مرمت درست ہے یا نہیں اور اس مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا اس وجہ سے کہ مسجد کی شان معلوم ہو اور غیر اقوام کو بھی یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکاری روپیہ لگانا مسجد میں نقصان کا باعث ہے اور جس میں پہلے سے جمعہ ہوتا ہے وہ پنج وقتی نماز سے آباد رہے گی اس کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اور ایک دالان جو سرکاری روپیہ سے اس مسجد میں بنا ہوا ہے اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور مسجد کی اندرونی دیوار اٹھا دینے سے ایک چوکھٹ و کواڑ نکلتے ہیں ان کو کیا کرنا چاہئیے ؟

(الجواب) جمعہ کی نماز قائم کرنا اس مسجد جدید اکبر شاہی میں بلا تامل درست ہے اور جو وجوہ سوال میں اس کی آبادی کے متعلق لکھی ہیں ان کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس میں جمعہ قائم کریں بعض لوگوں کا اس میں شبہ کرنا صحیح نہیں ہے سرکاری روپیہ لگنے سے اس مسجد میں کچھ حرج نہیں آیا اور دالان جو سرکار نے بنا کر مسلمانوں کے حوالہ کردیا اس میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور وہ مسجد ہی ہے اور مسجد قدیم جس میں پہلے سے جمعہ ہوتا تھا اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھیں اور اس اکبری مسجد میں پڑھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ مسجد پنج وقتی نماز سے آباد رہے گی بہر حال شرعی کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ مسجد جدید اکبری

میں جمعہ قائم کرنا منع ہو اس کے خلاف جو خیالات ہیں وہ بے اصل ہیں اور چوکھٹ وکواڑ وغیرہ جو مسجد کے اندر کی دیوار اٹھا دینے سے اور توڑنے سے حاصل ہوئے ہیں انکو فروخت کر کے مسجد مذکور میں صرف کر دینا یا اگر ضرورت ہو تو بعینہ ان کو مسجد میں لگانا درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد قریب ہو اور دوسری بعید تو نماز قریب کے مسجد میں پڑھنی چاہئیے

(سوال ۲۸۰) ایک شخص مسجد میں نماز پڑھتے ہیں جو ان کے مکان سے قریب ہے اور ایک مسجد ان کے مکان سے کچھ فاصلہ پر ہے تو وہ شخص کونسی مسجد میں نماز پڑھیں؟

(الجواب) قریب کی مسجد میں نماز پڑھنا چاہئیے کہ اس مسجد کا ان پر حق ہے اور ثواب بھی اس میں زیادہ ہے۔

مسجد تا عنان السماء اور تحت الثریٰ مسجد ہوتی ہے

(سوال ۲۸۱) زید مسجد اس طرح بنانا چاہتا ہے کہ دکانیں یا مکان بنا کر اوپر مسجد بناوے یا اول مسجد بنا کر اس کی سقف پر مکانات بنائے اور ان مکانات کو مصالح مسجد کے واسطے وقف کر دے اس میں دریافت طلب چند امور ہیں (۱) ان مکانات کو حکم مسجد کا ہے یا نہ؟

(۲) مصالح مسجد سے کیا مراد ہے آیا کرایہ پر دینا ان مکانات کا جائز ہے یا یہ کہ ان میں سامان وغیرہ مسجد کا رہا کرے؟ (۳) ابتداء بنا میں فوق مسجد کے لئے مکان بنانا جائز لکھا ہے کیونکہ وہ مصالح مسجد میں سے ہے اب امام کو وہاں پر بول وبراز اور اپنی زوجہ کے ساتھ رہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴) ردالمحتار میں اسی مسئلہ کی فرع میں لکھا ہے۔**ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلاً و لاسکنی بزازیه** اخذ اجرت کا ناجائز ہونا اسی بیت سے ہے جو حقوق مسجد امام کے واسطے بر بناء مصالح مسجد جائز تھا یا اس بیت سے جو بعد تمامی مسجد بنایا گیا ہے (۵) بہر حال مکان تحت کا حکم بھی مثل فوق ہے یا کچھ فرق ہے؟

(الجواب) **وکره تحریماً الوطئی فوقه والبول والتغوط- لانه مسجد الی عنان السماء – در مختار و کذا الی تحت الثریٰ شامی** پس معلوم ہوا کہ تحت یا فوق مسجد جو مکان ودکان ہوگی وہ بھی حکم میں مسجد کے ہے (۲) مصالح سے مراد سامان مسجد کا رکھنا و تبرید ماء وغیرہ ہے کرایہ پر دینا مراد نہیں۔**کذافی الدر المختار ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلاً ولا سکنی بزازیة و تمامه فی الشامی.** (۳) عبارت اسعاف جو شامی نے نقل فرمائی ہے اس بارے میں یہ ہے۔**وبه صرح فی الاسعاف فقال اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفاً علیه صار مسجداً شر-بنلالیه قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله و علوه مسجداً لینقطع حق العبد لقوله تعالیٰ وان المساجد لله** – پس جب سفل وعلو مسجد ہوا تو بول وبراز اس میں جائز نہیں ہو سکتا **کمامر**۔ (۴) اخذ اجرت واستغلال کا ناجائز ہونا دونوں صورتوں میں معلوم ہوتا ہے۔**کما هو مقتضی الاطلاق و مقتضی کونه مسجداً من تحت الثریٰ الی عنان السماء**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں سونے والے کو احتلام ہوا تو مسجد سے نکل کر پیشاب کر سکتا ہے

(سوال ۲۸۲) اگر مسجد میں سونے والے کو احتلام ہو جائے تو مسجد سے کس طرح نکلے اور چونکہ احتلام کے بعد پیشاب کرنا ضروری ہے تو پیشاب کہاں کرے ؟

(الجواب) وہ شخص مسجد سے باہر آکر پیشاب کرے اور غسل خانہ میں غسل کرے پھر داخل مسجد ہو-

خاکروب اگر مسلمان ہو جائے تو مسجد میں جانے سے نہ روکا جائے اور اس کی کمائی سے کھانا درست ہے

(سوال ۲۸۳) ایک خاکروب مسلمان ہو گیا اور پیشہ پاخانہ کمانے کا کرتا ہے اور وہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آوے تو اس کو مسجد میں آنے سے روکا جائے یا نہیں- اور اس کی کمائی کی دعوت کھانا یا مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں- حدیث کسب الحجام خبیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسب بھنگی کا بھی خبائث سے خالی نہیں ہے ؟

(الجواب) اس کو مسجد میں آنے سے روکنا درست نہیں ہے اور روکنے والا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ الآیہ- کا مصداق ہے

اور اس کی کمائی میں سے دعوت کھانا اور تعمیر مسجد میں صرف کرنا درست ہے استدلال عدم جواز کا حدیث کسب الحجام خبیث سے صحیح نہیں ہے کہ وہ منسوخ یا مؤول ہے و عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ احتجم فاعطی الحجام اجرہ الحدیث (رواہ البخاری و مسلم) اور اگر اجرت حجام ناجائز ہوتی تو خود رسول اللہ ﷺ کیوں عطاء فرماتے اور ظاہر ہے کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ سے اب تک عرب وغیرہ میں برابر یہ پیشہ جاری اور معمول بہ ہے اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کی اجرت کو حرام اور خبیث نہیں سمجھا یہ بات دوسری ہے کہ بعض پیشے دنی اور رذیل ہوتے ہیں مگر اس سے حرمت اور خباثت اجرت لازم نہیں آتی ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں سوال کرنا منع ہے مگر دینی امور کے لئے چندہ کرنا جائز ہے

(سوال ۲۸٤) مسجد میں سوال کرنا اور ایسے سائل کو دینا کیسا ہے اور اسلامی مدرسہ اور انجمن کے لئے چندہ کرنا مسجد میں کیسا ہے ؟

(الجواب) سوال فی المسجد کو فقہاء نے ممنوع فرمایا ہے اور بعض روایات میں یہ قید ہے کہ اگر سائل تخطی رقاب کرے یا نمازیوں کے آگے کو گزرے اس وقت ممنوع ہے اور سائل مسجد کو دینا بھی اسی وقت ممنوع ہے کہ نمازیوں کو ایذاء دے اور حدیث مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من سمع رجلاً ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا الحدیث (رواہ مسلم — مشکوٰۃ) اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بذیل حدیث مذکور ملا علی قاری لکھتے ہیں و کان بعض السلف لا

یری ان یتصدق علی السائل المتعرض فی المسجد و فیه ایضاً وقد قال بعض السلف لا یحل اعطاء ہ فیه لما فی بعض الاٰثار ینادی یوم القیامة لیقم بغیض اللہ فیقوم سوال المسجد و فصل بعضھم بین من یوذی الناس بالمرور و نحوہ فیکرہ اعطاء ہ – اور در مختار میں ہے و یحرم فیه السوال و یکرہ الاعطاء مطلقاً و قیل ان تخطی – جلد اول شامی و فیه فی الحظر والاباحة یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذالم یتخط رقاب الناس فی المختار – الخ

الحاصل یہ تو محقق ہے کہ سوال کرنا مسجد میں منع ہے اور بصورت ایذاء اس کو دینا بھی حرام ہے باقی امور دینیہ مثل مدارس وانجمن کے لئے چندہ کرنا مساجد میں ممنوع نہیں ہے جب کہ نماز اور خطبہ کے وقت نہ ہو اور کسی نمازی کو اس میں تشویش وایذاء نہ ہو جیسے مجمع وعظ میں مسجد میں چندہ امور خیر کے لئے کرنا کہ یہ درست ہے –واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں کلام مباح دنیاوی جائز ہے

(سوال ۲۸۵) مسجد میں باتیں کرنا جائز ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کس بات کا کرنا جائز ہے اور باتیں کرنے والے کے حق میں جو وعیدیں حدیث شریف وکتب فقہ میں وارد ہیں بیان فرمادیں؟

(الجواب) ردالمحتار یعنی شامی میں ہے –الکلام المباح من حدیث الدنیا یجوز فی المساجد وان کان اولی ان یشغل بذکر اللہ تعالی کذافی التمر تاشی ھندیه وقال الکبیری ما نصه و فی المدارك و من الناس یشتری لھو الحدیث المراد بالحدیث المنکر کما جاء الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما یاکل البھیمة الحشیش انتھی فقد افادان المنع خاص بالمنکر واما القول المباح فلا قال فی المصفی الجلوس فی المسجد للحدیث ماذون شرعاً لان اھل الصفة کانو ایلا زمون المسجد و کانوا ینا مون و یتحدثون ولھذا لا یحل لاحد منعه کذافی الجامع البرھانی الخ

اس عبارت سے واضح ہے کہ مسجد میں مطلقاً دنیا کی باتیں کرنا منع نہیں ہیں بلکہ بری باتیں منع ہیں جیسے کسی کی غیبت کرنا، یا کسی کو فحش کہنا وغیرہ –واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے صحن میں باغیچہ لگانا

(سوال ۲۸٦) جامع مسجد بمبئی کے گیارہ اہل شوریٰ میں سے اکثر نے یہ رائے دی کہ مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے مسجد کے احاطہ میں جو کھلی جگہ ہے وہاں باغیچہ قائم کیا جاوے اور درخت نصب کئے جاویں اور اس کی حفاظت کے لئے تنخواہ سے مالی رکھا جاوے حالانکہ جس زمین پر یہ تجویز کیا گیا ہے یہاں زمانہ قدیم سے مصلیوں کے واسطے گنجائش تھی جب زیادہ مجمع ہوتا تھا تو نمازی یہاں نماز پڑھتے رہے ہیں پس اس حالت میں اہل مشورہ کو مسجد کے مال سے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ کو پیش نظر کر کے ایسے تصرفات اوقاف میں درست نہیں ہیں جو واقف کی شرط اور غرض کے خلاف ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

کچا لہسن و پیاز کھا کر مسجد میں جانا!

(سوال ۲۸۷) کچا لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنا مکروہ ہے یا کیا۔اور مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ؟

(الجواب) اس میں کراہت تحریمی ہے۔یعنی کچا لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے مسجد ہو جانے کے بعد دوکان بنانا جائز نہیں

(سوال ۲۸۸) اس شہر میں ایک مسجد قریب ساٹھ ستر سالہ بوجہ کہنگی شہید کرائی گئی کرسی مسجد متصل کی گلیوں سے کچھ اونچی تھی مسلمانان نے کھدواکر کے متصل کی گلیوں کے برابر کروادیا اور دکانات کی بناء ڈال کر دکانوں کے اوپر مسجد بنائی جارہی ہے ؟

اس مسجد کی بناء کی تقلید پر دیگر مسلمان بھی موجودہ مساجد کو مذکورہ بالا وضع پر بنا کرنے کے درپے ہیں دکانوں کے بنانے سے صرف غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسجد و امام مسجد کے واسطے ان دکانوں کی آمدنی کا سہارا ہو ؟

(الجواب) ایسا کرنا درست نہیں ہے۔کما فی الدر المختار اما لوتمت المسجدیة ثم اراد البنآء منع الخ وفیہ ولا یجوز اخذ الا جرۃ منہ ولا ان یجعل شیئاً منہ مستغلاً ولا سکنی بزازیۃ۔

عورتوں کو نماز باجماعت کے لئے مسجد وغیرہ میں جانا جائز نہیں

(سوال ۲۸۹) عورتوں کو مثل مردوں کے عیدگاہ میں نماز کے لئے جانا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس زمانہ میں بلکہ بہت پہلے سے عورتوں کا جماعت میں شریک ہونے کے لئے مسجد و عیدگاہ میں جانا ممنوع ہو چکا تھا کما ورد فی الاحادیث۔ درمختار میں ہے ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظٍ الخ

عورتوں کو مسجد میں جانا جائز نہیں

(سوال ۲۹۰) عورتوں کو مسجد میں جانا اور عیدین وغیرہ کی جماعت میں شریک ہونا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو حضرت کے زمانہ میں عورتیں کیوں پڑھتی تھیں ؟

(الجواب) عورتوں کو مسجد میں جانا اور عیدین وغیرہ کی جماعت میں شریک ہونا مکروہ ہے اور آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کا مسجد میں آنا اور بعد میں ممانعت ہو جانا حدیث میں موجود ہے جس کی طرف در

مختار میں اشارہ کیا گیا ہے- بقوله لفساد الزمان در مختار میں ہے ویکره حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقاً الخ لفساد الزمان - واللہ تعالیٰ اعلم

صحن مسجد میں جماعت کرنا اندرونی محراب کو چھوڑ کر بلا کراہت جائز ہے

(سوال ۲۹۱) صحن مسجد اور اندرون مسجد - افضلیت اور حکم مسجد میں برابر ہیں یا کچھ کی زیادتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر موسم میں اندرون مسجد محراب میں نماز باجماعت پڑھنا باہر صحن مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے جیسا کہ شامی میں معراج الدرایہ سے منقول ہے- الاصح ماروى عن ابى حنيفة انه قال اكره للامام ان يقوم بين الساريتين اوزاوية او ناحية المسجد اوالى سارية لانه بخلاف عمل الامة و فيه ايضاً السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الاترى ان المحاريب ما نصبت الاالوسط المساجد و هى قد عينت لمقام الامام وفى التتارخانيه ويكره ان يقوم فى غير المحراب الا الضرورة اه و مقتضاه ان الامام لو ترك المحراب وقام فى غيره يكره ولو كان قيامه وسط الصف لانه خلاف عمل الامة- اور شامی باب الامامۃ ص ۳۹۹ میں یہ عبارت ہے والظاهر ان هذا فى الامام الراتب لجماعة كثيرة كيلا يلزم عدم قيامه فى الوسط فلولم يلزم ذلك لا يكره تامل- اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام محراب کی سنیت جماعت کثیرہ کے واسطے ہے تو جماعت کثیرہ کا اندازہ کیا ہے اور جو اخیر عبارت میں کلمہ تامل ہے اس سے کیا مطلب ہے؟

(الجواب) صحن مسجد جو غیر مسقف ہے اور اندرون مسجد فضیلت میں برابر ہیں اور حکم مسجد میں مساوی ہیں صرف مسقف اور غیر مسقف کا فرق ہے اور اصل یہ ہے کہ امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اسی لئے محرابیں بنائی گئی ہیں اگر باہر کے درجہ میں جماعت ہو تو وہاں بھی وسط میں محاذی محراب کے کھڑا ہو جیسا کہ معمول سلف و خلف ہے امام صاحب کی روایت کا مطلب صرف یہ ہے کہ مابین الساریتین کھڑا نہ ہو بلکہ درسے باہر کھڑا ہو جیسا کہ محراب میں بھی یہی حکم ہے کہ بالکل محراب کے اندر نہ کھڑا ہو بلکہ قدم باہر ہونے چاہئیں وہی حکم در میں جاری ہوگا اور زاویہ اور ناحیہ مسجد میں امام کا کھڑا ہونا اس لئے مکروہ فرمایا کہ اس میں وسط نہیں رہتا اور اصل یہی ہے کہ وسط میں کھڑا ہو جہاں کہیں بھی ہو اور جس درجہ میں بھی کھڑا ہو اندر جماعت ہو تو محراب کے مقابل کھڑا ہو اور باہر کے درجہ میں جماعت ہو تو وہاں بھی امام محاذی محراب کے کھڑا ہو اندر جماعت ہو تو محراب کے مقابل کھڑا ہو اور باہر کے درجہ میں جماعت ہو تو وہاں بھی امام محاذی محراب کے کھڑا ہو اور شامی کے اس قول والظاہر الخ کا مطلب یہی ہے کہ امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا بھی اسی وقت مسنون ہے کہ جماعت کثیرہ ہو کہ دونوں طرف کنارہ مسجد تک نمازی بھر جاویں تاکہ دونوں طرفوں میں مساوات رہے اور اگر نمازی پوری صف کے قدر نہیں ہیں تو پھر ناحیہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے کیونکہ مقتدی دونوں طرف مساوی کھڑے ہو سکتے ہیں اور تامل اس میں اسی لئے کیا ہوگا کہ یہ منقول نہیں ہے

بلکہ منقول یہ ہے کہ مسجد کے وسط میں امام کھڑا ہو بہر حال اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ باہر صحن مسجد میں جب کہ امام وسط میں کھڑا ہو تو وہ بھی مکروہ ہو-واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں پہلے سے کپڑا رکھ کر جگہ قبضہ کرنے کا حکم

(سوال ۲۹۲) مسجد میں پیشتر سے کپڑا رومال وغیرہ رکھ کر قبضہ کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص مسجد سے اٹھ کر حوائج ضروریہ کے لئے مسجد سے باہر آوے اور رومال اپنی جگہ چھوڑ آوے تو یہ اس جگہ کا مستحق ہوگا یا نہیں اگر کوئی اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ شخص اس کو اٹھا سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شامی میں ہے-وینبغی تقییده بما اذا لم یقم عنه علی نیة العود بلا مهلة کما لو قام للوضوٴ مثلاً ولا سیما اذا وضع فیه ثوب لتحقق سبق یده. اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص پہلے سے آکر مسجد میں کسی جگہ بیٹھا اور پھر بضرورت وضو وغیرہ وہاں سے اٹھا اور اس جگہ اپنا کپڑا رکھ گیا تو وہ زیادہ مستحق ہے اس جگہ کے ساتھ پس اگر کوئی دوسرا اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس کو اٹھا سکتا ہے اور بدوں اس حالت مذکورہ کسی جگہ رومال رکھنا اور قبضہ کرنا اچھا نہیں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں پہلے آنے کا حکم

(سوال ۲۹۳) جو مسجد میں پہلے آوے گا اس کو ثواب زیادہ ملے گا یا کس کو ؟

(الجواب) جو پہلے آوے گا اسکو ثواب زیادہ ملے گا- واللہ تعالیٰ اعلم

مختلف حوائج سے واپس آنے کے بعد اپنی پہلی جگہ بیٹھے یا دوسری جگہ

(سوال ۲۹۴) اگر کوئی شخص مختلف حوائج ضروریہ کے لئے مسجد سے باہر جاوے واپس آنے پر مقررہ جگہ پر بیٹھے یا جس جگہ چاہے بیٹھ سکتا ہے ؟

(الجواب) مسجد میں جس جگہ چاہے بیٹھ سکتا ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

نماز محلّہ کی مسجد میں پڑھنی چاہیئے

(سوال ۲۹۵) مسجد محلّہ کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز کے لئے جانا کیسا ہے جس سے مسجد محلّہ میں جماعت کی قلت ہوتی ہے ؟

(الجواب) درمختار میں ہے و مسجد حیهٖ افضل من الجامع یعنی اپنے قبیلہ اور محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے اور زیادہ ثواب کا سبب ہے جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے ردالمحتار معروف شامی میں ہے کہ یہ ایک

قول ہے اور دوسرا قول اس کا عکس ہے کہ مسجد جامع میں نماز پڑھنا افضل ہے ان دو قول کو قنیہ میں نقل کیا ہے لیکن شرح منیہ اور مصفے اور خانیہ میں اسی قول کو اختیار فرمایا جس کو در مختار نے لکھا ہے یعنی یہ کہ مسجد محلّہ افضل ہے جامع مسجد سے پھر لکھا ہے کہ بلکہ خانیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مسجد محلّہ میں کوئی مؤذن نہ ہو تو خود وہاں جا کر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر مسجد محلّہ کا حق ہے اس کو ادا کرنا چاہیے۔انتہی

پس ان روایات اور ان کی سواء دوسری روایات سے ظاہر ہے کہ جب امام مسجد محلّہ میں کوئی خرابی عقائد وغیرہ کی نہ ہو تو مسجد محلّہ کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے زیادہ ثواب مسجد محلّہ میں نماز پڑھنے میں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی شروط الصلوٰۃ و ارکانها و واجباتهاو سننها و آدابها

(نماز کے شرائط، ارکان، واجبات سنن وغیرہ)

ٹوپی پر تولیہ یا رومال باندھ کر نماز پڑھانے کا حکم

(سوال ۲۹۶) تولیہ یا رومال بجائے عمامہ کے باندھ کر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور تولیہ ٹوپی پر باندھنا مکروہ ہے یا نہیں۔اور اس سے نماز پڑھانا مکروہ ہے یا نہیں اور یہ اعتجار ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اس پر طعن کرے اور الفاظ جاہلانہ توہین کے کہے تو اس کو عتاب ہونا چاہیے یا نہیں؟

(الجواب) تولیہ ورومال ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں ہے یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا اور نماز اس سے مکروہ نہ ہو گی بلکہ اطلاق عمامہ کا اس پر آوے گا اور باندھنے والا مستحق ثواب ہو گا یہ اعتجار مکروہ نہیں ہے عصابہ بمعنے عمامہ بھی آتا ہے اور پٹی جو سر پر باندھی جاوے اس کو عصابہ کہتے ہیں۔**العصابة تاتی بمعنی العمامة کمافی القاموس و شرح شمائل للقاریؒ**

عمامہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت منقول ہے کہ آپ کے پاس دو عمامے تھے ایک سات ذراع کا اور ایک بارہ زراع کا لیکن صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی تحدید شرعاً نہیں ہے۔بقدر ضرورت ہونا کافی ہے جمع الوسائل شرح الشمائل لعلی القاری میں ہے کہ **وقال الشیخ الجزری فی تصحیح المصابیح قد تتبعت الکتب و تطلبت من السیر والتواریخ لا قف علی قدر عمامة النبی ﷺ فلم اقف حتی اخبرنی من اثق به انه وقف علی شئی من کلام النووی ذکر فیه انه کان له صلی اللہ علیه وسلم عمامة قصیرة و عمامة طویلة وان القصیرة کانت سبعة اذرع مطلقاً من غیر تقیید بالقصیر والطویل الخ**۔

عمامہ وغیرہ ضروریات نماز میں سے نہیں

(سوال ۲۹۷) جناب رسول اللہ ﷺ سے یا علماء سے بدوں عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

(الجواب) او **کلم یجد ثوبین** وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلوٰۃ یا امامت

سے نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

سنتوں کی نیت میں "سنت رسول اللہ" کہنا ضروری نہیں، کہے تو حرج نہیں

(سوال ۲۹۸) سنن میں سنت رسول اللہ کہنا کیسا ہے ؟

(الجواب) و کفی مطلق نیة الصلوٰة وان لم یقل لله لنفل و سنة راتبة الخ درمختار یعنی سنت و نفل میں مطلق نیت نماز کی بھی کافی ہے اور تعین کرنا کہ سنت فجر ہے یا ظہر احوط ہے اگر سنت رسول اللہ ﷺ کہے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

نماز میں عورتوں کو قدم کا ظاہری حصہ ڈھکنا ضروری نہیں مستحب ہے

(سوال ۲۹۹) عورتوں کو نماز میں پیروں کا چھپانا واجب ہے یا نہیں ؟ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک قدمین نہ چھپے نماز نہیں ہوتی ؟

(الجواب) نماز میں پشت قدمین کا ڈھکنا فرض نہیں ہے اگر قدمین کھل جاویں تو نماز ہو جاتی ہے، معتبر اور معتمد یہی ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے اور حدیث شریف میں جو ظہور قدمین کا ڈھکنا آیا ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ ایسا کرنا بہتر ہے سو اس میں کچھ کلام نہیں ہے کہ یہ بہتر ہے لیکن اگر پیر کھل جاویں تو نماز ہو جاتی ہے۔ هکذافی الدر المختار والشامی – والله تعالٰی اعلم

رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے

(سوال ۳۰۰) الصاق کعبین در رکوع و سجود سنت مؤکدہ است یا مستحب ؟

(الجواب) وقال فی الدر المختار فی بیان سنن الصلوٰة و الصاق کعبیه ای فی الرکوع و فی رد المحتار قوله والصاق کعبیه ای حیث لا عذر ازیں عبارت واضح است کہ بلا عذر الصاق کعبین از سنن مؤکدہ است و ممکن است کہ مراد از الصاق محاذات در رکوع و سجود کعبین باشد۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کا ثبوت حدیث سے

(سوال ۳۰۱) نماز کے اندر ہاتھ باندھنا کہاں سے ثابت ہے دلائل نقلیہ سے روانہ فرمائیں ؟

(الجواب) و عن وائل بن حجر انه ای النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلوٰة کبر ثم التحف بثوبه ثم وضع یده الیمنی علی الیسری – الحدیث رواه مسلم –

و عن سهل بن سعد قال کان الناس یومرون ان یضع الرجل الید الیمنٰی علی ذراعه الیسری فی ا لصلوٰة رواه البخاری ان دونوں حدیثوں سے نماز میں ہاتھ باندھنا معلوم ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ اکبر کے ہمزہ پر مد پڑھنا غلطی ہے

(سوال ۳۰۲) ایک امام صاحب رکوع وغیرہ میں جاتے وقت آللہ اکبر کہتے ہیں نماز ہو گئی یا نہیں؟

(الجواب) اللہ کی ہمزہ پر اور اسی طرح اکبر کے ہمزہ پر مد کرنا خطا مفسدہ صلوٰۃ ہے اس سے احتراز لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا درست نہیں

(سوال ۳۰۳) رسالہ اتمام الخشوع بھیجتا ہوں ملاحظہ فرما کر تصدیق و تنقید سے مطلع فرمایا جاوے؟

(الجواب) بندہ نے رسالہ اتمام الخشوع کو دیکھا کوئی حدیث صریح اس بارے میں نقل نہیں کی گئی جس سے بعد الرکوع صراحۃً ہاتھ باندھنا معلوم ہو بلکہ روایت حضرت علیؓ جو صفحہ ۷ کتاب مذکور میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں انه كان اذا قام الى الصلوٰة وضع يمينه على الشمال فلا يزال كذلك حتى يركع سے معلوم ہوا کہ وضع یمین علی الشمال قبل الرکوع تک ہوتا تھا بہر حال حنفیہ کثر ہم اللہ تعالیٰ اور جمہور سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ بعد الرکوع ہاتھ چھوڑے جاتے ہیں پھر تعجب ہے کہ آپ بندہ کی رائے دریافت کرتے ہیں بندہ کی رائے خلاف اپنے ائمہ اور جمہور کے کیسے ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ اور نیت کا بیان

(سوال ۳۰۴) حنفیہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھتے ہیں فوق السرہ یا تحت السرہ مفتی بہ اور معمول بہ روایت کیا ہے اولویت کس میں ہے؟

(۲) اگر مسافر مقیم کی اقتداء کرے تو چار کی نیت کرے یا دو کی؟

(الجواب) حنفیہ کے نزدیک تحت السرہ والی حدیث ماخوذ بہ اور معمول بہ ہے فوق السرہ والی حدیث معمول بہ نہیں ہے اور خلاف اولویۃ میں نماز ہر طرح ہو جاتی ہے (۲) مسافر اگر مقیم کی اقتداء فرض رباعی میں کرے تو بہ تبعیۃ امام چار رکعت کی نیت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھانے کی تحقیق

(سوال ۳۰۵) تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟

(الجواب) دریافت متعلق رفع سبابہ۔ في الدر المختار لكن المعتمد ما صححه الشراح و لا سيما المتاخرون كا لكمال والحلبي والباقلاني و شيخ الاسلام الجد و غيرهم انه يشير لفعله عليه الصلوٰة والسلام و نسبوه لمحمد والامام بل في متن در رالبحار و شرحه غرر الافكار المفتى

به عندنا انه يشير الخ و فى الشر نبلا ليه عن البرهان الصحيح انه يشير بمسبحة وحدها يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات واحترزبا لصحيح عما قيل لا يشير لانه، خلاف الدرايه والروايه الخ درمختار۔

اور شامی میں ہے۔و فى المحيط انها سنة يرفعها عند النفى و يضعهاعند الاثبات وهو قول ابى حنيفة و محمد وكثرت به الآثار والاخبار فالعمل به اولى اه فهو صريح فى ان المفتى به هو الاشارة بالمسبحة مع عقدالاصابع الخ وقال فى الشرح الكبير قبض الاصابع عندا الاشارة هو المروى عن محمد فى كيفية الاشارة وكذا عن ابى يوسف فى الامالى وهذا فرع تصحيح الاشارة و عن كثير من المشائخ لا يشير اصلا وهو خلاف الدراية والرواية فعن محمد رحمه الله ان ما ذكره فى كيفية الاشارة قول ابى حنيفة انتهى۔ ومثله فى فتح القدير و فى القهستانى وعن اصحابنا جميعاً انه سنة فيحلق ابهامه واليمنى ووسطا ها ملصقاً راسها براسها و يشير بالسبابة الخ شامى ص ۳۲٤ ج ۱ ۔ والله تعالىٰ اعلم

تعدیل ارکان کے بغیر جو نمازیں عرصہ تک پڑھی گئیں ان کا حکم

(سوال ۳۰٦) ایک شخص کی عمر بیس برس کی ہے اس عرصہ تک اس نے کوئی نماز درست نہیں پڑھی صرف دو ٹکر مار کر نماز ختم کر دیتا ہے یہ نمازیں ہوئیں یا نہیں اگر اعادہ کرے تو فرض ہی ادا کرے یا سنت بھی؟

(الجواب) جو نمازیں تعدیل ارکان کے ساتھ ادا نہیں ہوئیں اگرچہ وہ ہو گئی ہیں لیکن ان کا دوہرا لینا اچھا ہے فرض اور وتر کا اعادہ کرے سنتوں کا اعادہ نہ کرے۔واللہ اعلم

ایک دو آدمی کے سننے سے آمین کا جہر نہیں ہوتا!

(سوال ۳۰۷) اگر کوئی شخص نماز میں آمین ایسے طور سے کہے کہ ایک دو آدمی قریب کے سن لیں تو عند الاحناف نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) عند الحنفیہ آمین آہستہ کہنا سنت ہے لیکن اگر دو آدمی برابر کے سن لیں تو وہ جہر نہیں وہ بھی آہستہ میں داخل ہے۔ كما قال في الدر المختار وادنى المخافة اسماع نفسه ومن يقربه ولو سمع رجل اورجلان فليس بجهر الخ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الاقتداء

سجدہ سہو کے بعد اگر کوئی سجدہ کرنے والے کی اقتداء کرے تو صحیح ہے

(سوال ۳۰۸) امام فرض نماز میں التحیات پڑھنے کے بعد بیٹھ گیا بعد سہو کرنے کے اب نیا مقتدی اگر نماز میں ملا فرمایئے کہ مقتدی نماز میں مل گیا یا نہیں اور احسن المسائل کے باب سہو میں ہے کہ اگر سہو والے نے نماز کا سلام پھیرا اور کسی شخص نے اس خیال سے کہ اس پر سجدہ سہو باقی ہے اقتدا کیا تو اگر یہ مقتدی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا تو اس کا اقتداء صحیح ہے ورنہ درست نہ ہوگا اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔سلام من علیه سجود السهو یخرجه موقوفاً ان سجدعاد الیها والا لاو علی هذا فیصح الاقتدا به الخ.ان سجد میں سجد کی ضمیر من علیه سجود السهو کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ اگر امام نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا تو نماز سے خارج نہیں ہوا اقتداء اس کا درست ہے مقتدی کو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور احسن المسائل کی عبارت میں بھی مراد من علیه السهو کا سجدہ کرنا ہے یعنی اگر من علیہ السہو نے سجدہ سہو کیا تو اقتداء اس کا درست ہے۔

شافعی امام کی اقتداء میں حنفی کی نماز کی ایک خاص صورت کا حکم

(سوال ۳۰۹) حنفی مقتدی نے بمتابعت امام شافعی المذہب قبل سلام سجدہ سہو کر لیا اور سلام پھیر دیا بعد سجدہ تشہد نہیں پڑھا اس کو تشہد پڑھنا ضروری تھا یا نہیں اور نماز مقتدی حنفی کی ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) علامہ شامی نے جن امور میں متابعت امام کی کرنی چاہیئے ان کی امثلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ و مثال ما تجب فیه المتابعة مما یسوغ فیه الاجتهاد ما ذکره القهستانی فی شرح الکیدانیة عن الجلابی بقوله کتکبیرات العید وسجدتی السهو قبل السلام والقنوت بعد الرجوع فی الوتر الخ ص ۳۱۷ مهم فی تحقیق المتابعة اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی حنفی کو اس بارے میں اتباع امام شافعی المذہب کا کرنا چاہیئے پس صورت مسئولہ میں نماز حنفی مقتدی کی ہوگئی۔واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص جماعت میں پہلے سلام کے بعد شریک ہو اس کا حکم

(سوال ۳۱۰) اگر کوئی شخص جماعت میں دوسرے سلام کے ختم ہونے سے پہلے اور ایک سلام کے بعد شریک ہو جاوے تو اس کو جماعت کا ثواب ہو گا یا نہیں؟

(الجواب) وہ شخص جماعت میں شریک نہیں ہوا اور جماعت کا ثواب اس کو نہیں ملا درمختار میں ہے و تنقضی قدوة بالاول الخ واللہ تعالیٰ اعلم

اہل حدیث کے پیچھے حنفی کی اقتداء

(سوال ۳۱۱) اہل حدیث کے پیچھے حنفی المذہب کو اقتداء کرنا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں درست اور بعض صورتوں میں مکروہ ہے یا درست نہیں پس احتیاط اسی میں ہے کہ اقتداء ان کا نہ کیا جاوے لیکن جس نے لاعلمی سے اقتداء کرلیا یا علم سے اقتداء کیا اس کو درمیان نماز کے نیت توڑنا نہ چاہئیے اگر توڑ دی اس نماز کو پھر پڑھ لیوے۔

مقتدی مقیم مسافر امام کے پیچھے اپنی بقیہ نماز کس طرح پوری کرے

(سوال ۳۱۲) اگر مقتدی مقیم نے مسافر امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو اب اس کو تین رکعت جو ادا کرنا ہوں گی تو یہ کونسی رکعت کو بھری پڑھے اور کونسی رکعت کو خالی اگر مقتدی مقیم امام مسافر کے ساتھ قعدہ میں آکر شریک ہوا تو اب یہ اپنی چار رکعت کس طرح سے ادا کرے گا۔

(الجواب) اگر مقتدی مقیم کی ایک رکعت امام مسافر کے ساتھ ہوئی تو بعد سلام امام مسافر کے وہ مقتدی اٹھ کر اول ایک رکعت خالی پڑھ کر بیٹھ جاوے پھر تشہد کے بعد اٹھ کر پھر ایک رکعت خالی پڑھے پھر چوتھی رکعت بھری پڑھے پھر بیٹھ کر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر قعدہ میں شریک ہوا تو اول دو رکعت خالی پڑھے آخر میں بھری پڑھے کیونکہ یہ شخص مسبوق لاحق ہے اور اس کا حکم عند الحنفیہ یہ ہے کہ در مختار میں ہے۔ و حکمه ای اللاحق کموتم فلا یاتی بقرأة و یبداء بقضاء ما فاته عکس المسبوق ثم یتابع امامه ان امکنه ادا راکه والا تابعه ثم صلی ما نام فیه بلا قرأة ثم ما سبق بها ان کان مسبوقاً ایضاً ولو عکس صح واثم لترك الترتیب (در مختار)

مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کریں؟

(سوال ۳۱۳) امام مسافر اور مقتدی مقیم ہیں اور چار رکعت کی نماز ہے جب امام دو رکعت پوری کر چکا تو سلام پھیر دیا اب مقتدی الحمد پڑھیں یا ساکت کھڑے ہو کر رکوع کریں؟

(الجواب) جب امام مسافر ہے تو مقتدی بقیہ نماز کو بغیر قرأۃ فاتحہ پڑھے۔ وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت و بعده فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرء کذافی الشامی .واللہ تعالیٰ اعلم

مردہ نہلانے والے کی اقتداء کا حکم

(سوال ۳۱٤) مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اس کا پیشہ مردہ نہلانے کا ہے اور امام بھی ہے؟

(الجواب) مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے اور غسال کو اجرت غسل مردہ بھی لینا درست ہے اگرچہ اولیٰ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سائل اور غسال کی اقتداء کا حکم!

(سوال ۳۱۵) جو شخص سوال کرتا ہے اور مردہ کو غسل دیتا ہے اس کے پیچھے نماز درست و صحیح اور جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے۔صلوا خلف کل بر او فاجر یعنی ہر ایک نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لو اس سے معلوم ہوا کہ سائل اور مردہ شو وغیرہ کے پیچھے نماز صحیح ہے البتہ اولےٰ بالامامۃ وہ ہے جو مسائل نماز سے واقف ہو اور صالح وہ خلاف شرع امور نہ کرتا ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے افضل ہے مع دیگر جزئیات

(سوال ۳۱۶) جو شخص خائن وبد عتی وغیرہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) جو آدمی امام مذکور کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور دوسرے مکان میں جماعت سے نماز پڑھیں تو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں۔

(۳) ایک رکعت میں ایک سجدہ کیا اور دوسری یا تیسری رکعت میں یاد آیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جاوے گی یا نہیں؟

(الجواب) ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(۲) کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر امام فاسق وبد عتی وغیرہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مسجد میں نماز جماعت سے پڑھنے میں جو ثواب ہے وہ مکان میں جماعت کرنے سے نہیں ہے۔

(۳) وہ سجدہ جو رہ گیا ہے وہ ادا کرے اور پھر آخر میں سجدہ سہو کرے تب نماز ہو گی اگر وہ سجدہ جو رہ گیا تھا ادا نہ کیا تو نماز نہ ہو گی از سر نو نماز پڑھنی چاہئیے۔

صلوٰۃ مظنون پڑھنے والے کی اقتداء

(سوال ۳۱۶) صلوٰۃ مظنون پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والی کی نیت صحیح ہوتی ہے یا نیت نفل صحیح ہوتی ہے؟

(الجواب) شرائط صحت اقتداء سے یہ بھی ہے کہ حال امام اقویٰ ہو حال مقتدی سے یا اس کے مساوی ہو اس سے کم نہ ہو۔فی الشامی لکن یشترط ان یکون حال الامام اقوی من حال الموتم او مساویاً الخ فی الدر المختار باب الامامۃ و کونہ مثلہ او دونہ الخ پس جب کہ امام کی نماز مظنونہ ہے تو اس کے پیچھے مفترض کا اقتداء صحیح نہ ہو گا البتہ متنفل کی اقتداء صحیح ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک جماعت ہوا مگر امام کے ساتھ قعدہ میں شریک نہ ہو سکا

(سوال ۳۱۷) زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل

نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہئیے یا اول ہی کی تکبیر تحریمہ کافی ہے ؟
(الجواب) اگر پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام سے پہلے کہہ چکا تو وہ شریک جماعت ہو گیا اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے -قال فی الحلیة عند قول المنیة ولا دخول فی الصلوٰة الا بتکبیرة الافتتاح الخ . شامی

مسبوق کی اقتداء صحیح نہیں

(سوال ۳۱۸) ایک شخص نماز باجماعت میں تیسری یا چوتھی رکعت میں شامل ہوا نماز ختم ہونے کے بعد یہ شخص مثلاً زید اپنی نماز پوری کر رہا تھا عمر نے زید کو جو چوتھی رکعت میں شامل جماعت ہوا تھا اپنا امام کر لیا اور اس نے بعد پورا کرنے اپنی نماز کے سلام پھیر دیا تو یہ جماعت درست ہو گی یا نہیں ؟
(الجواب) جو شخص تیسری یا چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا اور اقتداء امام کا کیا وہ مسبوق کہلاتا ہے جس وقت وہ اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے -در مختار میں ہے -لا یجوز الاقتداء به . واللہ تعالیٰ اعلم

امام اگر چوتھی رکعت سے سہواً اٹھ گیا اور پانچویں یا چھٹی میں کوئی شریک ہوا تو اس کی نماز نہیں ہوئی

(سوال ۳۲۰) امام پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا چھ رکعت پوری کر کے سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دیا پانچویں رکعت میں ایک آدمی اور شریک ہو گیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟
(الجواب) امام اگر چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ کر سہواً کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت ملا لے اور سجدہ سہو کرے - فرض اس کے پورے ہو گئے اگر کوئی شخص پانچویں یا چھٹی رکعت میں اس امام کا مقتدی ہو تو مقتدی کی نماز نہ ہو گی کیونکہ امام کی وہ دو رکعت نفل ہیں - هکذا فی الشامی . واللہ تعالےٰ اعلم

اگر دو آدمی امام و مقتدی ہوں پھر تیسرا آجائے تو مقتدی کا پیچھے ہٹنا افضل ہے

(سوال ۳۲۱) امام و مقتدی صرف دو آدمی ہیں اس لئے برابر کھڑے ہوئے ہیں اب تیسرا آدمی اور آ گیا تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے ہٹے ؟
(الجواب) اس حالت میں امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے کو ہٹے دونوں امر جائز ہیں لیکن مقتدی کا پیچھے ہٹنا اولیٰ ہے بہ نسبت امام کے آگے بڑھنے سے کما فی الشامی وهو اولی من تقدمه لا نه متبوع الخ .
واللہ تعالیٰ اعلم

کیا حنفی کی اقتداء شافعی کے پیچھے درست ہے

(سوال ۳۲۲) شافعی المذہب کی اقتداء امام حنفی المذہب کے پیچھے درست ہے یا نہیں ؟ایک شخص اقتداء شافعی المذہب کی امام حنفی کے پیچھے ناجائز بتلا کر عدم جواز پر عبارت ذیل کا حوالہ درج کر کے ایک خط بذریعہ رجسٹری بھیج دیا ہے جس سے آپس میں تفرقہ پڑ گیا ہے وہ عبارت یہ ہے - قال شیخنا ابن حجر الهیثمی تبعاً لشیخه الذکری الانصاری وکذا لو کان الامام لا یعتقد وجوب بعض الارکان اوالشروط وان اتا بها لا نه یقصد بها النفلية وهو یبطل عندنا کما فی فتح المعین — الخ

(الجواب) مذہب حنفیہ میں اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اقتداء حنفی بامام شافعی المذہب جائز ہے اور معتبر عند الشافعیہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اقتداء شافعی بامام حنفی درست ہے اور جس قسم کی روایات اس شخص منکر نے لکھ کر بھیجی ہے اس قسم کی روایت مذہب حنفیہ میں بھی ہیں مگر وہ معتبر نہیں ہیں اسی قبیل سے یہ روایت معلوم ہوتی ہے کیونکہ علمائے حرمین کا عمل اس کے خلاف ہے وہاں برابر شوافع حنفیہ کا اور حنفیہ شوافع کا اقتداء بلا انکار کرتے ہیں باقی روایات ہر قسم کی ہوتی ہیں مگر اعتبار محققین کے قول کا ہے-

پس ایسی روایات سے کچھ تردد جواز اقتداء شافعی بامام حنفی نہ ہونا چاہیئے پوری تفصیل کتب مذہب شافعیہ کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے جو زیادہ یہاں موجود بھی نہیں ہیں اور دیکھنے کی فرصت بھی نہیں ہے. واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد اگر اچھے عقائد والا ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے

(سوال ۳۲۳) غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) غیر مقلد امام اگر عقیدے کا اچھا ہے تو نماز اس کے پیچھے درست ہے مگر بہتر نہیں ہے اور اگر اس کا عقیدہ خراب ہے اور مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سب سلف کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے بہر حال احتیاط لازمی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسافر امام کے بعد مقیم مقتدی نماز کس طرح پوری کرے

(سوال ۳۲٤) امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے اگر مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ چار رکعت والی نماز میں اول رکعت میں شریک ہوا ہو تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے (۲) اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو کس طرح نماز کو پوری کرے (۳) اور جو التحیات میں ملا ہو تو مقتدی اپنی نماز کو کس طرح پڑھے-

(نوٹ) اس کا جواب مفتی عنایت الٰہی نے لکھا تھا کہ پہلی صورت میں مقتدی لاحق ہے امام کے ساتھ نماز تمام کر کے دو رکعتیں باقی ماندہ بلا قراءت پڑھے نمبر ۲، ۳ اخیر کی دونوں صورتوں میں مقتدی مسبوق ہے اور

دوسری صورت میں امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر پہلی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور سورۃ پڑھے اور باقی دو رکعت میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھے اور تیسری صورت میں مقتدی چاروں رکعت میں مسبوق ہے لہذا بعد سلام امام کے اول دو رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے اور دوسری رکعت کے آخر میں صرف الحمد پڑھے۔

فصل فی المسبوق و اللاحق

اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کا کیا حکم ہے

(سوال ۳۲۵) ایک شخص ایک رکعت کے بعد جماعت میں شریک ہوا تین رکعت پڑھ کر بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا پھر چوتھی رکعت پڑھ لی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) نماز اس کی صحیح ہے بعد ختم کرنے اپنی نماز کے سجدہ سہو کر لیوے پھر کچھ نقصان بھی نہ رہے گا۔ **ولو سلم ساهیاً ان بعد امامه لزمه السهو والا لا (درمختار)** علامہ شامی نے فرمایا کہ معیتہ حقیقیہ نادر الوقوع ہے لہذا سجدہ سہو آنا چاہئے (شامی صفحہ ۴۰۲ جلد اول)

مسبوق کی تین رکعتیں رہ گئیں تو ان کو کس طرح ادا کرے

(سوال ۳۲۶) اگر امام مقیم ہے اور مقتدی نماز رباعی میں رکعت اخیر میں شریک ہوا مقتدی بعد سلام امام تینوں رکعتوں میں کیا پڑھے آیا تینوں رکعتیں خالی بلا قرأۃ خاموش رہ کر نماز ختم کرے گا یا اور رکعتیں الحمد و سورۃ کی ساتھ اور ایک رکعت صرف الحمد کے ساتھ پڑھے گا؟

(الجواب) جس شخص کو ایک رکعت ملی ہے امام کے ساتھ مسبوق ہے اگر نماز رباعی ہے تو بقایا کو اس طرح سے پڑھے کہ دو رکعت میں فاتحہ پڑھے اور سورۃ بھی ملاوے اور ایک رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے۔ **والمسبوق من سبق الامام بها او ببعضهاوهو منفرد حتی یثنی و یتعوذو یقرء لا نه یقضی اول صلاته فی حق القراء ۃ کما یاتی حتی لو ترك القراء ۃ فسدت کذافی الشامی** ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امام کے ساتھ مسبوق سجدہ سہو میں شریک رہے مگر سلام نہ پھیرے

(سوال ۳۲۷) مسبوق بصورت امام کے سجدہ سہو کرنے کے امام کے ساتھ سلام پھیرے یا بغیر سلام پھیرے سجدہ سہو میں شریک رہے؟

(الجواب) مسبوق امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے سجدہ سہو میں شریک رہے در مختار میں ہے۔ **والمسبوق یسجد مع امامه قال فی الشامی قید بالسجود لا نه لا یتا بعه فی السلام بل یسجد معه و یتشهد فاذاسلم الامام قام الی القضاء الخ** ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسبوق مقتدی کی نماز پوری کرنے کی ترکیب

(سوال ۳۲۸) اخیر قعدہ میں امام کے سلام کے ساتھ ہی مقتدی سلام پھیرے یا مقتدی اپنی باقی ماندہ درود دعا پوری کر کے سلام پھیریں؟

(الجواب) ساتھ ہی سلام پھیریں البتہ اگر کسی مقتدی کا تشہد یعنی التحیات کچھ باقی رہ جاوے تو اسکو پوری کر کے سلام پھیرے۔شامی میں ہے۔**والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض و الواجبات من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب لا ینبغی ان یفوته بل یاتی به ثم یتابعه کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم الخ بخلاف ما اذا عارضها سنة الخ** . واللہ تعالیٰ اعلم

جو مسبوق سلام پھیرنے کے وقت شریک ہوا

(سوال ۳۲۹) امام داہنی طرف سلام پھیرنے والا تھا کہ مسبوق آکر شامل ہو گیا اب مسبوق تشہد کو پورا کر کے اٹھے یا سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جاوے۔ امداد الفتاویٰ میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ مسبوق تشہد پورا کر کے اٹھے؟

(الجواب) وہ شخص تشہد پورا کر کے اٹھے جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

مسبوق لاحق کا حکم

(سوال ۳۳۰) امام مسافر را شخص مقیم در نماز چہار گانہ در رکعت دوم رسید یا در تشہد رسید یک رکعت امام قبل او خواندہ بود پس از سلام امام باقی نماز خود را چہ طور بخواند آیا قراۃ کند یا نہ و ایں را حکم مسبوق است یا لاحق مسبوق؟ بینوا توجروا

(الجواب) از عبارت در مختار و شامی معلوم می شود کہ آں کس مسبوق و لاحق است در یک رکعت قراءۃ کند کہ دراں مسبوق است و در دو رکعت قراءۃ نہ کند کہ دراں لاحق است۔صاحب در مختار فرمودہ **مقیم ایتم بمسافر الخ در مختار ای فهو لاحق بالنظر للاخیر تین وقد یکون مسبوقاً ایضاً کما اذا فاته اول صلاة امامه المسافر** شامی مقتضائے ایں عبارت ایں است کہ آں کس مسبوق و لاحق است و از بعض عبارات کتب فقہ بمواقع دیگر معلوم می شود کہ او مسبوق محض است۔واللہ تعالیٰ اعلم

امام کے ساتھ نماز پڑھی مگر قعدہ اخیر میں سو گیا؟

(سوال ۳۳۱) زید نے جماعت سے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ میں سو گیا اور امام کے ساتھ سلام پھیرا لیکن مقدار تشہد بعد بیدار ہونے کے نہیں بیٹھا زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) احوط یہ ہے کہ اعادہ قعدہ کا کیا جاوے ورنہ نماز نہ ہو گی اور شیخ ابن ہمام کی تحقیق سے جواز مفہوم

ہوتا ہے اور قواعد فقہیہ سے عدم جواز ظاہر ہوتا ہے لہذا احوط ثانی ہے- والتفصیل فی الشامی -

فصل فیما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا
(نماز کے مفسدات ومکروہات)

نماز میں قہقہہ سے نماز ووضو دونوں فاسد ہو جاتی ہیں

(سوال ۳۳۲) نماز میں قہقہہ کرنا وضو اور نماز دونوں کو فاسد کر دیتا ہے یا صرف نماز کو؟

(الجواب) نماز میں قہقہہ کرنے سے وضو اور نماز دونوں فاسدہ ہو جاتی ہیں- کما فی الدر المختار و قہقہۃ بالغ یقظان یصلی بطہارۃ صغریٰ مستقلۃ صلوٰۃ کاملۃ ولو عند السلام عمدا انتہی ملخطا واللہ تعالیٰ اعلم

تمام سجدہ میں اگر پاؤں زمین سے اٹھے رہیں تو نماز فاسدہ ہوگی

(سوال ۳۳۳) بعض اردو کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھ جاویں تو نماز نہ ہوگی کم از کم ایک انگلی پاؤں کی زمین پر لگی رہے؟

(الجواب) یہ مسئلہ قدمین کے اٹھنے کا در مختار و شامی میں بھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالکل تمام سجدہ میں دونوں قدم اٹھے رہیں تو سجدہ نہ ہوگا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی کم از کم ایک انگشت کسی وقت سجدہ میں زمین پر ٹھہر جاوے یہ نہیں کہ اگر قدمین زمین سے اٹھ گئے اور پھر رکھ لئے تو اس میں بھی نماز نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ بالکل اٹھے رہے تو نماز نہ ہوگی -واللہ تعالیٰ اعلم

میلے کپڑے اور پرانا جڑاول ثیاب بذلہ میں داخل ہیں یا نہیں؟

(سوال ۳۳٤) میلے کپڑے اور جڑاول سال گزشتہ کی ثیاب بذلہ میں داخل ہے یا نہ اور نماز ان میں جائز ہوگی یا مکروہ؟

(الجواب) کپڑوں کے میلے ہو جانے کی وجہ سے وہ ثیاب بذلہ نہیں ہوئے اس طرح جڑاول سال گزشتہ ثیاب بذلہ میں داخل نہیں -لہذا نماز ان میں مکروہ نہ ہوگی -واللہ تعالیٰ اعلم

باہر سے کوئی شخص اندر والے کو آواز دے تو حالت نماز میں کھنکارنا درست ہے

(سوال ۳۳٥) کسی حالت میں اگر دروازہ کوٹھے کا اندر سے بند کر کے کوئی نماز شروع کرے اور دوسرا شخص باہر سے اندر آنا چاہے جب کہ اندر والے شخص کا احوال نماز پڑھنے کا معلوم نہیں حالانکہ باہر والے نے ایسا تنگ کیا ہے کہ اندر والے کو نماز کا رجوع مشکل ہو گیا ہے اب نمازی کیا طریقہ اختیار کرے-

(الف) اسی نماز قائم ہوئی حالت میں مقابلہ دشمن از قسم انسان یا حیوان یا حشرات الارض کس طرح کرے

جس میں اندیشہ نقصان ہو؟

(الجواب) ایسی حالت میں اگر کھنکارنے سے کام چل جاوے تو کھنکار درست ہے تاکہ باہر سے آنے والا سمجھے کہ نماز پڑھ رہا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے او للا علام انه فی الصلاة فلا فساد علی الصحیح الخ باقی نماز توڑنا اس صورت میں درست نہیں ہے۔ کما یظهر من تفصیل العلماء (الف) نماز توڑدے درمختار میں ہے۔و یباح قطعها لنحو قتل حیة الخ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں کسی عارض کی وجہ سے الا اللہ کہہ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی!

(سوال ۳۳۶) ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے ناگاہ بندوق یا گولہ کی آواز اس کے کان میں آئی بے اختیار اس کے منہ سے محض الا اللہ نکلا اس صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ؟ لفظ الا اللہ بغیر لا الٰہ کے ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدر المختار ولو سقط شئی من السطح فبسمل اودعی لاحد او علیه فقال آمین تفسد ولا یفسد الکل عند الثانی والصحیح قولهما الخ و فی رد المحتار قوله فبسمل یشکل علیه ما فی البحر لولد غته عقرب اوا صابه و جع فقال بسم اللہ قیل تفسد لانه کالانین و قیل لا لانه لیس من کلام الناس و فی النصاب و علیه الفتوی و جزم به فی الظهیریة و کذا لو قال یا رب کما فی الذخیرة پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں راجح عدم فساد نماز ہے اور ذکر الا اللہ بدوں لا الٰہ کے صوفیائے کرام میں معروف و مروج ہے اور درست ہے کیونکہ مقصود اس سے اثبات بعد النفی ہے اسی لئے صوفیائے کرام جو یہ ذکر فرماتے ہیں تو اول پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں پھر اسی نفی اول کے ساتھ اثبات کا کلمہ متصل کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مقصود الا اللہ سے یہی ہوتا ہے کہ کوئی معبود و مقصود اللہ کے سوا نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں کھنکارنا اور قرأۃ کے بعض مسائل

(سوال ۳۳۷) اگر فرض نماز میں امام صاحب بلا عذر تنحنح کریں جو محض حسن صوت کے لئے ہو اور جس کی تعداد تین مرتبہ تک پہنچ گئی ہو تو اس تنحنح کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

اور نیز سورہ والضحیٰ کی قرأۃ اس طرح ہو کہ جس قدر الف مقصورہ سورہ مذکورہ میں واقع ہیں ان تمام کو یائے ساکنہ اور اس کی حرف ما قبل کو مکسور کر کے پڑھیں جیسا والضحی واللیل اذا سجی الی آخر السورة اور لفظ ربك وما قلی بضم قاف پڑھیں تو کیا یہ قرأت درست ہے اور اس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدر المختار و التنحنح بلا عذر الخ فلو لتحسین صوته الخ فلا فساد علی الصحیح الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسن صورت کے لئے تنحنح کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ تین

باریا کم وبیش ہو لا طلاق الروایۃ اور سورہ والضحٰی میں اس طرح قراءۃ کرنا جس طرح آپ نے لکھا ہے امالہ ہے اور عند القراء صحیح ہے اور اس کی اقسام اور کیفیات قراء سے دریافت کرنا چاہیئے وما قلی بضم قاف لحن ہے اور کوئی قراءۃ معلوم نہیں ہوتی قراء سے تحقیق بھی کرلیں امالہ سے وما قلی تو ہو جاوے گا لیکن قاف کے ضمہ کی کوئی وجہ نہیں اور معنی میں تبدل کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ اصل وقلاک ہے وما قلاک ہے کاف بوجہ رعایت فواصل حذف ہو گیا مطلب اوپر سے یہ ہے اور تم کو تمہارے رب نے اے محمد ﷺ نہیں چھوڑا اور نہ تم کو مبغوض رکھا پس جب کہ قلا کی جگہ قلی بضم قاف پڑھا گیا تو صیغہ مجہول کا ہو گیا اور اشکال یہ پیش آیا کہ ضمیر اگر رب کی طرف پھیری جاوے تو خلاف مقصود اور سیاق آیت کے مناسب نہیں اگرچہ مفسد صلاۃ بھی نہیں لا مکان احتمال تاویل الصحة اور اگر ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع کریں تو ما قبل وما بعد کے طرز کے خلاف ہے جیسا کہ ما قبل میں ما ودعك ربك مذکور ہے اور ما بعد میں والآخرة خير لك من الاولى الى آخر السورة سب میں خطاب ہے اور وما قلی ماضی مجہول غائب کا صیغہ ہوگا بہر حال اس کے غلط ہونے اور لحن ہونے میں کلام نہیں گو فساد نماز نہیں ہوا۔

امام کو ایسا شخص لقمہ دے جو شریک جماعت نہیں تو اس کا حکم

(سوال ۳۳۸) ایک روز نماز عشاء کی جماعت میں خادم دوسری رکعت میں شریک ہوا مگر امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کی اور دعا مانگی مگر اسی وقت ایک دوسرے مقتدی نے جو اپنی نماز امام کے ساتھ پوری کر چکا تھا مجھے جتلایا کہ تم کھڑے ہو کر نماز پوری کرو پس اگر اس حالت میں یہ عاصی کھڑا ہو کر نماز پوری کر لیتا تو نماز ہو جاتی یا نہیں اور جس صورت میں کہ میں نے ان کا کہنا نہیں مانا بلکہ از سر نو چار فرض ادا کئے تو یہ نماز ہو گئی یا نہیں میرے نہ ماننے کی یہ وجہ ہوئی کہ دل میں یہ خیال اور شبہ پیدا ہوا کہ خارج از نماز لقمہ دینے سے نماز فاسدہ ہو جاتی ہے ؟ بینوا توجروا

(الجواب) اگر اس شخص کے بتلانے کے بعد کچھ تامل کر کے خود یاد آجاتا کہ میری ایک رکعت بیشک رہی ہے اور اس بناء پر اٹھ کر ایک رکعت پوری کر کے نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا جاتا تو نماز ہو جاتی کیونکہ وہ امتثال غیر شخص کا نہیں ہے بلکہ جب کہ خود یاد آ گیا تو اسی کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہو گا۔ در مختار میں ہے حتى لو امتثل امر غيره فقيل له تقدم فتقدم او دخل فرجة الصف فوسع له فسدت بل يمكث ساعة ثم يتقدم برايه اور شامی میں عدم فساد کی تصحیح کی ہے۔ وقد مر عن الشر بنلالی عدم الفساد و تقدم تمام الكلام عليه الخ شامی جلد اول واللہ تعالیٰ اعلم

امام کو مقتدی لقمہ دے تو نماز فاسد نہیں ہوتی !

(سوال ۳۳۹) فرض نماز میں قراءۃ کے اندر مقتدی امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اپنے امام کو لقمہ دینا مطلقاً درست ہے یعنی اس سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو یا نہ پڑھ چکا ہو - بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقاً لفاتحٍ واخذٍ الخ درمختار - شامی میں ہے تتمه یکره ان یفتح من ساعة کما یکره للامام ان یلجئه الیه بل ینتقل الی اية اخریٰ - یعنی مقتدی کو مکروہ ہے کہ فوراً لقمہ دے بلکہ کچھ انتظار کرکے کہ امام خود نکال لے یا دوسری جگہ سے پڑھنے لگے اور اسی طرح امام کو یہ مکروہ ہے کہ وہ بارہا اس آیۃ کو لوٹا کر مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ اس کو چاہئیے کو دوسری آیۃ کی طرف منتقل ہو جاوے - واللہ تعالیٰ اعلم

مصلی اور قبر کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو تو نماز درست ہے

(سوال ۳۴۰) ایک مکان کے آگے قبر ہے درمیان میں دیوار حائل فاصل ہے اس میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اقول و بالله التوفیق صحیح ہے جب کہ مصلی اور قبر کے درمیان میں دیوار حائل ہے نماز بلا کراہت درست ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی القرأة

امام اعظمؒ کے مذہب پر جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورۃ کے وقت جہر بالتسمیہ جائز ہے یا نہیں

(سوال ۳۴۱) حضرت امام اعظم صاحبؒ کے مذہب پر نماز جہری میں تسمیہ بالجہر سورہ فاتحہ و ضم سورۃ کے ساتھ قرأۃ کرنا ہے یا نہیں اگر کوئی حنفی المذہب بسم اللہ بالجہر پڑھتا ہو تو اسکی نماز درست ہوگی یا نہیں اور موافق مذہب امام ابو حنیفہؒ کے ہے یا نہیں فقط - زید اپنے کو حنفی المذہب قرار دیتا ہے اور متبع شرع کہتا ہے بایں ہمہ اس کا یہ قول ہے کہ مفسرین اور محدثین اور فقہاء کا قول معتبر نہیں اور بسم اللہ بالجہر پڑھتا ہے آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے ؟

(الجواب) (جواب کسی اور عالم کا) قرأت میں قاری کی اتباع چاہئیے چونکہ قرأۃ متواتر ہے اور قرآن میں قاری کا قول معتبر ہے مفسر اور محدث اور فقیہ کا نہیں اس لئے حضرت امام اعظمؒ نے حضرت امام عاصمؒ سے قرأۃ سیکھی اور حضرت امام عاصمؒ بالجہر پڑھتے تھے اگر کوئی حنفی المذہب حضرت امام عاصمؒ کی قرأۃ کے موافق بروایت حضرت امام حفصؒ بسم اللہ بالجہر پڑھتا ہو تو وہ مصیب اور موافق تواتر کے اس کا عمل ہے اور امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے کہ بسم اللہ ہر سورۃ کی پہلی آیت ہے اس پر عمل کرنا عین مذہب حنفی ہے - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب -

(الجواب) (از حضرت مفتی صاحب دیوبند) مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا جہر نماز میں نہیں، پس نماز میں

اپنے فقہاء کے مذہب پر عمل کرے خارج عن الصلوٰۃ اختیار ہے خارج از صلاۃ اتباع اپنے امام کا قراء میں سے کرے-در مختار میں ہے-

و کما تعوذ سمی غیر الموتم بلفظ التسمیة الخ سراً و فی الشامی فی الکفایة عن المجتبی و الثالث انه یجهر بهما فی الصلوة عندنا خلافا الشافعی و فی خارج الصلوة اختلاف الروایات والمشائخ فی التعوذ والتسمیة قیل یخفی التعوذ دون التسمیة والصحیح انه یتخیر فیهما ولکن یتبع اماما من القراء وهم یجهرون بهما الاحمزة فانه یخفیها-شامی پس حنفی کو نماز میں خلاف اپنے امام مجتہد کا درست نہیں باقی رہا یہ کہ نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں سو نماز اس کے پیچھے صحیح ہے کیونکہ بسم اللہ سراً پڑھنا مسنون ہے جہر کرنے والا بسم اللہ کا تارک سنت ہے کذا فی الشامی - واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سورہ دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا

(سوال ۳۴۲) ایک سورت کا رکوع پڑھنا رکعت اول میں اور اسی سورت یا دوسری سورت کا رکوع پڑھنا دوسری رکعت میں یا دوسری پوری سورت کا پڑھنا دوسری رکعت میں یا ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا جائز ہے یا خلاف اولیٰ ؟

(الجواب) جواب اول یہ ہے کہ یہ سب خلاف استحباب ہے حنفیہ کے نزدیک مسنون و مستحب یہ ہے کہ پوری سورت ایک رکعت میں مفصل میں سے موافق ترتیب فقہاء کے پڑھے جو معروف ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے-قال فی الشامی لان السنة فی الحضر فی کل رکعةٍ سورة تامة کما یاتی و فیه بعد صفحة مع انهم صرحوا بان الافضل فی کل رکعة الفاتحه و سورة تامة - پس جزو سورت کا پڑھنا خلاف افضل و خلاف مستحب ہے جس کا مآل کراہۃ تنزیہی ہے نہ کراہۃ تحریمی-

نماز میں بعض آیات کی قراءت کے وقت ان کا جواب دینا!

(سوال ۳۴۳) غیر مقلد جو بعض آیات کے جواب دیتے ہیں مثلاً سورہ والتین کا جواب بلی و انا علی ذالك من الشاهدین – اور آخر سورہ اعلیٰ کا جواب بلیٰ سے دینا یہ نماز میں جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) آیات مذکور فی السوال کا جواب عند الحنفیہ نماز میں دینا جائز نہیں ہے نماز میں جواب نہ دینا چاہئے البتہ خارج نماز سے اگر کوئی آیات مذکورہ پڑھے تو جواب دینا مسنون و مستحب ہے اور حضور ﷺ سے اکثر یہ جوابات خارج صلوٰۃ ہی منقول ہیں نماز میں اگر کہیں وارد ہے تو وہ تعلیم کے لئے ہے یا ابتداء اسلام میں تھا جب تک کہ نماز میں زیادہ قیود نہ تھیں مثلاً باتیں کر لیتے تھے اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں جلدی پڑھ کر امام سے مل جاتے تھے وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ یہ امور ممنوع ہو گئے-

وقت قراءت ضاد کو مشابہ بالظاء یا بالدال پڑھنے کا حکم

(سوال ۳۴۴) حرف ضاد مشتبہ الصوت بالظاءہست یا بالدال چہ بعض علماء دین ایں حرف را محض بالدال تلفظ کنند وبعض دیگر بالظاء پس کدام راہ راجع الی الصواب ست - در علم تجوید و قراءت چہ فیصلہ شدہ است ہم در شرح شاطبی و تمہید فی علم التجوید للعلامہ الجزری مذکورست کہ ایں حرف مشتبہ الصوت و تشارکتہ فی السمع بالظاء ست و علیہ اکثر العلماء المتقدمین والمتاخرین حضرت امام اعظمؒ دریں باب ہیچ فرمودہ اند یانہ اکثر احناف بر کدام طریق و دریں باب للاکثر حکم الکل ثابت خواہد شدہ یانہ در فساد صلوٰۃ کدام مذہب اقرب و در کدام راہ رہائی عوام است ؟

(الجواب) دریں مسئلہ از امام ابو حنیفہ چیزے منقول نیست چرا کہ ایں مسئلہ فن تجوید است نہ مسئلہ فقہیہ پس دریں بارہ انچہ از قراء مشق کردہ باشد عمل کنند و حرف ضاد را از مخارج آں حتی الوسع ادا نمایند و آنچہ از قراء و علماء عرب و علماء حرمین شریفین مسموع می شود ضاد را مشتبہ الصوت بالدال المہملہ المفخمہ می خوانند تعلیط آں ہمہ علماء و قراء ہم سہل نیست فہم او بکار آورہ عمل کنند - والسلام علی من اتبع الہدیٰ واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ خلف الامام کا حکم

(سوال ۳۴۵) ایک مولوی صاحب افغانستان کے یہاں پر آئے وہ کہتے ہیں کہ قاری فاتحہ خلف الامام کافر ہے ؟

(الجواب) امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنی چاہیئے ناجائز ہے اور یہی مقتضیٰ آیہ قرآنیہ واذا قُرئ القران فاستمعو اله وانصتوا - اوراحادیث صریحہ صحیحہ واذا قراء فانصتوا وغیرہ کا ہے بایں ہمہ فاتحہ پڑھنے والے کو کافر و مرتد کہنا سخت جہالت اور گمراہی ہے کہنے والے کے کفر کا خوف ہے توبہ کرے یہ مسئلہ ائمہ دین میں مختلف فیہ ہے شافعیؒ وجوب قراءۃ خلف الامام کے قائل ہیں پس تکفیر میں کہنے والے کے کفر کا خوف ہے - اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے محفوظ رکھے - واللہ تعالیٰ اعلم

قراءۃ خلف الامام اور آمین بالجہر کا حکم

(سوال ۳۴۶) قراءت خلف الامام کی جو احادیث صحاح میں اکثر وارد ہیں یہ احادیث منسوخ ہیں یا نہیں - یہ بھی مفصل تحریر فرمادیں کہ اصول حدیث میں کس مرتبہ کی حدیث صحیح حدیث کی ناسخ بن سکتی ہے اور سند اس امر کی آیت واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون نماز ہی میں نازل ہوئی ہے مع احادیث معتبرہ کے اور اقوال صحابہ کرام کے تحریر فرمایئے کہ اطمینان ہووے غیر مقلدین سوائے صحیحین کی احادیث کے دوسری صحاح و مسندات کتب حدیث کو نہیں مانتے ہیں ہر جگہ صحیحین کی حدیث طلب کرتے ہیں پس یہ بھی تشریح فرمادیں سوائے صحیحین کے دوسری کتاب حدیث میں بھی صحیح

حدیثیں موجود ہیں کہ جن کو بخاری و مسلم نے تخریج نہیں کیا اور منسوخیت حدیث آمین بالجہر کی نسبت بھی یہی خیال ہے کہ کن احادیث سے حدیث آمین بالجہر منسوخ ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

(الجواب) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - قرأت خلف الامام میں اختلاف ائمہ ہے امام اعظمؒ اور ان کی اتباع و موافقین عدم وجوب و عدم جواز قرأۃ خلف الامام کے قائل ہیں دلیل امام اعظمؒ کی آیت قرآنیہ واذا قرئ القرآن فاستمعو اله وانصتوا- اور حدیث صحیح مسلم واذا قرئ فانصتوا وحدیث من کان له امام الحدیث اور شامی میں خزائن سے منقول ہے-و فی الکافی و منع الموتم من القراء ة ما ثور عن ثما نین نفراً من کبار الصحابة المرتضٰی والعبادلة و قددوّن فی الحدیث اسامیهم -

اور دربارہ نزول آیۃ قرآنیہ واذا قرئ القرآن الأیة - فتح القدیر میں منقول ہے-و خرج ابو الشیخ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ هذه الایة، نزلت فی صلوٰة الجمعة و فی العیدین قال محی السنة والا ولی انها فی القراء ة فی الصلوٰة لان الایة مکیة والجمعة وجبت بالمدینة وهذا قول الحسن والزهدی والنخعی و اخرج البیهقی عن احمد انه قال اجمع الناس علی ان هذه الایة فی الصلوٰة واخرج ابن مردویه فی تفسیره عن معاویة بن قراء ت قال سألت بعض اشیا خنا من اصحاب رسول اللہ ﷺ واحسبه قال عبدالله بن المغفلؓ کل من سمع القرآن وجب الانصات والا ستماع قال انما نزلت هذه الایة فی القراء ة خلف الامام - کذا فی فتح القدیر - اور آمین بالجہر یا سر دونوں حدیث سے ثابت ہیں امام ابو حنیفہؒ نے آیت ادعو اربکم تضرعاً و خفیة سے حدیث اخفا کو ترجیح دی ہے-جیسا کہ شرح منیہ میں ہے-

و یخفونها ای و یخفی الامام والمقتدیؒ آمین لقول ابن مسعودؓ اربع یخفیهن الامام التعوذ والتسمیة و امین و ربنا لك الحمد وهذه الاربعة رواها ابن ابی شیبة عن ابراهیم النخعی وقد اخرجه احمد والزیلعی والطبرانی والدار قطنی والحاکم فی المستدرك من حدیث شعبة عن سلمة بن کهیل عن حجر بن العنبس عن علقمة بن وائل عن ابیه انه صلی مع رسول الله ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین واخفی بها صوته وقال الشافعی واحمدؒ یجهر الامام والماموم لماروی ابن ماجة کان علیه الصلوٰة والسلام اذاتلا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین، حتی یسمع من فی الصف الاول فیر تج المسجد قلنا تعارض روایتا الجهر والا خفاء فی فعله فیرجح الاخفاء باشارة قوله فان الامام یقولها و بانه الاصل فی الدعاء و امین دعاء فان معناه استجب انتهٰی -والله تعالٰی اعلم

ایک مسئلہ متعلقہ قرأت

(سوال ۳۴۷) ایک شخص سمع الله لمن حمده کو اس طرح پڑھتا ہے کہ لیمن مسموع ہوتا ہے آیا صحیح

ہے یا غلط؟
(الجواب) اس طرح پڑھنا اس شخص کا باعتبار قرأۃ کے غلط ہے صحیح نہیں ہے قرأۃ کے قاعدہ میں یہ ہے کہ ضمہ اور کسرہ میں صرف کچھ بو واؤ اور یاء کی آجاوے نہ یہ کہ صریح واؤ اور یاء یعنی هو لیمن پڑھا جاوے بالکل غلط ہے چاہئیے کہ وہ امام سمع الله لمن حمده پڑھیں اور ایسی قراءۃ سے معاف رکھیں۔

نماز میں خلاف ترتیب سورتیں پڑھنا

(سوال ۳۴۸) فرضوں کی پہلی رکعت میں قل هو الله اور دوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھی جاوے تو جائز ہے یا مکروہ اور تراویح کی پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس اور دوسری میں سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھنا کیسا ہے۔اور پہلی رکعت میں غلطی سے سولھویں پارہ کا رکوع پڑھا اور دوسری میں پندرھویں پارہ کا رکوع پڑھا یہ صورت مکروہ ہے یا کیا؟
(الجواب) پہلی رکعت فرض میں قل هو الله اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الفلق پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں ہے اسی طرح تراویح میں پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس اور دوسری رکعت میں اول سورہ بقرہ سے چند آیات پڑھنا جائز ہے اور سہواً اگر پہلی رکعت میں سولھویں پارہ کا رکوع اور دوسری رکعت میں پندرھویں پارہ کا رکوع پڑھا گیا تو اس میں بھی کچھ کراہت نہیں ہے البتہ فرضوں میں قصداً ایسا نہ کرنا چاہئیے کہ مکروہ ہے بھول کر ہوا تو حرج نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کی دو رکعتوں میں قراءت کا حکم

(سوال ۳۴۹) نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں زیادہ قراءت مکروہ ہے یہ بحساب آیتوں کے ہے یا بحساب حروف یا بحساب کلمات کے؟
(الجواب) اگر آیتیں برابر یا قریب برابر کے ہیں تو عدد آیات کا اعتبار ہے کہ دوسری رکعت کی قرأت تین آیات سے زیادہ نہ ہو اور اگر آیات متفاوت ہوں طول و قصر میں تو حروف و کلمات کا اعتبار ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے

(سوال ۳۵۰) عشاء یا صبح کی نماز میں امام نے ایک رکعت میں دو سورۃ پڑھی تو کچھ کراہت تو نماز میں نہیں آئی؟
(الجواب) ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔ نماز ہو جاتی ہے اور خلاف اولیٰ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔قال فی الشامی وذکر شیخ الاسلام لا ینبغی له ان یفعل علی ما هو ظاهر الروایة و شرح المنیة الاولی ان لا یفعل فی الفروض ولو فعل لا یکره ای لا یکره تحریماً — واللہ تعالیٰ اعلم

الحمد اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا حکم

(سوال ۳۵۱) الحمد اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنی چاہئیے یا نہیں ؟

(الجواب) شامی نے فرمایا کہ ابن ہمام وغیرہ نے مابین الحمد اور سورۃ کے بسم اللہ پڑھنے کو راجح کہا ہے اس وجہ سے کہ بسم اللہ کے جزو سورۃ ہونے میں اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا حکم

(سوال ۳۵۲) نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت کے قبل بسم اللہ پڑھنی چاہئیے یا نہیں اگر پڑھی جائے تو سراً یا جہراً ؟

(الجواب) عبارت در مختار یہ ہے لا تسن بین الفاتحۃ السورۃ مطلقاً ولو سریۃ و لا تکرہ اتفاقاً الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائے سورۃ میں بسم اللہ پڑھنا نہ مسنون ہے اور نہ مکروہ اور محققین نے اسکو راجح فرمایا ہے کہ پڑھنا بہتر اور مستحب ہے شامی میں ہے۔ ولذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بان ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سراً و جھراً کان حسناً عند ابی حنیفہ و رجحہ المحقق ابن الھمام الخ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سورۃ پڑھنا بھول جائے تو رکوع سے لوٹ کر سورت پڑھے

(سوال ۳۵۳) ایک شخص نماز میں الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا سورۃ پڑھنی بھول گیا رکوع میں یاد آیا تو اب وہ شخص کیا کرے قراءۃ سورۃ کے لئے لوٹے یا کیا کرے اور اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) قرأۃ سورۃ کے لئے لوٹے اور سورۃ پڑھ کر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے بسبب ترک سورۃ کے جو واجب ہے تب بھی نماز اس کی ہو جاتی ہے۔ ھکذا فی الدر المختار والشامی. واللہ تعالیٰ اعلم

سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تحقیق

(سوال ۳۵۴) امام عاصمؒ کے نزدیک بسم اللہ قرآن مجید کا جزو ہے یا نہیں اگر ہے تو فرضوں و نوافل میں امام و منفرد کو ہر سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ؟ امام عاصمؒ کی تقلید اس مسئلہ میں کرنی ہوگی یا نہیں۔ تراویح میں بسم اللہ جہراً پڑھنا ہر سورت کے شروع میں ضروری ہے یا نہیں ؟

(الجواب) حنفیوں کو بسم اللہ کے بارے میں اپنے فقہاء مذہب کا اتباع ضروری ہے امام ابو حنیفہؒ بسم اللہ کے جہر کو منع فرماتے ہیں آہستہ پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں پس حنفیوں کو چاہئیے کہ الحمد اور سورت سے پہلے بسم اللہ سنت سمجھ کر پڑھیں لیکن آہستہ پڑھیں اس بارے میں امام عاصمؒ کا اتباع نہ کریں یعنی بسم اللہ کو جہر سے نہ پڑھیں خواہ نوافل و تراویح ہوں یا فرض۔ ھکذا فی الدر المختار وغیرہ۔

عورت تراویح میں اپنے محرموں کے سامنے جہراً قراءت کرے تو کیا حکم ہے

(سوال ۳۵۵) عورت حافظ اگر نماز نفل یا تراویح میں قراءۃ بالجہر مکان کے اندر پڑھے اور اس مکان میں سوائے شوہر و دیگر محارم کے دوسرا شخص نہ ہو تو جہر بالقراۃ نماز میں اسکو جائز ہوگا یا نہیں نماز اس کی صحیح ہوگی یا فاسد؟

(الجواب) جو عورت حافظ قرآن ہو نماز میں جہر نہیں کر سکتی اس واسطے کہ کلام عورت عند البعض عورت ہے-شامی جلد اول

سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا

(سوال ۳۵٦) نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد اور سورۃ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا چاہئیے یا نہیں اگر پڑھی جائے تو سراً یا جہراً صاحب ہدایہ تسمیہ کو ابتداء سورۃ میں منع کرتے ہیں اور صاحب در مختار مستحب کہتے ہیں ان دونوں میں سے کون صحیح اور قابل عمل ہے اور دوسرے کا کیا جواب اور نیز فاتحہ کے ابتداء میں تسمیہ کا حکم اس کے موافق ہے یا مخالف ہے تو کیوں؟

(الجواب) عبارت در مختار یہ ہے-ولا تسن بین الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سریةً ولا تکرہ اتفاقا الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء سورۃ میں بسم اللہ پڑھنا نہ مسنون ہے اور نہ مکروہ ہے اور محققین نے یہ راجح فرمایا ہے کہ پڑھنا بہتر ہے اور مستحب ہے شامی میں ہے-ولذا صرح فی الذخیرة والمجتبی انه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروء ة سراًو جهراً کان حسناً عند ابی حنیفة و رجحه المحقق ابن الهمام الخ – واللہ تعالیٰ اعلم

حرف ضاد کی تحقیق اور جواز نماز کا حکم

(سوال ۳۵۷) ولا الظالین اور غیر المغضوب علیهم پڑھنا کیسا ہے اور ولاالظالین پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) ضاد کو بالقصد ظاء پڑھنا ممنوع ہے یہاں تک کہ بعض روایات میں بعض مواقع میں اس پر حکم کفر کا منقول ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ہے-و فی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او یقرء اصحاب الجنة مکان اصحاب النار او علی العکس فقال لا یجوز امامة ولو تعمد یکفروا اما کون تعمده کفراً فلا کلامه فیه اذا لم یکن فیه لغتان ففی ضنین الخلاف شامی واما تبدیل الظاء مکان الضاد ففیه تفصیل الخ . فقہ اکبر ص ۲۰۵ فصل فی القرأ ة والصلوة– بہر حال قصداً ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کی ممانعت اس سے بخوبی ثابت ہوتی ہے باقی یہ کہ ولاالظالین پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں سو صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے مگر احتیاط لازم ہے شرح منیہ -فان لم یکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء فقد

اختلفوا فاکثرھم علی عدم الفساد لعموم البلوی- واللہ تعالیٰ اعلم

چند آیتیں قرأت میں ترک ہو گئیں اس کا حکم

(سوال ۳۵۸) صبح کی نماز میں امام نے سورہ مزمل پڑھی اور آیۃ مندرجہ ذیل سہواً چھوٹ گئی ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً- اقتداء میں دو عالم بھی تھے ایک کی رائے یہ ہے کہ چونکہ تین آیۃ سے زائد تلاوت و قرأت ہو چکی تھی نماز صحیح ہوئی اور ترک ترتیب سے سجدہ سہو واجب ہوگا آیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں اور اس صورت میں مقدار قراءت فرض و واجب ادا ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں نماز ہو گئی اور سجدہ سہو لازم نہیں ہوا اور کچھ کراہت نماز میں نہیں ہوئی مقدار فرض و واجب قراءۃ سب ادا ہو چکی ہے- ان ھذہ تذکرۃ تا سبیلاً. جملہ مستقلہ ہے رہ جانے سے معنی میں کچھ تغیر نہیں ہوا اور قبل مابعد میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا- واللہ تعالیٰ اعلم

امام نے بجائے لحافظون کے لنافظون پڑھا تو نماز ہو گئی

(سوال ۳۵۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ امام نے نماز کی پہلی رکعت میں مقدار دس آیات کے بعد سہواً بجائے لحافظون کی لنافظون پڑھا ہے اس صورت میں نماز فاسد ہو گئی یا نہیں؟

(الجواب) نماز ہو گئی- واللہ تعالیٰ اعلم

امام کو قراءت میں سہو ہو جائے تو امام و مقتدی کیا کریں؟

(سوال ۳۶۰) ایک امام کو بعد قرأت ما تجو زبہ الصلوٰۃ کے قرأۃ بھول گئی، اور اس انتظار میں کہ کوئی مقتدی لقمہ دے گا اس آیت کو مکرر پڑھتا رہا اس حالت میں ایک مقتدی نے اللہ اکبر کہا تاکہ امام رکوع میں چلا جاوے چنانچہ امام بھی فوراً رکوع میں چلا گیا اس صورت میں اولاً کیا کرنا تھا؟

(الجواب) اقول و باللہ التوفیق یہ تو صحیح ہے کہ امام کو بصورت مسئولہ بار بار پڑھنا اور مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرنا چاہیئے تھا کہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ مقتدی کو فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے- فی الشامی یکرہ ان یفتتح من ساعۃ کما یکرہ للامام ان یلجیہ الیہ بل ینتقل الی ایۃ اخریٰ الخ

لیکن حکم فساد صلوٰۃ کرنا اور بدعت سیئہ اس کو کہنا صحیح نہیں ہے امام کے متنبہ کرنے کو سبحان اللہ کہنا مقتدی کا نص میں وارد ہے اور فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے پس اس وجہ سے نماز کو فاسد کہنا صحیح نہیں ہے شامی میں ہے- واحترز بقصد الجواب عما لو سبح لمن استاذ نہ فی الدخول علی قصد اعلامہ انہ فی الصلوٰۃ کما یأتی او سبح لتنبہ اما مہ فانہ وان لزم تغییرہ بالنیۃ عندھما الا انہ خارج عن القیاس بالحدیث الصحیح اذا نابت احدکم نائبۃ وھو فی الصلوٰۃ فلیسبح الخ شامی جلد اول واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الوتر
وتر کے متعلق

(سوال ۳۶۱) زید نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی اب وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں زید کا قول ہے کہ شامی میں لکھا ہے کہ وہ شخص وتر کو جماعت سے نہ پڑھے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں شامی میں بیشک ایسا ہی نقل فرمایا ہے جیسا کہ مجیب اول زید نے نقل فرمایا لیکن طحطاوی نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے- حیث قال قوله فليراجع قضية التعليل فى المسئلة السابقة لقولهم لانها تبع ان يصلى الوتر بجماعة فى هذه الصورة لانه ليس تبع للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى حلبى طحطاوى- واللہ تعالیٰ اعلم

وتر نماز میں ہاتھ اٹھانے کی دلیل

(سوال ۳۶۲) وتر کی نماز میں جب قنوت پڑھتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنے کی کیا وجہ ہے؟

(الجواب) وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھانے کی یہ وجہ ہے کہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ میں ایسا ہی وارد ہوا ہے- باب تكبير القنوت و رفع اليدين حدثنا عبدالسلام بن حرب عن ليث عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابيه ان عبدالرحمن مسعودؓ كان اذا فرغ من القراء ة كبر ثم قنت فاذا فرغ من القنوت كبر ثم ركع و مثله عن البراء حدثنا عبدالرحمن بن محمد المحاربى عن ليث عن الاسود عن ابيه عبدالله انه، كان يرفع يديه اذا قنت فى الوتر مصنف ابى بكر بن شيبه — واللہ تعالیٰ اعلم

فرض عشاء بلا جماعت پڑھنے والا وتر بجماعت پڑھ سکتا ہے؟

(سوال ۳۶۳) جس شخص نے رمضان شریف میں فرض عشاء بلا جماعت تنہا پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس مسئلہ میں شامی اور طحطاوی کا فتوای مختلف نظر آتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

(الجواب) علامہ شامی نے بیشک قہستانی سے ایسا ہی نقل کیا ہے کہ جس نے فرض امام کے پیچھے نہیں پڑھے وہ وتر بھی اس کے ساتھ نہ پڑھے یعنی جماعت سے وتر نہ پڑھے غایۃ الاوطار میں بھی شامی سے اس طرح نقل کیا ہے لیکن علامہ طحطاوی کی عبارت سے جواز معلوم ہوتا ہے اور وہی قرین قیاس ہے اس لئے ہمارے حضرات اکابر کا فتوای جواز کا ہے عبارت طحطاوی بذیل عبارت در مختار- بقى لو تركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع یہ ہے قضية التعليل فى المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان يصلى الوتر

بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالی انتهی حلبی. علامہ شامی نے اس مسئلہ میں بھی اس کا خلاف فرمایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں- قوله بقی الذی یظهران جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وان کان الوتر نفسه اصلاً فی ذاته لان سنة الجماعة فی الوتر انماعرفت بالا ثر. تابعة للتراویح علی انهم اختلفوا فی افضلیة صلا تها بالجماعة بعد التراویح کما یاتی. علامہ طحطاوی نے جو حلبی سے نقل فرمایا ہے لانه لیس تبع التراویح ولا للعشاء عند الامام یہ حسب قواعد بالکل مسلم ہے پس جیسا کہ تراویح کو جماعت سے پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے اسی طرح فرض کو تنہا پڑھنے والا بھی وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے حضرت مولانا محمد یعقوب قدس سرہ سے سنا ہوا یاد ہے کہ فرض کو تنہا پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے اور طحطاوی کی عبارت سے استدلال فرماتے تھے اسی طرح حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ بھی اس کو جائز فرماتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم

وتر با جماعت پڑھنے کا حکم!

(سوال ۳٦٤) اگر نماز تہجد بعد نماز فرض عشاء مابین سنت و وتر کے ادا کرے بارہ رکعت یا آٹھ یا دس یا چھ یا چار اور اکثر آدمی شوقین نماز تہجد کے ہوں تو اگر اس نماز کو جماعت سے ادا کرے یا اخیر شب میں جماعت سے پڑھ لے تو کچھ حرج یا کچھ گناہ تو نہیں سنا گیا ہے معتبر ذرائع سے کہ جناب مولانا گنگوہیؒ نے کہیں لکھا ہے کہ اگر اس نماز کو جماعت سے پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مستحبات میں سے ہے؟

(الجواب) بعض احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد نماز عشاء قبل النوم اگر نوافل تہجد پڑھ لی جاویں تو ثواب تہجد کا حاصل ہوتا ہے شامی میں ہے وهذا یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم- اور جماعت سے ادا کرنا تہجد کا مکروہ ہے اگر بتداعی ہو- درمختار میں ہے ای یکره ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کی طرف نسبت کرنا جماعت تہجد کے جواز کو صحیح نہیں ہے حضرت مولانا اس سے منع ہی فرماتے تھے-

سنتیں بعد جمعہ کتنی ہیں؟

(سوال ۳٦٥) جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں اور احتیاط الظہر سنت ہے یا نہیں؟

(الجواب) جمعہ کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ چھ رکعت سنت ہیں اول چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت- کما فی شرح المنیه و عند ابی یوسف رحمه الله السنة بعد الجمعة ست رکعات وهو مروی عن علیؓ والا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین - اور احتیاط الظہر کی چار رکعت بعد جمعہ کے صحیح قول کے موافق نہیں جیسا کہ درمختار میں صاحب بحر کا فتویٰ نقل فرمایا ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی السنن والنوافل

نماز عید کے بعد نفل باجماعت پڑھنا بدعت ہے

(سوال ۳٦٦) نفل باجماعت جائز ہے یا نہیں میں نے ایک کتاب میں یہ عبارت پڑھی ہے از مخدوم جہانیاں در جامع العلوم است کہ ایشاں بعد از نماز عید چہار رکعت نماز بالامامت نمودند سلطان فیروز شاہ علماء دراں بودند، علمایان گفتند نماز نفل باجماعت نزد امام ابو حنیفہؒ مکروہ است می آرد کہ ایشاروی مبارک بہ بادشاہ آوردند و فرمودند کہ در کتاب کافی است یجوز للمؤمنین ان یعمل فی العبادات علی مذھب غیرہ و فی المعاملات لا یجوز و التطوع بالجماعۃ یجوز عند الشافعی- علمایان بقول ایشاں اعتراف نمودند؟ بینوا توجروا

(الجواب) نفل باجماعت نہ پڑھنی چاہئیے کہ صحیح یہی ہے کہ جماعت نفل بتداعی مکروہ ہے اور تفسیر تداعی کی یہ ہے کہ چار مقتدی جماعت میں ہوں یہ باتفاق مکروہ ہے اور تین مقتدی ہوں تو اس میں خلاف ہے اور ایک یا دو مقتدی ہوں تو کراہت نہیں- کذا فی الشامی الحاصل چھوڑنا اس جماعت نفل کا جو بعد عید ہوتی تھی ضروری ہے اب جب کہ چھوٹ گئی ہے تو ہرگز پھر جاری کرنی نہ چاہئیے ورنہ بدعت کے جاری کرنے کا گناہ گار ہوگا کما جاء فی الحدیث اور جو عبارت جامع العلوم کے مخدوم جہانیاں کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ حجت نہیں ہے اس سے استدلال نہ کرنا چاہئیے-

صبح کی جماعت کے وقت سنتیں پڑھنا!

(سوال ۳٦۷) اگر صبح کی جماعت کھڑی ہو جائے تو صف کے پیچھے سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوں یا بغیر سنت پڑھے جماعت میں شامل ہو جائے؟

(الجواب) صبح کی سنتوں کی تاکید بہت زیادہ ہے اس لئے حنفیہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر فرضوں کا تشہد بھی مل سکے تو سنت ادا کرلیوے -الا سنۃ الفجر ان لم یخف فوت جماعتھا، ولو بادراك التشھد- درمختار

علامہ شامی نے امام طحاوی وغیرہ سے نقل فرمایا ہے عن ابن مسعودؓ انہ دخل المسجد واقیمت الصلوٰۃ فصلی رکعتی الفجر فی المسجد الی اسطوانۃٍ وذلك بمحضر حذیفۃ وابی موسیٰ و مثلہ عن عمرؓ و ابی درداء و ابن عباس و ابن عمر الخ (شامی صفحہ ۲۵۳ جلد۱)

پس ہم لوگوں کا اور ہمارے اکابر کا بھی یہی مسلک ہے کہ حتی الوسع سنتوں کو ترک نہ کرے اگر تکبیر جماعت فرض کی ہو جاوے علیحدہ ہو کر کسی علیحدہ جگہ میں یا باہر کے فرش پر سنت صبح کی ایک طرف کو ادا کرلیوے پھر جماعت میں شامل ہو جاوے-

صبح کی سنتیں فوت ہو جائیں تو ان کی قضاء کا کیا طریقہ ہے!

(سوال ۳۶۸) صبح کی سنتیں فوت ہو جاویں تو ان کو کس طرح قضا کرے؟

(الجواب) زوال سے پہلے پہلے سنت صبح کی فرض کے ساتھ ساتھ قضاء کرنا چاہئیے-بعد زوال کے نہیں- قال فی الدر المختار ولا یقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده - اور اگر تنہا سنت فوت ہو جاوے تو اس کی قضاء نہیں ہے مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے پڑھ لے تو اچھا ہے-

فرض نماز کے بعد اور درود و وظائف کی وجہ سے سنت میں تاخیر کرنے کا حکم

(سوال ۳۶۹) نماز فرض کے بعد اوراد کی وجہ سے سنت میں تاخیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) تاخیر سنت بعد فرض بسبب اوراد جائز ہے۔ کما اختاره الکمال و مشائخنا علیه واللہ تعالیٰ اعلم

اگر نمازی کو آخر شب میں بیدار ہونے کا اطمینان نہ ہو
تو بعد عشاء قبل الوتر صلوٰۃ تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں

(سوال ۳۷۰) اگر کوئی شخص پچھلے پہر نماز تہجد کے لئے بیدار نہ ہونے کے خوف سے عشاء کے وقت قبل نماز وتر تہجد ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کیا نیت کرے؟

(الجواب) یہ جائز ہے اور نیت نفل کی کرے-شامی میں ہے -وهذا یفید ان هذه السنة تتادی بالنفل بعد صلوٰة العشاء قبل النوم الخ قلت و قد صرح بذلك فی الحلیة - واللہ تعالیٰ اعلم

فرض اور سنت کے درمیان دنیاوی باتیں کرنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے

(سوال ۳۷۱) هل الکلام الدنیوی بین السنة التی قبل الظهر والتی قبل الفجرو بین فرضیهما مفسد للسنة ام موجب لا نحطاط ثواب السنة ام لا وایضاً الا کل والشرب؟

(الجواب) موجب لنقص الثواب لا مفسد لها قال فی الدر المختار ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها- واللہ تعالیٰ اعلم

فرض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل مکروہ ہے!

(سوال ۳۷۲) فرض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ سے پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرض مغرب سے پہلے دو رکعت نفل مکروہ ہیں کیونکہ اس میں تاخیر فرض مغرب لازم آتی ہے- شامی میں ہے-وروی محمد عن ابی حنیفه عن حماد انه سئل ابراهیم النخعی من الصلوٰة قبل المغرب قال فنهٰی عنها وقال رسول اللہ ﷺ و ابوبکر و عمر لم یکونو ا یصلونها الخ ثم اجاب

عما ورد من فعل بعض الصحابة و من امره رسول اللہ ﷺ بصلاتها لا نه اذا اتفق الناس علی ترك العمل بالحديث المرفوع لا يجوز العمل به لانه دليل ضعفه الخ شامی

ظہر کی ابتدائی سنتیں رہ جائیں تو کس وقت قضاء کرے ؟

(سوال ۳۷۳) جو شخص امام کے ساتھ فرض ظہر میں شریک ہو اور سنت رہ گئی ہو تو سنت رباعی کی قضاء بعد فرض کے ہے معاً یا سنت ثنائی پڑھ کر اگر اختلاف فقہاء ہے تو اولیٰ اور ارجح اور اقوی اس میں کیا ہے۔ قضائے سنت رباعی بعد ادائے فرض ظہر معاً یا سنت ثنائی بعد ظہر کے پڑھ کر سنت رباعی قضا کرے ؟

(الجواب) جو شخص امام کے ساتھ شامل ہوا فرض ظہر میں تو چار رکعت سنت پہلے پڑھے اور دو رکعت بعد کو مگر فتح القدیر نے عکس کو ترجیح دی ہے پس اختیار ہے جو کرے درست ہے اور راجح دو رکعت کو مقدم کرنا ہے۔ ثم ياتی بها فی وقته قبل شفعه عند محمد و به يفتی اقول و عليه المتون لكن رجح فی الفتح تقديم الركعتين۔ كذافی الشامی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی سنت فرض سے پہلے نہیں پڑھی تو کس وقت پڑھے

(سوال ۳۷۴) ایک شخص نے سنت فجر کی نہیں پڑھی اور جماعت میں شریک ہو گیا تو بعد جماعت کے فوراً اسی وقت سنت پڑھے۔ یا بعد طلوع آفتاب کے ؟

(الجواب) بعد فرض کے اسی وقت سنت نہ پڑھے بلکہ بعد آفتاب کے طلوع اور بلند ہونے کے اگر چاہے پڑھے۔ قال فی الشامی واما اذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالا جماع لكراهة النفل قبل الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذالك عندهما وقال محمد احب الی ان يقضيها الی الزوال الخ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز کی جگہ سے ہٹ کر نفل و سنت پڑھنا!

(سوال ۳۷۵) احادیث سے فرضوں کے بعد جگہ بدل کر سنت نفل پڑھنا مسجد میں ثابت ہے یا نہیں بعد فرضوں کی جگہ بدل کر سنت نفل پڑھنا جو مسنون ہے یہ صرف مسجد کے لئے ہے یا گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لئے بھی یہ مسنون ہے ؟

(الجواب) قال فی رد المحتار و فی الجوهرة و يكره للامام التنفل فی مكانه لا للموتم و قيل يستحب كسر الصفوف و فی الخانيه يستحب للامام التحول ليمين القبلة الخ ۔ و فی رد المحتار قوله لا للموتم و مثله المنفرد لما فی المنية و شرحها اما المقتدی و المنفرد فا نهما ان لبثا او قاما الی التطوع فی مكانهما الذی صليا فيه المكتوبة جازو والا حسن ان يتطوعا فی مكان اخر الخ ۔ قوله و قيل يستحب كسر الصفوف ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل

فی الصلوٰۃ البعید عن الامام ذکرہ فی البدائع والذخیرۃ عن محمد و نص فی المحیط علی انہ السنۃ کما فی الحلیہ الخ شامی- ان عبارات سے واضح ہے کہ عندالحنفیہ بھی کسر صفوف اور آگے پیچھے ہٹ کر سنت و نفل پڑھنا مستحب ہے اور شامی کی عبارت سے جو منفرد کے بارے میں ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکان میں نماز پڑھنے کے لئے بھی تطوع فی مکان آخر بہتر ہے-

عشاء کے بعد کی نفلیں

(سوال ۳۷۶) بعد نماز عشاء یعنی بعد فرض ودو سنت کے جو دو نفل پڑھتے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں یا نہیں؟

(الجواب) دو سنت مؤکدہ عشاء کے بعد دو یا چار نفل پڑھنا قبل الوتر مستحب ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے-قالت ما صلی رسول اللہ ﷺ العشاء قط فدخل علی الاصلی اربع رکعات اور ست رکعات (رواہ ابو داؤد) واللہ تعالیٰ اعلم

صبح کی سنتوں کی قضاء کا حکم

(سوال ۳۷۷) صبح کی سنت قبل طلوع آفتاب بعد جماعت کے پڑھنا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو ظہر کی سنت قبلیہ بھی نہ پڑھنی چاہیئے؟

(الجواب) بعد فرض صبح کے قبل طلوع آفتاب سنتیں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی ممانعت حدیث شریف میں آگئی ہے بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ مروی ہے قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تر تفع الشمس ولا صلاۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس اس حدیث سے بعد صبح اور بعد عصر نوافل و سنن کی ممانعت معلوم ہوئی اور ظہر کے بعد ممانعت نہیں آئی لہذا ظہر کی سنتیں پہلے اگر رہ جائیں تو بعد فرضوں کے ان کو پڑھ لیوے اور فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں۔ولا یقضیھا الا بطریق التبعیۃ لقضہاء فرضھا قبل الزوال لا بعدہ بخلاف سنۃ الظھر درمختار – و فی الشامی واما اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالا جماع لکراھۃ النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال الخ – واللہ تعالیٰ اعلم

سنت فجر قضاء ہو جائے تو طلوع کے بعد قضاء کرنا مستحب ہے

(سوال ۳۷۸) جو شخص فجر کی جماعت میں شامل ہو گیا اور سنتیں نہیں پڑھیں وہ بعد فرض کے سنت پڑھے یا سورج نکلنے کے بعد پڑھے؟

(الجواب) وہ شخص بعد فرض کے آفتاب نکلنے سے پہلے سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ ہے اگر چاہے آفتاب نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لیوے یہ بہتر ہے-کما فی الشامی واما اذا فاتت وحدھا فلا تقضی

قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذالك عندھما وقال محمدؒ احب الی ان یقضیھا الی الزوال الخ شامی ص ٤٨٢ جلد اول۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جماعت صبح کھڑی ہونے کے بعد سنت فجر کی کس جگہ پڑھے

(سوال ۳۷۹) اقامت کے بعد سنتیں فجر کی کب تک پڑھ سکتا ہے اگر سنت نہ پڑھی اور شریک جماعت ہوگیا تو پھر کس وقت سنت پڑھنا چاہیئے اور بعد اقامت کے کس جگہ سنت پڑھے؟

(الجواب) صبح کے فرضوں کی تکبیر ہونے کے بعد بھی سنتیں صبح کی پڑھنی چاہیئے لیکن اس جگہ نہ پڑھے جس جگہ فرض ہورہے ہوں بلکہ اگر جماعت اندر مسجد کے ہے تو باہر فرش پر بلکہ علیحدہ فرش سے اگر کوئی جگہ ہو تو وہاں سنتیں پڑھ کر شامل جماعت فرض میں ہو جاوے اگر ایک رکعت فرض کے ملنے کی بھی امید ہے تب بھی سنتیں پڑھ لے اور بعض نے فرمایا ہے کہ التحیات مل جاوے تب بھی پڑھے بہر حال چونکہ تاکید صبح کی سنتوں کی زیادہ ہے اس لئے ان کو نہ چھوڑے لیکن اسی جگہ نہ پڑھے جس جگہ جماعت فرض کی ہورہی ہے اور اس بارے میں آثار صحابہؓ موجود ہیں اور تحقیق اس کی شرح منیہ میں ہے اور اگر سنتیں نہ پڑھی، اور امام کے ساتھ شریک ہوگیا تو بعد فرض کے قبل طلوع شمس سنتیں نہ پڑھے بعد آفتاب نکلنے کے اور بلند ہونے کے اگر پڑھے اختیار ہے کیونکہ اب وہ نفل ہیں چاہے پڑھے نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صبح کی سنتوں کے بعد ذرا لیٹنا کیسا ہے؟

(سوال ۳۸۰) صبح کی سنت کے بعد ذرا لیٹنا کیسا ہے؟

(الجواب) جس طرح آنحضرت ﷺ نے کیا اگر اس طرح کرے تو بیشک موجب ثواب ہے یعنی تہجد پڑھ کر چونکہ کچھ ماندگی ہوتی ہے تو اس لئے آنحضرت ﷺ کبھی بعد سنت کے تھوڑی دیر لیٹ جاتے تھے نہ یہ کہ یہ کوئی طریقہ مسنونہ صبح کی سنتوں کے بعد ہے خواہ مخواہ ضرورت ہو یا نہ ہو اور جماعت میں دیر ہو یا نہ ہو اس کو کیا جاوے ایسا ثابت نہیں ہے۔

فصل فی التراویح

تراویح میں ختم قرآن شریف

(سوال ۳۸۱) تراویح میں قرآن شریف پڑھنا افضل ہے یا سورۃ الم ترکیف سے پڑھنا افضل ہے ؟

(الجواب) در مختار میں ہے- والختم مرة سنة الخ لا يترك الختم لكسل القوم، درمختار - اس کا حاصل یہ ہے کہ ختم قرآن تراویح میں ایک بار سنت ہے اور سستی قوم کی وجہ سے اس کو ترک نہ کریں اسی پر عمل ہے اور یہی معمول بہ ہے باقی تفصیل شروح میں ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

شبینہ کا حکم

(سوال ۳۸۲) شبینہ کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) شبینہ میں کچھ حرج نہیں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ حفاظ جلدی نہ پڑھیں -ایسی جلدی کرنا جس میں حروف سمجھ میں نہ آویں ممنوع ہے بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے-

رکعات تراویح ووتر کی تعداد کی تحقیق

(سوال ۳۸۳) تراویح کی آٹھ رکعت پڑھنی چاہئیے یا بیس رکعت مشرح و مدلل تحریر فرمایئے اور فاتحہ خلف الامام وآمین بالجہر میں کیا حکم ہے- صاف صاف تحریر فرمائیں ؟

(الجواب) فتح القدیر میں ہے-نعم تثبت العشرون من زمن عمرؓ فی المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون فی زمن عمر بن الخطابؓ بثلاث و عشرين ركعة وروى البيهقى فى الموفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم فی زمان عمر بن خطابؓ بعشرين ركعة والوتر قال النووى فى الخلاصة اسناده صحيح و فى المؤطا رواية احدى عشرة ركعة و جمع بينهما بانه وقع اولاثم استقر الامر على العشرين فانه متوارث فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر فی جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام ثم تركه لعذر الخ.فيكون سنة وكونها سنة وقوله عليه الصلوةو السلام عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين اى سنتهم الى ان قال فتكون العشرون مستحباً اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ سنت خلفائے راشدین بیس رکعت تراویح ہے پس کہنا غیر مقلدین کا کہ بیس رکعت بدعت عمری ہے جہالت ہے حدیث سے شامی میں ہے- قوله وهى عشرون ركعة هو قول الجمهور و عليه عمل الناس شرقاً و غرباً-

الغرض اس میں کچھ تامل نہیں ہے کہ زمانہ حضرت عمرؓ سے بیس رکعت کا ہونا صحیح طریق سے ثابت ہے كما مر عن فتح القدير پس حنفیہ کے لئے یہ دلیل کافی ہے پس اگر بالفرض یہ ثابت ہو کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بیس رکعت تراویح کا ہونا صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو حضرت عمرؓ کے زمانہ سے تو بالاتفاق صحیح طریق سے ثابت ہے اور سنت خلفائے راشدین خود واجب الاتباع ہے پھر بیس رکعت کا ثبوت اس

سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے- الرای النجیح والحق الصریح نیز ایضاح الادلۃ مولوی سید اصغر حسین صاحب دیوبندی سے بذریعہ دیلو طلب فرمائیں پہلے دونوں رسالوں میں تراویح کی پوری تحقیق ہے اور حق امر ظاہر فرمادیا ہے اور ایضاح الادلۃ مصنفہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب میں مسائل اختلاف رفع یدین و فاتحہ خلف الامام وآمین بالجہر وغیرہ خوب تشریح کے ساتھ مذکور ہیں حدیث صحیح سے مسائل امام صاحبؒ ثابت کئے ہیں غیر مقلدین ان کے جوابات سے عاجز ہیں کتب مذکورہ ضرور منگا کر مطالعہ فرماویں بندہ کو فرصت ان دلائل کے نقل کرنے کی نہیں اور کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے بدوں مطالعہ کتب مذکور غیر مقلدین کے دھوکہ دہی سے بیچارے مقلدین نجات نہ پاویں گے-

تین وتر میں درمیانی قعدہ کا ثبوت ایسا بدیہی ہے کہ اس کا انکار اہل عقل واہل دین کا کام نہیں یہ جرات غیر مقلدین کو ہی ہے-صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی ان یصبح صلے واحدۃ فاوترت له ما قد صلی- حدیث صحیح ہے- اس سے صاف ثابت ہے کہ بعد دو رکعت کے تشہد ہے فتح القدیر میں ہے- اخرج الحاکم قیل للحسن ان ابن عمرؓ کان یسلم فی الرکعتین من الوتر فقال عمرؓ کان افقه منه ینهض فی الثانیه بالتکبیر- اس میں دو رکعت کے بعد نہوض مصرح ہے اور نہوض بعد بیٹھنے کے ہوتا ہے نیز فتح القدیر میں ہے-قال الطحاوی حدثنا ابوبکر حدثنا ابو دائود حدثنا ابو خالد قال سالت ابا العالیة عن الوتر فقال علمنا اصحاب رسول اللہ ﷺ ان الوتر مثل صلوٰۃ المغرب هذا وتر اللیل وهذا وتر النهار-

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وتر مثل صلوٰۃ مغرب ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح کی نماز بیس رکعت ہی ہے

(سوال ۳۸۷) فریق اول کہتا ہے کہ نماز رسول اللہ ﷺ کی رمضان وغیرہ میں گیارہ رکعت تھی- جیسا کہ حدیث حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے تراویح وغیرہ سب اس میں داخل ہے فریق ثانی کہتا ہے کہ تراویح علیحدہ نماز ہے وتر و تہجد نہیں اس لئے تراویح بیس رکعت پڑھنا چاہئیے اس میں حق بات کیا ہے ؟

(الجواب) گیارہ رکعت جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں آئی وہ تہجد اور وتر کی نماز ہے جیسا کہ غیر رمضان کا لفظ اس کا قرینہ صاف موجود ہے کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتی تراویح میں بیس رکعت ہیں اور اجماع صحابہ اس پر ہے-قال فی رد المحتار قوله وهی عشرون رکعة- هو قول الجمهور و علیه عمل الناس شرقاً و غرباً مؤطاء امام مالکؒ میں یہ حدیث موجود ہے- حدثنا مالك عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطابؓ فی رمضان بثلث و عشرین رکعةً – قوله بثلث و عشرین رکعة قال البیهقی والثلث هو الوتر والا ینا فیه الروایة السابقة فانه وقع اولا ثم استقر الامر علی العشرین فروی البیهقی باسنادٍ صحیح انهم یقومون فی عهد عمرؓ بعشرین رکعة و فی عهد عثمانؓ و علیؓ مثله- واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح کا بیس رکعت ہونا باجماع صحابہؓ ثابت ہے

(سوال ۳۸۵) حدیث صحیح سے رسول اللہ ﷺ کا کتنے رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے (۲) حضرت عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو کتنے رکعت تراویح پڑھنے یا پڑھانے کا حکم دیا یعنی انتظام کیا صحیح حدیث کا حوالہ دیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) حدیث مرفوع صحیح لذاتہ سے فقط دوامر ثابت ہیں اول یہ کہ آنحضرت ﷺ لوگوں کو تراویح کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ مگر اس حدیث میں کچھ عدد مذکور نہیں جیسا کہ بخاری میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی الرمضان من قام ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنی آنحضرت ﷺ فضیلت رمضان کی بابت فرماتے ہیں کہ جو شخص فضیلت رمضان کا اذعان اور طلب آخرت کرتے ہوئے قیام رمضان کرے گا اس کے سارے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی قیام رمضان سے مراد صلوۃ تراویح ہے جیسا کہ علامہ عینی نے کرمانی سے نقل کیا ہے دوم یہ کہ سرور عالم ﷺ نے بذات خود تین دن صلوٰۃ تراویح کی جماعت کا اہتمام فرمایا حتی کہ لوگوں کو اور گھر والوں کو اور عورتوں کو سب کو جمع فرمایا لیکن تین دن سے زائد آپ نے یہ اہتمام نہ رکھا بلکہ جماعت کی مداومت ترک فرمادی جس کی وجہ خاص ہے۔ عن ابی ذر قال صمنامع رسول اللہ ﷺ فلم یقم بناشیئاً من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخمسۃ قام بناحتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنافلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ و نساءہ و الناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشھور۔ رواہ الترمذی وابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ۔

اس حدیث سے صلوٰۃ تراویح کی سنیت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور جماعت کا ثبوت بھی بوجہ احسن ہوتا ہے اگرچہ آپ نے عذر خاص کی وجہ سے جماعت پر مواظبت ترک فرمادی جو اور احادیث میں صریحاً مذکور ہے مگر اس میں بھی مثل ماسبق رکعات کے عدد کچھ مذکور نہیں ہیں ہاں اس کے لئے اور حدیث حسن لغیرہ اور آثار صحابہ بکثرت موجود ہیں۔ روی ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباسؓ کان رسول اللہ ﷺ یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ

اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صلوٰۃ تراویح آپ نے بیس رکعتیں پڑھی ہیں ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ کچھ مضر نہیں کیونکہ اس کے مؤید آثار صحابہ کرام بکثرت موجود ہیں اور یہ حدیث بالفرض چھوڑ بھی دی جائے تو افعال واقوال صحابہ کرام آپ کے قول وفعل کے مفسر بن سکتے ہیں اور وہ بکثرت موجود ہیں آثار صحابہ کرام عن السائب بن یزید انھم کانو یقومون فی رمضان بعشرین رکعۃ فی زمان عمرؓ بن الخطاب یہ اثر صریحاً اجماع صحابہ پر دال ہے۔ و عن ابی الحسناء عن علیؓ انہ امر رجلاً یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃً و عن زید بن وھب قال کان عبداللہ

ن مسعودؓ یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف وعلیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین
کعةً و یوتر بثلثٍ من العینی جلد دوم صفحه ۳۵۷ – الحاصل ان تمام آثار سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ
ِاوتح مسنون ہے اور بیس رکعت ہے اور سب سے بڑھ کر اور قوی دلیل تو یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے
ِس رکعت کا حکم دیا تو تمام صحابہ حاضرین و غائبین نے سکوت کیا کسی سے انکار ثابت نہیں یہ اجماع پر دال
ہے-اور علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین– واصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم پر
نظر رکھتے ہوئے کوئی مسلمان بشرط انصاف تراویح کی بیس رکعت کی سنیت کا انکار نہیں کر سکتا پس حق یہ ہے
ہ بیس رکعت تراویح کی مسنون ہیں جیسا کہ ترمذی نے اکثر اہل علم سے حکایت کیا ہے-وقال ابن حجر
جمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة وقال ابن عبدالبر وهو قول جمهور العلماء اور
ہ آثار جن میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو تراویح پڑھانے کا حکم دیا ہے وہ یہ ہیں
عن السائب ابن یزید ان عمر بن الخطابؓ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی
میم الداری علی احدی وعشرین رکعة الخ قال ابن عبدالبر هومحمول علی ان الواحدة للوتر
عینی –جلد دوم ص ۳۵۷ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب و تمیم الداری دونوں کو
ام بنایا کہ لوگوں کو اکیس رکعت رمضان میں پڑھائیں جس میں بیس تراویح ہیں اور ایک وتر جیسا کہ ابن
عبدالبر نے کہا ہے کہ سائب بن یزید کی اس روایت سے تراویح کی بیس رکعتیں ثابت ہو گئیں اور یہ مبحث
سے خارج ہے کہ وتر کے رکعتیں ہیں اور حضرت عمر سے اس کے بارے میں گیارہ و تیرہ وغیرہ کی بھی روایتیں
ہیں جن کو شراح حدیث ابتدائی زمانہ عمرؓ پر محمول کرتے ہیں جب تک کہ اہتمام و انضباط تراویح کے متعلق
نہیں ہوا تھا–واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں سورہ والضحیٰ اور اس کے بعد کی ہر سورت پر اللہ اکبر کہنے کا حکم

سوال ۳۸۶) چوں ختم کلام اللہ شریف در تراویح کردہ شود بعض حفاظ بعد سورۃ الضحیٰ تاآخر قرآن بر
ختتام ہر سورہ اللہ اکبر می خوانند کہ علاوہ از تکبیر رکوع می باشد و گمان کنند کہ سنت است ؟

الجواب) فقہاء رحمہ اللہ ایں قسم اذکار و ادعیہ را بر خارج از صلوٰۃ یا بر صلوٰۃ نافلہ کہ منفرداً ادا کردہ شود محمول
فرمودہ اند در فرائض و ہمچنیں در نوافل و سنن کہ با جماعت ادا کردہ شود مکروہ فرمودہ اند پس قول مانعین دریں
ارہ صواب ست و قول مجوزین خطا–قال فی الدر المختار بل یستمع و ینصت الخ وان قرء الامام اية
رغیب و ترهیب و کذا الامام لا یشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفرداً الخ قوله
حمل علی النفل منفرداً–افاد ان کلامن الامام والمقتدی فی الفرض او النفل سواء اما الامام فی
لفرائض فلما ذکرنا من انه صلی الله علیه وسلم لم یفعله فیها و کذا الائمة من بعده الی یومنا
هذا فکان من المحد ثات ولانه تثقیل علی القوم فیکره واما فی التطوع فان کان فی التراویح
فکذالك الخ شامی ص ۳۶۶ ج ۱ –واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح کی نماز گھر میں جماعت پڑھ لینا کیسا ہے

(سوال ۳۸۷) تراویح کی نماز گھر میں جماعت پڑھ لینا کیسا ہے ؟
(الجواب) اس صورت میں حکم یہ ہے کہ مسجد میں ادا کریں۔وظاهر كلامهم هنا ان المسنون كفاية اقامتها بالجماعة في المسجد حتى لو اقاموها جماعة في بيوتهم ولم تقم في المسجد اثم الكل كذافي الشامي جلد ١ ص ٥٢١ . واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر سامع کے قرآن شریف تراویح میں سنانے کا حکم

(سوال ۳۸۸) رمضان شریف میں کلام مجید بلا سامع کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں پانی پت ضلع کرنال میں رواج ہے کہ دو حافظ کلام مجید پڑھتے ہیں دس رکعت میں ایک حافظ اور دس رکعت میں ایک حافظ اس طرح جائز ہے یا نہیں اگر تراویح میں حافظ غلطی سے تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت میں یاد ہونے کے بعد چوتھی رکعت بھی ادا کی تو یہ چار رکعتیں مانی جاویں گی یا دو اگر دو مانی جاویں گی جیسا کہ اشتہار میں ہے تو آخری دو رکعت میں جو کلام مجید پڑھا ہے اس کو لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر حافظ نے کلام مجید شروع کیا اور کسی وجہ سے درمیان میں ایک دو روز نہ پڑھا مثلاً دس پارہ تک پڑھا بعد اس کے دوسرے حافظ نے پندرہ پارہ تک پڑھ دیا تو اب حافظ سابق جو شروع کرے تو گیارھوین پارہ یا سولھویں پارہ سے شروع کرے ؟
(الجواب) اگر قرآن شریف خوب یاد ہو بلا سامع کے بھی پڑھنا درست ہے اگر کہیں بھولا یا شبہ ہوا بعد سلام کے دیکھ لیوے اور اگر غلطی ہوئی تو لوٹا لیوے مگر بہتر یہ ہے کہ سامع ہو تا کہ اطمینان رہے اور پانی پت میں جیسا رواج ہے یہاں بھی بعض مساجد میں ایسا ہوتا ہے کہ یہ بھی جائز ہے اور بصورت چار رکعت پڑھنے کے جو قرآن شریف آخر کی دو رکعت . میں ہوا اس کو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور جب کہ حافظ نے دس پارے پڑھے پھر دوسرے نے پندرہ تک پڑھے تو پہلا حافظ جب آوے اختیار ہے خواہ سولھویں سے پڑھے یا گیارھویں سے لیکن اپنا قرآن پورا کرنے کے لئے بہتر ہے کہ گیارہویں سے شروع کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں ختم قرآن کے متعلق چند احکام

(سوال ۳۸۹) بعض حافظ پانچ سات روز میں ایک مسجد میں قرآن شریف تراویح میں پورا ختم کر کے دوسرا ختم تراویح میں سناتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں ؟ اور دوسری مسجد والوں کی تراویح درست ہوتی ہیں یا نہیں حافظ لوگ اور بعض عالم اس کو جائز بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حافظ کو ایک ختم سنت ہے دوسرا ختم نفل ہے اور مقتدیوں کے واسطے ختم سنت ہے تو سنت والوں کی نماز نفل والے کے پیچھے کیسی ہو گی اس کی تحقیق فرماویں ؟
(الجواب) ایک مسجد میں پانچ سات روز میں قرآن شریف ختم کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں

کو کرنا درست ہے اور دوسری مسجد والوں کی تراویح بھی صحیح ہیں کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت مؤکدہ ہے پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت مؤکدہ ہوئی اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت مؤکدہ ہوئی لہذا دونوں کی نماز متحد ہوئی علاوہ بریں نفل پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں اور یہ شبہ کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے ساقط ہے کیونکہ اصل نماز امام کی سنت مؤکدہ ہے ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت نہ ہونے سے خارج نہیں ہوئی اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا لیکن افضل اور بہتر اس زمانہ میں یہ ہے کہ امام حافظ ایک ختم سے زیادہ تراویح میں نہ پڑھے تاکہ مقتدیوں کو گراں نہ ہو۔ کما فی الدر المختار لکن فی الاختیار الا فضل فی زماننا قدر مالا یثقل علیھم و فی الشامی و منھم من استحب الختم فی لیلۃ السابع و العشرین رجاء ان ینالوا لیلۃ القدر الخ – واللہ تعالیٰ اعلم

کوئی شخص تراویح میں اس نیت سے شریک ہوا کہ امام کو لقمہ دیکر الگ ہو جاؤں گا تو لقمہ لینا صحیح ہو گیا

(سوال ۳۹۰) جو شخص تراویح میں اس نیت سے شریک ہوا کہ امام غلطی کر رہا ہے اس کو بتلا کر علیحدہ ہو جاؤں گا اس نیت سے وہ مقتدی ہو گیا یا نہیں اگر امام کو لقمہ دیکر علیحدہ ہو گیا تو امام کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) مقتدی ہو گیا اور نماز پوری کرنی ہوگی اس کے ذمہ لازم ہو گئی امام تو لقمہ لے لے گا اسے کیا خبر کہ یہ بتلا کر علیحدہ ہو جاوے گا نماز امام کی ہو گئی اس نیت سے شریک ہونا برا ہے وہ نماز اس کے ذمہ پوری کرنی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی قضاء الفوائت

قضا نمازوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو وہ قضا کس طرح کرے

(سوال ۳۹۱) اگر کسی کی بہت سی نمازیں فوت ہو گئیں اور صحیح تعداد ان کو یاد نہیں تو وہ قضاء کیسے کرے؟

(الجواب) اندازہ کر کے گمان غالب کے موافق جس قدر نمازیں اس کے اندازہ میں قضاء ہوئی ہوں ان کو قضا کرے زیادہ ہو جانے میں کچھ حرج نہیں ہے نیت قضاء کی کرے اگر بالفرض زیادہ قضا کر لی تو باقی نوافل ہو جاویں گی۔

قضا نمازوں کی قضا واجب ہے اگر مر گیا تو ورثہ فدیہ دیں

(سوال ۳۹۲) کسی شخص سے چھ سال کی نمازیں قضا ہوئیں انہیں قضا کرے یا فدیہ دے؟

(الجواب) اگر وہ عزیز جن کے ذمہ چھ برس کی نمازیں قضاء ہیں زندہ ہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ خود ان نمازوں کو قضاء کریں سہل صورت یہ ہے کہ ہر ایک وقتیہ نماز کے ساتھ وہی نماز قضاء پڑھ لیا کریں صرف

فرض اور وتر کی قضا لازم ہوتی ہے چھ برس تک ایسا کریں۔

اور اگر میت ہیں اور انہوں نے کچھ وصیت فدیہ دینے کی نہیں کی یا کی مگر مال اس قدر نہیں چھوڑا کہ فدیہ تمام نمازوں کا اس سے ادا ہو جاوے تو ورثہ کے ذمہ فدیہ دینا لازم نہیں اگر ادا کریں تو یہ احسان اور تبرع ہے مگر پورا فدیہ دینا ہوگا اس میں کچھ اختصار نہیں ہو سکتا ایک نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم بوزن انگریزی ہوتا ہے ایک دن کی نمازوں کا فدیہ مع وتر کے ساڑھے دس سیر گندم ہوئے اور ایک ماہ کا فدیہ تین سو پندرہ سیر یعنی سات من ۳۵ سیر اور ایک برس کی نمازوں کا فدیہ چورانوے من ۲ سیر گندم اور چھ برس کا فدیہ پانچ سو چونسٹھ من ۱۲ سیر گندم ہوئے اس قدر گندم یا اس کی قیمت فقراء کو دینا چاہیئے اور اگر میت نے وصیت کی ہے اور مال بھی چھوڑا ہے تو پھر ادا کرنا فدیہ مذکورہ کا فرض و لازم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

قضا نمازوں کی تعداد معلوم نہ ہو تو ظن غالب پر عمل کرنا چاہئیے

(سوال ۳۹۳) ایک شخص نے آغاز بلوغ سے مدۃ تک نماز نہیں پڑھی یا وقت بلوغ سے ایک زمانہ تک پڑھتا رہا، پھر موقوف کر دی دونوں صورتوں میں پھر نادم ہو کر ہمیشہ مسلسل پڑھتا رہا ہر دو تقدیر میں یہ معلوم نہیں کہ ایک سال کی نمازیں فوت ہوئیں یا دو سال یا تین سال کی ایک سال یقینی دو سال ظنی ہیں تین سال موہوم۔

اس صورت میں کتنی مدت کی نمازیں قضاء کی جاویں اور کس طرح قضاء کی جائیں ؟

(الجواب) ظن غالب پر عمل کرنا چاہئیے پس جس مدت کی نمازیں بظن غالب فوت ہوئی ہیں ان کی قضاء کرے اور جو موہوم ہیں ان کی قضاء ضروری نہیں ہے احتیاط امر آخر ہے اور ہر ایک نماز کی قضا اس طرح کرے کہ مثلاً پہلی ظہر کی نماز جو میرے ذمہ ہے وہ پڑھتا ہوں اسی طرح عصر وغیرہ میں نیت کرے پھر اگر وہ نمازیں اس کے ذمہ تھی تو ادا ہو جاویں گی ورنہ نفلیں ہو جاویں گی زیادہ قضاء کر لینے میں کچھ حرج نہیں جس قدر مدت کی نمازیں اس سے قضاء ہوئی ہیں یقیناً یا بظن غالب اگر اسی مدت تک ہر ایک نماز وقتیہ کے ساتھ ایک وہی نماز قضاء کی پڑھ لیا کرے اس طریق سے بھی ادا ہو جاویں گی اور حتی الوسع یقینی فوائت کی قضاء کرنے میں جلدی کرنا چاہئیے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مغرب اور وتر کی قضا اگر احتیاطاً کی جائے

(سوال ۳۹٤) اگر مغرب کے فرض توہم کے وقت تین رکعت پڑھے کہ دو نفل ہو گئی اور ایک رکعت اکارت ہو گئی مگر اس پر یہ عرض ہے کہ بعد دوسری رکعت کے جو تیسری رکعت کو کھڑا ہوا تو ایک تو تاخیر سلام پھیرنے میں ہوئی دیگر جب تیسری رکعت کو کھڑا ہوا تو دوگانہ نفل کا واجب ہو گیا اور پھر تیسری پر سلام پھیر دیا اس صورت میں کچھ گناہ ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) حالت توہم میں تین رکعت نہ پڑھے بلکہ چار پوری کرے تین قعدہ سے جیسا کہ امام صاحب کے فعل قضاء کی تاویل کی گئی ہے در مختار میں ہے-وما نقل ان الامام قضی صلاۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی الوتر والمغرب اربعاً بثلاث قعدات الخ - واللہ تعالیٰ اعلم

قضا نماز کا طریقہ

(سوال ۳۹۵) اگر خالی عصر کی یا ظہر وعصر دونوں نمازیں قضاء ہیں عصر مغرب کے وقت ان تینوں نمازوں کو کس طرح ادا کرے جب کہ مغرب کا وقت نماز کے لئے تھوڑا ہے اگر قضاء ہوئی نمازوں کو مقدم کرتا ہے تو نماز مغرب کا وقت بھی ہاتھ سے جاتا ہے کس طرح ترتیب جائز ہے اور نیز جب کہ یہ جائز ہے کہ اگر چار یا پانچ نمازوں کی قضاء میں ترتیب نہ دے تو جس وقت میں جو نماز وقت کی پڑھے گا نفل شمار ہوں گی ؟
(الجواب) مغرب کا وقت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے رہتا ہے پس ظہر وعصر کو اول قضا کرکے پھر مغرب کی نماز وقت میں پڑھ لے اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر وقتیہ نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کہ سوائے وقتیہ کے قضاء کی گنجائش نہیں رہی تو پھر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اس حالت میں وقتیہ پہلے پڑھے اور قضاء بعد میں پڑھے -واللہ تعالیٰ اعلم

قضاء عمری فساد کے خوف سے امام صاحب سے ثابت نہیں

(سوال ۳۹۶) قضاء عمری احتیاطاً پڑھنا کیسا ہے ؟
(الجواب) قضاء عمری علی توہم الفساد پڑھنا امام صاحب سے ثابت نہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے پس جب اصل ہی ثابت نہیں تو اس پر دیگر تفریعات صحیح نہ ہوں گی اور ایسے موقع پر کمال و نقصان سے بحث فضول ہے-

جمعۃ الوداع میں چار رکعت بہ نیت قضاء عمری پڑھنا بے اصل ہے

(سوال ۳۹۷) اکثر جگہ اخیر رمضان میں جمعۃ الوداع کو قضائے عمری نماز پڑھتے ہیں اور یہاں کیوں نہیں پڑھتے اگر پڑھی جاوے تو کیسی ہے ؟
(الجواب) وباللہ التوفیق قضاء عمری عندالحنفیہ مشروع نیست پس التزام آں خصوصاً آخر جمعہ رمضان المبارک کہ چہار رکعت نفل بہ نیت قضاء عمری ادا کردہ شود شرعاً بے اصل ست وایں چنیں اعتقاد کردن کہ از چہار رکعت نفل قضاء صلوٰت فائتہ عمر حاصل شود خلاف نصوص صحیحہ و صریحہ و قواعد شرعیہ ہست-لا یعتقد ھذا الاعتقاد الفاسد الا الجاھل الذی لا یعرف الدین ولا یمیز الغث عن الثمین قال فی الدر المختار ولا یصلی بعد صلاۃ مفروضۃ مثلھا قراء ۃ او فی الجماعۃ اولا تعاد عند توھم

الفساد للنهي وما نقل ان الامام قضى صلاة عمره فان صح نقول كان يصلي المغرب والوتر اربعاً بثلاث قعدات الخ قوله ما نقل الخ جواب عن سوال وارد على لوجه الثالث فان هذا المنقول ينافي حمل النهي عليه اذ يبعد ان يكون ما صلاه الامام اولاً مشتملاً على خلل محقق من مكروه او ترك واجب بل الظاهرانه اعادما صلاه بمجرد الاحتياط وقوع الفساد فينا في حمل النهي في مذهبه على الوجه الثالث والجواب اولاً انه لم يصح نقل ذلك عن الامام و ثانيا انه لو صح نقول انه كان يصلي المغرب الخ رد المحتار شامي – و فيه قبيله عن البحر الرائق وان كان ذلك لخلل غير محقق بل تشا من وسوسة فهو مكروه–

پس ازیں تصریحات محققین ثابت شد کہ محض بتوہم فساد قضاء نماز مکروہ است خصوصاً و قتیکہ التزام آں بحد تاکد و لزوم رسد کراہت قضاء بالضرور ثابت خواہد شد و ہمیں ست جواب روایت عالمگیریہ وغیرہ وایں کراہت در نفس قضاء عمری است وانچہ در رمضان المبارک چہار رکعت نفل از قائم مقام قضاء عمری می فہمند آں محض اختراع واحداث است از ہیچ نقل صحیح و قاعدہ شرعیہ ثابت نیست–

فصل فی سجود السهو

سجدہ سہو واجب ہونے کی صورتوں میں درود شریف اور دعاء کون سے قعدہ میں پڑھے

(سوال ۳۹۸) جب سجدہ سہو کسی کے ذمہ واجب ہو تو درود شریف اور دعاء سجدہ سہو کے بعد والے قعدہ میں پڑھے یا اس سے پہلے ؟

(الجواب) ہدایہ کی عبارت یہ ہے–ویاتی بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في قعدة السهو هوالصحيح لان الدعاء موضعه اخر الصلوٰة اور در مختار کی عبارت یہ ہے و یاتی بالصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في القعودالاخير في المختار دونوں کا حاصل ایک ہے پس حاصل ہدایہ اور در مختار کا یہ ہے کہ درود شریف اور دعاء دوسرے قعدہ میں پڑھے جو سجدہ سہو میں ہے پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھے–

قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا پھر بیٹھ گیا اور سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہو گئی

(سوال ۳۹۹) امام قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا پھر متنبہ کرنے پر بیٹھ گیا اور سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) اگر امام نے سہواً قعدہ اولیٰ نہ کیا کھڑا ہو گیا بعد متنبہ کرنے کے بیٹھ گیا اور سجدہ سہو کر لیا تو صحیح قول کے موافق اس کی نماز ہو گئی لیکن اس کو لوٹنا نہیں چاہیئے تھا یہ اس نے برا کیا بعض فقہاء نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں سورتوں کی تقدیم و تاخیر سے سجدہ سہو لازم نہیں

(سوال ٤٠٠) نماز میں سورۃ مقدم موخر پڑھنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) سجدہ سہو لازم نہیں مگر عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے- ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرء منکوساً- درمختار

سجدہ میں شک ہو تو سجدہ سہو کرے اور بلا ضرورت سجدہ سہو کرنے کا حکم

(سوال ٤٠١) امام کو شک ہوا کہ میں نے ایک سجدہ کیا یادو اس صورت میں سجدہ سہو کرے یا نماز لوٹاوے؟ (۲) بلا ضرورت سجدہ سہو کرنے سے نماز دوہراوے یا نہیں؟

(الجواب) اگر ظن غالب کسی جانب نہیں تو ایک سجدہ اور کر کے سجدہ سہو کر لے وجب علیہ سجود السہو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنےٰ علی الاقل لکن فی السراج انہ یسجد للسہو فی اخذ الاقل مطلقاً و فی غلبۃ الظن ان تکن قدر رکن الخ درمختار-

(۲) دوہرانا چاہئے- واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں سونے سے سجدہ سہو کا حکم

(سوال ٤٠٢) نماز میں کوئی شخص اس طرح سو گیا جو مفسد صلوٰۃ نہیں اور اس اثناء میں بقدر سہ تسبیح ادائے فرض میں تاخیر ہو گئی تو سجدہ سہو لازم ہو گیا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدر المختار فان اتی بھا او باحد ھا بان قام او رکع او سجد او قعد الاخیر نائماً لا یعتد بما اتی بہ بل یعیدہ وھل یسجد لتا خیر الرکن الظاھر نعم - عبارت شامی مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو لازم ہونا چاہئے-

قومہ اور جلسہ میں تعدیل نہ ہو تو سجدہ سہو کا حکم

(سوال ٤٠٣) قومہ اور جلسہ اگر بوجہ تعجیل مصلی موافق واجب ادا نہ ہوا تو سجدہ سہو واجب ہو گیا نہیں؟

(الجواب) سجدہ سہو اس فعل سے واجب ہوتا ہے جو سہواً ہو اور جو لوگ عمداً وعادۃً قومہ، جلسہ پورا نہیں کرتے اس میں سجدہ سہو نہیں ہے بلکہ ایسی نمازوں کا اعادہ واجب ہے کیونکہ ترک واجب عمداً کرنے سے اعادہ واجب ہوتا ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

سجدہ سہو کے متعلق چند ضروری سوالات وجوابات

(سوال ٤٠٤) اگر جماعت میں مقتدی سو گیا اور امام کے ساتھ ایک سجدہ کر نارہ گیا تو نماز ہوئی یا نہیں (۲) اگر نماز میں درود شریف مکرر پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہو گیا نہیں؟ (۳) فرض میں یا سنت میں سورت کے

بجائے التحیات پڑھ جاوے اور پھر یاد آوے تو کیا سورت ملالے اور سجدہ سہو کرے یا نہ کرے ؟(۴) نماز کے اندر تین سجدے بھول کر کرے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟(۵) اگر سجدہ میں التحیات پڑھنے لگے تو کیا کرنا چاہئیے ؟(۶) نماز میں بھول کر دو دفعہ الحمد پڑھ گیا تو سجدہ سہو ہوگا یا نہیں ؟(۷) مقتدی نے یہ سمجھ کر کہ امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہوتا ہے لقمہ دیدیا اور در حقیقت وہ چوتھی ہی تھی تو مقتدی کی نماز کیسی ہوئی ؟(۸) نماز میں ایک آیت بھول کر چھوٹ گئی اور پھر سجدہ سہو کا کرلیا تو نماز کیسی ہوئی ؟(۹) جب کہ سجدہ سہو واجب نہ ہو اور سجدہ سہو اور کسی وہم پر کرے تو نماز کیسی ہوتی ہے ؟ اکثر لوگ ذراسے وہم پر مثلاً ترک سنت ہی پر سجدہ سہو کر لیتے ہیں ؟(۱۰) فرض چار رکعت کی نیت تھی مگر پانچ رکعت کے تمام پر یاد آیا سجدہ سہو کرنے سے کیا نماز صحیح ہو جائے گی جب کہ وہ چوتھی رکعت کے قعدہ میں بھی نہ بیٹھا ہو اور اگر قعدہ میں بھی بیٹھا ہو تو تب اور اگر ایک رکعت اور ملالی جاوے تو کیا یہ چار فرض اور دو نفل ہو جائیں گے یا سب کے سب نفل ؟(۱۱) جمعہ کے روز اذان اول ایک شخص نے کہی اور اذان جمعہ منبر کے سامنے کی دوسرے نے تو تکبیر کہنا کس کا حق ہے ؟(۱۲) کوئی شخص اذان یا تکبیر غلط کہے تو دوبارہ لوٹائی جاوے یا نہیں ؟

(الجواب) جب تک سجدہ نہ کرے گا نماز نہ ہوگی اس کو چاہئیے کہ جس وقت بیدار ہو فوراً اس سجدہ کو کرے امام کے ساتھ ہو جاوے۔ورنہ امام کے سلام کے بعد ایک سجدہ ادا کر کے پھر سجدہ سہو کر لیوے۔بدون ادا کرنے اس سجدہ فوت شدہ کے اس کی نماز نہ ہوگی (۲) اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں (۳) سورۃ پڑھے اور سجدہ سہو کرے (۴) سجدہ سہو لازم ہے (۵) نماز ہوگئی اور جس وقت یاد آوے التحیات کو چھوڑ کر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے گا تب نماز صحیح ہے (۶) سجدہ سہو لازم نہیں (۷) مقتدی کی نماز میں کچھ حرج نہیں ہوا (۸) اس صورت میں سجدہ سہو لازم نہ تھا لیکن اگر کر لیا نماز ہوگئی (۹) نماز ہو جاتی ہے (۱۰) اگر چوتھی رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ گیا ہو تو سجدہ سہو کرنے سے نماز فرض ادا ہو جاتی ہے اور اگر چھٹی رکعت ملالی تھی تو دو نفل ہو جاویں گی اور اگر چوتھی رکعت میں نہ بیٹھا تھا تو نماز فرض نہیں ہوئی اگر چھٹی رکعت ملالی چھ نفل ہو جاویں گے (۱۱) دونوں میں سے جو چاہے تکبیر کہہ دے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے (۱۲) لوٹائی جاوے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی صلاۃ المریض و المسافر

شرعی مسافت سفر کی مقدار کی تحقیق

(سوال ۴۰۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ شرعی مسافت سفر انگریزی میل کے حساب سے جس کی مقدار سترہ سو ساٹھ گز ہے کتنی ہے اور میرٹھ سے دہلی کا سفر کرنے والا قصر نماز پڑھے گا یا پوری۔ جب کہ دونوں کے درمیان مسافت چھاؤنی سے ۴۵ میل ہے اور شہر سے ۴۲ میل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(الجواب) جن مشائخ نے اعتبار فراسخ کا کیا ہے ان کے نزدیک ادنٰی مقدار قصر کی ۴۵ میل (۱) ہے کیونکہ پندرہ فرسخ کے سفر کو سفر شرعی کا حکم ان حضرات نے دیا ہے بعض اقوال میں اس مقدار سے زیادہ بھی ہے مگر کم از کم ۴۵ میل کی مقدار کو لیا ہے۔ بناءً علیہ اگر چھاؤنی سے سفر دہلی کیا جاوے گا مسافر ہو جاوے گا اور قصر لازم ہوگا اور شہر سے نہ ہوگا - شرح منیۃ الکبیر میں ہے-وصحح صاحب الهداية انه لا يعتبر التقدير بالفراسخ لكن قال المرغيناني و عامة المشائخ قدورها بالفراسخ فقيل احدو عشرون فرسخاً و قيل ثمانية عشر و قيل خمسة عشر فرسخاً اور در مختار و شامی میں ہے - ولا اعتبار للفراسخ على المذهب الخ الفرسخ ثلثة اميال و الميل اربعة الاف ذراع - قوله على المذهب لان المذكور في ظاهر الرواية اعتبار ثلثة ايام كما في الحلية قال في الهداية هو الصحيح احترازاً عن قول عامة المشائخ من تقديرها بالفرامسخ ثم اختلفوا فقيل احدوعشرون و قيل ثمانية عشرو الفتوى على الثاني لانه الاوسط و في المجتبى فتوى ائمة خوارزم على الثالث-

اس عبارت سے واضح ہوا کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین دن کا سفر ہو اور وہ جگہ جس کی طرف سفر کا ارادہ ہے تین منزل ہو لیکن بہت سے مشائخ نے فراسخ کا اعتبار کیا ہے اور اس میں فتوای ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ یعنی ۴۸ میل پر ہے مکرر آنکہ عبارات مذکورہ سے واضح ہے کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین منزل کا سفر ہو پس اگر حساب منازل کا سہل ہو تو اس کو دیکھا جاوے مگر چونکہ ہر ایک کو اعتبار منازل میں دشواری ہوتی ہے اس وجہ سے مشائخ نے ان منازل کی تحدید میلوں سے کردی ہے جس میں تین قول ہیں جو اوپر معلوم ہوئے میل کی مقدار شرعی ذراع سے چار ہزار ذراع لکھی ہے اور ذراع شرعی اس زمانہ کے گز کے حساب سے قریب دس گرہ کے ہوتا ہے پس اس کے موافق میلوں کا حساب کر لیا جاوے اور ۴۸ میل کا اندازہ کر لیا جاوے کہ اس زمانہ کے میل سے اس میں کس قدر فرق ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

سفر میں قصر نماز پڑھنے کے وجوب کی دلیل

(سوال ٤٠٠٦) ہر سفر میں باوجود امن و امان کے بھی ضرور نماز قصر ہی پڑھنا واجب ثابت نہیں ہوتا-دلیل تحریر فرمایئے؟

(الجواب) دلیل وجوب یہ حدیث ہے-وعن يعلى ابن امية قال قلت لعمر بن الخطاب انما قال الله تعالى ان تقصرو امن الصلوٰة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفرو افقد امن الناس قال عمر عجبت مما عجبت منه فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صدقة تصدق الله به عليكم فاقبلوا صدقة رواه مسلم- حاصل یہ کہ یعلی ابن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ

---

(۱) اس کی مفصل تحقیق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے رسالے اوزان شرعیہ میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲ محمد رفیع عثمانی

حق تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ نماز کو قصر کرو اگر تم کو خوف کفار کے فتنہ کا ہو پس اب لوگ مامون ہیں وہ خوف نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے یہ شبہ پیش آیا تھا سو میں نے حضرت رسول مقبول ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا انعام ہے اس کو قبول کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قصر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں ؟

(سوال ۴۰۷) قصر میں سنتیں و وتر پڑھنا چاہئیے یا نہیں اگر کوئی شخص دورہ میں ہے کہ روزانہ کوچ و مقام ہوتے ہیں ایسی حالت میں قصر کرے یا نہیں اور وطن سے کس قدر فاصلہ پر ہووے تب قصر لازم ہے ؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن و قرار والا بان کان فی خوف و فرار لا یاتی بھا ھو المختار۔

حاصل یہ ہے کہ مسافر اگر کسی جگہ ٹھیرا ہوا ہے اور عجلت نہیں ہے تو سنتیں پڑھے اور اگر سفر کی جلدی ہے یا خوف ہے تو سنتیں چھوڑ دے پھر کہا کہ عند البعض سنت فجر پھر بھی نہ چھوڑے اگر جائے اقامت سے دورہ میں اتنی دور کا ارادہ کر کے چلا ہے جو تین منزل یعنی اڑ تالیس میل ہے تو تمام دورہ میں قصر کرتا رہے پھر جب واپس جائے اقامت میں آوے اور کم از کم پندرہ دن کے قیام کی نیت ہو نماز پوری پڑھے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

قصر نماز کا حکم

(سوال ۴۰۸) اگر پیمائش کرتے ہوئے آس پاس کے گاؤں میں پھرنا ہو اور جائے قیام سب جگہ تین منزل سے کم ہے اور پیمائش کرتے ہوئے کبھی اس گاؤں سے اس گاؤں میں اور اس سے تیسرے اور چوتھے میں تو اس طرح فاصلہ بہت سے گاؤں کا تین منزل سے بہت زیادہ ہو جاوے گا یا کچھ معلوم نہ ہو تو نماز کے قصر کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) اس طرح پیمائش میں پھرنے سے جب کہ اول ارادہ تین منزل کے سفر کا نہیں ہے یا معلوم نہیں ہے اگرچہ پھرتے پھرتے زیادہ ہو جاوے نماز قصر کا حکم نہیں ہے نماز پوری پڑھنی چاہئیے۔

وطن اصلی کے معنی

(سوال ۴۰۹) در مختار میں وطن اصلی میں اس جگہ کو بھی لکھا ہے او تاہل یعنی نکاح کرنے کی جگہ تو کیا مطلقاً وہ جگہ جہاں نکاح ہوا ہے وطن اصلی ہے یا اس کا کچھ اور مطلب ہے اور اس کی کیا تفصیل ہے ؟

(الجواب) وطن اصلی کے یہ معنی لکھتے ہیں کہ وطن قرار ہو یعنی وہاں رہنا مقصود ہو پس موضع تاہل یعنی تزوج وطن اصلی اسی وقت ہوتا ہے کہ وہاں رہنا مقصود ہو اور اس کی زوجہ وہاں رہتی ہو یہ نہیں کہ اگر کسی جگہ سے نکاح کر کے عورت کو لے آیا تو پھر بھی وہ موضع نکاح وطن ہو جاوے حاصل یہ ہے کہ جس جگہ اس

کی زوجہ رہتی ہے اور اس کو وہاں رہنا مقصود ہے تو وہ بھی وطن اصلی ہے اگر دو زوجہ دو شہروں میں رہتی ہیں تو دونوں وطن اصلی ہیں -**ولو کان له ببلد تین فایتهما دخل صار مقیماً** شامی. اس عبارت سے واضح ہے کہ زوجہ کا وہاں کا ہونا اور رہنا معتبر ہے محض نکاح کر کے کہیں سے لے آنا یہ سبب وطن بننے کا نہیں ہے -واللہ تعالیٰ اعلم

وطن اصلی اور وطن اقامت میں قصر کا حکم

(سوال ۴۱۰) ایک شخص نے کسی وجہ سے اپنے اہل و عیال کو الف شہر سے ب شہر کو بھیج دیا اور وہ الف شہر کے گرد و نواح میں مسافت طے کر کے وقت گزارتا ہے اگر وہ شخص الف شہر میں آئے جہاں اس کا کرایہ کا مکان مقفل ہے تو وہاں وہ مقیم کہلایا جائے گا یا مسافر؟

دوسرے جب وہ شخص ب شہر میں جائے جہاں اس کے کل عزیز و اقارب ہیں مگر وہاں اس کا قیام دس روز سے بھی کم ہے اور اسے الف شہر کو واپس آنا ہے جہاں وہ مستقل طور پر قیام پذیر ہے تو ایسی صورت میں وہ ب شہر میں مقیم سمجھا جائے گا یا مسافر اس کا ہر طرح کا آرام شہر ب میں ہے اور الف شہر میں اس کے اہل و عیال عارضی طور پر چلے گئے ہیں؟

(الجواب) معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وطن اصلی ب شہر ہے جہاں اس کے کل عزیز و اقارب ہیں پس اگر اس کا وطن اصلی ب شہر ہی ہے تو وہاں پہنچتے ہی فوراً نماز پوری پڑھنی چاہئے اور شہر میں اگر وہ بوجہ ملازمت رہتا ہے تو وہ وطن اقامت ہے اگر وہاں پندرہ دن یا زیادہ کے قیام کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر کرے حاصل یہ ہے کہ وطن اصلی میں نماز پوری پڑھنی چاہئے اگرچہ ایک دو روز کو وہاں آوے اور وطن اقامت میں اگر پندرہ دن کی نیت قیام کی ہو تو پوری نماز پڑھنی چاہئے ورنہ قصر کرے اور وطن اصلی وہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے اور والدین رہتے ہیں اور نکاح ہوا ہے غرض جس جگہ کا وہ اصلی رہنے والا ہے وہ وطن اصلی ہے جب تک اس کو چھوڑ کر دوسرا وطن نہ بنالیوے وہی وطن اصلی رہے گا -واللہ تعالیٰ اعلم

نماز قصر کے بارے میں عورت شوہر کے تابع ہے

(سوال ۴۱۱) عورت کا وطن اصلی اس کی سسرال ہے یا والدین کا گھر وطن ولادت سے کیا مراد ہے مطلقاً وہ جگہ جس کو عرف میں وطن کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی جگہ ملازم ہو اور اس کا وطن وہاں سے سفر شرعی کی مسافت ہو تو اگر یہ شخص ملازمت کی جگہ سے دس بارہ میل کا سفر کرے تو مسافر ہے یا نہیں؟

(الجواب) عورت تابع مرد کے ہے شوہر اس کا جہاں اس کو رکھے وہیں اس کا وطن ہوگا وطن ولادت وہ ہے جہاں وہ پیدا ہوا اور اس کے والدین وہاں رہتے ہیں ملازمت کی جگہ جہاں وہ مقیم ہے اور بوجہ اقامت کے نماز پوری پڑھتا ہے تو جب تک وہاں سے مسافت شرعیہ کے سفر کے ارادہ سے نہ نکلے گا قصر نہ کرے گا -واللہ تعالیٰ اعلم

مجموعی مسافت اگر مدت سفر شرعی ہو تو قصر کرنا چاہئیے

(سوال ۴۱۲) دورہ میں مجھ کو اطراف دیہات میں پھرنا پڑتا ہے اور مسلسل بیس روز پچیس روز دس روز جیسی صورت ہو میں اپنے مستقر سے باہر رہتا ہوں مگر کسی ایک مقام پر ایک ہفتہ سے زائد قیام کی اجازت نہیں ہے لیکن یہ مقامات مستقر سے تین دن تین رات کی مسافت پر نہیں ہوتے ہیں بلکہ مستقر کے اطراف ایک دائرہ میں گردش رہتی ہے مسلسل لمبی مسافت کا لحاظ کیا جاوے تو سفر مدت مقررہ سے بڑھ جاتا ہے اور تمام سفر کا لحاظ کیا جاوے تو بہت زیادہ مسافت ہو جاتی ہے اندریں صورت نماز میں قصر واجب ہے یا نہیں ؟

(الجواب) چونکہ مجموعہ مسافت مدت سفر شرعی سے زیادہ ہے اس لئے مستقر تک لوٹنے تک اس صورت میں نماز کو قصر کرنا چاہئیے۔قال فی الدر المختار حتیٰ یدخل موضع مقامه ان سارمدة السفر الخ قوله ان سارمدة السفر قید بقوله حتیٰ یدخل ای انما یدوم علی القصر الی الدخول ان سار ثلثة الخ شامی – واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی سجود التلاوۃ

سجدہ تلاوت میں تاخیر کا حکم

(سوال ۴۱۳) تاخیر سجدہ تلاوت جائز است یا نہ ؟

(الجواب) اقول و باللہ التوفیق قال فی الدر المختار وهی علی التراخی علی المختار فی الشامی قوله یجب ای موسعاً الخ شامی فثبت ان الصحیح فی سجدة التلاوة هو الوجوب علی التراخی وان کان الافضل هو الاداء علی الفور کذافی الدر المختار و یکره تاخیرها تنزیهاً– واللہ تعالیٰ اعلم

نماز باجماعت میں سجدہ تلاوت کا حکم

(سوال ۴۱۴) بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کرلی جاوے تو سجدہ ادا ہو جاتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ کی کرلی تو امام اور سب مقتدیوں کی طرف سے سجدہ ادا ہو جاوے گا یا نہیں ؟

(الجواب) امام نے اگر نیت سجدہ کی رکوع میں کی تو اگر نماز سری ہے کہ مقتدیوں کو آیت سجدہ کی خبر ہی نہیں ہوئی تو امام کی نیت کافی ہے اور اگر نماز جہری ہے اور مقتدیوں نے نیت سجدہ کی نہیں کی اگرچہ امام نے کرلی ہو تو مقتدیوں کو امام کے سلام کے بعد سجدہ تلاوت کر کے پھر قعدہ اخیر کر کے سلام پھیرنا چاہئیے الغرض امام کی نیت مقتدیوں کی طرف سے کافی نہیں ہے۔کذافی الدر المختار

پس ایسے موقع پر چاہئیے کہ امام سجدہ کی نیت نہ کرے بلکہ سجدہ ہی کرے تاکہ مقتدیوں کو دقت نہ ہو ان کا بھی سجدہ ادا ہو جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

باب الجمعہ

کیا جمعہ کی اذان ثانی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے ہے ؟

(سوال ٤١٥) روز جمعہ اذان ثانی رسول اللہ ﷺ کے وقت سے ثابت ہے یا بعد میں ہوئی اور اس کا پڑھنا کس جگہ ہے منبر کے برابر خطیب کے سامنے یا مسجد کے در میں کس جگہ افضل ہے یا دونوں جگہ کا حکم ایک ہی ہے ؟

(الجواب) اذان ثانی جو خطیب اور منبر کے سامنے ہوتی تھی اور یہی افضل اور متوارث ہے اذان اول جو منارہ پر ہوتی ہے یہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے اور اس پر اجماع ہو گیا- والتفصیل یطلب من الکتب واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذان ثانی مسجد میں کہی جائے یا باہر

(سوال ٤١٦) اذان ثانی جمعہ عند المنبر ہونی چاہئے- باب المسجد یا خارج عن المسجد اگر عند المنبر ہونی چاہئے تو اس کی کیا سند ہے حدیث ابوداؤد سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ اذان دروازہ مسجد پر ہوتی تھی اور مولانا عبدالحئی صاحب نے اپنے فتاوی کے ص ۱۹۴ میں نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اذان ثانی خارج عن المسجد ہونی چاہئے ؟بینوا توجروا

(الجواب) جمعہ کی اذان ثانیہ حنفیہ کے نزدیک مسجد میں منبر کے پاس ہونا سنت ہے اور یہی متوارث ہے زمانہ رسول اللہ ﷺ اور زمانہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جیسا کہ شراح ہدایہ نے اس کو پوری طرح ثابت اور محقق کیا ہے اور حدیث ابوداؤد کی تاویل اور جواب حنفیہ کی طرف سے مفصل شائع ہو چکا ہے بہت سے رسائل اور فتاوی میں اس کو مفصل لکھا ہے آپ ان رسائل اور فتاوی مطبوعہ کو منگا کر دیکھیں بندہ کو ان کے نقل کرنے کی فرصت نہیں ہے حنفیوں کو اس میں چوں چرا کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ تمام کتب فقہ معتبرہ میں اس اذان کو منبر کے پاس خطیب کے سامنے ہونے کو لکھا ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

اذان خطبہ مسجد میں ہو یا باہر

(سوال ٤١٧) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اذان خطبہ جمعہ مسجد میں مکروہ ہے یا بلا کراہت جائز ہے ؟

(الجواب) اذان کے معنے لغت میں اعلام کے اور اصطلاح شرع میں اعلام مخصوص کے ہیں جس کو عرف شرع میں اذان کہتے ہیں-شامی ص ۳۹۷

اذان کی وجہ مشروعیت کتب احادیث سے اسی قدر ثابت ہے کہ نمازیوں کو اوقات نماز کی اطلاع ہو جائے اور مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کریں اذان کے کلمات پر غور کرو تو صرف ذکر اللہ ہے یا ذکر

اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے ان کلمات کو نہ مسجد سے کسی قسم کی منافات نہ خارج مسجد سے خاص مناسبت بلکہ بظاہر تو معاملہ بر عکس معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مساجد کی بناء نماز و ذکر اللہ کے لئے ہے لیکن چونکہ اذان سے مقصود اعلام اور اطلاع عام ہے اس لئے بلند جگہ پر اذان دینا اولیٰ ہوا چنانچہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بلند مقام پر اذان دینے کا اہتمام تھا لیکن مسجد یا خارج مسجد کا کوئی التزام نہ تھا حضور کے زمانہ مقدس میں مسجد اور خارج مسجد دونوں جگہ اذان دینا ثابت ہے دیکھئے شامی ص ۴۰۲ قال ابن سعد بالسند الی ام زید ابن ثابتٍ کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یوذن فوقه من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مسجده فکان یوذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع لی شئی فوق ظهره جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر سے پیشتر ام زید کے مکان پر جو متصل مسجد تھا اذان ہوتی رہی اور تعمیر مسجد کے بعد مسجد کی چھت پر ہونے لگی اور چھت پر اذان کے لئے کچھ اور بلندی بھی کر دی گئی اذان کی ابتداء عبداللہ ابن زید صحابی کی خواب سے ہوئی چنانچہ اکثر کتب صحاح میں احادیث مطولہ اس مضمون کی موجود ہیں ابو داؤد ص ۴۷ میں ہے ایک طویل حدیث سے الفاظ مدعاء نقل کرتا ہوں - فجاء رجل من الانصار فقال یا رسول اللہ انی لما رجعت و رئیت من اهتما مك رائیت رجلاً کان علیه ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن اس حدیث میں انصاری مذکورؓ نے سبز پوش شخص کا مسجد پر اذان دینا بیان کیا ہے ابن ماجہ باب الاذان میں ہے حدیث بالفاظ دیگر مروی ہے جس میں حضور ﷺ نے عبداللہ بن زیدؓ سے یوں ارشاد فرمایا ہے - فاخرج مع بلال الی المسجد فالقها علیه ولیناد بلال فانه اندی صوتا منك قال فخرجت مع بلال الی المسجد فجعلت القیها علیه وهو ینادی. جس کا ماحصل یہ ہے کہ بلال کو مسجد میں لیجا کر ان کو الفاظ اذان بتاؤ چنانچہ وہ ان کو مسجد میں لے جا کر بتاتے رہے اور بلال اذان دیتے رہے احادیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اذان مسجد اور مسجد کی چھت پر ہوئی اور ظاہر ہے کہ مسجد کی چھت جملہ احکام میں مسجد ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سب سے پہلی اذان حضور ﷺ ہی کے حکم سے مسجد میں ہوئی تاویلات سے کیا کام چلتا ہے-

الغرض چونکہ اذان اطلاع عام کے لئے ہے اس لئے بلند جگہ ہونا انسب ہے خواہ مسجد ہو یا خارج مسجد - میرے نزدیک تو حضرات فقہاء کا جو اذان کو مسجد میں مکروہ یا نامناسب فرمارہے ہیں یہی مطلب ہے کہ اذان میں اعلام تام ہونا چاہئے مسجد میں اذان دینے سے اعلام کافی نہ ہوگا لہذا مسجد میں کسی اونچی جگہ پر یا خارج مسجد ہونی چاہئے - چنانچہ ارشاد فقہاء یوذن علی المیذنه او خارج المسجد میں تردید خود اس کی مقتضی ہے کہ میذنہ جزو مسجد ہے اس لئے اگر معتکف میذنہ یا مسجد کی چھت پر چڑھ جاوے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا میرے خیال ناقص میں تو یہ بات نہیں آتی کہ فقہاء نفس اذان کو مسجد میں مکروہ فرمائیں کیونکہ اذان دنیا کی باتیں نہیں . ہیں لہو ولعب نہیں ہاں اذان سے جو غرض ہے وہ پست جگہ کہنے سے ناقص رہتی ہے اس لئے مناسب نہیں ہے-

اذان خطبہ جمعہ جس میں چند روز سے علماء میں اختلاف ہے اور سائل کا سوال بھی یہی ہے سو غور

سے سنئیے اذان خطبہ کو اور اذانوں سے چند وجوہ امتیاز ہے تمام احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک ہی اذان جمعہ کے لئے ہوتی تھی جب کہ حضور منبر پر جلوہ افروز ہوتے اس پر امت کا اتفاق ہے کسی کو خلاف نہیں البتہ ابوداؤد میں ایک روایت محمد بن اسحاق میں لفظ **بین یدی** اور **علی باب المسجد** مروی ہے یہ دونوں لفظ سوائے روایت محمد بن اسحاق کے اور کسی کتاب صحاح ستہ میں نہیں ہیں ممکن ہے کسی اور کتاب حدیث میں ہوں جس کا ماحصل یہ ہے کہ اذان آپ کے سامنے باب مسجد پر دی جاتی تھی محمد ابن اسحاق راوی کتنا ہی ضعیف سہی مگر امت نے بجز بعض مالکیہ کے **بین یدی** کی زیادتی کو تسلیم کیا ہے دوسری زیادتی **علی باب المسجد** کی ترک کرنے کے لئے اس کے ضعف کو کیوں حیلہ بنایا جاتا ہے انصاف تو یہ ہے کہ تسلیم کیجئے تو دونوں کو چھوڑ یئے تو دونوں کو البتہ **علی باب المسجد** چند احتمالات کو ضرور محتمل ہے یعنی دروازہ کے اوپر اگر مسقف ہونا ثابت ہو جاوے یا دروازے کی کسی دیوار پر یا دروازے کے آس پاس مسجد میں یا خارج مسجد مگر غالب احتمال اول یا ثانی راجح کیا بلکہ یقینی معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جمعہ کے لئے یہی ایک اذان تھی اسی سے اعلام وقت اسی سے وجوب سعی الی استماع الخطبہ اسی سے ترک بیع وشراء اسی کے بارہ میں آیت **یا ایھا الذین امنو اذا نودی للصلوٰۃ الخ** نازل ہوئی تو پھر کیا وجہ ہے کہ پنج وقتہ اذانوں میں تو بلند جگہ پر ہونے کا اہتمام ہو اور اس میں نہ ہو میرے نزدیک تو جمعہ کی اذان میں اور بھی زیادہ ہونا چاہئیے کیونکہ اور اذانوں سے تو اعلام وقت ہی مقصود ہے اور اس اذان سے علاوہ اعلام کے وجوب سعی و ترک بیع وشراء بھی متعلق ہے مگر چونکہ اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے لہذا ادھر ادھر منارہ پر تو ہو ہی نہیں سکتی دروازہ مسجد کا عادۃً مسقف حصہ کے در کے سامنے ہوتا ہے اور اسی پر اذان ہوتی ہو تو اعلام بھی کامل اور محاذات خطیب بھی حاصل - میرے خیال میں زیادتی ابن اسحاق مقبول اور مثل زیادتی اولی لائق تسلیم-

ایک امتیاز اس اذان کو اور اذانوں سے یہ ہے کہ اس اذان سے علاوہ عدم غیر حاضر حاضرین مسجد کو بھی اطلاع کرنی تھی کہ حضور پرنور منبر پر تشریف فرما ہوئے صلوٰۃ وکلام ترک کرو اور استماع خطبہ کے لئے متوجہ ہو جاؤ کہ **اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام** کا منشا یہی ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر تشریف لانے کے وقت یہ اذان ہوتی تھی ورنہ مثل اور اذانوں کے پہلے کیوں نہ ہوتی-

الغرض اس اذان سے دو اعلام مقصود ہیں اعلام غیر حاضرین کہ بیع وشراء ترک کر کے فوراً مسجد میں آئیں دوسرا اعلام حاضرین انصات و ترک صلوٰۃ وکلام کے لئے چنانچہ آنحضرت اور شیخینؓ کے زمانہ تک جمعہ کے لئے یہی ایک اذان رہی جس سے دونوں اعلام ہوتے رہے

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب کہ مدینہ طیبہ کی آبادی وسیع ہو گئی اور یہ اذان اعلام عام کے لئے کافی نہ ہوئی آپ نے اس اذان سے پہلے ایک اور اذان زوراء پر جو متصل مسجد بازار میں ایک بلند مقام ہے بڑھائی چونکہ اس اذان کی زیادتی صحابہ کی موجودگی میں ہوئی لہذا اس اذان اول پر اجماع ہو گیا اور یہ اذان بھی سنت ہو گئی حسب ارشاد **علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین** اور جو احکام اذان خطبہ سے متعلق تھے اکثر

اس سے متعلق ہو گئے اعلام تام جو غیر حاضرین کے لئے تھا اس سے حاصل ہو گیا اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ وجوب سعی و ترک بیع و شراء اسی اذان اول سے ہوتا ہے چند فقہاء کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ شامی ص ۸۶۰ وجب السعی الیه و ترك البیع بالا ذان الاول فی الاصح وان لم یکن فی زمن الرسول بل فی زمن عثمانؓ قوله فی الاصح قال فی شرح المنیة اختلفوا فی المراد بالاذان الاول باعتبار المشروعیة وهو الذی بین یدی المنبر لانه الذی کان اولاً فی زمنه علیه السلام وزمن ابی بکر و عمر حتی احدث عثمان الاذان الثانی علی الزوراء حین کثر الناس والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهو الذی یکون علی المنارة بعد الزوال طحطاوی ص ۲۸۲۔

قوله فی الاصح وقال الطحاوی المعتبر هو الاذان الثانی بین یدی المنبر لانه کان فی زمنه صلعم والشیخین بعده - قال فی البحر وهو ضعیف مراقی الفلاح برحاشیة طحطاوی جلد اول ص ۲۸۲ فی الاصح لحصول الاعلام به لا نه لو انتظر الاذان الثانی الذی عند المنبر تفوته السنة و ربما لا یدرك الجمعة لبعد محله وهو اختیار شمس الائمة عینی شرح هدایه ص ۱۰۱۴۔

وعن الحسن ابن زیاد عن ابی حنیفة هو اذان المنارة لا نه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة واستماع الخطبة بل تفوته اداء الجمعة اذا کان المصر بعید الاطراف۔

ان اقوال سے مشرح معلوم ہو گیا کہ اعلام عام اور وجوب سعی اور ترک بیع سب اذان اول سے جو منارہ پر ہوتی ہے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بڑھائی گئی تھی متعلق ہو گئے اور اس اذان سے جو منبر کے پاس ہوتی ہے نہیں رہے اس اذان اول سے اعلام ہو چکا وجوب سعی و ترک بیع سب کچھ ہو لیا اور اذان خطبہ کا کام یہ اذان اول دے چکی گویا یہ اذان اول امور بالا میں اذان خطبہ کے قائم مقام ہو گئی اذان خطبہ کے متعلق کیا کام رہا وہی اطلاع حاضرین مسجد کو کہ امام منبر پر آ گئے۔ صلوٰۃ و کلام ترک کر و استماع خطبہ کے لئے مستعد ہو جاؤ۔

در مختار و شامی سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے دیکھو شامی صفحہ ۳۹۷

هو لغة الاعلام و شرعاً اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتة و بین یدی الخطیب یعنی اذان کی تعریف میں بدخول الوقت کی قید نہیں لگائی جیسا کہ اکثر فقہاء لگاتے ہیں تاکہ قضا نمازوں کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو شامل ہو جائے کیونکہ ان دونوں اذانوں میں وقت کے داخل ہونے کی اطلاع مقصود نہیں جو اذان کا مقصود اصلی ہے اس لئے کہ قضا کے واسطے تو کوئی وقت مخصوص نہیں اور اذان خطبہ سے پیشتر پہلی اذان کے ذریعہ سے وقت جمعہ کے ہو جانے کی اطلاع ہو چکی ہے علامہ شامی کی بھی یہی رائے ہے کہ ان کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ماتن اذان کی تعریف میں بدخول الوقت کی قید بڑھا بھی دیتے تو بھی اذان خطبہ اذان میں داخل رہتی کیونکہ یہ اذان اصل میں تو اعلام بدخول الوقت کے لئے تھی اگرچہ اب یہ اعلام کامل مقصود نہیں رہا بلکہ یہ کام اس کی نائب اذان اول سے حاصل ہو گیا

تو اذان خطبہ سے آس پاس والوں کو اور حاضرین مسجد کو اطلاع مقصود رہ گئی اور یہ امر پہلے مشرح ہو چکا ہے کہ اذان کا بلند جگہ ہونا صرف اعلام ہی کے لئے تھا اور جب کہ اذان خطبہ سے یہ اعلام نہیں رہا تو فرمائیے کہ پھر یہ اذان مسجد میں کیوں مکروہ ہو حالانکہ کلمات اذان میں عبارت ذکر اللہ مسجد کے مناسب ہیں یہی باعث ہے کہ وہ فقہاء جویکرہ الاذان فی المسجد یالا ینبغی الاذان فی المسجد فرمارہے ہیں اذان خطبہ کو عند المنبر فرماتے ہیں عبارات مذکورہ بالا ملاحظہ ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ اور جملہ فقہاء کے زمانہ میں اذان خطبہ عند المنبر ہوتی تھی اور آج تک تمام بلاد عرب و عجم میں یہی توارث چلاآتا ہے انصاف سے بعید ہے کہ بلا ضرورت عند المنبر کے صاف بدیہی مضمون کو بدلا جاوے عند المنبر کے صاف بدیہی معنے باعتبار لغت و عرف منبر کے پاس و نزدیک کے ہیں۔

الغرض حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں یا کچھ بعد سے جب سے کہ اس اذان کا کام اعلام وغیرہ اذان اول سے حاصل ہو گیا تو اذان خطبہ کو بلند مقام پر یا خارج مسجد میں کہنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھ کر مسجد میں منبر کے سامنے منتقل کر دیا اور اسی پر امت کا عمل درآمد چلاآرہا ہے۔صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمع امتی علی الضلالۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی دونوں اذانیں مسنون ہیں

(سوال ۴۱۸) اذان جمعہ دو ہیں یا ایک اگر ایک اذان سے جمعہ کی نماز ادا کی جاوے اور اذان اول کو بدعت عثمانی کہا جائے تو اس میں کچھ برائی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اذان جمعہ کی دو ہیں۔اگر صرف ایک اذان سے نماز جمعہ ادا کی جائے گی تو خلاف اجماع و ترک سنت لازم آوے گا اذان اول کو بدعت عثمانیہ کہنا جیسا کہ بیس تراویح یا جماعت کو غیر مقلدین بدعت عمری کہتے ہیں گمراہی ہے حضرت عمرؓ خلفائے راشدین میں سے ہیں اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو سنت فرمایا ہے۔

فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث رواہ اصحاب السنن

اور پھر اس پر یعنی اذان اول پر ایسا ہی بیس تراویح پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے اور اجماع ایک حجت حجج شرعیہ میں سے ہے کہ خلاف اس کا جائز نہیں۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی اوقال امۃ محمد علی الضلالۃ و ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار ۔رواہ الترمذی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذان ثانی کے بعد دعاء کرنے کا حکم

(سوال ۴۱۹) جمعہ میں قبل خطبہ جو اذان دی جاتی ہے اس کا جواب دینا اور قبل شروع خطبہ دعاء ماثورہ پڑھ کر مناجات کرنا کیسا ہے اور مابین امام صاحب و صاحبین کے جو اختلاف ہے اس میں راجح مرجوع کونسا

ہے؟

(الجواب) درمختار باب الاذان میں ہے -قال و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً بین یدی الخطیب اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اذان قبل خطبہ میں باتفاق زبان سے جواب دینا درست نہیں ہے اور اس میں صاحبین کا بھی خلاف نہیں جیسا کہ لفظ اتفاقاً سے واضح ہے اور درمختار باب الجمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کا اس میں خلاف ہے مگر راجح مذہب امام صاحب کا ہے اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے -واذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام الی تمامها الخ درمختار - وغیرہ

جمعہ کی اذان ثانی کے بعد دعا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(سوال ۴۲۰)ماقولهم رحمهم الله تعالےٰ اس مسئلہ میں کہ دعائے وسیلہ بعد اذان ثانی جمعہ کے حدیث صحیح سے ثابت ہے یا نہیں اور یہ اذان ثانی کون سی اذان ہے اور اس اذان ثانی کے بعد خطبہ کے آگے دعائے وسیلہ جائز ہے یا نہیں-واذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام - اس حدیث سے کیا ثابت ہے اور دعائے وسیلہ بعد اذان کے یا بعد اذان ثانی کے سنت ہے یا مستحب اور اس کا ترک کرنا کیسا ہے ؟بینوا توجروا '

(الجواب) اقول و بالله التوفیق اذان ثانی وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت خطبہ کے لئے امام کے سامنے کھڑے ہو کر دی جاتی ہے- ویؤذن ثانیا بین یدیه ای الخطیب - درمختار - اجابت اذان اس وقت عند الامام الاعظم مکروہ ہے پس اجابت اس اذان کی زبان سے نہ کرے اور دعاء وسیلہ اس وقت نہ پڑھے - لقوله علیه السلام-اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام فی الشامی هذا لفظ الحدیث ذکره فی الهدایه مرفوعاً لکن فی الفتح ان رفعه غریب و المعروف کونه من کلام الزهری واخرج ابن ابی شیبة فی مصنفه عن علی و ابن عباس و ابن عمرؓ کانو یکرهون الصلوٰة والکلام بعد خروج الامام و الحال ان قول الصحابی حجة یجب تقلیده عندنا اذا لم ینفعه شی اخر من السنة و فی باب الاذان من الدر المختار و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب وفی الشامی من الجمعة واجابة الاذان حینئذ مکروه-

پس اس سے معلوم ہوا کہ صاحب درمختار کا قول عدم اجابت کو خطاء فاحش کہنا خطا ہے علامہ شامی بھی ایسا ہی لکھ رہے ہیں اور حدیث اذا خرج الامام الخ - اس کو مفید ہے -والله تعالیٰ اعلم

خطبہ جمعہ کی اذان حسب رواج مسجد کے اندر جائز ہے یا نہیں

(سوال ۴۲۱) اذان خطبہ جمعہ مسجد میں جیسا کہ آج کل عام طور سے ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں زمانہ رسالت مآب ﷺ میں یہ اذان خطبہ مسجد میں ہوتی تھی یا خارج از مسجد ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۶ میں جو حدیث عن السائب ابن یزیدؓ قال کان یوذن بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر میں بین یدی رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم اور علی باب السمجد وارد ہے ان کا مفہوم کیا ہے ان دونوں کلموں سے اذان خارج از مسجد ہونا ثابت ہوتا ہے یا داخل مسجد۔

(الجواب) اذان خطبہ جمعہ سامنے منبر کے مسجد کے اندر جیسا کہ آج کل جملہ بلاد اسلام و حرمین شریفین میں ہوتی ہے بلا کراہت درست ہے اور صاحب ہدایہ نے اس اذان کو بہیئۃ مذکورہ توارث میں سے ثابت فرمایا ہے۔

واذا صعد الامام المنبر و جلس اذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلك جری التوارث ولم یکن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم الاهذا الاذان هدایة ویوذن ثانیاً بین یدی الخطیب قال الشامی ای علی سبیل السنیة کما یظهر من کلامهم۔

اور عنایہ اور کفایہ و مراقی الفلاح و طحطاوی میں اس اذان میں قید عند المنبر مصرحاً مذکور ہے جس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء کا مطلب بین یدیہ سے یہی ہے کہ مسجد میں منبر کے قریب یہ اذان ہونا مسنون ہے پس اس کو بدعت قرار دینا سخت جرات اور مخالفت فقہاء حنفیہ کی ہے علامہ عینی نے قول صاحب ہدایہ بذلك جری التوارث کی تحت میں یہ لکھا ہے ای من زمن عثمانؓ پس جب کہ بعض خلفاء راشدینؓ کے زمانہ سے توارث اس کا اسی طرح ثابت ہے تو پھر اس کی سنت ہونے میں کیا شبہ رہا اور ہم مقلدین کے لئے یہ دلیل کافی ہے رہی روایت ابوداؤد شریف قطع نظر اس کے کہ اس کے راوی محمد ابن اسحٰق ہیں جن میں بہت کچھ کلام ہے وہ خارج عن المسجد ہونے میں صریح نہیں قرب باب مسجد کو بھی علی باب المسجد کہہ دیتے ہیں اور بین یدیہ میں جب کہ قید عند المنبر بھی لی جاوے تو مسجد کے اندر ہونا اس کا ظاہر ہے پس حدیث کا مطلب یہ لیا جاوے گا کہ یہ اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے سامنے دروازہ کے قریب ہوتی تھی۔

مسافر سفر میں بروز جمعہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

(سوال ۴۲۲) اگر چند آدمی سفر میں ہوں تو نماز ظہر جمعہ کے روز جماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) پڑھ سکتے ہیں اور ان کو ظہر باجماعت ہی ادا کرنا چاہئے **لا باس فی السفر یومها اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظهر درمختار و حرام لمن لا عذرله صلوٰة الظهر قبلها الخ فی یومها بمصر قوله بمصر اما لو کان فی قریة فلا یکره لعدم صحة الجمعة فیها رد المختار للشامی**

بروز جمعہ احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم

(سوال ۴۲۳) احتیاط الظہر پڑھنا کیسا ہے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نہ پڑھی جاوے اور حوالہ درمختار کا دیتے ہیں ؟

(الجواب) در مختار میں صاحب بحر کا فتوی عدم جواز احتیاط الظہر کا نقل فرمایا ہے اس کو ملاحظہ کیا جاوے اس میں لکھا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ احتیاط الظہر اس زمانہ میں نہ پڑھی جاوے - واللہ تعالیٰ اعلم

(سوال ٤٢٤) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر بموجب تفسیر ثانی مصر جمعہ صحیح و درست ہو احتیاط الظہر پڑھنا ممنوع ہے یا مستحب اور جو کوئی دونوں کو یعنی جمعہ و احتیاط الظہر کو فرض کہے اور مانعین احتیاط الظہر کو کہ بوجہ بعض مفاسد کے منع کرتے ہیں لا مذہب اور وہابی و گمراہ کہتے ہیں ان کے لئے کیا تعزیر ہے اور اس قائل کا جو کہے کہ فلاں پیر جی صاحب کے سوا کسی کا فتوی نہیں مانا جائے گا شرعاً کیا حکم ہے اور جو کوئی علمائے کرام کا فتوی نہ مانے وہ کس درجہ کا مضل و مجرم ہے اور اس کے پیچھے اقتداء جائز ہے یا نہیں - بینوا بالدلیل تو جروا بالاجر الجزیل؟

(الجواب) تفسیر اول اور ثانی سب علامات مصر سے ہیں تعریف حقیقی مصر کی نہیں بلکہ جس بستی میں عرفاً اثر شہر ہونے کا پایا جاوے کہ وہاں بازار اور دکانیں ہوں اور حکام وہاں رہتے ہوں اکثر ضروریات وہاں ملتی ہوں مساجد کثیرہ ہوں کہ ان میں سے بڑی سے بڑی مسجد میں وہاں کے مکلفین نہ سما سکیں وغیرہ وہ مصر ہے چونکہ مصر میں یہ باتیں عادۃً ہوتی ہیں اس لئے تفسیر مصر میں ان کو اختیار کیا گیا اصل مدار عرف پر ہے مصر اور قریہ کا فرق عرفاً معلوم ہو سکتا ہے پس جملہ شہر امصار ہیں اور قصبہ اور بڑے قریہ کو بھی حکم مصر کا فقہاء نے دیا ہے ان مواقع میں جمعہ واجب ہے اور احتیاط الظہر کی وہاں ضرورت نہیں ہے بلکہ صاحب بحر کا فتوی عدم جواز احتیاط الظہر کا اسی موقع میں صاحب در مختار نے نقل کیا ہے پس عدم جواز احتیاط الظہر فے الامصار کا فتوی دینے والوں کو لا مذہب وغیرہ کہنا جہالت ہے اور ناواقفیت کتب فقہ سے ہے اور یہ بھی جہالت کا شعبہ ہے کہ کہے سوائے فلاں پیر جی کے کسی کے فتوی کو نہ مانوں گا کیونکہ بظاہر اس کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ وہ صحیح ہو اس کو نہ مانا جائے گا یہ جہالت اور ضلالت ہے اور علمائے حقانی کا صحیح فتوی جو موافق روایات صحیحہ و کتب فقہ کا ہے نہ ماننا گمراہی اور جہالت ہے وہ فاسق ہے نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم - ۲۷/ صفر ۱۳۳۱ھ

(سوال ٤٢٥) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع شریف اس بابت کہ ایک آدمی اعتقاداً و عملاً یوں کہتا ہے کہ بدون احتیاط الظہر بعد الجمعہ جائز نہیں اور حنفی وہی ہو سکتا ہے جو احتیاطی مذکورہ کا قائل ہو جائے جو احتیاطی نہیں پڑھتا وہ غیر مقلد ہے جناب امام ابو حنیفہؒ کا پیرو ہرگز نہیں بن سکتا لہذا جو قائل نے جواز جمعہ کو مشروط بالاحتیاط کہا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے اور یہ عبارت قائل کی علمیت پر دلالت کر رہی ہے یا نہیں - للہ بینوا بالبینات و توجروا؟

(الجواب) یہ قول اس قائل کا غلط ہے اس کو محققین حنفیہ کے کلام کی خبر نہیں ہے کہ علمائے محققین حنفیہ ایسی حالت میں احتیاط الظہر سے منع فرماتے ہیں اور یہ تو کسی حنفی کا بھی مذہب نہیں کہ جواز جمعہ کو مشروط

باحتیاط الظہر کہا جاوے بلکہ محققین حنفیہ وجہ ممانعت از احتیاط الظہر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ احتیاط الظہر پڑھنے سے جمعہ میں شبہ اور تردد لازم آتا ہے لہٰذا احتیاط الظہر سے احتراز کرنا احوط ہے تاکہ بلاتردد و بلاشبہ جمعہ ادا کریں اور جمعہ کی فرضیت میں شبہ باقی نہ رہے در مختار میں بحر الرائق سے منقول ہے-فی البحر قد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربع بعد ھا بنیۃ اخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وھوٰ الاحتیاط فی زماننا الخ دیکھئے صاحب بحر الرائق احتیاط الظہر کے ترک کو اختیار فرماتے ہیں اور یہ صاحب بحر الرائق علامہ زین العابدین ابن ابراہیم ابن نجیم ہیں جو فقہاء حنفیہ میں بڑے درجہ کے محقق ہیں شامی میں کہا ہے کتاب ان کی مرجع علماء حنفیہ کی ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ بدون احتیاط الظہر کے جمعہ ہی نہیں ہو سکتا وہ مذہب حنفیہ سے واقف نہیں اور محققین حنفیہ کی تحقیق سے بے خبر ہے اور یہ فتویٰ اس کا خلاف جمہور حنفیہ ہے کوئی عالم حنفیہ احتیاط الظہر کو شرط صحت واداء جمعہ نہیں کہتا جن علماء نے احتیاط الظہر کا بعد الجمعہ حکم کیا ہے تو بایں ہمہ وہ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ خوف مفسدہ کی صورت میں علی الاعلان احتیاط الظہر نہ پڑھی جاوے اور مفسد یہ ہی ہے کہ جمعہ کی فرضیت میں شبہ ہونے لگے اب چونکہ یہ مفسدہ مظنون تھا اس وجہ سے صاحب بحر نے فرمایا والا حتیاط فی زماننا ترك احتیاط الظھر-

جمعہ کے بارے میں احتیاط الظہر کا حکم

(سوال ٤٢٦) بعض علمائے دین نماز جمعہ کو فرض سمجھ کر جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد احتیاط الظہر بلا جماعت پڑھتے ہیں اور بعض علماء نماز جمعہ کو کئی وجوہات سے فرض نہ سمجھ کر صرف نماز ظہر جماعت سے ادا کرتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) وہ جگہ جس میں جمعہ کا حکم دریافت کیا جاتا ہے دو حال سے خالی نہیں ہے یا شہر اور قصبہ یا بڑا قریہ ہے یا چھوٹا گاؤں ہے سو شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں عند الحنفیہ بلا اختلاف جمعہ صحیح ہے وہاں احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں ہے اور چھوٹے گاؤں میں عند الحنفیہ جمعہ صحیح نہیں ہے وہاں صرف ظہر با جماعت پڑھنی چاہیے یہ بات کہ شہر میں جمعہ بھی ہو اور ظہر کی جماعت بھی ہو کسی طرح درست نہیں ہے بلکہ فقہائے اعلام نے ظہر بلا جماعت کو بھی اس جگہ میں منع فرمایا ہے جہاں جمعہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں جیسے شہر اور قصبہ وفی البحر قد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربع بعد ھا بنیۃ اُخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا در مختار و فی الشامی و تقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ وفیما ذکر نا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبر و خطیب الخ شامی جلد اول ص ٥٣٧ وفیہ ایضاً ولذا لومات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ خطیبًا للضروۃ الخ و بھذا ظھر جھل من یقول لا تصح الجمعۃ فی ایام الفتنۃ مع انھا تصح فی البلاد التی استولی علیھا الکفار کما سنذکرہ فلوالولاۃ کفاراً یجوز للمسلمین اقامۃ

الجمعة الخ شامی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احتیاط الظہر کے متعلق

(سوال ۴۲۷) میں احتیاط الظہر نہیں پڑھتا نہ پڑھنے میں کچھ خرابی تو نہیں ؟

(الجواب) امصار و قری کبیرہ میں یعنی جس جگہ نماز جمعہ عند الحنفیہ واجب ہے اور ادا ہو جاتی ہے وہاں احتیاط الظہر ترک کر دینا چاہئے یہی احتیاط ہے اور در مختار میں صاحب بحر کا فتوی اسی پر نقل فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کا افضل وقت کیا ہے ؟

(سوال ۴۲۸) جمعہ کا افضل وقت کونسا ہے اور کتنے بجے سے کتنے بجے تک رہتا ہے اور معمول بہا حضرت سیدنا خاتم المرسلین و خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں کیا رہا ہے اور جو لوگ سوا بجے پڑھ لیتے ہیں وہ افضلیت پر ہے یا کہ جو لوگ اڑھائے بجے پڑھتے ہیں وہ بہتر ہے مفتی بہ کونسی بات ہے بدلائل قویہ معہ حوالہ کتب ہو ؟

(الجواب) جمعہ میں تعجیل افضل ہے ایک بجے سوا ایک بجے پڑھنے والے افضلیت پر ہیں۔ شامی میں ہے لکن جزم فی الاشباہ من فن الاحکام انه لا یسن له الا برار وفیه ایضاً لانها تقام بجمعٍ عظیم فتا خیر ها مفض الی الحرج ولا کذالك الظهر و موافقة الخلف لا صله من کل وجه لیس بشرط الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اقامت جمعہ کے لئے حضور سلطان کے شرط ہونے سے غیر مسلم ممالک میں جمعہ کا حکم

(سوال ۴۲۹) حنفی مذہب میں جمعہ قائم کرنے کے لئے شرط ہے کہ بادشاہ سے اجازت لی جائے اور خطیب کی تقرری بھی بادشاہ کی جانب سے ہونی چاہئیے لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انگریزی علاقہ میں علماء خود بخود جمعہ قائم کر لیتے ہیں اور ایسے ہی اسلامی ریاستوں میں باوجود مسلمان رئیس ہونے کے اجازت نہیں لیتے کیا ایسی صورت میں نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں کفار کے ملک کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے ملک میں اپنے لئے ایک والی امیر المسلمین مقرر کریں وہی جمعہ قائم کرے اسی سے اجازت لینی چاہئیے حالانکہ اس پر عمل نہیں کیا جاتا کیا ایسی صورت میں نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

کیا جب ایک جگہ جمعہ مقرر ہو تو دوسری جگہ بلا اجازت جمعہ مقرر کرنا جائز ہے ؟

(الجواب) بلاد کفار میں اور نیز ان مسلمانوں کی ریاستوں میں جو ماتحت کفار کے ہیں جس طریق سے جمعہ

جاری ہے اس طرح درست ہے مسلمان جس کو امام مقرر کردیں صحیح ہے اور جہاں بادشاہ اسلام ہے وہاں باجازت بادشاہ امام مقرر ہوتے ہیں اس لئے وہاں بھی جمعہ صحیح ہے۔

بلاد ہندوستان میں جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

(سوال ۴۳۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک ملا صاحب رائچور میں تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ جمعہ کی فرضیت کی شروط ہندوستان میں نہیں پائے جاتے اور کتاب ہدایہ اور کنزوغیرہ کا حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ بدون شروط جمعہ جائز نہیں اس کا جواب مع حوالہ کتب احادیث وغیرہ مرحمت فرمایئے؟

(الجواب) شامی میں ہے-فلو الولاۃ کفاراً یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ الخ پس معلوم ہوا کہ ہندوستان کے امصار میں جمعہ واجب ہے یہ کہنا غلط ہے کہ ہندوستان میں فرضیت جمعہ کی شروط نہیں پائی جاتیں-واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان میں جواز جمعہ پر شبہ اور اس کا جواب

(سوال ۴۳۱) بعض شخصوں نے لوگوں کو نماز جمعہ سے روک رکھا ہے کہتے ہیں کہ شرائط جمعہ ہندوستان میں پائی نہیں جاتیں اس لئے نہ شہر میں جمعہ ہوسکتا ہے اور نہ قصبہ میں کیا یہ ان کا کہنا درست ہے؟

(الجواب) قصبہ اور شہر اور قریہ کبیرہ میں بلاارتیاب جمعہ واجب وادا ہوجاتا ہے مانعین ومنکرین جمعہ غلطی پر ہیں اور تارک فرض ہیں قال فی رد المحتار وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق – الخ و فیہ قبیلہ و بھذا اظھر جھل من یقول لا تصح الجمعۃ فی ایام الفتنۃ مع انھا تصح فی البلاد التی استولی علیھا الکفار کما سنذکرہ الخ – واللہ تعالیٰ اعلم

غیر عربی میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال ۴۳۲) جمعہ وعیدین میں بجائے عربی خطبہ کے اردو، فارسی میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر خطبہ عربی کی جگہ اردو یا فارسی میں پڑھا جاوے توامام صاحب کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک قول میں خطبہ صحیح نہ ہوگا اور ادا نہ ہوگا اور جب کہ خطبہ ادا نہ ہوگا تو نماز جمعہ بھی نہ ہوگی کیونکہ جمعہ کے ادا کی شرائط میں سے خطبہ بھی ہے-والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلی فیہ لم تصح در مختار باب الجمعہ کما صح لو شرع بغیر عربیۃ الخ و شرط عجزہ وعلی ھذا الخلاف الخطبۃ و جمیع اذکار الصلوٰۃ درمختار وفی الشامی وعلی ھذا الخلاف لو سبح فی الفارسیۃ فی الصلوٰۃ او دعا الخ – ای یصح عندہ لکن سیاتی کراھۃ الدعاء بالاعجمیۃ الخ شامی صفۃ الصلوٰۃ و فی باب الجمعۃ من رد المحتار لم یقید الخطبۃ بالعربیۃ اکتفاءً بما قدمہ

فی باب صفة الصلوٰة من انها غیر شرط ولو مع القدرة علی العربیة عنده خلافاً لهما حیث شرطا ها الا عند العجز الخ-

ان عبارات سے واضح ہے کہ باوجود قدرۃ علی العربیہ اردو، فارسی میں خطبہ پڑھنا صاحبین کے قول کے موافق نہیں اور امام صاحب کے نزدیک اگرچہ خطبہ ادا ہو جائے گا مگر مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر خطبہ عربی میں پڑھکر پھر اردو فارسی نظم و نثر پڑھیں تو اس میں کراہت ہے اور خلاف سنت متوارثہ ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ جمعہ کے درمیان وعظ اور اردو فارسی کے اشعار پڑھنا مکروہ ہے

(سوال ۴۳۳) خطبہ جمعہ میں اردو، فارسی و نظم و نثر پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) خطبہ جمعہ میں اردو فارسی و نظم و نثر پڑھنا مکروہ وبدعت ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسوی و مصفّی شرح مؤطا میں تحقیق فرمایا ہے کہ عربی ہونا خطبہ کا عمل مستمرہ رسول اللہ ﷺ کا اور صحابہؓ ہے کبھی اس کا خلاف سلف سے نہیں منقول ہوا اور جو عمل مستمرہ رسول اللہ ﷺ کا اور صحابہؓ کا ہو وہ سنت ہے اس کا خلاف بالضرورت بدعت ہوگا یہ بھی حضرت شاہ صاحب موصوف نے ارقام فرمایا ہے کہ صحابہ باوجودیکہ بلاد عجم فارس وغیرہ تشریف لے گئے اور مسائل دینیہ اور احکام شریعت ان کو ان کی زبانوں میں تعلیم فرمائے لیکن خطبہ میں کچھ تغیر نہیں کیا اور اس میں رعایت مخاطبین کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ خطبہ وعظ اور نصیحت ہے ان کی زبانوں میں ترجمہ نہیں کیا یہ ایسا ہے جیسا قرآن شریف بغرض وعظ و تذکیر نازل ہوا ہے اور قرآن شریف سے تذکیر مقصود ہے لیکن نماز میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنا درست نہیں حدیث شریف میں ہے کہ خطبہ مثل شطر صلوٰۃ کے ہے جیسا کہ شامی میں ہے-قوله بل كشطرها فی الثواب هذا تاویل لما ورد به الاثر من ان الخطبة كشطر الصلوٰة فان مقتضاه انها قامت مقام ركعتين من الظهر كما قامت الجمعة مقام ركعتين منه الخ شامی باب الجمعة و فی بيان الصلوٰة ذكره الدعاء بالعجمية لان عمرؓ نهى عن رطانة الاعاجم- والرطانة كما فی القاموس الكلام بالعجمية- الغرض روایات فقہیہ سے اور عمل صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ خطبہ جمعہ میں اردو و فارسی نظم و نثر مکروہ اور بدعت ہے اور درمیان خطبہ کے وعظ کہنا بھی ایسا ہی ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

جواز قریہ جامعہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد ان کی ذاتی رائے ہے

(سوال ۴۳۴) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ جمعہ کیلئے قریہ جامعہ وہ ہے جس میں پچاس آدمی ہوں کیا حنفیہ کا یہی مذہب ہے اور فتویٰ کس پر ہے؟

(الجواب) حضرت شاہ ولی اللہؒ کی جو کچھ تحقیق جمعہ کے بارے میں ہے اس میں کوئی اخفاء اور استعجاب نہیں

ہے اکابر کے کلام میں ایسے مضامین بیشتر ہوتے ہیں دیہات میں جمعہ کا نہ ہونا یہ بھی مسلم امر ہے جس کو شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے پھر اپنی تحقیق سے جس قریہ کو انہوں نے جامعہ خیال فرمایا اس میں حکم جمعہ کا ارقام فرمایا اس میں شک نہیں کہ قریہ جامعہ میں سب کے نزدیک جمعہ کا ادا ہونا مسلم ہے امام ابو حنیفہؒ بھی قریہ جامعہ میں حکم جمعہ کا فرماتے ہیں باقی یہ امر اور تحقیق ثانی ہے کہ قریہ جامعہ کس کو کہا جاوے گا امام صاحب امصار و قصبات و قری کبیرہ کو جن میں ضروریات انسانیہ کا بہم پہنچانا سہل ہو بازار و دکانیں وہاں ہوں حکام کا قیام گاہ ہو قریہ جامعہ فرماتے ہیں اور اس میں حکم جمعہ کا فرماتے ہیں اور قریہ صغیرہ کو جس میں اوصاف مذکور موجود نہ ہوں محل جمعہ قرار نہیں دیتے بخاری کی حدیث جس میں اہل قرای کا مدینہ شریف نوبت نوبت جمعہ کے لئے آنا ثابت ہے وہ قوی دلیل ہے اس پر کہ اہل قرای پر جمعہ واجب نہیں ورنہ سب کا آنا ضروری ہوتا نوبت بنوبت آنا کیسے جائز ہو سکتا تھا اور یہ بھی مسلم ہے کہ خود ان قرای میں جمعہ نہ ہوتا تھا جو یہ خیال کیا جاوے کہ جو صحابہ مدینہ شریف میں نہ آئے وہ وہاں جمعہ پڑھ لیتے ہوں گے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اتنی بات میں تو متفق ہیں کہ قریہ جامعہ جمعہ کے لئے ضروری ہے باقی یہ ان کی تحقیق ہے کہ جس قریہ میں پچاس آدمی ہوں اس کو وہ قریہ جامعہ خیال فرماتے ہیں اور دیگر ائمہ مثل امام مالکؒ و امام شافعیؒ کی تحقیق کو اس بارے میں اختیار فرماتے ہیں ہر ایک محقق امت کی ایک تحقیق ہے جو اس کو مختار و پسندیدہ ہے دوسروں پر اس کا کچھ التزام نہیں ہے مجتہدین امت کی تحقیقات کو اگر ملاحظہ کیا جاوے تو بہت مواقع میں ایسے امور نظ آتے ہیں جن میں بظاہر ان کا کلام متعارض معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت تعارض نہیں ہر ایک تحقیق کا محل و منشاء دوسرا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی انہیں محققین و مرجحین میں سے ہیں کہ ان کی تحقیق کا مرتبہ جدا اور ممتاز ہے عام آدمیوں کو ان کی تحقیق کا احصاء کیسے ہو سکتا ہے کہ خواص بھی اس میدان میں حیران ہوتے ہیں پس اس قصہ سے قطع نظر کیجئے کہ ان اکابرین کی تحقیق فلاں جگہ کیا ہے اور فلاں جگہ کیا ہے اپنے مجتہد امام کی تقلید کرنی چاہئے کہ اس قسم کی خطرات سے امن ہے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک و مذہب دربارہ جمعہ معلوم و محقق ہے جس کو احقر نے بھی کچھ لکھ دیا ہے اور کتب فقہ میں مبین و مبرہن ہے اس کو اختیار کرنا ہے اور باقی تحقیقات اپنی وسعت فہم و ادراک سے باہر سمجھ کر اس سے اغماض و سکوت چاہئے۔

جامع مسجد کی تعریف اور تعدد جمعہ کا حکم

(سوال ۴۳۵) جامع مسجد کی کیا تعریف ہے؟

(الجواب) جس مسجد میں جمعہ پڑھا جاوے وہ جامع مسجد ہے اور عرفاً و اصطلاحاً جامعہ مسجد وہ کہلاتی ہے جو بڑی مسجد کسی شہر و قصبہ میں خاص اسی لئے بنائی جاوے کہ علاوہ پنجگانہ جماعت کے جمعہ کی نماز بھی وہاں ہوا کرے حنفیہ کا مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ ایک شہر میں چند جگہ بھی جمعہ درست ہے۔ وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب و علیه الفتوی درمختار ۔ پس اگر جامع مسجد سے مراد

یہ لی جائے کہ جس میں جمعہ ہو تو جتنی مسجدوں میں جمعہ پڑھا جاوے گا سب کو جامع مسجد کہہ سکتے ہیں قولہ الا الجامع ای الذی تقام فیہ الجمعۃ– شامی جلد اول واللہ تعالیٰ اعلم

جس گاؤں میں چھ سو آدمی آباد ہوں وہاں جمعہ درست ہے یا نہیں ؟

(سوال ٤٣٦) جس گاؤں میں چھ سو آدمی آباد ہوں وہاں جمعہ درست ہے یا نہیں ؟
(۲) سنا ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں وہاں عیدین بھی درست نہیں ؟
(الجواب) جس گاؤں میں کل چھ سو آدمی ہوں وہ قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ نہیں ہوتا- کما فی الشامی و فی ماذکرنا اشارۃ الی انہ لا یجوز فی الصغیرۃ التی فیھا قاض ومنبر وخطیب الخ–
(۲) یہ صحیح ہے جس گاؤں میں جمعہ درست نہیں وہاں عیدین بھی درست نہیں-واللہ تعالیٰ اعلم

گاؤں میں جمعہ ہونے کی شرط

(سوال ٤٣٧) گاؤں میں جمعہ کی ادائیگی کے لئے تین چار ہزار آدمی کی آبادی شرط ہے اس کی کیا وجہ ہے ؟
(الجواب) یہ اس بناء پر ہے کہ جمعہ کے لئے قریہ کبیرہ کی شرط ہے اور عرفاً قریہ کبیرہ وہی کہلاتا ہے جس میں تین چار ہزار آدمی آباد ہوں جس سے وہ مثل قصبہ کے ہو جاوے- واللہ تعالیٰ اعلم

گاؤں میں جمعہ

(سوال ٤٣٨) ایک موضع کی آبادی بارہ سو تیرہ سو کی ہے اور اکثر دکانیں بھی ہیں اور ضروریات بھی دستیاب ہوتی ہیں اور ہمیشہ سے یہاں جمعہ وعیدین ہوتے ہیں اس قریہ میں جمعہ وعیدین کا کیا حکم ہے ؟
(الجواب) قریہ مذکورہ بڑا قریہ ہے اس میں جمعہ واجب ہو جاتا ہے شامی میں ہے- وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذا بلا خلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ الخ – واللہ تعالیٰ اعلم

کتنے چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے

(سوال ٤٣٩) ہمارے گاؤں میں تخمیناً تین چار سو آدمی بستے ہیں اور ضروریات وغیرہ کچھ نہیں ملتی ایسے گاؤں میں عندالحنفیہ نماز جمعہ وعیدین واجب اور ادا ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور قول اکبر مساجد کے حدنا قص وغیرہ صحیح و مزیف ومنقوض عندالمحققین ہے یا نہیں ؟
(الجواب) ایسے گاؤں میں موافق مذہب حنفیہ نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے- کمافی الشامی و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض الخ وقال قبیلہ وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ– رد المحتار جلد اول

اور اکبر مساجد کے عدم وسعت کی تعریف منقوض ومزیف ہے۔

کما قال فی شرح المنیہ فکل تفسیر لا یصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین کصاحب المختار والوقایۃ وغیرھما وھو مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ و زیادۃ الی ان قال فلا یعتبر ھذا التعریف۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسی بستی کی مردم شماری دو ہزار ہو اس میں اگر بازار وغیرہ بھی ہو تو جمعہ جائز ہے

(سوال ۴۴۰) جس بستی میں تخمیناً دو ہزار آدمی آباد ہوں وہاں جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں اور جس جگہ شرعاً جمعہ و عیدین جائز نہیں وہاں جمعہ و عیدین پڑھنے سے وہ لوگ گناہ گار ہوں گے یا نہیں

جمعہ و عیدین کی ادائیگی کے لئے کتنی مردم شماری ہونی چاہئیے فقہا یہ شرط کہاں سے لگاتے ہیں کہ جمعہ و عیدین کے لئے تین آدمیوں کا ہونا ماسوائے امام کے شرط ہے حالانکہ جمعہ اور عیدین کے واسطے جماعت شرط ہے اور جماعت کے لئے دو آدمی کافی ہیں نیل الاوطار میں ہے۔اما الاثنان فبانضمام احدھما الی الاٰخر یحصل الاجتماع وقد اطلق الشارع علیھا اسم الجماعۃ فقال ال اثنان فما ھو فوقھا جماعۃ۔اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

(الجواب) قال فی رد المحتار المعروف بالشامی وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض الخ (شامی باب الجمعۃ) ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ قصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے جس میں بازار ہوں اور چھوٹے قریہ میں ادا نہیں ہوتا اور درمختار باب العیدین میں ہے۔والسادس الجماعۃ واقلھا ثلثۃ رجال الخ سوی الامام بالنص لانہ لا بدمن الذکر وھو الخطیب و ثلاثۃ سواہ بنص فاسعو الی ذکر اللہ ۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ قریہ صغیرہ میں جس میں شرائط جمعہ نہیں پائے جاتے اگر نماز عیدین و جمعہ ادا کی جاوے گی تو وہ لوگ گناہ گار ہوں گے باقی یہ کہ دو ہزار آبادی جس بستی میں ہو وہ قریہ کبیرہ ہے یا نہیں سو ظاہر یہ ہے کہ وہ قریہ کبیرہ ہے اگر اس میں بازار و دکانیں ہوں تو جمعہ وہاں ادا ہوگا ورنہ نہیں آدمیوں کی تعداد صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے بلکہ عرفاً جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیر ہے اور درمختار میں ہے۔والسادس الجماعۃ واقلھا ثلثۃ رجال الخ سوی الامام بالنص لانہ لا بدمن الذاکر وھو الخطیب و ثلاثۃ سواہ بنص فاسعو الی ذکر اللہ ۔ اس عبارت سے جماعت جمعہ میں سوائے امام کے تین کا ہونا نص سے ثابت کیا ہے یعنی آیت فاسعو الی ذکر اللہ سے اور جیسا کہ نیل الاوطار میں ہے یہ مذہب صاحبین کا ہے امام صاحب نے نص قرآن کی وجہ سے احتیاطاً تین ہونا شرط کیا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی پر جواز جمعہ کا حکم

(سوال ۴۴۱) اس گاؤں کی آبادی غالباً تین ہزار کی ہے اور روزمرہ کی ضروریات دستیاب ہوتی ہیں اور عرف میں اس کو بڑی جگہ شمار کیا جاتا ہے اس جگہ جمعہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اس جگہ ایک فرلانگ کے فاصلہ پر پتہ آبادی ہے وہاں بہت بڑی مسجد ہے وہ آبادی عرفاً اسی میں شمار ہوتی ہے سب گاؤں والے جمع ہو کر وہاں عیدین پڑھتے ہیں اس کو فنا مصر سمجھ کر وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس گاؤں میں جمعہ صحیح ہے کیونکہ وہ قریہ کبیرہ ہے اور قریہ کبیرہ میں بتصریح فقہا جمعہ درست ہے۔ کما فی الشامی و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الخ – اور جس جگہ متصل اس قریہ کے نماز عیدین ہوتی ہے وہ بحکم فناء مصر ہے اس میں جمعہ صحیح ہے۔

گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں

(سوال ۴۴۲) آج کل جمعہ فی القری کے جواز و عدم جواز میں علماء احناف کی رائیں مختلف ہیں بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ جمعہ دیہات میں پڑھنا چاہئے اور بعض جمعہ فی القری کے منافی ہیں اور مصر کی تعریف امر مختلف معلوم ہوتا ہے۔ فریق اول جو جواز جمعہ فی القری کے قائل ہیں۔ تعریف مصر کی یوں کرتے ہیں کہ وہ موضع جس میں دو ہزار کی آبادی ہو اس کو ہم مصر کہہ سکتے ہیں دوسرے وہ موضع جس کے باشندگان وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں فریق دوئم کہتے ہیں کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں بازار وغیرہ ہو ضروریات ملتی ہوں یہ شرائط تو حسب مذہب امام اعظمؒ ہیں اور مفقود ہیں لہٰذا وہ موضع جہاں صفت فریق اول نہ پائی جاتی ہو وہاں کے لوگ مذہب ائمہ ثلثہ عمل کریں تو جائز ہو گا یا نہیں کیونکہ آج کل بہت سے مسئلہ میں امام شافعی کی تقلید کا حکم بغرض رفع فتنہ دیا جاتا ہے جیسا کہ مسئلہ مفقود میں اس مسئلہ میں عمل درآمد بہ مسلک فریق کیا جاوے جیسا کہ قریہ ہند میں جاری ہے جائز ہے یا نہیں اور جس جگہ یہ شرائط مفقود ہیں وہ اولے ازروئے مذہب شافعی نماز جمعہ ادا کرلیں تو جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) دیہات دو قسم کے ہیں قریہ کبیرہ اور قریہ صغیرہ قریہ کبیرہ کو بحکم قصبہ و شہر قرار دیکر فقہاء نے اس میں وجوب جمعہ کا فتوی دیا ہے۔ کما فی الشامی وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الخ ص ۵۳۷ ج ۱. اور قریہ صغیرہ میں باتفاق فقہا حنفیہ جمعہ صحیح نہیں ہے۔ کما فی الشامی و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة الخ و فی باب العیدین من الدر المختار و فی القنیة صلاة العید فی القری تکره تحریماً ای لانه استعمال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة و فی الشامی قوله صلاة العید و مثله الجمعة الخ. باقی رہا کہ یہ جس قریہ میں دو ہزار آدمی آباد ہوں اور وہاں دکانیں بھی ہوں تو اگر اس کو قریہ کبیرہ قرار دیا جاوے تو مستبعد نہیں ہے تین چار ہزار آدمی آباد ہوں تو اس کے قریہ کبیرہ ہونے میں شبہ نہیں معلوم ہوتا اکبر مساجد میں وہاں کے مکلفین کے نہ سمانے کی تعریف ضعیف ہے جیسا کہ شارح منیہ نے اس کو بیان فرمایا ہے کہ یہ تعریف خود حرمین شریفین کی مسجدوں پر

صادق نہیں آتی کما ہو ظاہر اھ - اور حنفیہ کو مذہب دیگر ائمہ اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی ہے اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس جگہ اور جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء نے فتویٰ غیر کے مذہب پر دے دیا ہے اس پر عمل کیا جاوے گا ورنہ نہیں زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں فقہاء حنفیہ نے فتویٰ امام مالک کے مذہب پر دیدیا ہے اس پر عمل کیا جاوے گا اس طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں اور جس جگہ تصریح ان حضرات کی نہیں ہے وہاں عمل نہیں کر سکتے - واللہ تعالیٰ اعلم

تین چار ہزار کی آبادی کو قریہ کبیرہ کہا جا سکتا ہے

(سوال ۴۴۳) ایک قریہ میں تخمیناً ڈیڑھ سو یا دو سو مسلمان رہتے ہیں اور اشیاء ضروریہ مثل شہر کے دستیاب ہو جاتی ہیں اور یہ قریہ شہر سے دو تین روز کی مسافت پر واقع ہے آیا اس قریہ میں صلوٰۃ جمعہ شرعاً جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر کل آبادی اور مردم شماری ہندو و مسلمان کی اس قریہ میں تین چار ہزار آدمی کی ہے اور ضروری اشیاء وہاں دستیاب ہوتی ہیں تو وہ قریہ کبیرہ مثل قصبہ کے ہے جمعہ اس میں فرض ہے اور ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ شامی باب الجمعہ میں ہے۔ و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ ص ۵۳۷ جلد اول شامی - واللہ تعالیٰ اعلم

جس بستی کی آبادی دو ہزار اور بازار بھی ہو اس میں جمعہ جائز ہے؟

(سوال ۴۴۴) کوئی بستی دو ہزار سے سو دو سو کم یا زائد کی ہے اور اکثر اشیاء وہاں پر دستیاب ہو جاتی ہیں یا نہیں ہوتی آیا ایسی بستی میں جمعہ و غیرہ جائز ہے یا نہیں اور ضروریات کی ایسی تعریف کلیہ ہو کہ جو جامع ہو جمیع جزئیات کو اور جس جگہ شرعاً جمعہ وغیرہ جائز نہیں اگر وہاں پر جمعہ وغیرہ پڑھا جائے تو وہ لوگ گناہ گار ہوں گے یا ثواب پائیں گے جمعہ اور عیدین کے واسطے شرعاً اس بستی کی کتنی مردم شماری ہونی چاہیئے جس جگہ پر جمعہ اور عیدین قائم کئے جائیں اور نیز تعداد کسی آیۃ سے ثابت ہے تو حوالہ تحریر فرمائیں جمعہ اور عیدین کے لئے تین آدمیوں کا ماسوائے امام کے ہونا یہ شرط کہاں سے لگاتے ہیں حالانکہ جمعہ اور عیدین کے لئے جماعت شرط ہے اور جماعت کے لئے کم از کم دو آدمی کافی ہیں اور دو شخصوں سے جماعت ہو جاتی ہے چنانچہ نیل الاوطار میں مرقوم ہے - اما الاثنان فبا نضمام احدھما الی الاخر یحصل ای الاجتماع وقد اطلق الشارع علیھما اسم الجماعۃ فقال الاثنان فما فوقھما جماعۃ - حدیث شریف کا مطلب اور جواب کیا ہے؟

(الجواب) قال فی رد المحتار المعروف بالشامی وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض

الخ– شامی باب الجمعۃ– ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ قصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہو تا ہے جس میں بازار ہوں اور چھوٹے قریہ میں ادا نہیں ہوتا اور در مختار باب العیدین میں ہے–و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القرٰی تکرہ تحریما ای لانہ استعمال بمالا یصح لان المصر شرط الصحۃ قولہ صلاۃ العید و مثلہ الجمعۃ– اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ قریہ صغیرہ میں جس میں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتی اگر نماز عیدین و جمعہ ادا کی جاوے گی تو وہ لوگ گناہ گار ہوں گے باقی یہ کہ دو ہزار آبادی جس بستی میں ہوں وہ قریہ کبیرہ ہے یا نہیں سو ظاہر یہ ہے کہ وہ قریہ کبیرہ ہے اگر اس میں بازار و دکانیں ہوں تو جمعہ وہاں ادا ہو گا ورنہ نہیں آدمیوں کی تعداد صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے بلکہ عرفاً جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے–اور در مختار میں ہے–والسادس الجماعۃ واقلھا ثلثۃ رجال الخ سوی الامام بالنص لانہ لا بد من الذاکر وھوا لخطیب وثلاثۃ سواہ بنص فاسعوا الی ذکر اللہ– اس عبارت سے جماعت جمعہ میں سوائے امام کے تین کا ہونا نص سے ثابت کیا ہے فاسعوا الی ذکر اللہ سے اور جیسا کہ نیل الاوطار میں ہے یہ مذہب صاحبین کا ہے امام صاحب نے نص قرآنی کی وجہ سے احتیاطاً تین ہونا شرط کیا–واللہ تعالیٰ اعلم

قریہ صغیرہ و کبیرہ کی تعریف؟

(سوال ۴۴۵) قہستانی کی عبارت وتقع فرضاً فی القصبات والقرٰی الکبیرۃ فیھا اسواق سے مفہوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ قریہ صغیرہ میں عند الحنفیہ درست نہیں اور قریہ کبیرہ تعریف مصر کے تحت میں واقع ہے لہذا ملتجی ہوں کہ قریہ صغیرہ و کبیرہ کی تفصیلی تعریف بدلائل بیان فرمائیں اور مالا یسع الخ یہ مصر کی اجمالی تعریف ہے اور قریہ کبیرہ کے لئے کس قدر مکلفین ہونے چاہئیں اور جیسا کہ مفقود کے بارے میں احناف نے ضرورۃً امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے جمعہ کے بارے میں مذہب شافعی کو اختیار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) قہستانی کی عبارت مذکورہ فی السوال جس موقع پر شامی میں منقول ہے اس کے بعد یہ عبارت بھی مذکورو منقول ہے–و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ کراھۃ النفل بالجماعۃ الا تری ان فی الجواھر لو صلوافی القری لزمھم اداء الظھر الخ ص ۵۳۷ شامی ج ۱ باب الجمعۃ– اور در مختار باب العیدین میں ہے–و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القرٰی تکرہ تحریما ای لانہ استعمال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ الخ– شامی میں ہے (قولہ صلاۃ العید) و مثلہ الجمعۃ ص ۵۵۵ شامی جلد اول ان عبارات سے واضح ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں اور قریہ کبیرہ میں صحیح ہے اور قریہ کبیرہ کی تعریف کچھ نہ کرنا اور قصبات کے ساتھ اس کو بیان کرنا اس طرف مشیر ہے کہ مدار اس کا عرف پر ہے اور اہل عرف قریہ کبیرہ صغیرہ کے فرق کو جانتے ہیں اور یہ کہ قریہ کبیرہ مثل قصبہ کے ہونا چاہیے

اس لئے یہاں کے علماء محققین نے یہ فرمایاہے کہ جو قریہ باعتبار آبادی کے قریب قصبہ صغیرہ کے ہو اس میں جمعہ صحیح ہوگا اور قصبہ صغیرہ میں ان اطراف میں تین چار ہزار آدمی ہوتے ہیں یا کم وبیش اور تعریف مالا یسع الخ درحقیقت حد حقیقی نہیں ہے ورنہ منقوض ہونا اس کا ظاہر ہے کہ وہ چھوٹے سے چھوٹے قریہ پر صادق آتی ہے اور بعض اوقات بڑے سے بڑے شہر پر صادق نہیں آتی جیساکہ خود حرمین شریفین کی مساجد پر صادق نہیں آتی کیونکہ مسجد حرام تمام اہل مکہ سے بلکہ باہر والوں کو ملاکر بھی کبھی نہیں بھرتی اور وسعت اس میں باقی رہتی ہے کما ہو مشاہد اور یہ نقض اس تعریف پر شارح منیہ نے بھی بیان فرمایاہے معلوم ہواکہ تعریف حقیقی مصر کی نہیں بلکہ علامت مصر کی باعتبار غالب کے ہے کیونکہ بڑے بڑے شہروں میں جہاں مردم شماری بہت زیادہ ہوتی ہے غالباً ایسا ہوتاہے کہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں بھی وہاں کے تمام مکلفین نہیں سماسکتے پس محقق ہواکہ تعریف مذکور عام تعریف نہیں ہے رہا یہ کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرکے ان کی قیود کے موافق قریہ میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بندہ نے اس کی تصریح کلام فقہاء سے نہیں دیکھی اور عمل کرنا دوسرے امام کے مذہب پر اسی جگہ ہم لوگوں کے لئے صحیح ہو سکتاہے کہ ہمارے فقہاء نے تصریح فرمائی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صواب۔ اور بعض عبارات فتاویٰ سے ظاہر ہوتاہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ عندالحنفیہ مجتہد فیہ نہیں البتہ کسی دعویٰ میں بعد توفر شرائط دعویٰ کے مجتہد فیہ ہے نہ فتویٰ اور دیانت میں۔ فقط محمد انور عفااللہ عنہ

گاؤں میں جمعہ اور تعریف مصر پر مفصل بحث!

(سوال ٤٤٦) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گاؤں والوں پر جمعہ کی نماز واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) گاؤں والوں پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایاہے۔

لاجمعة ولا تشريق ولا صلوٰة فطر ولا اضحىٰ الا فى مصر جامع۔

کہ جمعہ اور تشریق اور عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز جائز نہیں ہے مگر مصر جامع یعنی شہر میں۔

اور فتح القدیر میں ہے۔

ان قوله تعالىٰ - فاسعوا الى ذكر الله ليس على اطلاقه اتفاقاً بين الائمة اذ لا يجوز اقامتها فى البرارى اجماعاً ولا فى كل قرية عند الشافعى فكان خصوص المكان مراداً با لا جماع فقدر الشافعى القرية الخاصه و قدرنا المصر وهو اولى لحديث علىؓ وهو لو عورض بفعل غيره كان حديث على مقدما عليه فكيف ولم يتحقق معارضة ما ذكرناه ولهذا لم ينقل عن الصحابة انهم لما فتحو البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فى الامصار دون القرى۔

کہ قول باری تعالیٰ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ کا حکم عام نہیں ہے جیساکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے اس لئے جنگل میں جمعہ وعیدین کو کوئی بھی جائز نہیں رکھتا اور نہ امام شافعی کے نزدیک ہر قریہ میں جمعہ جائز ہے پس

معلوم ہوا کہ اس پر اجماع ہے کہ جمعہ و عیدین کے جواز کے لئے مخصوص مکان کا ہونا (شرط) ہے پس شرط قرار دیا امام شافعی نے قریہ خاصہ کو اور احناف نے مصر کو اور مصر کی ہی قید لگانا حدیث علیؓ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اگر اس حدیث کا معارض کسی کا فعل لایا جائے تو حدیث علیؓ کو ترجیح ہوگی اور جو معنے ہم نے بیان کئے اس کی رو سے کسی کا فعل معارض نہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جب شہروں کو فتح کیا تو نہیں قائم کیا منابر اور جمعہ کو مگر شہروں میں نہ کہ گاؤں میں۔

اور علاوہ ازیں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ جمعہ اس وقت فرض ہوا ہے جب کہ رسول اکرم ﷺ مکہ میں تشریف رکھتے تھے اور ہجرت نہیں فرمائی تھی بعد ازاں جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف میں چودہ دن سے کچھ زائد قیام فرمایا اور وہاں جمعہ نہ پڑھا یہ دلیل ہے اس کی کہ جمعہ گاؤں میں واجب نہیں ورنہ رسول اکرم ﷺ وہاں ضرور جمعہ پڑھتے اور قدوری میں ہے۔

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اولی مصلی المصر ولا تجوز فی القری۔

وقال مولانا بحر العلوم فی ارکانه تحت قوله تعالٰی یا ایها الذین امنو اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة الخ والمراد من وذروا البیع ای یحرم البیع و یجب السعی الی الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البیع قد یطول الکلام فیه فیفوت الخطبة والجمعة لان التجار لا یترکون صفاتهم فی هذا الزمان فلذا منع من النداء الاول فالبیع والشراء فی المصر ظاهر۔

وقال ایضاً فیه ویکره للمریض وغیره من المعذورین ان یصلوا الظهر یوم الجمعة بجماعة ولا بأس بالجماعة للظهر للقروی۔ لان الجمعة جامعة للجماعات فی المصر فعلم ان شرط المصر بوجوب الجماعة مشروع لانه جری التوارث من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم الی هذا الأن ان لا یصلی الجمعة اهل البدو والقری۔ فالعمل علی قول صاحب القدوری لازم علی المقلدین لان قوله مطابق للمذهب الحنفی واتبعه و رجحه جمهور الفقهاء المحققین۔

کہ نہیں جائز ہے جمعہ مگر مصر جامع میں یا عیدگاہ مصر میں اور نہیں جائز ہے گاؤں میں۔

اور مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ آیۃ اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة الخ میں وذروا البیع کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بیع حرام ہو جاتی ہے اذان سننے کے بعد اور سعی جمعہ کی طرف واجب ہو جاتی ہے کیونکہ بیع میں بھی کلام طویل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے خطبہ اور جمعہ دونوں فوت ہو جاتے ہیں اس لئے کہ تجار زمانہ اپنی صفات کو نہیں چھوڑتے اور یہی وجہ ہے کہ نداء اول سے ممانعت کی گئی اور خرید و فروخت کا مصر میں ہونا ظاہر ہے اور کہا کہ مکروہ ہے معذور یعنی مریض وغیرہ کو یہ کہ پڑھیں وہ ظہر کی نماز جماعت سے جمعہ کے دن اور رہا باوجود اس کے گاؤں والوں کو نماز ظہر باجماعت پڑھنے کی ممانعت نہیں کیونکہ جمعہ جامع للجماعات ہے مصر میں پس معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے مصر کی شرط مشروع ہے۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے تعامل اور توارث اسی پر چلا آرہا ہے کہ بدوی اور گاؤں والے جمعہ نہیں

پڑھتے پس صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کو عمل کرنا واجب ہے کیونکہ اس کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اسی کا اتباع کیا ہے اور علمائے احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

اور رد المحتار میں ہے کہ ہمارے اوپر اس چیز کا اتباع واجب ہے جس کو کہ جمہور فقہاء محققین نے راجح کہا ہو اور صحیح بتلایا ہو اور جس کا کہ انہوں نے اپنی حیات میں فتویٰ دیا ہو اور جو مقلد کہ اس کی مخالفت کرتا ہے اس کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا در مختار میں ہے کہ مقلد کا حکم اس کے مذہب کے خلاف نافذ نہیں ہوگا پس صحت جمعہ کے لئے مصر کی شرط محقق ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک بغیر کسی اختلاف وانکار کرکے۔
لیکن مصر کس کو کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

فقال الامام الشافعی موضع فیه دور غیر منتقلة و یکون المقیمون اربعین رجلا من الاصحاب المکلفین فاذا کان کذالك لزمت الجمعة۔

امام شافعیؒ نے مصر کی تعریف یہ کی ہے کہ اس میں مستقل رہائشی مکانات ہوں (یعنی گرمی یا جاڑے میں لوگ وہاں سے بدلتے سدلتے نہ ہوں) اور چالیس مکلّف وبالغ آدمی اس میں رہتے ہوں تو وہ مصر ہے اور جمعہ اس میں واجب ہے۔

لیکن احناف کے یہاں مصر کی تعریف میں مختلف روایات منقول ہیں ظاہر الروایۃ میں ہے کہ مصر وہ ہے جس میں اقامتہ حدود کے لئے امام اور قاضی مقرر ہوں اور فتح القدیر میں ہے۔

قال الامام ابو حنیفة بلدة فیها سکك واسواق ووال ینتصف المظلوم من الظالم و عالم یرجع الیه من الحوادث۔

کہا امام ابو حنیفہ نے مصر وہ ہے جس میں کہ بازار سڑکیں ہوں اور حاکم مقرر ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلائے اور اس میں عالم ہو کہ ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جاوے۔

اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے یہ تعریف منقول ہے کہ ہر وہ جگہ مصر ہے جس میں کہ دس ہزار آدمی بستے ہوں اور دوسری روایت انہیں کی یہ ہے کہ ہر وہ جگہ مصر ہے جس میں کہ امیر و قاضی ہوں جو کہ احکام شرعیہ کا نفاذ کرتے ہوں اور حدود کو جاری کرتے ہوں اور اس قول کو علامہ کرخی نے بھی اختیار کیا ہے اور بعض فقہاء نے یہ تعریف کی کہ مصر وہ ہے کہ جس میں ہر قسم کے پیشہ ور بستے ہوں اور بعض فقہاء نے یہ کہا کہ مصر وہ ہے کہ اس میں رہنے والے اتنی استعداد رکھتے ہوں کہ اگر کوئی دشمن ان پر حملہ آور ہو تو وہ اس کو دفع کر سکیں اور بعض فقہاء نے یہ کہا کہ وہاں کی آبادی کا تناسب اتنا ہو کہ روزانہ اس میں انسانوں کی پیدائش اور موت ہوتی رہتی ہو اور بعض نے یہ تعریف کی کہ اس میں رہنے والوں کی تعداد بغیر مشقت و کلفت کے آسانی سے معلوم نہ ہو سکے اور ضرورت زمانہ کے لحاظ سے اکثر فقہاء نے اس کو اختیار بھی کیا ہے۔

اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے یہ بھی ہے کہ مصر وہ ہے کہ اس کے باشندے اگر بڑی مسجد میں وہاں کی جمع ہو جائیں تو وہ ان کے لئے کافی نہ ہو اس قول کو علامہ بلخی نے اختیار کیا ہے اور اہل زمانہ اور

حاکموں کے فساد کے پیش نظر اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور جمہور متاخرین کے نزدیک یہی مفتی بہ بھی ہے اور ابو شجاع فقیہ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب ولوالجیہ نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے اور صاحب وقایہ والدر المختار صاحب ردالمحتار بھی اسی طرف گئے ہیں اور صاحب درر نے اپنے متن میں دوسرے قولوں پر اسی کو مقدم کیا ہے اور ظاہر اسی کی ترجیح بھی معلوم ہوتی ہے اور صدر الشریعۃ نے بھی اسی کو راجح کہا ہے بوجہ واقع ہو جانے سستی احکام شرع میں خاص کر قیام حدود میں پس ہر وہ موضع کہ جس پر تعریف مذکور صادق آئے وہ مصر ہے اور اس کے بسنے والوں پر جمعہ واجب ہے پس اس تعریف کے اختیار کرنے کی صورت میں ہر وہ قریہ جو اس تعریف کا متحمل ہو شرعاً مصر کہلائے گا اگرچہ عرفاً وہ مصر نہ ہو اور جس پر یہ تعریف مذکور صادق آئے وہ مصر ہے اور اس کے بسنے والوں پر جمعہ واجب ہے اور جس پر یہ تعریف صادق نہ آئے وہ نہ شرعاً مصر کہلائے گا اور نہ عرفاً مصر ہو گا اور اگر اس تعریف کو اختیار نہ کیا جائے تو وہ بڑے قریہ اور قصبے جن کو شہر نہیں کہا جاتا ان میں جمعہ کے وجوب کا حکم نہ ہو گا اور صلوٰۃ جمعہ ان میں نہ ہو سکے گی پس لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں اول یہ کہ تعریف مذکور اس پر صادق آئے اور دوسرے یہ کہ تعریف مذکور اس پر صادق نہ آئے اول صورت میں جمعہ صحیح ہو گا اور وہ جگہ مدینہ عظیم ہو گی یا قریہ کبیرہ اس کو کہا جاوے گا۔ اور دوسری صورت میں اس میں جمعہ صحیح نہیں ہو گا اور قریہ صغیرہ اس کو کہا جائے گا۔

كما يدل عليها عبارة القهستاني – وتقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها الاسواق – و في البحر لا تصح في قرية ولا مفازة لقول علىؓ لا جمعة ولا تشريق ولا صلوٰة فطرولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة ثم قال تجب على غير اهل المصر – كذافي الطحطاوی۔

جیسا کہ قہستانی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہے کہ، جمعہ فرض قصبات میں سے ہے اور قریہ کبیرہ میں جن میں کہ اسواق ہوں اور بحر میں ہے کہ صحیح نہیں ہے گاؤں میں اور نہ جنگل میں کیونکہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جمعہ اور تشریق اور عیدین کی نماز صحیح نہیں ہوتی مگر مصر جامع میں یا بڑے شہر میں اور پھر فرمایا کہ اور نہیں واجب ہے ان لوگوں پر جو کہ مصر میں نہیں رہتے۔

دلائل مذکورہ سے معلوم ہوا کہ فرضیۃ جمعہ کیلئے بالاجماع مکان مخصوص کی شرط و قید ہے پس اگر ایسے قریہ کے باشندے جس کو کہ شرعاً مصر نہ کہا جاتا ہو جمعہ پڑھیں تو ظہر ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہو گی اور اس کے بعد احتیاط الظہر پڑھیں تو ترک جماعت کی وجہ سے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے اور نماز جمعہ نفل ہو جائے گی جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ظہر انہوں نے تنہا تنہا پڑھی اور نفل کو جماعت سے پڑھا اور یہ امور غیر مناسب بلکہ قبیح ہوں گے اور جو شخص یہ کہے کہ جمعہ اور ظہر میں سوائے خطبہ کے اور کوئی فرق نہیں اور یہ کہ جمعہ بلا کسی کراہت کے ہر جگہ صحیح ہو جاتا ہے (جس طرح کہ ہر جگہ ظہر پڑھی جا سکتی ہے عام اس سے کہ وہ جگہ شہر ہو یا قصبہ گاؤں ہو یا جنگل) اور یہ کہ تارک اس کا بلا عذر کے فاسق و گناہ گار ہے وغیرہ

ذالک ظاہر ہے کہ ایسا کہنے والا ہر شخص بلا شبہ مقلد نہیں بلکہ مقلدین کے لئے اس شخص سے اجتناب ضروری ہے اور اس کے قول و فعل کا اعتبار مقلدین کو نہیں کرنا چاہئے اور اس شخص کی صحبت سے پرہیز ضروری ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد حبیب الرحمٰن

از حضرت مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند۔بیشک قریہ صغیرہ میں عندالحنفیہ جمعہ صحیح نہیں ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ پڑھنے والے مرتکب امر مکروہ و ممنوع کے ہیں اور قریہ کبیرہ اور قصبات میں جمعہ صحیح ہے۔کما فی رد المحتار عن القهستانی و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الٰی ان قال و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبرو فی باب العیدین من الدر المختار صلوٰة العید فی القریٰ تکره تحریماً و فی الشامی قوله (صلوٰة العید) و مثله الجمعة الخ– واللہ تعالیٰ اعلم

جواب از حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ

عبارات اصحابنا فی تفسیر المصر کلها متوافقة فی المعنی و انما اختلفت التعبیرات والا لفاظ فاشتراط القاضی فی ظاهر الروایة بناءً علی اشتراط المصر لنفاذ القضاء فی ظاهر الروایة ایضاً کما فی التنویر من باب القضاء و تعریف المتاخرین بانه لا یسع اه مبنی علی تعدد المساجد هناك لکثرة الابنیة قال الی القریة الکبیرة و فی العنایة زیادة مالا یسع اکبر مساجده اهله المکلفین بهاحتی یحتاجو االٰی بناء مسجد جامع و الحاصل ان تفسیر المصر محول علی العرف واللغة نعم فی بعض عباراتهم ان القریة الصغیرة مجتهد فیها عندنا فینفذ قضاء القاضی الشافعی بصحتها علی الحنفی فی ضمن دعوٰی صحیحة لااذا کانت فتوٰی لا دعوی من حاضر علی حاضر– محمد انور عفا اللہ عنه مدرس دارالعلوم دیوبند

مصر کی تعریف میں ہمارے ائمہ احناف سے جس قدر روایات منقول ہیں وہ سب متحد المعنی ہیں اختلاف صرف لفظی و تعبیری ہے یعنی معنون سب کا ایک ہے فرق صرف عنوان کا ہے اور ظاہر روایۃ میں مصر کے لئے قاضی کی شرط در حقیقت اس لئے ہے کہ قضاء[1] قاضی مصر ہی میں نافذ ہوتی ہے۔جیسا کہ تنویرالابصار باب القضاء میں ہے۔اور متاخرین نے مصر کی تعریف میں جو اکبر مساجد کی قید لگائی ہے اس کا مبنیٰ تعدد مساجد دلالۃ کرتا ہے تعدد ابنیہ پر اور تعدد ابنیہ بڑی بستی میں ہوتا ہے چنانچہ عنایہ میں ہے کہ اس میں مکلفین کی اتنی زیادتی ہو کہ بڑی مسجد میں نہ سما سکیں اور جامع مسجد کے بنانے کی ضرورت محسوس کی جائے حاصل یہ کہ مصر کی تعریف عرف اور لغۃ پر محمول ہے اور جس قدر بھی تعریفیں مذکور ہیں وہ اپنے اپنے

(۱) حاصل یہ ہے کہ دراصل مصر کے لئے قاضی شرط نہیں بلکہ قاضی کے لئے مصر شرط ہے اسی لئے قاضی کا وجود مصر کی علامت ہو گئی اور یہ تعریف بالرسم والعلامات کی گئی۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ

عرف و زمانہ کے مطابق کی گئی ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں البتہ بعض فقہاء کی عبارات میں ہے کہ قریہ صغیرہ ہمارے نزدیک مجتہد فیہا ہے یعنی صغیرہ کبیرہ کی تعین میں اجتہاد کی گنجائش ہے اسی لئے اگر کوئی قاضی شافعی کسی باقاعدہ دعوی[1] کے ذیل میں کسی قریہ صغیرہ میں جمعہ کی اجازت کا حکم دیدے تو یہ حکم حنفیہ پر نافذ ہوگا۔

قریب کے چند چھوٹے چھوٹے گاؤں کے آدمیوں کو جمع کر لیا جائے تو شہر کا حکم نہیں ہوگا اور جمعہ جائز نہ ہوگا

(سوال ٤٤٧) اگر قریب کے چھوٹے چھوٹے گاؤں کے مردوں کو جمع کر لیا جاوے جس کی مردم شماری دو ڈھائی ہزار ہو جاوے تو وہ حکم شہر ہو سکتا ہے یا نہیں اور جمعہ وہاں درست ہو جائے گا یا نہیں ؟

(الجواب) مواضع جو بنگال میں ہیں ان کی کیفیت معلوم ہونے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قری صغیرہ ہیں ہر ایک بستی ان میں سے قریہ صغیرہ ہے کیونکہ ہر ایک بستی میں جو علیحدہ نام کے ساتھ موسوم ہے چند مکانات ہوتے ہیں اور غالباً ہر ایک بستی میں ان مواضع میں سے تیس یا چالیس یا پچاس یا قدرے کم و بیش آدمی ہوتے ہیں پس ان میں سے کسی مواضع اور قریہ میں شرائط ادا و وجوب جمعہ متحقق نہیں ہیں اور یہ امر کہ چند مواضع کو جمع کر کے ان کی آبادی اور مردم شماری کو دو ڈھائی ہزار آدمی تک پہنچا کہ اس کو ایک بڑا قریہ یا بڑی بستی شمار کی جاوے قواعد شرعیہ کے اعتبار سے۔اور نیز عرف و عادت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے البتہ جو جگہ ایسی ہو کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا قریہ ہو اس میں جمعہ واجب و ادا ہوتا ہے سو بنگالہ میں بعض بعض ایسے شہر ہیں جن میں شرائط جمعہ موجود ہیں باقی وہ دیہات جو چھوٹے چھوٹے ہیں مثل محلوں کے وہ اگرچہ متصل اور قریب ہوں مگر وہ سب ملکر ایک شہر نہ کہلایا جائے گا بلکہ وہ چھوٹے چھوٹے دیہات سب متفرق قریہ ہیں کہ ان میں سے کسی میں بھی جمعہ نہیں ہو سکتا- قال فی رد المحتار و تقع فرضاً فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیها اسواق الخ فیما ذکرنا اشارۃ ای انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاهر انه ارید به کراهة النفل بالجماعة الخ باب الجمعة ص ٥٣٧ جلد ١ – و فی باب العیدین من الدر المختار و فی القنیة صلاۃ العید فی القری تکره تحریماً ای لانه استعمال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة الخ و فی رد المحتار للشامی قوله صلاۃ العید و مثله اللجمعة ص ٥٥٥ ج ١ شامی- واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ قاضی کی اجازت کافی نہیں بلکہ قضاء شرعی ضروری ہے جس میں ایک دوسرے پر کسی ایسے معاملہ کا دعویٰ کرے جس کا تعلق اس قریہ کے کبیرہ اور موضع اقامت جمعہ ہونے سے ہو اور قاضی باقاعدہ مقدمہ کی سماعت کے بعد اقامت جمعہ کا فیصلہ دے ۱۲ محمد شفیع عفی عنہ

بعد نماز عید اسی عید گاہ میں جمعہ پڑھنے کا حکم

(سوال ۴۴۸) بعد نماز عید اسی عید گاہ میں نماز جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) بعد نماز عید کے اسی عید گاہ میں بعد زوال جمعہ ادا کرنا درست ہے اور نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ حسب معمول نماز جمعہ کو جامع مسجد میں ادا کیا جائے کیونکہ عید گاہ میں جا کر عیدین کی نماز پڑھنا اور اسکا مستحب ہونا خاص عیدین کے لئے ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ہر جمعہ میں ایک ہی خطبہ پڑھنا!

(سوال ۴۴۹) جمعہ کے روز ایک ہی خطبہ پڑھنا یعنی ہر جمعہ کو ایک ہی خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) کچھ حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو کیا اس وقت سے مطلقاً کلام ممنوع ہے، خواہ وہ ذکر ہی کیوں نہ ہو؟

(سوال ۴۵۰) حدیث اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام سے مراد مطلق کلام ہے یا کلام دنیاوی۔ فقہاء کی عبارات سے کلام دنیاوی مراد معلوم ہوتی ہے کہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام دنیاوی منع ہے تسبیح اذکار وغیرہ منع نہیں اب اس بناء پر خطبہ کی اذان کا جواب دینا یا دعاء وسیلہ پڑھنا جائز ہوگا چنانچہ بعض عبارات سے صاف ظاہر ہے واما الكلام فانما يكره منه قبل شروع الخطبة الدنيوى لا الدينى كالاذكار والتسبيح وبعد الشروع فيها يكره مطلقاً هذا هو الاصح كما فى النهايه وغيره فلا تكره اجابة الاذان الذى يوذن بين يدى الخطيب وقد ثبت ذلك من فعل معاويةؓ فى صحيح البخارى ولا دعاء الوسيلة الماثورة بعد ذلك الاذان هذا عند ابى حنيفة و عندهما لا باس بالكلام اى الدنيوى اذا خرج الامام قبل ان يشرع فى الخطبة واذا نزل قبل ان يكبر لان الكراهة للاخلال بالاستماع ولا استماع ههنا بخلاف الصلوٰة فانها قد تمتد كذافى الهداية۔ اس میں قول مفتی بہ اور صحیح کیا ہے۔جائز ہے یا مکروہ؟

(الجواب) اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام میں ہمارے حضرات کا مسلک کلام کو عام رکھنا ہے جیسا کہ اطلاق حدیث سے ظاہر ہے اور صلاۃ کو اس کا منضم فرمانا اور بھی اس کا مؤید ہے اور خلاف صاحبین کا قبل شروع فی الخطبہ میں مشہور ہے اور امام صاحب کے نزدیک بھی بعض فقہاء نے کلام دینی کو بعد خروج امام قبل خطبہ جائز نقل کیا ہے لیکن مذہب مشہور امام صاحب کا یہی ہے کہ بعد خروج امام کلام مطلقاً ممنوع ہے خواہ دینی ہو یا دنیاوی اور نصوص فقہاء بہت سی اس پر دال ہیں کہ امام صاحب کلام کو عام لیتے ہیں پس اگر بعض فقہاء نے قبل خطبہ کلام دینی کو جائز رکھا ہے اور اس کو واضح فرمایا ہے جیسا کہ عنایہ و نہایہ سے منقول ہے تو انہوں نے مذہب صاحبینؒ کو اختیار کیا ہے باقی مذہب امام اعظمؒ کا یہی ہے کہ کلام مطلقاً مکروہ ہے اور اجابت

اذان بین یدی الخطیب مکروہ ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے جو تخطیہ صاحب در مختار کا کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور آپ نے جو عبارت مولانا موصوف کی نقل فرمائی ہے اور اس کے آخر میں کذافی الہدایہ ہے ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ حوالہ بجنسہا صحیح نہیں ہے۔ کما لا یخفی علی من طالح الهدایه۔

اب احقر بعض وہ عبارات لکھتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا خلاف مطلق کلام میں ہے دنیاوی ہو یا دینی اور امام صاحب مطلق کلام کو بعد خروج امام منع فرماتے ہیں اور نیز یہ کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے در مختار باب الجمعہ میں ہے۔ وقالا لا باس کلام قبل الخطبة و بعدها و اذا جلس عند الثانی و الخلاف فی کلام یتعلق بالآخرة اما غیره فیکره اجماعاً وعلی هذا فالترقیة المتعارفة فی زماننا تکره عنده لا عندهما واما ما یفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضی و نحوه فمکروه اتفاقاً و تمامه فی البحر والعجب ان المرقی ینهی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثه ثم یقول انصتوا رحمکم الله قلت - الا ان یحمل علی قولهما فتنبه درمختار قوله الا ان یحمل علی قولهما لانه یقول ذلك قبل الخطبة وهما یحملان قوله صلی الله علیه وسلم والامام یخطب علی الشروع فیها حقیقة فحینئذ لا یکون المرقی مخالفاً لحدیثه بقوله بعده انصتوا اما علی قول الامام من حمل قوله یخطب علی الخروج للخطبة بقرینة ماروی اذا خرج الامام فلا صلاة ولا کلام فیکون مخالفاً لحدیثه الذی یرویه و یکره الخ - رد المحتار شامی -

وفی الشامی ایضاً قبیله والظاهر ان مثل ذلك یقال ایضاً فی تلقین المرقی الاذان لمؤذن والظاهر ان الکراهة علی المؤذن دون المرقی لان سنة الاذان الذی بین یدی الخطیب تحصل باذان المرقی فیکون المؤذن مجیباً لاذان المرقی واجابة الاذان حینئذ مکروهة الخ۔

شامی کے اس قول واجابت الاذان حینئذٍ مکروهة سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کراہت حنفیہ کے نزدیک ایسی مسلم اور معروف ہے کہ اس میں کسی کو کچھ تامل اور خلاف نہیں ہے پس اس سے صحت اس قول صاحب در مختار کی جو باب الاذان میں ہے واضح ہوتی ہے۔ وینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب۔

البتہ اتفاقاً کے لفظ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ کراہت امام صاحب کے قاعدہ کے موافق ہے نہ صاحبین کے قول کے موافق مگر جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ غرض صاحب در مختار کی یہ ہے کہ مشائخ نے بالاتفاق اس بارے میں قول امام صاحب کو اختیار فرمایا ہے اور بالاتفاق فتویٰ کراہت اجابت اذان ثانی جمعہ کا دیا ہے ثانیاً یہ کہ اگرچہ قاعدہ صاحبین کا اس کے جواز کو مقتضی ہو مگر ان سے تصریح اس کے جواز کی منقول نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کراہت منقول ہو اور اسی قول صاحب در مختار کو اس بارے میں حجت سمجھا جاوے کہ ظاہر ہے هم اعلم بمذهب الاصحاب۔

اس صورت میں اتفاقاً کے معنے امام صاحب اور صاحبین کے اتفاق کے ہوں گے اور جب کہ ایسا بڑا

شخص اس اتفاق کو نقل فرماتا ہے تو ہم کو محض اس بناء پر کہ صاحبین کا مذہب اس کو مقتضی نہیں انکار شایاں نہیں ہے احقر کہتا ہے کہ مقتضی قول صاحبین بھی اس اجابت کی کراہت کو ہے کیونکہ آخر کلمہ اذان کی اجابت بعد ختم اذان کی ہے جو وقت شروع فی الخطبہ کا ہے نیز اجابت کے ساتھ دعاء وسیلہ بھی ہوتی ہے جو بعد اذان و اجابت اذان کے ہے اور وہ وقت شروع فی الخطبہ کا ہے وہ باتفاق وقت کراہت کلام دینی و دنیاوی کا ہے اور اس میں یہ بحث کرنا کہ امام بھی اجابت کرے گا اور دعاء وسیلہ پڑھے گا تو شروع فی الخطبہ نہ ہوا جو صاحبین کے نزدیک اجابت کو مکروہ کہا جاوے محل تامل ہے کیونکہ اذان کے ختم ہونے کے بعد خطبہ کا شروع ہونا متوارث ہے اور دعویٰ امام صاحب کی اجابت کا کرنا خود فرع ثبوت اجابت کی ہے حالانکہ تصریح فقہاء اس کے خلاف ہے۔

الحاصل تخطیہ درمختار کے قول کا عجب در عجب ہے علامہ شامی کی تصریح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کراہت اجابت اذان بین یدی الخطیب ایک مسلم امر ہے جیسا کہ سیاق عبارۃ سے واضح ہے اخیر میں یہ عرض ہے کہ بصورت اختلاف احوط بھی یہی ہے کہ اجابت کو ترک کیا جاوے۔واللہ تعالیٰ اعلم

وجوب جمعہ کے لئے مصر کی شرط

(سوال ۴۵۱) جس گاؤں میں جمعہ عند الحنفیہ جائز ہے وہ کتنا بڑا ہونا چاہیئے اور جس گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اس کی کیا شناخت ہے؟

(۲) جس گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اس میں ظہر نہ پڑھنے کی وجہ سے لوگ گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

(الجواب) کتب فقہ میں اسی قدر ہے کہ قریہ کبیرہ جس میں بازار و دکانیں ہوں جمعہ واجب ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں باقی یہ امر عرف پر چھوڑا گیا ہے کہ بڑا گاؤں کون سا ہے اور چھوٹا کونسا، پس جس کو اہل عرف بڑا گاؤں سمجھیں وہ بڑا ہے اور جس کو چھوٹا سمجھیں وہ چھوٹا ہے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ جو قریہ مثل چھوٹے قصبہ کے ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی اس میں آباد ہوں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جو اس سے کم ہو وہ چھوٹا ہے۔

(۲) اور جس گاؤں میں جمعہ درست نہیں اس میں جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی اگر ظہر نہ پڑھیں گے تارک فرض ہو کر گناہ گار ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جمعہ مصر کے ساتھ مخصوص ہے

(سوال ۴۵۲) ماقولکم رحمکم اللہ دریں مسئلہ کہ فی الحال در صوبہ بنگال جم غفیر در دیہات نماز جمعہ ادا می کنند صرف بایں وجہ کہ از ایام ماضیہ ہر خاص و عام نماز جمعہ بایں چنیں قریہ ادا کردہ می آیند۔وگروہے از علمائے حنفیہ آں دیار می گویند کہ نزد امام ابو حنیفہؒ گرچہ در دیہات نماز جمعہ روا نیست مگر بایں مسئلہ بتقلید امام شافعیؒ در قریہ نماز جمعہ می گزاریم پس قول اوشاں چگونہ است و نماز جمعہ ہر خاص و عام وگروہے موصوفان از علمائے

کرام ادا شود یا نہ بر مسلک حنفیہ جواب مدلل تحریر فرمایند؟ بینوا توجروا

(الجواب) جمعہ باتفاق حنفیہ مخصوص بمصر است در قری جائز نیست- کذا فی الہدایہ- صلوۃ الجمعۃ لا تصح الا فی مصر جامع او مصلی المصر ولا تجوز فی القری ومنقول از امام ابو حنیفہ دربیان مصر ایں است کہ بازار- وکوچہا- وحاکم نافذ کنندہ حدود داشتہ باشد- کذا فی المواہب للطرابلسی- مگر چون تسلط کفار غالب شد و حاکم اسلام مفقود شد پس اگر قری مسئول عنہا بازار و کوچہا میدارند پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ و اعیاد آنجا بوجہ شرائط دیگر انسب با شبہ رواست والا فلا لمافی الشمنی فلا یودی فی مفاصۃ ولا قریۃ لما روی البیہقی فی المعرفۃ و عبدالرزاق وابن ابی شیبہ فی مصنفیہما عن علی انہ قال لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ الفطر والا ضحیٰ الا فی مصر جامع او لمدینۃ ولا نہ کان المدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قری کثیرۃ ولم ینقل عنہ علیہ السلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ فیہا انتہی- و ظاہر است کسانیکہ نماز جمعہ در دیہات بتقلید شافعیہ ادا می کنند در نماز پنجگانہ و شرائط و دیگر مسائل بر مسلک شافعیہ عمل نمی کنند- ایں را تلفیق می گویند و تلفیق نزد فقہاء باطل است پس قول بعض علماء حنفیہ دربارہ جواز صلوٰۃ جمعہ در دیہات بتقلید شافعی ہرگز صحیح و درست نیست و نماز جمعہ او شاں نہ نزد حنفیہ صحیح می شود ونہ نزد شافعیہ- پس گناہ ترک نماز ظہر و قیام جمعہ بصورت عدم جواز او بروے لازم می آید- واللہ تعالیٰ اعلم

مصر کی معتبر و مفتی بہ تعریف

(سوال ۴۵۳) عند الاحناف وجوب جمعہ کے لئے مصر تو یقیناً شرط ہے لیکن چونکہ تعریف مصر میں اختلاف عظیم ہے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ تعریف معتبر و مفتی بہ کونسی ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے مدلل بیان فرماویں وہ قریہ جس کی آبادی بارہ سو یقینا ہے اور پانچ مساجد بھی ہیں اور تمام حوائج اہل قریہ بھی دستیاب ہوتی ہیں اور صاحب ہدایہ کی تعریف ہذا و عنہ انہم اذا اجتمعو افی اکبر مساجد ہم لم یسعہم کا بعینہ مصداق ہے اور صاحب شرح وقایہ کی عبارت ہذا ولا یسع اکبر مساجدہ اہلہ مصر پر بھی انطباق ہے علاوہ بریں چونکہ قریہ مذکور میں شریف اہل علم آباد ہیں ان کی وجہ سے گردونواح کے اہل دیہات برائے شرکت جمعہ جمع ہو جاتے ہیں اور خوب مجمع ہو جاتا ہے لہٰذا بیان فرمائیے کہ قریہ مذکورہ میں بنابر تعریف صاحب ہدایہ و شرح وقایہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ ثانی شق میں دلیل اعراض عن التعریفین و ماخذ قول مفتی بہ ضرور تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں؟

(الجواب) مصر کی یہ تعریف وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا منقول ہے صحیح یہ ہے کہ عرفاً وہ بستی شہر یا قصبہ کہلائے جانے کی مستحق ہو اور قریہ کبیرہ جو مثل قصبہ کے ہو اور ضروریات مرد مال وہاں ملتی ہوں وہ بھی بحکم مصر ہے شامی میں ہے و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب الخ شامی - و فی باب العیدین من الدر المختار عن القنیۃ صلاۃ العید فی القری

تکرہ تحریماً ای لانہ استعمال بمالا یصح لان المصر شرط الصحۃ درمختار۔
شامی میں ہے ومثلہ الجمعۃ پس معلوم ہوا کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں ہے حالانکہ تعریف مالا یسع اکبر مساجد الخ بہت سے قریوں پر صادق آتی ہے اسی لئے شامی نے اس تعریف کے ذیل میں نقل فرمایا ہے۔قولہ ومالا یسع ھذا یصدق علی کثیر من القری الخ اور اس تعریف پر یہ بھی نقض کیا گیا ہے کہ حرمین شریفین کی مسجد حرام اور مسجد نبوی اس تعریف سے خارج ہوئی جاتی ہیں کیونکہ وہاں" مالا یسع"صادق نہیں آتا بلکہ ان مساجد میں وہاں کے رہنے والوں سے بہت زیادہ وسعت ہے ۔کذافی شرح المنیہ الخ ۔ واللہ تعالی اعلم

کیا جامع مسجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں جمعہ جائز ہے ؟

(سوال ٤٥٤) نماز جمعہ سوائے جامع مسجد کے دوسری مسجد میں بھی جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) دوسری مسجد میں بھی سوائے جامع مسجد کے جمعہ بلا کسی شرط کے درست ہے۔

جمعہ کے خطبہ سے پہلے مؤذن ہاتھ میں عصا لیکر کہے
اذا صعد الخطیب المنبر فلا صلوٰۃ ولا کلام کا حکم

(سوال ٤٥٥) علاقہ مدارس کی چند بستیوں میں یہ عادت مستمرہ ہے کہ مؤذن بروز جمعہ قبل از خطبہ ہاتھ میں عصا پکڑے ہوئے یہ الفاظ پڑھتا ہے۔الجمعۃ عید للفقراء والمساکین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صعد الخطیب المنبر فلا صلاۃ ولا کلام ۔ بعد اس کے مؤذن خطیب کے ہاتھ میں عصا پکڑواتا ہے اس کو بعض علماء منع کرتے ہیں اور بدعت سیئہ کہتے ہیں اور بعض جائز و مستحب کہتے ہیں؟ بینوا توجروا
(الجواب) اس کے متعلق علامہ شامی نے آخر میں یہ لکھا ہے۔اقول کون ذلک متعارفاً لا یقتضی جوازہ عند الامام القائل بحرمۃ الکلام ولو امر بمعروف اورد سلام استدلالاً بما مر ولا عبرۃ بالعرف الحادث اذا خالف النص الخ ۔
اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت ارجح ہے پس قول مانعین صواب ہے۔

سعی الی الجمعہ کے بعض احکام

(سوال ٤٥٦) اذان جمعہ ہونے کے بعد ایک شخص نے لوٹے مسجد کے لئے خریدے کمہار لوٹوں کا ٹوکرہ لیکر مسجد کے پاس آیا تھا اس پر ایک گروہ نے کہا کہ اذان کے بعد بیع حرام ہے اس لئے اس کا لوٹے خریدنا ایک حرام فعل کا نتیجہ ہے دوسرے گروہ نے کہا کہ شان نزول پر غور کرنے سے یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اذان

سن کر لوگ کاروبار چھوڑ کر مسجد میں آجاویں چونکہ وہ شخص مسجد میں آ گیا اور اس نے ایک ضروری کام مسجد کے لئے کیا اس لئے اس میں کچھ نقصان نہیں-کونسا گروہ حق پر ہے ؟

(الجواب) قال فی الدر المختار ووجب السعی الیها و ترك البیع ولو مع السعی و فی المسجد اعظم وزراً بالا ذان الاول فی الاصح و فی الشامی قلت و سیذکر الشارح فی اخر البیع الفاسد انه لا باس به لتعلیل النهی بالا خلال بالسعی فاذا انتفی انتفی الخ-

عبارات مذکورہ سے دونوں باتوں کا جواب معلوم ہو گیا کہ اذان اول سے ہی سعی الی الجمعہ واجب ہو جاتی ہے اور بیع ممنوع ہو جاتی ہے اور یہ کہ جب سعی الی الجمعہ فوت نہ ہو تو بیع درست ہے پس مسئلہ ثانیہ میں قول فریق ثانی حق ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

افضل یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کا خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے

(سوال ٤٥٧) اگر جمعہ و عیدین کا خطبہ ایک شخص پڑھے اور نماز دوسرا شخص پڑھاوے تو درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ جو خطبہ پڑھے وہی نماز جمعہ وغیرہ پڑھاوے لیکن اگر خطبہ ایک شخص پڑھے اور نماز دوسرا شخص پڑھاوے تو یہ بھی درست ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے لئے بعض شرائط

(سوال ٤٥٨) بستی شیخوپورہ جو کسی زمانہ میں بڑا بھاری شہر تھا سکھوں نے لوٹا اور تباہ کیا جس کی موجودہ حالت یہ ہے کہ کل ساڑھے چار سو آدمی آباد ہیں اور دو دکانیں پرچون کی ہیں-نہ کوئی بازار ہے اور نہ کوئی ضروری شئے ملتی ہے زمیندار مسلمان ہے دریا کے قرب وجوار کے باعث کئی گاؤں کے مردے وہاں پھکنے آتے ہیں آیا ایسی جگہ شرعاً جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

کسی جگہ کا زمانہ سابق میں شہر ہونا اور دوسری جگہ کے مردوں کا وہاں آکر پھکنا یا دفن ہونا شرائط جواز جمعہ میں سے ہے یا نہیں شرائط جمعہ مثلاً سلطان یا نائب سلطان وغیرہ ہندوستان میں مفقود ہیں لہذا ہندوستان میں کسی جگہ بھی جمعہ جائز نہ ہونا چاہئے بلاد و قصبات میں جمعہ کے بعد احتیاط الظہر ضروری پڑھنی چاہئے ؟

(الجواب) فی الحال جب کہ آبادی موضع شیخوپورہ کی کل ساڑھے چار سو آدمیوں کی ہے یا فرض کرو اس سے کچھ زیادہ ہو اور بازار وغیرہ وہاں نہیں ہے نہ ضروری اشیاء وہاں ملتی ہیں تو وہ موضع یقیناً قریہ صغیرہ ہے جس میں فقہاء نے جمعہ پڑھنا ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے شامی میں ہے-و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض الخ اور در مختار باب العیدین میں ہے منقول قنیہ سے صلوة العید فی القری تکره تحریماً الخ شامی میں ہے ومثله الجمعة کسی زمانہ سابقہ میں موضع مذکور کا شہر یا قصبہ ہونا یا قرب وجوار کے مردے کفار و مسلمین کے وہاں آکر پھکنا یا دفن ہونا علامت اس موضع کے شہر ہونے یا جمعہ

کے جائز ہونے کی نہیں ہے یہ محض کسی کا غلط بیان ہے کہ دوسرے دیہات قرب وجوار کے مردوں کا وہاں دفن ہونا یا پھکنا دلیل جواز جمعہ ہے اس کی کچھ اصل شریعت میں نہیں ہے اور سوال میں یہ لکھنا کہ ہندوستان میں کسی جگہ بھی درست نہ ہونا چاہئیے یہ غلط ہے اور کتب فقہ کی عبارات و تصریحات سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے یہ شرط وہاں ہے کہ بادشاہ اسلام کا ہو تو وہ خود امام جمعہ ہونا چاہئیے یا اس کا نائب اور ماذون اور جس جگہ بادشاہ اسلام کا نہ ہو وہاں تراضی مسلمین سے جس کو امام جمعہ مقرر کرلیں وہ امام جمعہ ہو جاتا ہے اور نماز جمعہ وہاں واجب الادا ہوتی ہے۔ در مختار میں ہے۔ و نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضروة وقال فی الشامی فلوا لولاۃ کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین الخ. بلاد و قصبات میں چونکہ جمعہ بلا شبہ و بلا تردد ہو جاتا ہے لہذا جمعہ کے بعد احتیاط الظہر نہ پڑھنی چاہئیے جیسا کہ در مختار میں صاحب بحر کا فتوی نقل فرمایا ہے

وفی البحر وقد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربع بعدھا بنیة اخر ظھر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة وھو الاحتیاط فی زماننا الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ میں ابراد و تاخیر مشروع نہیں اول وقت پڑھنا چاہئیے

(سوال ٤٥٩) بموجب عقائد حنفیہ آج کل جمعہ کے لئے مستحب وقت کیا ہے ؟

(الجواب) حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جمعہ میں تعجیل مستحب ہے ابراد یعنی تاخیر جو کہ ظہر کی نماز میں موسم گرما میں مستحب ہے وہ جمعہ میں نہیں ہے بلکہ جمعہ کو جلد ادا کرنا مستحب ہے اور احادیث سے بھی جمعہ کی تعجیل ہی ثابت ہوتی ہے پس زوال کے بعد مثلاً ساڑھے بارہ بجے اذان جمعہ ہونی چاہئیے پھر دس پندرہ منٹ بعد خطبہ اور اس کے بعد نماز ہونی چاہئیے مثلاً ایک بجے تک یہ سب کام ہو جاویں یا کسی قدر کم و بیش ہو۔ قال فی رد المحتار لکن جزم فی الاشباہ من فن الاحکام انہ لا یسن لھا الابراد الخ. ثم قال وقال الجمھور لیس بمشروع لا نھا تقام بجمع عظیم فتاخیرھا مفض الی الحرج شامی ص ٢٤٥ ج ١ ۔ پس ایسے امور میں امام کو اوقات مستحبہ کی رعایت چاہئیے متولی کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے اور متولی کو ہدایات دینے کی حاجت بھی نہیں ہے جو اوقات نمازوں کے مستحب ہیں امام ان کی خود رعایت رکھے گا۔

خطیب کے لئے قبل از خطبہ قوم کو سلام کرنا مکروہ ہے

(سوال ٤٦٠) خطیب کے لئے منبر پر چڑھ کر خطبہ سے پہلے مقتدیوں کو سلام کرنا مکروہ ہے یا سنت ؟

(الجواب) منبر پر چڑھ کر خطیب کو سلام کرنا سنت و مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور ترک اس کا سنت ہے۔ کما فی الدر المختار ومن السنة جلوسه فی مخدعه عن یمین المنبر ولبس السواد و ترک السلام من خروجه الی دخوله الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ کی اذان کے بعد کی دعاء پڑھنا ممنوع ہے

(سوال ٤٦١) خطیب کے سامنے جو اذان کہی جاتی ہے اس کا جواب دینا اور اس کے بعد دعا پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) اذان بین یدی الخطیب کا جواب دینا اور اس کے بعد دعا پڑھنا در مختار و شامی سے ممنوع ثابت ہوتا ہے در مختار باب الاذان میں ہے- وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب الخ ص ٢٦٨ جلد اول شامی- واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ الوداع سلف سے ثابت نہیں

(سوال ٤٦٢) بعد نماز عیدین دعا مانگنا کیسا ہے؟ اور بعد خطبہ کے دعاء مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) رمضان شریف کے جمعہ آخر کے خطبہ میں الوداع پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) عیدین کی نماز کے بعد تو دعاء مانگنا مثل تمام نمازوں کے مسنون و مستحب ہے مگر خطبہ کے بعد دعاء مانگنا ثابت اور جائز نہیں ہے-

(۲) الوداع کا پڑھنا خطبہ اخیرہ ماہ رمضان مبارک میں سلف اہلسنت سے ثابت نہیں ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شعار روافض خذلہم اللہ کا ہے پس اس کو ترک کرنا چاہیئے- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے متعلق چند مسائل

(سوال ٤٦٣) جمعہ کے روز فرض وقت جمعہ ہے یا ظہر اور جمعہ قصر ظہر ہے یا کیا؟ (۲) نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً ہر جگہ فرض ہے یا مقید بالشرائط (۳) ایسی بستی میں جہاں کوئی تعریف مصر کی صادق نہ آتی ہو امام صاحبؒ کے نزدیک جمعہ پڑھنا مسقط ظہر ہے یا نہیں؟ (۴) جمعہ کے لئے شرط سلطان جو اصحاب متون لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے یا نہیں؟ (۵) امام صاحب سے کوئی تصریح ہے کہ جہاں شرط سلطان نہ ہو وہاں بھی جمعہ پڑھو اور ظہر چھوڑ دو؟ (٦) متاخرین کے قول پر عمل کرنے والا ابو حنیفہؒ کا مقلد رہے گا یا نہیں؟ (۷) نمبرداران و چوکیداران و امامان مساجد کا ہونا شرط مصر یا سلطان کے پائے جانے میں کافی ہے یا نہیں یعنی امیر یا قاضی جو حدود مصر میں ملحوظ ہیں ان کی جا بجا نمبردار یا پیش امام ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸) اگر کوئی شخص حنفی بوجہ تعدد جمعہ یا اشتباہ فی المصر کے بعد جمعہ ظہر پڑھ لے تو کیا وہ مذہب سے خارج ہو جاتا ہے؟ (۹) کسی فقہ کی معتبر کتاب میں بوقت اشتباہ فی المصر بھی ظہر بعد جمعہ پڑھنا لکھا ہے؟

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ فرض وقت ظہر ہے اور جمعہ بدل ہے لان الفرض الوقت عندنا اظہر لا الجمعۃ الخ شامی جلد ١ فی بحث النیۃ - جمعہ قصر ظہر نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے فرض مستقل ہے کہ اس سے ظہر ساقط ہو جاتی ہے (۲) مقید بالشرائط ہے (۳) نہیں (۴) کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ہو تو اس کا اذن ضرور ہے اور اگر نہ ہو تو جس کو امام مقرر کر لیا جائے وہ امام جمعہ ہو سکتا ہے اور جمعہ صحیح ہے (۵) بعد اس کے کہ فقہاء کسی امر کو مفتی بہ مذہب میں قرار دیں تو ہمیں اس کے دریافت کرنے کی

ضرورت نہیں ہے کہ امام صاحب سے یہ قول صراحۃً منقول ہے یا نہیں ؟ اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ و صححوا الخ درمختار قال فی الشامی قولہ واما نحن یعنی اھل الطبقۃ السابعۃ وھذا مع السوال والجواب ماخوذ من تصحیح الشیخ قاسم قولہ کما لو افتو فی حیاتھم ای کما نتبعھم لو کانوا احیاء وافتونا بذلک فانہ لا یسعنا مخالفتھم الخ اور معراج الدرایہ میں مبسوط سے منقول ہے- فلولا الولاۃ کفاراً ا یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین و یجب علیھم ان تلتمسوا والیاً مسلماً- انتھٰی و فی الدر المختار و نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمھم فیجوز للضروۃ درمختار (۶) ضرورر ہے گا (۷) محض یہ امور کافی نہیں بلکہ یہ ضرور ہے کہ وہ بستی شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ مثل قصبہ کے ہو کہ اس میں بازار و دکانیں ہوں اور ضروریات سب ملتے ہوں کما صرح بہ فی الشامی وغیرہ (۸) مذہب سے خارج نہیں ہوتا (۹) جب کوئی جگہ مفتی بہ قول کے موافق محل جمعہ قرار پا گئی تو پھر وہاں ظہر بعد جمعہ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ تعدد جمعہ کے خلاف کی وجہ سے کوئی شخص ظہر احتیاطی پڑھے اور جب یہ منع ہے تو وہ بھی منع ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم

جامع مسجد میں جمعہ کی اذان کے بعد خطبہ سے پہلے وعظ و تقریر کرنا

(سوال ٤٦٤) جامع مسجد میں جمعہ کی اذان کے بعد خطبہ سے پہلے وعظ یا تقریر یا مسائل ضروری کا بیان کرنا کیسا ہے کیونکہ بعد جمعہ کے آدمی چلے جاتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے-

(الجواب) قبل خطبہ ضروریات دین کے بیان کرنا جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں-

جمعۃ الوداع کے احکام

(سوال ٤٦٥) رمضان شریف کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع پڑھنا کیسا ہے حضرت کے زمانہ میں کبھی پڑھا گیا یا نہیں ؟ یا آنحضرت ﷺ کے بعد کن لوگوں نے جاری کیا ؟

(الجواب) یہ خطبہ ثابت نہیں ہے اور علماء نے اس کو شعار روافض سے لکھا ہے پس اس کو ترک کرنا چاہئیے-

باب العیدین

اگر عیدین میں تکبیرات زوائد کے وقت رفع یدین ترک ہو جائے

(سوال ٤٦٦) عیدین میں تکبیرات زوائد ترک ہو گئی تو نماز ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) رفع یدین تکبیرات زوائد عیدین میں سنت ہے اگر رفع یدین نہ کیا تو نماز ہو گئی لیکن آئندہ کو ایسا نہ کرنا چاہیئے اس سنت کو ادا کرنا چاہیئے -واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے

(سوال ٤٦٧) بعد نماز عیدین کے دعا مانگنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں اگر کوئی شخص گاہے اس دعا کو ترک کرے تو موجب ملامت ہو گا یا نہیں اور بعد خطبہ کے دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں ؟

(الجواب) نماز کے بعد عموماً و خصوصاً دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے پس نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہے وجہ خروج نماز عیدین کی اس حکم سے کچھ نہیں ہو سکتی اور جب کہ حکم عام نمازوں کے بعد دعاء کے استحباب کا معلوم ہو گیا تو اس کے بعد یہ کہنا کہ بالخصوص نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا منقول ہے یا نہیں بے موقع اور اس سوال کا جواب یہی ہو گا کہ ثابت ہے -عن ابی امامة قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاٰخر ودبرا لصلوٰة المکتوبات رواہ الترمذی - و فی حدیث معاذ بن جبل قال صلی اللہ علیه وسلم فلا تدع ان تقول فی دبر کل صلاۃ رب اعنی علیٰ ذکرك و شکرك و حسن عبادتك الحدیث و عن سعدٍ انه کان یعلم بنیه هولا ء الکلمات و یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یتعوذ بها دبر الصلوٰت. الحدیث مشکوٰۃ و فی الحصن الحصین فی آداب الدعاء الصلوٰۃ ای ذات الرکوع والسجود و المراد ان نفع الدعاء المطلوب بعدها فهی من باب تقدیم العمل الصالح و التوسل-

الحاصل استحباب دعاء بعد نماز عیدین احادیث مذکورہ وغیرہا سے ثابت ہے اور خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ اتباع رسول اللہ ﷺ نماز عیدین کے بعد دعا کرنے میں ہے اس کے ترک میں نہیں ہے اور خطبہ کے بعد اتباع سنت دعا نہ کرنے میں ہے باقی ترک ایسے امور مستحبہ کا ظاہر ہے کہ لائق ملامت نہیں ہے -واللہ تعالیٰ اعلم

نماز سنت و عیدین میں سجدہ سہو کا حکم

(سوال ٤٦٨) نفل اور سنت اور عیدین وغیرہ کی نماز میں سجدہ سہو ہے یا نہیں ؟

(الجوابٌ) در مختار میں ہے -والسهو فی صلاۃ العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار

عند المتاخرین عدمه فی الاولین الخ – اس کا حاصل یہ ہے کہ صلوٰۃ عید و جمعہ و فرض و نفل میں سب ترک واجب سے سجدہ سہو لازم ہے لیکن متاخرین نے کہا ہے کہ عید و جمعہ میں اگر مجمع زیادہ ہو تو سجدہ سہو نہ کرے واسطے دفع فتنہ کے – واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عیدین میں اذان و اقامت کہنا درست نہیں

(سوال ۴۶۹) عیدین میں اذان و تکبیر یا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنے کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) عن ابن جریح قال اخبرنی عطاء عن ابن عباس و جابر بن عبداللہ قالا لم یکن یؤذن یوم الفطر ولا یوم الاضحیٰ ثم سالته یعنی عطاء بعد حین عن ذلك فاخبرنی قال اخبرنی جابر بن عبداللہ ان لا اذان للصلاۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعدما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شئی لا نداء یومئذٍ ولا اقامۃ رواہ مسلم و فی الدر المختار لا یسن لغیرها کعیدٍ الخ–

اس حدیث اور فقہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عیدین میں اذان اور تکبیر اور نداء الصلوٰۃ الصلوٰۃ وغیرہ کچھ نہیں ہے مسنون طریقہ یہی ہے-

نماز عید سے پہلے نفل مطلقاً منع ہے اور نماز کے بعد صرف عید گاہ میں منع ہے

(سوال ۴۷۰) چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ خواندن نماز نفل در عید گاہ قبل یا بعد بہ نزد علماء حنفیہ رواست یانہ ؟

(الجواب) درمختار میں ہے-ولا یتنفل قبلها مطلقاً و کذا لا یتنفل بعدها فی مصلها قال الشامی قوله و کذا لا یتنفل کما فی الکتب الستة عن ابن عباسؓ انه صلی اللہ علیه وسلم خرج فصلی بهم العید لم یصل قبلها ولا بعدها وهذا النفی بعدها معمول علیه فی المصلی الخ–

نماز عید کے لئے شہر سے باہر جانے کی مفصل تحقیق مع فتویٰ مولانا عبدالحیؒ

(سوال ۴۷۱) ماقولکم ایها العلماء الکرام رحمکم اللہ و دام فضلکم فی ان الخروج الی المصلی یوم العیدین لصلوٰتها مستحب ام سنة مؤکدة وان ما تعریف المصلی وما حکمه وما شرائط وجوبها واین کان یصلی النبی صلی اللہ علیه وسلم صلوٰة العیدین مدة عمره شریف بینوا المسائل الخمسة بعبارة واضحة بحوالة الکتاب فتصیبوا اجراً جزیلاً من اللہ العزیز الوهاب؟

(الجواب) وهو الملهم للصواب الخروج الی المصلی یوم العیدین لصلوتها بالقول المعتبر والصحیح عند عامة الفقهاء سنة مؤکدة لا مستحب وان کان بعضهم قائلین باستحبابه لکن الصحیح والمعتبر عندهم کونه ای کون الخروج الی المصلی یوم العیدین سنة مؤکدة کما

حققه العلامة مولانا محمد عبدالحی رحمه الله فی کتابه المسمی بمجموعة الفتاوی تحت جواب السوال المهندسة بهند سة ص ۱۸۷ علی الصفحة المهندسة بهندسة نمبر ۳۷۵، ۳۷۶ بهذه العبارت هو المصوب بعض فقہاء قائل باستحباب آں شدہ اند ولیکن صحیح و معتبر نزد ایشاں بودنش سنت مؤکدہ است در بحر رائق از تجنیس نقل می سازد- الخروج الی الجبانة سنة لصلوٰة العیدین وان کان یسعهم المسجد الجامع عند عامة المشائخ هو الصحیح انتهٰی- و ہمچنیں است در بزازیہ و جامع الرموز و منح الغفار شرح تنویر الابصار وغیرہ از کتب احادیث و سیر ثابت است کہ آں حضرت ﷺ دائما برائے نماز عیدین بصحرا تشریف می بردند وفی عمرہ بجز یک مرتبہ بعذر بارش گاہے در مسجد خود کہ از جملہ اماکن بدرجہا افضل است نماز عیدین ادانہ فرمودہ اند- وخلفاء راشدین ہم بریں مواظبت فرمودہ اند وایں مواظبت نہ بر سبیل عادت بودونہ بوجہ ضرورت بلکہ بر سبیل عبادت تا بوجہ کثرت جمعیت تزائد ثواب گردد و شوکت اسلام ظاہر گردد-وهذا اية لسنة علی سبیل التاکید و فی موضع اخر من هذا الکتاب تحت جواب السوال المهندس بهندسة نمبر ۱۹۴ص ۳۸۵،۳۸۶ هکذا الجواب خروج الی الجبانة برائے نماز عیدین سنت مؤکدہ است چنانچہ محشی شرح وقایہ مولوی عبدالحی دام فضلہ بر حاشیہ شرح وقایہ عمدة الرعایا تحریر فرمودہ اند-

قال فی شرح الوقایه حبب یوم الفطر ان یاکل قبل صلوٰته و یستاك و یغتسل و یتطیب و یلبس احسن ثیابه و یودی فطرته و یخرج الی المصلی غیر مکبر جهراً فی طریقه انتهٰی قوله حبب بصیغة المجهول من التحبیب والمراد به اعم من السنة المؤکدة والمستحب فان البعض الامور المذکورة عدوه من السنن المؤکدة و غیره قوله یستاك هذا من السنن العامة عند کل وضوء و مستحب عند کل صلوٰة فیکون مستحباً و سنة ایضاً فی العیدین بالطریق الاولی- قوله ویودی فطرته بالکسرای صدقته الفطر وهو ان کان ادائها واجباً لکن ادائها قبل الخروج الی المصلی مسنون هو المنقول عن ابن عمر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الفطر ان نودیها قبل خروج الناس الی الصلوٰة- اخرجه البخاری و مسلم - قوله و یخرج الی المصلی بصیغة المفعول هو موضع فی الصحراء یصلی فیه صلوٰة العیدین و یقال له الجبانة و مطلق الخروج من بیته الی الصلوٰة وان کان واجباً بناءً علی ان ما یتم به الواجب واجب لکن الخروج الی الجبانة سنة مؤکدة وان وسعهم المسجد الجامع فان صلوا فی مساجد المصر من غیر عذر جازت صلوٰتهم و ترکوا السنة هذا هو الصحیح کما فی الظهیریة و فی الخلاصة والخانیة السنة ان یخرج الامام الی الجبانة و یستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناءً علی ان صلوٰة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق انتهٰی- والا صل فیه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یخرج الی المصلی ولم یصل صلوٰة العیدین فی مسجده مع شرفه الامرة بعذر المطر کما بسطه ابن القیم فی زاد المعاد و القسطلانی فی المواهب اللدینة وغیرهما والا حادیث فی هذا

الباب مخرجة فی کتب السنن وغیرها وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصر نا فی ان الخروج الی المصلی سنة ام مستحب فافتی اکثرهم بانه سنة مؤکدة وهذا هو القول المنصور الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیه الجمهور و قیل انه مستحب وهو قول باطل لا وجه له وافرط بعضهم فقال انه واجب وهو قول مردود ولا عبرة به و للتفصیل مقام آخر انتهی۔ وقال فی الدر المختار و ندب یوم الفطر اکله الی قوله واداء فطرته صح عطفه علی اکله لان الکلام کله قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمة ثم خروجه لیفید تراخیه عن جمیع مامرما شیئاً الی الجبانة وهی المصلی العام والواجب مطلق التوجه والخروج الیها ای الی الجبانه لصلوٰة العید سنة وان یسعهم المسجد الجامع وهو الصحیح۔

المجیب مصیب فیما اجاب محمد عباس علی هذا الجواب موافق للسنة والکتاب حرره الفقیر محمد محسن الجونفوری الجواب صحیح والرای نجیح لا شبهة فی ان مقتضی الادلة الشرعیة هو کون الخروج الی المصلی سنة مؤکدة والقول بالاستحباب لیس بمعتبر عند اولی الالباب حرره الراجی عفور به القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی۔

واما تعریف المصلی قدمر فی ضمن هذا الجواب واما حکمه ای حکم المصلی کحکم سائر المساجد واما شرائط ادائهما ووجوبهما هی شرائط الجمعة وجوباً اداءً سوی الخطبة کما قال فی شرح الوقایه و شرط لها شروط الجمعة وجوباً واداً الا الخطبة واما الموضع الذی کان یصلی النبی صلی الله علیه واله وسلم فیه صلوٰة العیدین هو موضع فی الصحراء خارج المدینة المنورة فی جانب الغربی من المسجد النبوی صلی الله علیه واله وسلم و بینه و بین المسجد الشریف الفاذرع کما قال مولانا محمد عبدالحی فی کتابه المذکور ص ٦٦ ج ۳ بهذه العبارة قوله از عادات نبوی ﷺ آں بود کہ بطرف مصلی تشریف می بردند وآں مکانی است بیروں مدینہ منورہ جانب غربی مسجد شریف ومیان وے ومسجد شریف ہزار ذراع است۔ کذا قال ابن حجر ۔ والله اعلم بالصواب۔

الاستفسار الآخر :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ باشندگان قصبہ محمد پور دیوان بوجہ مالا یعنی وعدم حیثیت علوم دانی نماز عیدین و نماز جمعہ ایک بزرگ چبوترہ یعنی مجلس خانہ میں (کہ عموماً بزرگوں کی زیارت گاہوں پر ہوتا ہے) ادا کیا کرتے تھے اور وہ زیارت گاہ شہر میں واقع ہے اب چونکہ شہر والوں کو مایہ علوم دانی حاصل ہوا اور پایہ مالی میسر ہوا نماز عید کے لئے شہر سے باہر بصرف زر کثیر باتفاق جمیع اکابر مسجد مصلی تیار ہوئی ہے اور جس مال سے بناء مسجد مصلی ہوئی ہے مال طیب ہے اور اس میں کوئی غرض مباہاۃ اور ریاء وسمعۃ اور تخریب و تفریق مسجد و جماعت دیگر نہیں ہے محض ابتغاء لمرضیات اللہ واداء لسنۃ رسول اللہ بنا ہوئی ہے مگر دوسری طرف والوں سے شور وغل ہے کہ یہ مسجد، مسجد ضرار ہے اس کو ترک کیا

جاوے بلکہ تلف کیا جاوے اور بجائے باہر جانے برائے نماز عیدین کے مکان قدیم میں نماز عیدین بدستور سابق پڑھی جاوے اور باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور مسجد عید نماز والوں کی طرف سے یہ تردید ہے کہ شہر کے بیچ نماز عید کرنا موافق سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفاء راشدینؓ نہیں ہے اور یہ مسجد، مسجد ضرار نہیں ہے کیونکہ یہاں جب دوسری مسجد عید نماز شہر کے باہر آباد نہیں کہ اس مسجد جدید سے اس مسجد قدیم کی تخریب یا اس کی جماعت کی تفریق ہوئی ہو بلکہ اس مسجد کی بناء موجب احیاء سنت نبوی ﷺ ہوئی ہے پھر کس طرح مسجد ضرار ہوئی، حالانکہ مال طیب اور بغیر غرض مباہات اور ریاء و سمعہ و تفریق جماعت مسجد دیگر تیار ہوئی ہے لہٰذا اس مسئلہ کو عبارت اردو میں، بحوالہ کتب معتبرہ احادیث و فقہ بیان فرمائیے کہ یہ مسجد، مسجد ضرار ہو سکتی ہے اور اس کو ترک یا تلف کیا جاوے اور بدستور جہالت سابقہ شہر سے باہر جانے کے بجائے کہ طریق نبوی ﷺ و طریق خلفاء راشدینؓ ہے شہر کے بیچ میں مقام قدیم پر نماز عید قائم رہے اور بصورت نہ ہونے مسجد ضرار کے جس شخص نے اس مسجد کو مسجد ضرار کا حکم دیا ہے اس کے حق میں شرعاً کیا حکم ہوتا ہے اور جب یہ مسجد، مسجد میں سے نہ ہو اور مسلمان اس میں نماز پڑھنا ترک کر دیویں تو ان کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا۔

(**الجواب**) از حضرت مفتی صاحب دیوبند۔ اقول و باللہ التوفیق۔ جواب سوال اول سے جو کہ صحیح و ارجح عند**المحققین** ہے دوسرے سوال کا جواب بھی ظاہر ہو گیا وہ یہ کہ جب یہ امر محقق ہوا کہ خروج الی المصلی برائے نماز عیدین سنت مؤکدہ ہے جیسا عبارات کتب فقہ معتبرہ و روایت احادیث سے ثابت ہے اور مجیب مصیب نے اس کی تحقیق و تشریح بما لا مزید علیہ فرما دی ہے تو نماز عیدین کے لئے یہ عیدگاہ شہر سے باہر بنانا اور اس میں نماز عیدین جاری کرنا بے شبہ احیاء سنت نبویہ ہے علی صاحبہا الصلوۃ و التسلیمات۔ پس اس عیدگاہ کو جو بغرض احیاء سنت و اداء نماز عیدین بر وفق فعل نبی کریم ﷺ بناء کی گئی ہے اور مال حلال و طیب سے بلا مباہاۃ و فخر بنائی گئی ہے مسجد ضرار کے حکم میں کہنا اور سمجھنا کسی مسلمان عاقل کا کام نہیں ہو سکتا فضلاً عن العالم۔ جو شخص اس عیدگاہ کو بحکم مسجد ضرار سمجھے یا اس پر مسجد ضرار کا حکم جاری کرے وہ مصداق **فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا**۔ کا ہے مسلمانوں کو ہرگز اس کے فتوے پر عمل نہ کرنا چاہئیے اور عیدگاہ مذکور میں بلا شبہ نماز عیدین ادا کرنا چاہئیے اور اس کو سنت نبویہ ﷺ سمجھ کر اس پر کاربند ہونا چاہئیے ظاہر ہے کہ اگر عیدگاہ مذکور بنانے کو اور اس میں نماز عیدین پڑھنے کو مسجد ضرار کا حکم دیا جائے گا تو جملہ عیدگاہوں میں یہ حکم جاری ماننا پڑے گا۔ اس لئے کہ جس شہر اور بستی میں عیدگاہ کسی وقت تعمیر ہوئی ہے اس سے پیشتر غالباً وہ لوگ شہر کی کسی مسجد میں ہی نماز عیدین ادا کرتے ہوں گے تو جس وقت عیدگاہ تعمیر ہوئی اور اس میں نماز عیدین جاری کی گئی تو جس مسجد میں یا جس جگہ پہلے نماز عیدین ہوتی تھی اس کو چھوڑا جاوے گا تو اس طریق سے تمام عیدگاہیں سلف کے زمانے سے اب تک بحکم مسجد ضرار ہوئی جاتی ہیں معاذ اللہ۔ یہ کیسی کم فہمی اور گمراہی کا فتویٰ ہے جس نے بھی دیا ہے کہ بناء عیدگاہ کو موجب اضرار مسجد خیال کیا جاوے یہ محض تسویل شیطانی اور کم فہمی ہے کہ طریق سنت کو اضرار خیال کیا جاوے اور مسلمانوں کو عمل بالسنت سے

روکا جاوے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عیدین کے بعد دعا کرنا کیسا ہے ؟

(سوال ۴۷۲) رسالہ الرشید نمبر ۱ ماہ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ جلد چہارم میں اس طور کا ایک مسئلہ ہے جواب میں لکھا ہے معہ حوالہ عبارت شامی و حصن حصین وغیرہ کہ اتباع رسول اللہ ﷺ نماز عیدین کے بعد دعاء کرنے میں ہے اس کے ترک کرنے میں نہیں اور خطبہ کے بعد اتباع سنت دعا نہ کرنے میں ہے مجموعہ فتاوٰے مولوی عبدالحی میں ایک استفسار اسی مضمون کا ہے جس کے جواب میں مولانا نے خود لکھا ہے کہ روایات احادیث سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے عود فرماتے تھے دعاء مانگنا بعد نماز یا بعد خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں ہے ایسے ہی صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ سے ثبوت اس کا نظر سے نہیں گزرا۔ بہشتی گوہر میں عیدین کی نماز کے بیان میں مرقوم ہے۔

مسئلہ :۔ بعد نماز عیدین یا بعد خطبہ دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے کبھی دعاء مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی ۔لہذا بغرض اتباع دعاء نہ مانگنا دعاء مانگنے سے بہتر ہے ۔ایسی حالت میں ہم لوگوں کے لئے واجب العمل کیا ہے ؟

(الجواب) ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صدر مدرس سابق مدرسہ ہذا اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور احادیث سے بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے لہذا ارجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعاء بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے اور مولانا عبدالحی صاحب کا فتویٰ بندہ نے بھی دیکھا تھا محض اس وجہ سے کہ عیدین کی نماز کے بعد دعا کا ذکر نہیں ہے دعا کا نہ ہونا معلوم نہیں ہوتا اور دیگر احادیث سے سب نمازوں کے بعد دعاء کا ہونا ثابت ہے پس اس کو بھی اس پر محمول کیا جاوے گا کیونکہ جب کلیہ استحباب دعا کا بعد صلوٰۃ ثابت ہو گیا تو اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو ۔کما ھو ظاہر اور بہشتی گوہر میں بھی غالباً مولانا عبدالحی صاحب کے فتوے اتباع سے ایسا لکھا گیا ہے بندہ کے نزدیک وہ مسلم نہیں ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم

عید اور جمعہ کی نماز چھوٹے گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے

(سوال ۴۷۳) گاؤں میں عید و جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ نماز عیدین کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں اور جب کہ وہ نماز عید نہ ہوئی تو نفل ہوگی اور نفل کو بتداعی و جماعت کثیرہ پڑھنا مکروہ ہے ۔ کما فی

الدر المختار و فی القنیة صلاۃ العید والقری تکرہ تحریماً ای لانہ استعمال بمالا یصح لان المصر شرط الصحة الخ قولہ صلاۃ العید و مثلہ الجمعة– شامی قولہ بما لا یصح، ای علی انہ عید والا فھو نفل مکروہ لا دائہ بالجماعة– شامی

موذی شخص کو عیدگاہ سے نکالنا درست ہے

(سوال ٤٧٤) زید بحالت نشہ عیدگاہ میں آیا لوگوں کو بدبو کی وجہ سے تکلیف ہوئی لوگوں نے اس کو نکال دیا اس نے ہتک کی نالش کی یہ اخراج شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ اخراج شرعاً جائز ہے– و یمنع منہ و کذا کل موذو لو بلسانہ –درمختار

مردوں اور عورتوں کو عیدین کی نماز سے پہلے یا بعد میں نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں

(سوال ٤٧٥) مردوں اور عورتوں کو عیدین کی نماز سے پہلے یا بعد میں نفل نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور غسل کرنا اور اچھے کپڑے پہننا کیسا ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے– ولا یتنفل قبلھا مطلقاً الخ و کذا لا یتنفل بعد ھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عند العامة الخ ترجمہ یہ ہے کہ نہ نفل پڑھے پہلے عیدین کی نماز کے مطلقاً اور اسی طرح بعد نماز عیدین کے عیدگاہ میں کہ یہ اکثر کے نزدیک مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور عورتوں کو سب کو مکروہ ہے اور غسل کرنا اور اچھے کپڑے بدلنا اس دن سب کو مستحب ہے۔

اگر عیدین میں جنازہ آجائے تو کس کو پہلے پڑھے!

(سوال ٤٧٦) بعد ادائے عید قبل از خطبہ صلوٰۃ جنازہ بہ کراہت جائز ہے یا بلا کراہت یا خلاف اولی ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سے پہلے ہونی چاہیئے اور جنازہ کی نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہیئے پس مقدم کرنا جنازہ کا خطبہ عیدین پر ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین کی پہلی رکعت میں اگر تین تکبیریں کہی جائیں تو اس کا کیا حکم ہے

(سوال ٤٧٧) زید نے عید کی نماز پڑھائی تو رکعت اولی میں بجائے چار تکبیروں کے تین تکبیریں ادا کیں آیا وہ نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) تکبیرات عیدین واجب ہیں علاوہ تکبیر افتتاح و رکوع کے تین تین واجب ہیں اگر ان میں سے کوئی تکبیر چھوڑے گا ترک واجب ہوگا اور ترک واجب سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے مگر چونکہ نماز عیدین میں سجدہ سہو نہیں لہذا نماز ہوگئی[1] –واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) یہ علی الاطلاق نہیں ہے اگر مقتدی اتنے تھوڑے ہوں کہ سجدہ سہو کرنے سے انتشار کا اندیشہ نہیں تو سجدہ سہو واجب ہے۔ محمد عاشق الٰہی۔

لوگوں کو جمع کرنے کے لئے عید گاہ میں زور سے تکبیر کہنا

(سوال ٤٧٨) اکثر جگہ عید گاہ میں نماز سے پہلے بار بار لوگ تکبیر بآواز بلند پڑھا کرتے ہیں تا کہ لوگ دور سے سن کر جلدی چلے آویں اس طرح سے پکار کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قال عطاء اخبرنی جابر بن عبداللہ ان لا اذان للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعدما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شئ لانداء یومئذ ولا اقامۃ—رواہ مسلم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین کے دن عید گاہ میں کوئی آواز اور تکبیر وغیرہ بغرض بلانے لوگوں کے نہ کہی جاوے—واللہ تعالیٰ اعلم

کیا یہ جائز ہے کہ نماز عید ایک شخص پڑھائے اور خطبہ دوسرا شخص

(سوال ٤٧٩) نماز عید ایک شخص نے پڑھائی اور خطبہ دوسرے شخص نے تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) نماز ہو جاتی ہے مگر بہتر و مناسب یہ ہے کہ خطبہ و نماز ایک شخص پڑھاوے—فی الدر المختار لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب فان فعل جاز الخ— واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل متفرقہ کتاب الصلوٰۃ

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کی کیا حد ہے

(سوال ٤٨٠) بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کی کیا حد ہے؟

(الجواب) رکوع جھکنے کو کہتے ہیں اگر تھوڑا سا بھی جھک گیا تو رکوع ادا ہو گیا—ومنھا الرکوع بحیث لومدّ یدیہ نال رکبتیہ کذافی السراج و فی شرح المنیۃ ھوطا طاء ۃ الرس ای خفضہ لکن مع انحناء الظھر الی ان قال ولوکان یصلی قاعداً ینبغی ان یحاذی جبھۃ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع قلت و لعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طا طاء ۃ الراس مع انحناء الظھر (شامی) واللہ تعالیٰ اعلم

نماز فرض ترک کرنا کیسا ہے

(سوال ٤٨١) فرض نماز ترک کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) نماز فرض ترک کرنا درست نہیں—اگر کبھی وقت میں نہ ہوئی تو قضا کرے—

فدیہ نماز

(سوال ٤٨٢) میت کی نماز کے فدیہ میں ایک نماز کے بدلے دو مسکینوں کو ایک وقت شکم سیر کر کے کھلانا کافی ہے یا نہیں اور تمام نمازوں کا حساب کر کے فی نماز دو دو آدمی ایک ہی وقت کھلا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) فدیہ ایک نماز کا نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہے فدیہ میں تملیک اور اباحت دونوں درست ہیں لیکن اباحت میں یہ شرط ہے کہ ایک مسکین کو دووقت کھانا کھلاوے اگر دو مسکینوں کو ایک وقت شکم سیر کھانا کھلایا فدیہ ادا نہ ہوگا جب تک کہ ان میں سے ایک کو دوسرے وقت کھانا نہ کھلاوے اسی طرح تمام نمازوں کا حساب کر کے فی نماز دو دو مسکینوں کو ایک وقت میں شکم سیر کھلانے سے فدیہ ادا ہوگا۔ وفدية كل صلوٰة ولو وترا كصوم يوم و كذا الفطرة – درمختار – وهل يكفى الا باحة فى الفدية قولان المشهور نعم واعتمده التمليك و قوله المشهور فان ماورد بلفظ الاطعام جاز فيه الاباحة والتمليك بخلاف ما بلفظ الاداء والايتاء فانه لتمليك الخ شامى كتاب الصوم– وان اراد الا باحة فغدا هم و عشاهم او غداهم و اعطاهم طعمة العشاء اوالغداء واطعمهم غدائين او عشائين او عشاء و سحوراً او اشبعهم جاز درمختار اطعم مأ ةً وعشرين لم يجز الا عن نصف الاطعام فيعيد علی ستين منهم غداءً او عشاء او فى يوم اخر الخ درمختار وهكذا فى الشامى– واللہ تعالیٰ اعلم

بحالت نماز پنکھا کھچوانا

(سوال ٤٨٣) کسی خادم کو مقرر کردے کہ جب ہم نماز پڑھیں اس وقت پنکھا کیا کرے جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ امر آداب مسجد و نمازیوں کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ حالت نماز میں کسی سے پنکھا کھچوایا جاوے خواہ باجرت ہو یا بلا اجرت۔واللہ تعالیٰ اعلم

چارپائی پر نماز بلا عذر بھی جائز ہے !

(سوال ٤٨٤) حالت عذر میں یا بلا عذر فرض نماز چارپائی پر پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ہر دو حالت میں درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عمداً چھوڑنے کی سزا

(سوال ٤٨٥) جو صریح نماز پڑھنے سے انکار کرے اور اکثر تساہلی سے نماز قضا کرے اور تارک الصلوٰۃ ہو اس کی سزائے شرعی کیا ہے ؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔فرض عين على كل مكلف الخ و يكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعى و تاركها عمداً مجانةً اى تكاسلاً فاسق يحبس حتى يصلى لانه يحبس لحق العبد و حق الحق احق و قيل يضرب حتى يسيل منه الدم و عند الشافعى يقتل بصلوٰةٍ واحدةٍ الخ–

یعنی نماز فرض عین ہے ہر ایک مسلمان عاقل بالغ پر اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے کیونکہ

فرض ہونا نماز کا دلیل قطعی سے ثابت ہے اور چھوڑنے والا اس کا قصداً سستی سے فاسق ہے اس کو قید رکھا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے کیونکہ جب حقوق عباد کی وجہ سے قید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حق میں کیسے نہ ہو اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تارک صلوٰۃ کو اتنا مارا جائے کہ خون بہنے لگے - اور امام شافعیؒ کے مذہب میں ایک نماز کے ترک پر قتل کیا جا سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص پڑھنے سے انکار کرے اور یا تساہلی سے کوئی نماز قصداً چھوڑ دے وہ فاسق واجب التعزیر ہے اور جو شخص نماز کو فرض ہی نہ جانے اور فرضیت سے انکار کرے وہ قطعاً کافر ہے وہ مسلمان نہیں رہا انکار فرضیت صلوٰۃ سے مرتد ہو جاتا ہے -

جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

(سوال ٤٨٦) جنگل میں نماز پڑھنے کی جو بڑی فضیل آئی ہے تو تنہا کی ہے یا جماعت سے - اور یہ ظاہر ہے کہ جنگل میں جماعت بہت دشوار ہے ؟

(الجواب) جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسجدوں سے زیادہ اس میں فضیلت ہے حدیث شریف سے مساجد کا خیر البقاع ہونا ثابت ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں ہو اور نماز کا وقت آگیا تو وہیں نماز پڑھ لے اگر چند آدمی ہیں تو جماعت کریں اگر ایک ہے تنہا پڑھے ہر طرح فضیلت حاصل ہے - شامی میں ہے - وروی فی الخبر ان من صلے علی ہیئۃ الجماعۃ ای باذان واقامۃ ولو کان منفرداً - صلت بصلوٰتہ صفوف الملائکۃ الخ -

چارپائی پر خواہ سخت ہو یا ڈھیلی نماز جائز ہے

(سوال ٤٨٧) چارپائی پر نماز اس وقت درست ہے، کہ جب چارپائی سخت ہو یا ڈھیلی ہو تب بھی - ؟ بینوا توجروا

(الجواب) چارپائی پر نماز ہر حالت میں درست ہے اگر چہ وہ بہت سخت نہ ہو، کیونکہ اگر ڈھیلی بھی ہے تو جس وقت گھٹنے چارپائی پر ٹھیریں گے اور زور پڑے گا تو سجدہ کی جگہ سخت ہو جاوے گی - واللہ تعالیٰ اعلم -

نماز میں اگر آنحضرت ﷺ کا خیال آجاوے تو نماز بالکل صحیح ہے

(سوال ٤٨٨) نماز میں آنحضرت ﷺ کا اگر خیال آجاوے تو نماز ہو جاوے گی یا نہیں ؟ اگر نماز میں خیال لایا جاوے تو کیا حکم ہے ؟

(الجواب) جب نماز میں خود التحیات اور درود شریف میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے تو خیال آنا تو ضروری ہوا باقی نماز خالص عبادت اللہ کے لئے ہے غیر اللہ کا خیال علی سبیل التعظیم والعبادۃ نہ آنا چاہئیے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے کیونکہ خیال پر باز پرس نہیں ہے -

نماز فرض کے بعد دعاء کی مقدار

(سوال ٤٨٩) جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہیں اس نماز میں دعاء مانگنے کی کتنی تعداد ہے اور جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہوں اس میں امام دعاء زیادہ دیر تک مانگے تو اس کی تابعداری کرنی چاہیئے یا نہیں ؟

(الجواب) جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ ہیں ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔مگر صحیح یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے پس بہتر ہے کہ امام جتنی دیر دعاء مانگے اس کے ساتھ دعا مانگے۔

نماز توڑنے کے مختلف صورتوں میں مختلف احکام

(سوال ٤٩٠) شکستن نماز فرض وغیرہ بکدام وقت وبچہ وجہ روا باشد ؟

(الجواب) وجوہ قطع صلاۃ را در باب ادراک الفریضۃ از در مختار و شامی بہ بجید ر رشامی است **عن خط صاحب البحر علٰی ھامشہ ان القطع یکون حراماً و مباحاً و مستحباً و واجباً فالحرام بغیر عزر والمباح اذا خاف فوت مال والمستحب القطع للاکمال والواجب لاحیاء نفس و فی الدر المختار و یجب القطع لنحوا نجاء غریق او حریق ولو دعاہ احد ابویہ فی الفرض لا یجیبہ الا ان یستغیث بہ الخ** – واللہ تعالیٰ اعلم

نماز اور جماعت کے متعلق چند مسائل

(سوال ٤٩١) غیر مقلدوں کے پیچھے حنفیوں کی نماز ہوتی ہے کہ نہیں (۲) دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری کیوں پڑھی جاتی ہیں ؟ (۳) ایک شخص مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں آکر شامل ہوا اور امام نے دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھی تو اب اس مقتدی کو بعد جماعت پوری ہونے کے کونسی صورت پڑھنی چاہیئے ؟

(الجواب) غیر مقلدوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے اور ان کو امام بنانے سے احتیاط چاہیئے اگر کوئی غیر مقلد اتفاقاً امام ہو گیا اور کسی حنفی نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو گئی۔

(۲) احادیث اور آثار صحابہؓ سے ایسا ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو رکعت میں الحمد اور سورت پڑھی اور آخر کی دو رکعت میں صرف الحمد پڑھی اسی واسطے حنفیہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

(۳) اس صورت میں اس مقتدی کو اختیار ہے کہ جونسی سورت چاہے تمام قرآن شریف میں سے پڑھے۔

نماز میں آمین بالجہر، رفع یدین اور قراءۃ فاتحہ کی تحقیق

(سوال ٤٩٢) (۱) آمین آہستہ کہنا مسنون ہے یا جہر سے ؟ (۲) رفع یدین کرنا کیسا ہے ؟ (۳) قراءۃ خلف الامام میں کیا قول ہے ؟ (۴) رفع یدین سوائے سات جگہ کے جو منسوخ ہے کیا دلیل ہے ؟ (۵) حدیث بیان کی وکیع نے اعمش سے اس نے مسیب بن رافع سے اس نے تمیم بن طرفہ سے اس نے جابر بن سمرہ سے کہ کہا

آئے ہم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ اور ہم لوگ اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں نماز میں تو فرمایا کہ کیا حال ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ اٹھاتے ہو نماز میں جیسی دم ہو سرکش گھوڑے کی اطمینان سے رہو نماز میں یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

(الجواب) آمین آہستہ کہنا مسنون ہے حنفیہ کے نزدیک- عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال امين و خفض بها صوته ولما اختلف فى الحديث عدل صاحب الهدايه الى ما عن ابن مسعودؓ انه كان يخفى فانه يفيد ان المعلوم منه عليه السلام الاخفاء قلت مع انه الاصل فى الدعاء لقوله تعالى ادعو ربكم تضرعاً و خفية ولا شك ان امين دعاء فعند التعارض تر جح الاخفاء بذلك و بالقياس على سائر الاذكار والا دعية ولان امين ليس من القران اجماعاً فلا ينبغى ان يكون فيه صوت القرآن كما لا يجوز كتابته فى المصحف-

(۲) رفع یدین سوائے تکبیر اولیٰ کے حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے اس واسطے کہ جلیل القدر صحابہؓ نہیں کرتے تھے-عن براء بن عازب قال كان النبى ﷺ اذا كبر لا فتتاح الصلوٰة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريباً من شحمتى اذنيه ثم لا يعود عن الاسود قال رأيت عمر بن الخطابؓ يرفع يديه فى اول تكبيرة ثم لا يعود - قال ابو جعفرؒ فهذا عمرؓ لم يكن يرفع يديه ايضاً الا فى التكبيرة الاولى فى هذا الحديث وهو حديث صحيح و فعل عمر هذا وترك اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اياه على ذلك دليل صحيح ان ذلك هو الحق الذى لاينبغى لاحد خلافه-

(۳) حنفیہ کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت فاتحہ جائز نہیں ہے-عن انسؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقرؤن والامام يقرء فسكتوا فسألهم ثلثاً فقالوا انا لنفعل فلا تفعلوا- قال علىؓ من قرء خلف الامام فليس على الفطرة عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمر قال يكفيك قراءة الامام فهؤلاء جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم - قد اجمعوا على ترك القراءة خلف الامام-

(۴) رفع یدین سوائے سات جگہ کے منسوخ ہے- والدليل المجمل للكل ماروى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال لا ترفع الا يدى الا فى سبع مواطن و عد منها تكبيرة الافتتاح و تكبيرة القنوت والعيدين و ذكر الاربع فى الحج كذافى الهدايه ثم هذا عندنا- وقال الشافعى يرفع يديه عند الركوع والرفع منه لا نه عليه السلام فعل ذلك ولنا ماروينا وما رواه محمول على الابتدا وكذا نقل عن ابن زبيرؓ فانه رأى رجلاً بفعل هذا فقال له لا تفعل ليس هذا بشئى فانه شئى فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ترك كذافى الهدايه والكفايه- وقدروى الطبرانى بسنده عن ابن ابى ليلى عن الحكيم عن المقسم عن ابن عباس عنه عليه الصلوٰة والسلام-

(۵) اس میں اختلاف ہے اور تحقیق اس کی فتح القدیر میں اس طرح ہے-عن جابر بن سمرة قال دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والناس رافعو ایدیهم قال زهیر اراه قال فی الصلوٰة فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل الشمس اسکنوا فی الصلوٰة- یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث مطلقاً حالت صلوٰۃ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کو جلسہ اور سجدہ میں پاؤں کھڑا نہ کرنا چاہئیے

(سوال ۴۹۳) عورت کو سجدہ و جلسہ میں پاؤں کیسے رکھنا چاہئیے ؟

(الجواب) عورت کے لئے کھڑا کرنا قدمین کا سنت نہیں ہے-فی الشامی انها لا تنصب اصابع القدمین پس سجدہ اور جلسہ میں پیروں کو کھڑا نہ کرے اور جلسہ تشہد وغیرہ میں تورک کرے-فی الشامی و تتورك فی التشهد الخ- واللہ تعالیٰ اعلم

مرد ریشم اور سونا پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے ؟

(سوال ۴۹۴) اگر کوئی شخص بلاعذر ریشم اور سونا پہن کر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو گی یا نہیں ؟ بعض احباب کا خیال ہے کہ سونا اور ریشم مردوں کو پہننا حرام ہے لیکن اگر پہن کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی، یہ صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ریشمی کپڑا اور سونا بیشک مردوں کے لئے حرام ہے اور نماز جو ان سے پڑھی گئی وہ صحیح ہے مگر ظاہر ہے کہ جب کہ استعمال ریشم اور سونے کا مردوں کو ہر وقت حرام ہے تو نماز میں بھی حرام ہے مگر چونکہ وہ دونوں نجس نہیں ہیں اس لئے نماز ہو گئی-

امام کو مقتدی کا لقمہ لینا چاہئیے نماز توڑنی نہیں چاہئیے

(سوال ۴۹۵) اگر کوئی شخص نماز جہریہ میں قدرے قراءت پڑھ کر بھول گیا مقتدی نے بغرض یاد دہانی، لقمہ دیا مگر امام نے لقمہ نہ لیا حتی کہ مکرر سہ کرر پر بھی امام نے لقمہ نہ لیا بلکہ نماز کو فسخ کر کے از سر نو تحریمہ سے نماز پوری کی امام کا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز ؟

(۲) جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے تو اس کو نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ کرنا چاہئیے یا انتقال الی آیۃ و الی سورۃ اخری کرنا چاہئیے یعنی در صورت عدم قراء ۃ مایجوز به الصلوٰة؟

(۳) اگر کوئی شخص صورت بالا میں نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ پر زور دے اور انتقال الی آیۃ و سورۃ اخری کو ناجائز کہے اور فسخ نماز میں اس عبارت کو حجت پکڑے جو کہ صبح کی سنتوں کے متعلق ہے-اذا خاف فوت الجماعة یترکها صورت بالا میں اس عبارت کو فسخ نماز کی دلیل بنانا صحیح ہے یا نہیں ؟

(۴) عبارت مذکورہ میں یتر کھا کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی کو جماعت کے فوت ہو جانے کا خیال ہو اور اس نے سنتیں شروع کی ہوں تو سنتوں کو چھوڑ کر جماعت میں مل جاوے یا یہ معنی بھی ہیں کہ اگر کسی نے بامید جماعت سنتیں شروع نہ کیں اور بعد شروع خوف فوت جماعت ہوا تو سنتوں کو توڑ کر جماعت میں مل جاوے۔ لفظ "یتر کھا" دونوں صورتوں کو شامل ہے یا کسی ایک صورت کو اور کون سی صورت کو۔ اگر ثانی صورت کو شامل ہے تو حدیث **لا تبطلوا اعمالکم** کا کیا مطلب ہے؟

(الجواب) (۱، ۲) امام کو اس صورت میں لقمہ لے لینا چاہئے تھا یا دوسری آیت یا سورت کی طرف انتقال کرنا چاہئے تھا اور بقدر "**ماتجوز به الصلوٰة**" یا قدر مستحب مقدار قرأۃ ہو چکی تھی تو رکوع کر دینا چاہئے تھا توڑنا نماز کا ایسی حالت میں فقہاء نے نہیں لکھا۔ رد المحتار میں ہے۔ **تتمه يكره ان يفتح من ساعته كما يكره للامام ان يلجيه اليه بل ينتقل الى اية اخرى لا يلزم من وصلها ما يفسد الصلوٰة او الى سورة اخرى او يركع اذا قرء قدر الفرض كما جزم به الزيلعي وغيره و في رواية قدر المستحب كما رجحه الكمال الخ و في الدر المختار بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقاً لفاتح و اخذ بكل حال الخ و في الشامي قوله بكل حال اى سواء قرء الامام ما تجوز به الصلوٰة ام لا انتقل الى اية اخرى ام لا تكرر الفتح ام لاهو الاصح۔** پس جب کہ فقہاء نے اس قدر وسعت اس میں رکھی ہے تو پھر نماز کو فسخ کر دینا مناسب نہ تھا اور حکم "**لاتبطلوا اعمالکم**" اس حالت میں نماز کو توڑ دینا ممنوع تھا۔

(۳) یہ امر اور پر واضح ہوا کہ ایسی حالت میں فقہاء نے لقمہ لینے کو یا انتقال الیٰ آیت اخریٰ (و، ۴) یا الیٰ سورۃ اخریٰ کو جائز رکھا ہے پس اس کو ناجائز کہنا اور نماز کو توڑ کر دوبارہ تحریمہ باندھنے (و ۵) پر زور دینا بوجہ جہل کے ہے مسائل شرعیہ سے عالم و فقیہ ایسا نہیں کہہ سکتا اور یہ احتیاط نہیں ہے بلکہ وہم ہے اور خطا ہے اور عبارت مذکورہ کو اس بارے میں دلیل لانا اور صریح روایات جواز و حکم فقہاء کو چھوڑنا دوسرا جہل ہے اور یہ استدلال غلط ہے "یتر کھا" کے یہ معنی کہ شروع نہ کرے نہ یہ کہ شروع کر کے قطع کر دے شروع کر کے قطع کرنے کی ممانعت فقہاء نے صراحتہً لکھی ہے۔ **والشارع في النفل لا يقطع مطلقاً و يتمه ركعتين و كذا سنة الظهر و سنة الجمعة اذا اقيمت او خطب الامام يتمها اربعاً على القول الراجح لانهاصلاة واحدة و ليس القطع للاكمال بل للابطال خلافاً لما رجحه الكمال در مختار قوله خلافاً لما رجحه الكمال حيث قال و قيل يقطع على رأس الركعتين وهو الراجح الخ شامي.** واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی امامت، احتیاط الظہر کا حکم، زندہ جانور کا صدقہ

(سوال ٤٩٦) غیر مقلد امام کے پیچھے مقلد مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) جمعہ پڑھنا بہتر ہے یا احتیاط الظہر اور خطبہ شروع ہونے کے بعد سنتیں پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) زندہ جانور کو خدا کے نام پر صدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو غیر مقلد حنفیوں کو مشرک کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟
(۵) حنفی کو حنفی کس وجہ سے کہتے ہیں؟ (۶) امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
(الجواب) غیر مقلد امام اگر رعایت اس امر کی کرتا ہے کہ وہ امر نماز میں نہ کرے جس سے مقلد حنفی کی نماز فاسد یا مکروہ ہو اور وہ متعصب نہ ہو اقتداء اس کی درست ہے، کتب فقہ حنفیہ میں اس کی تفصیل درج ہے۔
(۲) شہروں اور قصبات وغیرہ میں جہاں جمعہ بے تردد ہو جاتا ہے وہاں احتیاط الظہر نہ پڑھیں کہ اس سے جمعہ میں شبہ ہوگا صاحب در مختار نے صاحب بحر الرائق کا فتوی عدم جواز احتیاط الظہر کا نقل فرمایا ہے فلیر اجع اور خطبہ شروع ہونے کے بعد سنتیں نہ پڑھیں نہ اول خطبہ کے وقت نہ دوسرے خطبہ کے وقت کما جاء فی الروایات اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام۔
(۳) درست ہے (۴) ایسا غیر مقلد سخت گناہ گار اور فاسق و مبتدع ہے۔ ایسے غیر مقلد کے پیچھے نماز بھی درست نہیں (۵) امام ابو حنیفہؒ کی تقلید اور انتساب کی وجہ سے حنفی کہتے ہیں (۶) امام کے پیچھے الحمد اور سورۃ کچھ نہ پڑھنی چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ واذا قراء فانصتوا اور دوسری حدیث میں ہے من کان له امام فقراء ۃ الامام له قراء ۃ. واللہ تعالیٰ اعلم

مسافر امام نے سہواً پوری نماز پڑھ لی تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں نیز نماز کے چند مسائل

(سوال ٤٩٧) مسافر امام نے سہواً پوری نماز پڑھ لی تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں (۲) ایک مسافر نے منت مانی کہ سفر میں دو چار روز تک پوری نماز پڑھا کروں گا تو منت کے دنوں نماز پوری پڑھے یا قصر کرے یا اور پوری پڑھنے میں گناہ گار ہوگا یا نہیں اور مقیم کی نماز اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۳) مسلمان عورت زانیہ ہندو کے پاس ہے اس عورت سے جو اولاد ہو اور مر جاوے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ (۴) تارک الصلوٰۃ کے جنازہ کی نماز تنبیہاً ترک کرنا کیسا ہے اور پڑھنا منع ہے یا کیا؟ (۵) ایک شخص التحیات پڑھ کر بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ پانچ چھ منٹ میں ہوش آیا سجدہ سہو کرے یا نہیں اور نماز ادا ہوئی یا اعادہ کرے؟
(الجواب) مقتدیوں کی نماز فاسد ہوئی۔ شامی ۳۹۱ ج اول لو اقتدٰی مقیمون بمسافر واتم بهم بلانية اقامة و تابعوه فسدت صلاتهم لكونه متنفلاً في الاخر
(۲) قصر کرنا چاہئے یہ منت اس کی لغو ہے کہ معصیت ہے اور خلاف شرع ہے قصداً پوری نماز پڑھنے میں گناہ گار ہوگا اور مقیم کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ کما مرفلو تم مسافر ان قعد فی الاولیٰ تم فرضه واساء الخ درمختار (۳) پڑھنی چاہئے لکون الاولاد مسلمین تبعاً لامهم (۴) تارک الصلوٰۃ کے جنازہ کی ممانعت کہیں نظر سے نہیں گزری بلکہ فقہاء کے اقوال اور حدیث شریف صلوا علی کل بر و فاجر سے یہی ثابت ہے کہ نماز پڑھنی چاہئے (۵) سجدہ سہو کر لیوے نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اذان خطبہ کا جواب دینا کیسا ہے اور ریل میں استقبال قبلہ کس طرح کرے

(سوال ۴۹۸) خطبہ کی اذان کا جواب دینا کیسا ہے (۲) ریل میں قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہو اثنائے نماز میں معلوم ہو جائے کہ قبلہ رخ سے پھر گیا اس کو قبلہ کی طرف رخ کرنا چاہئیے یا نہیں ؟

(الجواب) خطبہ کی اذان کا جواب دینا نہ چاہئیے در مختار میں اس کی تصریح ہے یہ اذان اس حکم سے مستثنی ہے بسبب حدیث اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام انتہی -(۲) قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن ہو تو کرے اور اس کی طرف کو پھر جاوے اگر اس طرف کو نہ پھر سکے نماز کا اعادہ کرے -

جہاں پندرہ بیس مسلمان رہتے ہوں وہاں عید و جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنانا اور چندہ کرنا کیسا ہے ؟

(سوال ۴۹۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمہم اللہ تعالی اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جہاں پندرہ بیس مسلمان رہتے ہوں اور ہر اس مسلمان کا ارادہ ہے کہ ایک مسجد چندہ کر کے بنائی جائے اور جمعہ و عیدین کی نماز اس میں پڑھی جایا کرے اور جس زمین پر مسجد بنانے کا قصد ہے وہ زمین زر خرید و حق نہیں بلکہ ایک انگریز کی زمین چند سال کے پٹہ پر کرایہ سے لی گئی ہے پٹہ کی مدت تمام ہونے سے زمین والا زمین کو اپنے قبضہ میں لے کر مسجد اکھاڑ پھینکے گا ان حالات میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں اور ایسے قلیل مسلمانوں کو جمعہ و عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) چھوٹے قریہ میں عند الحنفیہ جمعہ واجب وادا نہیں ہوتا اور عیدین کا حکم مثل جمعہ کے ہے جس جگہ جمعہ نہیں ہوتا وہاں عیدین کی نماز بھی نہیں ہوتی پس اس صورت میں نماز جمعہ و عیدین نفل ہوگی اور نفل کو باجماعت بہ تداعی ادا کرنا مکروہ ہے در مختار میں ہے -و فی القنیة فی القرٰی تکرہ تحریماً ای لانه استعمال بمالا یصح لانه شرط المصر للصحة الخ (قوله صلوٰة العید و مثل الجمعة قوله بما لا یصح) اے علی انه عید والا فهو نفل مکروه لا دائه بالجماعة شامی جلد اول باب العید و فی کتاب الجمعة من الشامی لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الخ

اس عبارت سے واضح ہے کہ قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ و عیدین ادا نہیں ہوتی اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب اس میں لازم آتا ہے اور مسجد شرعی وہ ہوتی ہے جو للہ وقف ہو -قال الله تعالی وان المساجد لله الایة پس وہ مسجد جو زمین کرایہ پر بنائی جائے گی مسجد نہ ہوگی مسلمانوں کو اس فعل بناء مسجد مذکورہ و اقامت جمعہ و عیدین فی القرٰی سے احتراز لازم ہے کہ موافق روایات مذکورہ یہ فعل ناجائز و مکروہ تحریمی ہے -

واللہ تعالٰی اعلم

مرور بین یدی المصلی

(سوال ۵۰۰) بروز جمعہ اکثر آدمی نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں آیا کچھ فاصلہ بھی مقرر ہے کہ اس فاصلہ سے گزرنا جائز ہے ؟

(الجواب) بڑی مسجد میں اگر موضع سجود یا موضع بصر سے نمازی کے آگے سے کوئی شخص گزر جاوے تو درست ہے اور چھوٹی مسجدوں میں جو چالیس ہاتھ سے کم ہو آگے سے گزرنا کسی جگہ بھی درست نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار۔

مسائل جدیدہ متعلقہ نماز

جس جگہ ۱۸ گھنٹہ کا دن اور چھ گھنٹہ کی رات ہو وہاں نماز کس حساب سے پڑھی جائے

(سوال ۵۰۱) جس جگہ ۳ بجے دن نکلے اور ۹ بجے دن چھپے یعنی لندن میں ایسا وقت ہے تو اس حساب سے ۱۸ گھنٹہ کا دن اور چھ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے تو نماز مغرب بعد غروب ہی پڑھے یا کہ بارہ گھنٹے کے حساب سے پڑھی جاوے اور اسی طرح عشاء کی نماز کس طرح پڑھے اور کس وقت پر پڑھی جاوے ؟

(الجواب) نماز مغرب بعد غروب پڑھے اسی طرح سب نمازیں وہاں کے حساب سے پڑھے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

نماز میں قرآن کی آیات کا ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہیں ہوتی

(سوال ۵۰۲) ایک زبردست عالم کا بیان ہے کہ اگر قرآن شریف کی کسی آیت کا ترجمہ اردو میں پڑھ لیا جاوے تو نماز ادا ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن شریف کلام اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ ہے جو رسول مقبول ﷺ نے عربی زبان میں کیا او قرآن شریف کے نزول کا یہ ذریعہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دیا انہوں نے اپنی زبان مبارک سے ادا کیا یہ بیان اس مولوی صاحب کا صحیح ہے یا غلط ؟

(الجواب) اس زبردست عالم کے حوالہ سے جو مسئلہ آپ نے لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب دین کے عالم نہیں ہیں افسوس ہے کہ ایسے ایسے غلط مسئلے نام کے عالم بیان کر دیتے ہیں الحمد یا کسی سورۃ کا ترجمہ نماز میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ قرآن شریف نام ہے اس عربی کلام اللہ کا جو ما بین الدفتین ہے یعنی دو پٹھوں کے درمیان میں جو کلام اللہ ہے یہی قرآن شریف ہے اور یہی کلام اللہ ہے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔

پس اس مولوی کا یہ کہنا کہ عربی قرآن شریف کلام اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ ہے الخ بالکل غلط اور افترا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا انزلنا ہ قرآناً عربیاً اس طرح بہت جگہ قرآن شریف کو عربی فرمایا ہے اور ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے ولو جعلنا ہ قرآناً اعجمیاً لقالوا لو لا فصلت ایاتہ ء اعجمی و عربی یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن کو عربی زبان میں نہ اتارتے اور اعجمی کرتے یعنی سوائے عربی زبان

کے دوسری زبان میں اتارتے تو کفار یہ اعتراض کرتے کہ عربی پیغمبر پر عجمی قرآن اتارا گیا یہ عجیب بات ہے اور فقہ کی کتابوں میں صاف یہ لکھا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی البتہ جو شخص نو مسلم کوئی ایسی موٹی زبان کا ہے کہ اس سے عربی لفظ نہیں کہے جاتے تو اس کو تاوقتیکہ وہ سیکھے قرآن پڑھ سکے یہ درست ہے کہ ترجمہ ہی پڑھ لے کیونکہ وہ معذور ہے قرآن کے پڑھنے سے اور یہ کہنا اس کا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈال دیا آپ نے اپنی زبان سے عربی الفاظ میں بیان کر دیا ہے یہ عقیدہ بھی اس کا بالکل اہل سنت کے خلاف ہے یہ نیچریت اور مرزائیت کے خرابی معلوم ہوتے ہیں اہل سنت اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ سے یہ قرآن شریف نازل ہوا ہے خود قرآن شریف میں آیا ہے-نزل به الروح الامین کہ اس قرآن کو روح امین یعنی جبریل علیہ السلام نے اللہ کے پاس سے اتارا ہے الغرض ایسے بد عقیدہ والے کی بات نہ سنی اور نہ ماننی چاہئیے-واللہ تعالیٰ اعلم

قبر جب کہ برابر ہو جائے تو وہاں نماز پڑھنا درست ہے

(سوال ۳۰۵) قبر کہنہ و جدید کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

(الجواب) قبر کہنہ و جدید کا جب کہ نشان باقی نہ رہا مثلاً یہ کہ مٹی برابر کر دی جائے کہ سطح زمین برابر ہو جاوے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نماز وہاں درست ہے اور اگر بہت مرتفع ہے تو پھر مکروہ ہے شرح منیۃ الکبیری میں ہے-**وکذا قال فی الفتاوٰی - لابأس بالصلوٰة فی المقبرة اذا کان فیها موضع اعد للصلوٰة ولیس فیه قبر - وهذا لان الکراهة معللة بالتشبیه باهل الکتاب وهو منتف فیما کان علی الصفة المذکورة**- واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الجنائز
فصل فی احوال الموتی والقبور
(اموات اور قبروں کا بیان)

جنتی کو جنت میں کتنی حوریں ملیں گی ؟

(سوال ٥٠٤) جنتی کو جنت میں کتنی حوریں ملیں گی ؟
(الجواب) جنتی کو جنت میں حوریں ملیں گی۔ باقی ہر ایک کے لئے تعداد خاص ہو گی وہ اللہ کو معلوم ہے
واللہ تعالیٰ اعلم

مزارات پر قبہ کا حکم !

(سوال ٥٠٥) مزارات سلاطین واولیاء اکرام پر جو قبے تعمیر ہیں موافق کتاب کے ہیں یا ان میں کچھ کلام ہے۔ اگر باتباع قبہ مزار پر انوار آنحضرت ﷺ کے بزرگوں کے مزار پر قبے قائم کریں تو جائز ہو گا یا ناجائز اور میت کو یا کسی بزرگ کو اندرون مکان مسقف دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) قبہ بنانا یا مکان میں دفن کرنا سوائے انبیاء کے اور کسی کو جائز نہیں۔ شامی جلد اول ص ٦٦٠ ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیر الاختصاص هذه السنة بالانبیاء و یهال التراب علیه و تکره الزیاده علیه من التراب لانه بمنزلة البناء لمافی صحیح مسلم عن جابر قال نهی رسول ﷺ ان یجصص القبر و ان یبنی علیه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شجرۂ بزرگان طریقت قبر میں رکھنا

(سوال ٥٠٦) شجرہ پیران عظام میت کے ساتھ اندرون قبر رکھنا جائز ہے یا ناجائز ؟ موجب بے ادبی ہے ؟
(الجواب) شجرہ پیران کرام رکھنا قبر میں جائز نہیں اس واسطے کہ سوائے اکفان میت کے ساتھ کوئی چیز رکھنا جائز نہیں۔ شامی جلد اول ص ٦٥٩ ولا یجوز ان یوضع فیه مضرته. واللہ تعالیٰ اعلم۔

لحد کو کچا رکھ کر اردگرد پختہ بنانے کا حکم

(سوال ٥٠٧) لحد کو خام رکھنا اور باقی گرداگرد قبر کو پختہ بنانا جائز ہے یا نہیں ؟
الجواب وعن جابر قال نهی رسول ﷺ ان یجصص القبور و ان یکتب علیها و ان تو طاء

رواہ الترمذی وفی الدرالمختار لا الآجر المطبوخ الخ۔ اس حدیث اور روایت کتب فقہ سے معلوم ہوا کہ کسی میت کی قبر کو پختہ کرنا درست نہیں ہے۔ اور تعویذ قبر کو خام چھوڑنا اور گرداگرد پختہ کرنا بھی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مزار کے قریب مسجد اور حجرہ بنانا؟

(سوال ۵۰۸) قریب مزار کے مسجد کا ہونا اور حجروں کا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مزار کے قریب مسجد کا ہونا اور حجروں کا ہونا کچھ حرج نہیں ہے۔ قبر سامنے نمازی کے نہ ہو تو قبرستان میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

متقدمین اور بزرگان دین کی قبریں پختہ کیوں ہیں؟

(سوال ۵۰۹) متقدمین وبزرگان دین کے جو مقابر بلاد عرب وہندوغیرہ میں موجود ہیں علماء نے ان کی پختگی کیسے جائز فرمائی؟

(الجواب) حکم شرعی سوالات بالا میں واضح ہو گیا اور علامہ شامی نے بدائع سے نقل فرمایا ہے۔ قوله المطبوخ صفة کاشفة قال فی البدائع لانه یستعمل للزینة ولاحاجة للمیت الیها ولانه مماست النارفیکره ان یجعل علی المیت تفاولا ۔ اس روایت بدائع سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ پختہ اینٹ قبر پر لگانا دو وجہ سے مکروہ ہے۔ ایک یہ کہ میت کو اس زینت اور آراستگی کی ضرورت نہیں۔ دوسرے وہ آگ میں پکی ہے۔

تفاولا میت کے قریب ایسی چیز نہ رکھی جائے جس کو آگ میں پکایا ہو۔ اور بزرگان دین نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ کسی دوسرے شخص نے اگر کسی بزرگ کی قبر کو پختہ کر دیا تو اس میں اس بزرگ کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں۔ یہ دوسروں کا فعل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوؤں کے بتخانہ کے قریب قبرستان بنانا ممنوع نہیں

(سوال ۵۱۰) ایک جگہ جس کے متصل ہنود کا مسافر سرائے اور ایک بت خانہ ہے۔ ایسی جگہ مسلمانوں کو قبرستان بنانا کیسا ہے؟

(الجواب) حسب ضرورت ایسی جگہ قبرستان بنانا کچھ ممنوع نہیں ہے اور کوئی حکم ممانعت کا نظر سے نہیں گزرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاء علیہم السلام اور بچوں سے سوال قبر نہ ہو گا۔

(سوال ۵۱۱) مسلمانوں کے جو بچے نابالغ مرتے ہیں کیا ان سے سوال قبر ہو گا۔ اور کیا وہ بچے والدین کو

بھی یاد کرتے ہیں یا نہیں ؟
(الجواب) درمختار میں ہے والاصح ان انبیاء لایسئلون ولا اطفال المومنین (ترجمہ) اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ سے سوال نہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کے بچوں سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حاملہ عورت قیامت میں حاملہ ہی اٹھے گی یا وضع حامل کے ساتھ

(سوال ۵۱۲) حاملہ روز قیامت قبر سے مع حمل اٹھے یا مع وضع حمل ؟
(الجواب) اس بارہ میں کوئی تصریح نہیں دیکھی۔ ظاہر یہ ہے کہ مع حمل محشور ہوگی۔ کما ورد فی الحدیث کما تموتون تحشرون. الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردہ کا منہ بوقت دفن دکھانے کا حکم

(سوال ۵۱۳) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کے واسطے کیا حکم ہے۔ اور مردہ کا منہ بوقت دفن دکھانا کیسا ہے ؟
(الجواب) جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنا درست نہیں اور اس میں کچھ تفصیل ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر ولی نے نماز نہیں پڑھی اور نہ اس کی اجازت سے نماز پڑھی گئی بلکہ ایسے لوگوں نے نماز پڑھی کہ جن کو حق تقدم نہیں تھا تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر ولی اول نماز پڑھ لے تو پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ مکرر نماز پڑھیں۔ درمختار میں ہے وان صلی هو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیه لا یصلی غیره بعده الخ و فیه ایضالان تکرارها غیر مشروع الخ اور منہ دیکھنا میت کا درست ہے لیکن بعد کفن میں ڈھکنے کے کھولنا چہرہ کا اچھا نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت والوں کو ایک دن ایک رات کھانا دینا مستحب ہے

(سوال ۵۱۴) یہاں کے بعض لوگ زور دیتے ہیں کہ میت کے ورثہ کو سوگ کرنا چاہئے اور گھر میں کھانا نہ پکانا چاہئے اور برادری کو کھانا ضرور تقسیم کرنا چاہئے۔ ان امور کے متعلق کیا رائے ہے ؟
(الجواب) سوائے زوجہ کے دیگر اقرباء کو تین دن سوگ کرنا مباح ہے۔ اس سے زیادہ درست نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار ویباح الحداد علی قرابة ثلاثة ایام۔ اور ایک دو وقت اہل میت کے لئے کھانا دیگر اقربا بھیجیں قال فی الفتح و یستحب لجیران اهل المیت والاقرباء والا باعد تهیة طعام لهم یشبعهم یو مهم و لیلتهم الخ۔ اور برادری کو کھانا تقسیم کرنا محض ریا اور حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبروں پر غلاف ڈالنا اور اسکے متعلق چند سوال و جواب

(سوال ۵۱۵) قبور اولیاء پر ملک پنجاب میں عموماً غلاف قیمتی اور جھاڑ وغیرہ ڈالے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ قبور میت مقفل ہوتی ہیں۔ ورثہ خانقاہ اس مال کی حفاظت کرتے ہیں یہ مال ورثہ کا مملوک ہے یا نہیں

اگر کوئی شخص اجنبی غلاف چرا کر اپنے استعمال میں لاوے تو حلال ہے یا نہیں ؟ زید اس قبر سے جو مقفل محرز ہے اتنی قدر غلاف حقیۃ اٹھا کر بھاگ جاتا ہے جن کی قیمت نصاب سرقہ تک ہو جاوے تو یہ شخص بعد ثبوت کے مستحق حد سرقہ ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مالک ان اشیاء غلاف وغیرہ کا وہ ہے جس نے وہ غلاف وغیرہ ڈالا اور رکھا ہے اور چرانا ان اشیاء کا کسی کو جائز نہیں ہے۔ لیکن ان اشیاء کی چوری سے حد سرقہ واجب نہیں ہوتی جیسا کی درمختار میں ہے۔ وکذا لو سرقه من بيت فيه قبر او ميت لتا وله بزيادة القبور الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں ؟

(سوال ۵۱۶) میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں اگر نہیں آتی تو خواب میں کیوں آتی ہے ؟

(الجواب) خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں ہے۔ بہت سے لوگ زندہ لوگوں کو جو دور و دراز پر ہیں خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ پس خواب کا قصہ جدا ہے۔ اجسام ظاہری کا اتصال اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔

زیارت قبور کا حکم

(سوال ۵۱۷) زیارت قبور کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) زیارت قبور عامہ مومنین وبزرگان دین جائز و مستحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا سب کو برابر ؟

(سوال ۵۱۸) میت کو ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا ایک ثواب میں جن لوگوں کو بخشا گیا سب کو مساوی پہنچتا ہے مولانا رشید احمد صاحبؒ نے لکھا ہے کہ تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

(الجواب) جب کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا یہی حق ہے ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔

فصل فی الغسل و الکفن

عورت کے مرنے کے بعد اس کے شوہر کو اسکی تجہیز و تکفین میں شرکت اور منہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال ۵۱۹) بعد ممات عورت کے اس کے شوہر کو اس کا منہ دیکھنا یا تجہیز و تکفین میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں ؟ کہا تو یہ جاتا ہے کہ اس کے جنازہ کو ہاتھ لگانا شوہر کو جائز نہیں ہے۔ بر خلاف اس کے عورت کو کوئی ممانعت نہیں ہے ؟

(الجواب) عورت متوفیہ کا منہ دیکھنا اس کے شوہر کو جائز ہے اور تجہیز و تکفین میں شریک ہونا اور جنازہ کو اٹھانا درست ہے مگر شوہر غسل نہ دے اور اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگاوے یہ ممنوع ہے اور شوہر مر جاوے تو اس کی عورت غسل بھی دے سکتی ہے۔ در مختار میں ہے۔ و یمنع زوجها من غسلها لا من النظر الیها علی الاصح وهی تمنع من ذلك.

موت کے بعد زوجہ کو غسل دینا اور دیکھنا

(سوال ۵۲۰) زوجہ کو بعد مرنے کے غسل دینا اور دیکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) غسل دینا اور ہاتھ لگانا جائز نہیں دیکھنا درست ہے و یمنع زوجهامن غسلها و مسها لامن النظر الیها. در مختار۔

غسل کے وقت میت کو لٹانے میں قبلہ رخ ہونا شرط نہیں

(سوال ۵۲۱) میت کے غسل دینے کے وقت سر میت کس طرف ہو اور پاؤں کس طرف ؟

(الجواب) میت کے غسل کے وقت جس طرح سہولت ہو اور جس طرح آسان ہو میت کو لٹایا جاوے اس میں کچھ قید قبلہ رخ لٹانے وغیرہ کی نہیں ہے۔ کذافی الدر المختار البتہ اگر سہولت ہو اور موقع ہو تو شمالاً جنوباً لٹایا جاوے جس طرح قبر میں رکھا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غسل کے وقت میت کو لٹانے کی کیفیت

(سوال ۵۲۲) بوقت غسل کیفیت وضع میت طولا الی القبلة و جنوبا شمالا منقول ہے دونوں صورتیں جائز ثابت ہیں لیکن مستفتی دو امر کا استفتاء کرنا چاہتا ہے (۱) دونوں صورتوں میں سے افضل اور زیادہ تر قابل اعتماد کون سی ہے ؟ (۲) آنحضرت ﷺ کا غسل کس طرح تھا ؟

(الجواب) فقہاء نے راجح اور اصح اسی کو فرمایا ہے کہ جو طریق آسان ہو اسی کو اختیار کیا جاوے۔ کذافی الدر المختار اور شرح منیہ میں فرمایا ہے والعرف ان یوضع علی قفاہ طولا نحو القبلة هذا ان اتسع المکان والا فالاصح انه یوضع کما تیسر الخ اور اس سے پہلے یہ لکھا ہے وقال الاسبیجابی لا روایة فیه عن اصحابنا الخ اور آنحضرت ﷺ کے غسل کی کیفیت جو منقول ہے اس میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ بوقت غسل آپ ﷺ کو کس طرح لٹایا گیا تھا اسی لئے غالبا فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو صورت سہل ہو اس کو اختیار کیا جاوے اور ہمارے بلاد میں معروف یہ ہے کی حتی الوسع سر شمال کو اور پیر جنوب کو کر کے لٹایا جاتا ہے جیسا کہ صلوۃ مریض کی ایک صورت یہ بھی ہے اور یہ طریق موافق ہے حدیث قبلتکم احیاء او امواتا کے جیسا کہ قبر میں رکھنے میں اسکی رعایت کی گئی ہے اور اس کو سنت فرمایا ہے۔

میت کا استنجاء ڈھیلے اور پانی دونوں سے مستحب ہے

(سوال ۵۲۳) میت کا استنجا ڈہیلے اور پانی دونوں سے کیا جاوے یا کیا۔ میں نے کتاب جواہر نفیس میں دیکھا ہے کہ استنجاء کرنا میت کا ڈہیلے سے مکروہ ہے اور میت اس استنجاء پانی کے ساتھ کرنے میں بھی خلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استنجاء میت کا خواہ ڈہیلے سے ہو یا پانی سے مکروہ ہے، اور طرفین کے نزدیک استنجاء میت کا پانی سے جائز ہے۔ اس صورت میں شرعا کیا حکم ہے؟

(الجواب) کتب فقہ میں تصریح ہے کہ استنجا میں جمع کرنا ڈہیلے اور پانی میں سنت ہے اور یہی افضل ہے چنانچہ شامی میں ہے فکان الجمع سنة علی الطلاق فی کل زمان وهو الصحیح و علیه الفتوی پھر آگے لکھا ہے۔ ثم اعلم الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیه فی الفضل الاقتصاد علی الماء ویلیه الاقتصار علی الحجر و تحصل السنة بالکل الخ شامی فصل الاستنجاء۔ پس جبکہ طرفین کے نزدیک استنجا میت کا سنت ہے تو حسب تصریح شامی مطلقا جمع کرنا پانی اور ڈہیلے میں افضل ہے اور سنت ہے علی الاطلاق لہذا مکروہ کہنا استنجا میت کا ڈہیلے سے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کے کفن پر پنڈول سے کلمۂ شہادت لکھنا

(سوال ۵۲۴) میت کے کفن پر کلمہ شہادت پنڈول سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) کفن میت پر یا سینہ یا جبہ پر انگشت سے بغیر سیاہی بعد الغسل قبل تکفین جائز ہے۔ شامی جلد اول ص ۲۲۹ نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرحی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم اللہ الرحمن الرحیم وعلی الصدر لااله الااللہ محمد رسول اللہ و ذلك بعد الغسل قبل التکفین.

میت خنثی مشکل کو غسل مرد دے یا عورت؟

(سوال ۵۲۵) ایک میت کہ جس کا ستر مرد اور عورت دونوں کا ہو تو اس کو غسل مرد دے یا عورت؟
(الجواب) اگر میت خنثی مشکل ہے تو اس کو غسل نہ دیا جاوے گا نہ مرد غسل دے نہ عورت بلکہ تیمم کرادیا جاوے۔ و یتمیم الخنثی المشکل در مختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زوج اپنی عورت کو غسل نہیں دے سکتا

(سوال ۵۲۶) بی بی اگر مر جاوے تو خاوند اس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟
(الجواب) نہیں دے سکتا و یمنع زوجها من غسلها ومسها من النظر اليها على الاصح فيه درمختار ثم اجاب عن غسل على فاطمة بانه محمول على بقاء الزوجية. واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل فی الصلوۃ علی المیت
(نماز جنازہ کا بیان)

جنازہ کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے

(سوال ۵۲۷) ایک شخص عالم فاضل غیر مقلد مر جائے اور غیر مقلد ہی اس کے جنازہ کی نماز پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے عالم حنفی اقتداء کرے باوجودیکہ لوگوں کو ان کے میل جول سے منع کرتا رہا ہو۔ تو اس حنفی پر کچھ مواخذہ ہو گا یا نہیں؟
(الجواب) یہ فعل اس عالم حنفی کا کہ غیر مقلد امام کے پیچھے غیر مقلد متوفی کے جنازہ کی نماز ادا کی قابل مواخذہ نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے صلوا خلف کل بر وفاجر و صلوا علی کل بر و فاجر الحدیث حاصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ پس غیر مقلد کافر تو نہیں ہیں جو اس قدر تشدد اس میں کیا جاتا ہے بیشک یہ ضروری ہے کہ غیر مقلدوں کے فساد عقائد کی وجہ سے حتی الوسع ان کو امام نہ بنایا جاوے۔ لیکن اگر ایسا اتفاق ہو گیا کہ غیر مقلد امام ہے اور اس کے پیچھے نماز کسی نے پڑھ لی خصوصاً جنازہ کی نماز تو اس میں اس نماز پڑھنے والے حنفی پر طعن تشنیع بے جا ہے اور ناجائز ہے اور اس کی تفسیق و تضلیل ناروا ہے۔

بے نمازی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(سوال ۵۲۸) بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں؟
(الجواب) بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے۔ قال عليه الصلوة والسلام صلوا على كل

بر و فاجر الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بے نمازی کی نماز جنازہ بھی واجب ہے

(سوال ۵۲۹) ایک شخص نے نماز عمر بھر نہیں پڑھی بعد مدت دراز کے وہ مر گیا۔ پس اس شخص کے غسل و جنازہ وغیرہ کی نسبت کیا حکم ہے۔ ہمارے اطراف کے ایک مولوی صاحب نے ذیل کی آیت سے اس کے غسل و جنازہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ آیا صحیح ہے یا نہیں۔ ولاتصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره.

(الجواب) حدیث شریف میں ہے صلوا علی کل برو فاجر۔ الحدیث موافق اس حدیث کے ہر ایک مسلمان کے جنازہ کی نماز و غسل ہونا ضروری ہے اور بے نمازی بھی مسلمان ہے اس کے جنازہ کی نماز اور غسل بھی ضروری ہے اور فقہاء رحمہم اللہ نے جن لوگوں کو مستثنی فرمایا ہے ان میں بے نمازی کو داخل نہیں فرمایا۔ اور آیت موصوفہ سے استدلال بے نمازی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنے کا محض غلط اور باطل ہے۔ آیت مذکورہ میں کفار و منافق کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنے کا امر فرمایا ہے۔ یا یوں کہو کہ منافقین و کفار کے جنازہ کی نماز سے منع فرمایا ہے۔ مسلمانوں کے جنازہ کی نماز کی ممانعت اس سے سمجھنا سخت غلط بیانی اور دھوکہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کی نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے ہاتھ چھوڑنا چاہئے یا سلام پھیرنے کے بعد

(سوال ۵۳۰) جنازہ کی نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے ہاتھ چھوڑنے چاہئیں یا بعد سلام پھیرنے کے۔ اس مسئلہ کا جواب مفصل بحوالہ کتب معتبرہ فقہیہ تحریر فرما کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔

(الجواب) ظاہر متون و عبارات کتب فقہ مروجہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جملہ تکبیرات، جنازہ میں وضع ید ہے۔ اس بناء پر چوتھی تکبیر کے بعد بھی قبل سلام ہاتھ باندھنے کا اور بعد سلام کے ہاتھ چھوڑنے کا معمول ہے لیکن خلاصۃ الفتاویٰ اور بعض دیگر کتب کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیردے۔ درمختار میں ہے۔ وهو سنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون فبضع حالة الثناء وفي القنوت و تكبيرات الجنازه در مختار قوله فيه ذكر مسنون اى مشروع فرضا كان او واجبا اوسنة شامي وفي خلاصة الفتاوى ولا يعقد بعد التكبير الرابع لانه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد فالصحيح انه يحل اليدين ثم يسلم تسليمين الخ انتهى ۔ لكن فقد يقال ان التسليمتين بعد التكبير الرابع ذكر مسنون ولعل هذا منشاء اطلاق الوضع فى التكبيرات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاتلِ نفس کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے

(سوال ۵۳۱) قاتل نفس کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) بر جنازہ وے نماز ادا کردہ شود۔ قال علیه الصلوة والسلام صلوا علی کل بر وفاجر وقال فی الشامی جوابا عن استدلال الامام ابی یوسف بحدیث مسلم انه علیه الصلوة والسلام اتی برجل قتل نفسه فلم یصل علیه) اقول لادلالة فی الحدیث علی ذلك لانه لیس فیه سوی انه علیه الصلوة والسلام لم یصل علیه فالظاهر انه امتنع زجرا لغیره عن مثل هذا الفعل کما امتنع عن الصلوة علی المدیون ولایلزم من ذلك عدم صلوة احد علیه من الصحابة اذلا مساواة بین صلوته علیه السلام و صلوة غیره قال الله تعالی ان صلوتك سکن لهم ثم فی شرح المنیه رأیت کذلك الخ.

وقال فی الدرالمختار من قتل نفسه ولوعمدا یغسل و یصلی علیه وان کان اعظم وزرا من قاتل غیره الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ دوبارہ، سہ بارہ پڑھنا کیسا ہے

(سوال ۵۳۲) نماز جنازہ مکرر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا باذن ولی تکرار نماز جنازہ جائز ہے۔

(الجواب) نماز جنازہ جب کہ ایک بار ہو چکی تو دوبارہ نہ پڑھی جاوے کمافی الدر المختار لان تکرارها غیر مشروع مگر یہ عدم جواز تکرار اس وقت ہے کہ ولی نماز پڑھ چکا ہو ورنہ ولی دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ وان صلی هوای الولی بحق الخ لا یصلی غیره بعده در مختار۔ اور جب کہ ولی نماز پڑھ چکا ہے تو پھر کسی کو ولی کی اجازت سے بھی دوبارہ نماز جنازہ کی درست نہیں ہے کیوں کہ تکرار نماز جنازہ مشروع نہیں ہے۔

ولی کو یہ درست نہیں کہ باوجود موجود ہونے قاضی شرعی کے جو منجانب سلطان مقرر ہو بلا اجازت قاضی کے کسی دوسرے شخص کو امام بنادے اسی طرح امام کی موجودگی میں دوسرے کو امام نہیں بنا سکتا لیکن یہ جو اس زمانہ کے قضاۃ برائے نام ہیں جو بوجہ نکاح خوانی کے قاضی کہلاتے ہیں ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ کو سنتوں پر مقدم کیا جائے یا مؤخر

(سوال ۵۳۳) نماز جنازہ کو سنت پر مقدم کیا جاوے یا مؤخر۔

(الجواب) نماز جنازہ کو سنتوں پر اور خطبہ پر مقدم کرنا چاہئے شامی میں ہے وتقدم صلوة الجنازة علی الخطبة

و علی سنة المغرب و غیرها قوله و غیرها کسنة الظهر والجمعة والعشاء الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

روافض کے جنازہ کی نماز

(سوال ٥٣٤) روافض کے جنازہ کی نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

(الجواب) روافض میں جو فرقہ سب شیخین کرتا ہے۔ یعنی ان کو برا کہنے والا ہے۔ ان کو بہت سے فقہاء نے کافر کہا ہے اور محققین فقہاء کی تحقیق یہ ہے کہ وہ فاسق و مبتدع ہیں کافر نہیں البتہ ان میں سے جو افک حضرت صدیقہ کے قائل ہیں یا حضرت صدیق کی صحبت[1] کے منکر ہیں یا حضرت علی کی الوہیت (۲) کے قائل ہیں وہ باتفاق کافر و مرتد ہیں پس اس عورت رافضیہ کا چونکہ پورا حال معلوم نہیں کہ وہ کس فرقہ میں داخل تھی اس لئے نماز اس کے جنازہ کی سنیوں نے پڑھی مضائقہ نہیں کیونکہ حدیث میں ہے صلوا علی کل بر و فاجر مگر آئندہ ایسے رافضی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں جو تبرا گو، یا افک حضرت صدیقہ وغیرہ عقائد باطلہ کے معتقد ہیں اور ختم قرآن شریف و کلمہ طیبہ کا ثواب ان خبیث ارواح کو نہ پہنچاویں اور آپ کو مناسب یہ ہے کہ آپ اس بارہ میں گفتگو و نزاع نہ کہا کریں مگر آپ خود اپنا عمل یہ رکھیں کہ ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوں ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں دعاء و استغفار و ایصال ثواب ان کے لئے نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر کوئی آدمی کٹ کر مر جائے اور اس کا ایک عضو مل جائے تو اسکی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں ؟

(سوال ٥٣٥) اگر کوئی آدمی کٹ کر مر جائے اور اس کا ایک عضو مل جائے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں ؟

(الجواب) آدھے سے کم حصہ آدمی کا ملے تو اس کو نہ غسل ہے نہ نماز اس پر ہے او احد شقیه لاتغسل و لایصلی علیه بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفه الخ درمختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چند جنازوں کی نمازیں اکٹھی پڑھی جائے یا علیحدہ علیحدہ

(سوال ٥٣٦) تین چار جنازے اگر جمع ہو جاویں تو نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جاوے یا ملا کر۔ اگر ملا کر پڑھی جاوے تو دعا کس طرح پڑھے ؟

(۱) یعنی ان کو صحابی تسلیم نہیں کرتے (۲) یعنی ان کو خدا کہتے ہیں۔ سید حسن عفی عنہ مصحح

(الجواب) مذہب حنفیہ اس میں یہ ہے کی نماز جنازہ ان کی جدا جدا پڑھنا افضل ہے اگر ملا کر پڑھیں یہ بھی درست ہے اور دعا ایک ہی دفعہ پڑھی جاوے گی جیسا کہ ایک میت کی نماز میں واذا اجمعت الجنائز فافراد الصلوة اولی وان جمع جاز الخ در مختار.

چند جنازوں پر بیک وقت نماز پڑھنے کا حکم

(سوال ۵۳۷) دو تین میت کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جائز ہے جیسا کہ در مختار ہے۔ واذا اجتمعت الجنائز فافرادالصلوة علی کل واحدة اولی من الجمع الی ان قال وان جمع جاز الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

(سوال ۵۳۸) نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) معمول یہ ہے کہ سورہ فاتحہ نمازہ جنازہ میں نہیں پڑھی جاتی لیکن اگر کوئی شخص بہ نیت دعا پڑھے تو اس کو جائز سمجھتے ہیں اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے۔ وعندنا تجوز بنیة الدعاء و تکره بنیة القراء ة الخ در مختار.

نماز جنازہ میں اذان مشروع نہیں

(سوال ۵۳۹) میت کو دفن کرنے کے بعد اذان دینا کیسا ہے ؟

(الجواب) رد المحتار المعروف بالشامی جلد اول کتاب الجنائز میں ہے فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره. الخ اس عبارت سے واضح ہوا کہ اذان دفن کے بعد مشروع نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ وصیت کہ جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے کیا حکم رکھتی ہے ؟

(سوال ۵٤۰) اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ نماز جنازہ اس کی فلاں شخص پڑھائے بوجہ تقوی اور دیانت کے یہ وصیت صحیح اور معتبر ہو گی یا نہیں ؟

(الجواب) کسی کو مقرر کرنا کہ میری صلوۃ جنازہ فلاں پڑھاوے یہ وصیت باطل ہے۔ شامی جلد اول ص ٦٥۰ الفتوی علی بطلان الوصیة لغسله والصلوة علیه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جناہ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال ۵٤۱)(مع جواب دیگر علماء) جنازہ کی نماز مسجد میں حنفیہ کے نزدیک پڑھنا کیسا ہے مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بصورت ثانیہ کراہت کی علت کیا ہے اور اگر علت مرتفع ہو جاوے تو کیا حکم ہے اور حضور اقدس ﷺ نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی یا نہیں۔ اور حضرت ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہم) کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی یا نہیں۔ اور اگر جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی جاوے تو درست ہو گی یا نہیں ؟

(الجواب) **قول اول** نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت کی علت یہ ہے کہ مسجد فرض نماز اور اس کے توابع و نوافل کے لئے بنائی جاتی ہے نہ کہ نماز جنازہ کیلئے اس لئے اس کی اصلی غرض کے خلاف استعمال میں لانا ہے جو جماعت کراہت ہے۔ لہذا اگر علت رفع ہو جائے یعنی صرف نماز جنازہ کے لئے مسجد مخصوص ہو تو اس میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے۔

قول ثانی : نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس کراہت کی علت یہ ہے کہ مسجد کو پاک وصاف رکھنے کا حکم ہے اور میت کو مسجد میں لانے سے نجاست گرنے کا احتمال ہے۔ اگر نجاست گری خلاف حکم کا ہوا جو باعث کراہت ہے۔ لہذا اگر علت رفع ہو جاوے یعنی مسجد تلویث ہونے کا احتمال نہیں ہے تو نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا درست ہے۔

قول ثالث : جنازہ کی نماز مسجد میں حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور بعض علماء تحریمی کے قائل ہیں۔ اگر نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی جاوے تو بھی درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اوپر دونوں بیٹوں بیضاء کے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نماز بھی مسجد میں پڑھی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ سے صاف آیا ہے کہ **من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلاشی علیہ** یعنی جو شخص نماز جنازہ مسجد میں پڑھے اس پر گناہ نہیں۔ اور سنن ابی داؤد میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ **من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلاشئی علیہ** یعنی جو پڑھے نماز جنازہ کی مسجد میں پس نہیں ہے کوئی خوف اوپر اس کے۔ پس اس حدیث سے اجازت معلوم ہوئی ہے۔ ان تینوں قول میں کونسا صحیح ہے اور جو صحیح نہیں اس کا مدلل جواب دیں ؟

الجواب صحیح اور مختار عند الحنفیہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کی مسجد جماعت میں مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا خارج عن المسجد ہو۔ کیونکہ علت کراہت کی یہ ہے کی مسجد فرائض خمسہ کیلئے اور ان کے توابع کے بنائی گئی ہے اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ روایت ابو داؤد واحمد میں ہے **من صلی علی میت فی المسجد فلاشئی لہ** اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے **فلیس لہ شئی** اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے **من صلی علی میت فی المسجد فلاصلوۃ لہ** پہلی دو روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ جس نے جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی اس کو کچھ ثواب نہ ہوگا۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت کا حاصل یہ ہے کی اس کی نماز نہ ہو گی یعنی کامل نماز نہ ہو گی اور ایک روایت ابی داؤد اور ابن ماجہ

کی یہ ہے۔ فلا اجرلہ یعنی اس کو ثواب کچھ نہ ملے گا۔ بہر حال یہ جملہ روایات ممانعت کی دلائل تو یہ ہیں اور صحابہ میں جن کی نماز مسجد میں پڑھی گئی وہ بوجہ کسی خاص ضرورت کے۔ جو شراح نے لکھ دیا ہے ان سے استدلال درست نہیں۔ اور حضرت عائشہؓ نے جب ارادہ سعد بن ابی وقاص کے جنازہ کی نماز کا مسجد میں پڑھنے کا کیا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر انکار کیا چنانچہ صاحب لمعات اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ان عائشة لما تو فی سعد بن ابی وقاص قالت ادخلوابه المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذلك علیها الحدیث انکار الصحابة والتابعین مع کثرتهم دلیل علی ان الامر استقر بعد ذلك علی ترکه و نسخه الخ لمعات علی المشکوة باقی یہ کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں دونوں قول حنفیہ کے ہیں۔ دلائل سے قول کراہت تحریمی کا راجح ہے اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یعنی فرضیہ ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ مکروہ و ممنوع ہے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نقل عبارت شاہ صاحب حدیث ابی داؤد میں فلاشئی لہ ہے تخریج ہدایہ میں ہے قال الخطیب المحفوظ فلاشئی له اه سعد ابن ابی وقاص کے واقعہ میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امہات المؤمنین نے مسجد میں محض دعاء کی ہے۔ موطاء مالک میں ہے۔ انها امرت ان یمرعلیها بسعد بن ابی وقاص فی المسجد لتدعوله اه قصہ سہیل کا جو عہد نبوت میں واقع ہوا ہے ایک ہی واقع ہے کماقال فی الموطاء ممکن ہے کہ بینہ کے عذر سے ہوا ہے۔ سنت نہیں اور مصلی جنائز کا عہد نبوت میں مسجد کے جنب میں تھا۔ کما ذکر السمهودی۔ وقائع میں تطرق احتمال ہوتا ہے شرائع میں ایسا نہیں۔ فقط محمد انور عفااللہ عنہ مدرس اول۔

نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے

(سوال ۵۴۲) حنفیوں کے نزدیک ان مساجد میں کہ جن میں فرائض باجماعت ہوتے ہیں جنازہ کی نماز مسجد میں رکھ کر جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب)قال فی الدر المختار و کرهت تحریما و قیل تنزیها فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحده اومع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده او مع بعض الاقوام والمختار الکراهة مطلقا خلاصه بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبة و توابعها الخ وهو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلاة له قال فی ردالمحتار قوله فلاصلوة له هذه روایة ابن ابی شیبة و روایة احمد و ابی داؤد فلا شئی له وابن ماجة فلیس له شئی وروی فلا اجرله وقال عبدالبر هی خطاء فاحش والصحیح فلا شئی له الخ وفیه قبیله من صلی علی میت فی مسجد یقتضی کون المصلی فی المسجد سواء کان المیت فیه اولا فیکره ذلك اخذ امن منطوق الحدیث و یویده ما ذکره العلامة

قاسم فی رسالة من انه روی ان النبی ﷺ لما نعی النجاشی الی اصحابه خرج فصلی علیه فی المصلی قال ولو جازت فی المسجد لم یکن للخروج معنی اه مع ان المیت کان خارج المسجد. شامی ص ۵۹٤ ج ۱. باب صلاۃ الجنائز. ان روایات سے واضح ہے کہ عندالحنفیہ مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔

نماز جنازہ کا تکرار ممنوع ہے

(سوال ۵٤۳) حضرت ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ستر یا کئی بار نماز جنازہ پڑھی یا دعاء کی۔ اور حضرت ﷺ پر صحابہ نے ستر یا کئی بار نماز یا دعاء کی امام اعظمؒ پر بعد غسل قاضی بغداد نے دعاء رحمت کی اور جنازہ پر چھ بار قبل دفن اور بعد دفن بیس روز تک نماز پر نماز پڑھی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے جنازہ پر پچپن دفعہ نماز جنازہ کی ہوئی مرقومہ بالا باتیں صحیح ہیں یا نہیں۔ مرقومہ بالا چاروں موقعوں میں پہلی بار نماز تو فرض کفایہ ہے اور باقی مستحب ہیں یا کیا۔ اگر مستحب ہیں تو فرض نماز کے بعد مستحب دعاؤں کے لئے اجتماع واہتمام اور دعاء پر دعاء کرنا مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں یا کیا۔ کیا فعل رسول ﷺ اور فعل صحابہ بھی معمول ہو یا اتفاق کبھی بدعت سیئہ ہوتا ہے؟

الجواب عندالحنفیه تکرار صلاۃ جنازہ مشروع نہیں ہے در مختار میں ہے۔ والا ای وان صلی من له حق التقدم کقاض او نائبه او امام الحی او من لیس له حق التقدم و تابعه الولی لا یعید الخ وان صلی هوای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیه. لا یصلی غیره بعده درمختار قبیله ولذ اقلنا لیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع الخ وفی ردالمحتار وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعده الخ وفی الهامش للمصنف ان تاویل صلاۃ الصحابة علی النبی ﷺ ان ابا بکر رضی الله عنه کان مشغولا بتسویة الامور و تسکین الفتنة فکانوا یصلون علیه قبل حضوره و کان الحق له فلما فرغ صلی علیه ثم لم یصل احد بعده ۔ اس عبارت سے تاویل نماز صحابہؓ تو معلوم ہو گئی۔ باقی رسول ﷺ کی نماز چند بار حضرت حمزہ پر اگر ثابت ہو تو وہ خصوصیت رسول ﷺ کی ہے دوسروں کے لئے یہ مشروع نہیں ہے۔ قال اللّٰہتعالی ان صلاتك سكن لهم. اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر یا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے جنازہ پر اگر بالفرض نماز کا تکرار ہوا ہو تو یہ فعل تکرار کرنے والوں کا حجت نہیں ہے۔ حنفیہ پر اس سے لازم نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

نبی کریم ﷺ پر تکرار صلوۃ آپ کی خصوصیت ہے اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز مکرر ہوئی ہی نہیں ایک ہی ان پر ہوئی ہے۔ پھر اور شہداء پر لیکن جنازہ سید الشہداء کا وہاں رکھا رہا اس شمول کو راوی نے ستر نماز سے تعبیر کیا ہے اور نماز سے مراد تکبیر لی ہے۔ باقی سوال میں کوئی روایت حدیثی یا سند بھی نہیں جس

کا جواب دیا جاوے۔ فقط احقر انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ جوتہ پہن کر درست ہے یا نہیں؟

(سوال ۵۴۴) جوتہ پہن کر نماز جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) جو حکم اور نمازوں کا ہے وہی دوبارہ طہارت مکان و لباس جوتہ وغیرہ جنازہ کی نماز کا حکم ہے اگر جوتہ مستعمل ناپاک ہے کوئی نماز اس سے جائز نہیں نہ نماز پنجگانہ، نہ نماز جنازہ اور اگر جوتہ پاک ہے تو ہر ایک نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی کی نماز جنازہ نہ پڑھنا حرام ہے

(سوال ۵۴۵) عبرت کی غرض سے بے نمازی کے نماز جنازہ کی نماز نہ پڑھنا اور بغیر نماز کے اس کو دفن کر دینا کیسا ہے۔ مستحسن ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ فعل جائز و مستحسن نہیں بلکہ حرام ہے اور ترک فرض ہے مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا مثل نماز کے فرض ہے۔ **قال علیه الصلوة والسلام صلوا علی کل بر و فاجر الحدیث** اور فقہاء نے جنازہ کی نماز سے جن لوگوں کو **مستثنی** کیا ہے۔ جیسے بغاۃ وغیرہم ان میں فساق و بے نمازوں کو شمار نہیں کیا پس فرض شرعی کا ترک کرنا بخیال عبرت درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا اور متعلقہ حدیث کا مطلب

(سوال ۵۴۶) مرقات شرح مشکوۃ جز خامس مصری صفحہ ۵۴۸ **وفی روایة لهما عنه وانه وضع عمر علی سریره فتکفنه الناس یدعوه و یثنون و یصلون علیه قبل ان یدفع وانا فیهم فلم یرعنی الارجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت فاذاهو علی ابن ابی طالب فترحم علی عمر الی اخر الحدیث**۔ یہی حدیث قسطلانی جزو سادس مناقب عمر مصری ص ۹۸ میں ہے۔ کیا حدیث مذکور حنفیوں کے نزدیک معتبر ہے یا نہیں۔ اور اس سے جنازہ کو گھیر کر دعا کرنا سنت ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعاء کرنا قبل نماز کے معلوم ہوتا ہے یا بعد نماز کے؟

(الجواب) اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے پاس موجود تھے وہ ان پر ثناء کر رہے تھے اور ان کے اوصاف حمیدہ بیان کر رہے تھے۔ جس کی تفصیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت میں موجود ہے جس کو بخاری و مسلم نے بایں الفاظ روایت فرمایا ہے **وعن ابن عباس رضی الله عنه قال انی لواقف فی قوم فدعوا الله لعمر وقد وضع**

ںلی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقه علی منکبی یقول یرحمك الله انی لارجوان جعلك الله مع صاحبیك لانی کثیرا ما کنت اسمع رسول اللهﷺ یقول کنت و ابوبکر و ںمر و فعلت و ابوبکر و عمرو انطلقت وابوبکروعمرو دخلت و ابو بکروعمرو خرجت ابو بکر و عمر فالتفت فاذا علی بن ابی طالب رضی الله عنه.

ں حدیث سے ثناء خیر اور دعاء کی کیفیت معلوم ہو گئی۔ اور حضرت علی کی دعاء و ثناء کی کیفیت بھی فصل واضح ہو گئی۔ جنازہ پر عموماً ثناخیر کا حکم حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب کسی جنازے کو دیکھو ذاس پر ثناء خیر کرو کہ یہ میت ایسا اور ویسا تھا۔ یعنی اس کے اوصاف حمیدہ بیان کرو۔ اور مثلاً یہ کہو کہ یہ یت اچھا شخص تھا، نمازی پرہیزگار تھا وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ تو اس سے اجتماع تصد دعاء اور اہتمام دعاء کا بہیئت خاصہ ثابت نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ اتفاقاً کوئی امر پیش آنا دوسری ات ہے اور اس کا التزام اور اصرار بہیئت خاصہ امر آخر ہے۔ اس اہتمام اور اصرار والتزام سے بہت سے مور مباحہ و مستحبہ بدعت ہو جاتے ہیں اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور نظائر اس کے کتب فقہ میں ذکور ہیں کہ ایک شئے اصل سے مستحب ہوتی ہے مگر التزام واھتمام واصرار سے بدعت ہو جاتی ہے۔

ت پرست کے بچہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

(سوال ۵٤۷) کسی بت پرست نے بوجہ کسی مصیبت کے اپنے شیر خوار بچہ کو کسی مسلمان کو دے دیا۔ اب ہ طفل انتقال کر گیا اس کی جنازہ کی نماز پڑھی جاوے گی یا نہیں؟ اور تجہیز و تکفین مثل مسلمانوں کے ہو گی یا نہ؟

(الجواب) اس بچہ پر نماز نہ پڑھی جاوے گی اور تجہیز و تکفین مثل مسلمانوں کے نہ کرینگے کما فی لدرالمختار کصبی سبی احد ابویه لایصلی علیه لانه منع له ای فی احکام الدنیا لا العقبی لخ والله تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ میں مقتدیوں کیلئے ثناء ودرود شریف پڑھنے کی تحقیق

(سوال ۵٤۸) نماز جنازہ میں امام کے پیچھے ثناء ودرود شریف ودعاء پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہ پڑھے تو کیا حرج ہو گا؟

(الجواب) نماز جنازہ میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے ثناؤ درود شریف و دعاء و تکبیر پڑھنا چاہئے۔ در مختار یں ہے کہ ان سب کا پڑھنا سنت ہے۔ اگر نہ پڑھا تو ترک سنت ہو گا اور بعض فقہاء نے دعاء کا پڑھنا فرض فرمایا ہے۔ کذافی شرح المنیة . واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی حمل الجنازۃ و دفنها و نقلها

(میت کولیجانے اور دفن کرنے کا بیان)

وارثوں کے رضا کے بغیر کسی میت کو دفن کر دیا گیا تو وارثین اسکی لاش کو منتقل نہیں کر سکتے۔

(سوال ۵۴۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین و حامیاں شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید متوفی کا دوسرے موضع میں انتقال ہوا۔ وارث کے پہنچنے سے پہلے غسل دیا گیا۔ وارث نے ظاہر کیا کہ میں میت اپنے شہر لے جاوں گا اس موضع میں ہم راضی نہیں ہیں۔ باشندگان موضع مذکور نے بغیر قبر کندنی کے ہموار زمین پر صندوقچہ میں میت کو رکھ کر جبر ابلا مرضی وارث کے قبر کے گرد اینٹیں لگادی۔ اور نمونہ قبر بنادیا۔ اب دعوی فریقین کا عدالت میں دائر ہے عدالت سے حکم ملا ہے کہ فیصلہ شریعت پر کیا جاوے۔ بینوا توجروا

(الجواب) شریعت کے موافق لے جانا اس میت کو اب دوسری جگہ درست نہیں ہے اور ہے اور یہ طریقہ دفن کا اگرچہ خلاف سنت ہے کہ بغیر قبر کھودنے کے صندوق میں میت رکھ کر قبر بنائی جاوے لیکن جب کہ قبر بنادی گئی تو اب اس کو نہ کھولی جاوے اور میت کو اس میں سے نہ نکالا جاوے۔ شامی صفحہ ۶۰۲ جلد اول باب صلوۃ جنازہ میں ہے واتفقت کلمة المشائخ فی امرأةدفن ابنها وهی غائبة فی غیر بلدها فلم تصبرو ارادت نقله علی انه لا یسعها ذلك المتأخرین لا یلتفت الیه و امانقل یعقوب و یوسف علیهماالسلام من المصر الی الشام لیکونا مع ابانهما الکرام فهو شرع من قبلنا ولم یتوفرفیه شروط کو نه شرعالنا انتهی ملخصا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

میت دفن کرنے کے بعد نکلنا جائز نہیں

(سوال ۵۵۰) زید باشندہ بھاگلپور مرد مسلمان اتفاق سے برائے سیر وسیاحت دارجلنگ میں آیا جو غالبا بھاگلپور سے دارجلنگ تک ریل میں قضاء کار بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ اس کے باپ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی۔ زید کے باپ نے بھاگلپور سے تار کا جواب دیا کہ اس کو تمام مسلمان مقبرہ میں دفن کردو۔ چنانچہ ازروئے شرح شریف مطابق حکم تار اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کے مقبرہ میں ہو گئی۔ اب آٹھ یا نو روز کے بعد زید کا والد آیا۔ اس نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ مردہ کو قبر سے نکال کر اپنے وطن بھاگلپور لے جاوں گا۔ چنانچہ گورنمنٹ سے اجازت طلب کی گئی گورنمنٹ سے حکم ہوا کہ یہ مذہبی معاملہ ہے گورنمنٹ کو کچھ حق نہیں ہے۔ مسلمانوں سے دریافت کرو اس پر ایک درخواست انجمن اسلامیہ میں انہوں نے دی انجمن اسلامیہ کے پیش امام مسجد نے فتوی دیا کہ لے جا سکتے ہیں اور مردہ کو قبر سے نکال سکتے ہیں۔ خود شریک تھے اور عام مسلمانوں کے نام انجمن سے ایک نوٹس جاری ہوا کہ کل مسلمان اس کار خیر میں

شریک ہوں۔ نعش بھاگلپور روانہ ہو گئی چونکہ ہم مسلمانوں کو اس نئی بات ہو جانے سے تشفی نہیں ہوئی لہذا بذریعہ استفتاء ہذا دریافت کرتے ہیں کہ جو نئی بات ہوئی کہ جو لوگوں نے کبھی دیکھی نہ سنی اس لئے تشفی نہیں ہوئی تو آیا حضور پر نور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ یا تابعین کے زمانہ میں ایسا واقعہ آیا ہوا نہیں۔ اور مطابق مذہب حنفیہ مردہ مدفون کو قبر سے نکال لے جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) میت کو دفن کرنے کے بعد نکالنا اور کسی دوسری جگہ لے جانا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے واما نقله بعد دفنه مطلقا. قال فی الفتح واتفقت كلمة المشائخ فی امراء ة دفن ابنها وهی فی غیر بلدها فلم تصبر وارادت نقله علی انه لا یسعها ذلك الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مردہ کو جائے مرگ سے نقل کرنے میں اختلاف ہیں

(سوال ۵۵۱) مردہ کو بموجب وصیت اس کے غیر وطن میں مرا ہو اس کے وطن میں لے جاکر دفن کرنا اور وطن پچاس میل فاصلہ پر ہو کیا یہ بالکل حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔ ولی وطن میں ہو اس خیال سے لے جانا درست ہے یا نہ۔ بعض احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام نے مکہ معظمہ میں لاکر دفن کیا یہ فعل صحابہ ہے جواز کے لئے اتنی حجت کافی ہے یا نہیں۔ شامی و در مختار میں لاباس بہ لکھا ہے۔ غرض میری یہ ہے کی اس کے متعلق بڑا فتنہ ہوا ہے۔ لہذا جواز یا عدم جواز جو جانب راجح ہو مفصل طور سے تحریر فرمائے۔

(الجواب) قال فی شرح منیة الكبیرو یستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المكان الذی مات فیه فی مقابر اولئك القوم وان نقل قبل الدفن قدر میل اومیلین فلاباس به قیل هذا التقدیر من محمد یدل علی ان نقله من بلد الی بلد لا یجوز او مكروه ولان مقابر بعض البلد ان ربما بلغت هذه المسافة ففیه ضرورة ولاضرورة فی النقل الی بلد اخروقیل یجوز ذلك ما دون السفر لماروی ان سعد بن ابی وقاص مات فی قریة علی اربعة فراسخ من المدینة فحمل علی اعناق الرجال الیها و قیل لا یكره فی مدة السفر ایضا. واما بعد الدفن فلا یجوز اخراجه . اور شامی نے در مختار کے اس قول فلا باس بنقله قبل دفنه کی شرح میں لکھا ہے قیل مطلقا و قیل الی ما دون مدة السفر و قیده محمد بقدر میل او میلین لان مقابرالبلد ربما بلغت هذا المسافة فیكره فیما زاد قال فی النهر عن عقد الفرایدهوالظاهر ان عبارات سے واضح ہے کہ قبل دفن میت کے نقل کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض مکروہ۔ اور ظاہر امر اد ان کی مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ اور صاحب نہر کا اس کو ہو الظاہر کہنا اس کی ترجیح کو مقتضی ہے۔

دفن کے بعد میت کے نقل کرنے کی ایک صورت کا حکم

(سوال ۵۵۲) ایک عورت کا جنازہ صندوق میں رکھ کر دفن کر دیا تھا اور نیچے صندوق کے اینٹوں کا فرش پختہ بنادیا تھا اب اس جنازہ کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو فرش صندوق کے نیچے ہے اس کو اپنے حال پر چھوڑا جاوے یا کیا کیا جاوے۔

(الجواب) شامی میں ہے واما نقله بعد دفنه فلا مطلقا وهكذا نقله عن الفتح. پس منتقل کرنا اس جنازہ کا درست نہیں ہے۔ جس طرح دفن کر دیا ہے اسی طرح چھوڑا جاوے ردوبدل کچھ نہ کیا جاوے۔ فرش جو نیچے صندوق کے پختہ ہے اس کو بھی اب پختہ چھوڑا جاوے الغرض قبر کو کھولا نہ جاوے۔ ولا يخرج منه بعد اهالة التراب۔ درمختار

بلاضروت دومردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں

(سوال ۵۵۳) بلاضرورت شدیدہ دومردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلاضرورت دومردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز نہیں ہے البتہ ضرورت کے وقت ایسا کرنا جائز ہے (قوله لضرورة) قيد بها لانه لا يد فن اثنان فى قبر مالم يصر الاول ترابا فيجوز حينئذ البناء عليه والزرع الابضرورة فيوضع بينهما تراب اولبن ليصير كقبرين الخ شامی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت شدیدہ دومردوں کو ایک قبر میں دفن نہیں کر سکتے لیکن ضرورت شدیدہ کے وقت دومردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور ان دونوں مردوں کے درمیان کوئی حد فاصل ہونی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعد دفن قبر پر اذان دینا

(سوال ۵۵۴) بعد دفن کے قبر میت پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) شامی کتاب الجنائز جلد اول ص ۶۰۰ میں ہے۔ فى الاقتصاء على ما ذكر من الوارد اشارة الى انه لا يسن الاذان عند ادخال الميت فى القبر كما هوالمعتاد الخ وقد صرح ابن حجر فى فتاواه انه بدعة الخ. اس سے معلوم ہوا کہ یہ اذان بدعت ہے اور بے اصل ہے (۲) فى الدرالمختار و يوضع كمامات كما تيسر فى الاصح على سرير مجمرا الخ قال الشامى و قيل يو ضع الى القبلة طولا و قيل عرضا كمافى القبر افاده فى البحر الخ جلد اول ص ۵۳۷ اس عبارت سے واضح ہوا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ وقت غسل کے میت کو قبلہ کی طرف پیر کر کے لٹادیں اور بعض نے فرمایا کہ منہ قبلہ کی طرف کر کے لٹادیں جیسا کہ قبر میں لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جو طریق آسان ہو اور سہل ہو ایسا کریں معمول یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔ (۳)

یہ امر کہیں منقول نہیں ہے کہ وقت غسل آپ کے پیر کس طرف تھے اور سر کس طرف۔ لیکن آں حضرت ﷺ کا یہ ارشاد دربارہ خانہ کعبہ کہ یہ تمہارا قبلہ ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد اس طرف مشیر ہے کہ جیسے قبر میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح غسل کے وقت لٹادیں جیسا کہ اب معمول ہے واللہ اعلم

میت کو قبرستان تک گاڑی میں لے جانا

(سوال ۵۵۵) میت کو قبرستان تک اعرابہ پر لے جانا کیسا ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ **ویکره عندنا حمله بین عمودی السریربل یرفع کل رجل قائمة بالید لاعلی العنق کالامتعة ولذاکره حمله علی ظهرودابة الخ** ازیں عبارت معلوم شد کہ دراعرابہ داشتن میت راامکروہ است **کما یظهر من قوله کالا متعة**۔ وبضرورت وعذر آنچہ سہل باشد جائزاست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرد کے جنازہ پر چادر ڈالنا جائز ہے

(سوال ۵۵۶) مسلمان مرد میت کا جنازہ لے جاتے وقت چادر وغیرہ سے پردہ کر کے یعنی میت کو چادر اڑھا کر لے جانا چاہئے یا نہیں۔ اس کا ثبوت حدیث وفقہ میں ہو تو مطلع فرماویں؟

(الجواب) قال رسول ﷺ **ماراه المؤمنون حسنا فهو عندالله حسن وفی الدرالمختار ولا باس بالزیادة علی الثلاثة و یحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی الحدیث**. لہذا چونکہ میت کے اوپر چادر ڈالنے میں تحسین میت واعزاز میت ہے۔ اور حسب روایت فقہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور یہ امر　ر　بین المسلمین ہے، ان وجوہ سے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میت کو زمین میں بطور امانت رکھ کر نکالنا جائز نہیں

(سوال ۵۵۷) ایک پیر صاحب کا انتقال ہو گیا ان کو مریدان وورثان نے تابوت بنا کر اس میں رکھ کر زمین میں امانت میں دے دیا اور شہرت کرادی کہ فلاں روز پیر صاحب اس مقبرہ سے نکال کر دوسرے مقبرہ میں دفن کئے جاویں گے۔

(ا) آیا شرعا تابوت میں کہ جو چوبی ہے میت کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (ب) آیا میت کو مع تابوت قبر میں معلق امانت رکھنا شریعت میں جائز ہے کہ نہیں؟ (ج) اگر کسی میت کو امانۃ دفن کیا گیا ہو تو یہ امر (جیسا کی سنا گیا ہے) جو عوام میں مشہور ہے کہ میت کا جسم تاثیرات ارضی سے تامیعاد امانت محفوظ رہتا ہے اور کسی قسم کا اثر جسم پر نہیں ہوتا شرعا اس بارہ میں کیا حکم ہے؟ (د) اگر کسی شخص کو اس طور پر

امانت رکھا تو دوسری جگہ اس کو منتقل کرنا درست ہے یا نہیں ؟(ہ) اگر ایسے جنازہ کی نماز مکرر ادا کی جاوے تو درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جواب سوالات بالا جمال بلا تفصیل حروف لکھا گیا اور مستفسرہ کا جواب اس سے حاصل ہو گا۔ قال فی الدرالمختار ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجرا وحدید له عندالحاجة کرخاوة الارض الخ قوله ولا بأس باتخاذ تابوت الخ ای یرخص ذلك عندالحاجة والاکره کما قدمناه انفا. شامی. وفی الدرالمختار ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الابحق،ادمی کان تکون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة و یخیرالمالك بین اخراجه ومساواته بالارض الخ.

روایت اولی سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت تابوت میں میت کو رکھنا مکروہ ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ میت کو دفن کرنے کے بعد نکالنا سوائے اس صورت کے کہ زمین غیر میں بلا اس کی اجازت کے دفن کیا گیا ہو درست نہیں اور روایت عام ہے میت کے نکالنے کی ممانعت میں خواہ امانۃ دفن کیا گیا ہو یا غیر اس کے اور امانۃ دفن کرنا شرعاً بے اصل ہے اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے اور اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے کہ اگر امانۃ دفن کیا گیا تو میت تفسخ وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے اور مکرر نماز پڑھنا جنازہ کا بھی درست نہیں۔ وفیه تفصیل فی کتب الفقه اور تابوت بند شدہ کو کھولنا بھی جس میں میت ہے۔ درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنا جائز نہیں

(سوال ۵۵۸) اگر بوجہ عذر کے میت کو تابوت میں رکھ کر گھر میں دفن کرے تو بعد زائل ہونے عذر کے اس تابوت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) دفن کے بعد میت کو یا اس کے تابوت کو قبر سے نکالنا درست نہیں ہے ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الالحق ادمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة۔ درمختار۔

وقف قبرستان میں دفن کرنے سے منع کرنا واقف کی شرط کیخلاف جائز نہیں

(سوال ۵۵۹) ایک قبرستان جس میں کئی سال سے مردے دفن کئے جاتے ہیں۔ سو اب اگر کوئی مسلمان یا کوئی حاکم اس میں دفن کرنے سے منع کرے تو شرعاً اس کو منع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں ؟

(الجواب) قبرستان وقف میں کسی کو دفن کرنے سے روکنا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ قبرستان میں کس طور سے لے جانا چاہیئے ؟

(سوال ۵٦۰) جنازہ کو بوقت لے جانے قبرستان کے کس رخ سے لے جانا چاہئے۔ یعنی مردے کے پاؤں کس جانب ہوں اور سر کس جانب ؟

(الجواب) جس طرف کو جاویں آگے سرہانا چارپائی کا رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر میں میت کا منہ کس طرف ہونا چاہئے ؟

(سوال ۵۶۱) میت کا منہ قبر میں قبلہ کی طرف کرنا ضروری ہے یا کہ داہنی کروٹ پر لٹانا سنت ہے ؟
(الجواب) کتب فقہ میں یہ لکھا ہے و یوجه الیها وجوبا یعنی میت کو متوجہ کیا جاوے قبلہ کی طرف اور یہ واجب ہے اور شامی میں لکھا ہے لکن صرح فی التحفة بانه سنة یعنی تحفہ میں یہ تصریح کی ہے کہ قبلہ کی طرف متوجہ کرنا میت کو سنت ہے اور در مختار میں ہے و ینبغی کونه شقه الایمن۔ اور لائق ہے ہونا میت کا داہنی کروٹ پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی ایصال الثواب

اسقاط کا طریقہ مروّجہ خلاف شرع ہے ؟

(سوال ۵۶۲) قدیم سے طریقہ اسقاط اس طرح جاری ہے کہ چند سیر گندم اور کچھ نقدی اس کے ہمراہ لے کر اور ایک قرآن شریف۔ دینے سے قبل دینے والے سے یہ اقرار کرا لیتے ہیں کہ تم ہم کو ایک لاکھ من گندم دود ینے والا کہتا ہے ہم نے دیا اس کے بعد دیتے وقت یہ الفاظ کہہ کر دیا جاتا ہے فلاں میت مرحومہ کے ذمہ جو کچھ حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں اس کے بدلے اور معاوضہ میں یہ قرآن شریف جو لاقیمت ہے تم کو دیتے ہیں تم نے قبول کیا لینے والا اقبال کرتا ہے۔ یہ صورت اسقاط کی جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) یہ طریقہ مروجہ اسقاط کا خلاف شرع ہے اور درست نہیں ہے حکم شرعی اس بارہ میں یہ ہے کہ اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور وصیت کی ہے کہ میرے نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ دیا جاوے تو مال متروکہ سے پورا پورا فدیہ دینا وارثوں کو واجب ہے اور اگر میت نے مال نہیں چھوڑا یا وصیت نہیں کی تو وارثوں کے ذمہ فدیہ دینا لازم نہیں ہے اگر وہ دے دیویں تو تبرع ہے اور احسان ہے اور امید اداء فدیہ ہے پس اگر وارثوں سے ہو سکے تو فدیہ دے دیویں ورنہ ایسے حیلوں کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مردوں کو ثواب پہنچانا احادیث سے ثابت ہے

(سوال ۵۶۳) موتی کو ایصال ثواب کی نیت سے کچھ خیرات دینے اور قرآن مجید تلاوت کر کے بخشنے کا قرآن و احادیث میں کیا حکم وارد ہے اگر کوئی موتی کو بغرض ایصال ثواب خیرات دیوے اور تلاوت قرآن کرے تو کیا واقعی اس کا ثواب موتی کو پہنچ کر عذاب کی تخفیف یا درجات عالیہ کا حصول قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ دن مقرر کر کے فاتحہ خوانی سہ ماہی ششماہی وغیرہ عرس کرنا بزرگوں کی قبروں سے استمداد کرنا اور منت مراد مانگنا آیا درست ہے اور کیا موتی امور عالم میں کچھ تصرف کر سکتے ہیں کیا حج کو

جانے والے کے لئے مدینہ جانا ضروری ہے کیا مدینہ میں بھی حرم ہے۔ آیت لیس للانسان الاماسعی اور قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها. کیا ان آیات سے موتی کو ایصال ثواب کرنے کا بطلان ثابت ہو سکتا ہے یا نہ ؟

(الجواب) اموات کو ثواب صدقات و قرآن شریف کا پہنچنا اور اموات کو احیاء کی دعاء واستغفار سے نفع پہنچنا نصوص قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے کما فصلت فی کتب الفقه۔ انکار اس کا جہل اور معصیۃ اور خرق اجماع ہے البتہ ثواب کے لئے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے لہذا دہم چہلم ششماہی برسی اور عرس و فاتحہ خوانی مروجہ سے سب رسوم خلاف شریعت ہیں اور بدعت ہیں اور قبروں سے استمداد اور منت اور طلب مراد سب ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی تصرف اور اختیار نہیں ہے۔ حج کرنے والے کو مدینہ شریف کا جانا مستحب اور موجب ثواب ہے اور بعض علماء نے زیارت قبر آنحضرت ﷺ کو واجب فرمایا ہے۔ بہر حال یہ مؤکد امر ہے اور دلیل محبت و قبولیت ہے حتی الوسع اس کو ترک نہ کرے کہ ترک کرنا اس کا موجب حرمان ہے۔ مدینہ شریف بھی حرم ہے اس معنی کے اعتبار کہ وہ محترم اور واجب التعظیم ہے شرح فقہ اکبر میں اس اعتراض (متعلق آیۃ وان لیس للانسان الا ما سعی الایة) کو نقل کر کے یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت سے ایصال ثواب ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب یہ فرمایا کہ ہر انسان کے لئے وہ ہے جو اس نے سعی کی تو ثواب پہنچانے والا سعی کرتا ہے اعمال خیر کے ثواب پہنچانے میں اموات کو لہذا وہ سعی اس کی رائگاں نہ جاوے گی بموجب اس آیت کے اور جس کو اس نے ثواب پہنچایا وہ پہنچے گا۔ انتہی۔ اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ ما سعی سے سعی ایمانی حاصل کی یعنی ایمان لایا اور مومن مراد اسی کو دوسروں کے ثواب پہنچانے سے ثواب پہنچ سکتا ہے نہ کافر کو اور جب کہ احادیث صحیحہ سے ثواب پہنچنا اموات کو ثابت ہو گیا تو پھر ایسے شبہات واہیہ کی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ آں حضرت ﷺ ہی معنی قرآن شریف کے خوب سمجھتے تھے اور یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ الانسان سے مراد کافر ہے یعنی کافر کو ثواب نہیں پہنچتا۔

اموات کے ایصالِ ثواب کیلئے کوئی خاص سورت متعین نہیں

(سوال ٥٦٤) اموات کو ثواب پہنچانے میں کونسی سورۃ پڑھنا چاہئے اور اموات کے ماتھے یا کفن پر یا سینہ پر بسم اللہ یا کلمہ لکھنا کیسا ہے ؟

(الجواب) اموات کے ثواب رسانی میں کسی سورۃ کی تخصیص نہیں ہے جس سورۃ کو پڑھ کر چاہیں ثواب پہنچا دیویں۔ سورۃ یٰسین و تبارک الملک پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھا ہے اور حدیث شریف میں ہے اقرو علی موتا کم سورة یسین. الحدیث۔ اموات کی پیشانی یا سینہ پر اگر بسم اللہ یا کلمہ لکھیں تو محض انگشت سے لکھیں بلا سیاہی کے۔ کذافی الشامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں کا کفارہ مریض کی زندگی میں دینا درست نہیں، بعد وفات دینا چاہیئے

(سوال ۵٦۵) ایک شخص مریض ہے اس کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں۔ امید صحت کم ہے۔ کفارہ نماز حیات میں دیا جاوے یا بعد وفات اور کفارہ نماز کیا ہے اور کفارہ نماز میں اناج دینا افضل ہے یا نقد یا کتب دینیہ خرید کر مدرسہ اسلامیہ میں داخل کر دی جاویں۔

(الجواب) کفارہ نمازوں کا بعد وفات کے دینا چاہئے۔ زندگی میں کفارہ نمازوں کا حکم نہیں ہے۔ اور کفارہ ایک نماز کا وزن انگریزی سے پونے دو سیر گندم ہیں۔ دن رات میں چھ نمازیں لینی چاہیئیں یعنی مع وتر کے۔ پس ایک دن کی نمازوں کا کفارہ ساڑھے دس سیر گندم ہوئے۔ اختیار ہے خواہ گندم دیوے یا نقد بہتر ہے کہ اس میں سب حوائج پوری ہو سکتی ہیں۔ اور اگر کتب دینیہ خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے۔ لیکن پھر یہ ضروری ہو گا کہ وہ کتب طلبہ کو تقسیم کر دی جاویں اور ان کی ملک کر دے جاویں۔ مدارس میں جس طرح کتب وقف رہتی ہیں اس طریق سے جائز نہیں ہے۔ اس میں کفارہ ادا نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اجرت لیکر میت کیلئے قرآن پڑھنے سے میت کو ثواب نہیں پہنچتا

(سوال ٥٦٦) اس طرف رواج عام ہے کہ اگر کوئی شخص مر جاوے تو بعد دفن کے قرآن شریف پڑھاتے ہیں جمعہ تک اور ملا نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قیامت تک حساب منکر و نکیر وضغطہ قبر رفع ہو جاتا ہے۔ آیا بعد دفن کے قبر پر قرآن پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اجرت معروفہ یا مشروطہ پر جو قرآن شریف میت کے لئے پڑھواتے ہیں اس میں محققین نے لکھا ہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔ کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اخذ عوض کے تو میت کو کہاں سے ثواب پہنچے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص للہ قرآن شریف کا ثواب میت کو پہنچاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت کو ملے گا خواہ مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچاوے یا گھر پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الزکوٰۃ

(باب زکوٰۃ مال التجارۃ)

زر سلم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں

(سوال ۵۶۷) زید نے عمر سے بیع سلم کیا کہ زید نے عمر کو ایک سو روپیہ دیا ہے اس شرط پر کہ عمر زید کو بعد دو سال کے ایک سو من گندم دیوے۔ اب زید پر روپیہ مذکورہ کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) زید پر روپیہ مذکورہ کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی بلکہ گندم وغیرہ جو خریدی ہیں اگر وہ تجارت کے ہیں تو بعد وصول حولان زکوٰۃ اس کی لازم ہوگی۔

مضارب نے خیانت کی اور راس المال بھی نہ دیا تو زکوٰۃ اس مال کی کس کے ذمہ ہے

(سوال ۵۶۸) ایک شخص نے دوسرے کو مضاربت کے واسطے روپیہ دیا تھا اس نے روپیہ لے کر ایک دو سال تجارت کی اور رب المال کو منافع بالکل نہیں دیا بلکہ خود رکھ لیا اور رب المال نے اس روپیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کر دی تو مالک روپیہ کو اصل روپیہ معہ زکوٰۃ کے لینا جائز ہے یا نہ؟

(الجواب) مضاربت اگر صحیح ہو تو اس کا حکم ہے کہ اصل روپیہ اور جو کچھ نفع معین ہوا نصف یا ثلث وہ مالک روپیہ کو ملے گا۔ پس مضارب نے جب کہ خیانت کی اور روپیہ دینے سے انکار کیا تو وہ اصل مع حصہ منافع کے لینے کا مستحق ہے اور زکوٰۃ ایسے روپیہ کی بعد وصول ہونے کے واجب الادا ہوتی ہے لیکن اگر قبل از وصول مالک نے زکوٰۃ ادا کر دی تو وہ محسوب ہو جاتی ہے پس جو روپیہ زکوٰۃ کا مالک نے ادا کیا اس کو مضارب سے نہیں لے سکتا۔ فتجب زکوتها اذا تم نصابا وحال الحول ولکن لافورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوی کقرض و بدل مال تجارة فکلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم الخ درمختار. وفيه ولو عجل ذو نصاب زکوته لسنين او لنصب صح. درمختار. واللہ تعالیٰ اعلم

تجارتی مال کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو بوقت ادائے زکوٰۃ بازار میں ہو

(سوال ۵۶۹) تجارت میں اگر بعد ادائے قرضہ وادنی مثلاً ایک ہزار روپیہ کا مال دوکانداری ہو تو کیا اس ایک ہزار پر زکوٰۃ دینا واجب ہے لیکن دوکانداری کا مال ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو فروخت کیا جاوے اور دوکان چھوڑنے کا قصد ہو تو کبھی ایک روپیہ کا مال ایک روپیہ میں فروخت نہیں ہوتا اس مال کی قیمت ادائے زکوٰۃ کے وقت وہی محسوب ہوگی، جو اس کی اصلی قیمت بوقت موجودہ وخرید ہے یا وہ قیمت محسوب کرنی چاہئے جو دوکان چھوڑنے کے وقت مل سکتی ہے اور اس پر زکوٰۃ دینا چاہئے۔ مثلاً ایک سو کا مال دوکان

میں موجود ہے اور پانسو روپیہ دوسرے اشخاص پر قرض بطور اوگاہی ہیں جس میں یقینی طور پر سب کا وصول ہونا غیر ممکن ہے۔ کیامال موجود ایک دوروپیہ پر زکوۃ دینی چاہئے یا رقم قرض پر بھی ؟

(الجواب) قرض وادنی کے وضع کرنے کے بعد اگر ایک ہزار روپیہ کا مال مثلاً ہے، تو ختم سال پر اسکی زکوۃ دینی چاہئے اور زکوۃ قیمت مال موجود بہ نرخ کے حساب سے واجب ہو گی۔ دوکان چھوڑنے کی حالت میں جو کمی پر مال فروخت ہو اس کا خیال نہ کیا جاوے گا بلکہ نرخ بازار موجود حال کا اعتبار ہو گا۔

ایک سو روپیہ موجودہ کی زکوۃ ختم سال پر فی الحال دینا لازم ہے اور پانسو روپیہ جو قرض یا فتنی ہے اس میں سے جس قدر وصول ہو تا جاوے اس کی زکوۃ سال گذشتہ و حال کی سب دینی لازم ہو گی۔ غرض یہ ہے کہ قرض یافتنی پر زکوۃ واجب ہے لیکن دیناز کوۃ کا بعد وصول قرض کے لازم ہو تا ہے اور اگر فرض کرو کہ قرض دو سال کے بعد وصول ہوا تو دونوں سال کی زکوۃ لازم ہو گی۔ اور جو روپیہ وصول نہ ہو گا اس کی زکوۃ ساقط ہو جاوے گی۔ واللہ تعالی اعلم

باب زکٰوۃ السوائم
(جانورں کی زکٰوۃ کا بیان)

جو گائے بیل کھتی کے لئے ہوں ان پر زکٰوۃ واجب ہو گی یا نہیں ؟

(سوال ۵۷۰) نر گاؤ و مادے ہائے نر گاؤ کہ جو سلسلہ کشت کاری کے واسطے رکھی جاویں، نر گاؤ بایں غرض کہ وہ ہل وغیرہ میں مدد دیں۔ گاؤ بایں۔ غرض کہ ان سے بچے وغیرہ ہوں پھر ان سے زراعت میں کام کیا جاوے ان پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں اور اگر واجب ہو اور اپنی اہلیہ کے دین مہر کا مقروض ہو تو پھر کس پہلو کو اختیار کرے۔

(الجواب) در مختار میں ہے **ولا فی عامل ای التی اعدت للعمل کا ثارۃ الارض الخ** (شامی) اس سے معلوم ہوا کی ہل چلانے کیلئے جو بیل ہیں ان پر زکوۃ تو نہیں البتہ مادہ گاؤ جو بچے کے حاصل کرنے کے لئے ہیں اگر وہ سائمہ ہوں یعنی اکثر سال مثلاً ٦ ماہ سے زیادہ جنگل میں مفت کے گھاس پر اکتفاء کرتی ہوں اور قیمت کا چارہ گھر کھڑے ہو کر نہ کھاتی ہوں اور نصاب بھی پورا ہو جاوے یعنی بیس گائے ہو جاویں تو زکٰوۃ ان کی واجب ہے۔

سواری کے گھوڑوں وغیرہ میں زکٰوۃ ہے یا نہیں !

(سوال ۵۷۱) سواری کے گھوڑے پر زکوۃ ہے یا نہیں ؟

(الجواب) سواری کے گھوڑے پر زکوۃ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب زکوٰۃ النقدین
(سونے چاندی کی زکوٰۃ)

نوٹ خود مال ہے یا مال کی ولید؟

(سوال ۵۷۲)ماقولکم فی ھذا القرطاس المسمی بالنوت ھل ھو مال ام سندمن قبیل الصك.
(الجواب)نوٹ وثیقہ اور سند ہے اس مقدار روپیہ کی جو اس کے اندر تحریر ہے وہ خود مال نہیں اور اس مقدار کاغذ کی قیمت ہزار روپیہ یا پانسو نہیں ہو سکتا اور نہ عرفاوہ کاغذ اس قیمت کا سمجھا جاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کیا نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(سوال ۵۷۳)ھل تجب فیه الزکوة اذا بلغ نصابا و حال علیه الحول ام لا.
(الجواب)زکوۃ اس میں واجب ہے۔ بلا قید تجارت کے جب کہ وہ مقدار روپیہ بقدر نصاب ہو اور حولان حول ہو جاوے۔

سونے چاندی پر زکوٰۃ کب واجب ہو گی۔

(سوال ۵۷٤)طلاء و نقرہ پر زکوۃ کس وقت واجب ہوتی ہے۔
(الجواب)زکوۃ نقرہ پر اس وقت واجب ہوتی ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی ہو جائے اور طلائی ساڑھے سات پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

کنواری لڑکیوں کے زیور پرزکوٰۃ کس کے ذمہ ہو گی؟

(سوال ۵۷۵)میری تین لڑکیاں ناکتخدا ہیں، اگر ان کے حصہ کا زیور جہیز کے واسطے تیار کرالیا جاوے تو اس کی زکوۃ کس کو دینا چاہئے؟
(الجواب)جب تک نکاح کر کے وہ زیور ان دختران کی ملک نہ کر دیا جائے اس وقت تک زکوۃ آپ کے ذمہ لازم ہے، جس وقت وہ مالک ہو جاویں گی ان کے ذمہ لازم ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سونے چاندی دونوں کی موجودگی میں زکوٰۃ کی چند صورتیں!

(سوال ۵۷٦)جس کے پاس چاندی و سونے دونوں کا نصاب ہو تو دونوں کو ملا کر زکوۃ دیدے یا علیحدہ

علیحدہ۔ (۲) جس کے پاس دونوں نصاب ہیں اور چاندی کی نصاب پر حولان حول ہو گیا ہو اور سونے پر ابھی تک حولان حول نہیں ہوا تو زکوۃ سونے کے لئے حولان حول شرط ہے۔ جبکہ سونا وسط حول میں مالک کے قبضہ میں آیا ہو یا شرط نہیں (۳) جس کے پاس چاندی کا نصاب کامل موجود ہے اور سونے کا ناقص اب دونوں ملا کر زکوۃ دے یا فقط چاندی کی زکوۃ لازم ہو گی؟

(الجواب) علیحدہ علیحدہ زکوۃ ہر ایک کی ادا کرے اور اگر ملا کر کسی ایک جنس سے ادا کر دے جس میں نفع فقراء کا ہو تو یہ بھی درست ہے قال فی الشامی عن البدائع اما ما ذکر من وجوب الضم اذالم یکن کل واحد منهما نصابا بان کان اقل فلو کان منهما نصابا تاما بدون زیادة لایجب الضم بل ینبغی ان یودی من کل واحد زکوته فلو ضم حتی یودی کله من الذهب او الفضة فلا باس به عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما هوا نفع للفقراء الخ (شامی ص ۳۴ جلد ۲)

(۲) اس صورت میں سونے کی نصاب کے لئے جدا حولان حول شرط نہیں ہے چاندی کی نصاب کا حولان حول وجوب زکوۃ کے لئے کافی ہے۔ قال فی الشامی صفحہ ۲۳ جلد ۲۔فی شرح قوله والمستفاد وسط الحول یضم الی نصاب من جنسه فیزکیه بحول الاصل قوله من جنسه سیاتی ان احد النقدین یضم الی الاخر. الغرض سونا اور چاندی باعتبار ضم کے ایک جنس ہی سمجھے جاتے ہیں اور وسط حول آخر سال تک کو شامل ہے۔

(۳) دونوں کو ملا کر زکوۃ ادا کرے۔ کما مر عن البدائع اماماذکر من وجوب الضم اذا لم یکن کل واحد منهما نصابا بان کان اقل الخ اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت اس کو بھی شامل ہے کہ نصاب پورا ہو اور دوسرا ناقص ہو جیسا کہ اس کے مقابلہ میں یہ کہنا فلو کان کل منهما نصابا تاما بدون الزیاده لا یجب الضم الخ اس کی دلیل ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہر ایک جنس سے نصاب تام نہ ہو بلکہ احدہما اقل ہو یا دونوں اقل ہوں نصاب سے تو ضم لازم ہے اور نقدین کو باعتبار ضم کے جنس واحد سمجھنا بھی اس کی دلیل ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

زیورات کی زکوۃ کے متعلق چند سوالات کا جواب۔

(سوال ۵۷۷) زکوۃ مال نامی کی دی جاتی ہے، اور زیورات بظاہر مال نامی نہیں ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو مقروض ہیں اور ان کے پاس زیورات طلائی یا نقرئی موجود ہیں ان پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں اور اگر قرض ادائے زکوۃ حلی کو مانع ہے تو مقدار قرض کی کچھ تعیین ہے یا مطلق؟

(الجواب) زیور سونے و چاندی کا اگر بقدر نصاب ہو عند الحنفیہ اس پر زکوۃ واجب ہے کیونکہ ان میں نمو تقدیری ہے یعنی تجارت کر کے اس کو بڑھا سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے و سببه ملك نصاب حولی تام فارغ عن دین الخ تام ولو تقدیرا بالقدرة علی الاستنماء الخ فتح القدیر میں ہے کہ ہماری

دلیل وجوب زکوٰۃ زیورات کی یہ ہے کہ ان میں نماء تقدیری باجماع کافی ہے یعنی سونے چاندی میں باتفاق قدرۃ علی الاستنماء کافی ہے۔ ثم ساق الاحادیث الواردة فی وجوب زکوة الحلی وصححها وفی الدر المختار ولو تبرا او حلیا مطلقا الخ باقی جو لوگ مقروض ہیں بقدر دین وضع کر کے جو باقی رہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے اگر بقدر نصاب باقی رہے۔ درمختار میں ہے و مدیون للعبد دینه فیزکی الزائد ان بلغا نصابا واللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم.

چاندی کے زیور کی زکوٰۃ

(سوال ۵۷۸) سو روپیہ بھر چاندی کے زیور کو اگر فروخت کرنا چاہیں تو پچاس روپیہ کو فروخت ہوگا۔ اس کی زکوٰۃ کس طرح دیجائے؟

(الجواب) چاندی کے وزن کے موافق زکوٰۃ دینی چاہئے۔ قیمت کا لحاظ نہ ہوگا۔ پس سو روپیہ بھر چاندی کے زیور وغیرہ میں اڑھائی تولہ چاندی دینا چاہئے۔ خواہ روپیہ نے دیوے یا چاندی کی ڈلی اور زیور وغیرہ سے مثلاً زکوٰۃ میں اگر روپیہ دے گا تو دو روپیہ آٹھ آنے ۸ع۲ دینا ہوگا۔ البتہ یہ اختیار ہے کہ اڑھائی تولہ چاندی ہی دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نصاب زکوٰۃ کی تحقیق(۱)۔

(سوال ۵۷۹) غایت الاوطار ترجمہ درمختار میں لکھا ہے کہ مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اور نصاب زکوٰۃ ساڑھے باون تولہ لکھی ہے۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں مثقال کو تین ماشہ ایک رتی کا لکھا ہے اور نصاب زکوٰۃ ۳۶ تولہ ۵ ماشہ۔ یہاں پر پہلے صدقۂ فطر دو سیر گندم فی کس انگریزی وزن سے دیتے تھے۔ اب ایک مولوی صاحب فی کس سوا سیر دینے کو کہتے ہیں؟

(الجواب) مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ کا ہونا بھی صحیح ہے۔ ترجمہ غیاث اللغات میں ہے مثقال بالکسر میم ایک وزن کا کہ ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اور اگرچہ اس میں بہت اختلاف ہے مگر قوی یہی ہے انتہی۔ پس عمدۃ الرعایہ میں جو مثقال کو تین ماشہ ایک رتی کا لکھا ہے یہ وزن درہم کا ہے کیونکہ درم کا وزن شرع میں وہ معتبر ہے جو وزن سبع کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی سات مثقال برابر دس درہم کے ہو جاویں۔ پس سات مثقال کا وزن بحساب فی مثقال ۴½ ماشہ، ۳۱½ ماشہ ہوا اس کو دس پر تقسیم کیا تو فی درم تین ماشہ اور ۱/۵ رتی ہوا۔ اسی وجہ سے غیاث میں درہم کو ساڑھے تین ماشہ کا لکھا ہے۔ الغرض حساب صحیح اور احوط یہی ہے جو غایت الاوطار ترجمہ درمختار میں لکھا ہے اور نصاب زکوٰۃ ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے

(۱) رسالہ اوزان شرعیہ مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ جس میں درم، دینار، صاع، مد، ذراع، میل وغیرہ شرعی اوزان بوزن اوزان ہندیہ کی مکمل تحقیق معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ محمد محسن کاظمی

سات تولہ سونا ہے۔ شامی کی تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور حساب مذکور سے نصف صاع تقریباً پونے دوسیر بوزن انگریزی ہوتا ہے۔ پس فطرہ ایک شخص کا گیہوں سے پونے دوسیر ہوتا ہے۔ دوسیر دیدیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ زیادہ ثواب ہے۔ مگر پونے دوسیر سے کم کرنا نہ چاہئے۔ شامی جلد ثانی باب صدقۃ الفطر میں ہے۔ قوله وهواى الصاع الخ اعلم ان الصاع اربعة امداد والمدرطلان والرطل نصف منّ والمن بالدراهم مائتان وستون درهما و بالاستار اربعون والاستار بكسر الهمزة بالدر اهم و ستة و نصف و بالمثاقيل اربعة ونصف كذافى در رالبحار فالمدوالمن سواء الخ

اس تحقیق کا حاصل یہی ہے جو بندہ نے لکھا ہے، ایک من یعنی ایک مد کا وزن چالیس (۴۰) استار اور ایک استار ساڑھے چار مثقال۔ پس کل ایک سو اسی مثقال ہوئے اس کے ماشہ ۸۱۰ ہوئے اور وہ مساوی ساڑھے ۲/۱ ۶۷ تولہ کے ہے یہ ایک مد کا وزن ہے پس دو مد یعنی نصف صاع ۱۳۵ تولہ کی برابر ہوئے۔ اور یہ دونوں بوزن انگریزی ا۔ ۶ ثار ہوتا ہے۔ یعنی چھٹانک کم پونے دوسیر اور ایک دوسرے حساب سے جو شامی کی عبارت میں من کا وزن دراہم سے لکھا ہے یعنی ایک من ۲۶۰ درہم کا اس حساب سے نصف صاع ۳ تولہ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر پونے دوسیر کا حکم کردیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نصاب زکوٰۃ کی تفصیل

(سوال ۵۸۰) نصاب زکوۃ کیا ہے مفصل تحریر فرمائیے؟

(الجواب) نصاب نقرہ ساڑھے باون تولہ ہوتا ہے۔ کیونکہ شریعت میں دراہم کے اندر وزن سبعہ معتبر ہے اس کی تصریح جملہ کتب فقہ میں ہے اور وزن سبعہ یہ ہے کہ دس درہم برابر سات مثقال کے ہوں۔ اس حساب سے دو سو درم برابر ۱۴۰ مثقال کے ہوئے اور مثقال کا وزن معروف ساڑھے چار ماشہ ہے چنانچہ اس کی تصریح بہت جگہ موجود ہے اور علماء کبار نے اس کو اختیار کیا ہے۔ پس دو سو درہم برابر ۶۳۰ ماشہ کے ہوئے اس کو ۱۲ پر تقسیم کرنے سے ساڑھے باون تولہ خارج قسمت نکلا یہی نصاب نقرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جڑاؤ زیور، یا جس میں چپڑا بھرا ہوا اس کی زکوٰۃ کس طرح نکالیں

(سوال ۵۸۱) زید اپنی زوجہ کے زیور کی زکوۃ دینا چاہتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ بعض زیور میں چپڑا بھرا ہوا ہے اور بعض زیور میں نگ جڑے ہوئے ہیں اگر چپڑا اور نگ نکالا جاوے تو زیور خراب ہو جائے گا اور اگر زرگر سے اندازہ کرایا جائے تو پوری طرح پتہ نہیں چل سکتا۔ اگر سونا نصاب سے کم ہے تو اس کی زکوۃ

---

[1] یعنی لاخ ۱۲ اشفاق احمد قاسمی

بشمول چاندی کے دی جائے گی یا سونے کی زکوۃ علیحدہ دی جائے اور زکوۃ سونے و چاندی کی ایک چیز سے نکالی جاوے یا سونے کی زکوۃ سے دی جاوے اور چاندی کی زکوۃ چاندی سے دی جاوے۔ اگر زکوٰۃ میں کوئی زیور نکالا جائے تو سونے کچھ حرج نہیں ہے ؟

(الجواب) اندازہ صحیح کرا کر زیور سونے و چاندی کی زکوۃ دینی چاہئے یہ درست ہے مگر اندازہ کرنے والے سے یہ کہ دیا جائے کہ جہاں تک ہو احتیاط کو مد نظر رکھے۔ مثلاً زیادہ سے زیادہ جس قدر چاندی و سونا اس میں معلوم ہو اس کو لیا جاوے اور سونے کو ایسی صورت میں قیمت کر کے چاندی کے اندر شامل کر کے چاندی سے زکوۃ دی جائے خواہ دونوں کی زکوۃ سونے سے دی جاوے۔ الغرض ایک چیز سے زکوۃ دینا درست ہے ڈھائی روپیہ ۸ عہ فی سیکڑہ کے حساب سے زکوۃ دی جاوے اور زکوۃ میں اگر زیور ہی دیدیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب العشر والخراج (۱)

جس زمین کی سچائی دو قسم کے پانی سے ہو اس پر کیا واجب ہے

(سوال ۵۸۲) زید نے برسات میں باڑی یا کوئی بیج بویا۔ پھر تین چار مہینہ میں اس کھیت کو پانی دینے کی ضرورت ہوئی تو کوئیں سے پانی دیا گیا تو ایسے کھیت کی پیداوار میں سے حق اللہ پورا عشر دینا واجب ہے یا نصف عشر ؟

(الجواب) اس میں نصف عشر واجب ہے در مختار۔ **و یجب نصفه الخ.**

مصارف عشر و خراج۔

(سوال ۵۸۳) مصرف عشر و خراج و زکوۃ و صدقات وغیرہ کدام کس اند ؟

(الجواب) مصارف زکوۃ در قرآن مجید موجود اند۔ **فی قوله تعالی انما الصدقات للفقراء والمساکین** و مصرف عشر و نصف عشر و صدقہ فطر و کفارہ و نذر وغیرہ ذلک من الصدقات الواجبۃ ہمان است کہ مصرف زکوۃ است و مصرف الجزیۃ والخراج الخ **ومصالحنا کسد نفر و بناء قنطرہ و جسر وکفایة العلماء الخ** در مختار واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) عشر و خراج کے مسائل اور پاکستان اور ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے ''اسلام کا نظام اراضی'' از حضرت مولانا محمد شفیع صاحب۔ ۱۲

ہندوستان کی زمینوں میں جب کہ سرکاری محصول بھی دینا پڑتا ہو عشر یا نصف عشر واجب ہوگا یا کچھ نہیں

(سوال ۵۸٤) وہ زمین کہ جس میں نہر وغیرہ سے پانی دیا جاوے اس پر بیسواں حصہ اور آسمانی پر دسواں حصہ زکوۃ کا ہے تو سرکاری محصول مقرر کرنے کے بعد مرقومہ بالا عشر کی ضرورت رہے گی یعنی جب سرکاری محصول دیدیا جاوے تو پھر شرعی طریقہ دسواں اور بیسواں عمل میں لایا جاوے یا نہیں ؟

(الجواب) اگر زمین عشری ہے تو سرکاری محصول دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ فیما بینه و بین الله فقراء کو دسواں یا بیسواں حصہ دینا چاہئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عشری زمین کی تعریف، اور مالگذاری لینے کے باوجود عشر واجب ہے یا نہیں ؟

(سوال ۵۸۵) زمین عشری کی کیا تعریف ہے اور کیا اپنی طرف سب زمین عشری ہے، اور سب کا عشر دینا واجب ہے۔ حالانکہ سرکار بھی مال گذاری لیتی ہے اور جو زمین مہاجن سے مسلمان نے لی ہے اس آمدنی پر بھی عشر دیا جاوے اور عشر مالک کے ذمہ ہے یا کاشتکار کے اگر مالک خود کاشت کرے تو کیا حکم ہے ؟

(الجواب) عشری زمین کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین میں عشر واجب ہو وہ عشری ہے جس وقت پورا حال معلوم نہ ہو جیسا کہ اس وقت ہے تو عموماً یہ حکم کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی مملوکہ اراضی خراجی۔ پس مسلمانوں کے پاس جو زمین مثلاً معافی کی چلی آتی ہے یا اس نے مسلمان سے خریدی ہے وہ عشری ہے اور جو زمین کافر سے خریدی ہے وہ خراجی رہے گی اور بعض حضرات نے ایسا بھی لکھا ہے کہ جب سرکار سب زمینوں کا محصول لیتی ہے تو سب خراجی ہی ہیں۔ مگر مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ مسلمان اپنی اراضی مملوکہ میں عشر نکالیں۔ زمین اگر اجارہ پر دی گئی تو امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے۔ رقم اجارہ میں سے دسواں حصہ صدقہ کرے اگر مالک خود کاشت کرے تو تمام پیداوار کا دسواں حصہ نکالے۔ محصول سرکاری وغیرہ کچھ وضع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عشری زمین سے اگر ظلماً خراج لیا جاوے تو عشر دینا دیانۃً لازم ہے۔

(سوال ۵۸٦) مولانا عبدالحی صاحب در مجموعۂ فتاویٰ جلد دوم ص ۳۱۸ نوشتہ اند کہ ہر کہ در زمین مملوکہ خود بآب باران کاشت کرد عشر غلہ بر وواجب الادا است۔ مگر در صورتیکہ خراج زمین مذکورہ بحاکم بوقت دادہ شود دراں وقت عشر ساقط است بحکم عبارت ردالمحتار وغیرھا لا یجتمع العشر مع الخراج انتهی. تفصیل ایں مسئلہ چگونہ است و قوله لا یجتمع العشر مع الخراج چہ معنی دارد ؟

(الجواب) معنی قوله لا یجتمع العشر مع الخراج انه لا یوخذ من الارض الخراجیة العشر

ولا من العشرية الخراج ولكن ان اخذ من العشرية الخراج فهل يسقط العشر فهو محل تامل. پس ظاہر آن است کہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم زمین خراجی نوشتہ اند کہ اگر از زمین خراجی حکام خراج گرفتند ادائے عشر لازم نخواہد شد۔ لیکن اگر از زمین عشری خراج گرفتہ شد ظاہر آن است کہ دیانتہ بذمہ۔ مالک ادائے عشر لازم است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عشر کی وجوب میں کوئی نصاب ہے یا نہیں؟

(سوال ۵۸۷) عشر میں کوئی نصاب ہے یا نہیں۔ چارپانچ من غلہ پر عشر دینا ہوگا یا نہیں؟
(۲) عشری زمین اگر اجارہ پر دیجاوے تو سرکاری مال گذاری مالک پر ہے یا مستاجر پر۔
(الجواب) عشر میں کچھ نصاب نہیں۔ قلیل وکثیر پیداوار زمین عشری میں عشر لازم ہوتا ہے۔قال فی الدرالمختار و تجب فی مسقی سماء و سیح کنهر بلا شرط نصاب و بقاء الخ.
پس چار من غلہ ہو یا پانچ من یا کم زیادہ سب میں عشر لازم ہے۔
(۲) جو زمین عشری اجارہ پر دی جاوے اس میں اختلاف ہے کی عشر کس پر واجب ہے موجر پر یا مستاجر پر۔ امام صاحب موجر پر فرماتے ہیں اور صاحبین مستاجر پر۔ والعشر علی الموجر الخ وقالا علی المستاجر الخ وفی الحاوی و بقوله نا خذ الخ درمختار

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟

(سوال ۵۸۸) ہندوستان کی زمینیں خراجی ہیں یا عشری اور جو عشری ہیں ان میں عشر واجب ہے یا نہیں؟
(الجواب) ہندوستان کی تمام زمینوں کا ایک حکم نہیں ہے۔البتہ جو زمین مملوکہ مسلمین ہے اس میں عشر واجب ہے مسلمانوں کو عشر نکالنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس زمین سے خراج اصول کر لیا گیا اس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

(سوال ۵۸۹) عشر در اراضی ہندوستان واجب ست یا نے واز اں زمین کہ خراج گرفتہ شدہ است ادائے عشر از اں واجب ست یا نے؟
(الجواب) زمین اگر خراجی است عشری نیست ظاہر ست کہ بعد ادائے خراج عشر دراں لازم نیست ولا یو خذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانهما لا يجتمعان الخ در مختار لیکن زمین اگر عشری است و خراج از اں گرفتہ شد عشر ادا نمی شود پس ماینہ وبین اللہ عشر باید داد و بمصرف صرف باید کرد و مصرفه مصرف الزكوة ولو ترك العشر لا يجوز اجماعا و يخرجه بنفسه لفقراء در مختار. واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان کی زمینوں میں عشر نکالنا احوط ہے

(سوال ۵۹۰) ہندوستان کی زمینوں میں عشر واجب ہے یا نہیں ؟(۲) اگر واجب ہے تو کاشتکار کے ذمہ ہے یا زمیندار کے ؟(۳) انگریزی گورنمنٹ کو جو مال گذاری دی جاتی ہے اس سے عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ہندوستان میں جو اراضی مملوکہ مسلمین ہیں وہ عشری ہیں۔ کیونکہ اصل وظیفہ مسلمان کی زمین کا عشر ہے۔ پس بحالت اشتباہ احوط عشر نکالنا ہے (۲) کاشتکار و زمیندار پر بحصہ رسد عشر لازم ہے۔ (۳) عشری زمین کی اگر مال گذاری دی جاوے تو عشر ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری مالگذاری ادا کرنے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

(سوال ۵۹۱) انگریزی از مایان خراج می گیرد۔ آیا درین صورت عشر ساقط شود یا نہ ؟(۲) مایان پیر بزرگ ہستیم مردمان بسیار مریدان مایان ہستند نذر و صدقات و خیرات می دہند درین آمد عشر لازم است یا نہ ؟

(الجواب) احتیاط این است کہ عشر دادہ شود۔ (۲) درین آمدنی عشر و خمس لازم نیست اگر از قسم نقدین است بعد مرور حول بشرط نصاب زکوۃ لازم خواہد شد و حساب زکوۃ از چہل درہم یا چہل روپیہ یک درہم و یا یک روپیہ ہست، و قدر نصاب دو صد درہم یعنی ساڑھے باون تولہ نقرہ ہست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کس زمین پر خراج اور کس پر عشر ہے

(سوال ۵۹۲) میرے پاس تین قسم کی زمین ہے ان میں سے کون سی پر خراج ہے اور کونسی پر عشر یا کیا ؟

قسم اول : جنگل سرکاری پڑا ہوا تھا۔ سرکار میں درخواست کی گئی وہ مجھے ملی اور میری ملک میں ہے۔

قسم دوم : ایک کافر سے خریدی گئی جو میری ملک ہے

قسم سوم : سرکاری زمین مثلاً ایک سال یا زیادہ کے لئے زراعت کے واسطے دی جاتی ہے۔

(الجواب) در قسم اول زمین عشر لازم است لان العشر الیق بالمسلم وما اسلم اهله طوعا او فتح عنوة و قسم بین جیشنا والبصرة ایضا باجماع الصحابة عشریة لانه الیق بالمسلم (در مختار) (قوله لانه الیق بالمسلم) ای لما فیه من معنی العبادة رد محتار و فیه دیوان المسلم والذمی سقاها مرة بماء العشر و مرة بماء الخراج فا المسلم احق بالعشر والذمی بالخراج. ودر قسم دوم خراج است اواشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج الخ در مختار و در قسم سوم عشر در خارج لازم است لانهم صرحوا بان الملك غیر شرط فیه بل سبب و جو به الارض النامیة و شرطه ملك الخراج ای لا ملك الارض کما فی الاراضی الموقوفة کذافی رد محتار. واللہ تعالیٰ اعلم

دار الحرب کی زمینوں کا مسئلہ

(سوال ۵۹۳) پنجاب میں ممات زمین کا احیاء انگریزوں نے پنجابیوں سے کرایا ہے۔ نہریں انگریزی خرچ سے تیار ہوئی ہیں۔ آباد خود کاشتکار کرتے ہیں۔ بعض کاشتکاروں سے سرکار نے قیمت لے کر زمین ان کی ملک کر دی ہیں۔ بیع ہبہ وغیرہ کا ان کو اختیار دیدیا ہے۔ محصول معین لیتے ہیں اور جن سے قیمت نہیں ہوئی سرکار نے ان کو موروثی قرار دیا ہے ان کو بیع وغیرہ کا اختیار نہیں ان سے محصول زیادہ لیتے ہیں یہ دونوں قسم کی زمین عشری ہے یا خراجی اور اجارہ کی صورت میں عشر مالک پر ہے یا مستاجر پر۔ اور مزارعت کی صورت میں کس پر۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اراضی دار الحرب کو علامہ شامی نے عشری اور خراجی ہونے سے خارج کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں **و یحتمل ان یکون احترازا عما و جدفی دارالحرب فان ارضها لیست ارض خراج او عشر الخ** (شامی باب الرکاز) غالباً اسی بناء پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے مالابد منہ میں اراضی ہندوستان کو عشری قرار نہیں دیا باقی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ عشر دینا احوط ہے اور زمین عشری کو اگر اجارہ پر دیا جاوے یا مزارعت پر تو اجارہ کی صورت میں امام صاحب موجر پر اور صاحبین مستاجر پر عشر واجب فرماتے ہیں۔ **والعشر علی الموجر الخ وقالا علی المستاجر و فی الحاوی و بقولهما ناخذ الخ** اور مزارعت کی صورت میں عشر دونوں پر بقدر حصہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان(۱) کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی اور عشر اجارہ کی صورت میں مستاجر پر ہوتا ہے

(سوال ۵۹۴) عشری زمین کسے کہتے ہیں اور خراجی زمین کسے کہتے ہیں۔ جو لوگ زمینداروں کو مال گزاری ادا کرتے ہیں ان لوگوں پر کس حساب سے غلہ میں صدقہ واجب ہے ؟

(الجواب) شامی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی زمین عشری و خراجی نہیں ہیں اگر احتیاطاً عشر دے تو بہتر ہے اور جو لوگ زمیندار کو مال گزاری ادا کرتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ عشر کس پر واجب ہے۔ امام صاحب زمیندار پر واجب فرماتے ہیں۔ اور صاحبین مستاجر پر۔ اور در مختار میں ہے۔ **وبقولهما ناخذ** اور شامی نے بھی بعد تفصیل و تحقیق کے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور مفتی بہ ماخوذ بہ کما ہے **حیث قال فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولهما ذلك**. زکوۃ و صدقہ فطر و قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا فقراء پر لازم ہے اور مسجد اور پل و چاہ وغیرہ میں صرف کرنا ان کا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وجوب عشر کی دلیل قرآن مجید سے ہے

(سوال ۵۹۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس طرح صلوۃ اور زکوۃ کے متعلق قرآن

---

(۱) اس باب میں ہندوستان کی زمینوں کا جہاں ذکر آیا ہے اس میں انگریزی دور کی زمینوں کے حالات کے پیش نظر فتوے دیئے گئے ہندوستانی حضرات اپنے موجودہ حالات کے مطابق سوالات لکھ کر اپنے یہاں کے مفتیان کرام سے مسائل معلوم کریں محمد عاشق الٰہی بلند شہری۔

شریف میں اقیمو الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ صراحۃً مذکور ہے اسی طرح عشر کے متعلق کوئی آیۃ کریمہ ہے یا نہیں ہندوستان میں عشر واجب ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عشر کے وجوب کو مفسرین نے آیۃ واٰتو احقه یوم حصاده سے ثابت فرمایا ہے لہذا زمین عشری میں عشر لازم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عشری زمین کا عشر ٹھیکہ دار پر ہے!

(سوال ۵۹۶) کس شخص کے پاس ذاتی زمین نہ ہو اور وہ لگان پر زمین لے کر کاشت کرائے اور پاس لاگت بھی نہ ہو بلکہ سودی قرض لے کر صرف کرے تو ایسی حالت میں اس کے اوپر پیداوار میں سے عشر واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) قول صاحبین کے موافق زمین کا عشر بذمہ مستاجر ہے۔ فی درالمختار وقالا علی المستاجر اور باب العشر میں یہ بھی ہے۔ و یجب مع الدین. الخ ان روایات کے موافق عشر پیداوار کا اس پر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب صدقة الفطر

وزن صاع کی تحقیق

(سوال ۵۹۷) فطرہ عید کا وزن کیا ہے اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے آٹھ رطل کا ایک صاع مقرر کیا ہے۔ اور ایک مولوی صاحب نے دو سیر چھ چھٹانک وزن صاع کا بیان فرمایا ہے۔ صحیح کیا ہے۔

(الجواب) وزن صاع وہی ہے جو قاضی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ اسی پر فتوی اور عملدرآمد ہے وزن انگریزی سے وزن صاع کا قریب آدھا پاؤ اور ساڑھے تین سیر کے ہوتا ہے۔ اور نصف صاع پونے دو سیر ایک چھٹانک ہوتا ہے۔ اسی کے موافق یہاں صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ اور اسی میں احتیاط ہے۔ ان مولوی صاحب نے جو دو سیر چھ چھٹانک وزن صاع کا بیان کیا ہے صحیح نہیں ہے جن لوگوں نے اس کے موافق صدقہ فطر ادا کیا ان کو چاہئے کہ جو کچھ باقی رہا اس کو بھی ادا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک فطرہ چند مساکین پر تقسیم کرنا یا اس کے برعکس کرنا جائز ہے

(سوال ۵۹۸) فطرہ یک کس یک مسکین را دادن یا فطرہ یک کس چندہ مساکین را دادن یا عکس کردن۔ پس ازیں صور کدام صورت جائز است؟

(الجواب)قال فی الدر المختار و جاز دفع کل شخص فطرته الی مسکین او مساکین علی ما علیه الاکثر الخ کما جاز دفع صدقة جماعة الی مسکین واحد. الخ پس معلوم شدہ کہ ہمہ مذکورہ جائز است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چاول وغیرہ کے ذریعہ صدقہ فطر کس حساب سے ادا کرے

(سوال ۵۹۹) در اکثر صوبہ بنگال برنج می خورند وگندم وجو پیدا نہ شوند در چنیں موضع بچہ طور صدقہ فطر ادا کردہ شود اگر برنج دادہ شود یک صاع یا نصف یا قیمت بمقدار قیمت گندم دادہ شود۔ پس قیمت بکدام موضع معتبر است ؟

(الجواب)قال فی الدر المختار ولم ینص علیه کذرة و خبز فیه القیمة. پس معلوم شد کہ معتبر در برنج قیمت است مثلاً آنچہ قیمت نصف صاع گندم یا یک صاع جو دراں قریہ یا بقرب وجوار آں قریہ[1] باشد بحساب آں قیمت برنج ادا کردہ شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص کا فطرہ چند اشخاص کو یا اس کے برعکس دینا جائز ہے

(سوال ۶۰۰) فطرہ یک شخص بہ چند کس وبالعکس دادن جائز است یا نہ ؟

(الجواب)قال فی الدر المختار و جاز دفع کل شخص فطرته الی مسکین او مساکین علی ما علیه الاکثر و به جزم فی الو لوالجیة والخانیة والبدائع والمحیط و تبعهم الزیلعی فی الظهار من غیر ذکر خلاف و صححه فی البرهان فکان هو المذهب الخ کما جاز دفع صدقة جماعة الی مسکین واحد بلا خلاف یعتد به الخ پس معلوم شد کہ فطرہ یک کس بہ چند کس وبالعکس دادن جائز است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] صرح به فی اخر باب المصرف من الدر المختار ان یعتبر فی الزکوة مکان المال و فی صدقة الفطر مکان من یجب.

باب مصارف الزکوٰۃ

مدز کوٰۃ سے سید سفراء کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال ۶۰۱) مدزکوۃ سے اگر کسی سفیر کو تنخواہ دی جاوے اگرچہ سید ہی ہو جائز ہے یا نہیں اور والعاملین علیھا میں داخل ہے یا نہیں ؟
(الجواب) مدِز کوٰۃ سے کسی سفیر کو تنخواہ دینا جائز نہیں اور وہ عاملین علیھا میں داخل نہیں واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مدز کوٰۃ سے سید طالب علم کو وظیفہ دینا جائز ہے یا نہیں اور ابن السبیل میں داخل ہے یا نہیں ؟

(سوال ۶۰۲) مدزکوۃ سے اگر کسی طالب علم پردیسی کو وظیفہ دیا جاوے اگرچہ سید ہی ہو جائز ہے یا نہیں اور ابن السبیل میں داخل ہے یا نہیں ؟
(الجواب) سید کو بدون حیلہ تملیک کے نہ دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مال زکوٰۃ سے کتب دینیہ خرید کر کے طلبہ کیلئے وقف کر دینا جائز ہے یا نہیں

(سوال ۶۰۳) اگر کوئی شخص مال زکوۃ سے کتب خرید کر کے برائے طلبہ علوم دینیہ کو بطور وقف رکھ چھوڑے تاکہ ضرورت کے وقت لی جاوے۔ اگر اس جگہ رہی تو پڑھتا اور ان کا استعمال کرتا رہے جائز ہے یا نہیں۔ اس جگہ اس مسئلہ کی بہت اشد ضرورت ہے جلد سے جلد جواب دیں۔
(الجواب) مال زکوۃ سے کتب دینیہ خرید کر وقف کرنا درست نہیں ہے زکوۃ اس میں ادا نہیں ہوتی۔ زکوۃ میں مالک بنا دینا محتاجوں کو شرط ہے اگر کتب خرید کر طالب علموں کو دیدیویں اور ان کی ملک کر دیویں تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔ بدوں مالک بنانے کے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ماں کی زکوٰۃ اپنے بچوں کو دینا کیسا ہے ؟

(سوال ۶۰۴) زکوۃ کا مال اپنے بچوں کو دینا کیسا ہے ؟
(الجواب) زکوۃ کا مال اپنی اولاد کو دینا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر لاعلمی کی وجہ سے زکوۃ کسی سید یا غنی کو دیدی گئی تو وہ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

(سوال ۶۰۵) اگر زکوۃ کے جتانے کی ضرورت نہیں تو پھر انجانی میں کسی سید یا غنی کو اس میں دیدیا

جائے تو کیا زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔
(الجواب) اگر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اور انجانی پن میں سید کو زکوۃ دی گئی بعد میں معلوم ہوا کہ سید ہے تو زکوۃ ادا ہو گئی۔ کما قال فی الدر المختار و ان بان غنائه الخ او ابنه ابوه او ابنه او امرأته او هاشمی لا یعید در مختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فطرہ وزکوٰۃ و گوشت قربانی بھنگی کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال ٦٠٦) گوشت قربانی کا اور اناج فطرہ کا اور مال زکوۃ کا بھنگی کو دینا درست ہے یا نہیں ؟
(الجواب) زکوۃ دینا منع ہے فطرہ و گوشت قربانی دینا درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مال زکوٰۃ کو تجارت وغیرہ میں لگانے کا حکم

(سوال ٦٠٧) ایسی انجمن قائم کرنا جس میں مال زکوۃ مساکین پر صرف ہوتا ہو جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) مہتمم کے حوالہ کرنے سے زکوۃ ادا ہو جاوے گی یا نہیں ؟ (۳) مساکین پر صرف کرنے سے جو مال زکوۃ بچے اس کو مہتمم تجارت میں لگا سکتا ہے یا نہیں ؟
(الجواب) درست ہے۔ (۲) مہتمم کے حوالہ کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوئی جس وقت مستحقین کو پہنچے گی اس وقت زکوٰۃ ادا ہو گی۔ (۳) تجارت میں لگانا اس کا درست نہیں اس مال زکوٰۃ کو بعینہ صدقہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا سید کی غیر سید زوجہ کو زکوٰۃ لینا درست ہے ؟

(سوال ٦٠٨) سید کی زوجہ پٹھانی اگر محتاج ہو تو اسے زکوٰۃ لینا درست ہے یا نہیں ؟
(الجواب) سید کی زوجہ جو پٹھانی ہے اور مصرف زکوٰۃ و صدقۃ الفطر ہے یعنی غریب۔ تو اس کو صدقۃ الفطر و زکوٰۃ لینا درست ہے۔ اس سید پر کچھ گناہ نہیں اور دینے والوں کا صدقہ فطر ادا ہو جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سادات کو زکوٰۃ دینا ہر زمانہ میں ناجائز ہے

(سوال ٦٠٩) سادات کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب کی ظاہر روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے ؟
(الجواب) ظاہر مذہب اور مفتیٰ بہ مذہب حنفیہ کا یہی ہے کہ سادات کو زکوۃ دینا ناجائز ہے در مختار میں

ہے۔ ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع قوله اطلاق المنع یعنی سواء فی ذلك كل الازمان وسواء فی ذٰلك دفع بعضهم لبعض و دفع غیرهم لهم الخ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے

(سوال ۶۱۰) زید چونکہ غنی ہے اور زکوۃ ادا کرتا ہے لہذا اگر زید اپنے چچازاد بھائی بہن کو جو کہ مفلس اور محتاج ہیں زکوۃ دے۔ اور ان کو نہ بتلاوے۔ کیونکہ اگر ان کو یہ خبر ہو گی کہ یہ زکوۃ ہے تو وہ ناراض ہوں گے۔ ایسی صورت میں اگر زید ان کو زکوۃ دے اور نہ بتائے کہ یہ زکوۃ ہے تو زکوۃ کے ادا ہونے میں کوئی کلام تو نہیں ؟

(۲) اور اس زکوٰۃ کے دینے میں علاوہ ادائے فرض زید کو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا یا نہیں ؟ (۳) چونکہ زید نے زکوٰۃ کی خبر انہیں نہیں دی۔ اور قرینہ سے جانتا ہے کہ اگر انہیں معلوم ہوتا تو نہ لیتے یا ناراضی ظاہر کرتے۔ اس لئے زید پر کوئی مواخذہ تو نہیں ؟ (۴) زید چونکہ اسی زکوۃ دینے میں رواجاً شرماً شرمی صلہ سے گریز کرنا چاہتا ہے اس لئے زید پر مواخذہ شرعی یا کم از کم ملامت تو نہیں ؟

(الجواب) زکوۃ کے ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ دینے والے کی نیت زکوۃ کی ہو۔ اور جس کو دی جائے وہ محل اور مصرف زکوۃ کا ہو۔ یہ شرط نہیں ہے کہ اس کو اطلاع زکوٰۃ کی بھی کی جاوے۔ پس اگر زید نے اپنے اعمام یا بنی اعمام کو جو محتاج اور مصرف زکوٰۃ ہیں زکوۃ دی اور ان سے یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ و شرط صحة ادائها نية مقارنة للاداء در مختار قوله نية الخ اشار الی انه لااعتبار للتسمية فلو سما ها هبة او قرضا تجز يه فی الاصح الخ شامی۔ (۲) صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا۔ کما جاء فی الحدیث قال رسول ﷺ الصدقة علی المسكين صدقة وهی علی ذی الرحم ثنتان صدقة و صلة. رواه احمد والتر مذی و غیرها۔ (۳) کچھ مواخذہ نہیں۔ (۴) کچھ مواخذہ اور ملامت نہیں بلکہ حدیث سابق سے ظاہر ہوا ہے کہ یہ صلہ رحمی بھی ہے اور زکوۃ بھی ادا ہو جاوے گی۔ اور دوہرا ثواب اس کو ملے گا۔ ادائے زکوۃ کا اور صلہ رحمی کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوۃ اور چرم قربانی کا روپیہ مسجد یا مدرسہ یا مدرس کی تنخواہ میں صرف کرنا جائز ہیں

(سوال ۶۱۱) اس طرف چرم قربانی کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے مسجد کی چٹائی وغیرہ خریدا کرتے ہیں اور مدرسہ فنڈ میں جمع کرتے ہیں اسی فنڈ سے مدرسین کی تنخواہ اور ٹیوں اور میز کرسی بنایا کرتے ہیں اور علی ہذا القیاس زکوۃ کے روپیہ کو بھی ایسے ہی خرچ کرتے ہیں۔ کیا یہ فعل جائز ہے ؟

(الجواب) چرم قربانی کا صدقہ کرنا فقراء و مساکین پر واجب ہے۔ جیسا کی شامی کے باب مصرف الزکوۃ میں لکھا ہے کہ جو مصارف زکوۃ کے ہیں وہی صدقات واجبہ کے ہیں۔ پس مسجد کی چٹائی اور صف اور تعمیر و مرمت میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے اسی طرح زکوۃ کا روپیہ بھی ان چیزوں میں خرچ کرنا

جائز نہیں ہے۔اور مدرسین و ملازمین مدرسہ کی تنخواہ میں بھی خرچ کرنا درست نہیں ہے اور حیلہ جواز کا اس قسم کی اشیاء میں صرف کرنے کا در مختار کتاب الزکوۃ میں یہ لکھا ہے کہ اول کسی محتاج کو مالک بنادیا جاوے پھر وہ اپنی طرف سے ان اشیاء میں صرف کردے اور اگر طلبہ کو دیا جائے تو بلا حیلہ مذکور کے بھی درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

خوشدامن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں

(سوال ۶۱۲) خوشدامن کو زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اپنی خوشدامنہ کو جبکہ وہ مالک نصاب نہ ہو زکوۃ دینا جائز اور درست ہے مگر اس کو بالکل مالک بنا دیا جائے جہاں چاہے خرچ کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل متفرقہ متعلقہ زکوٰۃ

رشوت کے روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(سوال ۶۱۳) رشوت کے روپیہ پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا کرنا چاہئے؟

(الجواب) رشوت یا اور کسی طریق حرام سے جو روپیہ جمع کیا گیا ہے اس پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ وہ سب حرام واجب التصدیق ہے فقراء پر سب مال صدقہ کرنا چاہئے۔ اگر مالکین معلوم نہ ہوں اور ان پر رد نہ ہو سکے۔ورنہ مالکوں کو واپس دینا چاہئے۔

جس شخص کے پاس دو سو روپیہ ہو اور اسکے ذمہ مہر کا دو ہزار یا اس سے زائد قرض ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں

(سوال ۶۱۴) جس شخص کے پاس دو سو روپیہ کی مقدار ہو اس پر دین مہر زوجہ کا دو ہزار یا چار ہزار ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) دین مہر مؤجل مانع زکوٰۃ سے نہیں۔ زکوٰۃ اس کو دینی چاہئے۔ شامی میں ہے۔ والصحیح انه غیر مانع.

دین مہر مانع وجوب حج و زکوٰۃ نہیں؟

(سوال ۶۱۵) جس شخص کے ذمہ زوجہ کا دین مہر ہو اور اسی قدر روپیہ نقد یا زیور وغیرہ بھی اس کی ملک میں ہو تو اس پر زکوٰۃ اور ادائے حج کے لئے کافی ہونے کی صورت میں حج واجب ہو گا یا نہیں؟

(الجواب) دین مہر موجل مانع زکوۃ سے نہیں حج بھی ایسا ہی ہے۔

ایک شخص کے پاس متعدد مکانات ہیں۔ بعض کرایہ پر ہیں اور بعض خالی پڑے ہیں ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں

(سوال ۶۱۶) ایک شخص کے پاس تین مکانات ہیں بعض کرایہ پر ہیں بعض خالی ہیں ان مکانات میں زکوۃ واجب ہے یا نہیں ؟

(الجواب) زکوۃ ان مکانات میں لازم نہیں ہے۔

زکوٰۃ دیتے وقت زکوۃ کا تذکرہ ضروری نہیں

(سوال ۶۱۷) جس وقت زکوۃ فقراء کو دی جائے تذکرہ کی ضرورت ہے یا نہیں ؟

(الجواب) تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ دیتے وقت زکوۃ کا تذکرہ ضروری نہیں

(سوال ۶۱۸) کیا زکوۃ کا روپیہ جس کو دیا جاوے تو یہ ضروری ہے کہ اس کو بتلایا جاوے کہ یہ زکوۃ کا پیسہ ہے ؟

(الجواب) جس کو زکوۃ کا روپیہ پیسہ دیا جاوے اس کو جتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ روپیہ زکوۃ کا ہے بلکہ صرف دینے والے کی نیت کافی ہے اور یہ کہ جس کو دیا جاوے وہ مصرف زکوۃ یعنی محتاج غیر مالک نصاب ہو۔

زکوٰۃ کس تاریخ اور کس مہینہ میں ادا کرنی چاہیئے ؟

(سوال ۶۱۹) زکوۃ کس ماہ اور کونسی تاریخ کو ادا کرنی چاہئے ؟

(الجواب) کچھ تخصیص اور کچھ قید تاریخ و ماہ کی نہیں ہے۔

کیا ادئیگی زکوٰۃ کے کوئی میعاد اور مقدار مقرر ہے ؟

(سوال ۶۲۰) کیا زکوۃ کے روپیہ کے خرچ کرنے کے لئے کوئی میعاد مقرر ہے یا زکوۃ دہندہ کی مرضی پر منحصر ہے کہ خواہ وہ ایک دن میں صرف کر دے یا پورے سال یا سال سے زائد میعاد میں مثلاً فقراء اور مساکین کو پیسہ پیسہ یا کم و بیش کر کے سال بھر کے لئے دے جایا کریں یہ درست ہے یا نہ ؟

(الجواب) وجوب ادائے زکوۃ بعد سال بھر کے ہوتا ہے بس سال گزرنے کے بعد خواہ ایک دفعہ تمام زکوۃ دیدے یا متفرق دیوے درست ہے مثلاً سال کے اندر فقراء کو پیسہ پیسہ دودو پیسہ یا کم وبیش بہ نیت زکوۃ دیا جاوے یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیشگی زکوٰۃ دینا

(سوال ۶۲۱) فرض کریں کہ زکوٰۃ نکالنے کی میعاد ابھی چھ مہینہ بعد ہے اور ہم نے ابھی سے کچھ روپیہ فقراء میں اس نیت سے دینا شروع کر دیا ہے کہ جب حساب کریں گے تو اس میں مجرا کر لیں گے یہ درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) پہلے سے زکوٰۃ دینا جائز ہے یعنی مثلاً سال بھر ابھی نہیں ہوا سال کے اندر ہی فقراء کو بہ نیت زکوۃ کچھ کچھ دیا جاوے یہ جائز ہے بعد سال بھر کے اس کو محسوب کر لیا جاوے۔

اگر کوئی شخص سارے سال صدقہ خیرات کرتا ہے مگر نیت زکوٰۃ کی نہ کرے تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(سوال ۶۲۲) اگر زکوٰۃ کی نیت نہ کی جائے اور جو خیرات یا صدقہ ہم سال بھر تک کرتے رہے ہوں کیا وہ زکوۃ میں مجرا ہو سکتا ہے۔

(الجواب) وہ زکوٰۃ میں مجرا محسوب نہیں ہو سکتا زکوٰۃ کے ادا ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت سے دیا جاوے۔

کیا زکوٰۃ اصل اور سود دونوں پر واجب ہو گی یا صرف اصل پر

(سوال ۶۲۳) کوئی دائن نے مدیون کو پانسو روپیہ سود پر قرض دیا ہے اور اس کو سود سالانہ مثلاً ایک سو روپیہ ہے۔ اب ان روپیوں سے ہر سال بقدر نصاب وصول ہو یا نہ ہو وہ اصل روپیہ اور اس سود کے روپیہ دونوں سے دائن پر زکوۃ لازم اور واجب ہو گی یا فقط اصل روپیہ کی زکوۃ واجب ہے۔

(الجواب) اصل دین کی زکوۃ بعد وصول لازم ہو گی۔

نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں

(سوال ۶۲۴) کیا ماں کے لئے یہ جائز ہے کہ ترکہ شوہر میں جتنا زیور ہو سب اپنے استعمال میں لاوے یا

وں کا حصہ جدا کر دینا ضروری ہے اور اگر ان کا حصہ جدا کیا جاوے تو اس پر زکوۃ آوے گی یا نہیں ؟
الجواب) بچوں کے حصہ کا زیور بیوہ اپنے استعمال میں نہ لاوے۔ محفوظ رکھے اور بچوں کے زیور پر زکوۃ نہیں۔ اور مہر اگر معاف کر دیا تھا تو ترکہ شوہر سے نہ لیوے واللہ تعالیٰ اعلم

گر کوئی صاحب نصاب مقروض اپنا تمام مال وقف کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں ؟

سوال ۶۲۵) اگر کسی شخص کے ذمہ زکوۃ اور کچھ لوگوں کے قرض واجب تھے اس نے اپنا مال سب قف کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ نیز قرض سے سبکدوشی ہوئی یا نہیں ؟
الجواب) وقف کر دینے سے زکوٰۃ و حق العباد واجبہ ادا نہ ہو گی۔ ان کو علیحدہ ادا کیا جاوے۔

حکم ادائے گی زکوٰۃ بذریعہ وکیل

(سوال ۶۲۶) ایک استاد نے اپنے شاگرد کو زکوٰۃ کے واسطے تاکید کی اور مسئلوں سے اس کو آگاہ کیا شاگرد نے زکوۃ حساب کر کے استاد کو دیدی کہ آپ جس کو مناسب سمجھیں دیدیں لیکن شاگرد نے یہ نہیں کہا کہ خواہ آپ لے لیں یا اپنی بیوی کو دیدیں تو اس زکوۃ کے روپیہ کو اگر استاد اپنے خرچ میں لاوے جس حالت میں کہ وہ خود صاحب نصاب نہیں ہے۔
(الجواب) اس صورت میں استاد وکیل ہے۔ اس کا حکم در مختار میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یا زوجہ محتاج کو زکوۃ کا روپیہ دے سکتا ہے اور خود نہیں رکھ سکتا۔ مگر جب کہ اس کو شاگرد نے یہ کہا ہو کہ جس جگہ چاہو اس کو صرف کرو اس صورت مسئولہ میں چونکہ شاگرد نے یہ کہہ دیا ہے کہ جس کو چاہو دو تو استاد کو خود بھی رکھنا درست ہے اور اپنے صرف میں لانا بھی درست ہے۔

حکم ادائے زکوٰۃ بذریعہ وکیل

(سوال ۶۲۷) زید نے کچھ روپیہ اپنے باپ عمر کو اس طرح دیا کہ موضع، ملازمت سے ہمیشہ بطور خرچ ماہوار کے اپنے باپ کو دیتا رہا اور اس کے پاس بھیجتا رہا عمر نے وہ تمام روپیہ خرچ نہیں کیا بلکہ تھوڑا خرچ کیا ور زیادہ باقی رکھا حتی کہ اس کی مقدار زیادہ ہو گئی اور یہ روپیہ عمر نے اس خیال سے بچایا کہ زید (پسر عمر) کے کام آوے گا زید کو جب یہ معلوم ہوا اس نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ کو اس روپیہ کی زکوۃ دینی چاہئے عمر نے کہا کہ یہ روپیہ تمہارا ہے میرا نہیں ہے میں زکوۃ اس کی نہ دونگا۔ پس زید پر اس روپیہ کی زکوۃ واجب ہے یا نہیں ؟ اور اگر زید ادا کر دے تو زکوۃ ادا ہو گی یا نہیں بالتفصیل بیان فرمادیں ؟ والاجر عند اللہ !
(الجواب) زید نے جو روپیہ خرچ ماہواری کے طور سے اپنے باپ عمر کو دیا اور اس کے پاس بھیجا عمر اس کا مالک ہو گیا پھر جو کچھ عمر نے بچایا (اگرچہ اس خیال سے بچایا ہو کہ یہ روپیہ زید کے کام آوے گا) اس کا مالک

عمر ہے اور بقدر نصاب ہو جانے پر بعد سال بھر کے زکوۃ اس کی عمر پر واجب ہے۔ لیکن اگر زید عمر کی طرف سے عمر کی اجازت سے زکوٰۃ گزشتہ زمانہ کی اور آئندہ کی ادا کرے تو درست ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔ زید کو چاہئے کہ عمر کو اطلاع کر دیکہ کہ میں زکوٰۃ اس روپیہ کی زمانہ گزشتہ کی ادا کرتا ہوں اور آئندہ بھی میں ادا کرتا رہوں گا۔ آپ مجھ کو اجازت دید یجئے (۱)

مختلف اموال صدقہ کا حکم

(سوال ۶۲۸) تجارت کا مال گڑ ہے اس کی زکوۃ کس طرح دینا چاہئے۔ (۲) دھان جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اس کی زکوۃ کا کیا حساب ہے؟۔ (۳) زیور میں ہر سال زکوۃ دینا جائز ہے یا ایک دفعہ؟ (۴) جو روپیہ زمین میں مدفون ہے اور اس سے کسی قسم کا نفع نہیں ہے تو اس میں زکوۃ ہے یا نہیں؟ (۵) بیل زراعت کے اور گھوڑا سواری کا اور گائے دودھ پینے کی ان جانوروں میں زکوۃ ہے یا کیا؟۔

(الجواب) گڑ کی قیمت کر کے چالیسواں حصہ زکوۃ دی جاوے یا گڑ ہی زکوٰۃ میں دیدیا جاوے (۲) دھان کی زکوٰۃ دسواں حصہ جو کچھ پیداوار زمین کی ہو اس میں سے دسواں حصہ دیا جاوے (۳) زیور کی زکوٰۃ ہر سال دینا چاہئے)۴ اس روپیہ کی زکوٰۃ ہر سال دینا چاہئے۔ (۵) ان جانوروں کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صدقۂ فطر قربانی کی کھال اور دھان کی زکوۃ کا حکم

(سوال ۶۲۹) جو دھان تجارت وغیرہ کے لئے نہیں ہیں اس میں زکوۃ واجب ہے یا نہیں اور پانسو روپیہ میں زکوۃ ہے یا نہیں؟ بھائی کا فطرہ دوسرے بھائی یا بھتیجے کو جو محتاج ہوں دینا کیسا ہے اور باپ کا فطرہ بیٹے کو دینا جائز ہے یا نہیں قربانی کی کھال کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) دھان جو تجارت کے لئے نہیں ہیں اس میں بے شک زکوٰۃ واجب نہیں البتہ اگر زمین عشری کی پیداوار ہے تو عشر اس میں واجب ہے اور پانسو روپیہ میں زکوٰۃ واجب ہے روپے اشرفی میں نمو حکمی کو قائم مقام نمو حقیقی کے کر کے فقہاء نے ہر حال اس میں زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے ھکذافی عامة الکتب الفقه. بھائی کا فطرہ دوسرے بھائی کو محتاج ہے دینا جائز ہے اور بھتیجے کو بھی دینا جائز ہے۔ باپ کا فطرہ پسر کو جائز نہیں اور قربانی کی کھال قبل از فروخت ہر ایک کو دے سکتا ہے اور بعد فروخت مصرف اس کی قیمت کا فقراء وغیرہ ہیں۔ مانند مصرف زکوٰۃ کے۔

(۱) قال فی التتار خانیه الا اذا وجس الاذن او اجاز لما لکان ای اجاز قبل الدفع الی الفقیر واللہ اعلم ۱۲ ص

پراویڈنٹ فنڈ کے روپیہ پر وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ نہیں

(سوال ۶۳۰)(۱) بعض ملازمتہائے انگلشیہ میں ایک طرز پراویڈنٹ فنڈ کا جاری ہے پراویڈنٹ فنڈ یہ ہے کہ تنخواہ ملازم میں سے ایک مقدار ہر ماہ میں کٹتی رہتی ہے اور روپیہ رقم جمع ہو کر علیحدگی خود ملازم یا در صورت فوت ملازم اس کے ورثہ کو ملتا ہے۔ اس سوال میں خالص بریلی کالج فنڈ کی بحث ہے جس کے قواعد میں ابتدا یہ تھا کہ اگر ملازم چاہے تو پانچ فی صدی اپنی تنخواہ میں سے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کرتا رہے۔ لیکن جبکہ بعض ملازمین نے اس قاعدہ پر اعتراض کر کے پورہ تنخواہ ماہانہ سے رقم وضع ہونے لگی۔ اور اختیار نہیں رہا کہ کبھی وہ حالت ملازمت میں بجز صورت علیحدگی یا فوت ہونے کے رقم مجراشدہ لے سکے۔ یہ رقم مجراشدہ وقتاً فوقتاً الہ آباد بنک میں ہر ملازم کے نام کے آگے تعداد رقم مجراشدہ ششماہی اور سالانہ لکھی جانے لگی اور اس پر منافع دوسرے خانہ میں لکھا جانے لگا۔ اور تیسرے خانہ میں رقم مجراشدہ کے برابر اور لکھی جانے لگی کمیٹی منتظم ملکہ گورنمنٹ کا عطیہ خاص اپنی طرف سے یہ رقم ملازم کالج کے لئے تھی اور ہے یعنی وقت علیحدگی ملازم کے مجموعہ تینوں رقم کے ملنے کا قاعدہ ہوا۔ لیکن رقم مجراشدہ از تنخواہ کے ملنے کا وقت علیحدگی ہر حال میں وعدہ تھا اور ہے پر اپنی رقم عطیہ کے ملنے کو کمیٹی نے اس بات کے ساتھ مشروط کیا کہ وقت علیحدگی ملازم کے اول کمیٹی کی طرف سے رزیلوشن تجویز ہونگے۔ آیا اس ملازم کو رقم عطیہ ملے یا نہیں۔ حکم ہونے پر رقم مذکور عطیہ ملازم کو دی جاوے گی ورنہ نہیں۔ یہ طریقہ پنشن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو بوقت پیری یا علیحدگی ملازم کو امداد دے سکے اور ساتھ میں ایک نوع دباؤ یا لالچ دلانے کی صورت بھی ہے۔ اور ترغیب پروفیسران اور معلمان کالج کے لئے وفاداری گورنمنٹ کی کہ ان کا روپیہ جزو تنخواہ جو جمع ہو کر زائد رقوم ہو کر ہزاروں تک ہو کر کمیٹی کے اختیار وقبضہ میں رہتا ہے اگر وہ وفادار نہ بنیں تو ان رقوم سے ہاتھ اٹھائیں۔ بالجملہ دوم اگست ۱۹۱۵ء کو ایک پروفیسر کو رقم مبلغ ایک ہزار سات سو چون روپیہ چودہ آنہ ایک پائی مجموعہ ہر سہ مدات مذکورہ یعنی رقم مجراشدہ از تنخواہ مبلغ چھ سو نوے روپیہ ورقم سود یا منافع مذکورہ تعدادی دو سو اٹھائیس روپیہ دس آنہ آٹھ پائی ورقم عطیہ از جانب کمیٹی مساوی رقم اول تعدادی سو نوے روپیہ کا بحمدہ تعالی عطا وا اور روپیہ پروفیسر کے ہاتھ میں آگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس رقم پر بعد حولان حول زکوۃ اس کے ذمہ لازم وواجب ہو گی یا سر دست زکوٰۃ سنین ماضیہ کی واجب ہے؟

(الجواب) ہر سہ رقم وصول ہو جانے کے بعد حولان حول ہونے کے بعد زکوٰۃ دیناواجب ہوگا۔ سنین ماضیہ کی زکوۃ کسی رقم کی بھی لازم نہ ہو گی۔ رقم منافع ورقم عطیہ پر عدم وجوب زکوٰۃ ظاہر ہے ابھی ملک مزکی میں ہی نہیں آئی اور رقم مجراشدہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ شان مصاورہ موجود ہے اور اجبار اس کی دلیل ہے اور معرض

---

(۱) اس مسئلہ کی تحقیق امداد المفتین جلد اول میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے قلم سے بھی مفصل مذکور ہے ۱۲ محمد رفیع عثمانی۔

سقوط میں ہونا اس کا مستبعد نہیں۔ والاصل فیه حدیث علیؓ لا زکوة فی مال الضمار (در مختار) قوله حدیث علی کذا عذاه فی الهدایة الی علی و لیس بمعروف وانما ذکره سبط ابن الجوزی فی اثار الصّف عن عثمان و ابن عمر کذافی شرح النقایه لملا علی قاریؒ. شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا زکوٰۃ کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا جائز ہے؟

(سوال ۶۳۱) زکوٰۃ کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر جو اہل مصرف ہو اس کو ارسال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ادائیگی زکوۃ میں کسی قسم کی کراہت تو نہ ہو گی؟

(الجواب) زکوٰۃ کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جس وقت مصرف کا پاس پہنچ جاوے گا اور اس کے قبضہ میں آجاوے گا زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ و صدقۂ فطر کے بعض احکام نیز مالی جرمانہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال ۶۳۲) کھال قربانی سے جو روپیہ مدرسہ میں آئے آیا اس روپیہ سے مدرسین کی تنخواہ دینا یا مدرسہ کی عمارت میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) زکوۃ و صدقہ اور فطرہ عیدالفطر کا روپیہ بھی تنخواہ میں دینا یا عمارت میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) بعض قوموں میں جو پنچایت کی رو سے کسی مجرم پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔ آیا جرمانہ کرنا اور تاوان لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور جرمانہ و تاوان میں جو روپیہ جمع ہو اس کا مدرسہ اسلامیہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا؟۔

(الجواب) قیمت چرم قربانی کا صدقہ واجب ہے۔ فقراء و مساکین کو بلا کسی معاوضہ کے دینا لازم ہے مدرسین کی تنخواہ میں دینا یا عمارت مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے (۲) اور یہی حکم ہے زکوۃ و صدقۃ الفطر کا کہ اس کا بھی تنخواہ مدرسین میں اور عمارت مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ کذافی الدرالمختار والشامی (۳) جرمانہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور اس کو مدرسہ وغیرہ میں صرف کرنا بھی درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے کہ اگر جرمانہ کسی پر کیا ہو تو اس کو اسی کو واپس کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ و عشر کے متعلق چند سوال و جواب

(سوال ۶۳۳) الف کے پاس کچھ زیور چاندی اور کچھ زیور سونے کے ہیں قرض واجب الادا بھی وہ اپنے ذمہ رکھتا ہے چنانچہ زیور چاندی اہلیہ خود $142\frac{1}{2}$ تولہ زیور چاندی دختران نابالغ خود $54\frac{1}{4}$ تولہ زیور سونا اہلیہ خود ۲ رتی ۱۱ ماشہ ۵ تولہ اس کے علاوہ ۸ سادرن سکہ مضروب سونا بھی موجود ہیں دوسرے لوگوں پر معہ سود ۹۷ قرض واجب الاداء بھی لینا رکھتا ہے تقریباً معہ ۱۶۲ کا خود بھی قرضدار ہے یعنی دوسرے لوگوں کا اس پر قرض ہے۔ صورت مذکورہ میں اس پر زکوۃ واجب الاداء کتنی ہے۔ سادرن کی

قیمت محسوب ہوگی یاوزن شامل زیورات سونا ہوگا۔ (۲) الف نے اپنی زمین جوبارانی ہے عمر کو اس شرط پر کاشت کو دیدی کہ کاشت پر تخم جس قدر خرچ ہوگا وہ میں ادا کروں گا اور پیداوار حصہ نصف نصف تقسیم کرلیں لگان سرکاری بھی الف ادا کرتا ہے کل پیداوار زمین بالا سے بائیس من غلہ حاصل ہوا جو نصف حصہ ۱۱ من الف کو ملا اجرت کلیانہ تقریباً ایک من اس کے علاوہ مشترکہ دی گئی۔ گویا کل پیداوار زمین ھذا ۲۳۱ من ہوئی کیا الف پر عشر واجب ہے اور کس قدر ساری پیداوار کا عشر الف مالک زمین ہی ادا کرے یا صرف اپنے اپنے حصہ کا دیں گے یا لگان والی زمین کی وجہ سے عشر ساقط ہو جائے گا؟

(الجواب) چاندی کے زیور کا مجموعہ ۱۹۶۳ تولہ ہوا اور سونے اشرفیوں کی قیمت روپیہ سے کر کے وہ بھی اس میں شامل کیا جاوے اور کل مجموعہ میں سے ۱۶۲ روپیہ جو قرض ہے وہ کم کردیا جاوے جو کچھ باقی ہے اس کی زکوۃ چالیسواں حصہ دیا جاوے اور جو قرض لوگوں کے ذمہ اس کا ہے اس کی زکوۃ بعد وصول ہونے کے واجب الادا ہوگی (۲) زمین عشری میں اگر وہ زمین زراعت پر دی جاوے جیسا کہ صورت مسئلہ میں ہے عشر زمیندار و کاشتکار پر بقدر اپنے اپنے حصہ کے واجب ہوتا ہے اور ایک من جو اجرت میں مشترک صرف ہوا اس کا عشر دونوں پر واجب ہے اور یہ بھی فقہاء نے لکھا ہے کی جو زمین خراجی ہو اس میں عشر واجب نہیں ہوتا۔

زکوۃ وصدقات لینے کیلئے بطور حیلہ اپنی املاک زوجہ کو دیکر فقیر بن جانے کا حکم

(سوال ۶۳۴) اگر غنی برائے زکوۃ گرفتن بعدام وجہ حیلہ سازد چنانچہ مال خود راملک زوجہ وغیرہ سازد مثل ولد صغیر۔ تابایں حیلہ صدقہ بگیرد۔ آیا ایں حیلہ کردن جائز است و صدقہ گرفتن اور احلال می باشد یا نہ؟ واز ذمہ مصدق ساقط می شود یا نہ؟

(الجواب) بدیں حیلہ صدقہ گرفتن اور احلال خواہد اگرچہ این حیلہ مکروہ است لانہ لا زکوۃ علی الواھب اتفاقا لعدم الملك وھی من الحیل. ومنھا ان یحبه لطفله قبل اتمام بیوم (درمختار کتاب الزکوۃ) ودر کراہت وعدم کراہت حیلہ اسقاط زکوۃ اختلاف بین الصاحبینؒ معروف است۔ فی الشامی۔ قال ابو یوسفؒ لا یکرہ لانہ امتناع عن الوجوب لا ابطال حق الغیر و فی المحیط انه الاصح وقال محمدؒ یکرہ واختارہ الشیخ حمید الدین الضریر لان فیه اضرار بالفقراء الی ان قال و قیل الفتوی فی النفقة علی قول ابی یوسف وفی الزکوۃ علی قول محمدؒ و ھذا تفصیل حسن الخ شامی صفحہ ۲۱ ج ۲ واللہ تعالیٰ اعلم

صدقۂ فطر وزکوۃ کا ایک مسئلہ

(سوال ۶۳۵) ایک شخص چند قطعۂ زمین کا مالک ہے اس کی آمدنی اہل وعیال میں صرف کر کے جو کچھ

باقی رہتا ہے وہ مقدار نصاب سے کم ہے اور قیمت ان قطعات کی دس نصاب ہو گی اس پر قربانی اور صدقہ فطر دینا واجب ہے یا نہ ؟ بر تقدیم عدم وجوب اخذ صدقۂ فطر و دیگر صدقات نافلہ وواجبہ جائز است یا نہ ؟

(۲) کونسی زمین عشری اور کونسی خراجی ہے اگر زمین عشری سے خراج سرکاری لے لیا جاوے تو عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہ ؟

(الجواب)و فی التتارخانیة سئل محمد عمن له ارض یزرعها او خانوت یستغلها او دار غلتها ثلثة الاف ولا تکفی لنفقة ونفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکوة وان کانت قیمتها تبلغ الوفا وعلیه الفتوی و عندهما لا یحل. پس معلوم شد کہ موافق قول امام محمدؒ کہ مفتی بہ است صدقۂ فطر و قربانی بر و واجب نیست واخذ زکوٰۃ و صدقۂ فطر وغیرہ اورا حلال است واحوط آں است کہ صدقۂ فطر بدہد قربانی کند وز کوٰۃ و صدقۂ فطر نہ گیرد۔

(۲) اراضی مملوکہ کہ مسلمانان را کہ حال آنہا معلوم نیست احتیاطاً عشری باید شمرد و عشر ازانہا باید داد واز زمین عشری اگر خراج گرفتہ شود عشر ساقط نمی شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصوم

فصل فی رویة الهلال

(مسائل متعلقہ رویت ہلال رمضان و عید)

ہلال عید کی رویت میں شہادت اور اسکی شرائط

سوال ٦٣٦) ہلال فطر کے ثبوت میں نصاب شہادت بحالت غیم وغیرہ کافی ہے یا نہیں عدل شہادت میں شرط ہے یا نہیں۔ بعض کتب میں جو عدل کی تفسیر ترک الکبائر الخ سے منقول ہے فی زماننا وہ معتبر ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہلال فطر کے ثبوت کے لئے بحالت ابر و غبار نصب شہادت و عدالت ضروری ہے۔ کما فی الدرالمختار و شرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة الخ اور شامی میں قبول شہادت مستور درباره صوم کے تشریح میں ہے۔ امامع تبيين الفسق فلا قائل به عندنا الخ و فيه من كتاب القضاء وما فی القنية والمجتبى من قبول ذی المروة الصادق فقول الثانی و ضعفه الكمال بانه تعليل فی مقابلة النص فلا يقبل واقره المصنف اه قلت قدمنا انفا عن البحران ظاهر النص انه لا يحل قبول شهادة الفاسق قبل تعرف حاله فاذا اظهر للقاضی من حاله الصدق و قبله يكون موافقا للنص الخ وقال قبيله و قولهم بوجوب السوال عن الشاهد سرا و علانية طعن الخصم اولافی السائر الحقوق على قولها المفتى به يقتضى الاثم بتركه الخ.

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فاسق ذی جاہ و مروۃ کو مستثنی فرمایا ہے باوجود اس کی تضعیف کے وہ بھی مقید ہے اس حالت کے ساتھ کہ ظن غالب قاضی کو اس کے صدق کا ہو۔ قال ط فان لم يغلب على ظن القاضی صدقه بان غلب كذبه عنده او تساويا فلا يقبلها ای لا يصح قبولها اصلا شامی و فی الدرالمختار. واستثنى الثانی الفاسق ذا الجاه والمروة فانه يجب قبول شهادته بزازيه الى ان قال قلت سيجئى تضعيفه فراجعه الخ قوله (واستثنى الثانی) ای ابو يوسف من الفاسق الذی يا ثم القاضی بقبول شهادته والظاهر ان هذا مما يغلب على ظن القاضی صدقه الخ (شامی ص ۳۰۰ کتاب القضاء)

پس باوجود ان تصریحات کے عدالت شہود منصوصہ کو ساقط الاعتبار کرنا اور فساق کی شہادت کو کافی سمجھنا خلاف نص و مخالف روایات فقہیہ معتبرہ کے ہے۔

رویت ہلال میں خطوط اور تاروں کا اعتبار ہے یا نہیں ؟

(سوال ٦٣٧) بذریعہ خط یا تار اگر خبر رویت ہلال رمضان یا شوال آوے تو اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) خط یا تار کے ذریعہ سے جو خبر رویت ہلال رمضان یا شوال کے آوے وہ شرعاً حجت نہیں ہے اور عمل کرنا اس پر درست نہیں۔ ھکذافی کتب الفقه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رویت ہلال میں خطوط اور تاروں کا اعتبار ہے یا نہیں ؟

(سوال ٦٣٨) رمضان کے روزہ چھوڑنے اور عید کرنے میں تار کا اعتبار ہے یا نہیں۔ ہم نے عربستان میں دیکھا ہے کہ تار کے اعتبار پر عید کر لیتے ہیں۔ سادات دیوبند کا کیا مسلک ہے۔

(الجواب) قواعد شرعیہ کے مطابق تار کا اعتبار اور اس پر اعتبار کر کے روزہ اور عید جائز نہیں ہے۔ بقوله عليه السلام صوموا الرؤيته وافطروا لرؤيته الحديث لیکن اگر قرائن[1] سے صدق اس خبر کا معلوم ہو جائے یا متواتر ہو جائے تو درست ہے۔

روزہ وافطار کی خبر بذریعہ تار وغیرہ کا حکم

(سوال ٦٣٩) خبر افطار ماہ رمضان میں آیا کتاب القاضی الی القاضی کے شرائط ملحوظ ہیں یا نہیں اگر ملحوظ ہیں تو کونسی جزی ہے۔ اور خبر تار کی معتبر ہے یا نہیں ؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار واختلاف المطالع الخ غیر معتبر الخ فلیزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئك بطریق موجب الخ وقال صاحب رد المختار فی شرح قوله بطریق موجب) كان يحتمل اثنان الشهادة او يشهدا على حكم القاضى او يستفيض الخبر الخ فظهر انه لا حاجة الى كتاب القاضى الى القاضى فى اخبار الصوم والافطار وانه ليس بطريق متعين للايجاب.

خبر صوم وافطار میں شرعاً معتبر نہیں ہے۔ لیکن اگر قرائن دیگر بھی موجود ہوں تو مفید عمل ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) رویت ہلال کی خبر جو بذریعہ خط آوے اس میں تو یہ حکم ظاہر ہے مگر تار کی خبر میں چونکہ تار دینے والے کا عادل بلکہ مسلمان ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا اس میں یہ حکم محل تامل ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ تار سے اس جگہ ٹیلی گراف مراد نہ ہو بلکہ ٹیلی فون مراد ہو۔ کیونکہ ٹیلیفون میں بھی بولنے والے کی آواز مثل خط کے پہچانی جا سکتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ اور تفصیل اس مسئلہ کی احقر کے رسالہ کشف االظنون عن الخط والتلفون میں مذکور ہے۔ بندہ محمد شفیع دیوبندی

اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں ؟

(سوال ۶۴۰) اکثر ماہ رمضان و عید الفطر کے چاند میں بوجہ ابر کے ہمیشہ اختلاف رہتا ہے۔ چنانچہ امسال تین آدمی معتبر قاضی علاء الدین و غلام حسین ور مضان علی مقام رائے پور ریاست حیدر آباد دکن سے آئے ہیں اور بیان کیا ہے کہ ۲۹ شعبان کو بروز اتوار رائے پور میں ہم نے چاند رمضان کا دیکھا اور دو شنبہ کو روزہ رکھا اور ۲۹ ہی کا چاند اجمیر میں دیکھا گیا اور یہاں سے قاضی عظیم الدین و منشی علاؤالدین اور چند آدمی دہلی الوداع پڑھنے گئے وہاں جمعہ کو ستائیسویں ہونا بیان کرتے ہیں۔ تو دو شنبہ کا روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں ؟

(۲) عید الفطر کا چاند بوجہ ابر کے سہ شنبہ کو نظر نہیں آیا۔ ۲۹ کے حساب سے منگل کو پورے تیس روزے ہوئے لیکن قصبہ سوجت میں بوجہ ابر کے چاند نظر نہیں آیا اور چونکہ بجائے دو شنبہ کے سہ شنبہ کو پہلا روزہ یہاں رکھا گیا اس حساب سے سوجت والوں کے ۲۹ روزے ہوئے اجمیر، رائے پور والوں کا چشم دید بیان ہے کہ ۲۹ شعبان کو چاند دیکھا جبکہ ۲۹ کے حساب سے ۲۹ رمضان کو تیس روزے ہو گئے عید کرنا چاہئے یا نہیں۔ علاوہ ان کے اخبار وکیل امر تسر نے لکھا ہے کہ ۳ ستمبر کو عید ہے اس وجہ سے اخبار شائع نہ ہوگا۔ چنانچہ چند جگہ سے متواتر خبریں آتی رہیں۔ ایسی حالت میں عید جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) یہ شہادت شرعاً معتبر ہے دو شنبہ کا روزہ ثابت ہو گیا قضا اس روزہ کی لازم ہے۔ (۲) دو شنبہ کے روزہ کے حساب سے جب تیس (۳۰) دن پورے ہو گئے اگرچہ منگل کے روزہ رکھنے والوں کے ۲۹ روزے ہوئے چہار شنبہ کو عید کرنا ضروری ہے۔ دوسرے شہر سے جب معتبر شہادت آجاوے تو اس کا اعتبار کیا جاوے گا۔ لیکن صرف تار یا خط کی خبر کا اعتبار نہیں ہے۔ اگر معتبر گواہ چاند کے دیکھنے والے یا دوسرے شہر کے قاضی و عالم کے حکم کی شہادت لے کر آویں تو ان کی گواہی معتبر ہے روزہ کرنا لازم ہے۔ اختلاف مطالعہ عند الحنفیہ معتبر نہیں ہے۔ اہل مغرب کو اگر چاند نظر آوے اور ثبوت اس کا شرعی طریق سے اہل مشرق کو ہو جاوے تو انہیں بھی روزہ کا افطار لازم ہو جاتا ہے اور رویت اہل مغرب کی اہل مشرق کے لئے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور خط کی خبر پر عمل کرنے کا حکم

(سوال ۶۴۱) ایک شہر میں اور نیز اس کے قرب وجوار میں ۲۹ شعبان یوم شنبہ کو نہایت غلیظ ابر تھا۔ اس روز اس شہر میں اور نیز اس کے قرب وجوار میں چاند نہیں دیکھا گیا اور نہ کہیں سے خبر آئی مجبوراً شعبان کے ۳۰ یوم پورے کر کے اگلے یعنی دو شنبہ کو روزہ رکھا گیا۔ رمضان کے ختم سے دو تین دن پہلے ایک شہر سے جو ایک مہینہ کے راستے سے زیادہ دور تھا یہ خبر بذریعہ خط آئی کہ یہاں ۲۹ شعبان کو ابر تھا مگر دو شخصوں کی شہادت پر رمضان کی پہلی یکشنبہ قرار دی گئی جس کے پاس یہ خط آیا وہ بھی عالم تھے۔ چنانچہ

مکتوب الیہ یہ خط لے کر قاضی شہر کے پاس جو کہ عالم ودیندار ہیں آیا ہے اور کہا ہے کہ اس شخص کو میں خوب جانتا ہوں۔ اور یہ بھی میں پہچانتا ہوں کہ یہ خط اسی شخص کا ہے۔ علاوہ بریں ایک اور جگہ سے آدمی آیا وہ کہتا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی جگہ منگل کی عید کا اعلان کردیا ہے۔لہذا ہمارے نزدیک یکشنبہ کو پہلی رمضان قرار دینے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس حساب سے آج یوم دوشنبہ کو ۳۰ رمضان ہے۔ عید کی نسبت یہ اعلان دینا کہ چاہے آج چاند ہو یا نہو۔ کل عید کا دن ہے اور روزہ حرام ہے۔ قاضی صاحب نے قبل اس کے کہ اپنی رائے کا اظہار کریں شہر کے ایک بڑے مشہور عالم سے کہ جو وہاں کے مفتی بھی ہیں اور شہر کے لوگ ان کو اپنا پیشوا جانتے ہیں مشورہ لیا اور کل کیفیت بیان فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ خبر قابل اعتبار نہیں۔ قاضی صاحب نے بناء علیہ اول تو علماء حنفیہ کا اس میں بڑا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض کے نزدیک اختلاف غیر معتبر ہے مطلقا اور بعض کے نزدیک معتبر ہے۔ اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ جن دو مقاموں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ایسے مقاموں میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے ملزم نہ ہوگی اور اس سے کم میں حکم ایک مقام کا دوسرے مقام کے لئے لازم ہوگا۔ چنانچہ فتاوے تاتارخانیہ میں ہے۔ **اهل بلدة اذا رؤا الهلال هل يلزم فى حق كل بلدة اختلفوا فيه فبعضهم قالو ا لا يلزم فان المعتبر فى حق لهل بلدة رويتهم وفى الخانية لاعبرة باختلاف المطالع وقال القدورى ان كان بين البلد تين تفاوت لا يختلف به المطالع يلزم و ذكر الحلوانى انه صحيح من مذهب اصحابنا انتهى.** اور جامع الرموز میں ہے **اقل ما يختلف به المطالع شهر** اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں **قوله كما ذهب اليه صاحب التجريدوهو الاشبه لان الفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما فى دخول الوقت و خروجه و هذا مثبت فى علم الافلاك والهيئة واقل ما اختلف به المطالع مسير شهر كمافى الجواهر انتهى.** اور صاحب ہدایہ مختار النوازل میں لکھتے ہیں۔ **اهل بلدة صامو التسعة و عشرين يوما بالروية واهل بلدة اخرى صامو اثلثين بالرؤية فعلى الاولين قضاء يوم اذالم يختلف المطالع بينهما واما اذا اختلف لا يجب القضاء انتهى.** اور جن علماء نے مطلقا مطالع کو معتبر سمجھا ہے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ **روى كريب ان ام الفضل بعثته الى معاوية بالشام قال فقد مت الشام و قضيت حاجتها واستهل على شهر رمضان وانا بالشام قريب الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى اخرالشهر فسالنى عبدالله ابن عباس ثم ذكر الهلال متى رأيتهم الهلال فقلت رئيناه ليلة الجمعة فقال انت رئيته فقلت نعم و رأوه الناس وصامو او صام معاوية فقال لكنار ائيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين او نراه فقلت اولا يكتفى بروية معاوية و صيامه قال لا هكذا امرنا رسول ﷺ قال رواه الجماعة الاالبخارى و ابن ماجة منتهى۔** اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مصفی شرح مؤطاء مطبوعہ فاروقی کے ص ۲۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں:-

مسئلہ اگر ہلال دریک شہر دیدہ شدو دیگر شہر تفحص کردند و نہ دید ند اگر آں شہر قریب است لازم است حکم رویۃ ایشاں اگر بعید است لازم نیست۔ حدیث ابن عباس وبقیاس بر مسئلہ فطر و حج کہ در حیثیت منصوص شدہ و بجائے آن است کہ مراد بعد مسافت قصر است وایراد کردہ نہ شود کہ مسافت قصر را بامر ہلال ہیچ تعلق نیست۔ زیراکہ مشروعیہ اکتفاء ہر برویۃ خود از جہت حرج است در تکلیف ماہلاغ اخبار نہ از جہت اختلاف مطالع وعادت قاضیہ است بلوغ اخبار در مواضع قریبیہ پس اگر از آخر شہر یکہ دراں رویت متحقق شد ہر دو مرجگہ شد حکم آں لازم نیست۔

پس ان عبارات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اول بہت سے علماء اختلاف مطالع کو معتبر سمجھتے ہیں اور جو علما اس کے قائل بھی ہیں کہ اہل مشرق کی رویت اہل مغرب کے لئے ثابت ہو جاتی ہے وہ بھی خط اور تار کا اعتبار نہیں کرتے۔ کیونکہ **الخط یشبہ الخط**۔ پس مفتی صاحب نے ان تمام علماء کے اقوال کو پیش نظر رکھ کر غور وخوض کے بعد نہایت نیک نیتی سے یہ رائے دی کہ میرے نزدیک یہ خبریں طریق موجب میں داخل نہیں ہیں۔ اس پر ایک رئیس صاحب اور ان کے مؤید علما نے قاضی صاحب پر نہایت زور دیا کہ آپ ہماری موافق ہو کر اعلان عید پر جو کہ پہلے سے ہی اپنے ہمراہ لکھ کر لائے تھے دستخط کر دیجئے۔ قاضی نے فرمایا کہ جبکہ میرا قلب اور اجتہاد اس بیان پر اطمینان نہیں لاتا تو میں کیسے آپ کے موافق ہو کر زبردستی دستخط کر دوں۔ یہ معاملہ دینوی نہیں ہے جو آپ کی خاطر سے آپ کے متفق ہو جاؤں۔ قیامت کے روز مجھ سے بازپرس ہو گی اس کا بار میری گردن پر رہے گا۔ جب رئیس اور ان کے مؤیدین نے نہایت زور دیا تو قاضی صاحب نے فرمایا کہ آپ صاحبوں کی رائے ہے تو آپ خود اعلان کر دیں تو آپ کی مخالفت نہ کرونگا مگر دستخط نہیں کروں گا۔ رئیس اس پر خفا ہوئے۔ حتی کہ باوجود افطاری کے وقت ہو جانے کے افطاری کھانے سے بھی انکار کر دیا۔ اور قاضی کو مضرت پہنچانے کو تیار ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ (۱) قاضی کا اپنی تحقیقات اور اجتہاد کے موافق ان حضرات کے نہ ہونا اور ان کا خفا ہونا اور مجبور کرنا اور بغض رکھنا کیا کوئی رئیس یا عالم شہر کے قاضی یا مفتی کو اس کی تحقیقات کے خلاف رائے دینے پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا رمضان و عید میں خط کا بالکل اعتبار نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو وہ کونسی صورتیں اور طریقے ہیں کہ جن سے خط کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ محض کسی کا یہ کہہ دینا کہ میں کاتب کے خط کو پہچانتا ہوں کافی ہے یا نہ۔ اگر ہے تو کیوں۔ کیونکہ کلام تو اسی خط میں ہے جو کہ مکتوب الیہ کاتب کے خط کو پہچانتا ہو۔ اور جب پہچانتا ہی نہ ہو گا تو وہاں تشابہ ہی نہ ہو گا؟

(الجواب) **اقول و باللہ التوفیق**۔ یہ امر ظاہر ہے اور کتب حقہ سے ثابت ہے کہ حالت ابر و غبار میں ایک شخص عادل یا مستور کی گواہی سے بھی رمضانیت ثابت ہو جاتی ہے پس دو عادل یا مستور کی گواہی سے رمضانیت بدرجۂ اولی ثابت ہو گئی۔ اور یہ ہی مسلم ہے کہ صحیح اور مختار مذہب کے موافق اختلاف مطالع ہلال صوم و فطر میں معتبر نہیں۔ اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ اور جبکہ

معتبر و راجح اور ظاہر الروایت و مفتی بہ عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے تو پھر اس میں بحث کرنا ہم مقلدین کے لئے بے موقع ہے کیونکہ فقہا محققین کی توضیح اس کے بارہ میں ہمارے لئے کافی حجت ہے۔ در مختار میں ہے۔ والاختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب و علیه اکثر المشائخ .و علیه الفتوی بحر عن الخلاصه و فی ردالمحتار للشامی اوظاهر الروایة الثانی وهو المعتمد عندنا و المالکیة والحنابلة متعلق الخطاب عاما فی حدیث صوموا لرویته الخ البتہ اہل مغرب کی رویت اہل مشرق کے لئے ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اہل مشرق کو طریق موجب سے اہل مغرب کی رویت محقق ہو جائے اور طریق موجب کی تشریح ردالمحتار میں اس طرح کی گئی ہے کہ دو شاہد اگر دوسرے شہر کی روایت کو بیان کریں یا وہاں کے عالم و قاضی کے حکم کو دو شاہد بیان کریں یا خبر اس شہر کی عام و مستفیض ہو جائے۔ صورت مسؤلہ میں بظاہر ان ہر سہ امور میں سے کوئی امر نہیں پایا گیا اس لئے قاضی صاحب کا اس پر حکم رمضانیت نہ کرنا موافق شریعت کے ہے۔ اعتراض ان پر بے موقع ہے اور مجبور کرنا غیر مناسب ہے۔ باقی جن حضرات نے اس خط کو معتبر مان کر اس پر حکم کیا وہ بھی صحیح ہے۔ کیونکہ جن مواقع میں تزویر کا گمان نہ ہو وہاں فقہاء نے خط کو معتبر مانا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ باہمی خط و کتابت میں احتمال تزویر بہت بعید و ضعیف ہے شامی جلد رابع کتاب القاضی الی القاضی میں اس کی تصریح ہے۔ قال فی الفتح من الشهادات ان خط السمسار والصراف حجة للعرف الجاری به قال البیری هذالذی فی غالب الکتب حتی المجتبی فقال فی الاقرار واما خط البیاع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم یکن مصدرا معنونا یعرف ظاهرا بین الناس و کذلك ما یکتب الناس فیما بینهم یجب ان یکون حجة للعرف. الخ

اور اس سے پہلے شامی میں یہ بھی ہے کہ خط کا غیر معمول بہ یا غیر معتمد ہونا قضاء کے اعتبار سے ہے یعنی قاضی اس پر حکم نہ کرے گا وقت منازعت۔ نہ یہ کہ مطلقا غیر معتبر ہے۔ وفی الاشباه لایعمل بالخط در مختار. قال الشامی عبارة الاشباه لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیه خطوط القضاة الماضیین الخ قال البیری المراد من قوله لا یعتمد ای لا یقضی به عندالمنازعة لان الخط مما یزوروبفتعل الخ و ذکر العلامة العینی فی شرحه علی الاشباه ان للشارح العلامة الشیخ علاء الدین رسالة قال لها بعد نقله فی الاشباه ان ابن شحنة وابن هبان جزما بالعمل بدفتر الصراف و نحوه لعلة الامن عن التزویر کما جزم به البزازی والسروجی وقاضی خان.

الحاصل جس جگہ تزویر سے امن ہے وہاں پر خط پر عمل کرنے کو فقہا نے لکھا ہے پس جس کسی کے نزدیک خط معروف ہو اور تزویر سے مامون۔ وہ اس پر عمل کر سکتا ہے۔ لہذا ان لوگوں پر بھی کچھ اعتراض نہیں ہے جنہوں نے بوقت مذکورہ خط پر عمل کیا۔

(۲) جب کہ یہ امر محقق ہوا کہ بصورت امن عن التزویر خط کا اعتبار ہے اور وہ معمول بہ ہے تو اگر کوئی

عالم یا قاضی یہ لکھ کر بھیجے کہ میرے سامنے شہادت معتبرہ رویت ہلال کے گزری اور میں نے اس کو قبول کر لیا اور اس پر حکم کر دیا تو جو لوگ اس کے خط کو پہچانتے ہوں یا قرائن سے معلوم ہو کہ اس کا خط ہے کوئی وجہ تزویر و دھوکہ دہی نہیں ہے تو ان لوگوں کو اس پر عمل کرنا جائز ہے اور گویا اس عالم نے ان کے سامنے بیان کر دیا کہ میں نے ایسا حکم کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

متعلق ہلال رمضان

(سوال ۶۴۲) رویت ہلال رمضان ۱۳۳۲ھ در ہندوستان و کشمیر بروز جمعہ شب شنبہ واقع است مفتیان شرع بر آں فتوی دادہ است الا فرقہ ایست کوہستانی رویت ہلال مذکور بروز پنجشنبہ شب جمعہ ثابت می کند۔ باخبار غیر ثقہ بعض می گویند کہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ، چنان است کہ جمعہ فرض است بر مسائل فقہ عمل نہ کنند چوں بفتوی صدر ۲۹ صیام مطلع صاف بود۔ اکثر مردمان رویت ہلال نہ کردہ اند۔ البتہ ۳۰ صیام روز یکشنبہ چونکہ مطلع صاف بود عموماً رویت کردہ دوشنبہ عید نمودہ اند آں فرقہ کہ جمعہ قرار دادہ اند بلحاظ آں بلا رویت ہلال عام مسلمانان بروز یکشنبہ از جماعتی یکے مفتی شدہ فتوی افطار داد و عید نمودہ اند۔ چنانچہ بیان یک کس ملفوف ھذا ارسال است کہ می گویند قبل از زوال رویت ہلال بروز یکشنبہ کردہ ہماں وقت عید نمودیم۔ دریں باب آنہار اقضائے روز یکشنبہ است یا کفارہ مع القضاء فتوی ہمچو ایں مفتی دریں باب نافذ است یا نہ۔ فقط اس شخص کا بیان یہ ہے کہ ہم نے بروز یکشنبہ قبل از زوال بوقت چاشت چاند دیکھا اسی پر عید کی۔ اور ہم چاند دیکھنے والے تقریباً بیس آدمی تھے؟

(الجواب) باخبار غیر معتبرہ یا رویت ہلال در نہار و رویت ہلال شب گزشتہ ثابت نمودہ نہ شود۔ پس اعتماد کردن بریں دلائل ضعیفہ و عید کردن بروز یکشنبہ بلا رویت ہلال در شب آں حرام و معصیت است و بر مفطر ان قضائے آں روزہ لازم است۔ **اما الکفارۃ فلا لاختلاف الامام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ فیما قبل الزوال.** ولیکن اگر بعد ازاں رویت ہلال شوال بروز شنبہ بعد الغروب یعنی در شب یکشنبہ از جائے ثابت شود۔ پس بسبب آنکہ اختلاف مطالع معتبر نیست۔ قضائے روزہ یکشنبہ ساقط شود۔ چنانچہ دریں جا ہمیں قصہ پیش آمدہ است کہ موافق رویت ایں بلد بروز دوشنبہ عید کردہ شد۔ یعنی بعد صیام سہ (۳) روز بعد ازاں محقق شد کہ در بعض بلاد رویۃ ہلال شوال بروز شنبہ شدہ است و بروز یکشنبہ عید کردہ شد و از بینند گاں ہلال ثقہ و معتبر اندازہ بندہ نیز ملاقی شدہ اند و بیان کردہ اند و در چند جا ہمیں قصہ پیش آمد۔ لہذا عید یکشنبہ ثابت شد و آنانکہ بلا حجت شرعیہ بروز یکشنبہ افطار صیام کردہ عید کردہ بودند۔ قضائے صوم از ایشاں ساقط شد و حساب تقویم و یا حساب اہل ہنود بود و یا اول رمضان الماضی خامس رمضان الاتی و یا رابع رجب غرہ رمضان و نحواں ہیچک قابل اعتبار نیست و بارہا ایں حسابات را در عمر خود غلط یافتم و علی ہذا ہر کس کہ بروز یکشنبہ بریں بناء عید کردہ سعید نبودہ الا آنکہ حسب اتفاق در بعض بلاد ہند حسب رویت عید

بروز یکشنبہ ثابت شدہ نظر بر اں از شخص مذکور قضاء ساقط است۔ نہ بوجہ صحیح بودن خیال آں کس بلکہ حسب اتفاق ہمیں عام رویۃ بالنہار لیلۃ مطلقا علی المذهب (در مختار قوله و رویة بالنهار الخ ای سواء روی قبل الزوال او بعده) و قوله علی المذهب ای الذی هو قول ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالى الى ان قال والمختار قولهما شامی.
پس بوقت چاشت چاند دیکھنے سے اس روز عید کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہلال عید کی شہادت کے بارے میں

(سوال ۶۴۳) رمضان شریف کی ۲۹ تاریخ کو باوجود مطلع صاف ہونے کے چاند نظر نہ آیا مگر شب کو ایک گاؤں کے چار آدمیوں نے آکر بیان کیا کہ ہم نے چاند بچشم خود دیکھا ہے۔ اور امام مسجد نے بیان کیا کہ اعتکاف میں جب چاند دیکھنے کی خبر مجھ کو ملی تو میں نے فوراً دیکھا اول چاند کی جھلکی مجھ کو معلوم ہوئی مگر بادل آجانے سے مجھ کو چاند نظر نہ آیا۔ شہادت مذکورہ پر روزہ افطار کرنا اور عید کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جن لوگوں نے عید نہیں کی وہ گنہگار ہیں یا نہیں اور روزہ افطار کرنے والوں پر روزہ کی قضا آوے گی یا نہیں۔ اور جن لوگوں نے پہلے روز عید پڑھ لی ان کو دوسرے روز کی عید میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر مطلع پر کچھ ابر تھا جیسا کہ امام مسجد وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اکثر جگہ ۲۹ رمضان کو باوجود آسمان صاف ہونے کے مطلع پر کچھ ابر تھا تو شہادت مذکورہ پر عید کرنا اور روزہ افطار درست ہے اور جن لوگوں نے کسی شبہ کی وجہ سے عید نہیں کی ان پر بھی کچھ گناہ نہیں اور روزہ افطار کرنے والوں پر روزہ کی قضا نہیں ہے۔ پہلے دن عید پڑھنے والوں کو دوسرے دن کی عید میں شریک ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رویت ہلال رمضان کے متعلق

(سوال ۶۴۴) فرقہ قلیلہ لیکن ثقہ روز پنجشنبہ ہلال دیدہ روزہ نخستین داشت پس بعد تمام سی روز بہ یکشنبہ عید نمود فرقہ ثانیہ بہ شنبہ روزہ اول داشت و روز دو شنبہ عید کردہ تخطیہ فرقہ اولی کہ ہر دو وقت بہ رویت ہلال مثبت روزہ است می کند کہ روزہ و عید شما ہر دو بر خطاست۔ پس دریں صورت صواب چیست و بر خطا کیست و حکم روزہ یکشنبہ پسیں چیست و بر مفطر ان جمعہ اول قضاء است یا نہ؟

(الجواب) ہرگاہ رویت ہلال رمضان بروز پنجشنبہ برویت ثقاء ثابت شد و سی روز تمام کردہ بروز یکشنبہ عید کردہ شد تخطیہ فرقہ اولی روا نیست و روزہ یکشنبہ پسین کسانے را کہ رویۃ پنجشنبہ نزد اوشاں ثابت شد روا نیست و افطار جمعہ اولی حق اوشاں جائز نیست و قضاء آں روزہ لازم ست ولیکن واضح باد کہ رویۃ نہار را

اعتبار نیست۔ مثلاً اگر بروز جمعہ ہلال دیدہ شد آں ہلال شب آئندہ است نہ شب گزشتہ دریں صورت روزہ جمعہ اولی درست نیست بلکہ بروز شنبہ یکم رمضان خواہد شد و ہمچنیں حساب معروفہ کہ چہارم رجب یکم رمضان است مثلاً ایں حساب ہم قابل عمل و قابل اعتبار نیست۔ چوں معلوم شدہ بود کہ در بعض بلاد کشمیر ایں امر ہم محل نزاع شدہ است ازیں وجہ چند کلمہ متعلق آں تحریر کردہ شدہ۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہلال رمضان وعیدین کے متعلق مختصر تحقیق

(سوال ٦٤٥) ایک مولوی صاحب کے روبرو چار شہادتوں سے ثابت ہوا کہ پنجشنبہ کو تیسویں رمضان ہے بناءًا مولوی صاحب موصوف نے حکم دیا کہ روز جمعہ عید فطر کریں اور جن لوگوں نے پنجشنبہ سے ابتداء صوم کی ہے ایک روزہ قضاء رکھیں زید نے اس حکم کی مخالفت کی۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقةافطروا باخبار عدلين للضرورة الى ان قال و قيل بلا علة اى بهلال الصوم والفطر الخ (شامی) جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبر هم وهو مفوض الى راى الامام من غير تقدير بعد د على المذهب و عن الامام انه يكتفى بشاهدين واختاره فى البحر و صحح فى الاقضية الاكتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او كان على مكان مرتفع واختاره ظهير الدين الخ وقال الشامي واعتمده فى الفتاوى الصغرى ايضا وهو قول الطحاوى. الخ الغرض شامی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر قرائن سے صدق خبر مظنون ہو تو اس پر بھی عمل کر سکتے ہیں۔ و غلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صر حوابه شامی وقال قبله والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع اوروية القناديل من المصر لانه علامةظاهرة تفيد غلبة الظن. الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثبوت ہلال کے بارہ میں قواعد ریاضیہ شرعاً معتبر نہیں

(سوال ٦٤٦) ایک مضمون مولوی نظام الدین صاحب کا اخبار ہمدم میں چھپا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسلمان اگر علم ہیئت سیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ الشمس والقمر بحسبان کی کس قدر تصدیق ہوتی ہے پنجشنبہ ۵ جولائی ۱۷ء کو ۸ ۹۰ دقیقہ ۳ گھنٹہ پر قبل ظہر جس وقت چاند گرہن تھا اس وقت عمر قمر کی چودہ روز سے زائد تھی اور اس روز یکم رمضان ۳۵ھ میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ غرہ رمضان المبارک میں بوجہ عدم رویۃ کے فرضیت صوم نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن ہلال اور بدر کے مشاہدہ سے کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ جمعہ ۲۰ جولائی کو ۳۰ رمضان المبارک ہے اور اس روز اگر مطلع صاف نہ ہو تو رویت کی

حاجت، نہیں ہے۔ بلحاظ علم ہیئت اور مشاہدہ شنبہ ۲۱ جولائی ۷ اء کو غرہ شوال ۵ ۳ھ ہونا لازم ہے۔ اور اس روز صوم شنبہ حرام ہے ؟

(الجواب)قال فی الدر المختار ولا عبرة بقول الموقتين ولو عدو لا على المذهب قال فی الوهبانية وقول اهل الترقيت ليس بموجب و قيل نعم الخ وفی الشامی عن المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه وفی النهر فلا يلزم بقول الموقتين انه ای الهلال يكون فی السماء ليلة كذا الخ ص ۹۲ ج ۲ شامی.

پس معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ تحریر مذکور فی السوال صحیح نہیں ہے اور بدوں رویۃ و شہادۃ معتبرہ کے جمعہ کو جو کہ ۲۹ رمضان ہے چاند تسلیم نہ ہوگا اور شنبہ کو عید نہ ہوگی۔ البتہ اگر جمعہ کو حسب قاعدہ گواہی رویۃ کی گزر گئی تو شنبہ کو عید ہوگی ورنہ نہیں۔

غرض یہ ہے کہ جمعہ کو ۲۹ رمضان شریف ہے جو قاعدہ ۲۹ تاریخ کا ہے وہی یہاں بھی جاری ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم۔

عادل گواہ کی گواہی سے جب رمضان ثابت ہو جائے تو تیس روزے پورے کرنے کے بعد افطار واجب ہوتا ہے

(سوال ٦٤٧)دو شخص عادل کی شہادت پر روزہ ماہ رمضان کا رکھا گیا بعد تیس روز کے افطار واجب ہے یا کہ جائز اور یہ عبارت در مختار بعد صوم ثلاثين بقول عدلين حل الفطر۔ حل الفطر کا مفاد وجوب ہے یا کہ جواز ؟

(الجواب)جب کہ رمضان شریف کا روزہ عادلین کی شہادۃ پر رکھا گیا اور تیس تاریخ کو ابر و غبار ہے تو افطار بعد تیس دن کے واجب ہے اور مفاد حل الفطر کا اس صورت میں وجوب ہے۔ قال الشامی والحاصل انه اذاغم شوال افطر اتفاقا اذاثبت رمضان بشهادة عدلين فی الغيم او الصحوا الخ اور در مختار کی اس عبارت سے کچھ پہلے جاز لهذا القاضی ان يحكم بشهادتهماواقع ہے اس پر در مختار نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جازوجوب کی منافی نہیں(كما قوله جاز)الظاهر ان المراد با لجواز الصحة فلا ينافی الوجوب تامل الخ.

ثبوت ہلال کا مدار رویت و شہادت پر ہے

(سوال ٦٤٨) یہاں پر شہادت چاند دیکھنے کی گزری لیکن چاند گہن کے حساب سے یہ تاریخ چاند گہن کی نہیں ہوسکتی۔ ؟

(الجواب)جب کہ بجنور میں شہادت معتبرہ چاند دیکھنے کی گزر گئی ہے تو وہاں جمعرات کے روز یکم رمضان

شریف مقرر ہو گئی وہاں کے حساب سے جمعہ کو تیس رمضان شریف کی ہو گی اگر، کسی وجہ سے چاند نظر نہ آوے تو شنبہ کو عید کرنا وہاں ضروری ہے اور یہ خیال غلط ہے اور کسی جگہ سے خبر نہیں آئی یا چاند گہن چودہ شب کو ہوا کرتا ہے۔ باقی یہ ضرور ہے کہ ان گواہوں کو دیکھ لیا جاوے کہ فاسق خلاف شرع تو نہیں ہیں عادل اور مستور کی شہادت اس بارہ میں معتبر ہے۔ مستور کا مطلب یہ ہے کہ اس کا فاسق ہونا و خلاف شرع ہونا وغیرہ معلوم نہ ہو مثلاً نمازی ہو داڑھی خلاف شرع نہ ہو وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الجواب صواب) اور جب شہادت معتبرہ سے ہلال صوم ثابت ہوا ہے تو اب تیس دن کے بعد بحالت صحو بھی اگر چاند نہ دیکھے تو عید لازم ہے۔ کذا فی الدر المختار واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ۔

ہلال رمضان و عیدین کیلئے گوہوں کی تفصیل

(سوال ۶۴۹) رویت ہلال رمضان و شوال و ذی الحجہ میں بحالت ابر شہادت کے لئے کیسے اشخاص کی ضرورت ہے۔ عادل یا غیر عادل کسی مقام پر عادل گواہ موجود نہ ہوں تو غیر عادل کی شہادت معتبر ہو گی یا نہیں۔ فی زمانہ بوجہ کثرت فسق و فجور کس طرح پر عمل کیا جاوے۔ بحالت ابر اگر چند فاسق رویت کی شہادت دیں تو کیا ان کی شہادت معتبر سمجھی جاوے گی۔ ایک شہر کے رویت دو شہر کے واسطے ملزم ہے یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار و قبل بلا دعوی الخ للصوم مع علة کغیم و غبار خبر عدل او مستور علی ما صححه البزازی علی خلاف ظاهر الروایة لا فاسق اتفاقا و هل له ان یشهد مع علمه بفسقه قال البزازی نعم ر بما قبله الخ و شرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة و لفظ اشهدثم قال و هلال الاضحی و بقیة الاشهر التسعة کالفطر علی المذهب الخ. اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہلال رمضان کے بارے میں بصورت ابر وغیرہ ایک عادل یا مستور کی گواہی کافی ہے اور عید الفطر و ذی الحجہ میں ہلال کے لئے دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں یہ بھی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فاسق بھی گواہی دیدے کیونکہ ممکن ہے کہ قاضی حسب قول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شہادت کو مسموع کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر قرائن صدق گواہ قاضی کے نزدیک محقق ہوں تو وہ قاضی فاسق کی گواہی بھی قبول کر سکتا ہے۔ اور اس پر حکم کر سکتا ہے۔ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں کے لئے بھی لازم ہے جب کہ دوسرے شہر والوں کی رویت اس شہر والوں کے نزدیک محقق ہو جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

معتبر گواہوں کی شہادت کے مطابق فیصلہ کرنے کے بعد گواہوں کا فاسق ہونا ظاہر ہوا

(سوال ۶۵۰) ایک شہر میں چند عالم ہیں ان میں سے ایک کے نزدیک بعد تزکیہ و توثیق رویت ہلال کے گواہوں کی عدالت ثابت ہو گی اور ان کی گواہی کی بناء پر اس نے حکم صوم یا افطار کر دیا پس اگر دس بیس روز کے بعد گواہوں کا فسق ثابت ہو جائے تو وہ حکم و فتوی بھی باطل ہو جائے گا یا نہیں ؟

(الجواب) پہلا فتوی اور حکم باطل نہ ہوگا۔ **کما فی القضاء بشهادة فاسق فانه ينفذ.**

رویت ہلال میں مستور الحال کی شہادت

(سوال ۶۵۱) آج یوم شنبہ برویۃ ہلال عید ہوئی۔ رویۃ ہلال رمضان و عید میں مستور الحال کی شہادت معتبر ہے یا نہیں۔ مثلاً بے نمازی ہو، روزہ قصداً نہ رکھنا، سود خوار، جھوٹی شہادت عدالت میں دینے والا اگر مستور الحال ہو تو کیا اس احوال کی تفتیش کی جاوے۔

(الجواب) رویۃ ہلال رمضان و عید میں مستور الحال کی گواہی معتبر ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ فسق گواہ کا ظاہر نہ ہو یعنی بے نمازی نہ ہو خلاف شرع امور کا مرتکب نہ ہو۔ بس جب کہ ظاہر حال گواہ کا یہ ہو کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں ہے تو گواہی اس کی بلا تحقیق حال، قبول کر لینا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تار کی خبر رویت ہلال میں تنہا معتبر نہیں۔

(سوال ۶۵۲) تار کی خبر پر بعض لوگوں نے روزہ توڑ دیا ہے ان کا یہ فعل کیسا ہے ؟

(الجواب) بلا تحقیق وبدوں شہادت شرعیہ کے محض تار کی خبر پر روزہ توڑنا اور عید کرنا جائز نہ تھا۔ لیکن چونکہ جمعہ کی رویۃ اور شنبہ کی عید محقق ہو گئی ہے۔ اور بہت جگہ سے رویۃ کی خبریں آئیں دیوبند میں بھی رویۃ ہوئی اس لئے اب ان لوگوں پر جنہوں نے شنبہ کو روزہ نہ رکھا اور عید کر لی کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ تار کی خبر تنہا معتبر نہیں ہے۔ لیکن اگر قرائن سے صدق اس کا محقق ہو تو عمل کرنا اس پر درست ہے ایک جگہ کی رویۃ سب جگہ معتبر ہے اگر ثابت ہو جاوے جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اہل مشرق کی رویۃ اہل مغرب کے لئے لازم ہو جاتی ہے اگر ان کو ثبوت اس کا پہنچ جاوے **والصلوة خلف كل بر و فاجر جائزة. والله تعالىٰ اعلم**

ثبوت ہلال کے بارہ میں قواعد ریاضیہ شرعاً معتبر نہیں

(سوال ۶۵۳) ایک مضمون مولوی نظام الدین حسن صاحب کا اخبار ہمدم میں چھپا ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے۔ مسلمان اگر علم ہیئت سیکھیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ الشمس و القمر بحسبان کی کس قدر تصدیق ہوتی ہے۔ پنجشنبہ ۵ جولائی ۱۷ء کو ۸-۹ دقیقہ ۳ گھنٹہ پر قبل ظہر جس وقت یعنی چاند گرہن تھا اس وقت عمر قمر کی چودہ روز سے زائد تھی اور اس روز ۱۰ رمضان ۳۵ھ میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے غرہ رمضان المبارک میں بوجہ عدم رویت کے فرضیت صوم نہیں ہو سکتی تھی لیکن ہلال اوربدر کے مشاہدہ سے کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ جمعہ ۲۰ جولائی کو ۳۰ رمضان المبارک ہے اور اس روز اگر مطلع صاف نہ ہو تو رویت کی حاجت نہیں ہے۔ بلحاظ علم ہیئت اور مشاہدہ شنبہ ۲۱ جولائی ۱۷ء کو غرہ شوال ۳۵ھ ہونا لازم ہے۔ اور اس روز صوم شنبہ حرام ہے۔

(الجواب) قال فی الدرالمختار ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذهب قال فی الوهبانیۃ و قول اهل التوقیت لیس بموجب و قیل نعم الخ و فی الشامی عن المعراج لا یعتبرقولهم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه وفی النهر فلا یلزم بقول الموقتین انه ای الهلال یکون فی السماءِ لیلة کذا الخ ص ۹۲ ج ۲ شامی۔ پس معلوم ہوا کہ عندالحنفیہ تحریر مذکور فی السوال صحیح نہیں ہے اور بدوں رویۃ و شہادۃ معتبرہ کے جمعہ کو جو کہ ۲۹ رمضان ہے چاند تسلیم نہ ہو گا اور شنبہ کو عید نہ ہو گی۔ البتہ اگر جمعہ کو حسب قاعدہ گواہی رویۃ کی گزر گئی تو شنبہ کو عید ہو گی ورنہ نہیں۔ غرض یہ ہے کی جمعہ کو ۲۹ رمضان شریف ہے جو قاعدہ ۲۹ تاریخ کا ہے وہی یہاں بھی جاری ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رویت ہلال میں مستور الحال کی شہادت معتبر ہے

(سوال ٦٥٤) آج یوم شنبہ برویۃ ہلال عید ہوئی رویۃ ہلال رمضان و عید میں مستور الحال کی شہادت معتبر ہے یا نہیں مثلاً بے نمازی ہو، روزہ قصداً نہ رکھنا، سود خوار، جھوٹی شہادت عدالت میں دینے والا۔ اگر مستور الحال ہو تو کیا اس کے احوال کی تفتیش کی جاوے ؟

(الجواب) رویۃ ہلال رمضان و عید میں مستور الحال کی گواہی معتبر ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ فسق گواہ کا ظاہر نہ ہو یعنی بے نمازی نہ ہو خلاف شرع امور کا مرتکب نہ ہو بس جب کہ ظاہر حال گواہ کا یہ ہو کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں ہے تو گواہی اس کی بلا تحقیق حال قبول کر لینا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فیما یفسد الصوم و ما یکره للصائم

روزہ میں سہوا کھالینے کے بعد عمداً کھانا موجب کفارہ ہے یا نہیں

(سوال ٦٥٥) اگر کسی شخص نے سہوا کوئی چیز کھائی روزہ رمضان میں بعد کو اس نے خیال کیا کہ اب روزہ تو ٹوٹ گیا افطار کر لینا چاہئے۔ بعد کو اس نے افطار کر لیا عمداً۔ آیا اس میں اس کو فقط قضا آئے گی یا کفارہ بھی۔ علی هذا القیاس مستمنی بالید عمدا کو بھی قضا آئے گی۔ فقط یا کفارہ بھی۔

(الجواب) اول صورت میں صرف قضا لازم ہے۔ کفارہ واجب نہیں۔ در مختار میں ہے۔ او اکل نا سیا الخ فظن انه افطر فاكل عمدا قضی فقط فی الصور کلها علی ہذا مستمنی بالید پر بھی صرف قضا لازم ہے نہ کفارہ۔ او استمنی بكفه فانزل در مختار۔ واللہ اعلم

روزہ کے فدیہ کا حکم

(سوال ٦٥٦) زندگی میں روزہ کا فدیہ کون شخص دے سکتا ہے اور اس کے لئے کیا شرائط ہیں ؟

(الجواب) شیخ فانی ہر روز کا فدیہ مثل فطرہ کے دیوے اور شیخ فانی وہ بوڑھا ہے جو کسی طرح روزہ نہ رکھ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(سوال ٦٥٧) اس موسم گرما میں جب کہ ۱۸ گھنٹے روزہ رکھنا پڑے تو کیا روزہ کی عوض کفارہ اناج دیدیا جاوے بلا عذر بیماری کے ؟

(الجواب) روزہ ہی رکھے فدیہ دینا بلا عذر کے صحیح نہیں ہے۔ اگر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے رمضان شریف میں روزہ نہ رکھا تو قضاء اس کی بعد میں کرے۔ فدیہ اس کو بھی دینا جائز نہیں فدیہ خاص شیخ فانی کے لئے ہے۔ فی الدرالمختار و للشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر و یفتدی وجوبا الخ.وفی الشامی عبارة الکنز وهو یفدی فقط اشارة الی انه لیس علی غیره الفدیة. واللہ اعلم.

اگر ملاعبت سے انزل ہو جائے تو کفارہ واجب نہیں

(سوال ٦٥٨) اگر عورت سے ملاعبت کے وقت بلا دخول روزہ کی حالت میں انزال ہو جائے تو کفارہ واجب ہے یا قضاء ؟

(الجواب) اس صورت میں صرف قضاء لازم آوے گی۔ کفارہ لازم نہیں ہے۔ در مختار میں ہے۔ او استمنی بكفه او بمبا شرة فاحشه الخ قضی. در مختار۔ اور باقی دن میں کھانے پینے سے رکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سحری کھاتے ہوئے صبح صادق ہو گئی پھر بھی کھاتا رہا تو قضا آوے گی یا کفارہ ؟

(سوال ۶۵۹) ایک شخص نے نیت روزہ رمضان کی شب کو کرلی جس وقت سحری کھانے لگا صبح صادق ہو گئی۔ اور اذان ہو گئی اس نے خیال کیا کہ اذان ہو گئی روزہ نہیں ہوا۔ قصداً کھانا کھالیا۔ اس صورت میں اس کے ذمہ کفارہ لازم آوے گا یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں اگر واقعی صبح صادق ہو گئی اور اذان وقت پر ہوئی تو کفارہ لازم نہ ہوگا

کفارہ صوم کے بارے میں

(سوال ۶۶۰) ایک شخص غنی ہے اور اس کے ذمہ کفارہ کے روزے آتے ہیں وہ متواتر روزے نہیں رکھ سکتا۔ اس صورت میں یہ کفارہ مال سے ادا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس کو روزہ ہی رکھنا چاہئے باوجود استطاعت روزہ کے اطعام درست نہیں۔ **فان لم یستطع فاطعام ستین مسکینا. الایة**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق کی گواہی سے رویت رمضان ثابت ہو جائے تو افساد صوم سے کفارہ لازم ہوگا

(سوال ۶۶۱) **ولو شهد فاسق و قبلها الامام وامر الناس بالصوم فافطر هو او واحد من اهل بلدة قال عامة المشائخ یلزمه الکفارة کذافی الخلاصة**۔

اس عبارت میں وجوب کفارہ امام پر کس وجہ سے ہے۔ اور اس عبارت کا کیا مطلب ہے ؟

(الجوابٍ) اس عبارۃ عالمگیری کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہلال رمضان کی گواہی ایک فاسق نے دی اور امام نے اس کو قبول کر کے لوگوں کو حکم روزہ کا کر دیا تو اس کے بعد اگر وہ خود افطار کرے یا اور کوئی شخص اہل شہر سے روزہ توڑ دے تو کفارہ لازم ہوگا۔ وجہ اس کفارہ لازم ہونے کی یہ ہے کہ جب کہ فاسق کی گواہی کو امام نے قبول کر لیا۔ اور روزہ کا حکم کر دیا تو رمضان ثابت ہو گیا۔ کیونکہ فاسق کی گواہی کو اگر امام دوبارہ رمضان شریف قبول کرے تو معتبر ہے۔ اور رمضان ثابت ہوجاتا ہے اس کے بعد اگر کوئی شخص روزہ توڑے گا کفارہ لازم ہوگا۔ تو وجہ کفارہ افطار روزہ رمضان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روزہ کے کفارہ کی چند صورتیں

(سوال ۶۶۲) کفارۂ صوم میں اگر آٹھ دس برس کے بچے بھی کھانا کھانے میں شریک ہو جائیں تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں ؟ (۲) اگر پندرہ کو ایک روز اور باقی کو دوسرے روز کھلایا جائے تو جائز ہے یا نہ ؟ (۳) اگر طعام کی قیمت دی جائے تو نابالغ اور عورت کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۴) مدرسہ کا مہتمم کفارہ کے کھانا کھلانے کا وکیل ہو کر طلبہ کی خوراک میں روپیہ کو صرف کر سکتا ہے جو کفارہ ادا ہونے کی غرض سے

رکھے ہیں ؟
(الجواب) آٹھ دس برس کے بچوں کو جو کہ قریب البلوغ نہ ہوں کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر ان کو مقدار کفارہ تملیکا دیدی جاوے مثلا نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہر ایک بچے کی ملک کر دی جائے تو درست ہے۔ کذافی الدرالمختار والشامی قال فی الدرالمختار ولا یجزی غیر المراهق بدائع (۲) درست ہے۔ (۳) اس طرح کر سکتا ہے کہ کفارہ کے پورے روپیہ کا کپڑا خرید کے محتاج طلبہ کی ملک کردے یہ درست ہے۔

روزہ کی حالت میں زوجہ کے ساتھ بوس و کنار کی وجہ سے انزال ہو گیا تو صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں

(سوال ۶۶۳) ایک شخص نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا عضو تناسل کو اس کے پیٹ پر رکھ کر رگڑا دیا اس وجہ سے انزال ہو گیا بلا ارادہ ایسا ہو گیا تو اس صورت میں قضاء معہ کفارہ ہے یا بلا کفارہ ؟
(الجواب) اس صورت میں صرف قضاء اس روزہ کی لازم آوے گی کفارہ لازم نہ ہو گا۔ کذافی الدر المختار والشامی وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الاعذار المبیحة للا فطار

سفر میں روزہ رکھنے کا حکم

(سوال ۶۶۴) سفر میں روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں، مسافت سفر کس قدر معتبر ہے۔ کتنے دن قیام کی نیت سے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ اور قصر کس مقام سے کرنا چاہئے ؟
(الجواب) سفر میں روزہ رکھنا درست ہے۔ اور ثواب ہوتا ہے۔ البتہ اگر نہ رکھے تو رخصت ہے۔ منزل بارہ کوس یعنی سولہ میل کی لینی چاہئے مجموعہ ۴۸ میل سفر ہونا چاہئے کم از کم پندرہ دن کے قیام کی نیت سے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ اور قصر باہر شہر سے نکل کر شروع کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سفر میں روزہ رکھنا بعض شرائط کے ساتھ مستحب ہے نیز مسافات سفر کی تحقیق

(سوال ۶۶۵) منزل کتنے کوس کی ہو گی انگریزی کوس کے حساب سے نماز کے لئے قصر تین منزل میں کرنا چاہئے یا کیا ؟ (۲) جس طرح نماز میں قصر ہے اس طرح روزہ میں بھی ہے یا نہیں۔ یعنی اگر سفر میں پوری نماز پڑھے تو گنہ گار ہے کیونکہ کفران نعمت ہے اگر روزہ رکھے تو اس وقت تو گنہ گار نہ ہو گا یہ کفران نعمت ہے یا نہیں ؟ روزہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر سفر میں روزہ رکھے تو ثواب ہو گا یا نہ ؟

(الجواب) ہمارے نزدیک معمول سفر قصر کے لئے ۴۸ میل ہیں سولہ میل کی ایک منزل قرار دی گئی ہے۔ (۲) روزہ کے لئے سفر میں یہ حکم ہے کہ بعد میں قضاء ان روزوں کی کرلو جو سفر میں نہ رکھے ہوں فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر نماز کے لئے حدیث شریف میں یہ حکم آ گیا ہے کہ اس تخفیف کو قبول کرولہذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امر کو وجوب کے لئے لیتے ہیں کہ قصر کرنا نماز میں ضروری فرماتے ہیں اور روزہ کے لئے نص سے ثابت ہوتا ہے کہ چاہو رکھو چاہو پھر قضاء کرلو۔ اور سفر سہولت کا ہے اور روزہ میں کچھ دشواری نہیں ہے تو بہتر روزہ رکھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان تصوموا خیر لکم در مختار میں ہے و یندب المسافر الصوم لاٰیة و ان تصوموا خیر لکم والخیر بمعنی البر لا افعل تفضیل ان لم یضرہ فان شق علیه او علی رفیقه فالفطر افضل لموافقة الجماعة الخ۔

پس معلوم ہوا کہ سفر میں بحالت عدم مشقت روزہ رکھنے کی فضیلت اور خیریت خود خدا تعالیٰ نے فرمادی اور نماز میں قصر نہ کرنے میں کفران نعمت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی حکم خدا تعالیٰ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الصوم النذر و صوم القضاء و صوم النفل

صوم یوم شک کا حکم

(سوال ٦٦٦) یوم الشک میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے۔ بعض لوگ یوم الشک میں روزہ رکھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

(الجواب) یہ مسئلہ صحیح ہے کہ شک کے روز روزہ رکھنا مکروہ ہے حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ انتظار کرنا کچھ دیر تک جب تک خبر آجاوے مستحب ہے ضروری نہیں۔ جس نے شنبہ کو روزہ نہیں رکھا اس پر قضاء آوے گی یہاں رویت جمعہ کو ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوال کے چھ روزے متفرق رکھنا افضل ہے

(سوال ٦٦٧) شوال کے چھ روزے متفرق رکھنا افضل ہے یا پے درپے رکھنا؟

(الجواب) در مختار اور شامی میں ہے کہ شوال کے چھ روزے متفرق رکھنا افضل اور بہتر ہے اور پے در پے رکھنا ۲ شوال سے بھی جائز ہے مکروہ نہیں ہے۔ و ندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار۔ در مختار۔

روزہ کی نذر مانی پھر بیمار ہو گیا تو اس کا حکم

(سوال ٦٦٨) ہندہ کا شوہر کسی آفت میں مبتلا ہو گیا تھا اس نے چھ مہینے کے روزے پے در پے رکھنے کی نذر مان لی اللہ تعالیٰ نے اس کے شوہر کو نجات بخشی۔ ہندہ ایفا نذر میں تاخیر کرتی رہی کہ سخت بیمار ہو گئی۔ اب وہ کیا کرے؟

(الجواب) انتظار صحت کا کرے بعد صحت کے روزہ نذر کے رکھے اگر اچھی نہ ہو تو وصیت فدیہ کی کرے کہ اس کے مال میں سے اس کے ورثہ فدیہ ایک روزہ کا مثل فطرہ کے ادا کریں زندگی میں اس کو فدیہ دینا درست نہیں۔ یعنی اس فدیہ سے روزے ادا نہ ہوں گے۔ تندرست ہو کر پھر روزے رکھنے ہوں گے۔ ورنہ وصیت کرنا لازم ہوگا۔ و قضوا لزوما ما قدروا بلافدية ولو ماتوا بعد زوال العذر و حيت الوصية الخ.

شوال میں رمضان کی چھ روزوں کی قضاً سے شوال کے چھ نفلی روزوں کی فضیلت حاصل نہ ہوگی

(سوال ٦٦٩) ما قولكم فيمن فاته شئى من رمضان و صام ستا من شوال بنية القضاء والنفل معا فهل يحصل له ثواب الفرض والنفل كما هوا لمعتمد عندالائمة الشافعية ام لا فان قلتم نعم فهل يحصل الثواب المذكور فى خبر من صام رمضان واتبعه ستا من شوال الخ ام يحصل اصل السنة فقط وان قلتم لا فهل يحصل الثواب المذكور فى الخبر اذا صامها بعد قضاء رمضان ام لا كما هو عندالشافعية بل يحصل عند هم اصل السنة لا غير. ؟

(الجواب) ظاهر خبر من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر رواه مسلم ان هذه الستة ينبغى انيكون غيررمضان. ايضا لا يصلح فى الفرض نية النفل ولا يحصل ثواب الست بالقضاء. الخ. واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسائل متفرقه متعلقه صوم

روزہ میں شطرنج کھیلنے سے ثواب کامل نہیں ملتا

(سوال ٦٧٠) ایک واعظ نے بیان کیا کہ جو شخص روزہ میں شطرنج وغیرہ کھیلے اس کو روزہ کا ثواب کامل نہیں ملے گا اور حالانکہ شطرنج امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ اور ابو ہریرہؓ سے کھیلنا ثابت ہے یہ قول اس واعظ کا صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) واعظ مذکور کا قول صحیح ہے جس روزہ میں شطرنج اور لہو و لعب میں مشغول رہا اور معصیت کا ارتکاب کیا اس روزہ کا ثواب کامل نہ ملے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة فى ان يدع طعامه و شرابه رواه البخارى وفى حديث اخر كم

من صائم لیس له من صیامه الا الظماء و کم من قائم لیس له من قیامه الاسهر رواه الدار می قال الطیبی فان الصائم اذا لم یکن محتسبا اولم یکن مجتنبا عن الفواحش من الزور والبهتان والغیبةونحوهامن المناهی فلا حاصل له الاالجوع والعطش الخ وفی الدرالمختار وکره تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج الخ و فی الشامی فهو حرام و کبیرة عندنا الخ

پس جبکہ کتب فقہ میں تصریح ہے شطرنج کے ساتھ کھیلنے کی کراہت اور حرمت کی تو حنفیہ کے لئے کوئی عذر باقی نہیں ہے۔ امام شافعی کے قول سے حنفیہ کو حجت لانا صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کا شطرنج کھیلنا ثابت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فدیۂ رمضان کی مقدار اور اس کا مصرف

(سوال ٦٧١) کل ماہ رمضان المبارک کا فدیہ ایک آدمی کا کس قدر ہوتا ہے۔ اور میزان وفارسی پڑھنے والوں کو اگر فدیہ دیا جائے تو اس میں ثواب ہوتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ایک ماہ رمضان کا فدیہ اسی کے وزن سے ۵۲ سیر گندم ہوتے ہیں ایک روزہ کا فدیہ پونے دو سیر ہے۔ اسی کے وزن سے اور اس وقت قیمت ۵۲ سیر گندم کی تقریباً پانچ روپیہ ہوتی ہے۔ میزان اور فارسی پڑھنے والوں کو فدیہ دینے میں ثواب ضرور ہے۔ مگر حدیث پڑھنے والوں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فدیۂ صوم کا ایک مسئلہ

(سوال ٦٧٢) فدیۂ صوم میں اگر ایک ماہ یا کم وبیش ایک مسکین کو کھانا دیا جائے اور بقایا ایک ماہ یا کم وبیش کی قیمت اسی کو ایک دفع ایک دن دیدی جاوے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) کفارہ میں تو ایک محتاج کو ایک دن میں زیادہ دینے سے ایک دن کا فدیہ ادا ہوتا ہے مثلاً قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کو یا روزہ کے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کا کھانا دینے کا حکم ہے تو ان میں اگر ایک فقیر کو ایک دن میں زیادہ مقدار دے گا تو وہ ایک دن کا ہوگا زیادہ محسوب نہ ہوگا اور شیخ فانی جس کو رمضان کے روزوں کا فدیہ دینا درست ہے۔ اس میں اگر ایک محتاج کو کئی روز کا فدیہ دیویگا تو ادا ہو جاوے گا جیسا کہ در مختار میں ہے۔ و بلا تعدد فقیر شامی میں ہے۔ قوله و بلا تعدد فقیر الخ ای بخلاف کفارة الیمین للنص فیها علی التعدد الخ چونکہ آپ نے تصریح نہیں فرمائی کہ آپ کی مراد کفارہ صوم کا ہے جو کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیا جاتا ہے یا جو شخص عاجز روزہ رمضان کے رکنے سے ہے وہ جو فدیہ ادا کرتا ہے وہ مراد ہے اول اور ثانی کے حکم میں فرق ہے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا یا اناج یا نقد دیوے یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دیوے یہ ضروری ہے ایک مسکین کو ایک دن میں زیادہ دے گا تو ایک دن

کا بھی ادا ہوگا۔ الحاصل کفارہ میں تعدد فقراء کا یا تعدد ایام کا ضروری ہے اور فدیہ میں تعدد فقراء تعدد ایام کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اخیر عشرہ رمضان کا اعتکاف اور اس کی قضاء

(سوال ۶۷۳) زید نے رمضان شریف کے آخر عشرہ کا اعتکاف کیا درمیان میں بیمار ہو کر اعتکاف توڑ دیا۔ اب بعد صحت کے اس اعتکاف کی قضاء کرے یا نہیں۔ اور روزہ بھی قضاء کرے یا نہ ؟ اور بیماری میں پانچ روزہ قضاء ہوئے اعتکاف میں وہ روزے ادا ہو سکتے ہیں یا نہ ؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ **و شرط الصوم لصحة الاول اتفاقا فقط علی المذهب قوله لصحة الاول ای النذر** (شامی) **فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضاء ه لا نه لا یشترط له الصوم علی الظاهر من المذهب الخ. اما النفل فله الخروج قوله اما النفل ای الشامل للسنة المؤكدة** (طحطاوی شامی) **الخ**

ان روایات سے یہ ظاہر ہے کہ اعتکاف عشرہ اخیرہ رمضان کی قضاء لازم نہیں ہوتی۔ علامہ شامی نے محقق ابن ہمام کا اس میں خلاف بھی نقل کیا ہے۔ لیکن اکثر متون و شروح اسی پر ہیں کہ اعتکاف عشرہ اخیرہ رمضان واجب نہیں ہے اور قضا سوائے واجب کے لازم نہیں ہوتی اور نفل بھی شروع کرنے سے اگرچہ لازم ہو جاتی ہے، مگر اعتکاف میں اسی قدر واجب ہوگا جو اقل نفل ہے بہر حال مقتضی ان روایات کا یہ ہے کہ اعتکاف کی قضاء نہیں اور صرف انہیں پانچ روزوں کی قضا لازم ہے جو قضا ہوئے ہیں اور ایک روزہ پہلی رمضان کا جو نہیں رکھا گیا اس کی قضاء لازم ہے اور اگر اعتکاف کی بھی قضاء کرے تو وہ روزہ رمضان کے جو قضاء ہوئے اس میں وہ اعتکاف بھی ہو سکتا ہے۔ تو گویا اس صورت میں کل دس روزے رکھے جاویں۔ چھ روزے قضاء رمضان کے ہو جاویں گے اور باقی چار روزے اور رکھنے چاہئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روزہ رکھنے کی وجہ سے مریض ہو کر مر گیا تو گناہ نہیں ثواب ہے

(سوال ۶۷۴) ایک شخص روزہ دار مرض ناگہانی میں مبتلا ہو جاوے اور روزہ افطار نہ کرے اور اسی اثناء میں مر جائے تو بکر کہتا ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے یہ صحیح ہے یا نہ ؟

(الجواب) نماز جنازہ اس شخص کی پڑھنی چاہئے۔ بکر کا قول غلط ہے وہ گنہ گار ہوا۔ شامی میں منقول ہے کہ ایسی صورت میں ماجور ہے۔ **ویو جر لو صبر و مثله سائر حقوقه تعالی کا فساد صوم و صلوة الخ**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علانیہ رمضان میں کھانے پینے والا فاسق ہے!

(سوال ٦٧٥) جو شخص ماہ رمضان المبارک میں بغیر عذر شرعی کے دن کو علانیہ اور عمداً کھاتا پیتا ہے ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے۔ علمائے سندھ نے کفر کا حکم دیا ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) اقول وبالله التوفيق لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمد حسن او كان فى كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة الخ وفى الدرالمختار و غيره اذا كان فى المسئلةوجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعلى المفتى الميل لما يمنعه در مختار. وفى رد المحتار ص ٢٨٥ ج ٣ باب المرتد و فى الفتاوىٰ الصغرى الكفر شئ عظيم فلا اجعل المومن كافرا متى وجدت رواية انه لا يكفراه وفى الخلاصة و غيرها اذا كان فى المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى ان يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم الخ اقول والامر بالقتل التكفيرو صرح الفقهاء بان فى المحتمل لا يفتى بالكفر. والله تعالىٰ اعلم

کتاب الحج
(حج کا بیان)

بلا اجازت والدین حج کیلئے جانے کا حکم

(سوال ۶۷۶) حج کو بلا اجازت والدین جانا درست ہے یا نہیں ؟
(الجواب) حج اگر فرض ہو جاوے تو بدوں اجازت باپ کے بھی جانا ضروری ہے اور اگر فرض نہ ہو تو بلا اجازت باپ کے نہ جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حج بدل کا روپیہ کسی دوسرے مصرف خیر میں لگانے کا حکم

(سوال ۶۷۷) انجمن ہلال احمر کے لئے حج بدل کا روپیہ دیدینا جائز ہو گا یا نہیں۔ ایک مالدار کا انتقال ہو گیا۔ ان کے وارث چاہتے ہیں اس روپیہ کو جو کسی بدل کو دیں گے یہ مبلغ ہلال احمر میں دیدینا چاہتے ہیں۔ جائز ہے یا نہیں ؟ اور ایسا ہی کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ میں دینا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) حج بدل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کی متوفی کہ ذمہ حج فرض تھا اور اس نے وصیت حج کرانے کی کی ہے تو اس صورت میں حج بدل کرانا متوفی کے روپیہ سے ضروری ہے اور دوسری صورت یہ کہ متوفی نے وصیت حج کی نہیں کی تھی تو اس صورت میں بہتر ہے کہ حج بدل کرایا جائے اور اس قدر روپیہ یا کم وبیش ہلال احمر یا مسجد و مدرسہ میں دے دیا تو یہ بھی درست ہے بشرطیکہ سب ورثہ بالغ ہوں۔ سب کی رضا واجازت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رضائی بیٹی کا شوہر محرم ہے اس کے ساتھ سفر حج جائز ہے

(سوال ۶۷۸) دختر رضاعی کے شوہر کے ساتھ حج کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) دختر رضاعیہ کا شوہر محرم ہے سفر حج اس کے ساتھ کرنا درست ہے۔ البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جوان ساس اس کے ساتھ سفر نہ کرے احتیاطاً از شامی کتاب الحج

حج بدل کے احکام

(سوال ۶۷۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جس نے نہ کبھی حج فرض ادا کیا ہے اور نہ اسکی استطاعت حج کی ہے اپنی ماں کی طرف سے جس کا انتقال بعد علالت متصلہٗ دو سال کے ہو گیا ہے اور جس پر آئندہ ذوالحجہ میں حج فرض ہو تا اور اس کو ساتھ اس کا محرم بھی جا سکتا ہے حج بدل کرے اور اپنے ماں کا روپیہ صرف کر کے جاوے ایسی صورت میں حج بدل ادا ہو گا یا نہیں۔ بینوا توجروا؟
(الجواب) اس صورت میں والدہ کی طرف سے حج کرانا اس کے روپیہ سے فرض نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نے

وصیت حج کرانے کی نہیں کی۔ پس روپیہ سے جو اس نے چھوڑا وہ ورثہ کا ہے ورثہ کو اختیار ہے کہ چاہیں اس کی طرف سے حج بدل کرادیں تو یہ اچھا ہے اور نہ کراویں تو ورثہ پر مواخذہ نہیں۔ باقی یہ کہ زید جس نے خود حج نہیں کیا وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں تو حنفیہ کے مذہب کے موافق کر سکتا ہے مگر مکروہ ہے اور جب کہ زید اپنی والدہ کے مرنے کے بعد مالک اس کے ترکہ کا ہو گیا تو اگر روپیہ بقدر حج کے اور نفقہ عیال کے ہے تو زید کے اوپر حج فرض ہو گیا ہے اور اس کو اپنا حج بھی کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حج بدل کے احکام

(سوال ۶۸۰) حج بدل کیا وہی شخص کر سکتا ہے جو حج کر آیا ہو یا ہر شخص جو کعبہ شریف نہ گیا ہو وہ بھی کر سکتا ہے۔ صاحب علم فقہ مترجمہ مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے امام اعظم صاحبؒ کے یہاں ہر شخص کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ جو شخص حج کر آیا ہو وہ حج بدل کرے۔ یہ امام شافعی صاحبؒ کے یہاں ہے۔ یا کہ ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ صاحبؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(الجواب) یہ صحیح ہے کہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں حج بدل وہ شخص بھی کر سکتا ہے جس نے حج نہ کیا ہو لیکن افضل یہ ہے کہ حج بدل وہ کرے جس نے حج کر لیا ہو اور در مختار و شامی وغیرہ میں ہے کہ حج صرورہ کا مکروہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بالکل صحیح نہیں۔ پس اختلاف سے بچنے کے لئے یہ افضل ہے کہ حج بدل اس سے کرادے جس نے اپنا حج کر لیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روپیہ بقدر حج موجود تھا پھر وہ اولاد کی شادی میں خرچ ہو گیا تو حج فرض اس کے ذمہ واجب ہے؟

(سوال ۶۸۱) ایک شخص کے پاس اس قدر مال تھا کہ وہ حج کر سکتا تھا لیکن اس نے حج تو نہ کیا بلکہ وہ روپیہ اپنی اولاد کے بیاہ شادی میں خرچ کر دیا۔ اب مفلس ہو گیا۔ اگر وہ تمام عمر مفلس رہے اور مال جمع نہ کیا اور مر گیا تو کیا تارک حج مرا اور گنہ گار مرا؟

(الجواب) اس پر حج فرض ہو چکا تھا اگر بلا حج کئے مر گیا تارک حج فرض ہوا اور گنہ گار ہوا۔

اگر بقدر حج روپیہ موجود ہو اور مدینہ طیبہ کی حاضری کیلئے نہ ہو تو حج فرض ہے؟

(سوال ۶۸۲) اگر کسی شخص کے پاس اتنا روپیہ ہو کہ صرف حج کر سکتا ہے اور مدینہ منورہ نہیں جا سکتا تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں یا انتظار کرے کہ مدینہ منورہ کا بھی خرچ ہو جائے؟

(لجواب) اس پر حج فرض ہو گیا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اولاد کی شادی سے حج فرض مقدم ہے

(سوال ۶۸۳) اگر کسی شخص کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ وہ حج کر سکتا ہے اور عیال دار بھی ہے تو اس کو اولاد

کا نکاح کرنا واجب ہے یا پہلے حج کرنا؟

(الجواب) اس کو پہلے حج کر لینا چاہئے۔ صرف نفقہ اہل و عیال واپسی تک اس وقت اس کے ذمہ ہے۔ باقی نکاحوں وغیرہ کا سامان اس وقت کرنا اس کے ذمہ نہیں ہے۔ اول حج کرے بعد میں آکر نکاح اولاد کا بندوبست کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وصیت حج کی ایک صورت

(سوال ٦٨٤) ایک شخص متوفی نے وصیت کی تھی کی میرے تین سو روپیہ میں میری جانب سے ایک حج کرلیا جائے اور ایک سو روپیہ میری قدیمی زوجہ کو دیا جاوے جس کا متوفی کو پورا یقین نہ تھا کہ وہ فوت ہو گئی یا زندہ ہے چنانچہ اب بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ زوجہ فوت ہو چکی ہے۔ اور ایک سو اسی روپیہ کے واسطے وصیت کی کہ میرے ایصال ثواب میں کسی مد میں صرف کر دئے جاویں بوجہ راہ حج مخدوش ہونے کے حج فرض ہے یا نہیں اور حج بدل کے واسطے کسی شخص کو بھیجا جاوے یا نہیں اور تین سو روپیہ حج کے واسطے کافی ہیں یا نہیں۔ درصورت کافی نہ ہونے کے بقیہ دو مدوں کے دو سو اسی روپیہ میں سے لیکر حج کے واسطے دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اور ایک سو روپیہ جو زوجہ کے واسطے چھوڑا ہے وہ اب کس کو دیا جاوے گا یا حج میں صرف کر لیا جاوے۔ اور متوفی کا ایک حقیقی بھائی بھی موجود ہے وہ جس کو اس نے خود علاوہ روپیہ مذکورہ سو روپیہ بھیج دیا تھا۔ اور ایک زوجہ ثانیہ بھی موجود ہے جس کو متوفی نے نقد روپیہ تین سو قبل از وفات دے دیا تھا اور اب بھی وہ مانگتی ہے کہ اس روپیہ میں سے بھی کچھ مجھ کو اور دو؟

(الجواب) متوفی نے اپنی زندگی میں جس کو جو کچھ دیا تھا وہ شخص اس رقم کا مالک ہو گیا۔ مثلاً بھائی کو اور زوجہ ثانیہ کو جو کچھ زندگی مورث میں دیا گیا اس کا بعد وفات مورث کچھ حساب نہ ہو گا بعد مرنے متوفی کے وہ دونوں وارث ترکہ متوفی کے حسب حصہ خود ہوں گے اور وصیت ایک ثلث میں جاری ہوتی ہے باقی دو ثلث ورثاء کا حق ہے اس میں ایک چوتھائی زوجہ کا ہے۔ اگر متوفی کے کچھ اولاد نہ ہو باقی بھائی کا۔ پس ورثاء اگر ثلث سے زیادہ وصیت میں صرف کرنے پر راضی نہ ہوں تو صرف ایک ثلث دونوں وصیتوں میں صرف کیا جاوے گا۔ اور حج کے لئے اگر وہ روپیہ کافی نہ ہو تو جس جگہ سے اس روپیہ میں حج ہو سکے وہاں سے کرا دیا جاوے۔ **وان لم یف فمن حیث یبلغ** اور ایک سو روپیہ جو زوجہ قدیم کو دینے کو کہا تھا وہ بھی شامل ترکہ ہو کر تہائی اس کا وصیت میں لیا جاوے اور باقی دو نصف ورثاء کو دیدیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب النکاح

فصل فی المحرمات

(کن عورتوں سے نکاح درست ہے اور کن سے نہیں)

مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے نہیں ہو سکتا

(سوال ٦٨٥) ایک عورت مسلمان ایک کافر کے گھر رہتی ہے اس کو اپنا زوج بنالیا ہے اس کے دو لڑکے پیدا ہوئے ان کے سر پر چوٹی ہے۔ ان لڑکوں کی شادی ایک ایسے مسلمان کی لڑکیوں سے قرار پائی ہے کہ جس کی بیوی کی آشنائی ایک ہندو کافر سے ہے اور شبہ ہے کہ یہ لڑکیاں اس کافر سے ہیں یا اس مسلمان کے نطفہ سے ہیں لڑکوں کی عمر دس اور آٹھ سال کی ہے اور ان کے ساتھ کل رسومات مثل شادی کافروں کے ادا کی گئیں اور لڑکیوں کی عمر بھی اسی قدر ہے۔ صورت مذکورہ میں ان لڑکیوں کی شادی ہو گئی یا نہیں۔ در صورت جواز نکاح کیونکر ہو گا کیونکہ ہر دو فریق نابالغ ہیں اور لڑکوں کا باپ صراحۃً اور لڑکیوں کا باپ شبہۃً کافر ہے۔ مگر لڑکوں کی ماں موجود نہیں باپ کافر موجود ہے اور جب کہ عقد میں لڑکیوں کی ماں موجود ہے۔ اور اگر یہ نکاح جائز نہیں تو جس نے نکاح پڑھا اور جو مسلمان اس نکاح میں گواہ ہوئے یا شریک ہوئے ان پر کوئی الزام تو نہیں؟ اگر وہ ملزم ہیں تو کس قدر گناہ ہے؟

(الجواب) وہ نکاح نہیں ہوا لاعلمی اور ناواقفیت سے جو لوگ اس میں شریک ہوئے یا گواہ ہوئے یا نکاح پڑھایا معاف ہے مگر آئندہ ایسا نہ کریں اور ظاہر کر دیں کہ وہ نکاح نہیں ہوا اور اگر جان کر ایسا نکاح کیا ہے تو گناہ گار ہیں۔ توبہ کرنی چاہئے۔

مرزائی اور مسلمان کا نکاح باہم حرام ہے

(سوال ٦٨٦) کچھ عرصہ ہوا کہ ایک نکاح مابین مرزائی و اہل سنت والجماعت کے ہو گیا تھا اور زوجین بوقت نکاح نابالغ تھے اور اب بھی نابالغ ہیں۔ مگر اس وقت لڑکی کے والد سنی نے لڑکے کے والد کو جو سخت بد عقیدہ مرزائی ہے دیکھ کر یہ چاہا کہ یہ نکاح فسخ ہو جائے اور اسی وجہ سے وہ لڑکی کو رخصت نہیں کرتا۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس صورت میں نکاح مذکورہ منعقد نہیں ہوا۔ سنی کو چاہئے کہ اپنی دختر کو وہاں رخصت نہ کرے اور اہل سنت وجماعت میں نکاح کر دیوے کیونکہ اس جماعت مرزایہ کی تکفیر کا فتوی جمہور علماء کا ہے اور مابین کافر و مسلم نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اولاد نابالغ تابع والدین کے ہوتی ہیں ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس. در مختار و فی الشامی لانه قبل البلوغ تبع لابویه

الخ ص ۳۹۴ ج ۲ شامی۔

مرزائی اور مسلمان کا نکاح باہم حرام ہے

(سوال ۶۸۷) کچھ عرصہ ہوا کہ ایک عقد نکاح مابین مرزائی واہلسنت والجماعت کے ہو گیا تھا اور زوجین بوقت نکاح نابالغ تھے اور اب بھی نابالغ ہیں۔ مگر اس وقت لڑکی کے والد سنی نے لڑکے کے والد کو جو سخت مرزائی ہے دیکھ کر یہ چاہا کہ یہ نکاح فسخ ہو جائے اور اسی وجہ سے وہ لڑکی کو رخصت نہیں کرتا اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے

(الجواب) اس صورت میں نکاح مذکورہ منعقد نہیں ہوا۔ سنی کو چاہئے کہ اپنی دختر کو وہاں رخصت نہ کرے اور اہل سنت والجماعت میں نکاح کر دیوے کیونکہ اس جماعت مرزائیہ کی تکفیر کا فتویٰ جمہور علماء کا ہے اور مابین کافر و مسلم نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اولاد نابالغ تابع والدین کے ہوتی ہیں **ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدة احدا من الناس. در مختار و فی الشامی لانه قبل البلوغ تبع لابویه** الخ ص ۳۹۴ ج ۲ شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قادیانی مذہب والے کے ساتھ کسی مسلمہ کا نکاح نہیں ہو سکتا

(سوال ۶۸۸) مسماۃ ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہو گیا اس کے بعد معلوم ہوا کہ خالد مذکور قادیانی مذہب ہے اور ہندہ کا بیان ہے کہ مجھ کو قبل از نکاح یہ علم نہیں تھا ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں اگر فسخ کرنا چاہے تو کیا سبیل ہے ؟

(الجواب) اس حالت میں نکاح منعقد نہیں ہوا عورت کو مرد کے گھر نہ بھیجا جاوے اور فسخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نکاح ہوا ہی نہیں اس لئے کہ مابین مسلم و کافرہ یا برعکس نکاح منعقد نہیں ہوتا اور قادیانی کے کفر وارتداد پر فتویٰ علماء کبار کا ہے۔ **فی الدر المختار ولا یصلح ان ینکح مرتد او مرتدة احدا من الناس** الخ.

سنی لڑکی کا نکاح شیعہ سے !

(سوال ۶۸۹) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد شیعی کے ساتھ جس کے عقائد باطل ہیں۔ یعنی افک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قائل ہے اور سب شیخین کرتا ہے الی غیر ذلک۔ اس لڑکی کے باپ نے یہ خیال کر کے کہ یہ مرد شیعی مسلمان نہیں ہے اس وجہ سے نکاح نہیں ہوا۔ اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سنی سے کر دیا ہے۔ نکاح ثانی صحیح ہے یا نکاح اول باقی ہے ؟

(الجواب) روافض جو سب شیخین کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء نے ان کی تکفیر

کی ہے اور محققین علماء عدم تکفیر کے قائل ہیں۔ لیکن جو روافض افک حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قائل ہیں وہ باتفاق کافر ہیں۔ اسی طرح بعض دیگر عقائد روافض غالیہ کے مثلا یہ کہ حضرت جبرئیل نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی۔ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تھے۔ وغیرہ وغیرہ یہ اعتقاد باتفاق اہل سنت کفر ہیں۔ در مختار میں ہے۔ فی البحر عن الجوهرة معز يا للشهيد من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولا يقبل توبته و به اخذ الدبوسی وابو الليث و جزم به وفی الاشباه واقراه المصنف الخ وفی الشامی واذاكان كذلك فلاوجه للقول بعدم قبول توبته من سب الشيخين الى ان قال على ان الحكم عليه بكفر مشكل ثم قال نعم لا شك فى تكفير من قذف السيدة عائشةؓ او انكر صبحة الصديقؓ اواعتقد الالوهية فى علیؓ اوان جبرئيل غلط فى الوحى او نحوذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. الخ

پس صورت مسؤلہ میں نکاح اول جو شیعہ غالی سے ہوا صحیح نہیں ہوا۔ بلکہ باطل ہوا۔ اور دوسرا نکاح صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سنی کا نکاح رافضیہ سے

(سوال ۶۹۰) چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ بکر سنی دختر خود را بزوجیت عمر شیعہ کہ خود را غیر تبرائی می خواند می تواں داد، ایں چنیں رشتہ مناکحت در میان اہل سنت وحضرات شیعہ جائز بود یانہ ؟

(الجواب) اگر در حقیقت عمر غیر تبرائی وغیر غالی است نکاح سنیہ بااو جائز و صحیح خواہد شد۔ اگر چہ بہتر نیست کہ سنیہ را بہ نکاح شیعہ دادہ شود اگر عمر شیعہ غالی است کہ قائل افک حضرت صدیقہؓ ومنکر حضرت صدیقؓ ہست ایں چنیں شیعہ را علماء باتفاق کافر گفتہ اند نکاح سنیہ بااو صحیح نخواہد شد۔ ولیکن بہر حال احتراز واجتناب از چنیں فرقہ ضالہ لازم است وہر گز عقد مناکحت باوشاں نہ کردہ شود کہ در احادیث از مجالست ومناکحت وارتباط بافرق محدثہ ضالہ ممانعت شدید وارد است و تجربہ شاہد است کہ سنیہ را کہ در نکاح شیعہ دادہ شود آں مرد شیعہ زن را بہ رفض میخواندہ وجبر او قہر اور افضیہ گرداند و تقیہ در رفض ہم معروف ست، قول او چگونہ معتبر خواہد شد کہ من تبرائی نیستم و تبرائی شیعہ رابسیارے فقہائے مرتد کافر گفتہ اند و قائلین افک حضرت عائشہؓ راجملہ محققین کافر مرتد گفتہ اند۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شیعہ اور اہل سنت کی مناکحت

(سوال ۶۹۱) شیعہ وسنت جماعت کی مناکحت باہم درست ہے یا نہیں۔ اگر بوجہ غلطی کے سنیہ کا نکاح شیعہ سے ہو گیا ہو۔ اور رخصت نہ ہوئی ہو تو کیا کرنا چاہئے ؟

(**الجواب**) باہم مناکحت شیعہ وسنیوں کی جائز نہیں ہے۔ سنیہ لڑکی جس کا نکاح شیعہ مرد سے کیا گیا ہے وہ جائز نہیں ہوا۔ لڑکی کو رخصت نہ کیا جاوے اور اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے دوسرے مرد سنی سے اس کا نکاح کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سنیہ کا نکاح رافضی سے

(**سوال ۶۹۲**) زید سنی المذہب ہے اپنی لڑکی کو اپنی اغراض دینوی کی غرض شیعہ ہونے کی ترغیب باجازت دیوے اور خود بھی شریک مجالس شیعان ہو کر مرتکب امر غیر مشروع کا ہوئے اور اپنی دختر کا عقد ہی شیعہ مذہب میں کرنے سے راضی ہو یا کر دیوے اور لڑکا اس کا رافضی ہو جاوے تو اس کے اور اس کے لڑکے کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے اور نیز اس لڑکی کا نکاح شیعہ مذہب سے جائز ہے یا نہیں؟

(**الجواب**) زید کا مرتکب امور محرمہ ہونا اس صورت میں ظاہر ہے۔ اور زید بوجہ ارتکاب امور مذکورہ کے سخت عاصی اور فاسق ہے اور اس کے پسر کا رافضی ہو جانے کا وبال اور گناہ اس لڑکے پر ہے، اگر باپ اس کے رافضی ہونے سے راضی تھا تو وہ بھی عاصی ہوا اور لڑکی سنیہ کا نکاح رافضی تبرائی سے کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ پھر اگر وہ رافضی تبرائی ایسا ہے کہ امور کفریہ اجماعیہ کا معتقد ہے جیسے افک حضرت صدیقہؓ تو وہ مرتد ہے، اس سے نکاح سنیہ مسلمہ کا منعقد ہی نہیں ہوتا۔ **ھکذا فی کتب الفقہ۔**

رافضی سے سنیہ کا نکاح کسی حال مناسب نہیں

(**سوال ۶۹۳**) ہندہ سنیہ کا عقد زید شیعہ سے ہو گیا ہے اب ہندہ کو لوگوں نے یہ شک دلادیا ہے کہ شیعہ عموماً کافر ہوتے ہیں۔ تیرا نکاح زید کے ساتھ صحیح نہیں۔ ایک شخص کے دریافت کرنے سے زید نے بحلف اپنے عقیدے کا اظہار کیا اور کہا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں تقیۃً نہیں کہتا اور نہ یہ موقع تقیہ کا ہے بلکہ اپنے دلی خیالات کو صحیح صحیح ظاہر کرتا ہوں۔ صحبت ابو بکر کا قائل ہوں۔ قذف عائشہؓ حرام جانتا ہوں الوہیت حضرت علیؓ کا قائل نہیں۔ حضرت جبریل سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی۔ قرآن موجودہ کو اپنا قرآن جانتا ہوں اسی وقت سائل نے یہ کہا کہ تمھاری کتاب اصول کافی میں حضرت جعفرؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے **واللہ مافیہ من قرائنکم حرف واحد**۔ اس حدیث کا کیا جواب ہے زید نے کہا کہ میں اپنے مجتہد سے دریافت کر کے اس کا جواب دوں گا۔ سائل نے پھر زید سے پوچھا کہ موجودہ قرآن محرف ہے یا نہیں، زید نے اس کے جواب کو بھی مجتہد کے پوچھنے پر اٹھار کھا پندرہ یوم ہوئے جواب نہیں دیا، آیا نکاح ہندہ کا زید سے صحیح ہے یا نہیں اور حدیث مذکورہ کا کیا جواب ہے؟

(**الجواب**) یہ تو ظاہر ہے کہ یہ حضرت امام جعفرؓ پر افتراء ہے اور وہ رافضی جس سے گفتگو ہوئی اگر قرآن

شریف موجودہ کے محرف ہونے کا قائل ہے تو وہ بھی کافر ہے، اس سے نکاح سنیہ کا نہیں ہو سکتا۔ علی ہذاالقیاس اگر کوئی دوسرا امر موجب کفر اس میں موجود ہے تب بھی نکاح سنیہ کا اس سے صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر وہ جملہ عقائد کفریہ سے برأت ظاہر کرے تو نکاح صحیح ہوگا، لیکن رافضیوں کا کسی حال اعتبار نہیں ہے کہ تقیہ کی آڑ غضب ہے، اس لئے سنیہ کو اس سے علیحدہ ہی کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شیعوں کے بعض فرقوں سے نکاح جائز ہے!

(سوال ٦٩٤) شیعہ اور سنی کا عقد صحیح ہے یا نہیں؟ (۲) اگر شیعہ عورت سنی کے نکاح میں ہو۔ اس صورت میں اس کے وارث سنی ہوں گے یا شیعہ اگر کوئی رشتہ دار نہ ہو تو کیا کیا جاوے؟

(الجواب) روافض کے کئی گروہ ہیں اور عقائد بھی مختلف ہیں۔ اگر کسی گروہ کا عقیدہ کفر کی نوبت کو نہ پہنچا ہو۔ اس سے نکاح درست ہے۔ حضرت علیؓ کو خدا اقرار دینا یا یہ کہ حضرت جبرئیل نے وحی میں غلطی کی۔ یا حضرت ابو بکرؓ کی صحبت کا انکار کرنا۔ یا حضرت عائشہؓ کو متہم کرنا وغیرہ ذلک جو عقیدہ خلاف نصوص قطعیہ ہوں کفر ہے۔ ایسے عقیدے والے سے نکاح درست نہیں ہے اور اگر حضرت علیؓ کو فضیلت دیتا ہے یا سب صحابہ کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے۔ نکاح درست ہے۔

(۲) جس عورت شیعہ سے نکاح درست ہے اس کے وارث سنی بن سکتے ہیں۔ اور اگر ایسی ہے کہ جس سے نکاح درست نہیں اس کے وارث سنی نہیں ہو سکتے اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو کل مال فقراء پر صدقہ کر دیا جائے۔

شیعہ غالی سے نکاح سنیہ کا جائز نہیں

(سوال ٦٩٥) شیعہ غالی سے نکاح عورت سنیہ کا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) شیعہ غالی سے نکاح عورت سنیہ کا جائز نہیں ہے وہ باتفاق علماء کافر ہیں۔ **قال فی رد المحتار وبهذا اظهر ان الرافضی ان كان ممن يعتقد اولوهية علی او ان جبريل غلط فی الوحی او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة الخ** واللہ تعالیٰ اعلم

متعہ کا حرام ہونا آیات و روایات سے!

(سوال ٦٩٦) یہاں پر چند حضرات شیعہ ہیں وہ کہتے ہیں، کہ متعہ آیات اور احادیث کتب اہل سنت سے ثابت ہے۔ آیت پیش کرتا ہے۔ **فما استمتعتم الاية.** اور کتب اہل سنت یہ پیش کرتا ہے۔ تفسیر در منثور۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر طبری۔ صحیح مسلم۔ صحیح بخاری۔ عینی شرح بخاری۔ یہ سب حوالہ جات صحیح ہیں یا

نہیں اور قول حضرت عمرؓ کا پیش کرتا ہے۔ متعتان کانتا علی عهد رسول الله وانا احرمهما. اس کا کیا مطلب ہے ؟

(الجواب) معنی صحیح آیة فما استمتعتم به منهن کے یہ ہیں کی جس عورت سے تم فائدہ اٹھاؤ نکاح کے ساتھ تو اس کو اس کا مہر دو۔ کما فی الجلالین. فما استمتعتم تمتعتم به منهن ممن تزوجتم بالوطی الخ ص ۷۲ وفی المدارك. فما استمتعتم به منهن فما نكحتموه منهن الخ و فی الخازن واما الاية فانها لم تتضمن جواز المتعة لانه تعالی قال فيها ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين فدل ذلك على النكاح الصحيح الخ وفيه ايضا برواية مسلم عن سبرة بن معبد الجهنی انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقال يا ايها الناس انی كنت اذنت لكم فی الاستمتاع من النساء وان الله قد حرم ذالك الى يوم القيامة فمن كان عنده منهن شيئا فليخل سبيله ولا تا خذوا مما اتيتموهن شيئا والی هذا ذهب جمهور الصحابة فمن بعدهم ای ان نكاح المتعة حرام الخ ص ۴۰۸ خازن. پس معلوم ہوا کہ حوالجات اس شیعی کے محض غلط اور افترا ہے۔ وروی سالم بن عبدالله بن عمران عمر بن الخطاب صعد المنبر فحمد الله واثنی عليه ثم قال ما بال اقوام ينكحون هذه المتعة وقد نهی رسول الله ﷺ عنها لا اجد رجلا نكحها الا رجمته بالحجارة ص ۴۰۹ خازن۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ فرمانا احرمهما مطلب اس کا یہی ہے کہ وانا احرمهما بتحريم رسول الله ﷺ جیسا کہ روایۃ سالم میں موجود ہے وقد نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها. الحديث. وفی متعة الحج تفصيل لا يليق بهذا المقام

ماموں اور چچا کے انتقال کے بعد ممانی اور چچی سے نکاح

(سوال ۶۹۷) ماموں اور چچا کے انتقال کے بعد ممانی سے اور چچی سے نکاح درست ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) ممانی اور چچی سے نکاح درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک بھائی کے نکاح میں خالہ ہو اور دوسرے کے بھانجی

(سوال ۶۹۸) دو بھائی ایک والدین سے ہیں ایک کا نام خدا بخش اور دوسرے کا الٰہی بخش ہے اور دونوں کے ایک ایک لڑکی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں آپس میں چچیری بہنیں ہوئیں اور خدا بخش کی ایک لڑکی نعمت کے یہاں اور دوسری کی الٰہی بخش کے لڑکے اسمٰعیل کے یہاں شادی ہوئی تو یہ آپس میں ساڈھو ہوئے اور اب ایک ایک ساڈھو دوسرے ساڈھو کے بھائی کو اپنی لڑکی دینا چاہتا ہے تو عندالشرع کیا حکم ہے ؟

(الجواب) ایک بھائی کے گھر میں خالہ اور دوسرے بھائی کے گھر میں بھانجی ہو یہ درست ہے۔ مثلاً ہندہ اور زبیدہ دو بہنیں ہیں۔ ایک بھائی کے گھر میں ہندہ ہو اور دوسرے بھائی کے گھر میں زبیدہ کی لڑکی ہو تو یہ

درست ہے۔اور **واحل لکم ماوراء ذالکم** سے اس کی حلت ثابت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ساس کے ساتھ زنا سے بیوی حرام ہو جاتی ہے

(**سوال ۶۹۹**)ایک شخص مسمی زید نے عمرو کی لڑکی نابالغہ سے نکاح کیابعدہ زید نے عمرو کی زوجہ سے زنا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ زید سے دولڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اب زید کی عورت بالغ ہوئی۔اب اس کی طرف رجوع کیا تو علماء نے انکار کیا۔ایک مولوی صاحب نے جس کا عقد اول نابالغہ عورت سے ہوا تھا دوبارہ عقد کر دیا اور مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ وقت جاہلیت کا تھا اس وجہ سے حرام کیا۔ تو کچھ نقصان تو نہیں توبہ کرلے تو یہ عقد ثانی صحیح ودرست ہو جاوے گایا نہیں۔اور اس حکم دہندہ کا کیا حکم ہے ؟
(**الجواب**)زید کی منکوحہ زید پر حرام ہو گئی اس سے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہے جائز کہنے والا گنہگار فاسق ہے۔

دو بہنوں سے نکاح کے بعد ایک کی وفات ہو گئی

(**سوال ۷۰۰**)ایک شخص نے زید کی ایک لڑکی سے نکاح کیاچند ایام کے بعد اس کی حیات میں ہی اس کی دوسری بہن سے نکاح کر لیادونوں سے لڑکے پیدا ہوئے بعد کو علماء نے گرفت کی اور یہ آیت پیش کی **ان تجمعوا بین الاختین** جب ایک کو چھوڑ دیا یعنی دوسرے مکان میں اس کو اور اس کے لڑکے کو نکالدیا۔ کچھ دن بعد اس کے مکان میں آمدورفت بھی کیا کرتا تھا یہاں تک کہ جس عورت کو اپنے پاس رکھا تھا وہ مر گئی تب ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تمہارا نکاح اس عورت سے درست ہے تو حکم دہندہ کا کیا حکم ہے اور مولوی صاحب کی کیا سزا ہے ؟
(**الجواب**)بعد (۱) مرنے ایک بہن کے اس کی بہن سے نکاح درست ہے۔ جواز کا فتویٰ دینے والا حق پر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مزنیہ کی سوتیلی لڑکی سے نکاح

(**سوال ۷۰۱**)زید کی دو زوجہ ہیں پہلی زوجہ سے کوئی اولاد نہیں دوسری زوجہ سے تین لڑکیاں ہیں۔ خالد نے زید کی پہلی زوجہ سے زنا کیا۔زید کی جو دوسری زوجہ سے لڑکی ہے اس سے خالد نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

---

(۱)مسئلہ میں تفصیل ہے۔اگر اس بہن سے نکاح پہلے کیا تھا جو مر گئی تو اب اس کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے۔اور اگر اس بہن سے نکاح پہلے ہوا جو زندہ ہے تو اس سے جدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ بشرطیکہ اس کو پہلے طلاق دے کر علیحدہ نہیں کی تھی اور اگر طلاق دے کر علیحدہ کی تھی اور طلاق، طلاق مغلظ نہیں تھی تو اب اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ محمد عاشق الٰہی۔

(۲) زید کی ایک بی بی موجود ہے دوسرا نکاح کرنے کو جب گیا تو انہوں نے کہا کہ دوسری زوجہ کو طلاق دے دو زید نے اپنی سالی کا نام لے کر کہا کہ آمنہ کو طلاق ہے۔ اور آمنہ زید کی سالی کا نام ہے۔ زید کی زوجہ پر اس صورت میں طلاق ہو گی یا نہیں ؟

(۳) عمرو نے زبردستی کرنے کی وجہ سے زوجہ کو اس طرح طلاق دی کہ لفظ طلاق کو آواز سے کہا اور ان شاء اللہ ذرا آہستہ سے کہ زبردستی کرنے والے لوگ نہ سنیں۔ طلاق ہو گی یا نہیں ؟

(الجواب) کر سکتا ہے۔ (۲) طلاق واقع نہ ہو گی۔ (۳) نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بھتیجہ کی بیوہ سے نکاح درست ہے

(سوال ۷۰۲) اپنے بھتیجے کی زوجہ بیوہ سے نکاح درست اور جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اپنے بھتیجے متوفی کی بیوہ سے بعد گزرنے عدت کے نکاح درست ہے **لقوله تعالى واحل لكم ما وراء ذالكم. ولما لم تكن فى المحرمات فتدخل فى ما وراء ها .**

زوجہ کے بیٹے کی بیوی اور بھتیجہ کی بیوی طلاق یا موت کے بعد حلال ہے

(سوال ۷۰۳) دو بھائی حقیقی تھے زید و عمر۔ عمر جو بڑا بھائی تھا۔ اس کا نکاح مسماۃ زینب سے ہوا اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ عمر کا انتقال ہو گیا بعد گذر جانے عدت کے مسماۃ زینب کے نکاح اس کے چھوٹے بھائی زید سے کر دیا گیا۔ اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ عمر کے لڑکے کا نام بکر تھا اور زید کے لڑکے کا نام خالد۔ اس کے بعد ان دونوں بھائی بکر اور خالد کا نکاح ایسی عورتوں سے ہوا جو دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ سوال یہ ہے کہ صورت مسؤلہ میں اگر عمر کے لڑکے بکر کی زوجہ کسی وجہ سے بوجہ طلاق یا اس کے انتقال کے نکاح سے علیحدہ ہو جاوے تو اس کے چچا یعنی عمر کے چھوٹے بھائی زید سے بکر کی زوجہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) **قال فى الدرالمختار فجاز الجمع بين المرأة و بنت زوجها او امرأة ابنها** پس عبارت منقولہ سے ظاہر ہوا کہ اگر زوجہ زید یعنی زینب بھی زید کے نکاح میں موجود ہو تب بھی زید اپنی زوجہ کے پسر اور بھتیجے بکر کی زوجہ سے بعد طلاق یا موت بکر نکاح کر سکتا ہے اور اگر زینب موجود نہ ہو تو جواز نکاح میں کچھ تردد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا

(سوال ۷۰۴) ہندہ اور مریم خالہ بھانجی ہیں۔ عمرو نے پہلے نکاح مریم یعنی بھانجی سے کیا ابھی وطی بھی

نہیں ہونے پائی تھی پھر عمرو نے ہندہ یعنی مریم کی خالہ سے نکاح کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مریم زوجہ اول بغیر طلاق کے اور نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) فی الحدیث لا تنکح المرأة علی خالتها ولا علی ابنة اخیها ولا علی ابنة اختها رواه مسلم و فی ردالمحتار فلو علم فهو الصحیح والثانی باطل۔ پس معلوم ہوا کہ دوسرا نکاح کرنا عمرو کا جو ہندہ سے ہوا باطل ہے اور مریم کا نکاح صحیح رہا۔ اور مریم کو بدون طلاق شوہر کے دوسرا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رضائی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا

(سوال ۷۰۵) زیبو کے دو لڑکیاں ہیں۔ بڑی مہتابو، چھوٹی تاجو، تاجو نے عائشہ کا دودھ اس کے لڑکے مسمی رجیا کے ساتھ پیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ رجیا کا نکاح زیبو کی بڑی لڑکی مہتابو سے جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسمی رجیا کا نکاح زیبو کی بڑی دختر مہتابو کے ساتھ درست ہے کما فی کتب الفقه و تحل اخت اخیه رضاعا الخ . واللہ تعالیٰ اعلم

رضائی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا

(سوال ۷۰۶) کیا رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) بھائی رضاعی کی بہن سے نکاح درست ہے و تحل اخت اخیه رضاعا (در مختار)

رضاعی بھانجی سے نکاح

(سوال ۷۰۷) زید کی پہلی بیوی ہندہ سے ایک دختر پیدا ہوئی، جب اس دختر کا سن تخمیناً دس گیارہ سال کا ہوا تو زید نے اپنا دوسرا عقد مسماۃ زینب سے جو کہ ایک غیر خاندان سے تھی کر لیا۔ زینب کے ایک لڑکی زید سے پیدا ہوئی۔ چنانچہ زینب نے اپنی لڑکی کو اور کلثوم ایک غیر عورت کے فرزند کو دودھ پلایا۔ بعد ازاں زینب زوجہ ثانیہ کے زید سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور مسماۃ ہندہ زوجہ اولی کے بھی زید سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ مسماۃ زینب زوجہ ثانیہ کے لڑکے کو مسماۃ ہندہ زوجہ اولی نے دودھ پلایا مگر مسماۃ ہندہ زوجہ اولی کے کسی لڑکے لڑکی کو زینب زوجہ ثانیہ نے دودھ نہیں پلایا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ دختر مسماۃ ہندہ زوجہ اولی جو بوقت نکاح زینب زوجہ ثانیہ کے دس گیارہ سال کی تھی اس کی لڑکی یعنی زید کی نواسی سے کلثوم کے لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شرعاً یہ قاعدہ ہے کہ مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی کا شوہر جب کہ دودھ اسی سے ہو رضیع یعنی دودھ پینے والے کا رضاعی باپ ہوتا ہے کما فی الدر المختار و یثبت ابوة زوج مرضعة اذا کان

لبنها منه الخ پس زید باپ رضاعی ہوا پسر کلثوم کا اور دختر ہندہ اس رضیع کی بہن رضاعی ہوئی اور اس دختر کی دختر یعنی زید کی نواسی اس رضیع کی بھانجی رضاعی ہوئی لہذا نکاح پسر کلثوم کا زید کی نواسی سے حرام ہے جائز نہیں ؟ واللہ اعلم

رضاعی بھتیجی سے نکاح

(سوال ۷۰۸) ہندہ نے اپنے نواسہ رحمت اللہ کو دودھ پلایا۔ اب رحمت اللہ کا نکاح ماموں کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں۔ رحمت اللہ نے اپنی چھوٹی خالہ کے ساتھ دودھ پیا ہے۔

(الجواب) نکاح رحمت اللہ کا زبیدہ دختر ماموں بنت بکر یعنی ماموں سے صورت مسئولہ میں درست نہیں ہے قطعاً حرام ہے۔ کیونکہ بکر رحمت اللہ خاں کا بھائی رضاعی ہو گیا۔ اور زبیدہ بھتیجی رضاعی بہن، رحمت اللہ مذکور کی ہو گئی۔ لہذا نکاح ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ جملہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ در مختار باب الرضاع میں ہے۔ **ولدخل بين الرضيعة وولد ولدها لانه ولد الاخ الخ ص ۴۰۸ شامی جلد ثانی۔** واللہ تعالیٰ اعلم

سوتیلی بہن کی پوتی سے نکاح

(سوال ۷۰۹) زید کا عقد اس کی سوتیلی بہن کی پوتی سے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ صورت یہ ہے کہ بکر نے اول ایک عقد کیا جس سے ہندہ پیدا ہوئی اور ہندہ سے خالد اور خالد سے سلیمہ پیدا ہوئی بعد اس کے بکر نے اور ایک عقد کیا اس سے زید پیدا ہوا۔ آیا زید کا عقد سلیمہ سے شرعاً جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) زید کا نکاح اس صورت میں سلیمہ سے درست نہیں ہے۔ حرام قطعی ہے۔

سوتیلے بھائی کی لڑکی سے نکاح

(سوال ۷۱۰) حبیب اور بدھو کی ماں ایک ہے تو ڈمنہ جو کہ بدھو کا سوتیلا بھائی ہے حبیب کی دختر سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اگر ڈمنہ کی ماں دوسری ہے یعنی وہ نہیں جو حبیب اور بدھو کی ہے تو نکاح ڈمنہ دختر حبیب سے درست ہے۔ کما فی الدرالمختار و تحل اخت اخيه رضاعا الخ وكذانسبا بان يكون لا خيه لابيه اخت لام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حرمت نکاح کی ایک صورت

(سوال ۷۱۱) زید کی پہلی زوجہ متوفیہ سے ایک لڑکی ہو تو دوسری زوجہ کے بھائی سے اس لڑکی کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس لڑکی کا سوتیلا ماموں ہے ؟

(الجواب) ہو سکتا ہے کہ در حقیقت زوجہ ثانیہ کا بھائی پہلی زوجہ کی دختر کا ماموں نہیں ہے۔

تایا کی بیوہ سے نکاح

(سوال ۷۱۲) تایا کے مر جانے اور عدت گزر جانے کے بعد تائی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ نیز خسر کی دوسری زوجہ سے بعد مرنے خسر کے نکاح درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) تائی سے بعد مرنے تایا کے نکاح شرعاً درست ہے اور خسر کی دوسری زوجہ سے جو اپنی زوجہ کی والدہ حقیقی نہیں ہے۔ بعد مرنے خسر کے نکاح درست ہے اور کسی کو ماں کہنے سے ماں نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نانا کی زوجۂ ثانیہ سے نکاح

(سوال ۷۱۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے حقیقی نانی کی یعنی اپنے ماں کے باپ کی دوسری منکوحہ سے جو اسکی نانی کی غیر اور سوت ہے۔ نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا یہ نکاح حسب شرع شریف جائز ہے یا نہیں، یہ جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ **ولا تنکحوا ما نکح اباء کم** یہاں آبائکم سے معنی حقیقی مراد ہے یا مجازی۔ بر تقدیر مجازی کے نانا بھی اس میں داخل ہے یا نہیں۔ اور اگر شامل ہے تو کس دلیل سے اور اگر نہیں تو کس وجہ سے۔

(الجواب) حقیقی نانا کی زوجہ سے جو نانی کی سوتن ہے۔ نکاح حرام ہے۔ **لقوله تعالى ولا تنكحوا ما نكح أباء كم من النساء الاية. اباء كم** سے مراد عام ہے، باپ اور دادا اور نانا اوپر تک سب کو شامل ہے۔ عالمگیری میں ہے **الرابعة من المحرمات نساء الاباء والاجداد من جهة الاب او الام وان علوا فهو لآء محرمات على ابنائهم نكاحا ووطئا و فى الدرالمختار ازوجة اصله و فرعه مطلقا ولو بعيدا دخل بها او لا.الخ . و فى الهدايه ولا بامرأة ابيه واجداده لقوله تعالى ولا تنكحو اما نكح أباء كم**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محرمات سے نکاح کرنے کی سزا

(سوال ۷۱۴) اگر کسی شخص نے مثل پھوپھی و خالہ کے ساتھ نکاح کر لیا اور دانستہ وطی بھی کی تو اس پر حد زنا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) حد زنا اس پر جاری نہ ہوگی توبہ کرے اور اس کو علیحدہ کر دیوے۔ واللہ اعلم

آج کل کوئی شرعی باندی نہیں

(سوال ۷۱۵) بعض لوگ آج کل غیر منکوحہ عورتوں کو گھر میں رکھتے ہیں اگر ان سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں مسلمان لوگ باندیاں رکھتے تھے اور بلا نکاح ان سے صحبت کرتے تھے۔ اگر وہ جائز تھی تو یہ بھی جائز ہیں؟

(الجواب) باندیوں کا بے شک شرع میں یہی حکم ہے کہ جو باندی جس کے ملک ہو وہ اس سے بلا نکاح صحبت کر سکتا ہے۔ قرآن شریف اور حدیث سے یہ حکم ثابت ہے۔ مگر باندی وہ ہے جو لڑائیوں میں کافروں کی عورتیں مسلمانوں کے ہاتھ آویں۔ یہ عورتیں جن میں شرائط باندیوں کی نہ پائی جاویں وہ شرعی باندیاں نہیں ہیں ان سے بلا نکاح صحبت درست نہیں ہے۔ یہ زنا ہے اور زنا کا وعید اور عذاب جو کچھ قرآن وحدیث میں آیا ہے وہ سب مسلمانوں کو معلوم ہے ایسی دلیری کرنا موجب سخت عذاب کا ہے۔ اللہ تعالی محفوظ رکھے اور ہدایت فرماوے اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو اس پر عذاب چکھیں گے۔ کسی کا کیا نقصان ہے انہیں پر مصیبت پڑنیوالی ہے۔ **والسلام علی من اتبع الھدی**

ایک بہن سے باپ کا اور دوسری بہن سے بیٹے کا نکاح!

(سوال ۷۱۶) زید پدر حقیقی ہے اور بکر زید کا پسر حقیقی ہے۔ مسمی عمرو کی دو دختر حقیقی ہیں۔ مسمی زید و بکر مذکورہ بالا سے مسمی عمرو کی دونوں دختر کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) زید اور بکر سے دونوں دختران عمرو کا نکاح ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک بہن پدر (زید) کی زوجہ ہو اور دوسری بہن بکر (پسر زید) کی زوجہ ہو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے **قال اللہ تعالی واحل لکم ما وراء ذالکم . الایۃ** واللہ تعالیٰ اعلم

چچا کی پوتی سے نکاح

(سوال ۷۱۷) چچا کی پوتی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نکاح چچا کی پوتی سے درست ہے۔ **ایۃ واحل لکم ما وراء ذالکم.**

جس سالی سے زنا کیا اس کی بیٹی سے نکاح

(سوال ۷۱۸) ایک شخص کی عورت فوت ہو گئی ہے اور بعد ایک ہفتہ کے اس شخص کی سالی کا خاوند بھی مر گیا تو اس شخص مذکور نے چند ایام کے بعد سالی مذکور سے شادی کرنے کی نہایت کوشش کی اور اس کی سالی اس شخص کے گھر ہفتہ ہفتہ رہائش کر کے واپس میکے کو جاتی ہے۔ جب ایام عدت کے ختم ہو گئے۔ تو اس عورت نے دوسرے آدمی کے ساتھ جا کر نکاح کیا۔ جب شخص مذکور کو اس بات کا پتہ لگا تو وہ اپنی سالی کے گھر مع دیگر شخص کے گیا تو راستہ میں کوڑا نامی موچی ملا اس نے کہا کہ اگر چہ تم نے اس کو بہت کچھ کھلایا تو اس نے تیرے ساتھ عقد نہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ اگر میں نے اس کو کھلایا پہنایا ہے تو اس سے جماع بھی تا ہنوز کرتا رہا۔ خیر بعد ہفتہ کے اس شخص نے اس عورت یعنی سالی کو کہا کہ تم نے جو

میرے ساتھ نکاح نہ کیا اب مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو عورت مذکور نے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا اب وہ شخص شادی شدہ ہے اب آپ فرمائیں کہ اس شخص کا عقد اس عورت یعنی سالی کی لڑکی سے جائز ہے یا نہ اور اس آدمی کا ذبح کیا ہوا جانور یا پرندے شریعت جائز رکھتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) جب کہ اس شخص نے اپنی سالی کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس کو اس کا اقرار ہے تو سالی کی دختر سے اس کا نکاح درست نہیں بالکل حرام ہے۔ وہ نکاح نہیں ہوا۔ ذبح کیا ہوا جانور اس کا جو اللہ کے نام پر ذبح کیا ہو حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الانکحة الصحیحة و الفاسدة

(صحیح اور فاسد نکاح کا حکم)

ایام عدت میں اگر زنا سے حاملہ ہو جائے تو قبل وضع حمل دوسرے نکاح جائز نہیں

(سوال ۷۱۹) زید کی زوجہ زید کو چھوڑ کر عمر کے پاس نکل گئی اور عمر نے اس کو بلا نکاح رکھ لیا۔ اور ہفتہ عشرہ کے بعد زید کو معلوم ہوا کہ میری زوجہ عمر کے گھر ہے مگر زید نے مسماۃ کو طلاق نہیں دی اور خاموش ہو گیا اور دس ماہ کے بعد زید نے عمر سے اپنی کل شادی کا خرچ لے کر اپنی زوجہ کو طلاق دیدی بس اس عورت کو دو ماہ سے عمر کا حمل ہے اور وہ عورت مذکورہ عمر سے حمل ہونے کا اقرار بھی کرتی ہے اور عمر اس عورت سے عقد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر لوگ عمر کو منع کرتے ہیں کہ بغیر پورے کئے ہوئے عدت کے نکاح جائز نہیں ہے۔

(الجواب) واضح ہو کہ جب تک زید نے اس عورت کو طلاق نہیں دی تھی اس وقت تک وہ اسی کی زوجہ تھی جب زید نے طلاق دی اس وقت سے اس پر عدت واجب ہو گی۔ اگر بوقت طلاق وہ حاملہ تھی یا عدت میں حمل ہوا، اگرچہ حمل زنا کا ہو تو عدت اس کی وضع حمل ہے اور اگر اس وقت حاملہ نہیں تھی تو تین حیض۔ الغرض بعد گزرنے عدت کے عمر سے نکاح ہو سکتا ہے۔ عدت گذرنے سے پہلے نکاح عمر سے درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

بذریعہ خط نکاح کی شرطیں

(سوال ۷۲۰) ایک لڑکی بالغہ نے بدون اجازت والدین اپنا نکاح ایک شخص سے اس طرح کیا کہ دو شخص کو جو اس کے مضمون کو شناخت کرتے تھے۔ دو خط لکھے کہ میں نے اپنے نکاح کا اختیار فلاں شخص کو دیدیا۔ اور تم کو اس خط کے ذریعہ سے گواہ بناتی ہوں۔ اسی کے ہمراہ ایک خط اس شخص کو لکھا جس سے نکاح کرنا

چاہتی تھی کہ میں نے تم کو اپنے نفس کا اختیار مطلقا دیدیا۔ اور یہ خط دو گواہوں والے تم فلاں فلاں میرے عزیزوں کے نام بھیجدو۔ اس شخص نے ان خطوں کو پا کر دونوں کو یہ لکھ دیا کہ میں نے قبول کیا اور اپنے دستخطوں سے مکمل کرنے کے بعد ان دونوں کو جن کی بابت لڑکی کی ہدایت تھی روانہ کر دیا۔ تو اس صورت میں نکاح ہو گیا یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں نکاح نہیں ہوا۔ دو گواہوں کا ایک بار ایجاب و قبول کا سننا شرط ہے اور کتابت کی صورت میں یوں ہونا جائز تھا کہ جس وقت ناکح کے پاس عورت کا خط اختیار دینے کا آیا وہ دو گواہوں کو بلا کر ان سے سامنے عورت کے خط کا مضمون پڑھے کہ فلاں عورت نے مجھ کو اختیار نکاح دیا میں نے قبول کیا تم گواہ رہو۔ یا میں نے اس سے نکاح کیا۔ در مختار میں ہے۔ **و شرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا الخ و فى الشامى عن الفتح و من الشروط ما قدمناه فى التزوج بالكتاب من انه الخ**

خط کے ذریعہ نکاح کا طریقہ

(سوال ۷۲۱) مثلاً ایک عورت نے ایک شخص کو خط لکھا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں اتنے مہر پر آپ منظور کریں اور ادھر سے اس شخص نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے منظور ہے اور وہ شخص دو شخصوں کے سامنے پڑھ کر اور اس کا جواب بھی ان کو سنا کر لکھدیا۔ تو کیا نکاح ہو گیا ؟ مگر اس عورت نے خفیہ بلا دو گواہ شرعی کے یہ خط لکھا ہو تو کیا جب بھی نکاح ہو جاوے گا، یا ادھر سے بھی دو گواہ شرعی ہونے کی ضرورت ہو گی اور ان دونوں خطوں پر دونوں فریق کے گواہان کے دستخط بھی ہونے چاہئیں یا نہیں ؟

(الجواب) شامی میں خط پر جواز نکاح کی یہ صورت لکھی ہے کہ مثلاً مرد عورت کو خط لکھے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور عورت دو گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے اس خط کو پڑھے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا الخ اس صورت کے موافق یہ بھی جائز ہے کہ عورت مرد کو خط لکھے اور مرد دو گواہوں کے سامنے اس کا خط پڑھے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔ غرض یہ کہ اگر دو گواہوں کے سامنے شوہر نے اس خط کو پڑھ دیا۔ اور قبول کر لیا تو نکاح ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر دو شاہدوں کے نکاح منعقد نہیں ہوتا

(سوال ۷۲۲) ایک شخص نے ایک عورت سے ذات نخشی یعنی خفیہ نکاح کیا پھر اس نے حاکم کے نزدیک بہت سے لوگوں کے سامنے انکار کیا کہ میں نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تو کیا اس انکار سے طلاق ہو جاتی ہے ؟ اور ہوتی ہے تو کون سی ؟

(الجواب) نکاح کے جواز اور صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ دو گواہوں کے سامنے عورت و مرد کا ایجاب و قبول ہو اور دو گواہ ایجاب و قبول کو سنیں۔ پس اگر خفیہ نکاح ایسی طرح ہوا ہو کہ دو آدمی گواہ بھی

موجود نہ تھے تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اور انکار شوہر درست ہے کیونکہ در حقیقت وہ نکاح نہیں ہوا۔ اور اگر پہلا نکاح دو گواہوں کے روبرو ہوا تھا تو پھر اس انکار شوہر سے طلاق نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر گواہوں کے نکاح منعقد نہیں ہوتا

(سوال ۷۲۳) صغری نے ایک پرچہ لکھ کر زید کو دیدیا۔ اس بات کا کہ میں اس بات کا اقرار کئے دیتی ہوں کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا آپ اس کو قبول و منظور کریں گے یا نہیں۔ زید نے کہا کہ میں ضرور منظور کر لوں گا۔ جانبین سے مکرر سہ کرر اس بات کا اقرار ہو گیا۔ اس کے بعد صغری کے بھائی نے صغری کے ایک چھری ماری صغری کے چلانے سے مجمع زیادہ ہو گیا اسی مجمع میں صغری نے اقرار کیا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا ہے اس صورت میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جو پرچہ لکھ کر صغری نے زید کو دیا۔ اور زید نے اس کو منظور کیا۔ اس سے نکاح منعقد نہیں ہوا۔ کیونکہ شہود کے سامنے نہ وہ رقع پڑھا گیا نہ زید نے قبول کیا۔ پس وہ لغو ہوا۔ اب رہا صغری کا اقرار نکاح پچیس تیس آدمیوں کے مواجہ میں کہ میرا نکاح زید سے ہو گیا۔ اور زید نے اس پر کہا کہ بسم اللہ مجھے منظور ہے۔ اس میں روایت در مختار یہ ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر گواہوں کے سامنے اقرار ہوا تو وہ اقرار انشاء اللہ کے نزدیک نکاح ہو جاوے گا اور نکاح صحیح ہو جاوے گا عبارۃ در مختار یہ ہے۔ ولا بالاقرار علی المختار الخ لان الاقرار اظهار لما هو ثابت وليس بانشاء و قيل ان كان بمحضر من الشهود صح كما يصح بلفظ الجعل وجعل الاقرار انشاء وهوالاصح ذخیره.

علامہ شامی نے ذخیرہ کی عبارۃ نقل فرما کر صاحب فتح القدیر علامہ ابن الھمام کا یہ فیصلہ قاضی خاں کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ اگر اقرار روبرو گواہوں کے۔ اس صیغہ سے ہو کہ عورت کہے کہ یہ میرا شوہر ہے اور مرد کہے یہ میری زوجہ ہے۔ تو نکاح منعقد ہو جاوے گا اور اگر اقرار اس طریق سے ہو کہ عورت کہے کہ میرا نکاح اس مرد سے ہو گیا ہے اور مرد بھی ایسا کہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خبر کاذب ہے۔ عبارۃ ذخیرہ و قول فتح القدیر یہ ہے وهذاالاقرار بمنزلة النكاح لانه مقرون بالعوض فهو عبارة عن تمليك مبتداء في الحال فان كان بمحضر من الشهود صح النكاح والافلا في الاصح انتهى ملخصا وقال في الفتح قال قاضى خان و ينبغي ان يكون الجواب على التفصيل ان اقرا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لا يكون نكاحا وان اقرالرجل انه زوجها وهي انها زوجته يكون نكاحا و يتضمن اقرار هما بماض لانه كذب وهو كما قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه اذا قال لا مرأته لست لي امرأة و نوى به الطلاق يقع كانه قال لانى طلقتك ولوقال لم اكن تزوجتها ونوى الطلاق لا يقع لانه كذب محض الخ

پس اس فیصلہ محقق کے موافق صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا کیونکہ یہاں اقرار بصیغۂ ماضی مذکور ہے۔ دونوں جگہ صغریٰ کا یہ لفظ مذکور ہے کہ میرا زید سے نکاح ہو گیا۔ واللہ اعلم

بغیر گواہوں کے نکاح دیانۃً بھی صحیح نہیں!

(سوال ۷۲۴) زید اور ہندہ نے خلوۃ میں بلا حضوری شہود خلوۃ میں ایجاب و قبول نکاح کا کیا۔ پس یہ امر تو ظاہر ہے کہ عند القاضی بغیر شہود نکاح صحیح نہ ہوگا۔ لیکن یہ فرمائے کہ جب ہر دو کی نیت فاسد نہیں ہے اور باسباب خاص اس کا اعلان نہیں کیا تو اگر وہ دونوں خلوۃ کریں یا بصورت علیحدگی یا ایک جائے حقوق زوجین کا لحاظ کریں تو درست ہے یا نہیں؟ اور دیگر حقوق زوجیت لازم ہیں یا نہیں؟

(الجواب) بلا موجودگی شاہدین جو ایجاب و قبول ہوا وہ غیر معتبر اور کل عدم ہے وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اس حالت میں مقاربت و مجامعت زنا ہے۔ در مختار میں ہے۔ و شرط حضور شاهدين الخ سامعين قولهما معا الخ قوله سامعين قولهما معا. فلا ينعقد بحضرة النائمين والاصمين الخ شامی. پس معلوم ہوا کہ بلا شہود جیسا کہ قاضی کے نزدیک نکاح نہیں ہوتا دیانۃ و مابینہ وبین اللہ بھی نہیں ہوتا۔ اور حقوق زوجیت کچھ لازم نہیں ہوتے اور ضرورت اشتہاد کے احادیث لانکاح الا بشهود وغیرھا کی وجہ سے ہے اور تفصیل اس کی فتح القدیر میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر گواہوں کے نکاح دیانۃً بھی باطل ہے

(سوال ۷۲۵) زید ہندہ سے بلا شہود نکاح کرتا ہے اگر چہ یہ نکاح بلا شہود ناجائز ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر چہ یہ نکاح بغرض تسلیم بین الناس منعقد نہیں ہوا لیکن کیا عند اللہ بھی نہیں ہوا۔ یعنی ایسے نکاح بلا شہود میں اگر ناکح منکوحہ سے مجامعت کرے تو کیا ناکح و منکوحہ عند اللہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں؟

(الجواب) وہ نکاح جس میں دو گواہ نہ ہوں عند اللہ بھی نکاح نہیں ہے اور وطی کرنا اس میں گناہ ہے کما جاء عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال البغايا اللاتي ينكحن انفسهن بغير بينة. والاصح انه موقوف على ابن عباس رواه الترمذی اقول والموقوف فی مثل هذا له حكم المرفوع كما تقرر فی الاصول قال فی اللمعات و فيه ان النكاح بلا شهود فاسد وهو المذهب عند جمهور الائمة الخ و فی الدر المختار تزوج بشهادة الله و رسوله لم يجز بل قيل يكفر. والله تعالى اعلم

گواہوں کیلئے ایجاب و قبول سننا ضروری ہے

(سوال ۷۲۶) ایک عورت نے تین گواہوں کے سامنے ایک مرد سے اپنا نکاح کر لیا اور اجازت ان لفظوں سے ادا کی کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا مرد مذکور نے قبول کر لیا۔ عورت نے الفاظ

اجازت آہستہ سے ادا کئے، اسی وجہ سے ایک گواہ نے عورت کی آواز صاف صاف سنی اور دوسرے نے سنی تو سہی مگر سمجھ میں نہیں آئی اور تیسرے نے بالکل نہیں سنی نکاح صحیح ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) در مختار میں ہے و شرط سماع شاهدين الخ سامعين قولهما معا على الاصح فاهمين انه نكاح على المذهب الخ و فی الشامی و قال فی الظهيرية والظاهر انه يشترط فهم انه نكاح واختاره فی الخانية فكان هو المذهب الخ پس اگر دونوں گواہوں نے الفاظ سن لئے ہیں اور یہ بھی وہ جانتے ہیں کہ یہ نکاح کے الفاظ ہیں اور نکاح کا ایجاب و قبول سنا ہے تو نکاح صحیح ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چچانے بالغہ بیوہ کا نکاح نابالغ سے کر دیا تو اس کا حکم

(سوال ۷۲۷) ایک مسماۃ دو سال سے بیوہ تھی اور ماں باپ بھی اس کے فوت ہو گئے اور وہ خود بالغ ہے اس عمر بائیس سال کی اس وقت ہے۔ اس عورت کا ایک چچا موجود ہے اس نے اس بیوہ کو نکاح ثانی کرنے کے واسطے تاکید کی اور ایک لڑکا جس کی عمر تقریبا تیرہ سال ہے تجویز کیا گیا۔ اس مسماۃ نے فوراً انکار کیا نکاح کرانے پر رضامند نہ ہوئی۔ یہ مسماۃ ایک اور شخص سے نکاح کرانے کے لئے پیشتر سے رضامند تھی اور اس کے چچا وغیرہ اس سے ناراض تھے۔ اس لئے دو چار شخصوں کو جمع کر کے اس مسماۃ پر زور دیا گیا مگر اس نے اقرار نہ کیا۔ آخر کار بوقت مغرب ان اشخاص نے اس بیوہ کا نکاح جبراً اس نابالغ لڑکے سے کرادیا بلکہ وہ مسماۃ جس شخص سے رضامند تھی اس کے یہاں جانے کے لئے گھر سے نکلی۔ مگر یہ لوگ اس کو پکڑ کر گھر لے گئے اور گھر میں بٹھلا کر نکاح کر دیا اور جبراً اس نابالغ لڑکے کے گھر پہنچادی۔ وہ مسماۃ رات کے بارہ بجے موقع پا کر اس شخص کے پاس جس سے وہ نکاح کرنے پر پیشتر سے رضامند تھی چلی آئی اور اسی وقت اس شخص سے رضامند ہو کر نکاح کر لیا اور تین روز تک اس کے ہمبستر رہی بعد تین روز کے برادری نے اس مسماۃ کو اس شخص سے جبراً چھین لیا۔ اور نابالغ لڑکے کے گھر پہنچادی۔ بموجب شرع شریف کون نکاح جائز ہے اور ناجائز نکاح کے قاضی و کیل گواہ کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

(الجواب) نابالغ لڑکے سے نکاح اس عورت کا صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ رضامندی عورت کی نابالغ سے جواز نکاح کے لئے شرط ہے۔ پس جب کہ عورت اس نابالغ کے نکاح سے ناراض ہے اور آخر تک راضی نہیں ہوئی تو نکاح باطل اور ناجائز ہوا۔ دوسرا نکاح جو خود عورت نے اپنی رضامندی سے اپنے کسی ہم کفو سے کیا ہے وہ صحیح ہوا اس نابالغ کے گھر بھیجنا عورت کو جبراً حرام ہے اور ناجائز ہے۔ بھیجنے والے مرتکب فعل حرام کے ہوئے اور فاسق و فاجر ہیں۔ ناجائز نکاح کے قاضی و کیل شاہد جن کو حال معلوم ہے سب فاسق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عقد نکاح لفظ ان شاء اللہ کیساتھ منعقد نہیں ہوتا

(سوال ۷۲۸) شخصے بعند المحفل گفت کہ دختر صغیرہ فلاں راانشاء اللہ تعالیٰ اعنی بزبان بنگالہ معنیش، اللہ ویلی می گویند بنکاح فلاں دادم پس بموجب شرع از اتصال جملہ انشاء اللہ نکاح منعقد خواہد شدیانہ ؟

(الجواب) در ایجاب و قبول انشاء اللہ گفتن مفید جواز و صحت نکاح نخواہد شد کہ بانشاء اللہ تحقیق عقد حاصل نیست و قال فی الدر المختار هو عقد يفيدالملك المتعة و فی الشامی العقد مجموع ايجاب احد المتكلمين مع قبول الاخر او كلام الواحد القائم مقامهما الخ شامی و ينعقد بايجاب و قبول وصنعا للمضى لان الماضى اول على التحقيق در مختار و قوله على التحقيق اى تحقيق وقوع الحدث الخ وظاهر ان لا يتحقق مع الاستثناء. والله تعالیٰ اعلم

مجلس خطبہ (منگنی) سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

(سوال ۷۲۹) اس ملک میں خطبہ عرف منگنی اس طرح ہوتی ہے کہ مجلس قائم ہوتی ہے۔ لڑکی کا ولی مجلس میں کھڑا ہو کر اعلان کرتا ہے کہ میں اپنی فلاں لڑکی بعوض اس قدر زر مہر فلاں ابن فلاں کو دی ہے اور لڑکے کا ولی اسی مجلس میں جواباً بیان کرتا ہے کہ ہمیں منظور ہے اگر اس طرح اور ان الفاظ میں منگنی ہو جاوے تو کیا وہ لڑکا اپنی اس طرح کی منسوبہ کے ہوتے ہوئے جس میں ایجاب و قبول مجلس عام میں ہو کر زر مہر متعین ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی وہ اس کو اپنے قبضہ میں نہیں لایا۔ اب اس کو متروک کر کے اس کی بیوہ ماں کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ایسی صورت میں کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر وہ مجلس خطبہ اور وعدہ کی پختگی کی مجلس کہلاتی ہے نکاح کی مجلس نہیں کہلاتی تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں اس کی والدہ یعنی مخطوبہ کی والدہ سے نکاح درست ہے۔ مخطوبہ سے نکاح نہ کیا جاوے۔ اور اگر وہ مجلس نکاح کی مجلس کہلاتی ہے۔ تو یہ ایجاب و قبول نکاح کا ہو جائے گا۔ اور نکاح منعقد ہو جاوے گا۔

اس حالت میں اس کی والدہ سے نکاح حرام ہے. لقوله تعالى. وامهات نساء كم. الاية اور در مختار میں ہے. اوهل اعطيتنها ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد اور شامی میں ہے قوله ان المجلس للنكاح اى لا نشاء عقده لانه يفهم منه التحقيق فى الحال فاذا قال الاخر اعطيكها او فعلت لزم و ليس للاول ان لا يقبل الخ. والله تعالیٰ اعلم

رضامندی کے بغیر قبول کر لینے سے نکاح ہو جاتا ہے

(سوال ۷۳۰) اگر لڑکی بالغ ہے اور اس کی مرضی نہیں ہے اگر کسی طرح اقرار کرالیا جاوے تو نکاح ہو

جاتا ہے یا نہیں ؟
(۲) ایک مرتبہ ایجاب و قبول کرانے سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اور عورت کو اختیار فسخ نکاح کا ہے یا نہیں ؟
(الجواب) نکاح ہو جاتا ہے اور عورت کو اختیار فسخ نکاح کا نہیں۔ اور شوہر کے گھر نہ جانے سے بھی نکاح نہیں ٹوٹتا۔ قال علیه الصلوة والسلام. ثلث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والعتاق الحديث او كما قال
(۲) نکاح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہنسی سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

(سوال ۷۳۱) اگر کوئی شخص ہنسی میں اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دے تو منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں ؟
(الجواب) اس صورت میں نکاح ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے۔ ثلث جدهن جد وهز لهن جد. یعنی تین چیزوں میں جو ہنسی کرنے سے بھی ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے آنحضرت ﷺ نے نکاح کو بھی فرمایا ہے۔ در مختار کتاب النکاح میں ہے۔ ولا يشترط العلم بمعنى الايجاب والقبول فيما يستوى فيه الجدو الهزل اذلم يحتج لنية به يفتى والله تعالىٰ اعلم

بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح

(سوال ۷۳۲) میری شادی کو عرصہ ہوا مگر کوئی لڑکا بالا نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے میں نے دوسری جگہ اپنی شادی کا بندوبست کیا۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پہلی زوجہ سے اجازت لو تب نکاح ثانی جائز ہو گا۔ اور پہلی زوجہ راضی نہیں انکار کرتی ہیں۔ تو دوسرا نکاح باوجود ناراضی اور انکار زوجہ اول کے درست ہے یا نہیں اور اجازت زوجہ کی ضرورت ہے یا نہیں ؟
(الجواب) یہ قول صحیح نہیں ہے کہ بدون اجازت پہلی زوجہ کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہو، بلکہ سائل کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے۔ پہلی زوجہ کے انکار کی وجہ سے اور راضی نہ ہونے کی وجہ سے دوسرا نکاح ناجائز نہیں ہے۔ البتہ دوسرے نکاح کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہر دو زوجہ کے حقوق پورے پورے ادا کرے اور برابری اور عدل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوتیلی ماں کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے

(سوال ۷۳۳) زید کا باپ مر گیا اس کی سوتیلی ماں ہندہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔ اب ہندہ کے لڑکی پیدا

ہوئی اس لڑکی سے زید نے نکاح کر لیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔
(الجواب) زید کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے جو کہ دوسرے شوہر سے پیدا ہوئی ہے شرعاً صحیح ہے کیونکہ محرمات میں قاعدہ حرمت میں وہ داخل نہیں ہے بلکہ واحل لکم ما وراء ذالکم میں داخل ہے۔ کیونکہ ہندہ کی یہ دختر نہ زید کی اخیافی بہن ہے۔ نہ علاتی یعنی نہ ماں شریک بہن ہے نہ باپ شریک بہن ہے۔ اور حقیقی بہن نہ ہونا اظہر ہے۔ بلکہ یہ لڑکی زید سے محض اجنبیہ ہے لہذا حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نام غلط بتانے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

(سوال ۷۳۴) اگر نکاح خواں نے نام رفیتن کا نہ لیا اور وقت نکاح بجائے رفیتن و فاتن کہا اور نکاح رفیتن کے مکان پر منعقد ہوا۔ اور وفاتن نامی کوئی عورت اس مکان میں موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں نکاح منعقد ہو جاوے گا یا نہیں؟
(الجواب) غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح للجهالة وکذا لو غلط فی اسم بنته الا اذا کانت حاضرة واشار الیها فیصح (در مختار) و فی الشامی و کذا یقال فیما لو غلط فی اسمها الخ ان عبارات سے واضح ہوا کہ غلط نام لینے سے نکاح مذکور نہیں ہوا۔ یعنی رفیتن کا نکاح نہیں ہوا۔ البتہ اگر وہ سامنے ہوتی اور اشارہ بوقت نکاح اس کی طرف ہوتا۔ مثلاً اس طرح کہ اس عورت کا جو سامنے بیٹھی ہے۔ تیرا نکاح کیا گیا تو نکاح غلط نام سے ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر منکوحہ سامنے نہ ہو بلکہ اندر گھر کے ہو۔ اور نام غلط لیا گیا تو نکاح نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جان و عزت و حرمت بتو دادم کے الفاظ سے نکاح!

(سوال ۷۳۵) ہندہ بالغہ عاقلہ پیش پدر و پسر بالغ خود بہ الفاظی کہ مفید معنی نکاح تواند بود با خالد عقد بست صراحۃ لفظ نکاح نہ گفتہ بلکہ بالکنایہ بایں طور کہ من جان و عزت خود بتو سپردم خالد گفت قبول کردم سوائے ایں دو کس کسے دیگر شاہد نہ بود عقد ثابت بود یا نہ؟ اگر پدرش ہمر دو پسرش اکنوں انکار می کند، دریں صورت عند القاضی ایں نکاح ثابت باشد یا نہ مجامعیت جائز است یا نہ؟ وایں صورت مسافحت است یا نہ؟
(الجواب) اگر بالفاظ مذکورہ بارادہ نکاح گفتہ شد نکاح منعقد گشت قال فی الدر المختار وما عدا هما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیك العین الخ کهبة و تملیك و صدقة وعطیة الخ بشرط نیة او قرینة الخ و فیه ایضا و شرط حضور شاهدین الخ ولو فاسقین الخ او ابنی المزوجین و فی الشامی و لیس هذا خاصا بالابنین الخ و نکاح مذکور اگرچہ عند القاضی ثابت نہ شود

لیکن عند اللہ نکاح صحیح است و مقاربت و مجامعت درست است و ایں صورت مسافحت نیست

منگنی کے طور پر کہا'' میں نے اپنی فلاں لڑکی دی'' تو نکاح نہیں ہوا

(سوال ۷۳۶)ایک شخص نے اپنے مکان میں چند آدمیوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں اپنی فلاں لڑکی کا ناطہ فلاں شخص کے لڑکے فلاں کو دیدیا۔ اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں ؟بینوا تو جروا۔

(الجواب اس صورت میں رشتہ اور ناطہ ہوا ہے نکاح نہیں ہوا۔ ناطہ دینا یہ حقیقت میں وعدہ نکاح کا ہے نکاح نہیں ہے۔ نکاح کے لئے ایجاب و قبول بعد میں ہونا چاہئے۔ قال فی در المختار وھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح وان للوعد فوعد. واللہ تعالٰی اعلم

عدت کے اندر دیور سے نکاح باطل ہے

(سوال ۷۳۷)ایک بیوہ بالغہ نے عدۃ کے اندر خوشی اپنے دیور سے نکاح کر لیا۔ ابھی عدۃ ختم نہیں ہوئی تھی کہ لڑکی کا باپ جبراً لڑکی کو لے گیا اور ایک شخص سے جس کی عمر ۵۰ سال ہے بلا رضامندی اس لڑکی کے نکاح کر دیا۔ اور عورت کے دیور مذکور نے دخل زوجیت کا دعوی دائر کر دیا۔ اس وجہ عورت کے باپ نے عورت کو اس کے دیور کے یہاں جس سے اول نکاح ہوا تھا بھجدیا اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) عدۃ میں جو نکاح دیور سے ہوا شرعاً باطل اور لغو ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اور باپ نے جو نکاح لڑکی کا دوسرے شخص پچاس سالہ سے کیا وہ بھی بلا رضامندی واجازت لڑکی کے صحیح نہیں ہوا کیونکہ اس صورت میں لڑکی کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً ضروری ہے اور دلالۃً اجازت یہ بھی ہے کہ مہر یا نفقہ کا مطالبہ شوہر سے کرے یا اس کو وطی پر قدرت دے۔ کما فی الدر المختار بل لا بد من القول البالغۃ الخ وما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مھر ھا و نفقتھا و تمکینھا من الوطی الخ اور یہ رضا دلالۃً اس وقت معتبر ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے وہ لڑکی اس نکاح کا انکار نہ کر چکی ہو اور اگر انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح باطل ہو گیا۔

الغرض اگر لڑکی کی رضامندی قولاً یا دلالۃً نہیں پائی گئی تو دوسرا نکاح بھی باطل ہوا اس حالت میں دونوں میں سے کوئی نکاح بھی صحیح نہیں ہے اور کسی کے گھر بھی رخصت کرنا درست نہیں ہے۔ اب جس سے لڑکی رضامند ہو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح ہونا چاہئے۔

تنبیہ : بندہ کی مراد اس سے وہ نکاح ہے جو باپ نے کیا تھا پس اگر پہلے سے لڑکی کو خبر نہ تھی تو بعد نکاح کے جب اس کی خبر ہوئی اگر اس نے انکار کر دیا تو نکاح باطل ہوا اور جو انکار نہیں کیا اور پھر اس خاوند کے گھر رخصت ہو کر وطی وغیرہ خوشی واقع ہوئی تو یہ بھی رضامندی سمجھی جاتی ہے لہذا نکاح صحیح ہو گیا اور

جس سے عدۃ میں نکاح ہوا وہ باطل ہوا۔ عدت میں نکاح صحیح نہیں ہوتا اور اس میں قرابت داری کا کچھ لحاظ اور خیال نہیں ہے۔ واللہ اعلم

عدت میں نکاح باطل ہے

(سوال ۷۳۸) ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے۔ اس کا نکاح عدت میں دوسرے شخص سے کرایا گیا۔ اب زوج ثانی نے بھی طلاق دیدی عورت چاہتی ہے کہ میرا نکاح عدت کے اندر زوج اول سے کرادیا جائے۔ آیا اس صورت میں زوج اول سے نکاح اس عورت سے ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) دوسرا نکاح جو عدت کے اندر ہوا باطل ہوا۔ اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوئی اور شوہر اول نے اگر تین طلاق نہ دی تہیں بلکہ ایک یا دو طلاق دی تو اگر صریح الفاظ میں طلاق دی تھی تو عدت کے اندر وہ بلا نکاح رجوع کر سکتا ہے اور اگر صریح الفاظ سے طلاق نہ تھی بلکہ کنایہ کے الفاظ سے طلاق دی تھی اور طلاق بائنہ تھی تو بلا نکاح رجعت نہیں ہو سکتی۔ لیکن شوہر اول سے نکاح عدت میں اور بعد عدت کے ہو سکتا ہے اور اگر تین طلاق دی تہیں تو پھر بلا حلالہ شوہر اول سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عدت میں نکاح باطل ہے

(سوال ۷۳۹) ہندہ کا شوہر مر گیا ہے اور ہندہ نے قبل گذارنے عدت وفات کے ایک شخص سے زنا کرایا اور حاملہ ہو گئی۔ پھر اس نے نکاح کر لیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز نہیں تو کس سے نکاح ہونا چاہئے ؟

(الجواب) اگر شوہر کے مر جانے سے چار ماہ دس یوم پورے کر کے نکاح کیا ہے تو صحیح ہے اور اگر اس سے پہلے کیا ہے تو صحیح نہیں ہے۔ بعد عدت کے پھر نکاح کرنا چاہئے، شامی باب العدت میں ہے۔ **و مثله ای عدتها وضع الحمل ما لو كان الحمل فی العدة الخ والذی ذكره محمدؒ ان هذا فی عدة الطلاق اما فی عدة الوفات فلا يتغير بالحمل وهو الصحيح كذا فی البدائع** در مختار اور شامی کے باب ثبوت النسب کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو نسب اس کو شوہر متوفی سے ثابت ہے بشرطیکہ عورت نے اقرار گزرنے عدت کا نہ کیا ہو اور بعد اقرار کے چھ ماہ سے زیادہ میں بچہ پیدا نہ ہوا ہو۔ اس قاعدے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بچہ اس حاملہ کے دو برس سے کم میں پیدا ہوا ہو تو عدت اس کی وضع حمل ہے۔ اس صورت میں نکاح بعد وضع حمل ہونا چاہئے۔ پس یہی احوط ہے کہ نکاح بعد وضع حمل کیا جاوے تاکہ بلا خدشہ صحیح ہو جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عدت پوری ہونے سے ذرا بھی پہلے نکاح کا حکم

(سوال ٧٤٠) زید کا نکاح عدت گزرنے سے پہلے گھنٹہ دو ہندہ کے ساتھ غلطی سے ہو گیا تو وہ نکاح نافذ ہوا یا نہیں؟

(الجواب) وہ نکاح نافذ و صحیح نہیں ہوا۔ کما فی عامة المعتبرات. واللہ تعالیٰ اعلم

باب الاولیاء والاکفاء

(ولی اور کفو کا بیان)

اگر ولی بالغہ کا نکاح اس کی رضا کے بغیر کر دے

(سوال ٧٤١) ہندہ بالغہ کے باپ نے بے استرضاء ہندہ بکر سے نکاح کر دیا اور خلوت صحیحہ بھی پائی گئی۔ پس یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(الجواب) بعد نکاح کے خبر ہونے پر اگر ہندہ راضی رہے، جیسا کہ خلوت صحیحہ اور تمکین وطی دلیل اس کی ہے تو وہ نکاح صحیح ہو گیا۔

اگر ماں یا بھائی نے غیر کفوٴ میں نکاح کر دیا

(سوال ٧٤٢) ایک لڑکی کا نکاح اس کی والدہ اور بھائیوں نے غیر کفو میں کر دیا۔ اگر باپ دادا کے سوا کوئی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اس صورت میں نکاح ہوا یا نہ؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ وان کان المزوج غیر هما ای غیر الاب وابیه ولو الام او القاضی او وکیل الاب الخ لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا الخ اس عبارت سے واضح ہوا کہ بھائیوں اور والدہ نے جو نکاح اس لڑکی کا غیر کفو میں کیا وہ صحیح نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر بالغہ بلا اذن ولی غیر کفوٴ میں نکاح کر دے

(سوال ٧٤٣) اگر بالغہ لڑکی بلا اجازت ولی غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی فسخ نکاح کا مجاز ہے یا نہیں اور ولی کے فسخ سے نکاح فسخ ہو جاوے گا یا نہیں؟

(الجواب) مفتی بہ یہ ہے کہ لڑکی بالغہ اگر اپنا نکاح غیر کفو میں بدون رضا مندی و اجازت ولی کے کر لیوے تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا فسخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ در مختار میں ہے و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا و هو المختار للفتوی الخ. شامی میں ہے قوله وهوالمختار للفتوی وقال شمس الائمة وهذا اقرب الی الاحتیاط کذا فی تصحیح علامة قاسم الخ

غیر کفوٴ میں نکاح باجازت ولی درست ہے اور شیوخ سادات کے کفو ہیں

(سوال ۷۴۴) مثلاً ہندہ سید زادی یتیمہ ہے اس کے آرام وراحت کا خیال کر کے بنظر خیر خواہی ایک شریف اور معزز خاندان کے ایک رئیس زادہ سے جو دیندار اور مرد صالح بھی ہے۔ اور علاوہ ضروریات کے دس ہزار کی جائداد لڑکی کے نام کرنا چاہتا ہے۔ لیکن سید نہیں ہے، آیا ان کا نکاح آپس میں عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔ اور لڑکی کا کوئی جدی وارث بھی اس ملک میں نہیں ہے، سوائے ایک چھوٹے بھائی کے، بھائی اور والدہ وغیرہ اس عقد پر رضامند ہیں؟

(الجواب) قال فی الدر المختار فقریش بعضهم اکفاء بعض الخ و فی الشامی فلو تزوجت هاشمیة قریشیا غیر هاشمی لم یرد عقدها وان تزوجت عربیا غیر قریشا لهم رده الخ و فی الدرالمختار ایضا و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا وهوالمختار للفتوی و فی ردالمحتار واما اذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ شیخ صدیقی و فاروقی و عثمانی وغیرہا سب کفو ہیں۔ سادات بنی ہاشم کے۔ پس اگر وہ رئیس زادہ کفو ہے اس سیدہ یتیمہ کا اور یتیمہ بالغہ ہے تو نکاح اس کا برضاء بالغہ صحیح ہے اور اگر وہ رئیس زادہ کفو اس یتیمہ بالغہ کا نہیں ہے اور سوائے والدہ کے اور کوئی ولی عصبہ بالغ یتیمہ کا موجود نہیں تو والدہ ولی ہے اور اس کی رضاء معتبر ہے۔ لہذا نکاح صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ولد الزنا، صحیح النسب کا کفو نہیں

(سوال ۷۴۵) زید نے ہندہ سے نکاح کیا، پھر بلا طلاق ہندہ کی ہمشیرہ سے کر لیا جو اولاد پیدا ہوئی اس اولاد سے نکاح کرنے میں پرہیز جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں ہندہ کی بہن سے نکاح نہیں ہوا، اولاد جو اس سے ہوئی ولد الزنا ہے، صحیح النسب و ثابت النسب نہیں ہے۔ وہ اولاد کفو صحیح النسب کا نہ ہوگی۔

عجم میں نسب کا اعتبار ہے یا نہیں

(سوال ۷۴۶) زید قوم کا افغان اور زراعت پیشہ ہے اور ہندہ قوم کی اہیر ہے اور اس کے ورثاء بھی زراعت پیشہ ہیں۔ زید ہندہ کا کفو ہے یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں ہندہ کے ورثاء کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(الجواب) عجم میں نسب کا لحاظ نہیں ہے اور پیشہ فی الحال دونوں کا یکساں ہے لہذا امرد مذکور کفو اس عورت ہندہ کا ہے اولیاء ہندہ نکاح مذکور کو فسخ نہیں کر سکتے قال فی الدر المختار و هذا فی العرب

ای اعتبار النسب یکون فی العرب الخ شامی. واللہ تعالیٰ اعلم

جس مرد سے نکاح کرنا ہو وہ عورت کا وکیل بالنکاح بن سکتا ہے

(سوال ۷۴۷) مسماۃ زینب چاہتی ہے کہ میرا نکاح عمر کے ساتھ ہو جاوے مگر زینب کو اپنے کنبہ والوں کا خوف ہے اس لئے عمر کو اپنے گھر پر بلا کر نکاح نہیں کر سکتی لہذا عمر ہی کو وکیل اپنی طرف سے مقرر کر دے اور وہ اپنا نکاح زینب سے کرلیوے تو درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس طریق سے نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے زینب اور عمر کا نکاح اس طور سے منعقد ہو جاوے گا۔ در مختار میں ہے۔ یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور فان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب و وکیلا او ولیا من اخر او ولیا من جانب و وکیلا من اخر الخ واللہ تعالیٰ اعلم

ولی اقرب کے نہ ہونے پر ولی بعید کا نکاح کر دینا

(سوال ۷۴۸) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو مع دو لڑکیوں کے نکالدیا اور بالکل ان کی خبر گیری کسی قسم کی نہیں کرتا۔ جب لڑکیاں جوان ہو گئیں اور باپ نے کچھ توجہ اور خبر گیری نہ کی تو ماں نے مجبور ہو کر ان کا نکاح کر دیا۔ اس صورت میں ماں ولی جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) ولی اقرب اس صورت میں باپ ہے ماں کا درجہ ولایت میں عصبات کے بعد ہے لیکن باپ اگر بالکل خبر گیری نہ کرے اور نکاح اولاد وغیرہ سے بالکل بے خبر رہے اور بے تعلق ہو جاوے تو کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایسی حالت میں ولی ابعد کو اختیار نابالغہ کا ہو جاتا ہے۔ در مختار میں ہے: و یثبت للابعد من اولیاء البنت التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعه عن التزویج الخ اور غیبۃ ولی اقرب کی صورت میں بھی ولی ابعد کو اختیار نکاح کا ہو جاتا ہے وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب الخ مسافة القصر واختار في الملتقى مالم ينتظر الكفو الخاطب جوابه الخ پس صورت مسئولہ میں جب کہ باپ نے کوئی تعلق لڑکیوں کی خبر گیری اور نکاح وغیرہ سے نہیں رکھا اور کہیں ان کے نکاح کی تجویز نہیں کی تو اس صورت میں ماں کا نکاح کیا ہوا صحیح ہوا اور نیز جب کہ فی الحال وہ لڑکیاں بالغہ ہیں اور اس نکاح کو انہوں نے جائز رکھا تو اگر وہ نکاح موقوف بھی تھا تو لڑکیوں کی اجازت سے صحیح ہو سکتا ہے۔ کما هو القاعدة فی نکاح الفضولی. واللہ تعالیٰ اعلم

ولی اقرب سفر میں ہو تو ولی ابعد کے نکاح کا حکم

(سوال ۷۴۹) نابالغہ بجز عم وام دیگر ولی ندارد۔ اکنوں مادرش خواست کی دختر خود۔ کہ نابالغہ است بہ

نکاح شخصی دہد۔ لیکن عمش کہ ولی اقرب است درانجا حاضر نیست۔ پس اگر مادرش کہ ولی ابعد است نکاح دختر خود دہد۔ منعقد گردیانہ ؟

(الجواب) بصورت بعد ولی اقرب کہ کفو خاطب انتظار جوابش نہ کند۔ ودر اطلاع کردن و بر جواب عم آمدن کفو خاطب فوت می شود۔ دریں صورت والدہ ولی نکاح می تواں شد وباجازتش نکاح نابالغہ می شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر ولی کی عدم موجودگی میں دوسرے ولی نے نکاح کر دیا

(سوال ۷۵۰) محمد بخش ایک لڑکی چھ سالہ چھوڑ کر فوت ہو گیا اس کے دو چچا ہیں حسین و احمد۔ احمد نے بغیر رضامندی اپنے بڑے بھائی حسین کے اس لڑکی کا نکاح یعنی محمد بخش متوفی کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے دس سالہ عبدالقادر سے کر دیا۔ کیا یہ نکاح شرعا جائز ہے ؟ اور کیا ایجاب و قبول ایک شخص کر سکتا ہے۔

(الجواب) نکاح مذکور شرعا صحیح ہے۔ ہر دو چچا نابالغہ کے ولی ہیں۔ جس نے نکاح کر دیا صحیح ہو گیا اور ایک شخص جو کہ فضولی نہ ہو دونوں طرف سے ایجاب و قبول کر سکتا ہے **كما فى الدر المختار و يتولى طرفى النكاح واحد بايجاب يقوم مقام القبول فى خمس صورفان كان وليا اووكيلا من الجانبين الخ و فى رد المختار كزوجت ابنى بنت اخى الخ ولو زوجها وليان مستو يان قدم السابق الخ.**

بالغہ کا نکاح بغیر مرضی ولی کے غیر کفوء میں باطل ہے

(سوال ۷۵۱) ایک لڑکی بعمر پندرہ (۱۵) سال بہ موجودگی باپ بلا مرضی باپ کے خود عقد کر سکتی ہے یا نہ ؟ اور بالغہ و باکرہ کا حکم ایک ہے یا نہ ؟ (۲) لڑکی پندرہ سالہ وطن چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر نکاح کرے بلا اطلاع باپ کے یہ نکاح جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) مذہب حنفیہ میں بالغہ اپنا نکاح اپنی رضا اور خوشی سے کر سکتی ہے۔ خواہ وہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور پندرہ برس کی عمر جب پوری ہو جاوے حکم بلوغ کا ہو جاتا ہے لیکن جواز نکاح کے لئے یہ شرط ہے کہ کفو میں وہ عورت اپنا نکاح کرے اگر غیر کفو میں نکاح کرے گی نکاح باطل ہو گا۔ **كما فى الدر المختار: و يفتى فى غير الكفو بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوى الخ.**

(۲) اگر کفو میں نکاح کرے صحیح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغہ کا نکاح عصبات کی اجازت پر موقوف ہے

(سوال ۷۵۲) مسماۃ نھو کا نکاح بوقت نابالغی ایک نابالغ لڑکے سے بغیر رضامندی جدی رشتہ داروں کے مسماۃ مذکور کی والدہ نے اپنی سرپرستی سے کر دیا تھا۔ بعد چند سال نھو کے شوہر کو فالج ہو گیا۔ اب تک وہ

مفلوج ہے نہ کھا سکتا ہے نہ کما سکتا ہے۔ جب مسماۃ نھو بالغ ہوئی اس نے خاوند کا یہ حال دیکھ کر نارضامندی ظاہر کی اور دوسرا نکاح کرنا چاہا لیکن اس مفلوج کے والدین نکاح سے روکتے ہیں حالانکہ نکاح کے وقت سے اب تک وہ اپنے خاوند کے گھر گئی بھی نہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کا نکاح سابقہ جو بحالت نابالغی ہوا تھا وہ بھی صرف والدہ کی رضامندی سے اور جدی رشتہ داروں کی نارضامندی سے جائز ہے کہ ناجائز اور اس وقت یہ مسماۃ نھو اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(**الجواب**) جب کہ مسماۃ نھو کے جدی رشتہ دار موجود تھے **جو** کہ عصبہ ہوتے ہیں تو والدہ کو ولایت نکاح شرعاً حاصل نہ تھی اور بدون اجازت و رضامندی عصبات جدی کے وہ نکاح نابالغہ کا منعقد نہیں ہوا پس مسماۃ نھو مذکورہ اپنی رضامندی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اپنا نسب غلط بتا کر نکاح کرنے کا حکم

(**سوال ۷۵۳**) زید نے بکر سے کہا کہ میں قوم کا مروہ ہوں۔ تم اپنی لڑکی میرے نکاح میں دیدو۔ بکر نے یہ قول زید کا سن کر اپنی لڑکی نابالغہ زید کے نکاح میں دیدی۔ اب یہ معلوم ہوا کہ زید نو مسلم اور قوم کا مروہ نہیں ہے بلکہ نٹ ہے۔ اب لڑکی زید کے نکاح میں رہی یا نہیں اور نکاح جائز رہا یا نہیں ؟ اب وہ لڑکی والدین کے یہاں رہ سکتی ہے یا نہیں۔ یا شوہر کے یہاں رہے ؟

(**الجواب**) **تزوجه على انه حرا و سنى او قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه او على فلان بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا كان لها الخيار الخ در مختار. و فى الشامى لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فان ظهر دونه وهو ليس بكفو فحق الفسخ ثابت للكل الخ**

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور بعد فسخ کرنے نکاح کے بکر اپنی لڑکی کو اپنے گھر رکھے شوہر کے گھر نہ بھیجے کیونکہ نکاح فسخ ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: لیکن اس میں فسخ نکاح کے لئے قضاء قاضی شرط ہے۔ کمافی ردالمحتار وغیرہ خود بخود فسخ نہیں کر سکتی۔ فقط ۱۲ محمد شفیع

بالغہ کا نکاح بلا اجازت ولی درست ہے

(**سوال ۷۵٤**) زینب بالغہ نے بغیر اذن ولی ابعد کے بموجودگی حقیقی دادی و عدم موجودگی ماں کے بحضور شاہدین عمر سے کر لیا اور ولی ابعد و ماں اس نکاح سے راضی ہیں۔ اگر یہ نکاح صحیح ہے تو حدیث **لا نكاح الا بولى** کا کیا مطلب ہے اور اس کا کیا جواب ہو گا ؟

(**الجواب**) بالغہ کا نکاح بلا اذن ولی کفو میں صحیح ہے اور غیر کفو میں صحیح نہیں **على المذهب المختار**۔ اور یہی محمل ہے حدیث **لا نكاح الا بولى** کا ان فقہاء کے نزدیک جو غیر کفو میں نکاح کو صحیح نہیں کہتے

اور جو صحیح موقوف علی اجازۃ الولی کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک محمول ہے۔ نفی کمال پر اور مطلب یہ ہے کہ بدون ولی کے اجازت کے جو نکاح ہوگا وہ قریب ہے کہ ٹوٹ جاوے۔ یعنی ولی اگر چاہے اس کو فسخ کر سکتا ہے اور شامی نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حدیث مذکورہ کے معارض ہے دوسری حدیث **الایم احق بنفسھا من ولیھا** (**رواہ مسلم**) اور قوی یہی ہے اس حدیث " **لا نکاح الابولی** " سے اس لئے راجح ہے اس پر۔ الحاصل صورت مذکورہ میں اگر نکاح زینب بالغہ نے کفو میں موجودگی شاہدین کے کیا ہے تو منعقد ہو گیا۔ واللہ اعلم

فاسق کا نکاح دیندار لڑکی سے

(**سوال ۷۵۵**) ایک شخص نیم ملا گداگر فاسق معلن چور بد چلن زکوۃ خوار سوال کا پیشہ رکھنے والا ایک صالح مالدار مرد کی بیٹی ہندہ کو ورغلا کر باپ کے گھر سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر نکال کر لے گیا جس کی عمر ۱۳ سال ہے حیض حمل وغیرہ کا نشان نہیں رکھتی وہاں جا کر اس کے ساتھ بلا اذن ورضا ولی سارقانہ نکاح پڑھ لیا جب ولی کو علم ہوا تو اپنی دختر کو گھر لے آیا۔ اور کسی دوسرے سے اس کا نکاح پڑھا دیا۔ کیا مسماۃ ہندہ بالغہ ہے یا نابالغہ اور کیا نکاح ولی کا پڑھایا ہوا درست ہے۔ یا اس گداگر کا۔ کیا گداگر فاسق وغیرہ صالح صاحب نصاب کا کفو ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(**الجواب**) مسماۃ ہندہ ۱۳ سالہ اس صورت میں نابالغہ ہے اور نابالغہ کا نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں ہے۔ پس وہ نکاح جو اس اجنبی شخص نے کیا شرعاً صحیح نہیں ہوا اور ولی نے جو نکاح کیا وہ صحیح ہوا۔ **کما فی الشامی فالفاسق لایکون کفوا الصالحۃ بنت صالح** (**شامی ص ۳۲۶ ج ۲**) واللہ تعالیٰ اعلم

چچا کا حق ولایت

(**سوال ۷۵۶**) زید اور عمر دو حقیقی بھائی ہیں، زید کا انتقال ہو گیا ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور زوجہ چھوڑی۔ اس کے علاوہ اور کوئی جائداد نہیں، زید کی زوجہ بعد انتقال زید۔ عمر سے علیحدہ ہو گئی اور بعد دو ماہ کے نکاح کر لیا۔ لڑکا عمر کے پاس آ گیا۔ اور لڑکی اپنی ماں کے پاس ہے۔ اس لڑکی کو ایسی جگہ پرورش کے لئے دینے کا ارادہ ہے کہ جن کا کسب پیشہ کمانے کا ہے، عمر چاہتا ہے کہ اس لڑکی کو میں اپنے پاس رکھوں۔ بعد بلوغت کے اس کی شادی کسی اچھی جگہ کروں۔ مگر وہ زوجہ نہیں دیتی اور اس کا ارادہ آوارہ کرنے کا ہے۔ یہ مقدمہ جج صاحب کی عدالت میں ہے۔ عرض یہ ہے کہ ان بچوں کا پرورش کنندہ اور وسیلہ کون ہو سکتا ہے۔

(**الجواب**) ماں اگر نابالغ بچوں کے غیر محرم شخص سے نکاح کر لیتی ہے۔ تو حق پرورش اس کا ساقط ہو جاتا ہے۔ پس لڑکی نابالغہ کے رکھنے کا اس کو حق حاصل نہیں ہے اور ولایت واختیار نکاح تو والدہ کو

بموجودگی باپ کے یا چچا کے کسی حال نہیں ہے۔ نکاح کا اختیار چچا کو ہے اگر والدہ اس لڑکی کا نکاح کر بھی دے گی تو بدون رضا و اجازت چچا کے وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ پس صورت مسئولہ میں شرعاً چچا کو حق ہے کہ اس لڑکی کو اس کی والدہ کے پاس نہ چھوڑے اور نکاح اس کا بہ ولایت خود اچھے موقع پر کر دے۔ هکذا فی عامة کتب الفقه۔ واللہ اعلم

اگر باپ کی موجودگی میں چچا نکاح کر دے

(سوال ۷۵۷) ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے چچا نے اس کے باپ خالد کی زندگی میں مگر عدم موجودگی میں بکر نابالغ کے ساتھ کر دیا حالانکہ ہندہ کا باپ بکر کے ساتھ نکاح کرنے سے ناراض تھا۔ اور بعد میں جب اس کو معلوم ہوا تب بھی اس نے نامنظور کر دیا، اب بحالت بلوغ ہندہ و بکر۔ ہندہ کا باپ اس نکاح کو منظور کرتا ہے۔ لیکن ہندہ کو منظور نہیں۔ تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ اگر صحیح ہو گیا تو اب ہندہ کے فسخ کرنے سے فسخ ہوا یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں بدون اجازت و رضا خالد پدر ہندہ جو نکاح ہندہ کے چچا نے کیا۔ شرعاً ناجائز و غیر نافذ ہے کیونکہ اگرچہ ولی ابعد کو ولی اقرب کی عدم موجودگی میں اختیار نکاح نابالغہ کا ہوتا ہے مگر شرط اس میں یہ ہے کہ ولی اقرب کے آنے اور اس سے رائے لینے میں کفو خاطب کے فوات کا اندیشہ ہو اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ لہذا وہ نکاح باپ کی ناراضگی ظاہر کرنے سے باطل ہو گیا اور بعد بطلان کے باپ کی رضا بھی مفید نہیں۔ قال فی الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رایه فات الکفو الذی حضر فالغیبة منقطعة. واللہ اعلم

چچا نے بھائیوں کے اجازت کے بغیر نکاح کر دیا!

(سوال ۷۵۸) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے چچا نے بلا رضامندی اس کے برادران حقیقی کے کر دیا۔ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ولی نابالغہ کے نکاح کے اس صورت میں اس کے بھائی ہیں۔ چچا نے جو نکاح نابالغہ کا کیا وہ موقوف تھا بھائیوں کی اجازت پر۔ جب کہ بھائیوں نے اجازت نہیں دی وہ نکاح باطل ہو گیا۔ هکذافی کتب الفقه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چچا اور ماں میں ولایت نکاح کا حق کس کو ہے

(سوال ۷۵۹) ایک نابالغ کا چچا فیض محمد اور نانا محمود علی اور والدہ بشیرن موجود ہیں اس صورت میں ولایت نکاح کس کو ہے؟

(الجواب)ولایت نکاح نابالغ اس صورت میں فیض محمد چچا کو ہے، محمود علی نانا بشیرن والدہ کو ولایت نکاح بموجودگی فیض محمد کے نہیں ہے۔ البتہ حق حضانت نابالغ یعنی پرورش سات (۷) برس کی عمر تک اول اس کی والدہ بشیرن کو ہے والدہ نے اگر نکاح نابالغ کا غیر محرموں میں کیا ہے تو والدہ کے بعد نانی پھر دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھوپھی کو ہے۔ والحاضنة احق به ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء و قدّر یسبع وبه یفتی الخ در مختار وفيه ثم ای بعد الام بان، ماتت اولم تقبل اواسقطت حقها اوتزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات الخ در مختار و فيه والولی فی النكاح العصبة بنفسه الخ در مختار.

بالغہ حرہ کا نکاح بلا ولی صحیح ہے یا نہیں

(سوال ۷۶۰)ایک لڑکی بالغہ عمر اٹھارہ (۱۸) سال نے گواہوں سے یہ بات کہی کہ میرا نکاح مسمی نبی بخش ولد وزیر کے ساتھ پڑھ دو اسی بناء پر انھوں نے اس کا نکاح پڑھادیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں ؟
(الجواب)اگر وزیر کا لڑکا نبی بخش کفو مسماۃ مذکورہ بالغہ کا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا۔ كما فی الدر المختار فتنعقد نكاح حرة مكلفة بلا ولی. والله تعالى اعلم

بالغہ کا نکاح باپ جبراً نہیں کر سکتا

(سوال ۷۶۱)ایک لڑکی بالغہ کا نکاح اس کے والد نے جبراً کر دیا لیکن لڑکی ہرگز راضی نہیں ہے، یہ نکاح جائز ہے یا نہ ؟
(الجواب)جب کہ لڑکی بالغہ ہے بدون اس کی اجازت اور رضاء کے نکاح نہیں ہوا دوسرا نکاح اس کا دوسری جگہ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ کا نکاح بدون اجازت ولی درست نہیں

(سوال ۷۶۲)ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے جیٹھ نے زبردستی کر دیا بلا اجازت ولی کے جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب)وہ لڑکی چونکہ نابالغہ تھی بدون اس کے ولی کی اجازت کے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا لہذا وہ نکاح جو اس کے جیٹھ نے کیا باطل اور ناجائز ہے۔

دادا کی موجودگی میں والدہ ولی نہیں

(سوال ۷۶۳)خورشید بیگم لڑکی کا والد فوت ہو گیا۔ اس لڑکی کا دادا نظام الحق اور والدہ موجود ہے۔ نظام الحق اس لڑکی کے دادا نے اس لڑکی کا نکاح عبدالرشید خاں سے کر دیا۔ لیکن اس کی والدہ رخصت کرنے

سے انکار کرتی ہے۔ اس صورت میں خورشید بیگم کی والدہ اس نکاح کو توڑ سکتی ہے یا نہیں اور نکاح مذکور صحیح ہوا یا نہیں؟

(الجواب) ولی خورشید بیگم کا اس صورت میں اس کا دادا نظام الحق ہے۔ پس اگر خورشید بیگم بوقت نکاح نابالغہ تھی تو جو نکاح اس کا بحالت عدم بلوغ نظام الحق دادا نے کیا وہ صحیح ہو گیا اور خورشید بیگم مسمی عبدالرشید خاں کی زوجہ ہو گئی۔ خورشید بیگم کی والدہ کو اختیار اس نکاح کے توڑنے یا رخصت نہ کرنے کا نہیں ہے اور اگر خورشید بیگم بالغہ ہے اور بوقت نکاح بالغہ تھی اور اس سے اجازت نکاح نہیں لی گئی تھی یا اس نے بعد اطلاع انکار کر دیا تھا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔ در مختار میں ہے. وهو اى الولى شرط صحة نكاح صغير الخ فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولى الخ والله اعلم

نابالغ کا ایجاب و قبول معتبر نہیں

(سوال ٧٦٤) مسمی کرامت اللہ کی لڑکی اصغری کی عمر جس وقت چار سال کی تھی اور مسمی کیدو کا لڑکا محرم علی کی عمر تین سال کی تھی۔ کرامت اللہ اور کیدو میں باہم رائے ہوئی کہ اصغری اور محرم علی کا نکاح آپس میں کر دیا جائے۔ لہذا کرامت اللہ اپنی لڑکی اصغری کو لے کر نکاح پڑھانے کے واسطے کیدو کے مکان پر گئے اور سب دنیاوی رسومات کیدو نے ادا کیں۔ لیکن جب نکاح کا وقت آیا تو لڑکا محرم علی سو گیا تھا اور نکاح نہیں پڑھا اور نہ ایجاب و قبول ہوا۔ اور دونوں ولیوں نے بھی کچھ مہر متعین نہیں کیا صرف دنیاوی رسومات کر کے چلے آئے۔ اب اصغری اور محرم علی بالغ ہو گئے ہیں۔ اور اصغری کو اس کی زوجہ بننے سے انکار ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اصغری کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) نابالغ لڑکا اور لڑکی کی طرف سے ان کے ولی کا نکاح کرنا اور ایجاب و قبول کرنا کافی ہوتا ہے۔ پس اگر ان کے ولی نے باہم بچوں کی طرف سے ایجاب و قبول کر لیا تھا مثلاً لڑکی کے باپ نے شوہر کے باپ سے کہا تھا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح تیرے پسر سے کر دیا اور شوہر کے باپ نے کہا تھا کہ مجھے منظور ہے یا میں نے لڑکے کی طرف سے قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ اس حالت میں اصغری دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اگر ان سے بچوں کے اولیاء نے بھی ایجاب و قبول نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوا۔ اس صورت میں اصغری دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر دو ولی ایک درجہ کے ہوں

(سوال ٧٦٥) ایک لڑکی نابالغہ کے دو بھائی تھے۔ ایک بوقت نکاح نابالغہ مذکورہ کے موجود اور دوسرا موجود نہ تھا۔ اور جو بھائی موجود تھا اس نے اس لڑکی کا نکاح کفو میں کر دیا۔ اب وہ بھائی جو موجود نہ تھا کہتا ہے کہ میں نکاح فسخ کر دوں۔ بغیر میری مرضی کے کیوں نکاح ہوا ہے۔ یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) نکاح نابالغہ اس صورت میں صحیح ہو گیا۔ دوسرے بھائی کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ در مختار میں ہے کہ اگر دو ولی برابر کے ہوں تو جس نے پہلے نکاح کر دیا وہ ہو گیا۔ یعنی دوسرا ولی اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق. الخ واللہ تعالی اعلم

عصبات کی موجودگی میں نانی ولی نہیں

(سوال ۷۶۶) کیا نابالغان کی نانی جو نہ صرف نانی بلکہ وصی اور قائم مقام نابالغان کے پدر متوفی کی ہے یعنی وصیت کر مرا تھا کہ نانی نابالغان کی پرورش کرے گی اور کہا تھا کہ ان کی ولی بعد مرنے میرے کے تم ہو۔ اس صورت میں ایسی نانی جو بمنزلہ قائم مقام کے ہے۔ اس کے مقابلہ میں نابالغان کے تایازاد برادر کو نابالغان کے ولی ہونے میں ترجیح ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں تایازاد برادر ولی نابالغان کا ہے نانی ولی نہیں اگرچہ وہ وصی ہو۔

نابالغ کے اولیاء کی تفصیل

(سوال ۷۶۷) نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی کون ہے ؟

(الجواب) باپ کے بعد دادا ولی ہوتا ہے۔ دادا نہ ہو تو پھر بھائی ولی ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہے یعنی پورے پندرہ برس کی ہے یا کوئی علامت بلوغ کی موجود ہے تو خود لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اگر لڑکی کا دادا موجود ہے تو وہ ولی ہے ورنہ بھائی ولی ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود لڑکی کی اجازت سے نکاح صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر ولی حق ولایت سے دست بردار ہو جائے

(سوال ۷۶۸) ایک لڑکی نابالغہ جس کا کوئی ولی اقرب سوائے برادر جد حقیقی کے اور والدہ کے اور کوئی نہیں ہے اور جد حقیقی کا بھائی اپنی پوتی کا اختیار عقد والدہ نابالغہ کو دے دیتا ہے اور تحریر بھی کر دیتا ہے کہ بلا رضامندی والدہ نابالغہ کے مجھے نکاح کا کچھ اختیار نہ ہو گا اس کے بعد بلا رضامندی والدہ کے نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے یہ عقد شرعاً جائز ہے یا اب والدہ ولی ہے ؟

(الجواب) اس کہہ دینے اور لکھ دینے سے ولایت اور اختیار نکاح نابالغہ کا اخ الجد کے لئے جو ولی اقرب ہے ساقط نہیں ہوا۔ البتہ اگر والدہ بوجہ اختیار دیدینے کے نکاح نابالغہ کا کر دیتی تو بھی صحیح ہو جاتا لیکن اخ الجد کی ولایت اس سے سلب نہیں ہوئی۔ پس جو نکاح اس نے اپنی ولایت سے کیا وہ صحیح ہے۔ در مختار میں ہے۔ والولاية تنفيذ القول على الغير الخ شاء او ابى الخ وهو اى الولى شرط صحة نكاح صغير و مجنون الخ.

نکاح کے بعد اگر ولی اجازت دیدے

سوال ۷۶۹) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کے نکاح پر اور عمر نے اپنے لڑکے نابالغ کے نکاح پر راضی ہو کر نکاح خواں کو کہا کہ نکاح پڑھو۔ نکاح خواں نے زید عمر کی موجودگی میں روبرو شاہدین نکاح کر دیا۔ عمر نے قبول نہیں کیا بلکہ لڑکے نے قبول کیا لہذا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(الجواب) جب کہ باپ اس نابالغ کا اس مجلس میں موجود تھا اور اس نے نابالغ کے قبول کو تسلیم رکھا تو وہ قبول باپ کی طرف منسوب ہو کر نکاح صحیح ہو گیا۔ کیونکہ صبی نابالغ ممیز کے اس قسم کے تصریحات جو متردد ہے بین النفع والضرر ولی کے قبول پر موقوف رہتے ہیں اگر ولی جائز رکھے جائز ہوتے ہیں وما تردد من العقود بین نفع و ضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن ....الخ (کتاب الماذون-درمختار) اور نکاح بھی مثل بیع وشراء کے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عینی اور اخیافی بھائیوں میں ولی کون ہو سکتا ہے

(سوال ۷۷۰) زید نے انتقال کیا۔ ایک لڑکی نابالغہ اور ایک عینی بھائی اور ایک اخیافی بھائی چھوڑے تو عند الشرع لڑکی کا نان و نفقہ اور اجازت نکاح کس کے ذمہ ہے۔

(الجواب) لڑکی نابالغہ ہو یا بالغہ اگر وہ محتاج ہے نفقہ اس کا بحالت مذکورہ دونوں بھائیوں پر بقدر ارث واجب ہے۔ سدس برادر اخیافی پر اور باقی عینی بھائی پر کہ حساب میراث بھی اسی طرح ہے۔ صرح به فی الدر المختار بعد قوله بقدر الارث ولو اخوة متفرقین فسد سها علی الاخ لام والباقی علی الشقیق کارثه الخ اور ولایت نکاح باعتبار عصوبۃ ہے لہذا ولی نکاح نابالغہ اس صورت میں عینی بھائی ہے۔ کما فی الدر المختار الولی فی النکاح لاالمال العصبة بنفسه الخ علی ترتیب الارث والحجب۔

فصل فی الاستیذان والاستیحار

(نکاح کے لئے عورت سے اجازت لینے کا بیان)

بالغہ کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے

(سوال ۷۷۱) ایک شخص (الف) بمقام آگرہ۔ ایک عورت (ب) بمقام عظیم آباد صوبہ بہار میں رہتی ہے (ب) کا چچا (ج) بمقام آگرہ رہتا ہے اور (ج) کو کل اختیار اجازت نکاح پرورش کا منجانب والدین (ب) کے حاصل ہیں اور (ب) بالغہ ہے عمر ۱۳۔۱۴ سال ہے۔ ایسی صورت میں اگر عقد (الف) کا ساتھ (ب) کے بمقام آگرہ بموجودگی و اجازت (ج) کے بلا موجودگی (ب) کے کیا جاوے تو یہ عقد جائز

ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) تیرہ چودہ برس کی عمر شرعا بلوغ کی عمر نہیں ہے۔ البتہ اگر حیض وغیرہ علامات بلوغ موجود ہیں تو بالغہ شمار ہوگی۔ ورنہ پندرہ برس کی عمر کے بعد بالغہ شمار ہوگی۔ اس کے بعد واضح ہو کہ (ب) کے باپ نے اگر (ب) کے چچا (ج) کو اجازت نکاح (ب) کی دے دی ہے اور (ب) بالغہ ہے تو (ج) بمقام آگرہ بلا موجودگی (ب) اور بلا اجازت (ب) اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ نکاح صحیح ہو جاوے گا اور اگر (ب) بالغہ ہے تو بدون اجازت (ب) کے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ اور سکوت (ب) کا اجازت لینے کے وقت کافی ہے۔ کذا فی الکتب المعتبرۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی

(سوال ۷۷۲) ایک عورت نے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کے لئے اپنے قریب رشتہ دار کو بلا کر اپنے یہاں اسے نکاح کی غرض سے رکھا۔ عورت مذکور مرض الموت میں مبتلا ہو کر فوت ہوئی اور مرتے وقت وصیت کر گئی کہ میری لڑکی کا نکاح اسی شخص سے کرنا (جس کو اس نے بلایا تھا) اور اگر نہ کیا تو قیامت میں دامن گیر ہوں گی، لڑکی بھی اس پر راضی تھی۔ اس عورت کے مر جانے کے بعد دوسرے لوگوں نے زبردستی اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔ اب یہ لڑکی کئی مرتبہ بھاگ کر اپنے وطن میں آئی اور تیسری مرتبہ اب اس شخص کے یہاں آگئی جس کو اس کی ماں نے بغرض نکاح اپنے یہاں بلا کر رکھا تھا سو اب یہ لڑکی اس کیلئے جائز ہے یا نہیں ؟ اور وہ شخص جس سے نکاح کر دیا تھا طلاق کیسے دے سکتا ہے ؟

(الجواب) بدون اجازت بالغہ کے اس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور اجنبیوں غیر اولیاء کے اجازت لینے پر سکوت بالغہ بھی کافی نہیں ہے پس اگر نکاح مذکورہ بلا اجازت بالغہ کے ہوا اور وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہوئی تو نکاح مذکور صحیح نہیں ہے پس طلاق کی ضرورت نہیں ہے دوسری جگہ جس شخص سے اس کی رضا ہے نکاح کر سکتی ہے۔ **قال فی الدرالمختار ولا تجبر البالغة البكر على النكاح الخ وفيه فان استاذنها غير الاقرب كاجنبي او ولي بعيد فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب الخ وفيه نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولي الخ والله تعالىٰ اعلم**

ولی ابعد کی اجازت لینے پر زبان سے اجازت دینا ضروری ہے

(سوال ۷۷۳) ایک نا کتخدا بالغہ لڑکی سے ایک اجنبی شخص نے اجازت نکاح طلب کی وہ اجنبی نہ لڑکی کا محرم ہے اور نہ لڑکی اس کے سامنے آتی ہے اور لڑکی کے ولی یعنی لڑکی کے باپ کے چچازاد بھائی موجود ہیں لیکن ان کو کچھ اطلاع نہ کی گئی اور یہ محض اس خیال سے کہ ان کو اطلاع ہوئی تو معاملہ درہم وبرہم ہو جائے گا۔ غرض خفیہ طور سے اس لڑکی سے اجازت نکاح طلب کی لڑکی نے کچھ جواب نہیں دیا بالکل ساکت

۔ہی۔باہر آکر اس کا نکاح پڑھادیا اور اس کے سکوت کو اجازت بتایا آیا صورت مذکورہ میں یہ سکوت اجازت ہو گایا نہیں اور یہ نکاح جو بلا اجازت وبغیر اطلاع ولی محض اجنبی کے کہنے سے کر دیا گیا منعقد ہو گا یا نہیں ؟

(الجواب) از مولوی ریاض الدین مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ و مولوی محمد شاہ۔

گرنا کتخدا بالغہ سے اجازت لینے والا اولی قریب کے علادہ کوئی اور اجنبی شخص ہے تو وقتیکہ وہ زبانی اجازت نہ ے اور بہ تکلم رضامندی کا اظہار نہ کرے تو از روئے شرع رضامندی نہیں ہو سکتی۔اجنبی کے دریافت لرنے کی صورت میں سکوت رضامندی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔سکوت کا رضامندی پر دلالت کرنا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب اجازت لینے والا قریب ہو چونکہ صورت مذکورہ میں بالغہ مذکورہ نے زبانی اجازت نہیں دی اور رضامندی نہیں پائی گئی اور صحت نکاح کے لئے رضامندی اس کی ضروری تھی۔لہذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ہدایہ میں ہے **وان فعل هذا غيرالولي يعني استامر غير لولي اوولي غيره اولي منه لم يكن رضاحتي تتكلم** (محمد شاہ) اس صورت میں چونکہ اجنبی نے نکاح کی اجازت مسماۃ سے طلب کی ہے۔مسماۃ کا زبانی اجازت دینا ضروری ہے خاموش رہنا کافی نہیں جب خاموش رہی نکاح نہیں ہوا۔**في الدرالمختار فان استاذ نها غير الاقرب كا جنبي او ولي بعيد فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب البالغة. والله تعالى اعلم.** کتبہ ریاض الدین

(الجواب) از حضرت مفتی صاحب مدظلہ : سکوت بالغہ کا اس صورت میں اجازت اور رضا نہیں ہے اور اس سکوت کا اعتبار نہیں۔ **فان استاذ نها غير الاقرب كا جنبي اوولي بعيد فلا عبرة لسكوتها الخ** درمختار پس وہ نکاح موقوف رہے گا بالغہ کی اجازت پر اگر بعد نکاح اس نے صراحۃ اس نکاح کو جائز رکھا یا کوئی عمل کیا ہو جو رضا پر دال ہو جیسے تمکین وطی وطلب مہر و نفقہ و خلوت برضا بالغہ۔تو وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا۔ورنہ ناجائز اور باطل ہو گا جیسا کہ درمختار میں ہے۔عبارت مذکورہ کے بعد یہ مذکور ہے :**بل لا بد من القول الخ وما هو في معناه من فعل يدل على الرضاء كطلب مهر ها و نفقتها و تمكينها من الوطي و خلوته بها برضاها الخ وفي الشامي عن الظهيرية ولو حلابها برضاها هل يكون اجازة او لارواية لهذه المسئلة و عندى ان هذا اجازة وفي البزازية الظاهرانه اجازة الخ شامي وفي الدر المختار و نكاح عبدوامة بغير اذن السيد موقوف على الاجازة كنكاح الفضولي الخ و في الشامي ايضا واما الضحك فذكر في فتح القديرا ولا انه كالسكوت لا يكفي و مسلم ههنا انه يكفي الخ والله تعالىٰ اعلم**

نکاح کی اجازت طلب کرنے پر خاموش رہنا یا ہنسنا!

(سوال ۷۷٤) زید کا رشتہ تقریباً چار سال سے عمر کی دختر ہندہ سے جارہا تھا اور زید اس عرصہ میں مدت

تک مع والدہ خود عمر کے مکان پر مقیم رہا جس کی وجہ سے عمر کی دختر ہندہ قبل نکاح زید سے بخوبی واقف ہو چکی تھی زید نے نکاح کا تقاضہ کیا تو عمر نے چند آدمیوں کے سامنے اپنی دختر مسماۃ ہندہ بالغہ کا نکاح زید سے کیا۔ اور قبل از نکاح عمر اپنی دختر ہندہ سے اجازت لینے گیا۔ چنانچہ گھر میں چند عورتوں کے سامنے ہندہ سے کہا کہ میں تیرا نکاح فلاں شخص قاری یعنی زید کے ساتھ کرتا ہوں۔ یہ سن کر ہندہ ہنسی اور خاموش ہو گئی اس کے بعد نکاح پڑھا گیا اور چند مہینے زید و ہندہ ایک جگہ رہے وغیرہ وغیرہ۔ اب عمر کہتا ہے کہ نکاح ہندہ کا صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ جب میں ہندہ سے اجازت لینے گیا تھا تو زید کا نام نہیں لیا تھا بلکہ بغیر نام ظاہر کئے بیٹی سے دریافت کر لیا تھا پھر بعد نکاح کے جب میں نے گھر میں جاکر زید کا نام ظاہر کیا اور ہندہ نے سنا تو روئی اور یہ کہا کہ میں زید سے راضی نہیں ہوں۔ مگر میں بوجہ شرم اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے خاموش رہا۔ عمر کے اس کہنے سے اور اس حیلہ سے نکاح درست ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ **فان استاذ نہا ھواى الولی فسکتت عن ردہ مختارۃ او ضحکت الخ فھو اذن ان علمت بالزوج الخ** پس موافق تفصیل سوال کے ہندہ کو جب کہ یہ معلوم تھا کہ اس کا نکاح زید کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس پر اس نے اجازت دی یا سکوت کیا یا ہنسی تو نکاح منعقد ہو گیا۔ اور بصورت صحت واقع مذکورہ انعقاد نکاح ہندہ و زید میں کچھ شبہ اور تردد نہیں۔ عمر والد ہندہ کا حیلۂ مذکورہ پیش کرنا قرائن مذکورہ کی موجودگی میں بالکل کذب اور افتراء معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں عمر فاسق ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ولی کی اجازت لینے پر عورت کی اجازت دینے کی چند صورتیں

(سوال ۷۷۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں بمذہب حنفیہ کہ ایک عورت مسمی ہندہ کا نکاح اس کے خاندانی بزرگ نے ایک قریب رشتہ دار لڑکے کے ساتھ تجویز کیا اور حسب رسم و عادت جب گواہ ہندہ سے اجازت لینے کو گھر میں آئے تو اس نے کچھ جواب نہیں دیا اور صرف سکوت ہی پر اکتفاء کیا بلکہ ناپسندی کی وجہ سے رونا شروع کیا اور بہت عرصے رونے کے بعد خاموش اور مغموم رہی اور تاہنوز اس تجویز سے نہایت ناخوش بلکہ منکر ہے (کہتی ہے) کہ میرا نکاح شرعاً نہیں ہوا۔ چند ماہ کے بعد حسب مراسم جب رخصت کا وقت ہوا تو وہ اپنے شوہر کے یہاں نہایت غمگینی کی حالت میں روتی ہوئی ماں باپ کی مجبوری سے بھیجی گئی وہاں سے آنے کے بعد اب کسی طرح شوہر کے یہاں جانے پر راضی نہیں۔ اس اپنے خیال کو تحریراً و تقریراً باوقات مختلفہ ظاہر کر چکی ہے۔ ہندہ ایک بالغ خواندہ اور شریف الخاندان عورت ہے شرعاً اس کے خیال میں کیا حکم ہے ؟

(الجواب) ولی یا اس کے وکیل کی اجازت لینے کے وقت اگر لڑکی بالغہ خاموش رہے یا بلا آواز روئی تو شرعاً یہ اجازت سمجھی جاتی ہے نکاح ہو جاتا ہے اور اسی طرح رخصت ہونے کے بعد اگر شوہر سے وطی و خلوۃ

برضامندی زوجہ ہو تو یہ علامت اجازت نکاح کی ہے اس سے بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ در مختار میں ہے۔ **فان استاذ نہا الولی اووکیلہ ...... الخ فسکتت...... الخ او بکت بلا صوت ...... الخ فھو اذن وفیہ ایضا و تمکینھا من الوطی و خلوۃ بھا برضا ھا** حاصل یہ ہے کہ دل کی ناراضی اور ناخوشی کو نہیں دیکھا جاتا اگر بظاہر اس نے وقت اجازت طلب کرنے کے انکار نہیں کیا اور سکوت کیا یا بدون آواز کے روئی تو یہ اجازت سمجھی جاتی ہے اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے اور بعد نکاح کے ناراضی اور ناخوشی ظاہر کرنا مفید نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کا علم ہو جانے پر لڑکی کا سکوت بھی اجازت ہے

(**سوال ۷۷۶**) زید نے اپنی لڑکی کے نکاح کی تاریخ مقرر کردی اور لڑکی کو تنہائی میں بیٹھا دیا۔ غرض لڑکی کو ہر طرح سے یہ علم ہو گیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوگا نکاح کے وقت زید نے قاضی سے کہا کہ لڑکی کا نکاح پڑھادیا۔ لڑکی کو نکاح کا علم ہو گیا ہے۔ اس صورت میں نکاح ہو گیا یا نہیں ؟

(**الجواب**) باپ کے نکاح کرنے کی صورت میں لڑکی بالغہ کو نکاح کی اطلاع ہونے پر سکوت کرنا کافی ہے نکاح ہو جاتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ باپ اپنی دختر سے اجازت نکاح کی لے اور کہے میں تیرا نکاح فلاں شخص سے کرتا ہوں اس پر سکوت کرنا اس کی رضا و اجازت ہے۔ نکاح ہو جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالغہ کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے

(**سوال ۷۷۷**) زید نے اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ بالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا مگر بوقت نکاح اس سے اجازت نہیں لی اور نہ اس کو اطلاع کی تو یہ نکاح جائز ہے یا نہ ؟

(**الجواب**) یہ نکاح موقوف رہا جس وقت لڑکی کو خبر نکاح کی پہنچے گی اگر وہ خاموش رہی اور انکار نہ کیا نکاح منعقد ہو گیا۔ **فی الدرالمختار فان استاذ نہا ھو ای الولی وھوالسنۃ اووکیلہ ورسولہ اوزوجھا ولیھا خبرھارسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ فھو اذن الخ واللہ تعالیٰ اعلم**

مجلس میں باپ کے ہوتے ہوئے ماموں کا نکاح پڑھادینا

(**سوال ۷۷۸**) ایک لڑکی کی شادی اس کے باپ کے ماموں نے اپنی ولایت سے بحالت کمسنی و نابالغی کر دی جب کہ لڑکی کا باپ شریک شادی تھا مگر نکاح اس کی ولایت سے نہیں ہوا۔ چونکہ لڑکا بد اطواری کرتا ہے لہذا لڑکی شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ سن بلوغ کو پہنچ کر نکاح سے انکار کردے۔ آیا لڑکی کو بالغہ ہو کر نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے یا نہ ؟

(الجواب) نابالغہ کے باپ کی موجودگی میں ماموں کو قطعاولایت نکاح نابالغہ کی نہیں ہے البتہ اگرباپ اس کواجازت دیدے تو ماموں نکاح کر سکتا ہے اور وہ نکاح باپ کا کیا ہوا سمجھا جاتا ہے اور باپ کے نکاح کئے ہوئے کو لڑکی بعد بالغہ ہونے کے فسخ نہیں کر سکتی کما فی الدر المختار ولزم النکاح ولوبغبن فاحش الخ او بغیر کفوان کان الولی المزوج بنفسه بغبن ا بااوجدا الخ وان کان المزوج غیر هما ای غیر الاب وابیه ولوالام اوالقاضی اووکیل الاب الخ لکن فی النهر بحثالوعین لوکیله الخ وکذالو عین له رجلا غیر کفو کما بحثه العلامة المقدسی الخ شامی۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ اگر اپنے شوہر کو متعین کر کے وکیل سے کہہ دیا کہ اس سے نکاح کردو تو وہ نکاح بھی فسخ نہیں ہو سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم

اگر جبراً اجازت لی جائے تو معتبر ہے

(سوال ۷۷۹) زید کی دختر کو عمر بھگا کر لے گیا اور کسی دوسرے موضع میں نکاح کر لیا۔ زید کی فریاد پر اس موضع والوں نے والد عمر پر اور ہمشیرہ بالغہ عمر پر جبر اور زبردستی کر کے دونوں سے اجازت نکاح لیکر عمر کی ہمشیرہ کا نکاح زید کے فرزند سے کر دیا۔ اس صورت میں نکاح صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) فقہا نے تصریح فرمائی ہے کہ نکاح اکراہ کے ساتھ درست ہے خواہ مرد مکرہ ہو یا عورت اور یہی صحیح ہے لہذا صورت مسؤلہ میں نکاح عندالحنفیہ صحیح ہو گیا۔ کما فی الشامی بل عباراتهم مطلقة فی ان نکاح المکره صحیح کطلاقه و عتقه مما یصح مع الهزل ولفظ المکره شامل للرجال والمرأة الخ شامی ص ۲۷۱ جلد ۱۲ قول و فی الحدیث ثلث جدهن و هزلهن جدالحدیث وعد صلی الله علیه وسلم فیهن النکاح . فقط

نابالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی صحیح نہیں

(سوال ۷۸۰) ایک شخص نیم ملا گداگر فاسق معلن چور بد چلن زکوۃ خوار سوال کا پیشہ رکھنے والا ایک صالح مالدار مرد کی بیٹی کو ورغلا کر باپ کے گھر سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر لے گیا جس کی عمر ۱۳ سال ہے حیض حمل وغیرہ کا نشان نہیں رکھتی وہاں جاکر اس کے ساتھ بلااذن ورضاولی سارقانہ نکاح پڑھ لیا جب ولی کو علم ہوا تو اپنی دختر کو گھر لے آیا۔ اور کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دیا۔ کیا مسماۃ ہندہ بالغہ ہے یا نابالغہ اور کیا نکاح ولی کا پڑھایا ہوا درست ہے۔ یا اس گداگر کا۔ کیا گداگر فاسق وغیرہ صالح صاحب نصاب کا کفو ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسماۃ ہندہ ۱۳ سالہ اس صورت میں نابالغہ ہے اور نابالغہ کا نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں ہے۔ پس وہ نکاح جو اس اجنبی شخص نے کیا شرعاً صحیح نہیں ہوا اور ولی نے جو نکاح کیا وہ صحیح ہوا۔ کما فی الدر

المختار وھو ای الولی شرط صحة نکاح صغیرا الخ در مختار اور فاسق کفو صالح بنت صالح کا نہیں ہے۔ کمافی الشامی فالفاسق لایکون کفو الصالحة بنت صالح (شامی ص ۳۲۱ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکی اجازت جبراً حاصل کی جائے تو نکاح ہو جاتا ہے

(سوال ۷۸۱) ایک لڑکی سے زبردستی اجازت لے کر برادری نے اس کا نکاح کر دیا پس اس صورت میں نکاح ہو گیا یا نہیں؟

(الجواب) جو صورت آپ نے لکھی ہے۔ اس کے موافق نکاح ہو گیا کیونکہ حدیث شریف میں یہ مضمون ہے کہ نکاح کی اجازت اگر زبردستی سے بھی لے لے تو نکاح ہو جاتا ہے۔

باب فی الوکالة فی النکاح
(نکاح کے وکیل کا بیان)

استیذان، شہادت اور وکالت کے احکام

(سوال ۷۸۲) اجازۃ بالکتابۃ جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس صورت میں زید وکیل پدر ہندہ قرار پائے گا یا نہ؟ خانیہ وغیرہ میں درج ہے کہ اگر ولی نے بلا اجازت اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح پڑھ دیا تو یہ نکاح لڑکی کی رضاء پر موقوف ہے اگر لڑکی بالغہ ہے تو سکوت بھی رضا ہو گا جیسا کہ عند الاستیذان سکوت رضاء پر محمول ہے اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ رسول ولی (جو صرف پیامبر ہے) بمنزلہ ولی ہے تو وکیل جس کے اختیارات رسول سے کہیں زیادہ ہیں بمنزلہ ولی ہو گا۔ پس اگر زید وکیل پدر ہندہ قرار پایا ہے تو اس کے نکاح پڑھا دینے پر سکوت رضاء پر محمول ہو گا یا نہ؟ اور اگر بفرض زید وکیل نہیں بلکہ ولی قرار دیا جائے تو بغیر تصریح اذن ہندہ کے یہ نکاح نافذ ہو گا یا نہ؟ اور اجازت فعلی المعنی خلوت صحیحہ مثل اجازت یعنی اقرار باللسان کے معتبر ہو گی یا نہیں؟

(۲) انعقاد نکاح کے وقت نامزد کرنا دو گواہوں کا (جیسا کہ فی زماننا ھذا مروج ہے) بھی ضرور ہو گا یا صرف موجود رہنا کافی ہو گا؟

(۳) بعد نکاح منکوحہ کے پاس روبرو شخص خاص (جیسا کہ فی زماننا ھذا رائج ہے) کو جا کر نکاح کی

اطلاع کرنا بھی ضروری ہے یا کسی طرح سے (جیسا کہ ماٰنحن فیہ میں ہوا ہے) اطلاع ہو جانا کافی ہو گا۔

(۴) استیذان غیر ولی میں تکلم باللسان شرط ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے **واذا استاذ نہا الولی فسکتت او ضحکت فھو اذن وان فعل ھذا غیر الولی لم یکن رضاء حتی تتکلم بہ** اور ماٰنحن فیہ میں یہ نکاح بوجہ ترک استیذان ہندہ کے اجازت پر موقوف ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے **والعبد والامۃ غیر اذن مولاھما فھو موقوف فان اجاز المولی جاز الخ** پس استیذان اور اجازت شرعاً دو شئے یا شئے واحد اگر دو شئے ہیں تو جس طرح استیذان غیر ولی میں تکلم باللسان شرط ہے اس طرح اجازت میں تکلم باللسان شرط ہے یا نہ اور ہر واحد کی بقول مفتی بہ اجمالاً یا جداگانہ کیا تعریف ہے ؟

(۵) مجرد سکوت دلیل اجازت ہے یا نہ اور اگر بالفرض مجرد سکوت دلیل اجازت نہیں ہے تو خلوت صحیحہ دلیل اجازت ہو گی یا نہ ؟

(الجواب) اجازت بذریعہ کتابت درست ہے پس اس صورت میں زید وکیل پدر ہندہ جا کر اور اس کا نکاح کر دینے کے بعد جب ہندہ کو علم نکاح کا کسی ذریعہ سے ہوا تو سکوت اس کا جواز نکاح کے لئے کافی ہے جیسا کہ در مختار میں ہے۔ **فان استاذ نہا ھو ای الولی وھو العصبۃ او وکیلہ او رسولہ الخ فسکتت فھو اذن**

(۲) نامزد کرنا گواہوں کا ضرور نہیں صرف موجود ہونا اور سننا ایجاب و قبول کا کافی ہے

(۳) اگر ولی بغیر استیذان نکاح بالغہ کر دیوے اور پھر بالغہ کو کسی ذریعہ سے خبر پہنچ جاوے اور وہ سکوت کرے وہ بھی رضا ہے **زوجھا ولی واخبرھا اورسولہ او فضول عدل فسکتت فھو اذن الخ اوما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضاء کطلب مھرھا و نفقتھا و تمکینھا من الوطی و دخولہ بھا برضاھا ظھریہ و قبول الھدیۃ والضحک سرورا الخ** پس اگر صورت مسؤلہ میں یہ کہا جاوے کہ یہاں مجرد سکوت کافی نہ تھا کہ استیذان ولی اقرب نہیں پایا گیا تو تمکین وطی بالرضاء جو یہاں پائی گئی وہ دلیل رضاء ہے اور نکاح صحیح ہے بہر حال صورت مسؤلہ میں صحت نکاح میں تردد نہیں اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ **واللہ اعلم**

حقیقی بھائی کی وکالت اور اقربا کی شہادت

(سوال ۷۸۳) حقیقی بھائی کی وکالت اور قرابتی لوگوں کی شہادت نکاح میں درست ہے یا نہیں اور دو شخص قرابتی کے روبرو ادائیگی دین مہر صحیح ہے یا نہیں ؟

(الجواب) حقیقی بھائی کی وکالت درست ہے اور نیز قرابت کے لوگوں کی شہادت سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ لہٰذا نکاح مذکور ساتھ طریقہ مذکورہ کے صحیح ہو گیا اور ادائیگی و معافی زر مہر صحیح ہوئی۔

نکاح باوکیل کے بارہ میں !

(سوال ۷۸۴) زید ایک طرف سے اصیل اور ایک طرف سے وکیل ہو کر نکاح اپنا اپنی مؤکلہ سے کر سکتا

ہے یا نہیں ؟

(الجواب) کر سکتا ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ وکیل یعنی زید دو گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ مسماۃ فلانہ نے مجھ کو اختیار اپنے نکاح کا دیا اور وکیل بنایا۔ پس تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح فلاں بنت فلاں سے کیا۔ پس نکاح صحیح ہو جاوے گا۔ فی الشامی ولو صرح بالتوکیل وقال وکلتك بان تزوجی نفسك منی فقالت زوجت صح النکاح وایضا فیه و صورته ان یکتب الیها یخطبها فاذا بلغها الکتاب و حضرت الشهود وقرأته علیهم و قالت زوجت نفسی منه الخ شامی جلد ۲. واللہ تعالی اعلم

شخص واحد طرفین کی جانب سے نکاح میں ایجاب و قبول کر سکتا ہے

(سوال ۷۸۵) زید ایک نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح میں جانبین کی طرف سے وکیل نکاح مقرر ہوا ہے۔ اگر وہ بحالت وکالت دونوں کی طرف سے ایجاب اور قبول کرے۔اور پھر لڑکی اور لڑکے کو قبولیت نہ کرادے تو نکاح درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) نکاح اس صورت میں صحیح ہو گیا۔ کما فی الدر المختار و یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور فان کان ولیا او وکیلا من الجانبین الخ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الجهاز والمهر
(جہیز اور مہر کے مسائل)

عورت کو مطالبہ مہر کیلئے شوہر سے علیحدہ رہنے کا حکم

(سوال ۷۸۶) ہندہ کا نکاح زید سے ہوا۔ اب تین سال کا عرصہ ہوا ہے کہ زید اور اس کے باپ نے ہندہ سے اپنے یہاں کی چیز و کپڑا چھین کر نکال دیا اور زید کی دوسری شادی کر دی۔ ہندہ اپنے مہر کی خواستگار ہے جس کی مقدار دو سو پچیس روپیہ ہے۔ اس پر زید کے باپ نے اخراجات شادی کے متعلق مبلغ تین سو پچیس روپے کا دعوی کیا ہے اور کہتا ہے کہ اگر روپیہ نہ دو تو ہندہ کو میرے مکان پر آنے دو لیکن ہندہ کہتی ہے کہ میرا مہر ادا کر دیا جاوے تب میں زید کے یہاں جاؤں گی تو عندالشرع ہندہ کا مہر زید کو دینا چاہئے یا نہیں۔ نیز زید کے باپ کا دعوی اخراجات جو ملکی رسومات و بدعات میں خرچ ہوا زید کے باپ کو ہندہ کے سرپرستوں سے لینا چاہئے یا نہیں؟ وقت شادی ہندہ کی عمر نو برس کی تھی اور کوئی علامت بلوغ کی نہ ہوئی تھی۔

(الجواب) زید کے باپ کا دعوی اس مال کے متعلق جو اس نے محض اپنی خوشی سے شادی کی رسوم میں صرف کیا ہے ہرگز مسموع نہیں اور بالکل باطل ہے اس کو کوئی حق شرعاً ہندہ کے سرپرستوں سے وصول کرنے کا نہیں ہے، باقی ہندہ کبیرہ ہونے کی حالت میں اگر ایک دفعہ بھی زید کے ساتھ خلوت صحیحہ دلی رضا مندی کے ساتھ کر چکی ہے تو اب اگر امام صاحبؒ کی رائے کے موافق زید کے گھر نہ جانے کا حق حاصل ہے و نیز وطی وغیرہ سے زید کو روک سکتی ہے لیکن صاحبین کے نزدیک اس کو یہ حق نہیں رہا اور مشائخ حنفیہ نے اسی قول کو اس مسئلہ میں پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔ **واما اذا وطیها او خلابها برضا هاففیه خلاف قال ابو حنیفة لها ان تمنع نفسها وقالا لا الخ** پھر لکھتے ہیں: **و فی شرح الجامع الصغیر للبزودی کان ابو القاسم الصغاریفتی فی المنع بقول ابی یوسف و محمد و فی السفر بقول ابی حنیفة ثم قال و هذا کراحسن فی الفتیا یعنی بعد الدخول لا تمنع نفسها ولو منعته لا نفقة لها کما هو مذهبهما ولا یسا فر بها و لها الامتناع منه لطلب المهرولها النفقة کما هو مذهبه کذا فی غایة البیان**

واضح ہو کہ حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک بھی منع کا حق ہندہ کو اس صورت میں حاصل ہے جبکہ مہر معجّل ہو اگر کل معجّل ہے تو کل وصول کرنے تک اور اگر کچھ معجّل اور کچھ مؤجل ہے تو بقدر معجّل کے وصول ہونے تک اور اگر کل مؤجل ہے تو امام صاحب اور امام محمد صاحب کے نزدیک منع کا حق نہیں ہے اور امام ابی یوسف صاحب کے نزدیک استحساناً حق ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ تعجیل اور تاجیل سے سکوت کی صورت میں طرف قاضی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ شبیر احمد مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند

حیثیت سے زیادہ مہر بھی واجب الاداء ہے!

(سوال ۷۸۷) اگر دین مہر مرد کی حیثیت سے زیادہ ہو تو مرد کے ذمہ اس کا ادا کرنا لازم ہے یا نہیں اور نکاح صحیح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ عوام کہتے ہیں کہ مہر کے تین درجہ ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) مہر مرد کی حیثیت سے زیادہ ہو تو لازم ہو جاتا ہے اور نکاح صحیح ہے۔ عوام کا یہ قول کہ مہر کے تین درجہ ہیں غلط ہیں۔

رتقاء عورت کا نکاح

(سوال ۷۸۸) زید نے ہندہ سے نکاح کر کے رخصتی کرا کر اپنے مکان میں لایا۔ جب شب خلوت کو ارادہ مجامعت کا کیا تو مقام دخول کو بالکل تنگ پایا فی زماننا طبیبہ قابلہ میم پاس کردہ شدہ سے تجویز ملاحظہ کرا لیا گیا۔ میم مذکور نے ملاحظہ کے صاف طور سے کہہ دیا کہ یہ عورت نہیں مخنثہ ہے اور یہ حرج ہرگز ہر آئینہ اصلاح پذیر نہیں ہو سکتا ہے اور کبھی ہرگز مرد کے لائق ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ پس ایسی صورت میں اپنا مہر زید سے پا سکتی ہے یا نہیں، بر تقدیر اول کتنا پاوے گی۔ بر تقدیر ثانی دغا و فریب دیدہ و دانستہ ولی ہندہ نے جو شادی کرا دی۔ زید خرچ شادی کا اپنی پا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں اگر زید ہندہ کو طلاق دیوے تو ہندہ نصف مہر پانے کی مستحق ہے یہ مرض جو ہندہ کو ہے رتق کہلاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آدمی جماع نہ کر سکے۔ اس صورت میں بعد طلاق نصف مہر لازم آتا ہے اور بصورت موت زید یا ہندہ پورا مہر لازم ہو گا۔ اور شادی کا خرچہ زید واپس نہیں لے سکتا۔ کیونکہ نکاح صحیح ہو گیا۔ **هكذا فی كتب الفقه**

قاضی مہر کس قدر اور کیسے مقرر کرے

(سوال ۷۸۹) قاضی پر بوقت نکاح کس قدر مہر اور کس طریق سے مقرر کرنا واجب ہے۔ مثلاً زید نہایت غریب ہے اور اگر رئیس ہے تو کس قدر مقرر کیا جاوے۔

(الجواب) جس مقدار پر زوجین یا ان کے اولیاء راضی ہوں اسی مقدار پر نکاح پڑھ دیوے کہ بعوض اس قدر مہر کے تجھ سے نکاح فلاں ہو گیا الخ اگر شوہر غریب ہے اپنی وسعت کے موافق مہر مقرر کرنے یا جس مقدار پر زوجہ اور اس کے اولیاء راضی ہوں اور شوہر رئیس ہو تب بھی یہی حکم ہے کمتر مقدار مہر کی دس درہم ہیں جو بمقدار ڈھائی تین روپیہ کے ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں مگر زیادہ کرنا اچھا نہیں طرفین کو اس کا خیال کرنا چاہئے۔

مہر مؤجل کے مطالبہ کے وقت

(سوال ۷۹۰) مہر مؤجل جل اور معجّل کا ادا کرنا شوہر پر کس وقت لازم آتا ہے۔ عورت اس بات کا حق رکھتی

ہے یا نہیں کہ شوہر سے طوعا یا کرہا اپنا مہر اس کی حیات میں وصول کرے۔
(الجواب) مہر جس قدر مقرر ہوا ہے اس کا ادا کرنا شوہر کے ذمہ ہے موافق شرط کے اگر مہر معجّل ہے تو فی الحال عورت مطالبہ کر سکتی ہے اور اگر مؤجل ہے تو اس کی اجل موافق عرف کے طلاق ہے یا موت۔ پس مہر مؤجل کا مطالبہ عورت اپنی اور شوہر کی حیات میں بدون طلاق دینے شوہر کے نہیں کر سکتی۔

مہر مؤجل کے متعلق فتویٰ

(سوال ۷۹۱) ہندہ کا نکاح زید سے ہوا۔ اور مہر مؤجل قرار پایا۔ لیکن یا تو قاضی کی غلطی سے یا ہندہ کے باپ کی سازش سے رجسٹر قاضی میں مہر مؤجل تحریر نہیں ہوا۔ ہندہ لاولد ہے اور اس کا باپ بہت مقروض ہے اس نے ہندہ کو اپنے قبضہ میں کر کے ہندہ کے نصف دین کا دعوی عدالت میں کر دیا ہے۔ اس صورت میں مہر مؤجل کا اعتبار ہے یا کیا؟ جبکہ عرف یہاں کا یہ ہے کہ اگر دین مہر بلا صراحۃ ہوتا ہے تو تا قیام نکاح و تاحیات زوجین زوجہ کو کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے۔ ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ رواج کا عدم ووجود اس وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ عدالت میں کوئی مقدمہ گیا ہو اور ناکامی ہوئی ہو اور بلا عدالت کی تجویز کے رواج کا پتہ نہیں چلتا؟
(الجواب) اعتبار اسی کا ہے جو کچھ دربارۂ مہر قرار پایا تھا۔ پس جبکہ مہر مؤجل قرار پایا تھا تو مؤجل ہی لازم ہے اور مہر مؤجل کا مطالبہ بعد طلاق یا موت کے ہو سکتا ہے، عرف یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر مؤجل میں اعتبار رعرف کا ہے

(سوال ۷۹۲) عرصہ تخمیناً اٹھارہ سال کا ہوا کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور اس درمیان میں ایک بچہ بھی ہندہ کے بطن سے پیدا ہو کر فوت ہو گیا۔ اب ہندہ بالکل لاولد ہے اور ہندہ کا باپ علانیہ فسق وفجور میں مبتلا ہے اور حد درجہ مقروض ہے۔ اب کچھ عرصہ سے اس نے ہندہ کو اپنے قابو میں کر کے ہندہ کے نصف مہر کا دعوی عدالت میں اس بیان سے دائر کر دیا کہ ہندہ کا مہر بلا صراحت معجّل ومؤجل ہے۔ زید نے ہندہ کے اخراجات کے واسطے بیس روپیہ ماہانہ اور ایک مکان کا بھی تاحیات ہندہ کے انتظام کر دیا تھا اور فریقین کے خاندان یعنی امروہہ کے سادات اہل سنت میں اگر مہر بلا صراحت مقرر ہوا ہے تو عورت کو بدون طلاق یا موت کے کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے۔ ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ رواج کا عدم ووجود اس وقت معلوم ہو سکتا ہے جب کہ عدالت میں کوئی مقدمہ دائر ہو۔ اور ناکامی ہو بلا عدالت کی تجویز کے کسی رواج کا پتہ نہیں چل سکتا ہے۔ اب سوالات حسب ذیل ہیں۔
(۲) اگر مہر بلا صراحت ثابت ہو تو اندریں حالات کہ اگر عورت لاولد ہو اور اس کا باپ عیاش ہو۔ اور فضول خرچ اور مقروض ہو۔ اور شوہر نے اس کی سکونت اور خورد ونوش کا بھی انتظام کر دیا ہو اور کسی خاص رواج کا بھی ثبوت نہ ہو تو زوجہ شرعاً حیات زوجین کس قدر مہر پانے کی مستحق ہے یعنی نصف کی وہ دعویدار ہے یا خمس یا ربع کی؟

(۳) اگر مدعیہ کی طرف سے اس کے دعوے کے موافق مہر کا بلا صراحت مقرر ہونا ثابت نہ ہو سکے اور زید ہی کا قول کہ مہر مؤجل قرار پایا تھا تسلیم کر لیا جاوے۔ تو ہندہ کس وقت مہر پانے کی مستحق ہے ؟

(۴) اور اگر مہر تو بلا صراحت ثابت ہو مگر یہ بھی ثابت ہو کہ امروہہ کے اہل سنت سادات میں اگر مہر بلا صراحت مقرر ہوتا ہے تو بحالت حیات زوجین زوجہ کو کسی جزو کے ملنے کا رواج نہیں ہے تو شرعاً ہندہ کو اس وقت کوئی جزو مل سکتا ہے یا نہیں ؟

(۵) ہندہ کے باپ کا یہ قول کہ ثبوت رواج کے واسطے عدالت کی تجویز ضروری ہے صحیح ہے یا نہیں اور ثبوت رواج کے واسطے کسی حاکم یا قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مہر مؤجل ہونا اگر ثابت ہو جاوے تو ہندہ مہر کا مطالبہ شوہر کے مرنے پر یا طلاق دینے پر کر سکتی ہے۔ **کما فی العالمگیریہ و هذالان الغاية معلومة فی نفسها وهو الطلاق اوالموت الخ باب المهر** (ترجمہ) اور یہ اس لئے کہ غایۃ اور مدۃ معلوم ہے اور وہ طلاق ہے یا موت الخ اور در مختار میں ہے **الا التاجيل لطلاق او موت فيصح للعرف الخ** ص ۳۵۹ شامی جلد ۲ (ترجمہ) مگر مدۃ مہر کی بوقت طلاق کے یا موت کے صحیح ہے عرف کی وجہ سے

(۲) اگر مہر معجّل و مؤجل ہونے کی کچھ تصریح نہ ہو اور عورت کا دعوی عدم تصریح کا ثابت ہو جائے تو عرف کے موافق حکم ہوگا اور جب کہ مدار عرف پر اور رواج پر ہے تو عرف و رواج وہاں کا دیکھنا چاہئے، کہ عام طور سے جب مہر مطلق ہو اور کچھ تصریح نہ ہو کس وقت مہر دیا جاتا ہے۔ **قال فی فتح القدير بل المعتبر فی السكوت العرف الخ** ص ۱۹۱ ج ۲۔ یعنی بلکہ معتبر اس مہر میں جس میں کچھ تصریح نہ ہو عرف و رواج اس شہر کا ہے۔

(۳) جب کہ مہر میں کچھ تصریح اور قید نہ ہو اور عرف رواج وہاں کا یہ ہے کہ تا قیام نکاح و تا حیات زوجین مہر نہیں دیا جاتا۔ تو اسی کے موافق عملدر آمد ہوگا اور ہندہ کو کوئی جزو مہر کا اس وقت نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت مذکورہ میں گزرا اور نیز فتح القدیر صفحہ مذکورہ میں قاضی خان سے منقول ہے **فان لم يبينوا قدر المعجل ينظر الى المرأة والى المهر انه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فيعجل ذلك ولا يتقدر بالربع والخمس بل يعتبر المتعارف فان الثابت عرفا كالثابت شرطا الخ** پس اگر بیان نہ کریں مقدار معجّل کی تو عورت کو اور اس کے مہر کو دیکھا جاوے گا کہ اسی عورت کے لئے ایسے مہر میں سے کس قدر مہر معجّل ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کو فی الحال دیا جاوے گا۔ چوتھائی اور پانچویں حصہ کی کچھ تعیین اور تحدید نہیں ہے بلکہ متعارف کا اعتبار ہے اس لئے کہ جو امر عرف سے ثابت ہو وہ ایسا ہے جیسا کہ شرط سے ثابت ہو۔

(۴، ۵) ثبوت عرف و رواج کے لئے کسی فیصلہ کی اور عدالت کی تجویز کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس شہر کا عرف و رواج وہاں کے واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ہندہ کے باپ کا قول اس بارہ میں صحیح نہیں ہے جیسا کہ عبارت قاضی خاں مذکورہ **ينظر الى المرأة والى المهر الخ** سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر مؤجل کی تفصیل

(سوال ۷۹۳) ہندہ کا نکاح جو زید سے ہوا اس میں نہ قاضی نہ ناکح کسی نے بھی مہر کی تفصیل بیان نہ کی نہ معجّل کہا نہ مؤجل۔ ناکح بولا کہ میں نے ہندہ کو بعوض دین مہر ۵ ہزار کے اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ آیا یہ مہر معجّل ہوا یا مؤجل یا کچھ معجّل اور کچھ مؤجل۔ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی کیا ہندہ کو حق حاصل ہے کہ وہ زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرے۔ کیا بوقت نکاح مہر معجّل ومؤجل کی تفصیل نہ ہونے سے اب ہندہ کے مہر کی وصول میں کوئی جھگڑا پڑے گا۔ مہر معجّل ومؤجل کی تعریف جامع مانع ارقام فرماویں ہندہ کو زید نے طلاق دی وہ زید کے یہاں سے بخوف گناہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی، کیا زمانہ عدت کا نفقہ زید کے ذمہ واجب ہوگا۔ بعد طلاق جو لڑکا زید سے پیدا ہوا اس کا نفقہ بھی زید ہندہ کو نہیں دیگا۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) مہر معجّل اور مؤجل کے جو معنی لغوی ہیں وہی شرعی ہیں یعنی مہر معجّل وہ ہے جو فی الحال دیا جاوے یا فی الحال دیا جانا اس کا مقرر کیا جاوے اور مؤجل وہ ہے کہ اس کی کچھ مدت متعین ہو اور جس مہر میں معجّل اور مؤجل کا کچھ ذکر نہ ہو اس میں عرف کا اعتبار ہے، یعنی جس قدر عرفاً اولاً دیا جاتا ہو اس قدر معجّل ہوگا اور باقی مؤجل۔ عالمگیریہ میں ذکر کیا ہے کہ معجّل کے لئے کوئی وقت ذکر نہ کیا جاوے تو وقت اس کی ادا کا طلاق ہے یا موت، پس صورت مسؤلہ میں چونکہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے تو ہندہ مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اور نفقہ عدۃ کا مطلقہ کے لئے واجب ہوتا ہے اور خاوند کی نافرمانی سے ساقط ہو جاتا ہے۔ شامی میں ہے۔ و نفقة العدة كنفقة النكاح و فی الذخيرة و تسقط بالنشوز الخ باب النفقة جلد ثانی شامی ص ۶۶۹ و فی الدر المختار لا نفقة الخ لخارجة من بيته بغير حق الخ اور چونکہ صورت مسؤلہ میں عدت میں نکلنا مطلقہ کا بغیر حق ہے۔ لہذا نفقہ اس کا ساقط ہے اور لڑکا جو بعد طلاق کے پیدا ہوا اور نسب اس کا زید سے ثابت ہے تو نفقہ اس کا بھی باپ کے ذمہ ہے قال فی البحر وعلی هذا يجب علی الاب ثلثة اجرة الرضاع واجرة الحضانة و نفقة الولد الخ ص ۶۳ جلد ثانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کی طرف سے دیئے ہوئے زیورات کا حکم

(سوال ۷۹۴) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا۔ پس مہر مقرر شدہ میں زیورات از وقت نکاح تاوقت طلاق شمار ہوں گے یا نہیں؟

(الجواب) اگر شوہر نے مہر میں حساب کر کے اور شمار کر کے زیور دیا ہے تو وہ مہر میں محسوب ہوگا۔ اور اگر ہدیۃ یا ہبۃ دیا ہے تو مہر میں شمار نہ ہوگا۔ اور اگر محض عاریۃ دیا تھا تو وہ زیور شوہر کی ملک ہے۔ اگر وہ چاہے مہر میں محسوب کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر نے جو زیور اور کپڑا دیا وہ کس کا ہے

(سوال ۷۹۵) بعد نکاح کے زوجہ کو جو زیورات یا کپڑے وغیرہ مرد یعنی خاوند بطور چڑھاوہ دیتا ہے بعد مرنے

عورت کے ایسے زیورات یا کپڑے وغیرہ ترکہ عورت کا ہوگا اور عورت متوفیہ کے ورثہ میں حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اگر وہ زیور جو شوہر نے زوجہ کو دیا ہے مہر میں ہے یا اس کو ہبہ کر دیا ہے تب تو وہ ملک زوجہ ہوگی اور بعد انتقال زوجہ زوج اس کو واپس نہیں لے سکتا بلکہ زوجہ کے ورثہ پر وہ زیور حسب حصص تقسیم کیا جاوے گا اور شوہر کو بھی اس میں سے اس کے حصہ کے موافق ملے گا۔ اور اگر وہ زیور جو زوجہ کو شوہر نے دیا ہے مہر میں نہ دیا تھا اور ہبہ نہ کیا تھا بلکہ عاریۃً دیا تھا تو شوہر اسکو بعد انتقال واپس لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جہیز کی مالک صرف لڑکی ہے

(سوال ۷۹۶) ایک عورت نے ایک شخص سے نکاح کیا اور بعد نکاح خاوند کے گھر جہیز دان بھیجا۔ یعنی خاوند کے گھر اپنے استعمال کے لئے چند اشیاء مثلاً پلنگ، لحاف، تکئے، سماوار وغیرہ لے گئی، بعد چار سال اپنے خاوند کے ساتھ رہی اور بلا قصور اس عورت کو طلاق دیدی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جہیز دان جو عورت نے اپنے گھر سے اپنے استعمال کے لئے بھیجا تھا۔ اس پر اس عورت کا حق ہے یا نہیں۔ اور عند الشرع یہ مال عورت اپنا لے سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) وہ سامان جو عورت کو جہیز میں والدین کے گھر سے ملا تھا اور خاوند کے گھر بھیجا گیا۔ موافق رسم عادت کے وہ ملک عورت کی ہے۔ شوہر کا اس میں کچھ حق نہیں ہے

مہر مثل میں باپ کی رشتہ دار عورتوں کا مہر معتبر ہے

(سوال ۷۹۷) ایک عورت کا نکاح مہر مثل پر ہوا بعد چند روز کے میاں بیوی میں مہر کے متعلق اختلاف ہوا بیوی کا یہ قول ہے کہ میرا مہر مثل میری ماں اور حقیقی بہن کے برابر یعنی جتنا ان کا تھا، اتنا ہی میرا ہے خلاف خاوند کے وہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ تمہاری سوتیلی بہنوں کے برابر ہے۔ اب عند الشرع کس کا قول معتبر ہے اور خاوند کو کونسا مہر ادا کرنا ہوگا۔ اور وقت نکاح کے بجز مہر مثل کے کوئی تفصیل نہیں کی گئی تھی؟

(الجواب) در مختار میں ہے **و مهر مثلها الشرعی مهر مثلها اللغوی ای مهر امرأة تماثلها من قوم ابيها لا امها الخ سنا و جمالا الخ** اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ باپ کے اقرباء میں جو عورت اس کے مثل ہو عمر اور صورت اور دینداری وغیرہ میں اس کے مہر کو دیکھنا چاہیئے وہی مہر مثل ہے اور یہ بھی اس عبارت میں مذکور ہے کہ ماں اور ان کے قبیلہ کے مہر کا اعتبار نہیں ہے اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی بہن اور علاتی بہن میں کچھ فرق نہیں ہے۔ ان میں جو اس کے مماثل ہو عمر و صورت وغیرہ میں جو اس کا مہر ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا۔ واللہ اعلم

نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے

(سوال ۷۹۸) شخصے زوجہ خود راسہ طلاق داد بعدہ قبل از تحلیل نکاح منعقد ساخت و مقاربت و قربان بالاسم بوجود رسید دریں صورت نکاح شرعا صحیح شدیانہ ومہر لازم است یانہ ؟

(الجواب) دریں صورت نکاح صحیح نہ شدو مہر مثل در نکاح فاسد لازم می شود بعد دخول و صحبت قال فی الدرر و یجب مہر المثل فی نکاح فاسد الخ بالوطی الخ واللہ تعالیٰ اعلم

نامرد سے خلوت کے بعد پوار مہر واجب ہوتا ہے

(سوال ۷۹۹) ایک لڑکے اور لڑکی نابالغ کا عقد چھ سال ہوئے ہوا تھا لڑکی اس وقت بالغ ہے لڑکے کی نسبت مشہور ہے کہ وہ نامرد اور معذور ہے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ ایسی صورت میں طلاق اور خرچ نان و نفقہ و مہر کے بارہ میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ اس عرصہ میں لڑکی اپنی سسرال میں بھی رہی ہے۔ اگر مرد طلاق دیدے تو مہر ادا کرنا ہوگا یا نہیں اور نفقہ چھ سال کا ادا کرے گا یا نہیں ؟

(الجواب) بدون طلاق کے عورت اس کے نکاح سے علیحدہ نہیں ہو سکتی اور اگر خلوۃ ہونے کے بعد شوہر طلاق دیوے گا تو مہر پورا لازم ہوگا۔ والخلوۃ الخ کالوطی فیما یجئی ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا الخ (در مختار) اور نفقہ گزشتہ زمانہ کا ساقط ہو جاوے گا۔ والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء اوالرضاء الخ (در مختار)

احد الزوجین کی موت سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے

(سوال ۸۰۰) بصورت تسمیہ مہر عندالنکاح قبل خلوت اگر زوج فوت ہو جائے تو فقہ کی کتابوں سے کل مہر کا واجب الادا ہونا معلوم ہوتا ہے فالمسمی عندالوطی او موت احد ھما سواء کان الموت قبل خلوت او بعدہ لیکن اس حکم کا ثبوت کہاں سے ہے۔ آیۃ قرآنی یا حدیث سے۔

(الجواب) موت احد الزوجین کی صورت میں پورا مہر لازم ہونا باجماع ثابت ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے ولا اختلاف لاربعۃ فی ھذا۔ اور وہ حدیث جو عدم تسمیہ مہر و موت قبل دخول کی صورت میں پورا مہر لازم ہونے میں وارد ہے۔ اس اجماع کی دلیل ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ وعن علقمۃ عن ابن مسعودؓ انہ سئل عن رجل تزوج امرأۃ ولم یفرض لھا شیئاولم ید خل بھا حتی مات فقال ابن مسعودؓ لھا مثل صداق نساء ھا لا وکس ولا شطط و علیھا العدۃ ولھا المیراث فقام معقل بن سنان الاشجعی فقال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بروع بنت واشق امرأۃمنا بمثل ما قضیت ففرح بھا ابن مسعودؓ رواہ ابو داؤد و النسائی والدارمی مشکوۃ شریف.

بعد وفات زوجہ مہر کا حکم

(سوال ۸۰۱) ایک شخص کی بیوی ہندہ کے مہر پچاس روپیہ باندھے گئے تھے وہ مر گئی۔ اب خاوند چاہتا ہے کہ مہر ادا کردوں۔ بیوی نے کچھ اولاد نہیں چھوڑی صرف ماں باپ ہیں۔ اب وہ مہر کا روپیہ وارثوں کو دیدے یا خیرات کرے۔ اور مصرف خیرات عمدہ کیا ہے ؟

(الجواب) جو مہر ہندہ کا بذمہ شوہر ہے اس میں نصف شوہر کو پہنچے گا اور نصف ہندہ کے والدین کو ملے گا۔ زید کو اپنے حصہ کا اختیار ہے کہ خیرات کرے۔ والدین کا حصہ ان کو دینا چاہیے یا وہ اجازت دیں تو خیرات کر دینا درست ہے۔ عمدہ مصرف صدقہ کے محتاج و مساکین ہیں باقی حسب موقع جس کام کی ضرورت ہو اس میں صرف کرے باختلاف اوقات مختلف مصارف بہتر ہوتے ہیں۔

شوہر نے مہر مؤجل ادا نہ کیا تو اس کا حکم

(سوال ۸۰۲) ایک عورت نے نکاح مہر معجّل کے ساتھ کیا۔ جس کو عرصہ چار سال کا ہو گیا۔ لیکن شوہر نے وہ مہر ادا نہیں کیا۔ عدالت تک نوبت پہنچی ڈگری بھی مہروں کی ہو گئی لیکن کوئی صورت بھی وصولیابی کی نہیں۔ آیا ایسا شوہر حق زوجیت رکھتا ہے یا نہیں جب کہ شوہر مہر ادا کرنا نہیں چاہتا ہے ؟

(الجواب) مہر معجّل کے ادا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا اور عورت اس کی زوجیت سے اور نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔ لیکن عورت وطی وغیرہ سے شوہر کو انکار کر سکتی ہے اور ساتھ جانے سے بھی انکار کر سکتی ہے ولها منعه من الوطی و دواعیه والسفر بها الخ لا خذ ما بين تعجيله من المهر كله او بعضه الخ ص ۳۵۸ شامی باب المهر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر غیر معجّل وغیر موقت کے مطالبے کا وقت

(سوال ۸۰۳) عورت نے شوہر پر عدالت دیوانی میں مہر کا دعوی کیا ہے۔ آیا عورت کس وقت مہر وصول کر سکتی ہے ؟

(الجواب) مہر اگر فی الحال دینا قرار نہ پایا تھا بلکہ مؤجل تھا تو اس کے ادا کرنے کا وقت طلاق یا موت سے جب تک مفارقت نہ ہو گی عورت یا اس کے ورثہ مہر کا دعوی نہیں کر سکتے۔ كما في العالمگیریه لا خلاف لاحدان تا جيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح وان قال لا الى غاية معلومة فقد اختلف المشائخ فيه قال بعضهم يصح و هذا لان الغاية معلومة فى نفسها وهو الطلاق او الموت الخ عالمگیریه.

نصف مہر معجّل اور نصف مؤجل کی صورت میں مطالبہ کس وقت ہو سکتا ہے

(سوال ۸۰۴) کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے ہوا اور اس میں نصف معجّل اور نصف مؤجل قرار پایا اور بعد

جس بر س نکاح کے عورت نے قبل طلاق اور قبل موت احد الزوجین مطالبہ مہر کا کیا یہ مطالبہ کرنا عورت کا صحیح ہے یا نہیں ؟
(الجواب) اگر نصف مہر معجّل اور نصف مؤجل ہے تو معجّل کا مطالبہ عورت فی الحال کر سکتی ہے اور مؤجل غیر معین کا مطالبہ بدون مفارقت کے یعنی بدوں طلاق یا موت کے نہیں ہو سکتا واللہ تعالیٰ اعلم

معجّل اور مؤجل کی تصریح نہ ہو تو مطالبہ کا حق کس وقت ہے

(سوال ۸۰۵) کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے ہوا اور مقدار مہر ذکر کی گئی۔ لیکن معجّل اور مؤجل کا کچھ تذکرہ نہیں ہوا تو بلا طلاق یا موت احد الزوجین کے عورت کو حق مطالبہ مہر کا حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا؟
(الجواب) بلا طلاق یا موت کے مطالبہ مہر کا نہیں ہو سکتا کما فی عالمگیریه لا خلاف لاحد ان تاجیل المهر الیٰ غایة معلومة نحو شهر او سنة صحیح وان کان لا الی غایة معلومة فقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم یصح وهذا لان الغایة معلومة فی نفسها وهوالطلاق او الموت الخ عالمگیریه

مہر معجّل اور غیر معجّل کے معنی

(سوال ۸۰۶) مہر معجّل اور مؤجل کس کو کہتے ہیں۔ آیا معجّل اور مؤجل کے جو معنی لغوی ہیں وہی کتب فقہ میں معتبر ہیں یا فقہاء نے اپنی اصطلاح میں کوئی دوسرے معنی لے کر فقہ میں استعمال کیا ہے ؟
(الجواب) مہر معجّل اور مؤجل کے جو معنی لغوی ہیں وہی اصطلاح فقہاء میں ہیں۔ جو مہر فی الحال دیا گیا یا فی الحال دینا اس کا قرار پایا وہ معجّل ہے اور جس مہر کی کچھ مدت ادا کیلئے مقرر کی گئی یا الی التعین چھوڑا گیا ہو وہ مؤجل ہے۔ اور غیر معین مدت کے لئے مدت موت یا طلاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرض وفات میں مہر معاف کرنا معتبر نہیں

(سوال ۸۰۷) زید نے اپنی منکوحہ سے مرض الموت میں درحالیکہ اس کے بطن سے کم سن اولاد بھی موجود ہے مہر معاف کرائے من بعدہ زید نے نکاح ثانی کیا چنانچہ اس بیوی سے بھی اولاد ہوئی اور موجود ہے اور اس کی وفات کے بعد موجود بیوی نے زید کی جائداد سے اپنے مہر اور حصہ وراثت اور اپنی اولاد کے حصہ وراثت حاصل کئے اور زید کی پہلی اولاد کو ان کی والدہ کے دین مہر سے بوجہ علت تمادی کے لا دعوی کر دیا اور جائداد زید پر اپنا قبضہ جما کر حصہ وراثت سے بھی محروم گردانا ہے آیا شرعاً پہلی بیوی کی اولاد زید کی جائداد سے اپنی والدہ کا دین مہر اور حصہ وراثت حاصل کر سکتی ہے یا نہیں اور کیا معاف کرا لینے سے دین مہر ساقط ہو جاتا ہے اور کیا تمادی اسقاط حقوق میں شرعاً معتبر ہے اور مؤثر ہے یا نہ ؟
(الجواب) حالت مرض الموت میں مہر معاف کرانا شوہر کا معتبر نہیں ہے۔ اس متوفیہ کی اولاد اپنا حصہ

میراث کا اور مہر کا شرعاپانے کی مستحق ہیں۔ زوجہ ثانیہ کا قبضہ تمام جائداد و ترکہ شوہری پر شرعاباطل ہے۔ پہلی زوجہ کی اولاد کا اس میں حق ہے اور تمادی شرعاکوئی چیز نہیں ہے کتب فقہ میں ہے۔ ان الحق لا یسقط بتقادم الزمان شامی. و فی الدر المختار اعتاقه و محاباته الخ کل ذلك حكمه كحكم وصية الخ و فيه ایضا لا وصية لوارث.

معافی مہر کی چند صورتوں کا حکم

(سوال ۸۰۸) جو دین مہر شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ مقرر ہوا ہو ایسے دین مہر سے خلاصی کے لئے کیا کوئی حیلہ ہی سہی متصور ہے۔ (۲) اگر بیوی سے اس مہر کی معافی کے کلمات کسی حیلہ سے اجنبی زبان میں کھلا لے جسے وہ نہیں جانتی اور اس کا مفہوم نہیں سمجھتی اور شوہر نے زوجہ کو اس کی اطلاع بھی نہیں دی تو کیا مہر معاف ہو جائے گا۔ (۳) اگر بیوی کو اس بات پر راضی کرے کہ وہ کہدے کہ میں نے اپنا حق مہر اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ سے بخشدیا یعنی میں اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں لوں گی باقی تا زیست دنیا میں میرا حق رہا جب کبھی مجھے ضرورت ہو گی یا میں تم سے کبیدہ ہونگی تو حاکم عدالت سے نالش کر کے لے سکوں گی غرض معاف کرانے کا عنوان یہ ہوا کہ اگر تا زیست میں نے تم سے مہر نہ لیا اور تم سے خوش رہی تو بعد مرنے کے اپنا حق معاف کیا۔ تو ایسے معاف کرنے کا کوئی اثر ہو گا یا نہیں اور اس صورت سے مہر معاف ہو جائیگا یا نہ ؟ (۴) کوئی حیلہ ایسا بھی ہے کہ زید کو اس سے نجات ہو۔ (۵) کیا بیوی کے معاف کرنے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا بھی عدم مواخذہ اخروی کے لئے شرط ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) مہر زوجہ کا دین ہے شوہر کے ذمہ پر اس بار سے سبکدوشی کی دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ شوہر اس دین کو ادا کرے یا زوجہ سے معاف کرادے اور کوئی حیلہ معافی کا نہیں ہے۔ (۲) اس طریق سے مہر ساقط یا معاف نہ ہو گا۔ (۳) در مختار میں ہے۔ کمالا یصح تعليق الابراء عن الدين بشرط محض كقوله لمدیونه اذا جاء غداوان مت فانت بری منالدین اوان مت من مرضك هذا اوان مت من مرضی هذافانت فی حل من مهری فهو باطل لانه مخاطرة و تعليق الخ و فی الشامی و ذکر شمس الاسلام خوفها بضرب حتی وهبت مهر ها فاکراه ان كان قادرا على الضرب و ذکر بكر سقوط المهر لا يقبل التعليق بالشرط الاترى انها لو قالت لزوجها ان فعلت كذا فانت بری من المهر لا يصح قال لمدیونه ان لم اقتض مالی علیك حتی تموت فانت فی حل فهو باطل لانه تعليق والبراء ة لا تحتمله بزازیة شامی جلد ٤ مسائل متفرقه کتاب الهبه. ان عبارات سے واضح ہوا کہ صورت مذکورہ سے مہر معاف اور ساقط نہ ہو گا۔ (۴) کوئی حیلہ ایسا معلوم نہیں ہے (۵) مواخذہ اخروی سے بچنے کے لئے اور دیانۃ معاف ہونے کے لئے گواہوں کا موجود ہونا بوقت معافی ضرور نہیں۔

مہر لڑکی کا حق ہے اولیاء کو تصرف کا اختیار نہیں

(سوال ۸۰۹) اولیاء مخطوبہ کو خاطب سے مہر کے سواء اور کچھ لینا اور مہر لے کر اس میں تصرف مالکانہ کرنا اور دعوت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اولیاء مخطوبہ کو زر مہر سے کچھ لے کر اس میں تصرف بیجا کرنا جیسا کہ مذکور ہے، یعنی اس دعوت اقرباء وغیرہم میں صرف کرنا اور ضائع کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بعض اولیاء کو اگرچہ مہر کا لینا بعض احوال میں درست ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کے لئے اس مہر کو لیوے نہ یہ کہ تصرف بیجا اس میں کرے کہ اضاعت مال صغیر و صغیرہ باپ دادا کو بھی درست نہیں ہے اور غیر مہر سے کچھ لینا زوج وغیرہ سے اس کو فقہاء نے رشوۃ سے تعبیر فرمایا ہے اور عبارات مذکورہ فی السوال سے اس کی اجازت نہیں نکلتی کہ مہر لے کر اس کو بے موقع رسومات نکاح میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے بعد مہر میں زیادتی کر دی تو زیادتی لازم ہو جائیگی

(سوال ۸۱۰) زوجین وقت نکاح نابالغ تھے۔ اب دونوں بالغ ہیں اور زوجہ اب تک رخصت نہیں ہوئی۔ اگر زوج حسب منشاء زوجہ کے کچھ زیادہ مہر مقرر کر دیوے اور پھر کبھی زوجہ کی رخصت ہونے کے بعد اگر مہر کے وصول کرنے کی ضرورت پڑے یا زوج طلاق دیدے تو زوجہ کل مہر پانے کی شرعاً مستحق ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدر المختار قوله (فانها تلزمه) ای الزیادۃ ان وطی اومات عنها الخ (شامی) پس معلوم ہوا کہ وطی کے بعد پورا مہر معہ زیادتی کے لازم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر فاطمی کی مقدار

(سوال ۸۱۱) مہر فاطمی کی کتنی مقدار ہے؟

(الجواب) ازواج مطہرات اور بنات مکرمات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کذا فی المشکوۃ۔ اور یہی مہر حضرت فاطمہؓ کا ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پس جملہ پانسو درہم ہوئے اور درہم بوزن سبعہ ۳ ماشہ سے کچھ زائد کا ہوتا ہے یعنی ۱ $\frac{1}{5}$ رتی زیادہ ہے پس پانسو درہم سکہ انگریزی سے ۱۳۶ ⅔ ہوتے ہیں۔ بہر حال جو مہر بوقت ایجاب و قبول مقرر کیا گیا یعنی ما ءللعہ۲ وہ صحیح ہو گیا وہی مہر لازم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دینار سرخ کا وزن اور مقدار کیا ہے

(سوال ۸۱۲) ہندہ کا مہر پانسو دینار سرخ قرار پایا تھا اور دینار سرخ کا وزن اور قیمت مختلف فیہ ہے۔ اقل درجہ دینار سرخ کتنے ماشہ کا اور سکہ کلدار مروجہ سے کتنے روپیہ کا ہوتا ہے اور اکثر درجہ کیا ہے اور قول مفتی بہ اس بارہ میں کیا ہے۔ اور دینار کس چیز کا ہوتا ہے؟

(الجواب) دینار اور مثقال ایک چیز ہے اور وزن مثقال اور دینار کا ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہ سونے کا ہوتا ہے پس سونا اگر اٹھائیس روپیہ کا ایک تولہ آتا ہو جیسا کہ اس وقت نرخ ہے تو ایک دینار ------ کا ہوگا۔ غیاث اللغات میں ہے کہ مثقال بالکسر نام ایک وزن کا کہ ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی القسم عند تعدد الازواج
(بیویوں میں برابری کا بیان)

نافرمان عورت کا حق شب باشی ساقط ہو جاتا ہے

(سوال ۸۱۳) زید کی دو زوجہ ہیں۔ ایک زوجہ کا نام ساجدہ ہے دوسری عابدہ۔ زید ساجدہ کے مکان میں شب باشی کرتا ہے اور عابدہ کے پاس نہیں رہتا۔ اور وجہ علیحدگی عابدہ سے یہ ہے کہ وہ اپنی باری نہ سوت کو بخشتی ہے، نہ اجازت ساجدہ کے پاس شب باشی کی دیتی ہے۔ اور اپنے پاس بھی شب باشی کو منع کرتی ہے۔ زوج سے علیحدہ رہنا چاہتی ہے۔ اب کیا کرے کہ مواخذہ سے بری ہو۔ اگر عابدہ کسی ترکیب سے زید کو یہ کہہ دے کہ ساجدہ کے پاس رہا کرو تو زید کے لئے کیا حکم ہے؟

(الجواب) ایسی حالت میں عابدہ ناشزہ ہے اور ناشزہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ کذا فی الشامی واما الناشزة فلا ینبغی الترد فی سقوطه لها الخ پس اس صورت میں عابدہ کی باری میں ساجدہ کے پاس رہنا درست ہے اور جب کہ عابدہ کسی ترکیب سے یہ کہہ دیوے کہ ساجدہ کے پاس رہا کرو تو پھر ساجدہ کے پاس رہنے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار والشامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تعدد ازدواج کی صورت میں مساوات ضروری ہے۔

(سوال ۸۱۴) ایک شخص دو منکوحہ رکھتا ہے ایک کو اپنے پاس رکھتا ہے، دوسری کو سوائے روٹی کپڑے کے کچھ نہیں دیتا اور نہ تقسیم شرعی کرتا ہے، اور مرد کی طبیعت اس حد کے تنفر کو پہنچ گئی ہے کہ اس سے تعادل ممکن نہیں وجہ یہ ہے کہ اس معلقہ میں انتظام کی لیاقت نہیں مثلاً اگر کوئی چیز رات کو لا کر دے۔ صبح کو نام و نشان اور پتہ بھی نہ ملے گا، اور روٹی کپڑا پا فراغت دیتا ہے۔ تو یہ شخص عند اللہ گنہ گار ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ واعظوں سے سنا گیا ہے کہ تعادل نہ قائم کرنے والا قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(الجواب) عدل اور برابری ہر دو زوجہ میں فرض و لازم ہے۔ اس میں کچھ گنجائش مخلصی کی بدون اس کے نہیں ہے کہ جس سے طبیعت شوہر کی متنفر ہے۔ اور اس کے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کو طلاق دیدیوے۔ کیونکہ عدل نہ کرنے میں احادیث میں سخت وعید وارد ہے اور قرآن شریف میں حکم ہے۔ فان لم تعدلو افواحدة عدل نہ کرنے کی صورت میں ایک عورت کو نکاح میں رکھنا چاہیے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولا تمیلو کل المیل فتذورها کالمعلقه پس معلقہ چھوڑنا دوسری زوجہ کو جس سے متنفر ہے درست نہیں۔ مگر یہ کہ وہ عورت

اپنے حقوق کو معاف کر دے۔ اور واضح ہو کہ عدل اور برابری، محبت اور تعلق قلبی میں ضروری نہیں مگر ماکولات ومشروبات ولباس ونقد وزیور کے دینے اور ربنانے میں اور شب باشی کرنے میں مساوات ضروری ہے۔

بیویوں میں برابری کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا واجب ہے

(سوال ۸۱۵) زید نے پہلے اپنے اصلی وطن اور جائے پیدائش میں مسماۃ ہندہ سے نکاح کیا اور پھر ایک دور دراز شہر میں مسماۃ عائشہ سے نکاح کیا اور وہیں مستقل قیام رکھتا ہے وطنی بیوی کی طرف اس کا قطعی میلان نہیں ہے۔ البتہ نان ونفقہ کے مصارف ادا کرتا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ زید برسوں اپنی وطنی بیوی کی طرف رخ نہیں کرتا گناہ گار ہوگا یا نہیں۔ ہندہ یہ بھی خواہش کرتی ہے کہ اگر زید شوہر اپنے پاس بلائے تو فوراً چلی جائے۔ لیکن زید اس لئے بلانے میں تامل کرتا ہے کہ اگر بلائے گا تو عدل نہ کر سکے گا۔ پس اگر زید ہندہ کو اسی شہر میں جس میں مستقل قیام رکھتا ہے بلالے اور سوائے نان ونفقہ کے اور مکان کے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے تو ایسی حالت میں اس کو ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔ بحالیکہ وہ ہندہ سے مواخذہ نہ کرنے کا اقرار ووعدہ لے چکا ہو۔ یا اب لے لے۔ اگر زید ہندہ کو باوجود اس کی خواہش کے اپنے پاس نہ بلائے تو اس فعل سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدر المختار. ولو اقام عند واحدة شهرا فی غیر سفر الخ قوله فی غیر سفرا اما اذا سافر باحدا هما لیس للاخری ان تطلب منه ان یسکن عند ها مثل اللتی سافر بها ط عن الهندیة شامی ص ۴۰۰ جلد ثانی. ثم قال فی الدر المختار ولا قسم فی السفر دفعا للحرج الخ قال فی الشامی لانه لا یتیسر الابزاد معه و فی الزانه ذالك من الضرر مالا یخفی الخ.ان عبارات سے واضح ہوا کہ سفر میں جس زوجہ کے ساتھ چاہے رہ سکتا ہے اس پر شوہر ماخوذ نہ ہوگا۔ لیکن اگر اصلی وطن کی زوجہ کو اپنے پاس بلائے گا تو پھر عدل اس پر لازم ہے۔ ہاں اگر ہندہ اپنا حق ساقط کر دیوے اور دوسری زوجہ کو دیدیوے تو پھر پاس رکھ کر بھی عدل نہ کرنے میں زید گنہگار نہ ہوگا۔ قال فی الدر المختار ولو ترکت قسمها ای نوبتها لضرتها صح الخ اور عبارت لانه لا یتیسر الخ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ زید کو اپنے پاس بلانا ہندہ کو لازم نہیں ہے اور نہ بلانے سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔

مسائل متفرقہ متعلقہ نکاح

اپنی لڑکی فلاں کو دی یہ منگنی ہے

(سوال ۸۱۶) زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں زید کی لڑکی ہندہ اور بکر کا لڑکا عمر دونوں نابالغ ہیں زید نے کہا میں نے اپنی لڑکی ہندہ تیرے لڑکے عمر کو دیدی بکر نے کہا میں نے اس کو قبول کی بعد اس کے رسومات مروجہ اپنی قوم میں ادا کرے۔ اور زید کی لڑکی ہندہ بھی اس رشتہ پر رضامند ہو گئی اب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ بعد بالغ ہونے کے مسماۃ ہندہ اس رشتہ کو جو زید نے حالت نابالغی میں کیا فسخ کر سکتی ہے یا نہیں ؟ اور رشتہ نابالغی کی حالت کا مستحکم ہے یا نہیں ؟

(الجواب) پہلے جو کچھ زید نے بکر سے کہا۔ میں نے اپنی لڑکی ہندہ تیرے لڑکے عمر کو دے دی۔ اس کا مطلب بظاہر رشتہ کرنے کا تھا پس رشتہ ایک وعدہ ہی نکاح کا۔ پس ہندہ کا بعد بلوغ کے اختیار ہے کہ وہ اپنا نکاح عمر سے کرے یا نہ کرے۔ زید کے وعدے کو پورا کرنا ہندہ کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ مگر بہتر ہے کہ باپ کی تجویز کے موافق نکاح کرلے۔ لیکن ہندہ کے نزدیک وہ موقع خلاف مصلحت ہے اور اس کی مرضی وہاں نکاح کرنے کی نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے کہ جہاں اس کی مرضی ہو اپنا نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیوی کو زنا کی تہمت لگانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا!

(سوال ۸۱۷) زید کا نکاح مسماۃ ہندہ سے ہوا۔ ہندہ چھ یوم زید کے مکان پر رہ کر اپنی والدہ کے ہاں چلی آئی۔ بعد کچھ عرصہ کے زید کی والدہ بیمار ہو گئی ہندہ بیمار پرسی کو گئی پھر اپنے خاوند کے مکان میں چند یوم رہی۔ زید نے ہندہ سے کہا کہ میرے بھائیوں کی عورتوں سے نہ ملنا کیونکہ مکان قریب قریب تھے عورتوں میں ملنا بیٹھنا برابر ہوتا ہے ہندہ پندرہ یوم رہ کر اپنی والدہ کے ہاں آگئی اب زید اپنی زوجہ ہندہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے عرصہ پندرہ یوم کا ہوا کہ زید اپنے خسر کے ہمسایہ میں جو اشخاص بود و باش رکھتے ہیں ان سے کہتا ہے کہ میرے خسر نے اپنی بیٹی کی ملاقات کسی غیر سے کرا رکھی ہے جو رخصت نہیں کرتا ایسے کلمات سننے سے والدہ ہندہ نے ہندہ کو رخصت نہیں کیا در اصل ہندہ پرہیزگار ہے خلاف زید کے۔

(الجواب) زید کو بے وجہ اور بدون کسی دلیل کے اپنی زوجہ ہندہ کو تہمت زنا کی لگانا اور اپنے خسر سے نسبت الفاظ ناشائستہ کہنا سخت گناہ ہے اور معصیت ہے زید کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے اور اپنا قصور معاف کراوے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات الخ (ترجمہ) بے شک جو لوگ مسلمان پاک بے خبر عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں وہ مطعون ہوئے دنیا اور آخرت میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح خواں کی اجرت اور اسکی ضرورت

(سوال۸۱۸) نکاح کے منعقد ہونے میں قاضی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں اگر کوئی دوسرا شخص ایجاب و قبول کرادیوے تو نکاح منعقد ہو جاوے گا یا نہیں اور قاضی نکاح خواں کا نکاح خوانی کو اپنا حق سمجھنا اور جبرا اجرت لینا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شرعا زوجین کے ایجاب و قبول روبرو شاہدین مسلمین کے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ خود زوجین ایجاب و قبول دو گواہوں کے سامنے کر لیویں یا کوئی تیسرا شخص ایجاب و قبول کرادیوے نکاح صحیح ہے۔ قاضی نکاح خواں کے پڑھنے کی کچھ ضرورت شرعا نہیں۔ اور جب کہ نکاح خوانی میں لوگوں کو تنگ کرتا ہے اور جبرا اجرت لیتا ہے تو اس سے نکاح خوانی نہ کرائی جاوے۔ قاضی مذکور کا نکاح خوانی اپنا حق جاننا اور پھر نکاح پڑھ کر اجرت کا مطالبہ کرنا معصیت اور ظلم ہے حدیث شریف میں ہے۔ **الا لا تظلم الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفس منه رواه البیهقی وغیره (مشکوة)** واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

نکاح میں بعض شرطوں کے احکام

(سوال۸۱۹) زید نے عمر سے کہا کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ منظور فرمایئے۔ عمر نے جواب دیا کہ ہم اس شرط پر منظور کرتے ہیں کہ تمھارا لڑکا میرے ہی مکان پر رہے۔ کیونکہ ہم بسا اوقات مکان پر نہیں رہتے ہیں۔ اور میرے لڑکے صغیر السن ہیں۔ اس وقت مستورات کو سخت پریشانی ہوتی ہے۔ اس شرط کو زید نے قبول کر لیا۔ بلکہ شرعی قسم کھالی۔ اور یہ بھی کہا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا میں وہیں دیا کروں گا۔ اس پر عمر نے کہا اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آپ کی خوشی پر ہے، اب زید اپنے اس اقرار سے انحراف کر کے اپنے لڑکے کو سسرال میں آنے و رہنے نہیں دیتا۔ اور بہو کی رخصتی چاہتا ہے۔ زید و عمر کو اس کی پابندی چاہئے یا نہیں۔ اگر زید اقرار کا پابند نہ ہو تو اس کے لئے شرعا کیا حکم ہے۔

(الجواب) زید کو فی الواقع اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہئے بے وجہ خلاف وعدہ و عہد کرنے سے زید گنہ گار ہے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

نکاح میں شرط لگانا جائز ہے

(سوال۸۲۰) ملک بنگال میں دستور ہے کہ دولھا سے علاوہ مہر کے ایک کاغذ بنام کابین نامہ رجسٹری شدہ لیتے ہیں اور اس میں چار شرائط ہوتی ہیں منجملہ ان شرطوں کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بلا اجازت زوجہ کے دوسری شادی نہ کروں گا۔ اگر کروں گا تو طلاق ہے اور یہ شرط **فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنٰی و ثلٰث و ربٰع** کے مخالف ہے یا نہیں۔ اور بعض دفعہ کابین نامہ قبل عقد بھی رجسٹری ہوتا ہے کیا حکم ہے ؟

(الجواب) جواب مسئلہ مستفسرہ یہ ہے کہ۔ **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلٰث و ربٰع** میں بالاتفاق امر وجوب کا نہیں ہے بلکہ امر اباحت ہے کہ اگر کرو جائز ہے۔ پس اگر لڑکی کے اولیاء اس وجہ

سے کہ دوسرا نکاح کرنے کی صورت میں شوہر عدل نہ کرے گا اور ہماری لڑکی کو تکلیف پہنچے گی ایسی شرط کر
ہویں تو کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ عموماً یہ قاعدہ مقرر کر لینا اچھا نہیں ہے۔ بہر حال جب شوہر اس
علیق کو تسلیم کرے گا تو بصورت تحقق شرط وقوع جزاء ضروری ہے۔ یعنی طلاق واقع ہو جاوے گی۔ قبل از
نقد جب تک اضافۃ الی العقد نہ پائی جاوے تو اقرار ہر جگہ معتبر نہیں ہوتا۔ لیکن جو صورت سوال میں درج ہے
لہ دوسری زوجہ کی طلاق کو زوجہ اولی کے نکاح کے بعد معلق کیا ہے تو اس میں قبل عقد برابر ہے۔ اگر بعد
نکاح زوجہ اولی وہ شخص دوسری زوجہ سے نکاح کرے گا۔ دوسری زوجہ پر طلاق واقع ہو جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ومسلمہ سے نکاح کرنے کا حکم

(سوال ۸۲۱) ایک شخص نے ایک عورت کو مسلمان کیا پردہ نشینی کا عہد لے کر اپنا نکاح کر لیا۔ زوج اول اور عوام اس کو اس عورت کے طلاق دینے کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ عورت مذکورہ کا نکاح میں رکھنا عرفاً خلاف شان اور عوام کے نزدیک موجب بے وقعتی ہے، مگر وہ اس خیال سے کہ بلاوجہ شرعی طلاق نہ دینا چاہئے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

نا توانی پا منہ اندر فراق ابغض الاشیاء عند اللہ الطلاق

دوسرے یہ کہ میں نے مسلمان کیا، تیسرے یہ کہ عورت مذکورہ کی کوئی صورت گزران کی نہیں ناچار پردہ دری کرنی پڑے گی۔ اور بارہ برس کی پردہ نشینی زائل ہو گی۔ چوتھے یہ کہ اس کے ماں باپ زندہ ہیں کہیں یہ بہ سبب تکلیف کے پھر ان سے نہ جا ملے اور اس کا اسلام ضائع ہو جائے۔ غرض اس قسم کی بہت سی خرابیاں ہیں۔

(الجواب) اس صورت میں بہتر و عمدہ یہ ہے کہ طلاق نہ دے، اور طعن دنیا و اہل اسلام کا خیال نہ کرے۔ واللہ اعلم

دھوکہ دے کر نکاح کر لینے کی ایک صورت کا حکم

(سوال ۸۲۲) زید سے چند لوگوں نے کہا کہ ایک لڑکا لائق اور قابل ۱۸ سال کی عمر کا ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ تو اپنی لڑکی کا رشتہ اس سے کر دے۔ زید نے منظور کیا۔ اور تاریخ خود مقرر کر دی جس وقت بارات آئی کسی نے زید سے کہا کہ لڑکے کی عمر جو تم کو ظاہر کی گئی تھی اس سے زیادہ ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ تم اس کو دیکھ لو۔ چنانچہ زید نے درمیانی لوگوں سے کہا کہ میں لڑکے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے یہ عذر کیا کہ وہ اپنے کسی عزیز سے ملنے گیا ہے۔ اور آپ ہر طرح اطمینان رکھئے۔ آپ کو جو لوگوں نے شبہات میں ڈال دیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ غرض کہ زید کو محض جھوٹی اور دھوکہ بازی کے طریقہ سے اطمینان دلا کر ان سے نکاح کی اجازت لے لی حتی کہ نکاح بھی ہو گیا۔ صبح کو جب زید نے اپنے داماد کو دیکھا تو نہایت ناراض ہوا۔ چونکہ اس کی عمر ۶۰ سال کی تھی بے شک اور بے شبہ صفائی ریش ڈھکے ہوئے تھا۔ اور لڑکی نابالغہ کے رخصت نہ کرنے کی بے حد کوشش کی، لیکن درمیانی اور برادری کے لوگوں کی، کوشش سے مجبور ہو کر رخصت کر دی۔ اور اگلے روز لڑکی حسب دستور اپنے گھر آئی اب بعد چھ سال کے شوہر ۶۶ سال میں اپنی زوجہ کو جو ۱۴ سالہ ہے اپنے گھر

بجبر لے جانا چاہتا ہے مگر لڑکی کسی صورت سے جانے پر رضا مند نہیں ہے، والدین اور اہل برادری نے کوشش کی کہ لڑکی چلی جائے۔ لیکن لڑکی کسی طریقہ سے جانے پر آمادہ نہیں ہوتی بلکہ اندیشہ اس بات کا بھی ہوتا ہے کہ اگر بجبر ڈھکیل بھی دیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکی زہر کھا کر مر جاوے چونکہ وہ علانیہ یہ بات کہتی ہے کہ وہ میرے نانا کی عمر کا ہے۔ اس کے یہاں جانے سے مجھ کو مرنا بہتر ہے تو اس صورت میں کوئی شکل خلع یا فسخ نکاح کی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں نکاح ہو گیا۔ اور بدون خلع یا طلاق کے ہندہ اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہیں ہو سکتی ہے خلع ہو سکتا ہے۔ مگر خلع میں فریقین کی رضا شرط ہے۔ شوہر اگر راضی ہے تو عورت سے کچھ لے کر یا بعوض مہر کے خلع کر لیوے جبراً خلع نہیں ہو سکتا، یا طلاق دیوے تب ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہو گی۔

فرشتوں کو شاہد بنا کر نکاح کرنا!

(سوال ۸۲۳) ایک شخص ایک عورت سے تعلق قلبی رکھتا ہے اور اس کو اپنے عقد میں لانا چاہتا ہے مگر چند وجوہ ایسی ہیں کہ جن کے باعث وہ خائف ہے اس لئے عورت سے فرشتوں کو شاہد بنا کر اور مہر مقرر کر کے نکاح کر لیا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) وہ نکاح ہی نہیں ہوا بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اس میں خوف کفر ہے۔ توبہ کرنی چاہئے اور علیحدگی کر لینی چاہئے۔

طوائف سے نکاح اور وطی کا حکم

(سوال ۸۲۴) رنڈی اگر توبہ کر لے تو اس سے نکاح درست ہے یا نہیں اور مال مکسوبہ سے قرض لے کر تجارت جائز ہے یا نہیں؟ اور استبراء رحم کے لئے کتنی مدت شرط ہے۔

(الجواب) اس عورت سے نکاح درست ہے اور شوہر کو بلا استبراء وطی درست ہے استبراء کی ضرورت نہیں۔ شامی نے کہا کہ یہ مذہب شیخین کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک استبراء مستحب ہے۔ ساتھ ایک حیض کے۔ **وله وطيها بلااستبراء اى عند هما وقال محمد لا احب ان يطيئها مالم يستبر ئها هدايه شامي.** اور کسبی جس نے توبہ کر لی اگر قرض لے کر قرض کے روپیہ سے تجارت کرے درست ہے اور مال مکسوبہ عن الزنا کو بصورت تعذر رد علی المالک فقراء پر صدقہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم

شادی شدہ عیسائی عورت[1] مسلمان ہو جائے۔ تو اس کے نکاح کا حکم

(سوال ۸۲۵) ہندہ نے مذہب عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا بکر اس کا شوہر ہنوز کافر عیسائی مذہب پر قائم ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں اہل کتاب ہوں میرا نکاح قائم ہے۔ جب تک میں اس کو طلاق نہ دوں اور ہندہ کو خلع لینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ہندہ مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور خلع لینے کی

---

[1] یہ دار الحرب کا حکم ہے۔ دار الاسلام کا حکم یہ ہے کہ جب اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ قبول اسلام سے انکار کر دے تو اس کے نکاح سے نکل جائے۔

ضرورت ہے یا نہیں اور اگر نکاح کر سکتی ہے تو کب تک کر سکتی ہے ؟

(الجواب) بکر کا قول غلط ہے۔ مرد کتابی کا نکاح عورت مسلمہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ باقی رہ سکتا ہے۔ البتہ ہندہ بفور اسلام اس کے نکاح سے علیحدہ نہیں ہوئی۔ بلکہ تین حیض گزرنے پر یا حائضہ نہ ہو تو تین ماہ کے بعد ہندہ بکر سے بالکل جدا ہو جاویگی اگر تین حیض یا تین ماہ کے اندر بکر شوہر اسلام لے آتا تو جدائی نہ ہوتی۔ بعد تین حیض وغیرہ کے ہندہ دوسرا نکاح مسلمان سے کر سکتی ہے اور خلع لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو اسلم احد هما ثمه ای احد المحبوسین او امراء ة الکتابی فی دارالحرب و یلحق بها کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشهر قبل اسلام الاخر الخ درمختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق کے بغیر عورت نکاح سے نہیں نکل سکتی

(سوال ۸۲۶) ایک عورت منکوحہ اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے نامحرم شخص کے ساتھ فرار ہو کر مرتکب زنا ہوئی اور اس شخص سے اولاد بھی ہوئی۔ اور اب وہ عورت توبہ کر کے اپنے پہلے خاوند کے پاس آنا چاہتی ہے تو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں ؟ اور اولاد جو دوسرے شخص سے پیدا ہوئی وہ کس کی ہے ؟

(الجواب) اگر شوہر اول نے طلاق نہیں دی تھی تو وہ عورت زوجہ اسی شوہر اول کی ہے نکاح اس کا باقی ہے۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اولاد جو کچھ شوہر اول سے علیحدہ رہنے کے زمانہ میں زنا سے ہوئی۔ وہ سب منسوب شوہر اول کی طرف ہو گی۔ لقوله علیه السلام الولد للفراش وللعاهر الحجر وقد اکتفوا بقیام فراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة الخ۔ درمختار

بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنا خلاف شرع ہے

(سوال ۸۲۷) زید نے ایک بیوہ خاندانی مسماۃ ہندہ سے عقد کر لیا ہے اہل خاندان اس سے ناراض ہیں اور انواع اقسام سے نقصان رسانی کے درپے۔ جمعہ کے روز ایک واعظ صاحب نے۔ دوران وعظ میں یہ بیان کیا ہے کہ جس سنت کے اجراء سے فتنہ اٹھے اس پر عمل کرنا ناجائز ہے اور مثال میں ایک واقعہ رسول ﷺ کا بیان کیا کہ خانہ کعبہ کی دیوار خمیدہ تھی۔ حضور ﷺ نے فتنہ کے خوف سے اس کو سیدھا نہیں فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرما کر اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ اسکے سیدھا کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔ لہذا اس کو اسی حالت پر چھوڑتا ہوں۔ نظر بر حالات معروضہ بالا زید متردد ہے کہ روایۃ اس کے حال پر منطبق ہو کر عنداللہ اس کا مواخذہ دار تو نہیں ہو گا اور اگر خدانخواستہ مواخذہ دار ہے تو اب زید کو کیا کرنا چاہئے کہ آخرت کے مواخذہ سے بری ہو ؟

(الجواب) بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً کسی طرح معیوب اور سبب طعن و ناراضی کا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نکاح بیوہ کا آیات و احادیث و عمل مستمر آنحضرت ﷺ و صحابہؓ سے ثابت ہے طعن کرنے والا اس پر اور ناراض ہونے

والا مخالف ہے حکم خدا تعالیٰ ورسول ﷺ کا۔ جو لوگ اہل خاندان اس نکاح کی وجہ سے ناخوش وناراض ہیں۔ اور درپے ایذا رسانی ہیں۔ اگر یہ ناراضی اور ایذاء رسانی محض اس وجہ سے ہے کہ بیوہ کے نکاح کو وہ معیوب اور سبب عار کا جانتے ہیں یہ سخت جہالت اور معصیت ہے۔ ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ خوف کفر ہے۔ اس واعظ کا بیان صحیح نہیں ہے۔ اس نے جو مسئلہ بتلایا وہ بھی غلط ہے اور جو مثال میں واقعہ رسول مقبول ﷺ کا بیان کیا وہ بھی غلط ہے وہ واقعہ اس طرح نہیں ہے۔ جو اس نے بیان کیا بلکہ کتب حدیث مسلم شریف و ابو داؤد و ترمذی شریف وغیرہ میں وہ واقعہ اس طرح وارد ہوا ہے کہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ نذر کی تھی کہ اگر مکہ معظمہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا تو میں دو رکعت خانہ کعبہ کے اندر پڑھوں گی جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو رسول ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حطیم کے اندر داخل کیا اور یہ فرمایا کہ حطیم میں دو رکعت ادا کر لو کیونکہ حطیم بھی بیت اللہ میں سے ہے تمہاری قوم نے بسبب قلت خرچ بوقت تعمیر حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کر دیا۔ اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت سے قرب نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر از سر نو بنائے ابراہیمی کے موافق بناتا اور حطیم کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کرتا اور چوکھٹ خانہ کعبہ کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازے خانہ کعبہ کے کرتا۔ ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی۔ اور اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ایسا کروں گا۔ انتھی۔

پس معلوم ہوا کہ اس واعظ نے جو واقعہ بیان کیا وہ صحیح نہیں ہے۔ اور نہ اس میں فتنہ کے خوف سے کسی سنت کو ترک کرنے کا ذکر ہے۔ بلکہ غرض آپ ﷺ کی یہ تھی کہ قوم قریش چونکہ ابھی اسلام لائے ہیں زمانہ کفر اور جاہلیت قریب ہے ایسا نہ ہو کہ ان کے ایمان واسلام میں کچھ خلل واقع ہو۔ ادھر فی الحال خانہ کعبہ کا متغیر کرنا امر ضروری نہیں ہے اور پھر آپ ﷺ نے یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ سال آئندہ تک اگر زندہ رہا تو اس کام کو کروں گا۔ مگر آپ ﷺ کی وفات اس سے پہلے ہی ہو گئی۔ الغرض اس واقعہ کو مسئلہ نکاح بیوہ سے کچھ مناسبت نہیں ہے۔ کسی امر دینی کو اس وجہ سے کہ لوگ ناراض ہوں گے۔ چھوڑنا جائز نہیں ہے اور زید پر اس نکاح کی وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے بلکہ وہ ماجور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خنثی اور عنین کا نکاح

(سوال ۸۲۸) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے والدین نے ایک مرد خنثی سے جس کے اعضائے تناسل بہت صغیر ہے اور اس کی جڑ میں ایک سوراخ ہے اس میں سے پیشاب آتا ہے بعد بلوغ لڑکی کے یہ بات معلوم ہوئی۔ اس صورت میں اگر وہ لڑکی دوسرے شخص سے عقد کرنا چاہے تو بلا طلاق کر سکتے ہیں یا نہ؟

(الجواب) اگر وہ شخص جس سے نکاح اس لڑکی نابالغہ کا کیا گیا ہے خنثی مشکل ہے کہ اس کا مرد اور عورت ہونا متحقق نہیں ہے تو وہ نکاح موقوف رہتا ہے بعد میں اگر متحقق ہو جاوے کہ مرد ہے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ اور اگر متحقق ہو جائے کہ عورت ہے تو نکاح باطل ہے کیونکہ عورت کا نکاح عورت سے صحیح نہیں ہے اور خنثی مشکل وہ ہے کہ اس کی دونوں علامتیں ہوں مرد کی بھی اور عورت کی بھی یا کوئی بھی نہ ہو۔ اور اگر

اخیر تک بھی اشکال باقی رہے کہ نہ اس کا مرد ہونا معلوم ہو نہ عورت ہونا تو نکاح باطل ہو جاتا ہے صورت مسئلہ میں سائل نے یہ لکھا ہے کہ عضو تناسل اس کا بہت صغیر ہے اور اس کی جڑ میں سوراخ ہے کہ اس سے پیشاب آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ خنثی نہیں بلکہ رجل ہے۔ لیکن نامرد اور عنین ہے اس میں حنفیہ نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ پھر اگر عضو تناسل شوہر کا اس قدر صغیر ہے کہ مثل گھنڈی کے ہے کہ ادخال اس کا فرج زوجہ میں ممکن نہیں ہے تو حکم اس کا مجبوب یعنی مقطوع الذکر کا سا ہے کہ عورت کی طلب پر قاضی ان میں فوراً تفریق کرا دیوے گا۔ اور جو ایسا نہیں بلکہ عنین ہے تو اس سال کی مہلت شوہر کو بغرض علاج دی جاتی ہے اس کے بعد اگر عورت طلب کرے قاضی تفریق کر دیوے گا مگر اس زمانہ میں جب کہ قاضی نہیں تو حکم مسلم فریقین یہ کام کرے گا۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے اگر خلوت ہو چکی ہے دوسرا نکاح عورت کا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح میں منکوحہ کے باپ کا نام لینا

(سوال ۸۲۹) زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ زید سے اس کے ایک لڑکا عمرو اور دو لڑکیاں سلمہ و عائشہ پیدا ہوئیں۔ پھر زید کا انتقال ہو گیا اس کے بعد ہندہ نے دوسرے شوہر بکر سے عقد نکاح کر لیا۔ بکر سے دو لڑکیاں جمیلہ و حبیبہ پیدا ہوئیں اور بکر بھی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ہندہ معہ ہر دو لڑکیوں جمیلہ و حبیبہ کے اپنے فرزند عمرو کے پاس آ گئی کچھ عرصہ کے بعد ہندہ نے اپنی لڑکی جمیلہ کی شادی کر دی پھر خود ہندہ وفات پا گئی۔ دوسری لڑکی حبیبہ کی شادی اس کے سوتیلے بھائی عمر نے خالد سے کر دی بروقت نکاح عمرو نے بوجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید بتایا حبیبہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی۔ شہداء نکاح میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہ تھی۔ اس کے باپ کا نام بکر ہے اور عمرو محض اپنی والدہ کا شوہر چھپانے کی غرض سے بجائے حبیبہ کے باپ کے اپنے باپ کا نام بتا رہا ہے اور ناکح یعنی خالد کو اس قصہ کا مطلق علم نہ تھا۔ حبیبہ بعد نکاح دو سال زندہ رہ کر لڑکی فاطمہ بنت خالد چھوڑ کر مر گئی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح جس میں دیدہ و دانستہ منکوحہ کی ولایت اس کی غیر حاضری میں غلط بتلائی گئی شرعاً جائز ہوا یا نہیں۔ دوسرے حبیبہ کا مہر جو دو ہزار مقرر ہوا تھا اور وہی اس کا ترکہ ہے شرعاً کس طرح تقسیم ہو گا۔ اس کا شوہر خالد، دختر فاطمہ، حقیقی بہن جمیلہ، عمرو سوتیلا بھائی، دو بہن سوتیلی سلمہ و عائشہ زندہ ہیں۔ ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟

(الجواب) چونکہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے۔ اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا ہے اس لئے نکاح صحیح ہو گیا جیسا کہ شامی میں ولا المنکوحة کی شرح میں لکھا ہے فلو زوج بنته منه وله بنتان لایصح الااذا کانت احداهما متزوجة فینصرف الی الفارغة الخ وفی معناه ما اذا کانت احداهما محرمته علیه الخ قلت و ظاهره انها لو جرت مقدمات الخطبة علی معینة و تمیزت عند الشهود ایضا یصح العقد وهی واقعة الفتوی لان المقصود نفی الجهالة و ذلك

حاصل بتعینها عندالعاقدین والشهود وان لم یصرح باسمها کما اذا کانت احد هما، متزوجة و یؤیده ما سیاتی من انها لو کانت غائبة و زوجها و کیلهافان عرفها الشهود وعلموا انه ارادها کفی ذکر اسمها والا لا بد من ذکراب والجد ایضا. الخ اوراس صورت میں ترکہ حبیبہ کا ادائے حقوق علی المیراث چارسہام ہو کر ایک حصہ اس کے شوہرکو اور دو سہام اس کی دختر کو اور ایک حصہ حقیقی بہن جمیلہ کو ملے گا۔ سوتیلا بھائی اوربہن محروم ہیں۔

خیاربلوغ پر فسخ بغیر قضاء قاضی نہیں ہو سکتا

(سوال ۸۳۰) ہندہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی بکر نے زید کے ساتھ کردیا۔ جب ہندہ کو اول حیض آیا تو ہندہ نے گواہوں کے روبرو نکاح فسخ کردیااور خالد سے نکاح ثانی کر لیا۔ کیا فسخ نکاح ہندہ کو جب کہ قاضی بھی ہمارے ملک میں موجود نہیں اور حکم بھی نکاح کو فسخ کر سکتا ہے یا کیااول زوج ہندہ کا عالم کے روبرو نہیں آتا۔ نہ ہندہ زوج اول کو قبول کرتی ہے۔ اوراس وقت کے مولویان قاضی کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یانہ ؟ اور جبکہ زوج اول حاضر نہیں ہوتا تواس صورت میں فسخ نکاح کا حکم ہو سکتاہے یا نہیں ؟

(الجواب)قال فی الدر المختار ولکن لهما ای لصغیر و صغیرة الخ خیار الفسخ بالبلوغ الخ بشرط القضاء قوله بشرط القضاء لان فی اصله ضعفا فیتوقف علیه کالرجوع فی الهبة و فیه ایما الی ان الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینهما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب(بحر شامی ص ۳۰۷ ج ۲)۔

اس عبارت سے جملہ امور مستفسرہ کا جواب حاصل ہو گیا کہ اس فسخ نکاح کے لئے قضا قاضی شرط ہے اور بصورت ہونے قاضی کے حکم مسلم فریقین بھی شوہر کی موجودگی میں فسخ کر سکتا ہے۔ اور مولویان موجودین قائم مقام قاضی کے نہیں ہیں اور نہ بدون تسلیم فریقین حکم مقرر ہو سکتاہے اور نہ اس کا حکم نافذ ہو سکتاہے اور شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں بھی حکم فسخ نکاح کا نہیں ہو سکتا۔ الحاصل صورت مسؤلہ میں پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ اوردوسرا نکاح باطل ہے۔ واللہ تعالی اعلم

جو عورت کہے کہ میں بیوہ ہوں تواس سے نکاح کا حکم

(سوال ۸۳۱) اگر کوئی عورت دوسری جگہ سے آکر یہ کہے کہ میں بیوہ ہوں تواس سے نکاح کرنادرست ہے یا نہیں۔ نکاح خواں اور شریک اور شہود گناہ گار ہوں گے یا نہیں ؟

(الجواب) مسئلہ یہ ہے کہ عورت کہیں باہر سے آکر یہ کہے کہ میں بیوہ ہوں تواس کے قول پراعتماد کر کے اگراس سے نکاح کر لیاجائے تودرست ہے۔ شوہر اور نکاح خواں اور شہود گناہ گار نہیں ہیں اور اگر بعد میں ظاہر ہو جاوے کہ وہ عورت منکوحہ کسی شخص کی ہے اوراس نے طلاق نہیں دی تو نکاح ثانی باطل ہو گا۔ شامی میں ہے۔ وکذا لو قالت منکوحة رجل لاخر طلقنی زوجی وانقضت عدتی جاز تصدیقها اذا

وقع فی ظنه عدلة کانت ام لا الخ جلد ثانی قبیل الا یلاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر منکوحہ کے ساتھ دانستہ نکاح کرنے کا حکم

(سوال ۸۳۲) زید نے اپنی دختر عصمت نابالغہ کا نکاح عرصہ تین سال کا ہوا مسمی عمر نابالغ سے کر دیا تھا۔ ایک سال ہوا کہ عمر کا باپ الٰہی بخش مر گیا اور عمر کو اپنے قریبی مسمی خالد کے سپرد کر گیا۔ زید نے خالد سے کہا کہ عمر کو میں گھر لے جاؤں گا اور عمر نے بھی جانے سے انکار کر دیا اس بناء پر مسماۃ مقصودا نے زید کو بہکایا اور مسمی جمی کے نواسہ نادر علی کے ساتھ بلا طلاق دینے عمر کے عصمت کا عقد ثانی کر دیا۔ اس صورت میں بکر کہتا ہے کہ مقصودا جمی نادر علی واہل مجلس وغیرہ سب اسلام سے نکل گئے اور سب کی عورتوں پر طلاق پڑ گئی یہ حکم کفر کا کرنا اشخاص مذکورین پر صحیح ہے یا کیا حکم ہے؟

(الجواب) دوسرے کی منکوحہ کا نکاح کسی دوسرے سے کرنا حرام ہے اور نکاح ثانی باطل اور وطی کو زنا موجب حد قرار دیا ہے۔ قال فی ردالمحتار اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجواز فلم ینعقد اصلا ای ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنا کما فی القنیة و غیرها الخ۔

پس معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے دوسرا نکاح اس لڑکی منکوحہ کا کیا وہ عاصی و فاسق ہیں اور وہ نکاح جو انہوں نے اس لڑکی کا کیا باطل و حرام ہے۔ چاہئے کہ توبہ کریں اور اعلان اس امر کا کر دیں کہ نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا وہ لڑکی بدستور عمر کی زوجہ ہے تاوقتیکہ وہ لوگ توبہ نہ کریں مسلمانوں کو تنبیہاً ان سے متارکت کرنا چاہئے ان کی شادی و غمی میں شریک نہ ہوں۔ باقی حکم ان لوگوں کے کفر کا کرنا اور ان کے نکاحوں کے بطلان کا حکم کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو اگرچہ وہ فاسق و مرتکب فعل حرام کا ہو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ دربارہ تکفیر فقہاء نے بہت احتیاط فرمائی یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اور اگرچہ وہ وجہ ضعیف ہو تب بھی مفتی کو لازم ہے کہ جانب اسلام کو اختیار کرے اور تکفیر مسلمین میں مبادرت نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احد هما الحدیث متفق علیه۔ الحاصل ان لوگوں کو فاسق کہا جاوے۔ تشدید اسی حد تک کی جاوے کہ حد شرع سے متجاوز نہ ہو یہ نہیں کہ عصاۃ کو بوجہ ان کے اصرار علی المعاصی کے کافر کہہ کر ڈرایا جاوے۔ تاکہ وہ اپنے فعل بد سے باز آجاویں۔ ایسا کرنا تجاوز عن الحد ہے اور حرام و ناجائز ہے بلکہ بموجب حدیث موصوف فقد باء بها احدهما کے کفر کے مرادف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح تعلیق کو قبول نہیں کر سکتا

(سوال ۸۳۳) زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح خالد کی لڑکی زاہدہ سے کیا وقت انعقاد نکاح مہر میں گفتگو ہوئی۔ عرض یہ ہے کہ لڑکے کے باپ نے یہ کہا کہ ہم اپنی جائداد میں سے کچھ اس کو ہبہ کر دیں گے۔ جائداد کو ہبہ

بھی کر دیا۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر اس سے یعنی سوا سو سے زیادہ نہیں باندھا جاوے گا۔ پس اس گفت و شنید کے بعد نکاح سوا سو پر ہو گیا۔ اب خالد کی طرف سے تقاضا شروع ہوا کہ اب ہبہ نامہ لکھو جس کا مضمون جزو مہر یا شرط عقد ہو ورنہ نکاح تام نہیں ہو گا۔ بلکہ معلق رہے گا زید کہتا ہے کہ ہبہ نامہ مطلق لکھیں گے۔ اگر یہی جزو مہر یا شرط عقد نکاح قرار دے کر ہبہ نامہ لکھتا تھا تو اس زیادتی مہر کے قبول کرنے میں کیا عذر تھا تو اب آپ حضرات علماء سے یہ امر دریافت کیا جاتا ہے کہ نکاح تام ہوا یا معلق؟

ا(لجواب) اس صورت میں نکاح تام ہو گیا نکاح میں کچھ توقف نہیں رہا۔ زید نے جو کہا صحیح کہا ہے اور خالد کا قول غلط ہے، کیونکہ تعلیق کو نکاح قبول نہیں کرتا۔ اور نکاح معلق صحیح نہیں ہوتا کما فی الدر المختار والنکاح لا یصح تعلیقه بالشرط الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتابیہ سے نکاح کیا تو اس کو اسلام پر مجبور نہیں کر سکتے

(سوال ۸۳۴) اہل کتاب سے جو نکاح درست ہے تو منکوحہ عقد مسلمان میں بلا پردہ کے رہ سکتی ہے یا پردہ میں۔ اور اسلام مجبور پر کیا جاوے گا یا نہیں۔ اور عقد مسلمانوں کی طرح ہو گا یا اور کسی طرح۔

(الجواب) پردہ پر مجبور کر سکتا ہے۔ اسلام پر نہیں۔ اور عقد مسلمانوں کی طرح ایجاب و قبول کرے گا ساتھ روبرو گواہوں کے اور اولاد مسلمان ہو گی۔ کمافی الدر المختار والولد یتبع خیر الا بوین دینا الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح خواں قاضی کے بعض احکام

(سوال ۸۳۵) ایک موجودہ قاضی شراب خوار اور زناکار۔ اور ہر قسم کی بے احتیاطی اور جھوٹی گواہی۔ تغلب بے جا ستانی کا مرتکب ہے۔ اس نے جھوٹے نکاح پڑھے اور دوسرے معاملات میں سزائیں بھی پائی ہیں اور ڈگریوں میں گرفتار بھی ہوا ہے اس کے اظہار بھی بار بار عدالت میں غلط ثابت ہوئے ہیں اس کا پڑھا ہوا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) قال فی الدر المختار کتاب النکاح. و یندب اعلانه و تقدیم خطبة و کونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید و شهود عدول الخ وفی الشامی فلا ینبغی ان یعقد مع المرأة بلا احد من عصابتها ولا مع عصبة فاسق ولا عند شهود غیر عدول. الخ. اس عبارت سے واضح ہے کہ فاسق کا نکاح پڑھا ہوا اگرچہ منعقد ہو جاتا ہے لیکن فاسق سے نکاح پڑھانا اچھا نہیں ہے۔

بیوی نسب میں کم تر ہو تو نکاح درست ہے

(سوال ۸۳۶) ایک طوائف اپنے والدین کی رضاء اور تعلیم سے ناچ گانے، زناکاری میں مبتلا تھی، بامداد سرکاران سے جدا ہو کر ایک، آشنا قدیم ملازم ریلوے سے کہ اپنے کو سید ظاہر کرتا ہے نکاح کرنا چاہتی تھی اور

والدین کا ابتداء سے اصرار تھا کہ اس شخص سے نکاح نہ کرے۔ پردیسی فاسق ہے ہماری برادری کا ایک صالح شخص ہے اس سے یا کسی اور باشندے شہر نیک آدمی سے کرے وہ عورت کسی دوسرے سے رضامند نہ تھی ناچار اسی مرد سے مسلمانوں کی جماعت کثیر نے توبہ کرا کر اس عورت کے ساتھ نکاح کرادیا۔ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا بسبب عدم رضاء والدین اور عدم کفو منعقد نہیں ہوا۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) جب کہ زوج شریف ہے اور عورت دنیہ عدم کفائت کی وجہ سے بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا۔ اس لئے کفائت میں جانب زوج کا اعتبار ہے کہ وہ عورت سے کم درجہ کا نہ ہو۔ اگرچہ عورت کمتر ہو اور جب کہ زوجین دونوں تائب ہو گئے تو اس حیثیت سے کفائت بھی ثابت ہو گئی۔ بہر حال نکاح مذکور صحیح ہے۔ فی الدر المختار .الکفأت معتبرة من جانبه الخ لامن جانبها لان الزوج مستفرش فلا یغیظه دناء ة الفراش و هذا عند الکل فی الصحیح وفی الشامی قوله (من جانبه) ای یعتبران یکون الرجل مکافئا لها فی الاوصاف الاتیة بان لا یکون دونها فیها ولا تعتبر من جانبها بان تکون مکافئة له فیها بل یجوز ان تکون دونه فیها الخ۔ الحاصل نکاح مذکور جو برضا بالغہ ہوا صحیح ہے کیونکہ شوہر بعد توبہ کے فاسق نہ رہا اور نسباً اعلیٰ ہونا شوہر کا ظاہر ہے۔

نکاح وطلاق میں والدین کی ناراضگی کا حکم

(سوال ۸۳۷) ایک شخص کی والدہ بدمزاج ہے اس کو اپنے بیٹے کی خانہ آبادی کی طرف توجہ نہیں اور بیٹا خود اپنی خانہ آبادی کی طرف اس وجہ سے متوجہ نہیں ہوتا کہ مبادا میرا فعل والدہ کے خلاف مرضی ہونے کی صورت میں باعث تلخی عیش ہو۔ بس ایسی صورت میں بالخصوص جبکہ بیٹا جوان اور صاحب ضرورت بھی ہو اس کو اپنی شادی کرنا جائز ہے یا نہ۔ نیز درصورت جواز عقد اگر والدہ کا اصرار متارکت پر ہو تو بیٹے کو کیا کرنا ہو گا۔ اگر بطور قیام اصلاح بیٹا اپنی بیوی کو اس کے میکہ ہی میں علیحدہ کسی مقام پر رکھے اور والدہ کی خبر گیری میں بھی حسب مقدور فرد گزاشت نہ کرے تو اس پر بھی ناراضگی کی صورت میں بیٹے کو اپنی تہذیب نفس اور امر مسنون کی بجا آوری کے لئے کیا رویہ شرعاً اختیار کرنا چاہئے۔ آیا یہ ناراضگی جو محض والدہ کی طبیعت سے متعلق ہے بیٹے کی عقبی کے لئے تو مضر نہ ہو گی؟

(الجواب) اس کو اپنی شادی و نکاح کرنا جائز ہے اور خلاف شرع امر میں کسی کی اطاعت لازم نہیں ہے پس وہ شخص اپنا نکاح کرے اور حقوق زوجیت ادا کرے اور حتی الوسع والدہ کی اطاعت کرے اور اس کو ناخوش نہ کرے۔ خواہ مخواہ اپنی بدمزاجی سے اگر وہ ناخوش رہے یا متارکت زوجہ پر مجبور کرے تو اس شخص پر مواخذہ نہیں اور وہ متارکت پر مجبور نہیں ہے۔ یہ صورت بہتر ہے کہ بصورت خوف ناموافقت والدہ وہ شخص اپنی زوجہ کو اس کے گھر رکھے اور والدہ کی خبر گیری کرتا رہے اور اگر والدہ کو ضرورت خدمت کی ہو تو ان کی خدمت کرے یا کسی ملازمہ وغیرہ کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کردے۔ الغرض والدہ کو تکلیف نہ پہنچاوے اور تکلیف نہ ہونے دے اور حکم شریعت بجالائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے بارہ میں وصیت معتبر نہیں

(سوال ۸۳۸) ایک شخص نے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا۔ کچھ دنوں بعد وہ مر گیا۔ مرتے وقت یہ وصیت بھی کر گیا کہ میری لڑکی کا نکاح اس جگہ کرنا، جہاں میں نے اس کا رشتہ کیا ہے۔ اب دادا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتا ہے آیا سابقہ رشتہ کی بناء پر لڑکی کی والدہ اس کا نکاح اسی جگہ کر سکتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ نکاح کے بارہ میں وصیت معتبر نہیں اور باپ کے مرنے کے بعد ولایت نکاح نابالغہ دادا کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ پس صورت مذکورہ میں دادا جو نکاح نابالغہ کا کرے گا وہی صحیح ہو گا والدہ کا کیا ہوا نکاح بدوں دادا کی رضا و اجازت کے صحیح نہ ہو گا۔ در مختار میں ہے و لیس للوصی من حیث ھو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الله الاب بذلك علی المذھب الخ

لڑکی کے نکاح پر روپیہ لینا رشوت ہے

(سوال ۸۳۹) زید نے اپنی بیٹی یا ہمشیرہ کا نکاح مثلاً عمرو سے دو تین سو روپیہ لے کر کر دیا جس کو فقہا کرام کہتے ہیں۔ آیا یہ روپیہ لینا زید کو جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو بعد نکاح کے اگر عمر و اپنا روپیہ واپس کرنا چاہے تو واپس ہو گا یا نہیں۔

(الجواب) اس کو فقہاء کرام رشوۃ لکھتے ہیں یہ روپیہ واپس کرنا لازم ہے۔ در مختار میں ہے اخذ اھل المرأۃ شیئا عندالتسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوۃ الخ وفی الشامی (قوله عند التسلیم) ای بان الی ان یسلمها اخوھا اونحوہ حتی یأخذ شیئا وکذا لوالی ان یزوجھا فللزوج الاسترداد قائما اوھا لکا لانه رشوۃ الخ ص ۳۲۶ ج ۲ الشامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شادی کی چند مروجہ رسموں کا حکم

(سوال ۸۴۰) تخمیناً مہینہ سوا مہینہ شادی کے قبل دولہا اور دولہن کو ابٹن ملا جاتا ہے اس کے لئے اپنے خویش و اقارب اور برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں۔ دولہا خواہ بالغ ہو یا نابالغ ان کو اکثر وہ عورتیں جن سے رشتہ مذاق کا ہوتا ہے وہی ران وغیرہ سارے بدن پر ملتی ہیں بعد اس کے سب کو گڑ تقسیم ہوتا ہے یہ رسم بطریق مذکور جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) اکثر لوگ ۳۔ ۱۳۔ ۲۳۔ ۸۔ ۲۸ وغیرہ تواریخ اور پنجشنبہ و یکشنبہ و چہار شنبہ وغیرہ ایام کی شادی وغیرہ پسند نہیں کرتے۔ اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا اس بارہ میں کیا حکم ہے (۳) جس کی بارات میں کثرت سے باجے و روشنی و گھوڑے وغیرہ ہوں ان کا نکاح شرعاً ہوتا ہے یا نہیں اور ایسی بارات میں شریک ہونے سے گناہ ہو گا یا نہیں بعض تو شرکت میں کچھ گناہ نہیں سمجھتے اور بعض گناہ تو سمجھتے ہیں مگر اپنے خاص محلہ یا خاص قرابتدار کی بارات میں اس مجبوری سے شریک ہوتے ہیں کہ نہ شریک ہوں گے تو باعث رنج و ملال ہو گا ان کا عذر قابل قبول ہے یا نہ ؟ (۴) تقریب طعام شادی کی چار صورتیں ہیں ہر ایک کی شرکت کا علیحدہ حکم بیان فرمائیے۔

(۱) بعض ایسا کرتے ہیں کہ پہلے لوگوں کو کھانا کھلا کر اس روز یا دوسرے روز بارات نکالتے ہیں اگرچہ

جلسۂ دعوت میں باجاو غیرہ نہیں ہوتا مگر دعوت کھانے والوں کو یہ معلوم ہے کہ دو ایک روز میں جو بارات یہاں سے نکلے گی اس میں باجاو غیرہ سب ہوگا

(۲) بعض لوگ بارات وغیرہ پہلے نکالتے ہیں جب دولہن کو گھر لاتے ہیں تب کھانا کرتے ہیں اگرچہ جلسہ دعوت میں کچھ نہیں ہے مگر بارات میں سب کچھ تھا۔

(۳) دولھن کے گھر دعوت ہے اور اس کے یہاں کچھ باجا وغیرہ نہیں ہے مگر جو بارات آئی ہے اس میں باجا وغیرہ سب کچھ ہے اور دولھن کے گھر والوں کی تین حالت میں ہر ایک کا حکم علیحدہ لکھئے۔

(۱) بعض تو دولہن والوں کو فرمائش دے کر باجاو غیرہ منگاتے ہیں۔

(۲) بعض نہ فرمائش دیتے ہیں نہ منع کرتے ہیں۔

(۳/۴) بعض منع کرتے ہیں مگر دولھا والے نہیں مانتے اور باجا لاتے ہیں۔ ان تینوں میں کس کے یہاں شرکت جائز ہے اور کیا اس تیسری پر شرعاً الزام ہو سکتا ہے کہ کیوں نہ اس نے بارات واپس کر دی اور کیوں نکاح کر دیا۔ شرکت میں اگر عوام و خواص کا فرق ہو تو تحریر فرمایئے ؟ (۵) اگر بارات میں ڈھول ربلی تاشہ و انگریزی باجہ نہ ہو صرف دو ایک جوڑ دف بلا بانسری کے ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟ یہ واضح رہے کہ بجانے والے کاریگری سے بجاتے ہیں جس میں آواز کا نشیب و فراز اور سر تال ہوتا ہے ؟ (۶) تقریب ولادت یا ختنہ یا گھر بھوج یا تیاری مکان میں اکثر لوگ کھانا کرتے ہیں یہ اسراف ہے یا نہیں اور ان دعوتوں میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں جب کہ اس تقریب میں عورتیں مکان کے اندر ڈھولک کے ساتھ گاتی بجاتی ہوں اگرچہ مجلس دعوت میں کچھ نہ ہو۔ (۷) کیا قوم کے سردار اور علماء پر فرض ہے کہ ان مراسم کے مٹانے میں کوشش کریں اگر لوگ نہ مانیں تو برادری ترک کر دیں۔ ترک برادری میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی ملحوظ رہے اول برادرانہ پابندی میں مظلوم کی دادرسی اور ظالم کا تدارک ہوتا ہے دوسرے حق ناحق کا فیصلہ آسانی سے ہو جاتا ہے۔ تیسرے اپنے محلّہ میں اگر کوئی کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو پنچ لوگ اس کو برادری سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی شادی و غمی میں شریک نہیں ہوتے پنچوں اور سرداروں کے رعب سے بالآخر وہ تائب اور نادم ہوتا ہے اور لوگ برادری میں شامل کر لیتے ہیں۔ ترک برادری سے یہ فوائد جاتے رہیں گے۔ ہر شخص آزاد خود مختار ہو جاوے گا ہاں یہ واضح رہے کہ اگر کوئی شخص تاڑی شراب پیوے بازاری عورتوں سے زنا کرے جوا کھیلے اپنے یہاں ناچ کرائے مگر برادرانہ طریق سے اس کی بازپرس نہیں ہوتی اور نہ سردار یا پنچ اس کو برادرانہ طریق سے بند کرتے ہیں آیا ایسی برادری کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) یہ رسم بطریق مذکور مذموم اور قابل ترک ہے۔ (۲) یہ اعتقاد غلط اور باطل ہے اس رسم و رواج کو توڑا جائے۔ (۳) نکاح تو ہو جاتا ہے مگر ارتکاب معصیت ہوتا ہے اور شرکاء میں قسم اول سخت گناہ گار ہیں اور غلطی پر ہیں اور قسم ثانی کا عذر بھی شرعاً قابل قبول نہیں ہے۔ (۴) فقہاء رحمہم اللہ تعالی عنہم نے اس بارہ میں یہ لکھا ہے وہ نقل کئے دیتا ہوں در مختار میں ہے۔ **دعی الی ولیمة وثم لعب او غناء قعد واکل لوالمنکر فی المنزل فلو علی المائدة لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقوله تعالی فلا تقعد بعد الذکری**

مع القوم الظالمين فان قدر على المنع فعل وان لم يقدر صبر ان لم يكن ممن يقتدى به فان كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد لان فيه شين الدين والمحكى عن الامام كان قبل ان يصير مقتدى به الخ. پس موافق اس حکم فقہ کے صور مسؤل عنہا کا فیصلہ کرلیا جائے۔(۵) محض دف کا بجانا بغرض اعلان جائز رکھا گیا ہے۔(۶) یہ دعوتیں جائز ہیں اسراف نہیں ہے۔(۷) بے شک مراسم خلاف شرع کو حتی الوسع مٹانے میں کوشش کریں لیکن اگر اس میں کوئی فتنہ اس سے بڑا پیدا ہو تو اس کا لحاظ رکھا جائے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں فقہاء نے قاعدہ ذیل کو ملحوظ رکھا ہے اسی کو مرعی رکھا جاوے۔ در مختار میں ہے. رأى فى ثوب غيره نجسا مانعا ان غلب على ظنه انه لو اخبره ازالها وجب والا لا فالا مر بالمعروف على هذا. در مختار.

عورت کا بیان کہ بے نکاحی ہوں

(سوال ۸۴۱) اگر عورت بیان کرے کے میرا آج تک کسی سے نکاح نہیں ہوا مگر یہ عورت پردیس سے آئی ہے جس کی وجہ قاضی کو کوئی حال معلوم نہیں ہو سکتا تو اب اس عورت کا کسی سے نکاح کردینا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عصر مغرب کے درمیان نکاح کرنا مکروہ نہیں

(سوال ۸۴۲) عصر اور مغرب کے درمیان میں عقد نکاح کرنا خلاف اولی ہے یا نہ ؟

(الجواب) عصر اور مغرب کے درمیان نکاح غیر اولی یا مکروہ نہیں ہے فعدم دليل الكراهة و فى الدر المختار ويندب اعلانه و تقديم خطبة و كونه فى مسجد يوم جمعة الخ : یوم جمعہ اپنی اطلاق کی وجہ سے تمام یوم کو شامل بعد عصر کا وقت بھی اس میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیوی کا دودھ پینے کا حکم

(سوال ۸۴۳) ایک عورت نے اپنے خاوند کو دودھ پلادیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں نکاح قائم ہے۔ باطل نہیں ہوا۔ قال فى الدر المختار مص رجل ثدى زوجة لم تحرم. واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے وقت اگر حقیقی باپ کا نام نہ لیا تو نکاح منعقد ہو گیا

(سوال ۸۴۴) ایک لڑکی کا باپ مر گیا اس کی ماں نے اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے نکاح کرلیا اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا یعنی سوتیلے باپ کی اجازت سے ہوا۔ اور بوقت نکاح بجائے نام اصل باپ کے سوتیلے باپ کا لیا گیا۔ پس اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) ظاہر یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہو گیا۔ اگرچہ در مختار کی ایک عبارت سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ ایسی غلطی میں نکاح صحیح نہیں ہوتا وہ عبارت یہ ہے۔ غلط وکیلها بالنكاح في اسم ابيها بغير حضورها لم يصح للجهالة الخ اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے۔ قوله لم يصح لان الغائبة يشترط ذكر اسمها واسم ابيها وجدها وتقدم انه اذا عرفها الشهود يكفي ذكر اسمها فقط خلافا لابن الفضل و عند الخصاف يكفي مطلقا والظاهر انه في مسئلتنا لا يصح عند الكل لان ذكر الاسم وحده لا يصرفها عن المراد الى غيره بخلاف ذكر الاسم منسوبا الى اب اخر فان فاطمة بنت احمد لا تصدق على فاطمة بنت محمد تامل وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها الخ شامی۔

لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو در مختار کے اس قول للجہالۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت عدم جواز نکاح کی غلطی مذکور میں جہالت ہے۔ جو صورت مسؤلہ میں مفقود ہے۔ دوسرے در مختار کا مسئلہ بصورت غلطی کے فرض کیا گیا ہے کہ وکیل نے غلطی سے نام بدل دیا۔ اور صورت مسئلہ میں غلطی سے ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بر بناء علی العرف والشہرۃ ایسا کہا گیا۔ کیونکہ عرف میں والدہ کے شوہر ثانی کو باپ کہا جاتا ہے۔ اور غرض جو رفع جہالت ہے وہ اس صورت میں حاصل ہے کیونکہ مطلب اس نسبت کا یہ ہے کہ فلاں لڑکی جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے اور فلاں لڑکا جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے ان کا عقد ہوا ہے۔ بلکہ عجب نہیں کہ اصل باپ کی طرف نسبت کرنے میں وہ تعرف نہ ہو جو اس نسبت میں حاصل ہے اور مقصود اصلی رفع جہالت ہے۔ جیسا کہ در مختار کے اس قول (ولا منكوحة مجهولة) کے تحت میں ہے قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عندالشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوى لان المقصود نفي الجهالة وذلك حاصل بتعينها عندالعاقدين والشهود وان لم يصرح باسمها كما اذا كانت احداهما متزوجة و يوئيده ما سياتي من انها لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فان عرفها الشهود وعلمه انه ارادها كفى ذكر اسمها والا لا بد من ذكر الاب والجد ايضا الخ. شامی الحاصل صورت مسؤلہ میں نکاح منعقد ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض الفاظ کنایہ و صریح کی تفصیل

(سوال ۸۴۵) زید نے ہندہ کو بغرض دھمکانے کے الفاظ ذیل میں جو کنایہ طلاق ہیں اپنے خسر کو لکھ کر روانہ کئے اور نیت طلاق کی نہیں کی الفاظ مذکور یہ ہیں :

ہندہ اپنی مادر کی اطاعت کرے و زید کی ہمشیرہ کا نام نہ لیا کرے اور نہ ہندہ سفید پاجامہ پہنا کرے کیونکہ اس کی سسرال میں ان کو سخت معیوب جانتے ہیں۔ چہارم اگر ہندہ کو شرائط مذکورہ نامنظور ہوں اور آپ اپنی دختر کو مطلقہ کرانا چاہیں تو لکھ دیں تاکہ باقاعدہ طلاق دے دی جاوے۔

انہوں نے جواب نہیں دیا اور نہ ہندہ کو زید کے یہاں بھیجا۔ زید نے ایک تحریر اپنے خسر کو لکھی کہ آپ ۲۵ یا ۲۶ محرم تک ہندہ کو اپنے مکان پر روانہ کر دیں اور شرائط مذکورہ کا اقرار کرالیں یعنی جو الفاظ کنایہ

ہیں اگر محرم گزر گیا تو ہندہ سے میرا کچھ کام نہیں اور میں بھی دل سے اجازت دیتا ہوں کہ مجھے مرا ہوا تصور کر کے اس کا دوسری جگہ انتظام کر دیں ایک تحریر ۱۰ جنوری کو منشی برکت اللہ کو لکھی جو ہندہ کے رشتہ دار تھے کہ آپ ہندہ کے والد کو لکھ دیں کہ ہندہ کو میرے مکان پر نہ روانہ کریں ورنہ میں بری طرح پیش آوں گا۔ اس کے بعد دوسری تحریر ۱۲ فروری کو لکھی کہ میری بابت کچھ نہ تحریر کریں میں طلاق دے چکا ہوں اب طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

(الجواب) زید نے جو الفاظ کہے ہیں ان میں سے صرف اخیر تحریر جو منشی برکت اللہ کے پاس آئی ہے اس سے ایک طلاق واقع ہو گئی اور چونکہ وقت طلاق کے عورت حاملہ تھی اور اب وضع حمل ہو چکا اس لئے عدت وضع حمل پر پوری ہو گئی اب نکاح جدید بلا حلالہ کے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعلان نکاح کیلئے دف بجانا جائز ہے

(سوال ۸۴۶) ما قولم دام فضلکم و رحمکم ربکم۔ درصورتیکہ درعدم اعلان بدہل اگر نکاح کردہ مے شود نکاح چند مشتہر نمی گرددو عدم تشہیر آں باعث چند فسادات می گردد در خویشاں و اقارب منکوحہ کہ عدم رضائے اوشان در نکاح است در سر کارد عوی باطلہ برائے نکاح خود می کنندو ایں چنیں فسادات دریں دیار خیلے سر زدمی شود آیا در صورت اعلان بطبل کہ آں باعث اجتماع ناس است ایں چنیں فسادات کمتر می شود لہذا امر ایں چنیں حالت اگر در وقت نکاح اعلان بطبل بو جہی کردہ شود کہ اجتماع ناس ازاں حاصل آید شرعا ممنوع است یانہ؟

(الجواب) اعلان نکاح مسنون و مستحب است کما فی الدر المختا یندب اعلانه ای اظهاره والضمیر راجع الی النکاح بمعنی العقد لحدیث الترمذی اعلنوا هذالنکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالد فوف الخ شامی. پس معلوم شد کہ اعلان بالدف در نکاح جائز است۔

ولیمہ وغیرہ کی دعوت قبول کرنے کا حکم

(سوال ۸۴۷) شخصے بظاہر مومن است اما بے نماز است بحدیکہ در تمام عمر خود ہیچ ارتکاب لہوو لعب نمی کند اجابت دعوۃ ولیمہ او جائز است یا احتراز باید کرد؟ و شخصے دیگر تمام نمازے بوقت نکاح برائے اعلان طبل می زند دعوت او قبول کردن جائز است یانہ؟

(الجواب) اجابت طعام ولیمہ مستحب است۔ کماجاء فی الاحادیث و تارک صلاۃ بودن داعی مانع اجابت نیست شامی میں ہے۔ وفی التتار خانیه عن الینا بیع لو دعی ای دعوة فالواجب الاجابة ان لم هنالك معصیة ولا بدعة وقال علیه الصلاة والسلام لودعیت الی کراع لاجبت و مقضاه انها سنة مؤ کدة بخلاف غیرها. پس ہر گاہ آنجا لہوو لعب و معصیت نباشد اجابت دعوۃ باید دو اگر بوجہ فاسق بودن داعی از اجابت احتراز کند گنجائش است بوجہ زجر و تنبیہ و در صورت ثانیہ کہ صاحب دعوت اعلان نکاح بطبل نمودہ است ہم اجابت دعوۃ باید کرد۔ کمالا یخفی. واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الطلاق

باب ایقاع الطلاق

(طلاق واقع ہونے کا بیان)

عورت کے حقوق ادا نہ کر سکے تو طلاق دینا ضروری ہے

(سوال ۸۴۸) ایک شخص اپنی عورت کو پردہ میں رہنے کی اور نماز کی تاکید کرتا تھا اس پر عورت ناراض ہو کر خاوند کے گھر سے باپ کے گھر چلی گئی اور فسق و فجور شرک و کفر کے کام کرنے لگی حبوئی قبر چلہ سالار مدار پر غلاف مالیدہ گھونگی وغیرہ چڑھاوہ چڑھاتی ہے اور ہنود کے میلوں میں جاتی ہے۔ بے پردہ پھرتی ہے۔ اور طلاق چاہتی ہے اور خاوند طلاق نہیں دیتا؟ اس امر میں کیا حکم ہے اور عورت مذکورہ باوجود ارتکاب امور متذکرہ بالا مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں طلاق دیدینا مناسب ہے اگرچہ واجب نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة الااذا خافاان لا یقیما حدود الله فلا باس ان یتفرقا۔ لیکن شامی نے یہ تحقیق کیا ہے کہ جب امساک بالمعروف فوت ہو جائے تو طلاق دیناواجب ہے۔ مقتضی اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق دیناضروری ہے۔ مگر یہ عورت تائب ہو تو پھر طلاق دیناضروری نہیں ہے۔ اور عورت اگر مدخولہ ہے تو کل مہر واجب ہے اور اگر قبل دخول و خلوة طلاق دے گا تو نصف مہر لازم ہو گا۔

الفاظ مصحفہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۸۴۹) زید نے ایک بیوہ عورت سے دو گواہوں کے روبرو خفیہ نکاح کیا۔ چند ماہ بعد عورت کے ورثاء کو معلوم ہوا تو انہوں نے زید پر تشدد کیا اور دھمکی دے کر یہ کہا کہ اس عورت کو طلاق دے تو زید نے اس آیت کے موافق لینذر یوم الطلاق بجائے طلاق کے تاء سے چند مرتبہ طلاق کہا۔ اور ایک ہفتہ بعد پھر نکاح کر لیا۔ یہ نکاح جائز ہوا تھا یا نہیں اور تاء سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں۔ بہشتی زیور کے چوتھے حصہ میں یہ مسئلہ تحریر ہے اور اگر صاف صاف طلاق نہیں دی بلکہ گول گول الفاظ میں اشارہ کنایہ سے طلاق دی تو اگر طلاق کی نیت نہ تھی تو نہیں ہوئی اس طرح سے زید نے بلا نیت لفظ تلاق کہا ہے اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں۔ اور اگر خفیہ نکاح شرعاً جائز نہیں ہے تو نکاح ہی نہیں ہوا۔ پھر زید کو حق طلاق دینے کا نہیں ہے اگر زید پھر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) بیوہ عورت اپنے نفس کی مختار ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نکاح اس شہر میں کرے تو ورثہ نہیں ہونے دیں گے اگر دوسری جگہ نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ ویقع ای بھذا الالفاظ وما بمعناه من الصریح ویدخل نحوطلاغ

تلاغ وطلاك و تلاك. وفی الشامی قال فی البحر ومنه الالفاظ المصحفة وهی خمسة فزاد علی ماهنا تلاق الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تلاق اگر ت سے کہے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور دو گواہوں کی موجودگی میں جو نکاح ہوا وہ خفیہ شرعاً نہیں ہے۔ وہ نکاح صحیح ہو گیا اور طلاق بھی واقع ہو گئی اور اگر تین یا تین سے زیادہ طلاق دی ہیں تو بلا حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور بہشتی زیور میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ طلاق کنایہ کا ہے وہ دوسرا مسئلہ ہے جیسا انت باین وغیرہ کہنا یعنی تو مجھ سے جدا ہے یا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا تو مجھ پر حرام ہے۔ اس قسم کے الفاظ میں اگر قرینہ طلاق نہ ہو تو نیت کی ضرورت ہے (۲) بیوہ اگر غیر کفو میں اپنی خوشی سے اپنا نکاح کرے تو بدون ولی کی اجازت کے صحیح نہیں ہے۔ اور اگر کفو میں کرے تو صحیح ہے خواہ اس شہر میں کرے یا کسی دوسرے شہر میں جا کر کرے۔

الفاظ مصحفہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۸۵۰) زید کہ وظیفہ میں تھا اس کی زوجہ بیہودہ بکنے لگی زید نے عاجز ہو کر ڈرانے کی غرض سے یہ کہا کہ چپ رہ تم کو ایک تلاق دیتا ہوں اگر زیادہ فساد کرو گی تم کو تین طلاق دیں گے۔ آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اورت سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) تاء کے ساتھ اگر تلاق کا لفظ کہا اس طرح کہ تم کو ایک تلاق دیتا ہوں طلاق واقع ہو گئی مگر وہ رجعی ہوئی۔ رجعت عدت کے اندر صحیح ہے۔ اور ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی کہ اگر زیادہ فساد کرو گی تو تم کو تین طلاق دیں گے۔ کیونکہ یہ وعدہ ہے اور آئندہ کے لئے دھمکی ہے۔ فی الحال ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی خواہ طاء سے کہی یا تاء سے الغرض ط اورت میں فقہاء نے کچھ فرق نہیں کیا کیونکہ یہ الفاظ مصحفہ سے ہے اور الفاظ مصحفہ سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ کما فی الدر المختار ویدخل نحو طلاغ و تلاغ وطلاك وتلاك. و فی الشامی عن البحر فزاد علی ما هنا تلاق الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میری زوجہ کو جلدی بھیج دینا ورنہ اس پر طلاق ہے

(سوال ۸۵۱) ایک شخص نے اپنے سالہ کے نام خط لکھا جس میں اپنے خسر کو بہت برا بھلا لکھا پس مناسب ہے کہ ہزار ہزار تحریر کے یہ ایک تحریر تصور کر کے جلد بڑی بیگم یعنی میری زوجہ کو میرے مکان پر روانہ کر دو۔ اگر اس پر بھی کسی لالچ سے روانہ نہیں کیجاوے گی تو یہ میرا طلاق ہے۔ اول تو فرمایئے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو کس قسم کی۔ مضامین خط سے زوجہ قاضی کے یہاں تفریق کا دعوی کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار الشهر وما فوقه ولوالی الموت بعيد وما دونه قريب الخ ولفظ العاجل و سريع القريب والاجل كالبعيد الخ. پس شوہر نے صورت مسئلہ میں اپنی زوجہ کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ جلد اس کو بھیج دو اگر نہ بھیجو گے تو یہی میری طرف سے طلاق ہے۔ پس ایک ماہ کی مدت سے کم میں اگر بڑی بیگم یعنی زوجہ کاتب کو نہیں بھیجا گیا تو موافق تصریح فقہاء اس پر طلاق معلق واقع ہو گئی۔ عدت کے

ذرنے پر جو مطلقہ کے لئے تین حیض ہیں وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ جبکہ موافق تحریر بالا عورت پر طلاق واقع ہو گئی تو اگرچہ طلاق رجعی ہو تب بھی بعد عدت کے عورت مطلقہ شوہر کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔ پس عدت گزرنے کے بعد عورت دعوی تفریق بے تامل کر سکتی ہے اور وہ دعوی کرے یا نہ کرے وہ خود بعد عدت گزرنے کے نکاح شوہر سے خارج ہو جاوے گی۔

لفظ طلاق کے ساتھ ان شاء اللہ کہہ دینا

سوال ۸۵۲) زید نے ان الفاظات طلاق کے ساتھ لفظ انشاء اللہ تعالی بھی کہا۔ اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟

الجواب) انشاء اللہ تعالی متصلاً کہہ دینے سے حکم طلاق ساقط ہو جاتا ہے۔ قال انت طالق انشاء اللہ تعالی متصلا الخ لا یقع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق دی تھی یا دی ہوئی ہے کہنے سے طلاق ہو جائیگی

(سوال ۸۵۳) طلاق دیا تھا۔ طلاق دیا تھا۔ طلاق دیا تھا۔ یا طلاق دیا ہوا ہے۔ یا طلاق دیا ہوا ہے۔ یا طلاق دیا ہوا ہے سے زوجہ کو خطاب کرتے ہوئے بسبب قاعدہ مشہورہ لان الانشاء فی الزمان الماضی انشاء فی زمان الحال کے زوجہ مغلظہ ثلاث ہو جاوے گی، یا نہ باوجود اس بات کے کہ نکاح ماضی بعید سے منعقد نہیں ہو تا جیسا نکاح کردہ بودم۔ غرض یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ طلاق میں صحیح ہے یا غلط؟

(الجواب) اس صورت میں اس کی زوجہ مطلقہ ثلثہ ہو جاوے گی۔ کما فی الدر المختار لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جبراً طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۸۵۴) ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو تین طلاق دے دی تھی اور طلاق نامہ بھی لکھ کر دستخط گواہی کر کے منکوحہ کے سپرد کر دیا۔ اب عرصہ کے بعد عدالت میں دعوی کر دیا کہ میرے خسر نے زبردستی کر کے طلاق دلوائی ہے۔ لہذا میری زوجہ مجھ کو ملنی چاہئیے۔ طلاق واقع نہیں ہوئی؟

(الجواب) اس صورت میں تین طلاق واقع ہو گئی۔ شوہر کے قول کے موافق بھی طلاق واقع ہو گئی کیونکہ دہشت دے کر طلاق دلوانے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خلع کی ایک صورت اور حاکم جبر کرنے کا حکم

(سوال ۸۵۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بہت مجبور کر رکھا ہے اور بدمعاش آدمی ہے اور نہ نان نفقہ دیتا ہے۔ نہ خبر گیری کرتا ہے ایسی عورت کو طلاق بطور خلع کے دلوانی چاہئیے کہ نہیں اگر اس پر بھی طلاق نہ دے

توحاکم وقت سے کہہ کر جبراً طلاق دلائی جاسکتی ہے یا نہیں ؟
(الجواب) حنفیہ کے مذہب کے موافق اس صورت میں بدوں طلاق دینے شوہر کے تفریق نہیں ہوسکتی۔ البتہ خلع ہوسکتا ہے۔ خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت مثلاً مہر معاف کردے اور شوہر طلاق دیدے اور حاکم وقت جبراً شوہر سے طلاق دلوادے تو یہ صورت بھی ہوسکتی ہے طلاق واقع ہوجاوے گی۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اکراہ سے بھی طلاق ہوجاوے گی۔ کما صرح به الفقهاء كذا في الدر المختار. واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق کی اضافت لفظوں میں ضروری نہیں

(سوال ۸۵۶) زید نے اپنی ہمشیرہ کا عقد بکر سے بایں خیال کردیا کہ بکر ناکتخدا ہے اور بکر نے بھی اپنے آپ کو ناکتخدا ہونا ظاہر کیا مگر قبل از رخصت زید کو دریافت ہوگیا کہ بکر نے اپنی ازدواج کو مخفی رکھا اور متزوج صاحب اولاد ہے۔ اس پر ہندہ کے لئے زید نے رخصت سے انکار کیا کہ بشرط ناکتخدا ہونے بکر کے عقد نکاح کردیا تھا۔ چونکہ اس کے خلاف ظاہر ہوا۔ اب ہم رخصت نہیں کرتے اور زید نے بکر سے خلع چاہا۔ بکر نے خلع منظور نہیں کیا بلکہ اس وقت تک سابق نکاح کو مخفی کرتا رہا۔ پھر اسی متنازعہ میں بکر نے کہا کہ اگر میرا نکاح اور اولاد ہونا ثابت ہوجاوے تو میرے گولی ماردینا اور یہی فیصلہ طلاق ہے۔ فیصلہ یہاں ایسے تنازعات میں طلاق مستعمل ہوتا ہے اب زید کہتا ہے کہ ہندہ کو طلاق ہوگئی اور زید نے شہادت صحیحہ سے ان الفاظ کو ثابت کردیا اور بکر ان الفاظ کے کہنے سے قطعی انکار کرتا ہے۔ اب یہ دریافت طلب ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق ہوئی یا نہیں۔ بظاہر الفاظ اضافتہ طلاق کسی کی جانب نہیں۔ لیکن باعتبار محل نزاع و تبادر کلام اضافت طلاق بطرف ہندہ د. یافت ہوتی ہے ؟
(الجواب) اس صورت میں واقع ہوگئی۔ كما حققه الشامي من انه لا يلزم كون الاضافة صريحة في كلامه وقال فهذا يدل على وقوعه وان لم يضفه الى المرأة صريحا وقال لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها الخ۔ اور چونکہ تذکرہ اور واقعہ ہمشیرہ زید کے متعلق تھا۔ لہذا اس پر طلاق واقع ہوگئی۔

طلاق میں اضافت معنوی کافی ہے

(سوال ۸۵۷) زید نے اپنے والدین سے غصہ کی حالت میں بوجہ خفگی والدین اس کی زوجہ پر اور اس پر یہ الفاظ کہا طلاق طلاق طلاق تین مرتبہ یعنی اس لفظ طلاق کو کسی طرف منسوب نہیں کیا اور یہ کہا کہ میں نہیں چلا جاوں گا یا بھیک مانگ کر کھاؤنگا۔ آیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہ ؟
(الجواب) موافق تصریح علامہ شامی کے اس صورت میں زید کی زوجہ مطلقہ ثلاثہ ہوگئی۔ ويويده ما في البحر لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرءة ثلاثا وقال لم اعن امرأتي يصدق اه ويفهم منه انه لو لم يقل ذلك تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها. الخ ص ۴۳۰ ج ۲

طلاق میں اضافت معنوی کافی ہے

(سوال ۸۵۸) شخصے زوجہ خود راسہ طلاق بائن گفت واضافت بسوئے زوجہ نہ کرد۔ بنابراں زوجہ اش مطلقہ بائنہ خواہد شد یانہ؟

(الجواب) دریں صورت سہ (۳) طلاق بر زوجہ اش مطلقہ واقع شد۔ کما فی ردالمحتار لایلزم کون الاضافة صیحة فی کلامه لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته علی انه فی القنیة عازیا الی البرهان صاحب المحیط رجل دعته جماعة الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لااشرب وکان کاذبا فیه ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لا تطلق دیانة وما فی التحفة لا یخالف ما قبله لان المراد طلقت قضاء لما مرمن انه لو اخبر بالطلاق کاذبا لا یقع دیانة بخلاف الها ذل فهذا یدل علی وقوعه وان لم یضفه الی المرأة صریحا الخ رد المحتار. ص ٤٣٠ جلد ثانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق میں اضافت معنوی کافی ہے

(سوال ۸۵۹) زید کا نکاح ہندہ سے ہوا زید اور ہندہ میں لڑائی ہوئی۔ زید نے غصہ میں کہا ایک طلاق دو طلاق۔ تین طلاق ان الفاظ سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہو گئی اور قرینہ اس کا موجود ہے کہ وہ شخص زوجہ کو کہہ رہا ہے۔ قال فی ردالمحتار ویؤ یده ما فی البحر لو قال امرأة طالق اوقال طلقت امرأة ثلاثا وقال لم اعن امرأتی یصدق الخ ویفهم منه انه لولم یقل ذلك تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لابطلاق غیرها فقوله انی حلفت بالطلاق ینصرف الیها مالم یرد غیرها. الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

صریح اضافت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۸٦۰) ایک شخص نے غصہ ہو کر لفظ طلاق کو تکرار کیا یعنی تین مرتبہ سے زیادہ بولا بغیر خطاب کے تو اس صورت میں اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر طلاق واقع ہوئی تو کونسی بلا حلالہ اس کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) قرینہ یہ ہے کہ اس نے اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے کیونکہ محل طلاق وہی ہے اور فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ عادۃً جس کی زوجہ ہوتی ہے وہ اسی کو طلاق پر حلف کرتا ہے۔ لان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها الخ ص ۴۳۰ ج ۲۔ اور اس صورت میں چونکہ تین طلاق ہوئیں لہٰذا بدون حلالہ کے وہ عورت شوہر اول کی نکاح میں نہیں آسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نامعلوم المعنی الفاظ طلاق کا حکم

(سوال ۸۶۱) زید اور اس کی زوجہ کے درمیان بوجہ شرارت اولیائے زوجہ کچھ بد معاملگی تھی۔ لہذا زید اپنی زوجہ کو بد ستور گھر میں لانے سے مجبور تھا۔ اس اثنا میں بکر نے زید کو منتر ذیل سکھلائے۔ اور کہا تم اس کو ایک خاص کوٹھری میں سوتے وقت اپنی زوجہ کی صورت خیال کر کے سات رات برابر پڑھو انشاء اللہ تمھاری زوجہ بلا اذن اولیاء خود آجائے گی منتر مذکور یہ ہے۔ آلو کورو آلو کورو بار حمان جا کہ جا کہ کرے ساتہ بیری کے میرے شیطان شورے دن سوئے جاجا کے (زوجہ کا نام لاگتا نہیں لاگے تو تیرے بی بیں جی سے تین طلاق تین طلاق تین طلاق۔ اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ زوجہ پر طلاق تو واقع نہیں ہوئی حالانکہ اس عبارت کے پڑھنے سے ایقاع طلاق منظور نہ تھا۔

(الجواب) یہ ظاہر ہے کہ بدون معلوم معنی عبارت مذکورہ کے کچھ حکم قطعاً نہیں ہو سکتا لیکن جو کچھ گمان غالب صورت مسؤلہ میں ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ شوہر محض ایک عبارت معلّمہ کی نقل کر رہا ہے بغرض ایقاع وانشاء طلاق پس تو ہم کو دور کریں اور جبکہ شوہر نے اس عبارت کو بغرض ایقاع طلاق نہیں پڑھا تو وہ اطمینان کرلے کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور عبارات کتب فقہ جو آپ نے نقل فرمائی ہیں اور دیگر اس قسم کی عبارات اس پر شاہد ہیں۔ لہذا وہم کو دفع کریں اور یہ فیصلہ فقہاء کا بھی پیش نظر رکھیں کہ شک سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق میں بیوی کا نام قصداً یا سہواً بدل دے تو کیا حکم ہے

(سوال ۸۶۲) اگر کوئی شخص نام بدل کر طلاق دے تو واقع ہو جاتی ہے یا نہیں اگر سہواً نام بدلے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس صورت میں سہواً نام بدلا ہو یا عمداً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ سئل عمن ارادت یقول زینب طالق فجری علی لسانه عمرة علی ایهما یقع الطلاق فقال فی القضاء تطلق التی سمی وفیما بینه وبین الله تعالی لا تطلق واحدة منهما. کذا فی الشامی۔ جلد ۲ ص ۴۶۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محض پتھر پھینکنے سے طلاق نہیں پڑتی

(سوال ۸۶۳) رجل طرح ثلاث مدراة الی امرأة وقال اٹھ اور چلی جا میرے گھر میں نہ بیٹھ۔ فما حکم طلاقه ای هی بائنة بتطليقة واحدة ام مطلقة بثلاث مغلظة فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره. بینوا و توجروا؟

(الجواب) فی الشامی فلا یقع بالقاء ثلاثة احجار الیها او بامرها بحلق شعرها وان اعتقد الابقاء والحلق طلاقا انتهی. وقوله اٹھ چلی جا۔ الخ ان کان بنية الطلاق تقع به واحدة بائنة کمامر.

طلاق کی نیت سے یہ کہنا کہ میں نہیں رکھتا

(سوال ۸٦٤) ایک شخص اپنی بیوی کو رخصت کرا کر اپنے گھر لے آیا دو تین روز بعد معلوم ہوا کہ اس کو حمل حرام ہے۔ پھر خاوند اس کو اس کے والدین کے گھر چھوڑ گیا اور یہ کہہ گیا اس کو میں نہیں رکھتا۔ یہ عورت میرے لائق نہیں ہے۔ عورت کے والدین نے عورت کو دوسرے شخص کے گھر بٹھلا دیا دو تین ماہ بعد یہ دوسرا شخص جبکہ اس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا اس سے نکاح ہو سکتا ہے؟

(الجواب) اگر شوہر نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ واقع ہو گی۔ بعد عدت کے دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست ہے اور عدت اس کی وضع حمل ہے جب بچہ پیدا ہو چکا تو عدت ختم ہو گئی۔ اب اس کا نکاح درست ہے۔ باقی یہ امر شوہر سے دریافت کیا جاوے کہ اس نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ کہے ہیں یا نہیں۔

طلاق صریح اور بائن دونوں کو ملحق ہو جاتی ہے

(سوال ۸٦٥) ہندہ کا عقد ثانی ہندہ کے مکان میں زید سے دو گواہوں کے سامنے ہوا جو مکان و مالک مکان سے خوب واقف تھے لیکن وقت نکاح معرفت ہندہ کے شاہدین کو نہ دی گئی اور زید نے ان سے کہا کہ ایک عورت اس مکان میں بغرض نکاح آئی ہے میں اس سے عقد کرنا چاہتا ہوں۔ تم گواہ رہو۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ پھر زید نے ہندہ کو طلاق بائن یا اور پھر ورثہ ہندہ نے زید سے جبراً تین طلاق دلوائیں۔ اس صورت میں طلاق بائن کی عدت میں بعد کی طلاق واقع ہوئی یا نہ؟

(الجواب) شامی میں ہے۔ فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا اور تین طلاق اس پر واقع ہو گئیں۔ کیونکہ جبریہ طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اور لکھنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور طلاق بائنہ کی عدت میں دوسری اور تیسری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور در مختار میں ہے۔ الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة الخ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر زید نے یہ کہا کہ فلاں کام کروں تو مجھ پر طلاق ہے

(سوال ۸٦٦) زید نے کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں ہم پر عمر بھر طلاق ہے اس صورت میں کیا حکم ہو گا؟

(الجواب) قال فى الدر المختار ومن الالفاظ المستعملة الطلاق يلزمنى والحرام يلزمنى وعلى الطلاق وعلى الحرام فيقع بلانية للعرف الخ وفى الشامى قوله فيقع بلانية. اى فيكون صريحا لا كناية الخ. پس اس صورت میں زید کی زوجہ پر ایک طلاق واقع ہو گئی۔ دوبارہ رجوع کرنے یا نکاح کرنے سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ لیکن اگر عمر طلاق سے تکرار طلاق مراد اور معروف ہو تو ویسا ہی ہو گا۔ فللاعتبار للمعروف واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ کی طرف سے ولی طلاق نہیں دے سکتے

(سوال ۸۶۷) ماقولکم رحکم اللہ اندریں مسئلہ نابالغ کا نکاح اس کے باپ نے نابالغ کے ساتھ کر دیا نابالغہ کا ولی اس کا باپ تھا اور نابالغ کا ولی اس کا دادا تھا اب لڑکی کی جانب سے دادا نے طلاق دیدی یہ طلاق درست ہے یا نہیں اگر واقع ہو گئی تو لڑکی کا دین مہر اس کے باپ ولی کو مل سکتا ہے یا نہیں۔ (۲) ہندہ اپنی موروثی جائداد کے حصہ میں بقدر ایک روپیہ کے مستقل مالک ہے اس کے ورثہ میں ایک شوہر اور چار بھائی اور ایک باپ ہے از روئے فرائض بعد وفات ہندہ اس ایک روپیہ سے کس طرح حصہ تقسیم ہوگا۔ ہندہ لاولد ہے اور اپنی زندگی میں اس ایک روپیہ کو وقف کرنا چاہتی ہے اور اس وقف کا متولی اپنے شوہر کو کرنا منظور ہے وہ تولیت نامہ منجانب ہندہ بنام اس کے شوہر کے لکھا جاوے تو آیا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۳) اگر بعد ہندہ اس کے باپ اور بھائی دعوے دار ہوں تو وقف بتولیت اس کے شوہر کے قائم رہ سکتا ہے یا ٹوٹ جاوے گا۔

(الجواب) اول تو یہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لقوله عليه الصلوة والسلام الطلاق لمن اخذ الساق رواه ابن ماجه۔ یعنی طلاق شوہر ہی دے سکتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا اور بالغ ہونا شوہر کا شرط ہے نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور جبکہ طلاق واقع نہیں ہوتی تو دین مہر جس کی اجل طلاق یا موت ہوتی ہے۔ اس کا مطالبہ بھی ابھی نہیں ہو سکتا۔

(الجواب دوم) ہندہ اگر اسی حالت میں مر جاوے تو ورثہ مذکورین سے اس کے دو وارث ہیں شوہر اور باپ اور برادران محروم ہیں ترکہ نصف شوہر کو اور نصف باپ کو ملے گا اور حقوق مقدمہ اول ادا کیا جاوے گا اور زندگی میں ہندہ کو اختیار ہے کہ کل جائداد کو وقف کر دے اور شوہر کا متولی بنانا بھی صحیح ہے۔ (۳) بعد وفات ہندہ وہ وقف ٹوٹ نہیں سکتا اور دعوی برادران و باپ کا دربارہ توڑنے وقف کے ناجائز و باطل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دو زوجہ کو مخاطب کر کے کہا تمہیں تین طلاقیں

(سوال ۸۶۸) اگر کسی شخص نے اپنی دو بیویوں کو کہا کہ میں نے تم کو تین طلاق دیں تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) اگر شوہر نے اپنی دو زوجہ کو کہا کہ میں نے اپنی دونوں بیبیوں کو تین طلاق دیں تو عبارت عالمگیریہ میں تصریح ہے کہ اس کے ہر ایک زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گی لیکن اگر وہ نیت تقسیم کی کرے تو ہر ایک پر دو دو طلاق واقع ہوں گی دیانۃ الخ۔

دو بیوی والے نے کہا میری بیوی پر تین طلاقیں

(سوال ۸۶۹) شخصے گفت اگر من باتو اکلام کنم بر زوجہ من سہ طلاق۔ بعد ازاں باوکلام کرد۔ وحالانکہ آں شخص را دو زوجہ است پس ہر ہر زن سہ طلاق باشد یا بر یک زن و کدام زن؟

(الجواب) بر یک زن سہ طلاق واقع خواہد شد و اختیار تعین مر شوہر را است ولو قال امرأتی طالق وله

امرأتان اوثلث تطلق واحدة منهن وله خيار التعيين. وفي الشامي لافرق في ذلك بين المعلق والمنجز. الخ واللہ تعالیٰ اعلم

حالت حمل میں طلاق دینا

(سوال ۸۷۰) زید نے اپنی عورت کو حالت حمل میں طلاق دیدی حمل اس کو چار پانچ ماہ کا تھا۔ ایسی صورت میں کیا طلاق واقع ہو سکتی ہے ؟

(الجواب) طلاق حالت حمل میں واقع ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالی واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهنّ الاية. واللہ تعالیٰ اعلم

کیا خط کے ذریعہ طلاق واقع ہو سکتی ہے ؟

(سوال ۸۷۱) زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو خط کے ذریعہ سے تین طلاق دی جس کا مضمون درج ذیل ہے :۔
تحریر خط زید کے دست خاص کا ہے زید کو جن کے ساتھ کتابت رہا کرتی ہے وہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ خط زید کے ہاتھ کا ہے اس خط سے ہندہ کو طلاق واقع ہو گی یا نہیں ؟

نقل خط :۔ میں نے جیسا نفع ٹال کر اور اپنے بزرگان کی باتوں کو اٹھا کر آپ کی دختر بی بی احمدی سے ایک محض معمولی طریقہ سے حرام خیال اٹھا کر عقد کر لیا تھا ان کی بد سلوکی اور بد ذاتی پاکر جو اپنے خاوند سے نہیں کرنا چاہئے تھا دیکھ کر اور جس قدر خفیف دین مہر ان سے ہوا ان کے معاف کر دیں گے آج دن و تاریخ سے خدا اور رسول ﷺ کو گواہ رکھ کر طلاق دیتے ہیں۔ طلاق دیتے ہیں۔ طلاق دیتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے بھی اپنا دین مہر جو کہ محض خفیف ہوا تھا، گویا وہ وصول ہو گیا ہے آج سے کیا معنی کہ جب سے وہ مجھ کو ناخوش اور بد سلوکی کر گئے ہیں کوئی سروکار نہیں ہے اور وہ جو چاہیں اپنا دوسرا نکاح و بیاہ کر سکتے ہیں۔ ہم ایسی عورت کے ہرگز ہر گز روادار نہیں ہو سکتے حالانکہ آپ لوگ کا دین و ایمان اور اس کا بھی دین و ایمان جانتا ہو گا جس قدر اس کو چاہتے اور مانتے تھے اور ایک گھڑی اپنی نظر سے علیحدہ کرنے کے روادار نہیں رہا کرتے تھے اب اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس نے کس قدر میرا دل دکھایا ہے آہ کے ساتھ آج ہم اس سے بالکل بے سروکار ہوتے ہیں باقی لڑکی کا اللہ حافظ و مددگار ہے جس کی ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ اس کو خود دلوا دیگا آبرو و غریب کے ساتھ اس کو اپنے ساتھ رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ بی بی اس سے میرے بعد نہیں بھولے گی اور بی بی سے بھی خدا سمجھے گا صبر کیا۔

(الجواب) اس صورت میں تین طلاق زوجہ زید پر واقع ہو گئی تحریر کے ذریعہ سے جو طلاق واقع کی جاتی ہے وہ واقع ہوتی ہے لیکن اگر زید یہ کہے کہ یہ تحریر میری نہیں ہے اور وہ انکار کرے تو پھر دو گواہ معتبر اس امر کے ہونے چاہئیں کہ یہ تحریر زید نے ہمارے سامنے لکھی ہے یا ہمارے سامنے اقرار اپنی تحریر کا کیا ہے۔ اور یہ امر ثبوت تحریر۔ زید کے لئے کافی نہیں ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ خط زید کا ہے ہم اس کے خط کو پہچانتے ہیں بلکہ زید اگر اقرار کرلے کہ یہ خط میرا ہے یا جن کے سامنے لکھا ہے وہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے زید نے یہ

خط لکھا ہے یا اقرار کیا ہے تو اس وقت خط کے ذریعہ سے تین طلاق ہو جاویں گی اور عورت کو بعد گزرنے عدت کے دوسرا نکاح درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق بذریعہ خط

(سوال ۸۷۲) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو لکھ کر بھیجا کہ اگر مہر معاف کردو تو ہم نے طلاق دیا۔ اور شوہر کی اس طلاق لکھنے کا ایک گواہ ہے۔ اور ایک حافظ بیان کرتے ہیں کہ خط میں طلاق لکھی ہوئی ہے اور خط بالکل مٹا ہوا۔ اور مشتبہ ہے اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں ؟ اور دوسرا نکاح اس عورت کا صحیح ہے یا نہ ؟

(الجواب) اس صورت میں گواہی طلاق کی پوری نہیں ہے کیونکہ شوہر کے طلاق لکھنے کا صرف ایک گواہ ہے باقی حافظ صاحب وغیرہ صرف خط میں طلاق ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ اور خط اول تو شرعاً ویسے ہی حجت نہیں۔ اور بالخصوص یہ خط مٹا ہوا۔ اور مشتبہ ہے۔ پھر اس میں جو کچھ پڑھا گیا وہ بھی مہر کی معافی پر طلاق کا معلق ہونا معلوم ہوا ہے۔ بہر حال ثبوت طلاق کا اس صورت میں کچھ نہیں ہے۔ بقاعدۂ شرعیہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور دوسرا نکاح اس عورت کا درست نہیں ہے۔

بطور جھوٹ طلاق دینے کا حکم

(سوال ۸۷۳) اگر کسی شخص نے جھوٹ کہدیا کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) اگر زید نے عمر سے کہا کہ اگر تو اپنی زوجہ سابقہ کو طلاق دیدے تو میں اپنی دختر کا نکاح تجھ سے کر دوں، عمر نے کذباً کہا کہ میں نے طلاق دیدی اور واقع میں نہ دی تھی زید نے نکاح کر دیا تو نکاح منعقد ہو گیا اور طلاق دیانۃً واقع نہیں ہوئی قضاءً واقع ہوئی۔ الخ واللہ اعلم

طلاق دے دوں گا کہنے سے طلاق نہیں ہوتی

(سوال ۸۷٤) ایک شخص کی زوجہ اولیٰ نکل گئی اس نے دوسرا نکاح کر لیا اور زوجہ ثانیہ سے یہ الفاظ کہے کہ اگر پہلی زوجہ آئی تو میں اس کو طلاق دے دوں گا۔ اس کے بعد زوجہ اولیٰ آئی اور ایک ماہ رہ کر چلی گئی اس شخص نے اس کو طلاق نہیں دی تو اس صورت میں اس شخص کی پہلی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اور وہ عورت نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں اس کی پہلی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس شخص نے اس عورت کو طلاق نہیں دی البتہ زوجہ ثانیہ سے یہ الفاظ کہے تھے کہ اگر وہ آ بھی گئی تو میں اس کو طلاق دے دوں گا اس کے بعد اور کوئی لفظ طلاق کا اس نے عورت کو نہیں کہا۔ صرف یہ کہنے سے کہ میں اس کو طلاق دیدوں گا طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب اس شخص نے طلاق نہیں دی تو نکاح ثانی اس عورت کا نہیں ہو سکتا نکاح ثانی بدوں

طلاق اور بدوں گزرنے عدت کے جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بے پڑھے یا سنے کسی طلاق نامہ پر انگوٹھا لگانا

(سوال ۸۷۵) ایک شخص فضولی نے اس وجہ سے کہ زوجین میں جھگڑا رہتا ہے اپنی جانب سے بغیر اذن و اطلاع طرفین کے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق لکھوا کر بغیر سنانے شوہر کے اس کا انگوٹھا چسپاں کرالیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جبکہ شوہر نے نہ الفاظ طلاق زبان سے کہے اور نہ لکھے اور نہ اس کو سنکر تصدیق کی تو محض انگوٹھا لگوانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ھکذا فی الشامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مکرہ کی طلاق اور اقرار بالطلاق کا حکم

(سوال ۸۷۶) زید جو پیشہ پیری مریدی کرتا تھا تقریباً ایک مہینہ سے پاگل ہو گیا۔ اپنے مریدوں کو مارا کرتا تھا اور میدان میں پھرا کرتا تھا۔ دیوانہ کا سا کلام کرتا تھا کتے وغیرہ کی بولی بولا کرتا تھا اس نے ایک دن اپنے مرید کی گردن پر سوار ہو کر اور اس کے حلقوم کو پکڑ کے یہ کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دیدے اس نے جان جانے کے خوف سے کہا میں نے طلاق دی اس کے بعد وہ مرید بالکل بے ہوش ہو گیا اور اس کو کچھ خبر نہیں کہ اس کے بعد میں نے کیا کہا مگر جو لوگ وہاں پر موجود تھے ان کا بیان ہے کہ پانچ چھ دفعہ اس نے کہا کہ میں نے طلاق دی۔ اس کے بعد زید اس کی گردن سے اتر گیا اور لوگوں نے جو اس مرید کو دیکھا تو بے ہوش پایا پانی وغیرہ دیا تو اس کو ہوش آیا اندریں صورت طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر طلاق ہوئی تو رجعی یا مغلظ۔ جواب بحوالہ کتب مرحمت ہو۔ (۲) اگر اس مرید کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ میں نے ایک مرتبہ طلاق دی اور بعد میں بے ہوش ہو گیا اور بقیہ حالت وہی رہی جو اوپر گزری تو اس صورت میں کیا حکم ہے وقوع طلاق یا عدم وقوع اگر وقوع ہے تو رجعی یا بائن یا مغلظ جواب مع حوالہ کتب۔ (۳) اگر پیر نے یہ کہا کہ طلاق کا اقرار کر اس نے ایک مرتبہ اقرار کیا اور بعد میں بے ہوش ہو گیا اور لوگ جو وہاں پر موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ پانچ چھ دفعہ اقرار کیا تو کیا حکم ہے۔ اس صورت میں قاضی خاں کے کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زبردستی کی جاوے اقرار طلاق پر اور اقرار کیا تو طلاق واقع نہ ہوئی اور ایسی ہی شامی اور بحر الرائق کے کتاب الطلاق میں اور فتاوی خانیہ میں اور بحر الرائق اور شامی نے اس میں جرح کیا ہے امید کہ دیکھ کر جواب مرحمت ہو۔ (۴) اکراہ کی صورت میں ضرورت اور دفع حرج کے لئے ائمہ ثلاثہ کے مذہب پر فتویٰ دے سکتے ہیں یا نہیں کسی نے اس کو لکھا ہے یا نہیں۔

(الجواب) عند الحنفیہ طلاق مکرہ کی واقع ہو جاتی ہے۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام جدھن جدو ھزلھن جد فی الدر المختار و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل الخ ولو عبدا. اومکرھا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق در مختار. وغیرہ. پس اس سے معلوم ہوا کہ طلاق حالت اکراہ کے وقت ہو جاتی ہے اور اقرار بالطلاق حالت اکراہ کا معتبر نہیں ہے پس صورت مسئلہ میں اگر تین بار یا زیادہ حالت ہوش

میں کہا کہ میں نے طلاق دی تو تین طلاق مغلظ واقع ہو گئی اور ایک یا دو بار ہوش میں کہا اور باقی بے ہوشی میں تو طلاق رجعی ہوئی پس سوال (۱) و (۲) میں اگر طلاق دینے والا ایک دفعہ کہہ کر بے ہوش ہو گیا ہے تو اس سے طلاق رجعی واقع ہوئی۔ (۳) طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (۴) دوسرے کے مذہب پر فتویٰ دینا اس صورت میں منقول نہیں ہے پس جائز نہیں ہے **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المآب**.

غصہ کی حالت میں طلاق دینے کا حکم

(سوال ۸۷۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو کسی خانگی معاملہ میں ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں تین طلاق دے دی۔ ہندہ دوسرے شخص کے گھر میں جو زید کے گھر سے متصل تھا چلی گئی۔ دو گھنٹہ کے بعد زید کا غصہ فرو ہوا تو ہندہ کو اپنے گھر لے آیا۔ کیا یہ طلاق ہو گئی یا نہیں۔

(الجواب) ہندہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ اب رکھنا اس کا زید کو درست نہیں اور بدوں حلالہ کے زید سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سب گھر والوں کو طلاق دیدی کہہ دینے سے زوجہ پر طلاق پڑ گئی

(سوال ۸۷۸) چند لوگوں نے ایک شخص سے کہا کہ تم مکان نہیں جاتے ہو اس شخص نے کہا کہ میں نے اپنے سب گھر والوں کو طلاق دیدی ہے۔ لیکن نیت طلاق کی نہ تھی۔ اور الفاظ مذکورہ مجالس مختلفہ میں بیس یوم کے اندر تین دفعہ اس شخص کی زبان سے نکلے جب تیسری مرتبہ اس شخص کی زبان سے یہ نکلا کہ پڑ جانے دو۔ نیت اس میں بھی نہ تھی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اور ہوئی تو کونسی ہوئی۔

(الجواب) اس صورت میں اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ اور اب بدوں حلالہ کے اس سے شوہر اول کا نکاح درست نہیں ہے۔ وہ عورت بالکل نکاح سے خارج ہو گئی **قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة والدار** الدر المختار شامی میں ہے **ولو قال کل عبد فی ھذہ الدار وعبیدہ فیھا عتقوا فی قولھم الخ شامی**. اور صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ کہنا شوہر کا کہ پڑ جانے دو سبب وقوع طلاق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

"میں نے تجھے چھوڑا" سے طلاق واقع ہو جائے گی

(سوال ۸۷۹) ایک شخص اپنی عورت کو تین دفعہ یہ لفظ کہتا ہے کہ میں نے چھوڑا تجھ کو۔[1] اس سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

---

(۱) اصل مسئلہ یہی ہے مگر آجکل عرف بدل جانے کے وجہ سے حکم بدل گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے عرف میں یہ لفظ طلاق صریح کے حکم میں ہو گیا ہے اس لئے خواہ مذاکرۂ طلاق ہو یا نہ ہو قاضی حکم کرے گا۔ علامہ شامی نے لفظ حرام کے تحت میں لفظ سرحت کا یہی حکم لکھا ہے کہ اگرچہ اصل سے کنایہ ہے مگر عرف میں بحکم صریح ہو جانے کی بناء پر اس لفظ سے بلا نیت طلاق و بلا مذاکرۂ بھی قضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

(الجواب) یہ لفظ کہ میں نے تجھ کو چھوڑا کنایات میں سے ہے۔ پس اگر حالت غصہ یا مذاکرہ طلاق میں شوہر کی زبان سے یہ لفظ نکلا تو قاضی حکم طلاق کا کردے گا۔ اور دیانۃً یعنی ماینہ وبین اللہ تعالیٰ اگر شوہر کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق بائنہ واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ قوله قضاءً قيدبه لانه لا يقع ديانةً بدون النية ولو وجدت دلالة الحال الخ شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر طلاق کے عادل گواہ موجود نہ ہوں

(سوال ۸۸۰) ہندہ زوجہ زید اپنے میکہ میں گئی۔ جب زید نے طلبی کی تاکید زیادہ کی تو اس نے افتراء کیا کہ زید نے مجھے طلاق دیدی اور دو گواہ ایسے پیش کرتی ہے کہ جو یہ بھی نہیں جانتے کہ نماز کے وقت کی فرض ہے۔ اور زید حلفیہ کہتا ہے کہ میں نے ہر گز طلاق نہیں دی اور کوئی لفظ اس قسم کا نہیں کہا۔ آیا اس صورت میں طلاق ثابت تو نہیں ہوگی ؟

(الجواب) جب کہ گواہاں طلاق عادل و ثقہ نہیں۔ اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نماز کے وقت کی فرض ہے تو ظاہر ہے کہ ان کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی اور انکار شوہر کا مخلف معتبر ہوگا جیسا کہ قاعدہ معروفہ حدیث شریف میں ہے۔ البينة على المدعي واليمين على من انكر اور اس کی تصریح جملہ کتب فقہ میں ہے۔ اور در مختار میں درباب کنایات مذکور ہے۔ والقول له بيمينه في عدم النية۔ پس اس صورت مسئلہ میں طلاق ثابت نہ ہوگی۔ اور زید اپنی زوجہ ہندہ کو لیجا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تاکید کی نیت سے لفظ طلاق مکرر کہنا

(سوال ۸۸۱) زید نے اپنی زوجہ نابالغہ کو غصہ میں کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی۔ پھر جب لوگوں نے مختلف اوقات میں زید سے دریافت کیا کہ سنا ہے تم نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی ہے۔ اس پر زید نے یہ جواب دیا کہ ہاں طلاق دیدی ہے یہ زید کا کئی دفعہ کہنا پہلے لفظ کا بیان ہوگا یا کیا اور وہ عورت زید کے پاس آنا چاہتی ہے زید اس کو کس طرح سے رکھ سکتا ہے ؟

(الجواب) در مختار میں ہے كرر لفظ الطالق وقع الكل وان نوى التاكيد دين الخ پس اگر زید کی غرض اور نیت مختلف لوگوں سے مختلف اوقات میں طلاق کے اعادہ کرنے سے غرض خبر دینا اسی طلاق سابق سے ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق واقع ہوئی۔ نیز واضح ہو کہ زوجہ غیر مدخولہ ایسی صورت میں ایک طلاق سے بائنہ ہوتی ہے۔ دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہیں ہوتی پس اس صورت میں چونکہ اس کی زوجہ نابالغہ ہے لہذا غالباً غیر مدخولہ ہوگی۔ پس اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی رجعت اس میں صحیح نہیں ہے مگر نکاح جدید بلا حلالہ کے صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وقوع طلاق کیلئے زوجہ کا سامنے ہونا مشروط نہیں

(سوال ۸۸۲) زید نے اپنی زوجہ کو جبکہ وہ اس کے سامنے تھی تین مرتبہ یہ الفاظ کہے میں نے تجھ کو طلاق دی، طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) سامنے ہونے زوجہ کا وقوع طلاق کے لئے ضروری اور شرط نہیں ہے۔ پس اگر شوہر نے غائبانہ اپنی زوجہ کو تین طلاق دی تو تین طلاق اس پر واقع ہو گئی بدون حلالہ کے اب اس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ قال فی الشامی و سیذکر قریبا ان من الالفاظ المستعملة الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیة للعرف شامی. وفی الشامی ایضا قبیله ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امراتی طلقت امرأته. الخ. الحاصل حاضر ہونا عورت کا بوقت طلاق شرط نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مجنون اور مخبوط الحواس اور صبی کی طلاق واقع نہیں ہوتی

(سوال ۸۸۳) میری ہمشیرہ کی شادی کم سنی میں ہوئی تھی اس کا شوہر مخبوط الحواس ہے دونوں ٹانگیں مع دھڑ ماری ہوئی ہیں اب لڑکی بالغ ہے اور شوہر اس کا قابل نہیں۔ اور نہ شوہر اپنی مخبوط الحواسی کی وجہ سے طلاق دے سکتا ہے؟ لڑکی کا دوسرا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شوہر اگر مخبوط الحواس اور معذور مریض ہو تو اس کی زوجہ کو اس کے نکاح سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر اس کی بدحواسی حد جنون و دیوانگی کو نہ پہنچی ہو صرف خفیف العقل ہو تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر مجنون یا معتوہ یعنی دیوانہ اور باولا ہے تو پھر اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں مجبوری ہے در مختار میں ہے۔ ویقع کل زوج بالغ ولو عبدا اومکرھا الخ اوھا زلا اوسفیھا خفیف العقل اوسکران الخ ای لا یقع طلاق المولی علی امراۃ عبده والمجنون والصبی والمعتوه من العته و هو اختلال فی العقل الخ. در مختار. واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق صبی شرعاً معتبر نہیں

(سوال ۸۸۴) شرعاً طلاق صبی نابالغ کی واقع ہوتی ہے یا نہیں۔ اور جو روایت جواز طلاق صغیر نورالانوار میں موجود ہے وہ معتبر ہے یا نہیں؟

(الجواب) طلاق صغیر نابالغ کی واقع نہیں ہوتی جیسا کہ در مختار وغیرہا میں ہے۔ لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبده الخ والمجنون الخ والصبی ولو مراهقا او اجازه بعد البلوغ. الخ اور نورالانوار بیان الاہلیۃ میں جو شمس الائمہ سے نقل کیا ہے۔ ولکن قال شمس الائمة ان طلاق الصبی واقع۔ اس سے وہی صورتیں مراد ہیں جو نورالانوار میں مذکور ہیں اور در مختار وغیرہا میں بھی ہیں کہ مجبوب کی زوجہ کو زوجہ کی طلب پر قاضی اس سے علیحدہ کر دیتا ہے یا عورت مسلمان ہو جائے اور شوہر اس کا نابالغ ہو تو تفریق کر دی جاتی ہے وغیرہ۔ تو در حقیقت ان مسائل سے ایقاع طلاق صبی ثابت نہیں ہے مگر چونکہ تفریق مذکور طلاق

ہے اس لئے فی الجملہ یہ کہا جاتا ہے کہ صبی کی طرف سے بھی طلاق ہو جاتی ہے الحاصل یہ حکم خاص صور توں میں ہے حکم اصلی صبی کا یہی ہے کہ طلاق صبی کی واقع نہیں ہوتی۔ تفریقات مذکورہ کو اگر طلاق کہو تو کہو۔ ان صورتوں کے سوا صبی کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور ان صورتوں میں بھی در حقیقت صبی کی طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ قاضی نے تفریق کی ہے۔ اور قاضی کی تفریق کو حکم طلاق کا ہے اسلئے کہا جاتا ہے کہ ان صورتوں میں صبی کی طلاق واقع ہو گئی۔ اگر ایسی ہی صورت واقع ہو۔ اور قاضی شرعی موجود ہو اور وہ تفریق کر دے تفریق ہو جائے گی نہ یہ کہ صبی اگر خود طلاق دے تو وہ واقع ہو جاوے۔ یہ مطلب روایت نور الانوار وغیرہا کا نہیں ہے

طلاق صبی شرعاً معتبر نہیں

(سوال ۸۸۵) ایک شخص نے اپنے پسر نابالغ کا نکاح عرصہ سے کسی، نابالغہ سے کیا تھا۔ اور اب عرصہ دو سال سے عورت بالغہ ہے اور لڑکا نابالغ اب کسی وجہ سے باپ یہ چاہتا ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے۔ اب کوئی صورت ایسی بتاویں کہ نکاح فسخ ہو جاوے۔ تاکہ لڑکی کا نکاح اور کہیں کر دے۔ اور یہ حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے کہ ناجائز ہے اور فسخ نکاح اس وجہ سے چاہتا ہے کہ کہیں یہ لڑکی حرام میں مبتلا نہ ہو جاوے ؟

(الجواب) اقول وباللہ التوفیق جاء فی الحدیث الطلاق لمن اخذ الساق الخ کتاب الطلاق وفی ردالمحتار من کتاب الما ذون وکذا لا یقع من غیرہ کابیہ ووصیہ والقاضی للضرورۃ و سیجئی ھذہ العبارۃ بتما مھا وفی الدر المختار والصبی ولو مراھقا ای لا یقع الطلاق الخ در مختار کتاب الطلاق وفی کتاب الما ذون منہ وان ضاراً کالطلاق والعتاق الخ لاوان اذن بہ ولیھما الخ

قولہ واناذنبہ ولیھما لا شتراط الاھلیۃ الکاملۃ وکذالو اجازہ بعد بلوغہ الا اذا کان بلفظ یصلح لا بتداء العقد کا وقعت الطلاق اوالعتاق وکذا لا تصح من غیرہ کابیہ ووصیہ والقاضی للضرورۃ قلت والاصح ان الضرورۃ مستثناۃ عن القواعد الشرعیہ کمالو کان مجبوبا اوارتداواسلمت امرأۃ وابی الاسلام او کاتب ولیہ حظہ من عبد مشترك واستو فی بدلھا فقد صار الصبی مطلقا فی قول الخ۔

پس در قویکہ صبی را دریں مواقع منصوصہ مطلق گفتہ اند مطلبش ہمیں است کہ دریں موضع خاصہ اطلاق مطلق بروکردہ خواہد شد نہ آنکہ در غیر ایں مواقع مخصوصہ طلاق صبی واقع کنند۔ پس کدام حیلہ است کہ در صورت مسئلہ بکار آید و طلاق صبی واقع شود ایں محال است وخیال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چودہ سالہ لڑکے کی طلاق

(سوال ۸۸۶) لڑکے چودہ سالہ غیر محتلم ممیز کی طلاق شرعاً واقع ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی اگر چہ وہ مراہق یعنی قریب البلوغ ہو اور ممیز ہو اور چودہ سال کی عمر میں

شرعاً بلوغ کا حکم نہیں دیا جاتا جب کہ احتلام وغیرہ علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔ در مختار میں ہے۔ والنبی ولو مراھقا اواجارۃ بعد البلوغ شامی میں ہے قولہ او اجارہ بعد البلوغ ولانہ حین وقوعہ وقع باطلا والباطل لا یجاز ط واللہ تعالیٰ اعلم

نشہ کی حالت میں طلاق دینا

(سوال ۸۸۷) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو شراب کے نشہ میں طلاق دیں۔ آیا حالت نشہ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ جیسا کہ شامی میں ہے۔ وفی التتار خانیہ ایضا طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ وھو مذھب اصحابنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الطلاق الصریح
(صریح طلاق کا بیان)

صریح طلاق بغیر نیت بھی واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۸۸۸) اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا اور نیت کچھ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہو گی چاہے نیت کرے یا نہ کرے ایسی صورت میں نیت کا اعتبار نہیں۔ بخلاف ما اذا قال انت طالق للسنة ولم ینص علی الثلث لا تصح نیة الجمع فیہ. کذافی الھدایہ.

دو طلاق صریح کے بعد رجوع کر سکتا ہے

(سوال ۸۸۹) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو دو طلاق صریح دی۔ اب وہ اس کو لوٹا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) دو طلاق صریح کے بعد عدت کے اندر بدوں نکاح کے اس کو لوٹا سکتا ہے اور عدت کے بعد نکاح جدید کی ضرورت ہے اور عدت طلاق کی تین حیض ہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ. قال اللہ تعالی الطلاق مرتان ای التطلیق الذی یراجع بعدہ مرتان ای اثنان فامساک ای فعلیکم امساکھن بعدہ بان تراجعوھن الخ جلالین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میں نے طلاق دی کا حکم

(سوال ۸۹۰) ایک شخص نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اب عدت میں دس بارہ روز کا وقفہ ہے تو رجعت درست ہے یا نہیں۔ یہ لفظ ہیں طلاق قطعی دی؟

(الجواب) اس صورت میں اگر شوہر نے صرف ایک طلاق دی ہے تو عدۃ میں رجعت کرنا درست ہے یعنی بلا

نکاح لوٹا سکتا ہے شوہر یہ کہہ لے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اور قطعی کا لفظ یقینی کے معنی میں ہے اس سے طلاق بائنہ نہیں ہوتی۔

لفظ چھوڑ چکا کا حکم

(**سوال ۸۹۱**) لفظ چھوڑ چکا جو کئی شخصوں معتبرین کے سامنے کہا ہے اس لفظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہ؟

(**الجواب**) لفظ چھوڑ چکا ترجمہ **فارقتك** کا ہے اور یہ لفظ کنایات میں سے ہے اگر شوہر نے یہ لفظ بہ نیت (۱) طلاق یا وقت ذکر طلاق کہا ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ورنہ نہیں۔ پس شوہر سے اس کی نیت کا حال دریافت کیا جاوے اس کے بعد حکم طلاق کا ہوگا۔ اور تاوقتیکہ حکم طلاق کا نہ ہو اجازت دوسرے نکاح کی نہیں ہو سکتی۔ **وکذا فارقتك لافی طلقتك اوفی هذا المنزل. نهر شامی۔**

فصل الرجعة
(طلاق رجعی کا بیان)

لفظ چھوڑی طلاق رجعی ہے

(**سوال ۸۹۲**) زید سے کسی نے کہا کہ تم اپنی عورت کو طلاق دیدو زید نے کہا کہ میں نے اپنی عورت چھوڑی۔ چھوڑی۔ چھوڑی۔ اس صورت میں طلاق رجعی ہوئی یا بائن یا مغلظہ۔ مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب نے طلاق رجعی لکھی ہے بینوا توجروا۔

(**الجواب**) **قال فی الشامی فاذا قال رها کردم ای سرحتك يقع به الرجعی الخ۔** یہ عبارت دلیل ہے قول مولانا عبدالحئی صاحب و مولانا اشرف علی صاحب کی یعنی ایک طلاق رجعی کے واقع ہونیکی۔

رجعت بالعمل کی ایک صورت

(**سوال ۸۹۳**) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو دوبار طلاق دیدی اور پھر وہ دونوں زوج اور زوجہ ایک مکان میں رہتے رہے۔ بعد چند دن کے باز نہ آئے وطی کر بیٹھے۔ اب یہ فرمایئے کہ وہ وطی کرنا ہی رجعت ہوگئی یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

(**الجواب**) دو طلاق بھی رجعی ہیں یعنی بعد دو طلاق رجعی کے عدت میں رجعت صحیح ہے پس اس صورت میں رجعت صحیح ہوگئی اور ہمبستری کرنا شوہر کا عدت میں یہی رجعت ہے۔ اب دوبارہ رجعت کرنے کی اور نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ عورت بدستور نکاح میں ہے اور اس کی زوجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے تھی جو یہاں درج ہے لیکن دوسرے اکابر نے لفظ چھوڑ دیا کو صریح کے حکم میں کیا ہے اور ان الفاظ میں شمار کیا ہے جن سے بلا نیت طلاق واقع ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور خود مفتی عزیز الرحمن صاحب نے بھی اپنے بعض فتاوی میں صریح قرار دینے والوں کی تائید کی ہے دیکھئے سوال وجواب نمبر جلد ہذا

فارغ خطی کہہ دینے کے بعد رجوع کا حق نہیں

(سوال ۸۹٤) ایک شخص نے والد کے دباؤ سے اپنی زوجہ کو فارغ خطی لکھدی بعد دو سال کے دونوں فارغ خطی کو غلط سمجھ کر مل گئے آیا یہ فارغ خطی صحیح ہے یا نہیں اور اب دونوں کا ملنا حق ہے یا نہیں ؟

(الجواب) وہ فارغ خطی صحیح ہو گئی اور طلاق بائنہ اس کی زوجہ پر واقع ہو گئی لیکن عدت کے اندر اور بعد عدت کے نکاح جدید صحیح ہے اور باپ کا جبر و تعدی بیجا تھا لیکن میاں بیوی کو بدوں نکاح جدید ملنا و یکجا ہونا جائز نہیں ہے۔ چاہئے کہ پھر نکاح کریں۔

میں تیرا شوہر نہیں۔ یا تو میری بیوی نہیں

(سوال ۸۹۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کے بھائی کو خط لکھا اور اس میں یہ الفاظ لکھے کہ تم کو اپنی ہمشیرہ یعنی میری زوجہ کا اختیار ہے اس کو جس جگہ تمہارا دل چاہے بٹھلادو مجھ کو کچھ اس کی زوجیت کا دعوی نہیں ہے۔ یہ خط پڑھتے ہی اس شخص نے بعد گزرنے عدت کے دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ یہ نکاح صحیح ہے یا نہ ؟ اور یہ طلاق بائن ہے یا کیا ؟

(الجواب) اگر نیت شوہر کی ان الفاظ سے طلاق کی ہے طلاق واقع ہو جائے گی۔ لست لك بزوج اولست لی بامرأة او قالت لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه. در مختار. وفی الشامی واشار بقوله طلاق الی ان الواقع بهذا الكناية رجعی كذافی البحر. اس عبارت سے واضح ہوا کہ اس صورت میں نیت کرنے پر طلاق رجعی واقع ہو گی۔ بعد عدۃ کے نکاح اس کا دوسرے شخص سے صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الطلاق بالكنايات
(کنایات طلاق کا بیان)

تو میری بہن کی طرح ہے

(سوال ۸۹٦) زید نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں بہ نیت طلاق کہا کہ تو مثل میری لڑکی اور مثل میری بہن کی ہے۔ اس صورت میں کونسی طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوئی اگر طلاق بائن واقع ہوئی تو قبل وضع حمل شوہر اول سے نکاح درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اگر ان الفاظ میں زید کی نیت طلاق کی تھی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو ایک طلاق بائنہ اس کی زوجہ پر واقع ہوئی نکاح عدۃ میں یعنی قبل وضع حمل زید شوہر اول کا اس سے درست ہے وان نوی بانت علی مثل امی او کامی الخ برا او ظهار او طلاقا صحت نيته ووقع مانواه لانه كناية در مختار۔

تو میری بہن کی طرح ہے

(سوال ۸۹۷) زید اپنی بیوی کو بہ نیت طلاق بحالت غصہ کہتا ہے کہ تو مثل میری بیٹی کے اور تو مثل میری ہمشیرہ کے ہے۔ اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوئی اور زید کی بیوی حاملہ بھی ہے۔ بغیر وضع حمل زید کا نکاح اسی عورت سے صحیح ہے یا نہ۔ زید نے طلاق سے تین روز بعد نکاح کر لیا ہے صحیح ہو گیا یا نہ ؟

(الجواب) اگر بہ نیت طلاق زید نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے ہیں کہ تو مثل میری بیٹی کے ہے اور تو مثل میری ہمشیرہ کے ہے تو ایک طلاق بائنہ اس پر واقع ہو گئی زوجہ پر عدت واجب ہے عدت اس کی وضع حمل ہے اور زید کا نکاح اس سے عدت کے اندر یعنی وضع حمل سے پہلے بھی درست ہے پس نکاح جو زید نے طلاق سے تین چار روز بعد کیا صحیح ہو گیا۔ در مختار میں ہے۔ وان نوى بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی برا او ظهارا او طلاقا صحت نيته ووقع مانواه لانه كناية۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میری ماں ہے کہنے کا حکم

(سوال ۸۹۸) ایک شخص نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ کو بہ نیت طلاق تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ اگر میں اسے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں اس صورت میں طلاق ہوئی یا کیا ؟

(الجواب) ظاہر یہ ہے کہ یہ قول اس شخص کا لغو ہے طلاق کسی قسم کی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے کہ نیت طلاق سے اس میں طلاق واقع ہو جاوے اور نہ الفاظ ظہار میں سے ہے کہ ظہار ہو جاوے اور نہ ایلاء ہے۔ شامی میں ہے۔ ويدل عليه ما نذكره عن الفتح من انه لابد من التصريح بالاداة الخ وفيه ايضا والذى فى الفتح وفى انت امى لايكون مظاهرا وينبغى ان يكون مكروها الخ ومثله ان يقول لها يا بنتى او يا اختى و نحوه الخ شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تجھ سے تعلق رکھوں تو ماں بہن سے رکھوں

(سوال ۸۹۹) ایک شخص نے غصہ میں اپنی عورت کو یہ کلمات کہے۔ میں اگر تجھ سے کچھ تعلق رکھوں اپنی ماں بہن سے رکھوں۔ یا یہ کہا تو میری ماں بہن کے برابر ہے۔ اس کے بعد کہا تجھ کو طلاق ہے۔ تجھ کو طلاق ہے۔ یہ سب الفاظ ایک جلسہ میں کہے کیا کوئی صورت ان کے میل کی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) لفظ مثل کے لانے اور نہ لانے میں فقہاء نے فرق کیا ہے بناء علیہ جملہ اولی یعنی یہ کہ اگر تجھ سے تعلق رکھوں اپنی ماں بہن سے رکھوں لغو ہے۔ اور جملہ ثانیہ کہ تو میری ماں بہن کی برابر ہے۔ اس میں نیت کا اعتبار ہے۔ اگر ظہار کی نیت ہو ظہار ہے اور اگر، طلاق کی نیت ہو طلاق ہے اور اگر احترام اور بزرگی میں تشبیہ مراد ہے۔ تو نہ ظہار ہے نہ طلاق لیکن یہ لفظ کنایہ ہے۔ اور کنایات میں دلالت حال میں بلا نیت بھی وقوع طلاق کا حکم ہوتا ہے اس لئے یہ موقع چونکہ ذکر طلاق کا ہے اس لئے ایک طلاق بائنہ ان الفاظ سے واقع ہو گئی۔ پھر دوبارہ لفظ سے طلاق کہا دو طلاق واقع ہوئی۔ پس اسکی زوجہ پر اس صورت میں تین طلاق واقع ہو گئیں

او ربدون حلالہ کے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔قال فی الدرالمختار وان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لوحذف علی خانیة برا وظهارا او طلاقا صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامة الخ وفی الشامی قوله لانه کنایة ای من کنایات الظهار والطلاق الی ان قال وینبغی ان لا یصدق قضاءً فی ارادة البر اذا کان فی حال المشاجرة وذکر الطلاق. الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میرے سامنے ہی تو کسی سے نکاح کرے

(سوال ۹۰۰)ایک شخص نے ایک روز نہایت صفائی سے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے یہ کہہ دیا کہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ تو میرے سامنے ہی کسی سے نکاح کرلے۔اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعیہ یا وہ عورت اس کی زوجہ بدستور باقی ہے؟

(الجواب) یہ لفظ کنایہ ہے اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائنہ اس عورت پر واقع ہو گی۔اور اگر نیت طلاق کی نہ تھی تو طلاق نہیں ہوئی کما فی الشامی عن الذخیرة اذهبی وتزوجی لا یقع الابالنیة وان نوی فهی واحدة بائنة . الخ اور صاحب درمختار نے جو یہ نقل کیا ہے اذهبی وتزوجی تقع واحدة بلانیة. علامہ شامی نے فرمایا کہ یہ خلاف ہے۔ قاضی خاں کی تصحیح کے۔اور پھر ذخیرہ سے اس کی تائید کی، کمامر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لفظ حرام کہنے کا حکم

(سوال ۹۰۱)ماقولکم رحمکم اللہ دریں کہ زید قسم کرد کہ اگر من درخانہ عمرو داخل خواہم شد بر زوجہ من کہ اسم او میمونہ است ایک طلاق۔دو طلاق۔طلاق واقع خواہد شد اتفاقاً زید دریں قسم حانث شدو درخانہ عمرو داخل شد۔درانحالیکہ زوجہ زید غیر مدخولہ است۔پس دریں صورت بر میمونہ زوجہ طلاق واقع شود یا نہ۔اگر واقع شود تو صورت حلت چہ باشد صرف تجدید عقد کافی است یا ضرورت تحلیل خواہد شد؟ بینوا بالدلیل توجروا۔

(الجواب)قال فی الدر المختار فی باب طلاق غیر المدخول بها وتقع واحدة ان قدم الشرط الخ پس درصورت مسئولہ عنہا چونکہ شرط مقدم است وعورت غیر مدخولہ است وطلاق متفرق دادہ است لہٰذا بوقت تحقیق شرط یک طلاق واقع گردیدہ زوجہ اش بائنہ خواہد شد وباقی دو طلاق بروواقع نخواہد شد و نکاح جدید بدون حلالہ باو صحیح خواہد شد و آں فرق بانت بالاولی ولم تقع الثانیة الخ در مختار.

ماں کے پاس جائے تو میرے نکاح سے خارج

(سوال ۹۰۲)اگر زید نے اپنی منکوحہ سے غصہ میں کہا کہ اگر تو اب ماں باپ کے گئی تو میرے نکاح سے خارج ہے۔زوجہ ہنوز ماں باپ کے پاس نہیں گئی۔دونوں میاں بیوی چاہتے ہیں کہ حیلہ ایسا بتایا جاوے کہ اپنے

ماں باپ کے گھر آوے جاوے ؟

(الجواب) تدبیر اس کی زید کی زوجہ پر طلاق واقع نہ ہو یہ ہے کہ اس کے ماں باپ زوجہ زید کے پاس آکر مل جایا کریں۔ اور زوجہ زید اس کے گھر نہ جاوے۔ نیز ایک صورت دوسری ہے جس میں ایک بار طلاق واقع ہو کر پھر طلاق واقع نہ ہوگی وہ یہ کہ زوجہ اپنے والدین کے گھر چلی جائے ایک بار موافق شرط کے طلاق بائنہ واقع ہو جاوے گی اور یمین ختم ہو جاوے گی دوبارہ اس سے نکاح کر لیا جاوے پھر طلاق نہ واقع ہوگی۔ کیونکہ ایسی یمین ایک دفعہ میں پوری ہو جاتی ہے هكذا فی كتب الفقه. واللہ تعالیٰ اعلم

زوجہ کے گھر میں نہ رہوں تو میرا نکاح درست نہیں

(سوال ۹۰۳) مسماۃ فاطمہ سے نبی بخش نے اس وعدہ پر اور اقرار پر نکاح کر لیا کہ اگر میں تیرے گھر نہ رہوں اور تیری بلا اجازت اور کسی جگہ جاؤں یار ہوں تو میرا نکاح تیرے ساتھ درست نہ رہے گا بعد نکاح ایک رات مسماۃ کے گھر رہ کر جس موضع کا تھا وہیں چلا گیا پھر مسماۃ فاطمہ کے گھر آکر نہیں رہا اور نہ اس کو خرچ دیا اس صورت میں مسماۃ مذکورہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) الفاظ مذکورہ سے صورت مسئولہ میں طلاق نہیں ہوئی اور مسماۃ فاطمہ بحالت موجودہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی بلکہ اول شوہر سے طلاق لی جاوے پھر بعد گزرنے عدت کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تجھے اختیار ہے جہاں چاہے رہ

(سوال ۹۰٤) شوہر نے اپنی زوجہ کو کہا کہ تجھ کو اختیار ہے جہاں چاہے رہ تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) شوہر نے اپنی زوجہ کو یہ لفظ کہا کہ تجھ کو اختیار ہے جہاں چاہے رہ اگر نیت طلاق نہ تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر الفاظ کنایہ چند بار کہے

(سوال ۹۰۵) الفاظ کنایہ چند بار کہے اور نیت طلاق کی تھی تو ایک طلاق واقع ہوگی یا چند ؟

(الجواب) اگر الفاظ کنایات چند بار کہے جاویں اور نیت طلاق ہو ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ بدون حلالہ تجدید نکاح درست ہے۔

تو جانے اور تیرا کام

(سوال ۹۰٦) زید کی بیوی ہندہ زید کے گھر سے اپنے والدین کے یہاں بوجہ تشدد اور سختی زید چلی آئی مگر زید سے اجازت لے کر اور پندرہ دن میں واپسی کا وعدہ بھی کیا۔ مگر چونکہ زید کی بدخوئی کی وجہ سے جانے میں اس کو تأمل ہوا اس وجہ سے وعدہ سے زیادہ دن گزر گئے۔ تو زید نے دو خط بھیجے اول خط ہندہ کے بھائی کے نام

بھیجا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ :۔ یا تو اس خط کے دیکھتے ہی پہنچا دو جس طرح ممکن ہو۔ اگر خدانخواستہ نہ پہنچاؤ گے تو واضح رہے کہ مجھ سے اور آپ کی ہمشیرہ سے کچھ سروکار نہ رہے گا۔ آئندہ آپ جانیں آپ کا کام۔ دوسرا خط ہندہ کے نام بھیجا ہے کہ جس میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر تو فلاں دن یعنی جمعرات کو اپنے بھائی کے ہمراہ میرے یہاں پہنچ گئی تو فبہا ورنہ تو جان اور تیرا کام، اب وہ بیوی زید کی دن معینہ پر نہ گئی تو اس پر طلاق واقع ہو گی یا نہ ؟

(الجواب) یہ الفاظ ،، تو جان اور تیرا کام ،، الفاظ کنایات میں سے ہیں اور ظاہراً یہ خلیۃ کے ہم معنی ہیں لہذا اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہے تو ایک طلاق بائنہ ہندہ پر واقع ہو گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض الفاظ کنایہ کا حکم

(سوال ۹۰۷) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کہا کہ تو میری ماں ہے اس کہنے سے طلاق واقع ہوئی یا نہ ؟ اور نیز یہ الفاظ بھی کہے ہیں کہ نہ کوئی میری بیوی نہ میں کسی کا خاوند نہ میں خرچ دوں، نہ میں اسے بلا کر رکھوں۔ نہ مجھ سے اس سے، کوئی تعلق ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے ؟

(الجواب) اس لفظ کے کہنے سے کہ تو میری ماں ہے طلاق نہیں ہوئی اور نہ ظہار ہوتا ہے۔ بلکہ در مختار میں لکھا ہے کہ یہ قول لغو ہے اور کہنے والا گنہ گار ہے۔ البتہ یہ الفاظ اگر شوہر نے کہے کہ نہ میری بیوی نہ میں کسی کا خاوند الخ اور یہ کہ نہ مجھ سے اس سے کوئی تعلق ہے پس اگر بہ نیت طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دوں گا اور دیدی کا فرق

(سوال ۹۰۸) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور پیشتر سے وہ ایک عورت سے ملتا تھا۔ بی بی منکوحہ کو ایک ماہ رکھ کر اس کے والدین کے گھر بھیج دی اور دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔ اور منکوحہ اول کی بالکل خبر گیری نہیں کی اس پر عورت نے کہا کہ یا تو فارغ خطی دیدے یا روٹی کپڑے کا، بندوبست کر۔ تو خاوند نے فارغ خطی دینے کے لئے کہا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) اگر یہ کہا تھا کہ فارغ خطی دیدونگا تو طلاق نہیں واقع ہوتی۔ اور یہ کہا کہ فارغ خطی دیدی تو شوہر کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر نیت طلاق کی تھی طلاق واقع ہوئی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تو میرے کام کی نہیں

(سوال ۹۰۹) زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو یہ کہہ کر اپنے مکان سے نکال دیا کہ جا تو میرے کام کی نہیں ہے تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اور خطوط میں بھی یہی لکھا کہ مجھے ہندہ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں اسے نہیں چاہتا۔ میں اسے اپنے گھر سے نکال چکا ہوں۔ اب ہندہ تقریباً ۱۲ سال سے اپنے شوہر زید سے علیحدہ رہتی ہے کیا اس صورت میں بدون مزید تحقیقات کے صرف ہندہ کے حلفیہ بیان پر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے

ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ الفاظ جو شوہر نے زبانی کہے یا خط میں لکھے کنایہ کے الفاظ ہیں صریح طلاق کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان الفاظ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا دلالت حال کا اور جب کی نیت شوہر کی کچھ معلوم نہ ہو اور نہ مذاکرۂ طلاق کا ہو اور نہ حالت غصہ میں یہ الفاظ کہے گئے ہوں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور جبکہ طلاق واقع نہیں ہوئی تو ہندہ کو دوسرا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

لفظ القت کا حکم

(سوال ۹۱۰) شوہر اور زوجہ میں رنجش باہمی تھی اسی وجہ سے زوجہ والدین کے گھر تھی شوہر اس کو لینے گیا اس نے بوجہ خوف شوہر کے ہمراہ آنے سے انکار کیا اس پر شوہر نے غصہ ہو کر یہ کہا کہ میں تجھ کو القت (علیحدہ) کر دیا اور القت ہو گیا میرا تجھ سے کچھ واسطہ نہیں اس پر عورت نے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر چوڑیاں توڑ ڈالی اور اسی حالت میں دو اڑھائی سال ہو گئے عورت جوان ہے لہذا اس کا دوسرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) در مختار میں ہے کہ الفاظ مذکورہ سے بحالت غصہ اگر نیت شوہر کی طلاق کی ہے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے پس شوہر سے دریافت کیا جاوے اگر اس نے بہ نیت طلاق لفظ القت وغیرہ کہا تھا تو عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو گئی اور اب چونکہ دو اڑھائی برس گزر گئے اس لئے عدت بھی گزر گئی ہو گی یعنی تین حیض آچکے ہوں گے اس لئے دوسرے مرد سے نکاح اس کا بحالت مذکورہ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مجھے اسکی ضرورت نہیں

(سوال ۹۱۱) ایک لڑکی نابالغہ ۹ سالہ کا نکاح اس کے والدین نے کیا۔ چند یوم کے بعد فریقین میں تکرار ہو گیا اور لڑکی کو شوہر کے گھر نہ بھیجا والدین شوہر نے عدالت میں مقدمہ دائرہ کیا عدالت نے نکاح ناجائز قرار دیکر دعوی شوہر کا خارج کر دیا۔ پھر مقدمہ کا اپیل کیا گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ جب تک لڑکی نابالغ ہے اپنے والدین کے گھر رہے پھر لڑکی مختار ہے۔ جب وہ لڑکی بالغ ہوئی اس کے والدین نے پیغام بھیجا کہ اپنی امانت لے جاؤ شوہر نے کہلا بھیجا کہ اب ہم کو ضرورت نہیں ہے میں نے اور نکاح کر لیا۔ اب کچھ عرصہ کے بعد لڑکی نے دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ یہ نکاح اس کا جائز ہے یا نہیں۔ اور پہلا نکاح جو والدین نے ۹ سالہ عمر میں کیا تھا وہ فسخ ہو لیا نہ ؟

(الجواب) شوہر کا یہ کہلا بھیجنا کہ اب ہم کو ضرورت نہیں ہے الفاظ طلاق صریح سے نہیں ہے البتہ کنایات میں داخل ہو سکتا ہے پس اگر شوہر کی نیت اس سے طلاق کی تھی طلاق، واقع ہو گی ورنہ نہیں۔ الغرض پہلا نکاح اس لڑکی کا جو اس کے والد نے کیا تھا وہ صحیح ہو گیا اس کے بعد جب تک شوہر بالغ ہو کر طلاق نہ دیوے دوسرا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا اگر شوہر نے الفاظ مذکورہ بہ نیت طلاق کہے تھے تو عدت کے بعد دوسرا نکاح صحیح

ہو گا ورنہ نہیں شوہر سے نیت کا حال دریافت کیا جاوے۔ اور شامی نے بدائع سے نقل کیا ہے لاحاجة لی فیك میں نیت سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن شامی کی عبارت مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ نیت سے طلاق واقع ہو جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الطلاق بالکتابة

(تحریری طلاق دینے کا بیان)

زبردستی طلاق نامہ لکھوانے کا حکم

(سوال ۹۱۲) مسماۃ بیگم جو کہ بندہ کے نکاح میں تھی والد صاحب کو چند آدمی نے یہ کہا کہ اس کو اس سے علیحدہ کرا دیجئے۔ بندہ نے باادب والد صاحب کو جواب دیا کہ میری حالت اس کے ترک کرنے سے ابتر ہو جاوے گی۔ والد نے کہا کہ تجھ سے کبھی نہ بولوں گا اس پر بندہ نے دو روپیہ کے کاغذ اسٹام خرید کر ایک پر طلاق نامہ لکھا گیا اور دوسرے پر مہر نامہ مگر مہر پانچ سو روپیہ کا تھا حکم والد وہ کاغذ زوجہ کو دیا اس نے مجھے دیا مگر اس وقت میری حالت ابتر اور خراب تھی مجھ کو خبر نہ تھی کہ کسی حالت میں مجھ پر صدمہ پڑا ہوا تھا۔ کبھی روتا تھا۔ کبھی خاموش ہو جاتا تھا یہ بات قسمیہ عرض ہے جہاں تک مجھ کو خیال ہے اس حالت میں مجھ سے لفظ طلاق دومرتبہ نکل گیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) کاغذ کی لکھی ہوئی طلاق تو اس حالت عدم رضا میں نہیں واقع ہوئی مگر زبان سے دومرتبہ طلاق کا لفظ نکلا اس سے دو طلاق رجعی واقع ہو گئی عدت کے اندر رجوع کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کاتب سے طلاق نامہ لکھوانے کو کہا

(سوال ۹۱۳) ایک شخص عاقل بالغ کو اس کے والدین وغیرہ نے مجبور کیا کہ تم اپنی عورت کو طلاق دیدو۔ اور کاتب سے یہ کہا کہ طلاق نامہ تحریر کرو۔ اور کاتب نے اس شخص سے اجازت لی اس نے کہا لکھو۔ تو کاتب نے طلاق نامہ تحریر کیا اور تحریر کرنے کے بعد تمام مجلس کے روبرو وہ کاغذ اس شخص کو سنادیا اور حسب رواج اس کا انگوٹھا بھی لگایا۔ کاتب نے محض طلاق کا لفظ تحریر کیا ہے۔ دو یا تین کچھ نہیں لکھا اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہوئی یا طلاق واقع ہی نہیں ہوئی؟

(الجواب) قال فی الشامی ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب الخ پس جب کہ کاتب نے یہ کہا کہ طلاق نامہ لکھوں اور شوہر نے کہا لکھو تو یہ اقرار طلاق کا ہے مگر چونکہ سوال میں درج ہے کہ ثلاثہ وغیرہ کا لفظ طلاق نامہ میں نہیں ہے۔ لہذا اس صورت میں ایک طلاق رجعی ہوئی عدت میں رجعت اس سے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کاتب سے طلاق لکھوائی

(سوال ۹۱٤) ایک شخص نے طلاق نامہ کے لئے اسٹامپ خرید ااور اپنے والد کو کہا کہ طلاق نامہ لکھو۔ کاتب مذکور نے طلاق نامہ بسہ طلاق تحریر کیااور آمر نے پڑھ کر اپنے دستخط کر دیئے اور گواہوں نے گواہی کر دی۔ لیکن زوج نے زبان سے طلاق نہیں دی تو اس صورت میں اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب) قال فی ردالمحتار ص ٤۲۹ ج ۲ ولو استکتب من اخر کتابا بطلاقھا وقرأہ علی الزوج فاخذہ الزوج و ختمہ وعنونہ و بعث بہ الیھا فاتاھا وقع ان اقر الزوج انہ کتابہ الخ۔ اس روایت اور اس کی مثل دیگر روایات سے واضح ہے کہ صورت مسؤلہ میں تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق بالکتابت میں دستخط کی حیثیت

(سوال ۹۱۵) زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق دینے کا مشورہ اپنے عزیزوں سے لے کر اسٹامپ بغرض لکھانے طلاق نامہ کے خود جا کر خرید ااور وثیقہ نویس کو اجازت دے کر طلاق نامہ لکھادیا۔ لیکن دستخط ابھی نہیں کئے تھے جو رائے بدل گئی دستخط نہ ہوئے اس صورت میں زید کی منکوحہ کو طلاق ہو گئی یا نہیں اور واقع ہوئی تو کیسی ؟

(الجواب) رد مختار شامی میں ہے ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب ۔ الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ صور مسؤلہ میں طلاق واقع ہو گئی اور جیسی طلاق لکھوانے کو شوہر نے کہا ویسی واقع ہو گی۔ اگر رجعی کہا ہے رجعی واقع ہوئی اور اگر بائنہ کہا ہے بائنہ واقع ہوئی اور اگر تین طلاق لکھنے کو کہا ہے تین طلاق واقع ہوئی ہے۔

ایقاع طلاق کی ایک صورت

(سوال ۹۱٦) ایک شخص کے دو عورتیں پہلے سے نکاح میں تھیں اب اس نے تیسرا نکاح کرنا چاہا تھا۔ جب نکاح کا زور ہوا عروس کے والدین نے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھا کہ میری اگلی عورتوں کو مہر و طلاق دیدیا گیا۔ جب برات عروس کے گھر پہنچی تو وہ اقرار نامہ مذکور کو پڑھ کر زوج نے زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن دستخط فوراً کر دیئے۔ اب یہ تحریر فرمایئے کہ ان دونوں بیویوں پر طلاق ہوئی کہ نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں اس کی دونوں زوجہ سابقہ پر طلاق واقع ہو گئی۔ اور جیسی طلاق نامہ میں تحریر ہیں ویسی ہی واقع ہوئی۔ یعنی اگر تین طلاق اقرار نامہ میں تحریر ہیں تو تین طلاق واقع ہوئی۔ اور مغلظہ ہو گئی اور اگر ایک یا دو صریح طلاق لکھے گئی ہے تو طلاق رجعی واقع ہوئی جس میں عدت کے اندر رجعت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اب سے چھ ماہ پہلے طلاق دے چکا ہو

(سوال ۹۱۷) ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلع طلاق دینے کے واسطے قاضی جو انگریزی تنخواہ دار ہے اس کے پاس گیا تاکہ طلاق نامہ رجسٹر کردیوے خلع کرنے والے نے کہا کہ تم قاضی کے سامنے یہ کہو کہ میں نی بی کو ایک برس ہوا طلاق دی ہے۔ قاضی نے کہا کہ اگر ایک برس قبل کی طلاق دینا بیان کرو گے تو رجسٹری صحیح نہ ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ پانچ چھ ماہ قبل کی رجسٹری ہو سکتی ہے۔ چنانچہ موافق قول قاضی کے خلع کرنے والے نے کہا کہ صاحب یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے بھادون کے مہینہ میں طلاق دی ہے۔ تب قاضی نے بلا کسی سے پوچھتے تین طلاق رجسٹری کر لیا۔ ان لوگوں نے رجسٹری سے ایک روز بعد نکاح کر لیا۔ آیا شرعاً بی بی مذکورہ مطلقہ ہوگئی یا نہیں اور نکاح کنندہ کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور شرکاء نکاح و نکاح خواں کا نکاح باطل ہوا یا کیا؟

(الجواب) اگر اس کاغذ پر شوہر کے دستخط ہو گئے یا نشان انگوٹھا ہو گیا غرض یہ کہ تصدیق اس مضمون طلاق کی شوہر کی طرف سے ہو گئی تو ہر سہ طلاق واقع ہو گئی لیکن طلاق اسی وقت واقع ہوئی جس وقت شوہر نے طلاق نامہ لکھوایا زمانہ گزشتہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی مثلاً شوہر اگر یہ کہے کہ میں نے ایک برس ہوا کہ طلاق دیدی اور واقع میں اس وقت طلاق نہیں دی تھی تو فی الحال طلاق واقع ہوئی ہے۔ درمختار میں ہے۔

ولونكحها قبل امس وقع الان لان الانشاء فى الماضى انشاء فى الحال الخ قوله لان الانشاء فى الماضى انشاء فى الحال، لانه ما اسنده الى حالة منافية ولا يمكن تصحيحه اخبار الكذبه وعدم قدرته على الاسناد فكان انشاء ا فى الحال الخ شامى ص ٤٤٢ جلد٢. وفى الشامى ايضاولوقال للكاتب اكتب طلاق امرأتى كان اقرارا بالطلاق وان لم يكتب ولو استكتب من اخر كتابا بطلا قها وقرأه على الزوج وختمه و عنونه وبعث به اليها فاتها وقع ان اقرالزوج انه كتابه الخ ص ۴۲۹ ج ۲ اور جب کہ طلاق بوقت رجسٹری واقع ہوئی تو اس سے ایک روز بعد دوسرے شخص سے نکاح باطل ہے کیونکہ عدۃ میں نکاح باطل ہے۔ حاضرین مجلس و نکاح خواں کا نکاح باطل نہیں ہوا۔ **لانهم لم يرتد وابهذه المعصية وفسخ النكاح فرع الارتداد.**

فصل في تفويض الطلاق
(کسی کو طلاق واقع کرنے کا حق دینے کا بیان)

بوقت نکاح خسر کو تفویض نکاح

(سوال ۹۱۸) شیخ فدا حسین نے مسماۃ ریسن کے ساتھ عقد کیا اور قبل عقد یہ اقرار لکھ دیا کہ شیخ فدا حسین بعد شادی ہونے کے معہ اپنی زوجہ کے بر ترک مسکن مدۃ العمر رہوں گا اور جو کچھ آمدنی ہوگی وہ سب شیخ وزیر اپنے خسر کو دوں گا وغیرہ۔ اگر اس اقرار کے خلاف کروں گا تو میرے خسر کو اختیار ہوگا کہ مسماۃ ریسن بنی دختر کی شادی دوسرے شخص کے ساتھ کر دیویں مجھ کو کچھ عذر نہ ہوگا۔ اب خلاف عہد کرنے سے فدا حسین کی زوجہ کا نکاح ثانی جائز ہوگا یا نہ ؟

(الجواب) یہ اقرار شیخ فدا حسین کا موجب طلاق اس کی زوجہ کا نہیں ہے۔ لہذا اس صورت میں خلاف عہد و پیماں کرنے سے اس کی زوجہ مطلقہ نہیں ہوئی۔ اور دوسرا نکاح مسماۃ ریسن کا بدون طلاق دینے شیخ فدا حسین کے اور بدون گزرنے عدت کے صحیح نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کو طلاق کے اختیار دینے کا حکم

(سوال ۹۱۹) شخصے در اقرار نامہ نوشتہ داد کہ اگر ترا خلاف شرع مصطفوی امر نمایم و بے قانون زدوکوب نمایم پس اختیار طلاق بدست تو است اکنوں بعد وجود شرط ایا زوجہ را رسد کہ نفس خود را سہ طلاق دہد یا یک طلاق ؟

(الجواب) اگر ایں تفویض از جانب شوہر بعد نکاح واقع شدہ است زوجہ را موجب تفویض بعد تحقق شرط اختیار یک طلاق است۔ **لان المذکور فی العبارة طلاق واحد بلا قید العدد وظاهر ان الزوج لو طلق زوجته بهذه الکلمة یقع علیها واحدة فکذا فی التعلیق یعلق طلاق واحد۔**

عورت تفویض پر کیسے عمل کرے

(سوال ۹۲۰) زاہد علی ولد عابد علی کا نکاح مسماۃ کریما بنت عبداللہ کے ساتھ بہ اقرار امر بالید منعقد ہو کر نکاح نامہ لکھا گیا جس میں یہ الفاظ تحریر ہیں۔ مسماۃ کریما موصوفہ کو برضامندی خود بلا اجبار و اکراہ احدی مضمون امر ھابیدھا پر مختار کر دیا یعنی مسماۃ کریما ممدوحہ جب چاہیں اپنی ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج کر کے آزاد کر لیں مجھ کو کبھی کسی طرح اپنے نکاح قائم رہنے کا دعوی نہیں ہو سکے گا کیونکہ بموجب اختیار مضمون امر ھابیدھا اس وقت قطعاً و یقیناً وہ میرے عقد نکاح سے خارج ہو جائے گی۔ اب محمد زاہد علی کے افعال ناشائستہ کی وجہ سے زاہد علی کے نکاح سے علیحدہ ہو کر عقد ثانی کرنا چاہتی ہے پس مسماۃ کریما کن الفاظ اردو سے مضمون طلاق کو روبرو چند گواہوں کے اپنی زباں سے ادا کرے کہ طلاق واقع ہو جاوے اور اپنی ذات کو اس کے عقد سے آزاد کر لیوے ؟

(الجواب)اس صورت میں کریما کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے اپنا نکاح فسخ کرے اور وہ یہ الفاظ کہہ لیوے کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق بائنہ دی اور اپنے شوہر زاہد علی کے نکاح سے اپنے نفس کو خارج کر دیا تو اس حالت میں کریما پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور وہ زاہد علی کے نکاح سے خارج ہو جائے گی بعد عدۃ کے اس کو درست ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح کر لیوے مگر یہ شرط ہے کہ شوہر نے الفاظ امر بالید بہ نیت طلاق کہے ہوں۔ کما فی الدر المختار قال لها اختاری و امرك بیدك ینوی تفویض الطلاق لانهما كنایة فلا یعملان بلانیة الخ فلها ان تطلق الخ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر مفقود کی طرف سے تفویض طلاق ہو چکی ہو

(سوال ۹۲۱)ایک عورت کا خاوند ۶۔۷ سال سے مفقود الخبر ہے اور وہ نکاح کے وقت اپنی زوجہ کو ایک کابین نامہ بدیں مضمون لکھ دیا تھا کہ اگر میں نامرد ہو جاؤں یا مفقود الخبر یا قید۔ یا پردیس رہ کر تمہارے پاس آمد ورفت نہ رکھوں اور خبر گیری نان پارچہ کے نہ کروں تو دو سال میرا انتظار کر کے مجھے طلاق دینے کا جو حق اور اختیار ہے وہ تمہیں سپرد کرتا ہوں تم تین طلاق دیکر دوسرے شخص سے نکاح کر لینا۔ اس صورت میں موافق شرط کابین نامہ عورت طلاق لے کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب)اس صورت میں بعد تحقیق شرط عورت کو تین طلاق لینے کا اختیار ہے لیکن یہ شرط ہے کہ جس مجلس میں وہ مدت پوری ہو جس کے بعد شوہر نے اختیار طلاق کا دیا ہے یعنی دو برس کی مدت اسی وقت اور اسی مجلس میں عورت اگر اپنے نفس کو تین طلاق دے کر شوہر کی زوجیت سے علیحدہ ہو جاوے تو ہو سکتی ہے۔ قال لها اختاری او طلقی نفسك فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة او اخبارا وان طال یوما او اكثر مالم یوقته ویمضی الوقت قبل علمها الخ در مختار. قوله (مالم یوقته) فلو قال جعلت لها ان تطلق نفسها الیوم اعتبر مجلس علمها فی هذا الیوم فلو مضى الیوم ثم علمت خرج الامر عن یدها وكذا كل وقت قید التفویض به الخ شامی ص ۵۷۵ ج ۲ .اقول وظاهر ان التعلیق كالتنجیز فی وقت تحقق الشرط .قال فی الشامی والتنجیز بمنزلة التعلیق ص ۴۸۴ ج وفی الدر المختار لكن فی البحر عن القنیة ظاهر الروایة ان المعلق كالمنجز ص ۴۸۴ شامی جلد ۲. وفی الدر المختار ایضا والالفاظ المستعملة الطلاق یلزمنی وعلى الطلاق و على الحرام فیقع بلانیة للعرف الخ ص ۴۳۲ شامی جلد ۲. وفیه تفصیل حققه فی الشامی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل في تعليق الطلاق
(طلاق کو معلق کرنے کا بیان)

طلاق قبل النکاح اضافت کے بغیر لغو ہے!

(سوال ۹۲۲) ایک شخص نے موافق رسم قبیلہ کے وقت نکاح کے یہ لکھ دیا کہ اگر میں زوجہ کو گھر سے نکالوں، یا سخت گالیاں دوں، ماروں یا نفقہ میں تنگی کروں تو میری طرف سے اس عورت کو تین طلاق ہیں۔ مجمع عام میں ان شرائط کا اقرار کیا بعد نکاح کے امور مذکورہ میں سے کوئی امر وقوع میں آگیا تو موافق شرط کے اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اگر نکاح سے پہلے یہ شرط لکھی ہے تو وہ لغو ہے اس کا کچھ اثر بعد نکاح کے نہ ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ شرط الملك او الاضافة اليه (درمختار) اور اگر بعد نکاح کے یہ شرائط لکھی گئی ہیں تو بوقت وجود شرط تین اس کی زوجہ پر واقع ہو جاویں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق قبل النکاح اضافت کے بغیر لغو ہے!

(سوال ۹۲۳) ایک شخص مسمی زید نے قبل نکاح یہ شرط کی کہ اگر میں بیگم جان بیوہ کی دختر کو روٹی کپڑا نہ دوں تو اس کو طلاق ہے اس کے بعد زید نے اس دختر سے نکاح کر لیا اور چند روز روٹی کپڑا دیا پھر اس عورت کو گھر سے نکال دیا اور روٹی کپڑا کچھ نہیں دیتا طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں موافق سوال سائل کے زید کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ سوال میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ جس میں اضافت طلاق کی طرف نکاح کے ہو۔ صرف یہ لفظ سوال میں ہیں کہ اگر میں بیگم جان بیوہ کی دختر کو روٹی کپڑا نہ دوں تو اس کو طلاق ہے۔ ان لفظوں سے طلاق واقع نہیں ہوتی کنز الدقائق میں ہے۔ فلو قال لاجنبية ان زرت فانت طالق فنكحها فزارت لم تطلق. الخ واللہ تعالیٰ اعلم

تعلیق طلاق قبل از نکاح وبعد نکاح کی تفصیل

(سوال ۹۲٤) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر سے کر دیا۔ اس شرط پر کہ اگر بکر زید کے مکان پر رہ کر زید کی امداد کاروبار میں نہ کرے تو ہندہ پر طلاق ہے۔ اب اگر بکر عہد شکنی کرے تو یہ عہد شکنی طلاق سمجھی جاوے گی یا نہیں؟

(الجواب) اگر قبل از نکاح زید نے ہندہ سے تحریراً و تقریراً تعلیق مذکور کرائی ہے تو وہ لغو ہے طلاق واقع نہ ہوگی۔ فلغا قوله لا جنبية ان زرت فأنت طالق فنكحها فزارت لم تطلق الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق معلق کا حکم

(سوال ۹۲۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کہا کہ اگر میں جمادی الاولی کے آخر تک تجھ کو نان و نفقہ نہ دوں

تو میری طرف سے طلاق ہو جاوے گی چنانچہ اس نے آخر تک ذیقعدہ میں صرف چار روپے بھیجے تو اس کی زوجہ کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

(الجواب) اس صورت میں پہلی جمادی الآخر کو اس کی زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی عدت کے اندر رجعت بلا نکاح اور بعد عدت کے نکاح صحیح ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق معلق کی ایک صورت کا حکم

(سوال ۹۲۶) ایک شخص نے کہا کہ اگر میرے لڑکا یا لڑکی ہوئی ہو تو میری زوجہ پر طلاق ہے اور ابھی تک اس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی تھی مگر دو حمل ماہ دو ماہ کے ساقط ہو چکے تھے۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ شرط نہیں پائی گئی دو ماہ کا حمل بچہ کے حکم میں نہیں ہے۔ در مختار میں ہے۔ **فان لم یظھر له شیئی فلیس بشئی وفیه ایضا ولا یستبین خلقه الابعد مائة وعشرین یوما.**

طلاق معلق سے بچنے کا ایک حیلہ

(سوال ۹۲۷) زید نے بحالت غصہ اپنے باپ سے جو ضعیف العمر بیمار ہیں۔ یہ کہہ دیا کہ اگر میں تمہاری خدمت اپنے ہاتھ سے کروں۔ تو میری زوجہ پر تین طلاق۔ لیکن زید اپنے اس قول سے نہایت پشیمان ہے۔ اور باپ کی خدمت کرنا چاہتا ہے سوائے زید کے اور کوئی خدمت کرنے والا اس کے باپ کا نہیں ہے۔ مگر خدمت کرنے میں تین طلاق واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر خدمت کرنے سے اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع نہ ہوں تو زید خدمت کرنے کو تیار ہے؟

(الجواب) باپ کی خدمت کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ خدمت کرنے سے اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو جاویں گی۔ پس تدبیر تین طلاق سے بچنے کہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس عورت کو ایک طلاق رجعی دیدی جاوے اور عدۃ یعنی تین حیض پورے ہونے دیں۔ یہاں تک کہ عدۃ ختم ہونے پر وہ عورت شوہر کے نکاح سے خارج و علیحدہ ہو جائے گی۔ اس وقت باپ کی خدمت کرے قسم پوری ہو جاوے گی اور تین طلاق واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ وہ عورت اس وقت محل طلاق نہیں ہے۔ پھر نکاح اس عورت سے دو گواہ کے روبرو تھوڑے سے مہر کے ساتھ مثلاً دس درہم یعنی اڑھائی تین روپیہ سے کرلیوے۔ اس تدبیر سے حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور پھر ہمیشہ باپ کی خدمت کرتا رہے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ تعلیق اور قسم ایک دفعہ ختم ہو جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قسم کھائی کہ فلاں سے جبرا اتنا روپیہ نہ لوں تو میری بیوی پر تین طلاق

سوال ۹۲۸) ایک شخص نے اپنے چچا کو کہا کہ میں پچاس روپیہ جو میرے تم پر ہیں جبرا نہ لوں تو میری زوجہ پہ طلاق حرام ہے۔ اب اگر یہ چچا مرضی سے روپیہ دیدے تو کیا حکم ہے اور اگر مرضی سے نہ دے اور وہ جبرا نہ لے سکے تو کیا حکم ہے ؟

الجواب) اگر چچا رضاء سے روپیہ دیدیوے تو یمین ساقط ہوئی اور وہ شخص حانث نہ ہوگا اور اس کی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی۔ و کذا لو حلف ان یجره الی باب القاضی و یحلفه فاعترف الخصم او ظهر شهود سقط الیمین لتقیده من جهة المعنی بحال الکاره (درمختار) اور اگر وہ رضاء سے نہ دے اور یہ جبرا وصول نہ کر سکے تو چونکہ یمین مطلقہ ہے اس لئے آخر حیات میں حانث ہوگا اور اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی اگر وہ اس وقت تک زندہ رہی۔ کذا فی الدر المختار و الشامی۔ واللہ تعالی اعلم

اگر یہ لکھ دیا کہ ایک ماہ انتظار کریں اس کے بعد طلاق

(سوال ۹۲۹) ایک شخص نے اپنے سالہ کے نام خط لکھا۔ اس میں تحریر تھا کہ ایک ماہ میرا اور انتظار کریں۔ بعد ایک ماہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی۔ تو ان الفاظ کے لکھنے سے طلاق ہوئی یا نہیں۔ اور خط میں شوہر کے دستخط نہیں ہیں ؟

(الجواب) ان الفاظ سے کہ ایک ماہ میرا انتظار کریں الخ وقت تحریر سے ایک ماہ بعد اس لکھنے والے کی زوج پر طلاق واقع ہو گئی۔ جبکہ لکھنے والا اس کا شوہر ہو نام لکھنا یا نہ لکھنا برابر ہے۔

اگر بیوی کو تکلیف دوں تو طلاق

(سوال ۹۳۰) ایک شخص نے نکاح کے بعد یہ اقرار کیا کہ اگر میں اپنی زوجہ کو قصداً تکلیف دوں تو میری زوجہ پر طلاق ہے۔ بعد ازاں زید نے اپنی منکوحہ کو یہ تکلیف پہنچائی کہ زید کی عدم موجودگی میں زید کی ماں نے زید کی منکوحہ سے کھانے کی اشیاء جبرا لے کر صندوق میں بند کر دی مساۃ منکوحہ نے کپڑا بدلنے کیلئے زید سے کپڑا طلب کیا زید نے کپڑا نہیں دیا۔ حالانکہ کپڑے کی سخت ضرورت تھی۔ آیا موافق اقرار نامہ کے طلاق واقع ہوئی یا نہ ؟

(الجواب) زید کی والدہ کا فعل زید کی طرف منسوب نہ ہوگا۔ باقی زید کا کپڑے بدلنے کو نہ دینا اس میں یہ تفصیل ہے۔ درمختار میں ہے۔ وتعرض لها الکسوة فی کل نصف حول مرة لتجدد الحاجة حرا وبردا الخ ثم قال وتزاد فی الشتاء جبة وسروا لا وما یدفع به اذی حرو برد و لحافا وفراشا وحدها الخ ان طلبت اور شامی میں ہے۔ قوله فی کل نصف حول مرة الا اذا تزوج وبنی بها ولم یبعث لها کسوة فتطأ لبه بها قبل نصف الحول والکسوة کالنفقة فی انه لا یشترط مضی المدة بحر عن الخلاصه وحا صله انها تجب لها معجلة لا بعد تمام المدة واعلم انه لا یجدد لها الکسوة ولم یتخرق ما عندها او یبلغ الوقت الذی یکسوها الخ۔ پس جس تفصیل سے کپڑا اپنانا

شوہر کے ذمہ لازم ہے اگر اس میں اس نے کوتاہی کی ہے تو یہ بے شک تکلیف ہے اور طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عدم ادائے نان نفقہ کو طلاق قرار دینے کا حکم

(سوال ۹۳۱) منکوحہ منمقر عرصہ دو سال سے اپنے والدین کے پاس مقیم ہے منمقر نے کسی قسم کی امداد اپنی زوجہ کے نان نفقہ کی نہیں کی۔ اب تاریخ امروزہ سے اقرار نامہ لکھتا ہوں کہ مبلغ پانچ روپیہ ماہوار واسطے نان نفقہ زوجہ کے یکم تاریخ ماہ انگریزی کو زوجہ کے پاس پہنچادیا کرونگا۔ اگر کسی مہینہ کی دس تاریخ تک مبلغ مذکور ادا نہ ہوں تو یہی تحریر بمنزلہ طلاق نامہ کے تصور کی جاوے مجھ مقرر کو کچھ عذر نہ ہوگا تحریر تاریخ ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء۔ چنانچہ محمد علی کاتب اقرار نامہ ہذا نے وقت تحریر سے اب تک نفقہ نہیں دیا۔ اندریں صورت مسماۃ صغری بتعلیق الطلاق مطلقہ ہوئی یا نہیں مطلقہ ہوئی تو عدت گزر گئی یا نہیں اس لئے کہ تین حیض آچکے اب اس کو نکاح کر لینا کسی مرد سے درست ہے یا نہ ؟

(الجواب) اس صورت میں مسماۃ صغری زوجہ محمد علی پر طلاق واقع ہو گئی اور عدۃ بھی گزر گئی۔ اب مسماۃ صغری کو نکاح ثانی کر لینا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چند الفاظ کنایہ کی تعلیق شرط پر

(سوال ۹۳۲) زید نے اپنی بیوی سے قسم کھا کر کہا کہ آج سے اگر ہم تاڑی کا استعمال کریں یا زنا کریں تو تم ہم پر حرام ہو مگر تاڑی کے لئے اگر دواء اطباء نے تجویز کیا تو مجبوری ہو گی مگر بعد اس کے زید نے صرف زنا کیا تو آیا یہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی اور اگر طلاق ہو گئی تو پھر حلال ہونے کی کیا ضرورت ہے ؟ (۲) اور اگر دوبارہ عقد کرنے کی ضرورت ہو تو اس کی کیا صورت ہو گی ؟

(الجواب) حرام کا لفظ صریح طلاق نہیں ہے کنایہ طلاق کا ہے اگر زید نے نیت طلاق کی لفظ سے کی تھی تو بصورت وقوع زنا کے اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو گئی اور نکاح جدید عدت میں اور بعد عدت کے ہر حال درست ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ (۲) دوبارہ نکاح کی یہ صورت ہے کہ جدید مہر مقرر کر کے روبرو دو گواہوں کے ایجاب و قبول کر لیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الطلاق الثلاث واحکامه

(تین طلاق کے احکام)

ملالہ کے بارہ میں زوج ثانی کا قول معتبر ہے

سوال ۹۳۳) زید را دو زوجہ است اولی وثانیہ زن اولی راسہ طلاق داد بعد انقضاے عدتش با بکر نکاح داد بعد پنج شش ساعت باز بکر مذکور آں زن راسہ طلاق داد پستر زید باز زن مطلقہ بخانہ خود بیک طعام ومبدم بہمراہی آں ماند خویش وقربت وے ہر چند اور اممانعت کرد او اعتبار نہ کرد پس خویش وقرابت وے از محلہ یکسو کردبا ایں مہ عدتش منقضی گشت بعد ازاں زید بایک کسے میگوید کہ از بکر پرسیدہ ام بکر خود گفتہ است کہ باآں زن وطی ردہ است قول زید بیک شہادت معتبر است یانہ قبول بکر شرعا معتبر است یانہ۔ بقرائن وے معلوم میشود کہ ذب میگوید و نیز در کابین زوجہ ثانیہ زید شرط است کہ بلا اذنش زن دیگر نکنم اگر کنم یا قربت وارم بر زوجہ جدید سہ طلاق خواہد شد بعد توبہ نصوح بلا اذن زوجہ ثانیہ باز زید زن مطلقہ را بنکاح خود آوردہ شرعا نکاحش جائز است یا ہ۔

الجواب) اگر بکر اقرار وطی کردہ است حلت برائے شوہر اول ثابت است واگر زن تنہا اقرار وطی میکند آں ہم رائے حلت کافی است حاجت شہادت وضرورت عدالت نیست ولو اخبرت مطلقة الثلاث بمضی عدته رعدة الزوج الثانی بعد دخوله والمدة تحتمله جاز له ای للاول ان یصد قها ان غلب علی ظنه در مختار) وفی الشامی قوله فالقول قولها. کذا فی البحر وعبارة البزازیة ادعت ان الثانی جامعها وانکر الجماع حلت للاول و علی القلب لا اه و مثله فی الفتوی الهندیة عن الخلاصة ر یخالف قوله و علی القلب لا ما فی الفتح والبحر ولو قالت دخل بی الثانی والثانی منکر فالمعتبر قولها و کذا فی العکس. ردالمحتار. (شامی صفحه ۵۲ جلد ثانی) آخر عبارت منقولہ از فتح القدیر وبحر الرائق دلیل ظاہر است بر آں کہ ہر کہ از زوجین اقرار وطی کند برائے حلت کافی است واگر ہر دو از زوجین اقرار وطی کنند یا صرف زوجہ اقرار وطی کند کافی است۔ بہر حال در صورت مسؤلہ قول بکر دربارہ وطی کافی ست ورد المحتار ایضا قوله ان غلب علی ظنه صدقها. اشاربه الی ان عدالتها لیست. شرطا الخ. وہر گاہ زوج شرط کردہ است کہ اگر بلا اذن زوجہ ثانیہ نکاحے کنم بر آں منکوحہ سہ طلاق واقع شود پس اگر زید باز زن مطلقہ نکاح کند بر آں سہ طلاق واقع خواہد شد۔ قال فی ردالمحتار و تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت الخ باب التعلیق ص۵۰۲ ج۲. وفیها کلها تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذو جدالشرط مرة الافی کلما فانه ینحل بعد الثلث لاقتضاء ها عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء در مختار باب التعلیق ص ۵۰۰ جلد ۲ وفی الشامی. قوله کاقتضاء کل عموم الاسماء) لان کلما تدخل علی الافعال و کلا تدخل علی الاسماء فیفید کل منها عموم ما دخلت علیه فاذا وجد فعل واحد او اسم واحد فقد وجد المحلوف علیه فان حلت الیمین فی حقه وفی حق غیره من الافعال و الاسماء باقیة علی حالها

فیحنث کلما وجد المحلوف علیه. الخ (رد المحتار) ازیں عبارت واضح است کہ از ہر زنی کہ با اذن زوجہ ثانیہ نکاح خواہد شد بر آں منکوحہ جدیدہ طلاق معلق واقع خواہد شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حلالہ میں زوج ثانی کا وطی کرنا شرط ہے

(سوال ۹۳۴) زید نے اپنی عورت کو طلاق بائنہ دی اور عدت گزرنے کے بعد عورت کا نکاح زید کے بھائی سے کرادیا۔ اور زید کے بھائی کو سمجھادیا کہ نیت طلاق نہ کرنا۔ اور یہ عورت تمہاری زوجہ ہو چکی۔ دو چار روز کے بعد اس نے طلاق دے دی توبعد عدت شوہر اول سے نکاح کی تجویز ہوئی تو کیا حلالہ میں وطی محلل کی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر وطی نہ ہوئی ہو تو حلالہ صحیح ہے یا نہ؟

(الجواب) شوہر ثانی کا وطی کرنا حلالہ میں ضروری ہے۔ بدون وطی وجماع شوہر ثانی کے مطلقہ ثلثہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اور قول دربارہ وطی عورت کا معتبر ہے۔ قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا اولم ادخل بھا و کذبته فالقول لھا (رد المحتار) و کذا فی البحر وعبارة البزازیة ادعت ان الثانی جامعھا وانکر الجماع حلت للاول وعلی القلب لا شامی جلد ۲. واللہ تعالیٰ اعلم

ارتداد سے تحلیل کا حکم ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۹۳۵) ایک شخص سنی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی بعد اس کے ایسی صورت کا متلاشی ہوا کہ اپنے نکاح میں وہ بلا حلالہ آسکے مفتیوں نے اس کو انکاری جواب دیا۔ شیعوں نے اس کو بہکایا کہ ہمارے مذہب میں بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے شیعہ ہو جاؤ۔ چنانچہ دونوں شیعہ ہو گئے۔ اور اس عورت مطلقہ کو اپنے نکاح میں لے آیا۔ اس شخص کی والدہ نے اس سے گفتگو اور ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اب وہ شخص اس امر کا خواستگار ہے کہ میں سنی ہو جاؤں گا بشرطیکہ یہ عورت نکاح میں باقی رہے۔ اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ جبکہ علماء کے نزدیک شیعہ کافر ہیں۔ تو اب سنی ہو جانے کی صورت میں وہ عورت بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے؟ اور اسلام یھدم ما کان قبله کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الشامی ای لو طلقھا ثلثین وھی امته ملکھا او ثلاثا وھی حرة فارتدت ولحقت بدار الحرب سبیت و ملکھا لا یحل له وطئھا بملک الیمین حتی یزوجھا فیدخل بھا الزوج ثم یطلقھا الخ. پس اگر تسلیم کر لیا جاوے کہ رافضی ہونا ارتداد ہے تب بھی بعد سنی ہونے کے حلالہ کی ضرورت ہے۔ بدون حلالہ کے مطلقہ ثلثہ اپنے شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خلوت صحیحہ کے اختلاف میں عورت کا قول معتبر ہے

(سوال ۹۳۶) زید نے اپنی عورت مدخولہ ہندہ کو طلاق دی بعد عدت کے ہندہ مطلقہ سے عمر نے نکاح کیا اور ایک رات خلوت ہوئی پھر عمر نے ہندہ کو طلاق دی۔ ہندہ کہتی ہے کہ عمر نے میرے ساتھ وطی کی ہے۔ عمر

وطی سے انکار کرتا ہے اس صورت میں ہندہ زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے یا نہ اور زوجین میں سے کس کا قول معتبر ہوگا؟

(الجواب) طلاق زوج ثانی کی واقع ہو گی۔ اور عورت کا قول معتبر ہوگا۔ عورت کو جائز ہے کہ بعد گزرنے عدت کے شوہر اول سے نکاح کر لے۔ كما في الشامي نقلا عن البزازيه ان ادعت ان الثاني جامعها وانكر الجماع حلت للاول۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی مطلقہ عورت سے نکاح کا حکم

(سوال ۹۳۸) اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو چند بار طلاق دے یعنی تین دفعہ سے زیادہ یہ کہدے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی تو اب پھر اس عورت سے بغیر حلالہ کے وہ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور اب اس کی مطلقہ سے اس کو تعلق زوجیت کا باقی رہا یا نہیں۔ اور حلالہ کی شکل کیا ہے۔ آیا جس سے اس کا نکاح کرایا جاوے پہلے اس سے شرط کر لی جاوے کہ نکاح کے بعد تو طلاق دیدینا اور صحبت نہ کرنا یا نابالغ سے اس کا نکاح کر دیا جاوے۔ اور وہ نابالغ طلاق دیدے تب اس سے پھر نکاح کیا جاوے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) بدون حلالہ کے اس عورت مطلقہ ثلثہ سے شوہر اول کا نکاح درست نہیں ہے اور حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا شرط ہے نابالغ غیر قادر علی الجماع سے حلالہ نہیں ہو سکتا اور پھر نابالغ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ مراہق یعنی قریب البلوغ اگر نکاح کر کے وطی کرے اور بعد بلوغ کے طلاق دے تو صحیح ہے اور شرط طلاق کی شوہر ثانی سے نہ کرنی چاہئے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ بعد نکاح وہ خود طلاق دیدیوے اس وقت بعد گزرنے عدت کے شوہر اول نکاح کر سکتا ہے۔ در مختار میں ہے۔ وكره التزوج تحريما لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل الخ كتزوجتك على ان احلك وان حلت للاول لصحة النكاح وبطلان الشرط فلا يجبر على الطلاق الخ اما اذا اضمرا ذلك لا يكره وكان الرجل ما جورا لقصدا لا صلاح در مختار قوله بشرط التحليل تاويل للحديث بحمل اللعن على ذلك الخ شامي. واللہ تعالیٰ اعلم

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست نہیں

(سوال ۹۳۹) ایک شخص نے جس کی عمر اٹھاسی برس کی ہے اپنی منکوحہ کو جو اس وقت ہر صورت میں اس کی ناصرہ اور خادمہ ہے تین طلاق مغلظہ دیں جس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں کہ عورت مطلقہ سے کوئی قصور اس کی خدمت گزاری میں ہوا چنانچہ مشہور ہے کہ کمزور کو غصہ زیادہ آتا ہے۔ بوڑھا سخت کم طاقت ہو جانے سے چنانچہ اس عمر والوں کو ہو جاتا ہے۔ سخت تکلیف اٹھاتا ہے حتی کہ پاخانہ پیشاب وغیرہ میں زیادہ بے پردگی ہوتی ہے جسے بہو و بیٹی وغیرہا اس کی خدمت سے معذورات سمجھی جاتی ہیں اور عورت مغلظہ اس قابل ہے کہ اس کی خدمت اچھی طرح کر سکے۔ غالباً پچاس برس کی عمر ہے اور دونوں لوازم ازواج سے بالکل معذور ہیں اب دونوں سخت بے دم ہیں دن گزارتے ہیں کہ رجعت کریں تو کیسے کریں کہ حلالہ کرنا بھی ایک شرم کی

بات ہے اور نہ کرے تو کیا کرے بڈے کو خدمت کی ضرورت ہے۔ علاوہ بریں میراث کا جھگڑا ہے کیونکہ اولاد بہت موجود ہے دونوں بوڑھے بڑھیا کے تفرقہ سے ہزاروں کاروبار میں ہل چل پڑتا ہے۔ اب عرض ہے کہ عمداً علی قول الشافعیؒ بلا حلالہ رجعۃ کرانا شرعاً اس حالت معروضہ میں جائز ہے یا نہیں۔

(الجواب) مطلقہ ثلاثہ سے بدوں حلالہ کے نکاح کسی طرح جائز نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی ایسی صورت میں بدوں حلالہ کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ شامی نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے۔ کہ جمہور ائمہ و صحابہ کا یہی مذہب ہے کہ بدوں حلالہ کے وہ عورت شوہر پر حلال نہیں ہوتی۔ اس میں اگر کوئی خلاف کرے تو خلاف اس کا معتبر نہیں ہے اور قاضی اگر بلا حلالہ کے جواز نکاح کا حکم کرے تو حکم اس کا نافذ صحیح نہ ہوگا پس جب کہ حکم شریعت حلالہ کا ہے تو اس میں شرم نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تین طلاق لکھنے سے بھی واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۹۴۰) ایک شخص نے اپنی زوجہ منکوحہ کو طلاق نامہ تحریری اس مضمون کا لکھا کہ مسمی فلاں عرف فلاں عرض کرتا ہوں کہ مسماۃ فلاں بنت فلاں زوجہ فلاں جو کہ عرصہ پانچ چھ سال سے میری زوجیت میں مقید و گرفتار رنج و محن ہے، میری منکوحہ ہے۔ آج بتاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں کو قید زوجیت اور نکاح سے خارج اور آزاد کرتا ہوں۔ اور طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔ اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوئی رجعت درست ہے یا حلالہ کی ضرورت ہے؟

(الجواب) سوال مندرجہ بالا کا جواب بعض غیر مقلد وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ صورت مسئلہ میں رجعت عدۃ میں درست ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ طلاق ہی واقع نہیں ہوئی۔ بعد ازاں مفتی صاحب نے جواب مندرجہ ذیل تحریر فرمایا ہے۔ **اقول و به نستعین** زید کی منکوحہ پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ **لقوله علیه الصلوٰة والسلام ثلث جدهن جد وهز لهن جد وعد منهن الطلاق** اور بعد تین طلاق کے حرام مغلظہ ہونا مطلقہ کا اور نہ حلال ہونا شوہر اول کے لئے نص قطعی میں منصوص ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیره**۔ آیت اور احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زید کی منکوحہ ثلاثہ بدون حلالہ کے زید کے لئے حلال نہیں ہے جن لوگوں نے حکم رجعت کا عدۃ میں کیا یا وہ عدم وقوع طلاق کے قائل ہوئے۔ وہ مخالف ہیں حکم خداتعالیٰ و رسول ﷺ کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مجلس واحد کی تین طلاقیں بالاجماع واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۹۴۱) ایک شخص نے غصہ کی حالت میں ایک وقت اور ایک ہی مجلس میں دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ کہہ دیا کہ تجھ کو طلاق دیا۔ اس صورت میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہی مذہب ہے کہ تین طلاق واقع ہوگئی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ مجلس واحد ہے تو ایک طلاق ہوئی اور رجعت کر سکتا ہے مولانا عبدالحیؒ صاحبؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فتاوی رشیدیہ میں صاف

تحریر فرمادیا ہے کہ تین ہی طلاق ہوں گی اور ضرورت کچھ ملحوظ نہ ہوگی۔ اس صورت میں رجعت یا نکاح جدید ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر دو مرتبہ لفظ طلاق کا کہا تو حکم ظاہر ہے کہ عدت میں رجعت درست ہے اور اگر تین مرتبہ کہا تو عورت مغلظہ بائنہ ہو گئی۔ بدوں حلالہ کے کوئی صورت دوبارہ نکاح کرنے کی بھی نہیں ہے اور فتاویٰ حضرت اقدس مولانا گنگوہی کا عین حق وصواب بلاریب وارتیاب ہے۔ شامی میں محقق صاحب فتح القدیر سے نقل فرمایا ہے کہ اس صورت میں اجماع صحابہ وقوع سہ طلاق میں ہے اور شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ بعض حنابلہ نے خلاف کیا ہے جو معتبر نہیں ہے یا روافض کا خلاف ہے جو مردود ہے بہر حال اس میں کچھ گنجائش نہیں ہے۔ محقق موصوف نے نہایت مدلل اس کو بیان فرمایا ہے۔ اور آخر میں فرمایا ہے۔ وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلث ولم يظهر لهم مخالف فما ذابعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لوحكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف الخ شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مجلس واحد کی تین طلاقیں بالاجماع واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۹۴۲) زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو ایک ہی جلسہ میں متواتر تین طلاقیں دیں اور اب وہ رجوع کرنا چاہتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ وغیرہ کے فتووں کو استدلال میں پیش کرتا ہے ایسی صورت میں رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) تین طلاق کے بعد عورت مغلظہ بائنہ ہو جاتی ہے اور بلا حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے کہ نص قطعی سے یہ ثابت ہے اور اجماع امت اس پر ہے کسی کا خلاف اسمیں معتبر نہیں ہے اور اس کے خلاف فتویٰ دے وہ صحیح نہیں ہے زید کو رجوع کرنا اپنی زوجہ کو بلا حلالہ کے درست نہیں ہے۔ كما قال الله تعالى. فان طلقها فلا تحل له من بعدحتى تنكح زوجا غيره. قال في الشامي. وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلث قال في الفتح بعد سوق الاحاديث الدالة عليه وهذا العارض ما تقدم واما امضاء عمر الثلث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلا يمكن الاوقد اطلعوا فى الزمان المختار على وجود ناسخ اولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك الى ان قال وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلث ولم يظهر لهم مخالف فما ذا بعد الحق الا الضلال ومن هذا قلنا لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه الخ شامی ص ۶۱۹ ج ۲۔

مجلس واحد کی تین طلاقیں بالاجماع واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۹۴۳) زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو امور خانگی کے جھگڑے میں بحالت غصہ ناراض ہو کر تین

مرتبہ بایں الفاظ طلاق ایک وقت اور ایک مجلس میں دی ہے۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ اس صورت میں ایک طلاق یا تین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ طلاق بدعی ہے۔ رجعت درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں ہندہ زوجہ زید پر تین طلاق واقع ہوگئی اور وہ مغلظہ ہوگئی بدون حلالہ کے شوہر اول سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ کما قال الله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره وفي الدرالمختار والبدعي ثلث متفرقة الخ قوله ثلث متفرقة وكذا بكلمة واحدة بالاولى وعن الامامية لا يقع بلفظ الثلث الخ وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلث الخ شامی اس کے بعد شامی نے فتح القدیر سے یہ بھی نقل فرمایا ہے۔ وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلث ولم يظهر لهم مخالف فما ذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

عورت تین طلاق کا لفظ سنے تو تین ہی سمجھے

(سوال ۹۴۴) زید نے اپنی زوجہ کو کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق کیا۔ میں نے تجھ کو طلاق کیا۔ میں نے تجھ کو اپنے اوپر حرام کیا۔ اور زید کا یہ بیان ہے کہ لفظین اخیرین سے مقصود اسماع لفظ طلاق تھا زوجہ و غیر اہل مجلس کو اور طلاق جدید کی غرض ہرگز نہ تھی۔ اس صورت میں زوجہ زید مطلقہ ثلثہ ہوگئی یا واحدہ رجعیہ

(الجواب) چونکہ قاعدہ مسلمہ ہے المرأة کالقاضی۔ لہذا جب کہ عورت نے شوہر سے الفاظ مذکورہ سنے تو وہ ان الفاظ سے تین طلاق ہی سمجھے گی۔ جیسا کہ قاضی بھی ان الفاظ پر تین طلاق کا حکم کرے گا پس عورت مذکورہ اپنے کو مطلقہ ثلثہ سمجھے گی۔ اور بلا حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔

نکاح ثانی پر طلاق مغلظہ کی تعلیق

(سوال ۹۴۵) زید نے لکھا کہ تاحیات ہندہ زوجہ خود اگر نکاح کروں تو عورت جدید ثانیہ کو میری طرف سے طلاق مغلظہ ہے۔ وقت تحریر شرط ہذا زید کو یہ علم نہ تھا کہ وہ کون ہوگی بحیات زوجہ خود عقد ثانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) دوم بصورت بالا اگر زید نے نکاح ثانی کیا اور اس کو طلاق مغلظہ ہوگئی تو پھر زید عورت ثالثہ کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے زید نے یہ شرط کی تھی کہ تاحیات ہندہ خود عقد ثانی نہ کروں گا۔ نہ یہ کہ عقد ثالث و رابع بھی نہ کروں گا؟ (۳) اگر زید یہ لکھدے یا کہہ دے کہ اگر بدوں اجازت بکر زبیدہ سے نکاح کروں تو زبیدہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو جاوے۔ زید کی تحریر کے وقت زبیدہ بہ نکاح دیگر تھی۔ بعد علیحدگی از شخص دیگر زبیدہ سے عقد کر سکتا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ زید نے یہ لفظ لکھے ہیں کہ زبیدہ پر تین طلاق مغلظہ ہیں زید کے طلاق ڈالنے سے شخص دیگر پر یعنی زبیدہ پر طلاق نہیں پڑ سکتی تو پھر زید زبیدہ سے کیوں نہیں

نکاح کر سکتا؟ (۴) زید نے کہا اور لکھا کہ بدوں اجازت عمرو اگر زبیدہ سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق ہے یا محض یہ لفظ بدون اجازت عمرو اگر زبیدہ سے نکاح کروں تو طلاق ہے شکل اول میں زید نے خود پر طلاق ڈالی۔ اور شکل ثانی میں محض لفظ طلاق کا استعمال کیا۔ اب زبیدہ سے نکاح کر سکتا ہے کہ نہیں؟ (۵) زید نے الفاظ سوال سوئم اور چہارم کی ہمراہ لفظ انشاء اللہ تعالیٰ بھی کہا۔ اس صورت میں زبیدہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہ؟

الجواب (۱۔۲) در مختار میں ہے۔ وفیها كلها تنحل اى تبطل اليمين ببطلان التعليق اذا وجد الشرط مرة الا فى كلما فانه ينحل بعد الثلث. وفى الشامى. كذلك حتى لو قال اى امرأة اتزوجها فهى طالق لا يقع الا على امرأة واحدة كما فى المحيط وغيره۔ اس عبارت سے واضح ہوا کہ اگر زید نے بحیات ہندہ دوسرا نکاح کیا تو اس دوسری عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہو گی۔ اس کے بعد اگر اور کسی عورت سے نکاح کرے گا تو اس پر طلاق واقع نہ ہو گی۔ (۳) اس صورت میں چونکہ اضافت الی النکاح موجود ہے اس لئے اگر بلا اجازت عمرو زبیدہ سے بعد علیحدگی از شوہر اول نکاح کرے گا تو زبیدہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو جاوے گی۔ کما فى الدر المختار شرط الملك الخ او الاضافة اليه الخ كان نكحت امرأة الخ۔ (۴) اس لفظ سے کہ مجھ پر طلاق ہے طلاق واقع نہ ہو گی۔ اور دوسرے لفظ سے کہ اگر زبیدہ سے نکاح کروں تو طلاق ہے۔ زبیدہ بعد نکاح کے مطلقہ ہو جاوے گی۔ كما فى الشامى انه لايلزم الاضافة صريحة بل تكفى القرينة والعادة وعبارته وهكذا و يؤيده. ما فى البحر لو قال امرأة طالق او قال طلقت المرأة ثلاثا وقال لم اعن امرأتى يصدق اه و يفهم منه انه لو لم يقل ذلك تطلق امرأته لان العادة ان له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها الخ۔ (۵) انشاء اللہ تعالیٰ متصلاً کہہ دینے سے حکم طلاق ساقط ہو جاتا ہے۔ قال انت طالق انشاء الله تعالى متصلا الخ لا يقع. واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغہ کو تین طلاقیں دیدیں تو دوبارہ نکاح کی کیا صورت ہو گی؟

(سوال ۹٤٦) ایک شخص نے اپنی زوجہ نابالغہ کو تین طلاق بائن دی اب وہ شخص اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مطلقہ کی عمر تقریباً دس سال کی ہے جماع کرنے کے قابل نہیں۔ ایسی مطلقہ کے لئے عدۃ میں بیٹھنا واجب ہے یا نہیں۔ بر تقدیر وجوب عدۃ باوجود کہ وہ قابل جماع کرنے کے نہیں ہے پر تحلیل بھی اس کی بغیر جماع کے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) زوجہ غیر مدخولہ کو اگر تین طلاق **متفرق دیوے** تو اس پر ایک طلاق واقع ہو گی اور بائنہ ہو جاتی ہے اور باقی دو طلاق نہیں پڑتی۔ اس صورت میں رجوع الی الزوج الاول کے لئے تحلیل کی ضرورت نہیں۔ اور اگر تین طلاق دفعۃً واحدۃً بکلمۃ واحدۃ دیوے۔ مثلاً یہ کہے کہ تجھ پر تین طلاق ہیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں رجوع الی الاول کو حلالہ کی ضرورت ہے اور حلالہ میں شوہر ثانی کی جماع کی شرط ہے بدوں جماع شوہر ثانی وہ عورت شوہر اول کے لئے حلال نہ ہو گی۔ اگر عورت صغیرہ ہے کہ قابل جماع نہیں ہے تو انتظار کیا جاوے گا کہ وہ قابل جماع ہو جاوے۔ جب قابل جماع ہو جاوے اس وقت شوہر ثانی کا جماع معتبر

ہے۔ در مختار میں ہے۔ وان فرق الخ بانت بالاولی لا الی عدة الخ وفیه فی بیان التحلیل والشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن به فلو کانت صغیرة لا توطأ مثلها لم تحل للاول والاحلت. ای بان کانت صغیرة توطاء مثلها حلت للاول لوجود الشرط وهوالوطی فی المحل المتیقن الموجب للغسل کما یاتی وان افضاها بهذا الوطیٰ لان الافضاء حصل بعد الوطأالمعتبر شرعا الی اخره (شامی) اور مطلقہ غیر مدخولہ اور صغیرہ غیر قابل جماع پر عدة نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورت نے تیسری طلاق طلب کی مرد نے بلانیتِ طلاق کہا جاوہ بھی دیدی

(سوال ۹٤۷) زید نے زینب کو پاک طینت سمجھ کر اس سے نکاح کر لیا بعد مضی برہۃ من الزمان زید نے زینب کو کسی ناپسند حرکت پر اصلاح طبیعت کے خیال سے ایک طلاق دیدی۔ بعدہ زینب دوسری طلاق کی طالب ہوئی۔ اور بہت اصرار کیا۔ زید نے مجبور ہو کر دوسری طلاق بھی دیدی زینب مصر ہوئی کہ تیسری بھی دیدو۔ زید نے اپنے چند احباب سے مشورہ کر کے زینب سے رجعت کر لی اور تعلیم شریعت کے موافق کوشاں رہا کہ کسی طرح طبیعت درست ہو جائے۔ مگر ناکامی رہی اور زینب ہمیشہ طالب طلاق رہی زید نے خیال کیا کہ اب کے تیسری باری ہے زینب ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے گی۔ لھذا بغیر قصد طلاق کے کوئی لفظ ایسا کہنا چاہئیے کہ جس سے قطع تعلق نہ ہو اور طلاق نہ ہو اور زینب سمجھے کہ قطع تعلق ہو گیا۔ اسی نیت کو لے کر زینب کے بڑے لڑکے سے کہا کہ تم اپنی ماں کو دوسرے گھر میں لے جاؤ۔ ورنہ میں تم کو پولیس کے حوالہ کر دونگا۔ زینب نے کہا کہ تم نے لڑکے سے کہا ہے جب تک تم مجھ کو طلاق نہ دوگے میں نہ جاؤں گی۔ زید نے کہا جاوہ بھی دیدیا۔ نہ زینب کا نام لیا اور نہ لفظ طلاق۔ مگر نیت طلاق کی نہیں؟

(الجواب) صریح لفظ کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ زینب تیسری طلاق بھی طلب کرتی ہے اس کے جواب میں زید کا یہ کہنا کہ جاوہ بھی دیدیا موجب طلاق ثالث ہے زینب پر اور ایسے موقع پر قرینہ شاہد ہے کہ مراد زینب ہی کو طلاق دینا ہے۔ وفی الشامی ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه البتہ اگر زید یہ کہے کہ لفظ وہ بھی دیدیا سے میں نے اشارہ طلاق کا نہ کیا تھا اور مشار الیہ کہے کہ میرے ذہن میں کچھ اور نہ تھا سوائے طلاق کے تو یہ کہنا اس کا دیانۃ ہو سکتا ہے۔ قضاء تسلیم نہ ہو گا اور چونکہ عورت بھی مثل قاضی کے ہے۔ کما صرح فی رد المحتار ان المرأة کا لقاضی تو عورت بھی اس کو تسلیم نہ کرے گی اور اپنے کو مطلقہ ثلثہ سمجھے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زید نے بنیت تین طلاق زمین پر تین لکیریں کھینچیں

(سوال ۹٤۸) زید نے اپنی زوجہ کو ایک مرتبہ کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی یہ کہہ کر تین لکیریں اپنی انگشت سے زمین پر نکالیں اور زید کا بیان ہے کہ میں نے تینوں لکیروں سے تین طلاق کا ارادہ کیا ہے اس

صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا بائن ؟
(الجواب) تین طلاق مغلظہ زید کی زوجہ پر واقع ہوئی بدون حلالہ کے اس سے نکاح زید کا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الخلع واحکامه والطلاق علی مال

(طلاق بالمال اور خلع کے احکام)

خلع میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے

(سوال ۹۴۹) خلع میں کیسی طلاق ہوتی ہے اور شوہر اول سے نکاح دوبارہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔
(الجواب) خلع میں طلاق بائنہ ہوتی ہے بعد عدت کے دوسرے مرد سے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے اور شوہر اول سے بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ الخ۔

خلع کے چند مسائل

(سوال ۹۵۰) زینب نے اپنے خاوند سے اس طرح خلع کیا زینب نے کہا کہ میں اپنا مہر معاف کرتی ہوں تو مجھ کو طلاق دیدے۔ شوہر نے تین طلاق دیدی اب دونوں رضامند ہیں۔ زینب بکر کیلئے حلال ہے یا نہیں ؟(۲) خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے یا تین طلاق۔ (۳) مرد عورت سے مقدار مہر کی لے سکتا ہے اگر پیشتر مہر ادا ہو چکا ہو زیادہ لینا مکروہ ہے یا جائز ہے۔
(الجواب) خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے مگر اس صورت میں چونکہ زوج نے تین طلاق دیدی لہذا اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ اب بدون حلالہ کے شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ (۲) خلع میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے خلع کے بعد طلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) مہر سے زیادہ لینا مرد کو عورت سے مکروہ ہے۔ اگر مرد کے قصور کی وجہ سے خلع کی نوبت آئی ہے تو مہر کی مقدار بھی لینا مکروہ ہے۔ اگر عورت کے قصور سے خلع کی نوبت آئی ہے تو مہر کی قدر عورت سے لینا جائز ہے زیادہ لینا مکروہ ہے۔

خلع اور مطالبہ مہر کے بارہ میں

(سوال ۹۵۱) عورت مہر مؤجل کا دعویٰ کس وقت کر سکتی ہے خلع میں مہر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں ؟
(الجواب) مہر مؤجل کا دعویٰ و مطالبہ بعد طلاق یا موت شوہر کر سکتی ہے۔ کیونکہ عرفاً مہر مؤجل کی یہی مدت ہے۔ کذا فی العالمگیریہ۔ خلع و مبارأۃ میں مہر ساقط ہو جاتا ہے۔ عورت مطالبہ مہر کا نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق بالمال کی ایک صورت

(سوال ۹۵۲) اگر اب الزوجہ داماد خود را بگوید کہ من ترا زیور اینکہ تو دادہ بودی بتو واپس دہم بلکہ صدو پنجاہ

روپیہ دیگر بتوبدہم تو دختر مرا طلاق دہ داماد وعدہ طلاق کرد۔ پس اب الزوجہ زیورات مذکورہ وصدو پنجاہ روپیہ آوردہ حوالۂ داماد کرد۔ او یعنی داماد گفت کہ من فلانہ بنت فلاں را سہ طلاق دادم۔ دریں صورت طلاق بلا قبول زن۔ واقع خواہد شد یانہ۔ اگر طلاق واقع شود ایں طلاق بالمال ست یا طلاق صریح۔ یا خلع ہر آنچہ گفتہ شود طلاق بالقول زن شود یانہ۔ بادلیل جوابش نویسند ؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دریں صورت طلاق واقع شود وایں طلاق بالمال است وبائنہ ہست وقبول زن شرط وقوع نیست كما مرفى المسألة الاولى فان خالعها الاب على مال له اى ملتزما لا كفيلا لعدم وجوب المال عليها صح والمال عليه كالخلع من الاجنبى فالاب اولى الخ قوله كالخلع من الاجنبى الفضولى وحاصل الامرفيه انه اذا خاطب الزوج فان اضاف البدل الى نفسه على وجه يفيد ضمانه له اوملكه اياه كاخلعها بالف علىّ اوعلى انى ضامن او على الفى هذه او عبدى هذا ففعل صح والبدل عليه الخ. شامى، واللہ تعالیٰ اعلم

خلع کرنے سے گزشتہ زمانہ کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے

(سوال ۹۵۳) ایک عورت منکوحہ نے اپنے شوہر سے بالعوض مہر شرعی کے بالمقطع ایک راس بھینس کم مالیت کی لے کراپنی رضامندی سے خلع کرلیا اور بھینس لیکر اپنے بہنوئی کے ہمراہ چلی گئی۔ اب عورت مذکورہ باغواء مخالفین شوہر پر عدالت میں نان نفقہ کی دعویدار ہے اور شوہر کو بوجہ خلع ہو جانے کے نان و نفقہ دینے سے قطعی انکار ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے ؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ ويسقط الخلع الخ والمباراة كل حق ثابت وقتهما لكل منهما على الأخر مما يتعلق بذلك النكاح الخ الانفقة العدة وسكنها فلا يسقطان الا اذا نص عليها الخ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ عورت کا دعویٰ گزشتہ زمانہ کا صحیح نہیں ہے کیونکہ خلع سے گزشتہ نفقہ سب ساقط ہو جاتا ہے اور صورت مسؤلہ میں خلع صحیح ہے لہذا نفقہ بھی ساقط ہے البتہ عدۃ کا نفقہ بدون تصریح کرنے کے ساقط نہیں ہوتا پس صورت مسؤلہ میں عورت عدۃ کے نفقہ کا دعویٰ کر سکتی ہے اور گزشتہ زمانہ حالت نکاح کے نفقہ کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قول زوج طلقت على الف درہم بدون قبول زوجہ طلاق واقع نہیں ہوتی

(سوال ۹۵٤) شخصے درغیبت زوجہ خود گفت کہ نفس مسماۃ فلانہ کہ زوجہ من است دربدل مہر کہ بذمہ من واجب بیک طلاق بائن حرام کردم و مطلقہ گردانیدم زوجہ مذکور شنید وگفت کہ ہرگز شوہر خود را از مہر خود بری الذمہ نمی کنم دریں صورت طلاق واقع شود یانہ ؟

(الجواب) كمالو قال طلقتك على الف درهم لا يقع مالم تقبل. شامی پس معلوم شد کہ دریں صورت طلاق واقع نہ شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض مہر دے کر خلع کرنے کا حکم

(سوال ۹۵۵) اگر زوجہ قبول خلع دربدل مہر کند دراں بقیہ مہر شود یانہ و شوہر مالیکہ پیش از خلع بہ زوجہ در بعض مہر دادہ باشد رجوع خواہد کرد یانہ از عبارت ذیل چہ مراد است۔ قال الشامی ناقلا عن البحر . قال وقد ظهر لی ان محل البرأة ماذا خالعها بعد دفع المعجل فانها برأ عن المعجل و يبرأ هو عن الموجل ولذا قال فی المحيط الصحيح انه يسقط المهر وما قبضت المرأة فهو لها ما بقی فی ذمته يسقط الخ قال فی الفتاوی الخيريه لا يرجع به ای بالمقبوض علی الصحيح۔ (۲) اگر شوہر مادہ گاؤ در بعض مہر زوجہ وصول دادہ باشد و زوجہ بیک سال پرورش مادہ گاؤ نذر کردہ باشد بعد آں شوہر ش بدل مہر بایں طور کہ بدل بذمہ دارد نفس زوجہ بیک طلاق بائن حرام کردم زوجہ قبول کند بعد ازاں مادر شوہر براں مادہ گاؤ دعوی ملکیت کند ؟

(الجواب) آنچہ شامی از بحر نقل کردہ ہمیں صحیح است کہ آنچہ از مہر قبل خلع بزوجہ دادہ شود اگر بعض مہر است رواں نہ کرد شود و آنچہ بذمہ شوہر باقی ماندہ است ساقط شود۔ پس معلوم شد کہ بعد از خلع چیزے بذمہ شوہر باقی نہ ماندہ است اگر خواہد داد ہبہ شمردہ شود۔ اگر مواقع از رجوع یافتہ نہ شود رجوع می تواں کرد۔ (۲) حسب قاعدہ مذکورہ مادہ گاؤ کہ شوہر قبل از خلع بزوجہ دادہ است رجوع نمی تواں کرد اگر مادر شوہر آں را بگیر دواپس کردن آں یابدل آں بذمہ مادر شوہر است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی فسخ النكاح عند كون الزوج مفقودا اوعنينا او متعنتا فی النفقة او مجنونا او كونها خنثى

زوج کے مفقود، متعنت اور عنین وغیرہ ہونے پر فسخ نکاح کی مختلف صورتیں۔

زوج کے مفقود، متعنت زوجہ کو خاوند کے مجنون ہو جانے سے اختیار فسخ نہیں

(سوال ۹۵٦) ایک عورت اٹھارہ سالہ کا نکاح ایک اٹھارہ سالہ مرد سے ہوا۔ ایک مہینہ کے بعد مرد پاگل ہو گیا۔ چھ سال ہو گئے کہ اس کو مطلق ہوش نہیں۔ بالکل دیوانہ ہے۔ مرد عورت دونوں کے کوئی جائداد نہیں، ان کا کوئی ولی نہیں۔ عورت اپنے نان نفقہ کے لئے سخت مضطر ہے۔ اس حالت میں عورت کیا کرے۔ اگر کوئی شرعی مخلص اس کے لئے ہو تو بحوالہ کتاب بیان فرما کر اجر جزیل حاصل کریں ؟

(الجواب) قال فی الدر المختار ولا يتخير احدالزوجين لعيب فی الاخر ولو فاحشا كمجنون وجذام و برص ورتق وقرن وخالف الائمة الثلاثة فی الخمسة لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح وفی الشامی فی العبارة خلل الخ والظاهر ان اصلها وخالف الائمة الثلاثة فی الخمسة مطلقا ومحمد فی الثلاثة الاول لوبالزوج كما يفهم من البحر وغيره وفيه ايضا قوله ولو قضی بالردصح ای لو قضی به حاكم يراه فافادانه مما يسوغ فيه الاجتهاد الخ وفيه ايضا قبيله وقد

تکفل فی الفتح برد ما استدل به الائمة الثلاثة ومحمد بما لا مزید علیه الخ (شامی ص ۵۹۷ ج ۲) ان عبارات سے واضح ہوا کہ حنفی کو صورت واقعہ میں تفریق کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اور یہ کہ راجح مذہب شیخین کا ہے۔ البتہ اگر قاضی شافعی المذہب وغیرہ تفریق کا حکم کردے تو علیحدگی ہو جاویگی۔

جو شخص زوجہ کو نان نفقہ نہ دے اس کا حکم

(سوال ۹۵۷) ایک مسلمان جاہل نے اپنی بیوی کو چھوڑ رکھا ہے نہ بلاتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے۔ بہت سمجھایا گیا لیکن نہیں مانتا۔ نہ طلاق دیتا ہے نہ گھر میں آتا ہے غرض بڑا ظلم اس مظلومہ پر ہو رہا ہے۔ پس اس حالت میں وہ بی بی ازروئے شریعت نکاح فسخ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

(الجواب) شوہر کو حکم شریعت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو اچھی طرح رکھے اور حسن معاشرت کرے اور خبر گیری کرے۔ اور حقوق ادا کرے ورنہ چھوڑ دے اور طلاق دیدے۔ قال الله تعالی فامساك بمعروف او تسریح باحسان. پس صورت مسؤلہ میں شوہر تارک فرض ہو کر سخت عاصی ہے اور اس ظلم سے عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ لیکن چونکہ اختیار طلاق کا شوہر کو ہے۔ کما ورد فی الحدیث الطلاق لمن اخذ الساق عورت کے اختیار میں طلاق نہیں رکھی گئی۔ اس لئے ایسی حالت میں جس طرح ہو شوہر کو مجبور کیا جاوے کہ یا وہ خبر گیری کرے اور نان نفقہ زوجہ کا ادا کرے ورنہ طلاق دے۔ ویسے اگر وہ نہ مانے تو بذریعہ حکام اس کو مجبور کیا جائے۔ کہ احدالامرین مذکورین میں سے ایک کام کو اختیار کرے۔ عورت خود اپنے نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی یہ وبال اس مظلومہ کا بذمہ شوہر رہے گا کہ اس نے اس کو معلق چھوڑا نہ خبر لیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ شوہروں کو یہ حکم ہے کہ اپنی ازواج کو معلقہ نہ چھوڑو۔ اور اگر وہ ایسے کریں گے تو تارک فرض اور مرتکب امر محرم کے ہو کر عاصی و فاسق و ماخوذ ہوں گے۔ قال فی الدر المختار ولا یفرق بینهما بعجزه عنها بانواعها الثلاثة ولا بعدم ایفائه حقها الخ وجوزه الشافعی باعسار الزوج ویتضررها بغیبة ولو قضی به حنفی لم ینفذ نعم لوامر شافعیا فقضی به نفذ اذا لم یرتش الامرو المامور. (بحر) ف: اصل مذہب اس مسئلہ میں یہی ہے۔ لیکن متاخرین نے امام شافعی و مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل اور شرائط عمل رسالہ حیلہ ناجزہ میں مفصل مرقوم ہیں۔ اس کو دیکھ لیا جاوے۔ محمد شفیع عفاعنہ۔

منکوحہ عورت زنا کی وجہ سے نکاح سے خارج نہیں ہوتی

(سوال ۹۵۸) زید و عمر دونوں ہم زلف ہیں عمرو زید کی بیوی یعنی اپنی سالی کو لے کر مفرور ہو گیا اور کچھ عرصہ تک اپنی سالی سے زنا کرتا رہا اس کے بعد باہمی نزاع ہو کر مسمی عمرو اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا۔ اس عورت مذکورہ نے بلا طلاق کے نکاح کر لیا تو اس صورت میں تو اس کا اصلی شوہر مسمی زید اس کو اگر وہ رضامند ہو اپنے یہاں رکھ سکتا ہے یا نہیں اور آیا وہ عورت زید کے نکاح میں رہی یا نکاح سے باہر ہو گئی دوسرے یہ امر کہ آیا بیوی کا نکاح قائم رہا یا نہیں کیونکہ اس کے شوہر عمرو نے اپنی سالی سے زنا کیا ہے؟

جواب) زید کے نکاح میں اسکی زوجہ داخل ہے مفرور ہو جانے اور زناکاری سے وہ عورت زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی زید اس کو رکھے اور اس سے توبہ کرالے۔ اور عمرو کا نکاح اپنی زوجہ سے قائم ہے سالی سے زنا کرنے سے اس کا نکاح باطل نہیں ہوا۔ البتہ عمرو معصیت کا مرتکب ہوا توبہ کرے۔

قہ نہ دینے کی صورت میں نکاح فسخ نہیں کیا جا سکتا

سوال ۹۵۹) ایک شخص اپنی زوجہ کو نان و نفقہ نہیں دیتا ہے اور نہ اس کا مہر ادا کرتا ہے جو معجّل تھا ایسی ورت میں حاکم نکاح کو فسخ کر سکتا ہے یا نہیں شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ صورت مرقومہ میں بحکم حاکم نکاح نخ ہو سکتا؟

الجواب) شامی جو کہ معتبر کتاب فقہ کی ہے اس میں لکھا ہے۔ **قوله. وقضى بالرد الخ** صح ای لو ضی به حاکم یراه الخ صح اور درمختار میں ہے۔ ولو قضى به حنفى لم ينفذ الخ۔ ان مجموعہ روایات سے معلوم ہوا کہ حاکم سے مراد وہ حاکم ہے جس کا مذہب فسخ نکاح کا، بحالت مذکورہ ہو حنفی حاکم مراد نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ في الدر المختار **ولا يفرق ينهما العجزه عنها ولا بعدم ايفائه لو غائبا حقها الخ.** واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ: آج کل بہ ضرورت شدیدہ اس مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب پر فتوی دیا گیا ہے جس کی تفصیل رسالہ حیلہ ناجزہ میں مذکور ہے اس میں دیکھ لیا جاوے۔ محمد شفیع مفتی دار العلوم دیوبند

نان نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح کا حکم

(سوال ۹۶۰) زید سے زینب نے بدیں شروط نکاح کیا کہ حقوق خاوندی اور شروط زوجیت تا نقش حیات پورا کرتا رہوں گا اور نان و نفقہ دیتا رہوں گا بعد کچھ مدت کے حقوق شروط بالکل ترک کر دیئے نان و نفقہ دیتا ہے نہ رہنے کو جگہ دیتا ہے اس کو سخت تکلیف ہے ایسی صورت میں بموجب قاعدہ مسلم اذا فات الشرط فات المشروط کو جاری کیا جاوے گا یا نہیں اور بموجب حدیث شریف احق الشروط ان توئتوا الخ اور موافق قرآن شریف فامسكوهن بمعروف اوسرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا الخ پس ایسی صورت میں مظلومہ کو شریعت جدائی کا حکم دیتی ہے یا نہیں۔

(الجواب) زید کے ذمہ واجب ہے کہ یا اپنی زوجہ زینب کی خبر گیری نان و نفقہ کی کرے اور حقوق اس کے ادا کرے ورنہ طلاق دیدیوے اور اس کو معلقہ نہ رکھے۔ كما قال الله تعالى فتذروها كالمعلقه اور اية فامسكوهن بمعروف الخ کا بھی یہی مطلب ہے کہ مردوں کو چاہئیے کہ یا عورتوں کو رکھیں اچھی طرح ورنہ طلاق دیویں پس زید کو لازم ہے کہ اگر وہ خبر گیری اپنی زوجہ کی نہیں کرتا تو اس کو طلاق دیوے اگر وہ طلاق نہ دیوے تو نالش کر کے زبردستی بذریعہ حکام اس سے طلاق دلوائی جاوے بدون طلاق کے دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر نان نفقہ نہ دے تو نکاح ثانی کا حکم

(سوال ۹۶۱) ایک عورت کا خاوند چین ملک میں زندہ موجود ہے اور یہاں اس کی زوجہ نوجوان کا کوئی وارث نہیں ہے اور اس کا خاوند خرچ بالکل نہیں دیتا۔ اس وجہ سے اس کی عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) دوسرا نکاح اس عورت کا درست نہیں ہے۔ جب تک اس کا خاوند طلاق نہ دے اس وقت تک اس کا دوسرا نکاح جائز نہیں ہے۔ جس طرح ہو سکے اس سے طلاق لی جاوے یا وہ خبر گیری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغہ کو قبل از بلوغ حق فسخ نہیں

(سوال ۹۶۲) ایک یتیمہ نابالغہ آٹھ سالہ کا نکاح بعد ولایت ماں اور بھائی کے ایک لڑکے نابالغ سے کر دیا گیا۔ اب لڑکا بالغ ہے اور لڑکی تیرہ سالہ قریب البلوغ ہے مگر حیض نہیں اور لڑکے کہ بد چلنی کی وجہ سے شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی تو کیا ایسی صورت میں یہ لڑکی اپنا نکاح جو ولایت ماں اور بھائی ہوا ہے فسخ کر سکتی ہے یا نہیں۔ اور لڑکے نے دعویٰ کر دیا ہے کہ میری عورت پر مجھ کو قبضہ دلایا جاوے۔ جبکہ لڑکی اور ولی دونوں شوہر سے ناراض ہیں تو لڑکے کو لڑکی پر قبضہ دلایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں وہ لڑکی قبل البلوغ اپنا نکاح فسخ نہیں کر سکتی اور بالغہ ہونا اس کا عمر پندرہ سال ہے یا حیض وغیرہ علامات بلوغ سے ہے اور یہ بھی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قضاء قاضی اس فسخ کے لئے شرط ہے در مختار میں ہے۔ **وان کان المزوج غیر ھما ای غیر الاب وابیه الخ لھما الخ خیار الفسخ بالبلوغ الی ان قال بشرط القضاء الخ** اور بحالت موجودہ جب کہ عمر لڑکی کی تیرہ سال کی ہے اور وہ قریب البلوغ ہے اور طاقت جماع رکھتی ہے شوہر کے سپرد کی جا سکتی ہے شامی میں ہے۔ **وقد صرحوا عندنا بان الزوجة ان کانت صغیرة لا تطیق الوطی لا تسلم الی الزوج حتی تطیقه والصحیح انه غیر مقدر بالسن بل یفوض الی قاضی بالنظر الیھا من سمن اوھزال الخ ص ۳۹۹ جلد ثانی باب القسم وفی باب المھر من الدر المختار وللزوج المطالبة بتسلیمھا ان تحملت الرجل الخ** واللہ تعالیٰ اعلم

فسخ نکاح کی ایک صورت

(سوال ۹۶۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ مسماۃ عائشہ نابالغہ کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا اس کا چچا اور والدہ وغیرہ موجود تھے۔ عائشہ صغیرہ کے چچا نے اس کا نکاح جزیرہ مورس میں کر دیا تھا مگر عائشہ کی والدہ وغیرہ اس نکاح سے ناخوش تھے نہ ان کے مشورے سے یہ نکاح ہوا تھا۔ عائشہ کی ماں نے دو عالموں سے یہ واقعہ بیان کر کے مسئلہ دریافت کیا اور نکاح فسخ کرانا چاہا۔ مولوی صاحبان نے فرمایا کہ نکاح تو ہو چکا لیکن اگر تم نکاح فسخ کرنا چاہتے ہو تو جب لڑکی بالغہ ہو تب کسی عالم سے فسخ کرا لینا کیونکہ اس وقت قاضی شرعی کوئی

نہیں ہے پس جب لڑکی بالغہ ہوئی تو اس لڑکی کی استدعا پر علماء مذکورین نے نکاح فسخ کیا اور عائشہ کے چچا کو مورس خبر پہنچائی انہوں نے سکوت اختیار کیا اس زمانہ میں حافظ محمد سلیمان صاحب افریقہ میں تھے ان کو اس واقعہ کی مطلقاً خبر نہ تھی۔ چار پانچ سال کے بعد جب حافظ صاحب واپس آئے تو علماء مذکورین اور باشندگان راندیر کی یہ رائے ہوئی کہ عائشہ کا نکاح حافظ صاحب سے ہو جاوے کیونکہ اقرباء میں سے ہیں ہر دو مولوی صاحبان مذکورہ دیگر علماء کا اس پر اتفاق تھا کہ نکاح اول فسخ ہو چکا ہے لہذا وہ سب اس سعی میں تھے کہ نکاح عائشہ کا حافظ صاحب موصوف سے ہو جاوے اور مسماۃ عائشہ بالغہ بھی اس وجہ سے کہ وہ یہ سمجھتی تھی کہ میرا پہلا نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ حافظ صاحب سے نکاح کرنے پر راضی تھی الحاصل حافظ صاحب کا نکاح مسماۃ عائشہ سے ہو گیا اور اس نکاح میں راندیر سورت اور اطراف کے معزز علماء شریک تھے۔ حافظ صاحب کے ایک دختر مسماۃ عائشہ سے پیدا ہوئی جو موجود ہے اور مسماۃ عائشہ کا انتقال ہو چکا ہے پس سوال یہ ہے کہ اس صورت میں نکاح اول مسماۃ کا فسخ ہو گیا یا نہیں اور نکاح ثانی صحیح ہوا یا نہیں اور اس کی لڑکی کا نسب حافظ صاحب سے ثابت ہے یا نہیں؟

(الجواب) روایات فقہیہ سے یہ ظاہر ہے کہ چچا کے کئے نکاح کو نابالغہ بعد بلوغ کے فسخ کرا سکتی ہے لیکن اس فسخ کے لئے قضاء قاضی شرط ہے بدوں قضاء قاضی وہ نکاح فسخ نہ ہوگا کما فی الشامی **فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الابشرط القضأ فلذ افرع علیه بقوله فیتو ارثان فیه ای فی هذا النکاح قبل ثبوت فسخه**

اور کوئی (۱) عالم اس بارہ میں قائم مقام قاضی ہو کر نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا البتہ اگر فریقین کسی کو حکم مقرر کر دیں تو حکم قائم مقام قاضی ہو سکتا ہے اور حسب قاعدہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے بہر حال صورت مسئولہ میں نکاح سابق فسخ نہیں ہوا لیکن ایسی غلطی میں اگر لاعلمی سے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا جائے اور شوہر ثانی سے اولاد ہو تو مفتی بہا روایت کے موافق نسب اولاد کا شوہر ثانی سے ثابت ہوتا ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا نسب حافظ محمد سلیمان صاحب شوہر ثانی سے شرعاً ثابت ہے۔ ولد الزنا کہنا اس کو ناجائز اور حرام ہے۔ در مختار میں ہے۔ **غاب عن امرأة فتزوجت باٰخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذهب الذی رجع الیها الامام وعلیه الفتوی کما فی الخانیة والجوهرة والکافی وغیرها الخ وفی الشامی قوله غاب عن امرأته شامل لما اذا بلغها موته او طلاقه فاعتدت وتزوجت ثم بان خلافه ولما اذا ادعت ذلك ثم**

بان خلافه شامی جلد ثانی ص ۶۳۱ **فصل ثبوت النسب وایضا فی الدرالمختار فی بیان حکم النکاح الفاسد لکن الصواب ثبوت العدة والنسب وفی الشامی فهذا صریح فی ثبوت النسب فیه الخ وفی الدر المختار والموطوئة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغیر عالما بحالها الخ**

---

(۱) اگر چند متدین مسلمان جس میں کم از کم عالم بھی ہوں بصورت جماعت قائم مقام قاضی کے ہو سکتے ہیں وهو فی الدلیل مذهب امام مالکؒ اخذ به مشائخنا لشدة الضرورة فی دیارنا۔ ۱۲ بندہ محمد شفیع دیوبندی عفااللہ عنہ

ان عبارات سے واضح ہے کہ صورت مذکورہ فی السوال میں نسب لڑکی کا شوہر ثانی حافظ محمد سلیمان سے ثابت ہے۔

غیر کفوء میں نکاح ہو جائے تو فسخ نکاح کا حکم

(سوال ۹۶٤) ہندوستان میں بہت سے ایسے شرفاء ہیں جن کے یہاں کفو کا بہت اعتبار ہوتا ہے اگر کوئی غیر شخص دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کفو ظاہر کر کے کسی لڑکی سے شادی کر لے اور در حقیقت وہ اس کا کفو نہ ہو تو ایسا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ایسی صورت میں اختیار فسخ کا رہتا ہے در مختار میں ہے۔ لو تزوجته علی انه حر او سنی الخ فبان بخلافه او علی انه فلان بن فلان فاذا هو لقیط اوابن زنا کان لها الخیار الخ وفی الشامی لوانتسب الزوج لها نسبا غیر نسبه فان ظهر دونه وهو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زوج عنین کا حکم

(سوال ۹٦٥) ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے کیا گیا بعد کو معلوم ہوا کہ مرد محض نامرد ہے۔ اس کی پنچائت ہوئی اس عورت کے باپ نے پنچوں کے روبرو اس بات کو ظاہر کیا پنچوں نے اس بات کی آزمائش کی تو معلوم ہوا کہ در حقیقت نامرد ہے اس وقت اس نامرد نے کہا کہ مجھ کو چند روز کی مہلت دی جاوے میں اپنا علاج کروں گا خیر اس کو ایک برس کی مہلت دی گئی بعد اس کے وہ مرد اقرار کرتا ہے کہ میں مرد ہو گیا۔ اس کے بعد وہ عورت اس کے پاس گئی اور دو ماہ تک رہی پھر واپس آئی۔ عورت کی زبانی معلوم ہوا کہ اس عرصہ میں وہ مجھ سے مزاحم کار نہیں ہوا یعنی مجامعت نہیں کی۔ اب یہ جھگڑا عرصہ چار برس سے پڑا ہوا ہے وہ کسی طور اس کو چھوڑتا نہیں اور وہ عورت کسی طرح اس سے راضی نہیں لیکن یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ مرد محض نامرد ہے لہذا اب اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے۔ کسی طرح اس عورت کو اس سے چھٹکارا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) صورت اس مرد سے چھٹکارے کی یہ ہے کہ اس سے کہا جاوے کہ طلاق دیدے سوائے طلاق کے اس زمانہ میں اور کوئی صورت فسخ نکاح کی نہیں ہے۔ کیونکہ اب قاضی شرعی نہیں ہے جو نامرد کو مہلت سال بھر کی علاج کے لئے دے اور پھر بھی اگر وہ مرد نہ ہو تو اس کی عورت کو علیحدہ کر دے۔ (۱) یہ امر قاضی کے قضاء پر موقوف ہے اب اس کی کوئی صورت نہیں ہے اور حکم بھی اس کام کو کر سکتا ہے مگر حکم بھی فریقین کی رضامندی سے مقرر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) موجودہ زمانہ کی ضرورت پر نظر کر کے اس مسئلہ میں مذہب مالکیہ پر فتویٰ اختیار کیا گیا ہے اور عورت کی رہائی کی صورت لکھی گئی ہے تفصیل اس کی رسالہ ،، الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة ،، میں مرقوم ہے۔ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

زوج عنین کا حکم

(سوال ۹۶۶) ایک عورت کا نکاح ایک مرد کے ساتھ کر دیا تھا بعد نکاح معلوم ہوا کہ مرد قابل زوجیت نہیں مخنث و نامرد ہے۔ اس صورت میں وہ عورت بدون طلاق شوہر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسئلہ یہ ہے کہ قاضی کے یہاں دعوی کرے کہ میرا شوہر عنین ہے میرا نکاح فسخ کر دیا جاوے اور قاضی عنین کو سال بھر کی مہلت علاج کرنے کے لئے دے اگر بعد علاج تندرست ہو جاوے تو فبہا ورنہ عورت کی طلب پر قاضی نکاح فسخ کرا سکتا ہے اگر قاضی نہ ہو تو حکم ایسا شخص جس کے فیصلہ پر فریقین راضی ہوں شوہر کو بعد مہلت دینے ایک سال کے عورت کی طلب پر نکاح فسخ کرا سکتا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بدون طلاق شوہر اول کے اور بدون گزرنے عدت کے مسمات دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر حقوق زوجہ ادا نہیں کرتا تو اس کو خلع کیلئے بذریعہ برادری یا حکام آمادہ کیا جاوے

(سوال ۹۶۷) ایک عورت کا خاوند نہ نان و نفقہ دیتا ہے۔ اور نہ مہر دیتا ہے اور مہر کی ڈگری بھی عدالت نے کر دی تھی مگر بوجہ مفلسی وصول نہ ہو سکی۔ اب وہ عورت مجبور ہو کر یہ چاہتی ہے کہ عدالت سے چارہ جوئی اس بات کی کرے کہ مہر معجل کے عوض میں خلع کر لوں اور خاوند سے کچھ واسطہ نہ رہے ؟

(الجواب) بصورت ناموافقت زوجین یہ بہتر ہے کہ خلع ہو جاوے۔ لیکن خلع میں رضامندی زوجین کی ضروری ہے۔ عورت تو خود چاہتی ہے اور خلع پر راضی ہے۔ مرد کو بھی راضی کر لینا چاہئیے۔ اگر وہ بعوض مہر خلع کر لے گا خلع ہو جاوے گا اور عورت اس کی قید نکاح سے باہر ہو جاوے گی پس شوہر کو سمجھانا چاہئیے یا بذریعہ حکام اس کو مجبور کیا جاوے کہ وہ خلع کرے۔

زوجہ مفقود الخبر کتنا انتظار کرے

(سوال ۹۶۸) ہندہ حنفیۃ المذہب منکوحہ زید مفقود کو موافق مذہب امام مالکؒ کے چار سال کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اگر جیسا کہ فتوی عبدالحی صاحب مرحوم میں ہے تو قضاء قاضی شرط ہے یا نہیں اگر ہے تو اس میں حرج عظیم لازم ہے کیونکہ مفتی مالکی المذہب اس ملک میں مفقود ہیں اور دوسرے ملک سے فتوی منگاتے ہیں جس سے حرج واقعہ ہوتا ہے اور اگر نہیں تو خروج عن المذہبین لازم۔ عند الاحناف مفقود کی میعاد ۹۰ سال ہے اور مالکی میں جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ **قضاء شرط واذا فات الشرط فات المشروط۔ الخ۔**

(الجواب) شامی میں ہے۔ بعض فقہاء سے منقول ہے کہ اس زمانہ میں فتوی امام مالکؒ کے مذہب پر ہے کہ بعد چار سال کے مفقود کی زوجہ کو مفقود کے نکاح سے خارج کر کے عدت وفات کا حکم کریں پھر نکاح ثانی درست ہے۔ **وقد قال فی البزازیہ الفتوی فی زماننا علی قول مالک الخ** شامی اور کتب مالکیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قاضی دوالی نہ ہو تو مسلمین کی جماعت تفریق کر دیں۔ ہدایہ میں جو یہ عبارت ہے۔ **وقال مالکؒ اذا مضی اربع سنین یفرق القاضی بینه وبین امرأته وتعتد عدة الوفاة ثم تزوج من شاءت**

الخ۔ تو اس عبارت کا مطلب موافق تصریح اہل مذہب مالکیہ یہ ہے کہ اگر قاضی ہو تو وہ تفریق کرے ورنہ مسلمانان بلدہ و محلہ تفریق کر دیں اور ظاہر عبارت شامی سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ فان عدة زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی اربع سنین وھو مذھب الشافعیؒ القدیم فقط شامی عبارت کتاب شرح وردیر فقہ مالکی کی یہ ہے۔ فصل الذکر للمفقود الخ الزوجة المفقود الرفع للقاضی ولو الی الماء والافلجماعة المسلمین الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

زوجۂ مفقود الخبر کتنا انتظار کرے

(سوال ۹۶۹) زید سفر میں گیا۔ کسی شہر میں مقیم ہو گیا۔ وہاں سے اپنی عورت کے لئے پارسل وغیرہ روانہ کرتا رہا بعد کو اس نے کوئی خبر نہ دی نہ خط لکھا۔ کیا یہ مفقود الخبر ہو سکتا ہے اور زید کی عورت کے پاس سامان بہت ہے اگر نکاح ثانی نہ کرے سلائی وغیرہ کر کے وہ عمر گزار سکتی ہے اور زید کی ماں بھی اس کی زوجہ کی بہت خدمت گزار ہے۔ اس صورت میں عمرو سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں۔ اگر عمرو نے طلاق مغلظہ دے دی تو پھر عمرو کی بیوی کو نکاح میں لا سکتا ہے۔

(الجواب) متاخرین حنفیہ نے مفقود الخبر کی زوجہ کے بارہ میں امام مالکؒ کے مذہب پر فتوی دیا ہے کہ اگر کوئی شخص لاپتہ ہو جاوے کہ اس کے مرنے جینے کی خبر نہ ملے اور چار برس گزر جاویں تو اس کی عورت بعد تفریق کے عدت وفات دس دن چار ماہ پورے کر کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے پس اگر یہ باتیں صورت مسؤلہ میں موجود ہیں تو نکاح عمرو سے درست ہے بعد تین طلاق کے پھر دوبارہ بدون حلالہ کے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واپسی مفقود کا حکم

(سوال ۹۷۰) ایک لڑکا سن بلوغ کو پہنچا اس نے نکاح کیا تھا کچھ عرصہ کے بعد اپنی منکوحہ کو گھر چھوڑ کر بتلاش ملازمت دیگر ملک میں چلا گیا اور عرصہ پانچ چھ سال باہر رہا بعد اس کے منکوحہ سے تقریباً ۴ سال کے بعد ایک دختر پیدا ہوئی بعد پیدا ہونے دختر کے ایک اور شخص سے نکاح ثانی کر لیا اسی منکوحہ سے جس شخص نے نکاح پڑھایا اس کو کیا سزا ہونی چاہئے۔ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں۔ کیونکہ اس کے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی بعد کو جب وہ آیا اس نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ میری منکوحہ کیا ہوئی اس نے جواب دیا کہ اس نے نکاح کر لیا لہذا مقدمہ شریعت میں پیش ہوا۔ شریعت نے حلالہ کا حکم دیا اس نے حلالہ نہ کیا بلکہ نکاح تازہ کر لیا آیا وہ نکاح بغیر حلالہ کے درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں جب شوہر اول واپس آیا تو اس کی زوجہ اس کو ملے گی ان کا نکاح باقی ہے۔ دوسرے شخص کا نکاح نہیں ہوا حلالہ وغیرہ کا اس کو کچھ تعلق نہیں ہے وہ عورت منکوحہ شوہر اول کی ہے اور اس کے نکاح میں ہے دوسرے شخص سے لیکر اول کو واپس دی جاوے البتہ اگر شوہر اول نے طلاق دیدی ہو تو

بد عدت کے یعنی تین حیض کے دوسرے شخص سے نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پسی مفقود کا حکم

سوال ۹۷۱) زید مفقود الخبر ہو گیا تھا اسی وجہ سے اس کی زوجہ نے دوسرا نکاح کرلیا تھا عمرو کے ساتھ۔ اب یدواپس آگیاہے توزوجہ اس کو مل سکتی ہے یا نہیں اور عمرو سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ کس کو ملے گی۔

الجواب) جب کہ زید واپس آگیاہے تو زوجہ اس کو ملے گی اور اولاد عمر کی رہے گی۔ قال فی الدر المختار ناب عن امرأته فتزوجت باخر وولدت اولاد اثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی. الخ۔

وجۂ غائب غیر مفقود کا حکم

سوال ۹۷۲) ایک شخص نے پانچ سال سے اپنی زوجہ کے پاس نہ خط بھیجا اور نہ خرچ روانہ کیا اس صورت میں س کی زوجہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب) اس صورت میں چونکہ شوہر (۱) مفقود الخبر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کی زوجہ بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روجہ مفقود کا نکاح بلا قضاء قاضی کردیا گیا تو نکاح باطل ہے

سوال ۹۷۳) ایک عورت کا خاوند پردیس کو چلا گیا تھا دو برس تک گم رہا۔ بعد چار برس کے اس عورت کے الد نے دوسرا نکاح کردیا۔ اور نکاح سے دو برس پہلے اس خاوند کا خط بھی آچکا تھا۔ دو اولاد بھی دوسرے خاوند سے پیدا ہوئی۔ پھر اس کا خاوند اول بھی آگیا وہ عورت خوشی سے پہلے خاوند کے ساتھ چلی گئی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ عورت کس کی منکوحہ رہی اور وہ اولاد کس کی ہے؟

(الجواب) پہلا نکاح قائم ہے اور دوسرا باطل ہوا اور اولاد جو زوج ثانی سے ہوئی وہ ولد الحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زوجہ مجنون کا حکم

(سوال ۹۷٤) ایک شخص مجنون ہو گیاہے۔ نہ کھا سکتا ہے نہ کما سکتا ہے نہ بال بچوں کو نان و نفقہ دے سکتا ہے۔ اب اس کی زوجہ چاہتی ہے کہ اگر شرع شریف اجازت دے کہ نکاح ثانی ہو جاوے تو کرلے۔ بینوا و توجروا؟

(الجواب) شرعاً اس عورت کو اجازت نکاح ثانی کی نہیں ہے نہ مجنون کی طلاق شرعاً واقع ہوتی ہے اور نہ بلا طلاق اس کی عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے هکذا فی کتب الفقه واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) یہ شخص اگرچہ مفقود نہیں مگر چونکہ اس کی غیبت اور عدم التفات کی وجہ سے مصیبت میں رہتی ہے اس لئے بضرورت اس مسئلہ میں بھی مذہب مالکیہ پر فتویٰ دیا گیا ہے اور چند شرائط کے ساتھ اس کے لئے نکاح ثانی کی اجازت دی گئی ہے جس کی تفصیل رسالہ .. حیلہ ناجزہ .. میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ محمد شفیع عفاعنہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

عنین کی زوجہ کا حکم

(سوال ۹۷۵) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے کر دیا وہ لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر دو برس تک رہی اور زن و شوہر دونوں بالغ ہیں مگر شوہر بسبب عنین ہونے کے اس مدت میں کبھی ہم بستری پر قادر نہ ہو سکا۔ لہذا وہ لڑکی طلاق کی خواہاں ہے مگر شوہر طلاق نہیں دیتا ہے۔ ایسی صورت میں دونوں کے نکاح و تفریق کی کیا صورت ہے ؟

(الجواب) بدون طلاق دینے شوہر کے اس زمانہ میں کہ قاضی نہیں ہے کوئی صورت تفریق اور فسخ نکاح کی نہیں پس جب تک شوہر طلاق نہ دے گا نکاح ثانی اس عورت کا صحیح نہ ہوگا

ف :۔ اس زمانہ میں عورت کے مصائب اور ضرورت شدیدہ پر نظر کر کے اس کی تدبیر شرعی رسالہ ،، حیلہ ناجزہ، میں لکھ دی گئی ہے اس کو دیکھ لیا جاوے۔ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

مخنث سے نکاح کا حکم

(سوال ۹۷۶) مخنث کا نکاح کسی عورت سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور مخنث کی کتنی قسم ہیں۔ کس مخنث کا نکاح ہو سکتا ہے ؟

(الجواب) خنثیٰ مشکل کا نکاح نہ مرد سے ہو سکتا ہے نہ عورت سے۔ کما فی الشامی قوله فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل ای ان ایراد العقد علیهما لا یفید ملك استمتاع الرجل بها لعدم المحلیة وکذا علی الخنثیٰ لا مرأة اولمثله الخ وفیه عن العنایة محله امراة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی فخرج الذکر للذکر والخنثیٰ مطلقها والجنیة للانسی الخ شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مجنون بحالت افاقہ طلاق دیدے تو صحیح ہے

(سوال ۹۷۷) زید تین برس سے مجنون ہو گیا ہے پاگل خانہ میں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر اس کی اس وقت ایسی حالت ہو گئی ہے کہ پندرہ دن طبیعت اس کی صحیح اور درست ہو جاتی ہے حسن و قبیح فعل کو اچھی طرح تمیز کر لیتا ہے۔ جب ایسی حالت میں کوئی عزیز اس سے ملتا ہے تو تمام عزیز و اقارب کو پوچھتا ہے اور پندرہ دن طبیعت اس کی خراب رہتی ہے۔ حسن و قبیح کو تمیز نہیں کر سکتا۔ اگر حالت افاقہ میں زید اپنی زوجہ کو طلاق دیدے تو صحیح ہو گی یا نہیں ؟

(الجواب) حالت افاقہ میں اگر وہ تام العقل ہو جاتا ہے تو طلاق اس کی صحیح ہے۔ کما حققه الکمال قال فی الشامی فیحترز عمن یفیق احیانا ای یزول عنه مابه بالکلیة وهذا کالعاقل البالغ فی تلك الحالة. شامی جلد خامس کتاب الحجر. واللہ تعالیٰ اعلم

زوجہ مجنون کی تفریق کا حکم

(سوال۹۷۸) زوجہ زید جنون مسکین اور غریب ہے۔ کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا امام محمد کے قول پر عمل کر کے طلب تفریق کر سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) علامہ شامی نے اس موقع پر کہا۔ **وقد تکفل فی الفتح برد ما استدل به الائمة الثلاثة و بحمد بما لا مزید علیه**۔ پس معلوم ہوا کہ بموجب قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فتوی دینا درست نہیں ہے اور تفریق صحیح نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ف:۔ اس زمانہ میں عورتوں کے مصائب اور ضرورت شدیدہ پر نظر کر کے اس کی تدبیر شرعی رسالہ "حیلہ ناجزہ" میں لکھ دی گئی ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ محمد شفیع ۱۲

مجنون کی زوجہ کا حکم

(سوال۹۷۹) مجنون کی عورت کو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(الجواب) درمختار میں ہے۔ **ولا یتخیر احد الزوجین بعیب فی الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجزام و برص الخ** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شوہر کے جنون کی وجہ سے عورت کو اپنے نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور مجنون یعنی دیوانہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی پس اگر شوہر دیوانہ کی کچھ جائداد وغیرہ ہو اس میں سے حاکم عورت کے نفقہ وغیرہ کا انتظام کرے اور بحالت موجودہ عورت کو دوسرا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زوجہ مجنون کی ایک اور صورت

(سوال۹۸۰) ایک دس سالہ لڑکی کا نکاح لڑکی کے ولی نے ایک سولہ سترہ سال کے نوجوان سے کر دیا تھا۔ نکاح کے دو سال بعد نوجوان مذکور بیمار ہو کر پاگل ہو گیا نوجوان کے وارثوں نے کامل چار سال تک یونانی اور ڈاکٹری، معالجہ اپنی حسب حیثیت کیا۔ لیکن نوجوان کو کچھ آرام نہیں ہوا مجنون کو مجبور ہو کر اس کو پاگل خانہ بھیجدیا۔ دوڈھائی سال ہوئے پاگل خانہ میں بھیجدیا۔ اب تک حالت بدستور ہے۔ اب لڑکی کا کوئی وارث اور خبر گیراں نہیں ہے۔ اب لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے یا نہ؟

(الجواب) حنفیہ کے مذہب کے موافق اس لڑکی کے نکاح ثانی کے جواز کی کوئی صورت نہیں(۱) ہے کیونکہ دیوانہ کی زوجہ کو اس کے نکاح سے نہ حاکم علیحدہ کر سکتا ہے اور نہ خود دیوانہ کی طلاق معتبر ہو سکتی ہے البتہ بعد موت دیوانہ کی عدت وفات پوری کر کے اس کی زوجہ نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ **قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب فی الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص الخ**. واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) اس زمانہ میں بوجہ سخت مجبوری کے اس مسئلہ میں امام مالک اور امام محمد رحمہم اللہ کے مذہب پر حکم جواز فسخ کا دیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل رسالہ،، حیلہ ناجزہ،، میں مذکور ہے ۱۲ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

فصل فی احکام الحرمة المصاهرة
(حرمت مصاہرت کا بیان)

حرمت مصاہرت کس عمر میں ہو سکتی ہے

(سوال ۹۸۱) ایک لڑکے نے جس کی عمر گیارہ سال تھی۔ ایک عورت کے گو شوارہ میں دست درازی کی اور اس اثنا میں اس لڑکے کو انتشار ہوا۔ اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں ؟ اور اس لڑکے کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شامی میں ہے۔ فتحصل من هذا انه لابد فی كل منها من سنين المراهقة واقله للانثى تسع والذكر اثنى عشر لان ذلك اقل مدة يمكن فيها البلوغ كما صرحوا به فی باب بلوغ الغلام الخ باب المحرمات ص ۲۸۲ جلد ۲. وفی الدرالمختار فی باب بلوغ الغلام وادنى مدته له اثنتى عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار الخ فان راهقا بان بلغا هذا السن الخ
ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں جب کہ لڑکے کی عمر گیارہ سال کی تھی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ اور اس عورت کی دختر سے نکاح کرنا اس کو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حرمت مصاہرت کے بعد متارکت یا تفریق قاضی ضروری ہے

(سوال ۹۸۲) زید خود مقر ہے کہ میں نے اپنے لڑکے غلام محمد کی زوجہ کو شہوت سے چھوا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ غلام محمد کا نکاح جاتا رہا یا باقی ہے یا فسخ نکاح کی ضرورت ہوگی۔ اور فسخ کا کیا طریقہ ہے ؟

(الجواب) اگر زید کا بیٹا غلام محمد بھی اس کی تصدیق کرتا ہے تو غلام محمد پر اس کی زوجہ حرام ہوگئی۔ اس کو چاہئے کہ اس عورت کو علیحدہ کردیوے۔ بدوں اس کے علیحدہ کرنے کے یا تفریق قاضی کے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ کما فی الدرالمختار و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باٰخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة. وفی الشامی وعبارة الحاوی الابعد تفريق القاضی او بعد المتاركة حاصل اس کا یہ ہے کہ نکاح جب فسخ ہوگا کہ قاضی تفریق کردے یا شوہر خود اس عورت کو چھوڑ دے اور علیحدہ کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حرمت مصاہرت کے بعد متارکت یا تفریق قاضی ضروری ہے

(سوال ۹۸۳) ایک عورت کو اس کا خسر دق کرتا ہے اور جبراً اس سے زنا کرتا ہے۔ عورت جب شوہر سے کہتی ہے تو وہ خاموش ہوجاتا ہے۔ اور کوئی تدبیر انسداد کی نہیں کرتا۔ اگر وہ عورت بدون طلاق لئے دوسرا نکاح کرے تو جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) عورت اس کے خاوند پر حرام ہو جاوے گی۔ اور خاوند کو ضرور ہے کہ عورت کو علیحدہ کر دے۔ مگر جب تک طلاق نہ دے گا۔ نکاح ثانی درست نہیں ہے۔ وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج باخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة فى الدر المختار اس سے معلوم ہوا کہ نکاح ثانی صورت مذکورہ میں جائز نہیں کیونکہ شوہر نے طلاق نہیں دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح حرام ہے

(سوال ۹۸۴) ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا۔ اب اس کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس عورت مزنیہ کی لڑکی سے کسی طرح نکاح صحیح نہیں ہو سکتا وہ لڑکی ہمیشہ کے لئے زانی پر حرام ہو گئی۔

بیوی کی رضائی ماں سے اگر زنا کیا تو بیوی حرام ہو گئی

(سوال ۹۸۵) زید کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے اور دونوں میں باہم یہ اتفاق تھا کہ اگر ہم دونوں میں سے کوئی باہر جاوے تو جو گھر پر موجود رہے وہ دونوں بچوں کو دودھ پلایا کرے حتی کہ دونوں اپنے معاہدہ کے موافق دودھ پلاتی رہیں اتفاق سے بعد انتقال کر جانے زید کے کوئی وارث بجز عورتوں اور بچوں کے باقی نہیں رہا۔ اب محل اول کی لڑکی جس نے اپنی سوتیلی ماں کا بھی دودھ پیا ہے اس کا نکاح محض نابالغیت میں بولایت ماں کے ایک جوان لڑکے سے کر دی گئی۔ اور وہ شخص بعد چند روز کے اپنی سوتیلی ساس سے محبت بڑھا کر مرتکب زنا کا ہو گیا اب اس صورت میں اس کی اصلی بی بی کا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟

(الجواب) جب کہ محل اول کی لڑکی نے اپنی سوتیلی ماں کا حالت شیر خواری میں دودھ پیا ہے تو اس لڑکی کی والدہ رضاعی ہو گئی پس زنا کرنا اس والدہ رضاعی سے سبب حرام ہو جانے اس کی دختر رضاعیہ کا ہے پس اس حالت میں اس کی زوجہ اس پر حرام ہو گئی چاہئے کہ اس کو علیحدہ کر دے۔ قال فى البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزانى وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على الزانى نسبا ورضاعا الخ شامى فصل فى المحرمات. واللہ تعالیٰ اعلم

حرمت مصاہرت کے چند مسائل

(سوال ۹۸۶) اگر کوئی مرد کسی عورت کی چوڑیوں کو ہاتھ لگاوے یا عورت کی پشت کو ہاتھ لگاوے اور درمیان میں کپڑے حائل ہوں مرد کا ہاتھ کپڑوں کو لگے۔ یا مرد عورت کی فرج کو دیکھے قصداً اور یہ یاد نہ ہو کہ عندالمس والنظر الى الفرج شہوت تھی یا نہیں تھی تو ان صورتوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہو گی یا نہیں۔

(الجواب) چوڑیوں کو ہاتھ لگنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ فلو كان مانعا لا تثبت الحرمة

الشامی ص ۲۸۰ ج ۲ اس طرح کپڑوں کا حائل ہونا بھی مانع عن الحرمت ہے اس کے بغیر حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور پیر کے مس کرنے کے وقت یا نظر الی الفرج کے وقت اگر شہوت کا ہونا نہ ہو نا یاد نہیں تب بھی حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ قال فی الدرالمختار وفی المس لا تحرم (مالم تعلم الشھوۃ) لان الاصل فی التقبیل الشھوۃ بخلاف المس الخ وفی الشامی واذاقبلھا اولمسھا او نظر الی فرجھا ثم قال لم یکن عن الشھوۃ ذکر الصدر الشھید انہ فی القبلۃ یفتی بالحرمۃ مالم تتبین انہ بلا شھوۃ وفی المس والنظر لا الا ان تبین انہ شھوۃ الخ شامی

بدون شہادت یا تصدیق شوہر حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی

(سوال ۹۸۷) زید مقر ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کی عورت کو شہوۃ سے مس کیا ہے آیا زید کے بیٹے پر اس کی عورت حرام ہو گئی یا نہیں اگر حرام ہو گئی تو نکاح فسخ ہو گیا یا تفریق قاضی کی ضرورت ہے اگر ہے تو کون تفریق کر سکتا ہے اور تفریق کا کیا طریقہ ہے ؟

(الجواب) زید کا کہنا بیٹے پر حجت نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بیٹا بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور گواہوں سے ایسا مس ثابت ہے جس سے حرمت ثابت ہو جائے تو بیٹے پر وہ عورت ممسوسہ پدر بالشہوۃ حرام ہو گئی لہذا ابدا متارکت شوہر یا تفریق قاضی نکاح فسخ نہ ہو گا متارکت شوہر کی صورت یہ ہے کہ شوہر کہہ دے کہ میں نے اس کو علیحدہ کر دیا یا اس سے علیحدگی کر لیوے اور تفریق قاضی کی صورت یہ ہے کہ قاضی شرعی علیحدگی کرادے اور حکم مسلم فریقین بھی قائم مقام قاضی ہو سکتا ہے کما فی کتب الفقہ. واللہ تعالیٰ اعلم

باب انکحۃ المشرکین

نومسلمہ کی نکاح کی شرط

(سوال ۹۸۸) ایک مولوی صاحب نے ایک چماری کو مسلمان کر کے فوراً ایک شخص سے نکاح کر دیا۔ نکاح ہوا یا نہیں۔ اور وہ عورت مسلمان ہوئی یا نہیں ؟ ایک شخص کہتا ہے کہ جس کو مسلمان کیا جاوے تو چالیس روز تک اس کے ہاتھ کا کھانا نہیں چاہیئے۔ (۲) سنا ہے کہ بیوہ عورت بچے والی کا نکاح جائز نہیں ایسی عورت کو نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اسی وقت نکاح اس کا جائز نہ تھا۔ تین (۱) حیض گزار کر نکاح کرنا چاہیئے تھا وہ مسلمان ہو گئی مگر نکاح بعد تین حیض کے پھر کرنا چاہیئے۔ قبل نکاح جدید شوہر اس سے علیحدہ رہے ولو اسلم احد ھما ثمہ لم تبن حتی تحیض ثلاث درمختار اس مسلمان ہونے میں شک نہیں اسی وقت اس کے ہاتھ کا کھانا و پانی

(۱) اگر کوئی عورت مسلمان ہو جائے اور پہلے سے کسی کافر کے نکاح میں ہو تو اس میں تفصیل ہے دارالاسلام اور دارالحرب کا الگ الگ حکم ہے۔ اوپر جو حکم لکھا ہے یہ دارالحرب ہونے کی صورت میں ہے۔ دارالاسلام کا حکم رسالہ حکم الازدواج میں دیکھ لیا جائے جو الحیلۃ الناجزۃ کے آخر میں بطور ضمیمہ ملحق کیا گیا ہے۔ محمد عاشق الٰہی۔

درست ہے۔ ۰ ۴ دن علیحدہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) اگر بیوہ عورت بوجہ اولاد کی پرورش کے نکاح ثانی اپنا نہ کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے لیکن نکاح کرنا درست ہے۔ نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں چونکہ نکاح ثانی کو عیب سمجھتے ہیں اس لئے ضرور کرنا چاہئیے۔ اور ثواب زیادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کافر عورت سے نکاح کا شرعی طریقہ

(سوال ۹۸۹) احوال یہ ہے کہ یہاں سب لوگ ہندو رہتے ہیں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ چالیس چالیس میل تک سب کافر بستے ہیں ہم نے دوکان کی ہے عرصہ دو سال کا ہوا ایک عورت ہماری دوکان میں رہنا چاہتی ہے اور ہمارے بھائی نے اس کو ایک روز مکان پر رکھ لیا ہے گناہ زنا کا ہوا یا نہ ہوا۔ اور نکاح اس کا کس طرح کرنا ہے یا کہ بلا نکاح۔ کیونکہ کافر ہے اور اب دین میں آگئی ہے ؟

(الجواب) جو کافر عورت مسلمان ہو جاوے اور وہ کسی کافر کے نکاح میں ہو اس سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو تین حیض کے بعد نکاح کرے تاکہ شوہر اول سے فرقت ہو جاوے ولو اسلم احد هما ای احد المجوسین الخ ثم لم تبن حتی تحیض ثلثا الخ . واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الظهار والایلاء واللعان

(ظہار، ایلاء اور لعان کا بیان)

اگر تجھ سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں!

(سوال ۹۹۰) کسی شخص نے قسم کھائی کہ جب تک میں فلاں عورت سے نکاح نہیں کرونگا۔ تجھ سے بھی صحبت نہ کروں گا۔

اگر میں نے اس درمیان میں تجھ سے صحبت کی تو ایسا ہوگا۔ جیسا میں نے اپنی والدہ سے زنا کیا اور کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا تو اس صورت میں کیا حکم ہے نکاح میں کچھ فرق آیا یا نہیں اگر فرق نہیں آیا تو اپنی عورت کو کس طرح رکھے ؟

(الجواب) کتاب الظہار عالمگیری میں منقول ہے۔ ولو قال ان وطئتك وطئت الى لا شی علیه كذا فی غاية السروجی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت مسئولہ میں کچھ طلاق وظہار وغیرہ نہ ہوگا اور یہ ایلاء بھی نہیں ہے۔ البتہ اگر قبل نکاح فلانہ اپنی عورت سے صحبت کرے گا تو کفارہ قسم ادا کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کر رکھو

(سوال ۹۹۱) زید نے اپنی منکوحہ کو کہا کہ تجھ کو طلاق ہے اور قیامت تک تجھ کو نہ رکھوں گا اگر پھر رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں۔ اب زید پشیمان ہو گیا۔ اور اپنی منکوحہ عورت کو پھر رکھنا چاہتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئیے۔ کفارہ ظہار کی تو ضرورت نہیں ؟

(الجواب) صورت مسؤلہ میں ایک طلاق رجعی ہوگی عدت میں رجوع کر سکتا ہے اور بعد گزرنے عدت کے نکاح کر سکتا ہے یہاں ظہار نہیں ہے کیونکہ ظہار میں تشبیہ ہوتی ہے اور یہاں نہیں ہے۔ کما نقلہ الشامی عن الصیر فیة لو قال انت طالق ولا رجعة لی علیك فرجعیة.

بیوی کو ماں بہن کی مثل کہنے کا حکم

(سوال ۹۹۲) اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور تو مثل میری ماں بہن کے ہے اگر تو میرے ساتھ گھر کرے گی تو گویا اپنے باپ کو لے کر کرے گی۔ یہ جملہ بتمامھا اس نے تین بار کہا۔ پس اس عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی یا نہ ؟

(الجواب) اس کی عورت پر ایک طلاق صریح لفظ سے واقع ہوگی اور مثل ماں بہن کہنے میں اگر نیت طلاق ہے تو ایک طلاق بائنہ اس سے واقع ہو کر کل دو طلاق بائنہ ہو گئی۔ تیسرے لفظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی لہذا وہ عورت مطلقہ ثلثہ نہیں ہوئی. کما فی الدرالمختار وان نوی بانت علی مثل امی الخ برا وظهارا اوطلاقا صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة وان لم ینو شیئا اوحذف الکاف لغا الخ اور علامہ شامی نے اس موقع پر یہ بھی نقل فرمایا ہے۔ وینبغی ان لا یصدق قضاء افی ارادة البر اذ کان فی حال المشاجرة وذکر الطلاق الخ اس اخیر عبارت شامی سے یہ بھی واضح ہوا کہ مذکورہ طلاق کے وقت ،، انت علی مثل امی،، سے قضاء بلانیت بھی طلاق بائنہ کا حکم ہوگا اور چونکہ قاعدہ قضاء کا ہے۔،، البائن لا یلحق البائن ،اس لئے اس بائنہ کے بعد دوسری بائنہ واقع نہ ہوگی۔ پس کل دو طلاق رہیں اور دونوں بائنہ ہو گئیں واللہ تعالیٰ اعلم

بحالت موجودہ لعان ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(سوال ۹۹۳) ہندوستان میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قضات نہیں ہیں تو بجائے قاضی کے کس کو حق ہے کہ میاں بیوی کے درمیان لعان کے بعد تفریق کر سکے۔ آیا علماء یا حاکم وقت یا مسلمانوں کی کوئی جماعت مثلاً پنچایت وغیرہ اس کے مجاز ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) دارالحرب میں لعان نہیں ہو سکتا اس کیلئے دارالاسلام ہونا شرط ہے۔ صرح به الشامی وقال فی الدر المختار فمن قذف بصریح الزمان فی دارالاسلام زوجته الحیة بنکاح صحیح الخ قال الشامی اخرج دارالحرب لانقطاع الولایة البتہ اگر حاکم وقت مسلمان ہو اگرچہ حکومت غیر مسلمہ کا مامور ملازم ہو اور باقاعدہ شرعیہ لعان کرادے تو لعان ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی بحکم قاضی ہے کما صرح به فی ردالمحتار من باب القضاء اور دارالحرب میں لعان نہ ہونے کا حکم جو شامی میں مذکور ہے وہ انقطاع ولایت کی وجہ سے ہے جب حکومت کی طرف سے کوئی مسلمان مامور ہو کر لعان کرائے تو انقطاع ولایت نہ رہا۔ احقر نے اپنے خیال کو حضرت الشیخ العلامہ حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں

بھی عرض کیا تھا حضرت نے بھی تصویب فرمائی اور بدائع الصنائع کی عبارت سے اس کی پوری توضیح اور تائید ہو گئی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

باب العدة

(عدت گزارنے کا بیان)

زوجہ کے مر جانے کے بعد سالی سے نکاح کا حکم

(سوال ۹۹۴) ایک شخص کی زوجہ کا انتقال ہو گیا بعد دو ماہ کے وہ اپنی سالی سے نکاح کرتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرد کے لئے عدت ہے۔ چار مہینہ دس روز کی ؟

(الجواب) مرد پر بعد گزرنے زوجہ کے عدت نہیں۔ عدت عورت پر جو بعد مرنے خاوند کے ہوتی ہے۔ بس بعد مرنے زوجہ کے فوراً زوجہ کی بہن سے نکاح درست ہے پندرہ روز یا ایک ماہ بعد جب چاہے سالی سے نکاح کرے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ مرد پر عدت ہے ان کو مسئلہ معلوم نہیں۔ هكذا في كتب الفقه كالدر المختار وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر عدت گزارے نکاح کرنا جائز نہیں

(سوال ۹۹۵) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اب اگر اس کی زوجہ دوسرا نکاح کرنا چاہے تو عدت کرنے کی ضرورت ہے یا بغیر عدت کئے نکاح ثانی کر سکتی ہے ؟

(الجواب) طلاق کے بعد ایام عدت یعنی تین حیض گزار کر دوسرا نکاح کرے۔ قبل عدت دوسرا نکاح جائز نہیں ہے۔ هكذا في كتب الفقه.

عورت اگر والدین کے گھر ہو تو عدت کہاں گزارے

(سوال ۹۹۶) ایک عورت اپنے والدین کے مکان پر تھی اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ عورت کو عدت کہاں کرنی چاہئیے۔

(الجواب) عورت مذکورہ کو اپنے والدین کے مکان پر عدت وفات پوری کرنی چاہئیے۔ قال في الدر المختار وتعتد ان اى معتدة الطلاق و موت في بيت وجبت فيه الخ.

خلوت سے قبل طلاق دینے میں عدت واجب نہیں

(سوال ۹۹۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور بغیر خلوت صحیحہ اور بلا صحبت کے عورت کو طلاق دیدی۔ اب اس عرت پر عدت طلاق واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر خلوت وصحبت نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں ہے قال تعالیٰ۔ وان طلقتموهن من قبل ان

تمسوھن فما لکم علیھن من عدة الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

خلوت فاسدہ سے بھی عدت واجب ہو جاتی ہے

(سوال ۹۹۸) خلوت فاسدہ ہو جانے کے بعد عدت واجب ہو جاتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) مطلقہ پر صحبت یا خلوت سے عدۃ واجب ہوتی ہے بلکہ شامی نے کہا ہے کہ خلوۃ اگرچہ فاسدہ ہو تب بھی عدۃ لازم ہوتی ہے۔ ویجب العدة بخلوة وان کانت فاسدة لان تصریحھم لوجوبھا بالخلوة الفاسدة شامل لخلوة الصبی. کذا فی البحر من باب العدة۔ پس صورت مسئلہ میں جو نکاح عدۃ میں ہو باطل ہے اور قاضی نکاح خواں غلطی پر ہے کہ وہ اس نکاح کو جائز کہتا ہے۔ ایسا شخص لائق قاضی بنانے کے نہیں ہے۔ جس کو مسائل شرعیہ کی خبر نہ ہو پس جو فریق اس نکاح کو باطل و حرام کہتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خلوت کے بعد رتقا پر بھی عدت ہے

(سوال ۹۹۹) زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا بعد خلوت کے معلوم ہوا کہ ہندہ رتقاء ہے جماع کے لائق نہیں ہے۔ اب اگر زید اس کو طلاق دیدے تو ہندہ کو عدت پوری کرنی چاہیئے یا نہیں۔ در مختار میں ہے فلا عدة بخلوة الرتقاء.

(الجواب) شامی میں کہا کہ صحیح یہ ہے خلوت فاسدہ میں بھی لازم ہے ویجب العدة بخلوته وان کانت فاسدة لان تصریحھم بوجوبھا بالخلوة الفاسدة شامل لخلوة الصبی۔ اور در مختار کا یہ قول فلا عدة بخلوة الرتقاء۔ قدوری کی اس تفصیل پر مبنی ہے کہ مانع شرعی ہو تو عدت واجب ہے اور مانع حسی ہو تو واجب نہیں ہے مگر باب المہر میں صاحب در مختار نے اس قول قدوری کو نقل فرما کر فرمایا ہے۔ والمذھب الاول والاول ھو قوله وتجب العدة فی الکل۔ پس صورت مسئلہ میں ہندہ مطلقہ کی عدت پوری کر کے اس کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے نہ قبل عدت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مطلقہ حاملہ من الزنا کا حکم

(سوال ۱۰۰۰) مدت دو سال سے منکوحہ زید کسی اور مرد کے پاس چلی گئی تھی اور اس وقت وہ حاملہ من الزنا ہے اور زید نے اب اس کو طلاق دیدی ہے اور حمل کی نفی کرتا ہے تو جس وقت میں زانیہ اور زانی حمل زنا کے مقر ہوں اور زوج یعنی زید بھی ان کے موافق ہے تو زانی اس حاملہ کو بعد طلاق زوج اسی وقت نکاح میں لا سکتا ہے یا عدت گزرنے کے بعد۔ اور قبل وضع حمل اگر نکاح صحیح ہے تو وطی بھی جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں عدت کا گذارنا ضروری ہے قبل وضع حمل نکاح اس کا درست نہیں ہے کیونکہ منکوحۂ زید بحالت قیام نکاح حاملہ ہوئی ہے اور منکوحہ حاملہ کو بعد طلاق کے عدت گزارنا ضروری ہے۔

عدت وفات لازم ہے اگرچہ خلوت نہ ہوئی ہو

(سوال ۱۰۰۱) کسی آدمی نے بالغہ عورت سے نکاح کیا اور شوہر بغیر خلوت کے فوت ہو گیا۔ اس صورت میں عورت مذکورہ پر عدت ہو گی یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں عورت مذکورہ پر عدت لازم ہے اور عدت اس کی چار ماہ دس یوم ہے۔ کما قال اللہ تعالی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشرا الایه. وفی الدرالمختار والعدة للموت اربعة اشھر وعشرالخ مطلقاوطئت اولا ولوصغیرة الخ.

حاملہ معتدہ کا نکاح

(سوال ۱۰۰۲) ایک نوجوان لڑکی اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر اور شخص کے گھر میں آباد ہوئی ہے اب اس عورت کا خاوند اول فوت ہو گیا اب وہ عورت سات آٹھ ماہ سے زنا سے حاملہ ہے۔ بعد وضع حمل اگر دونوں زانی توبہ کریں تو نکاح درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر وہ عورت مذکورہ خاوند سابق کے فوت ہونے سے پہلے ہی حاملہ تھی اور بعد فوت ہونے اس شوہر کے وضع حمل ہوا تو بموجب اس آیت کریمہ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن بعد وضع حمل عدۃ اس کی ختم ہو گئی۔ لہذا نکاح کرنا اس کو صحیح ہوا اور اگر وہ عورت بعد فوت ہونے شوہر سابق کے حاملہ ہوئی اور حمل اس کا زنا سے ہونا متحقق ہوا تو پھر قبل وضع حمل بھی اس کا نکاح صحیح ہو سکتا(۱) اور بعد حمل تو صحیح نکاح ہونے میں کچھ شبہ ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ وصح نکاح حبلی من زنا (ترجمہ) اور صحیح ہے نکاح حاملہ عن الزنا کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیٹ میں حمل خشک ہو جائے تو عدت کا حکم

(سوال ۱۰۰۳) ایک بیوہ کا حمل خشک ہو گیا اگر یہ حمل پانچ چھ سال تک پیٹ میں رہے تو اس کی عدت کب تک رہے گی کتنی مدت کے بعد میں یہ عورت نکاح کر سکتی ہے؟

(الجواب) شرعاً دو برس سے زیادہ حمل نہیں رہتا لہذا عورت مذکورہ شرعاً حاملہ شمار نہ ہو گی بلکہ وہ ممتدۃ الطہر ہے پس اگر وہ مطلقہ ہے تو عدت اس کی تین حیض سے پوری ہو گی جس مدت میں بھی تین حیض پورے ہوں گے اور اگر وہ متوفی عنھازوجھا ہے تو عدت اس کی دس دن چار ماہ میں پوری ہو گی۔

دوران سفر شوہر مر جائے تو عدت کا حکم

(سوال ۱۰۰۴) ایک شخص کی وفات بھوپال میں ہوئی تو ان کی زوجہ قبل پورا کرنے عدت کے یہاں آ سکتی ہیں یا نہیں؟

---

(۱) یعنی شوہر اول کی عدت وفات ختم ہو جانے کے بعد

(الجواب) اگر وہاں عدت پوری کرنے تک رہنے میں کسی قسم کا خوف اور بے اطمینانی نہیں ہے اور سب ضروریات وہاں پوری کر سکتی ہیں تو اسی جگہ عدۃ پوری کرنی چاہیئے یہاں آنا درست نہیں ہے اور اگر وہ وہاں باطمینان نہیں رہ سکتی اور ضروریات پوری نہیں ہو سکتی تو اپنے وطن کو آسکتی ہے۔ در مختار میں ہے۔ او کانت فی مصر او قریة تصلح للاقامة تعتدثم له قوله تصلح للاقامة بان تامن فیھا علی نفسھا وما لھا وتجد ما تحتاجه۔ الخ شامی ترجمہ وحاصل مطلب یہ ہوا کہ عورت بوقت موت شوہر کے مثلاً کسی شہر یا قریہ میں جو اقامت کی صلاحیت رکھتا ہے اسطرح عورت وہاں مامون ہے جان و مال کا کچھ اندیشہ نہیں اور ضروریات مل سکتی ہیں تو وہ اسی شہر یا قریہ میں جس میں شوہر کی وفات ہوئی ہے تو عدت پوری کرے۔

فصل فی طلاق غیر مدخول بھا
(غیر مدخول بہا کی طلاق کا بیان)

غیر مدخول بھا کو الگ الگ تین طلاق دینے کی تعلیق کرنا

(سوال ۱۰۰۵) ماقولکم رحمکم اللہ دریں کہ زید قسم کرد کہ اگر من در خانہ عمرو داخل خواہم شد بر زوجہ من کہ اسم او میمونہ است ایک طلاق۔ دو طلاق۔ طلاق واقع خواہد شد اتفاقاً زید دریں قسم حانث شد و در خانہ عمرو داخل شد۔ درانحالیکہ زوجہ غیر مدخولہ است۔ پس دریں صورت بر میمونہ زوجہ زید طلاق واقع شود یا نہ۔ اگر واقع شود تو صورت حلت چہ باشد صرف تجدید عقد کافی است یا ضرورت تحلیل خواہد شد؟ بینو بالدلیل توجروا۔

(الجواب) قال فی الدر المختار فی باب طلاق غیر المدخول بھا وتقع واحدة ان قدم الشرط الخ پس در صورت مسؤلہ عنہا چونکہ شرط مقدم است و عورت غیر مدخولہ است و طلاق متفرق دادہ است لہذا بوقت تحقق شرط یک طلاق واقع گردیدہ زوجہ اش بائنہ خواہد شد و باقی دو طلاق بر و واقع نخواہد شد و نکاح جدید بدون حلالہ باو صحیح خواہد شد و آں فرق بانت بالا ولی ولم تقع الثانیه الخ در مختار۔

غیر مدخولہ کو متفرق طلاق دینے کا حکم

(سوال ۱۰۰۶) ایک شخص نے زوجۂ غیر مدخولہ کو تین طلاق متفرق دی گواہ یہی بیان کرتے ہیں۔ اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوئی۔

(الجواب) غیر مدخولہ کا حکم یہ ہے کہ ایک کلمہ سے اس کو تین طلاق دے گا تو ہر سہ طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کما یقول انت طالق ثلثا۔ اور اگر متفرق طور سے طلاق دے گا تو ایک طلاق سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہیں ہوتی۔ وان فرق بوصف او خبر اوجعل لعطف اوغیرہ بانت بالاولی لا الی عدة الخ در مختار پس صورت مسؤلہ میں جیسا کہ بیان شاہدوں کا ہے اس کے موافق اس کی زوجۂ غیر مدخولہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب ثبوت النسب

(ثبوت نسب کا بیان)

ولد الحرام اگر متقی ودیندار ہو تو اس کیلئے مغفرت اور درجات عظیمہ ہے

(سوال ۱۰۰۷) ولد الحرام اگر متقی ہو تو کیا اس کی مغفرت اللہ کے یہاں ہو گی؟

(الجواب) جب کہ وہ خود مومن صالح ہے اور عالم وعابد ہے تو اس کے لئے آخرت میں بڑے بڑے درجات ہیں اور جنت و مغفرت ہے۔ ولد الحرام ہو یا ولد الحلال ہو جو شخص باایمان و صالح و متقی ہے اس کے لئے عند اللہ مغفرت و درجات عظیمہ ہیں ولد الحرام کا کوئی قصور نہیں ہے۔

طلاق دینے کے بعد اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہو تو اسی شوہر کا ہے

(سوال ۱۰۰۸) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اب وہ عورت دعوی کرتی ہے کہ لڑکا زید کے نطفہ سے ہے اور خورش و پوشش کا دعوی عدالت میں دائر کیا ہے۔ مگر کوئی پورا ثبوت نہیں تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس صورت میں شرعاً نسب لڑکے کا زید سے ثابت ہے اور دعوی عورت کا صحیح ہے جیسا کہ در مختار میں ہے۔ **کما یثبت بلا دعوة احتیاطا فی مبتوته جاء ت به لاقل منها من وقت الطلاق الخ** اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مطلقہ بائنہ وقت طلاق سے دو برس سے کم میں بچہ جنے تو وہ شوہر کا ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قیدی کی بیوی کی اولاد کا حکم

(سوال ۱۰۰۹) زید کو بعد نکاح کے خلوت بھی نہ ہونے پائی کہ اس کو کسی جرم میں حبس دوام عبور دریائے شور ہو گیا چار سال تک اس کی زوجہ باعفت رہی پانچویں سال اس نے ایک غیر مرد سے تعلق ناجائز پیدا کر لیا اور اس کے ساتھ عرصہ پچاس سال سے بذریعہ زنا گزر کرتی ہے اور اس کے زنا کی تصدیق بھی شرعی طور پر ہو گئی اور آٹھ دس لڑکے بھی پیدا ہوئے۔ اور زوج کو مطلق اس کی اطلاع نہیں ہوئی۔ پس اس صورت میں یہ لڑکے جو زنا سے پیدا ہوئے زانی کے قرار دیئے جائینگے یا زوج کے۔ اور یہ حرامی ہیں یا حلالی؟

(الجواب) اگر شوہر نے طلاق نہ دی تھی اور وہ زندہ بھی رہا تو اولاد اس کی طرف منسوب ہو گی حدیث شریف میں ہے۔ **الولد للفراش وللعاهر الحجر**۔ اس حدیث کے موافق مذہب حنفیہ یہ ہے کہ اس کی زوجہ کی ہر اولاد کی نسبت اسی کی طرف ہو گی۔ زانی کی طرف نسبت نہ ہو گی۔ **قال فی الدر المختار**۔

وسیجئی فی الاستیلاء ان الفراش علی اربع مراتب وقد اکتفوا القیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما سنة فولدت لستة اشهر قد تزوجها الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل متفرقہ متعلقہ طلاق

خنثی سے نکاح ہو جائے تو بلا طلاق ہی نکاح سے باہر ہے

(سوال ۱۰۱۰) مسمی زید نے ہندہ سے نکاح کیا بوقت خلوت صحیحہ عورت مذکور کے علامت دخول وغرض جماع نہیں تھی کوئی علامت جماع نہیں ہے۔ بعد نکاح وخلوۃ مذکور شفاخانے میں معائنہ کیا گیا۔ ڈاکٹر نے بھی تصدیق کیا کہ یہ عورت کسی قابل نہیں ایسی عورت کا طلاق دینا ضرور ہے یا بدون طلاق کے چھوڑ دے اور مہر زید کے ذمہ لازم آوے گا یا نہیں؟

(الجواب) جس کے مقام جماع نہ ہووہ حکم میں خنثی کے ہے اور نکاح مرد کا خنثی سے نہیں ہو تا اس حاجت طلاق کی نہیں اور مہر واجب نہیں۔ قوله اومن فقد خرج الزيلعي وغيره بانه ملحق بالخنثى شامی كتاب الخنثى وفى الدر المختار من كتاب النكاح فخرج الذكر والخنثى المشكل اور ان الخ ايراد العقد عليها لا يفيد ملك استمتاع الرجل بهما بعدم مجلسها له الخ شامی

شہادت طلاق میں بھی گواہوں کا عادل ہونا مشروط ہے

(سوال ۱۰۱۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قابیل بیپاری نے پنچایت کے روبرو یوں بیان کیا کہ میں نے اپنی چھوٹی بیوی کو یہ کہا تھا کہ تجھ پر میرا کوئی دعوی نہیں ہے۔ میں نے تجھ کو صاف کر دیا اس گفتگو کو مسمی محمد منشی جو بوقت گفتگو کے حاضر تھا سن کر کہا کہ تمہاری تو دونوں عورتوں کو طلاق ہو گئی۔ بڑی بی بی نے منشی صاحب کے الفاظ پر اذاعان طلاق کر کے مہر طلب کئے ہیں۔ میں زیورات نکال کر دیا۔ پانچ روز کے بعد میں سسرال میں جا کر بڑی بی بی سے کہا کہ کیا تم نے میری زبان سے الفاظ طلاق سنے ہیں اس نے جواب دیا کہ نہیں آپ کے زبان سے نہیں سنے بلکہ منشی کے کہنے پر چلی آئی آخر الامر بڑی بی بی کو میں اپنے مکان پر لے آیا۔ اس بیان کے بعد شاہد محمد منشی نے کہا کہ قابیل بیوپاری مجھ کو راستہ سے بلا کر کے لے گیا اور کہا میں نے اپنی دونوں بی بی کو صاف کر دیا۔ مرزا علی میر جو میرے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ کیسے صاف کر دیا اس پر قابیل بیوپاری نے کہا میری دونوں بی بی کو تین طلاق بائن دیدیا اس وقت یوسف علی اور بابر علی بھی موجود تھے دوسرا شاہد مرزا علی میں نے کہا کہ میرے سامنے قابیل بیوپاری نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ میں نے اب ان کو ایک دو تین طلاق دیدیا پھر

میرے ہاتھ میں قابیل، بیوپاری نے کچھ زیور دیا جو میں نے ان کی بڑی بی بی کے ہاتھ میں دیدیا پھر چھوٹی بی بی نے بھی مہر طلب کئے تو اس کو قابیل بیوپاری نے جواب دیا کہ گود کا بچہ تیرا مہر ہے اس کے بعد ہم دونوں چلے آئے تیسرا شاہد رجب علی کا بیان ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مجھ کو محمد منشی نے بلا کر کہا کہ دیکھو قابیل بیوپاری کیا کہتا ہے اس کو کیا ہوا کہ میں نے اس سے معاملہ دریافت کیا تو جواب دیا کہ میں نے اپنی دونوں بی بی کو تین طلاق دیدیا پس ان شاہدوں کے بیان اور زوج کے انکار سے اس بڑی بی بی پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟

الجواب) دو گواہ طلاق کے اگر عادل و ثقہ ہیں تو اس کی دونوں زوجہ پر سہ طلاق واقع ہو گئی۔ زوج کا انکار معتبر نہیں اور اگر دو گواہ عادل نہیں اور زوج منکر ہے تو طلاق بڑی بی بی پر واقع نہ ہو گی۔ هكذا فی كتب الفقه. اللہ تعالیٰ اعلم

گواہوں کے ذریعہ ثبوت طلاق اور دیگر چند مسائل

(سوال ۱۰۱۳) اگر عورت مدعیہ تین طلاق کی ہو اور شوہر طلاق سے انکار کرتا ہو تو طلاق کے ثبوت کی کیا صورت ہو سکتی ہے آیا گواہوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہو جاوے گی یا کیا۔ اور کیسے گواہوں کی گواہی سے طلاق کا ثبوت ہو گا اور طلاق کے ثبوت کے لئے تحریری طلاق ہونا ضروری تو نہیں اگر زبانی طلاق دیوے تو کیا حکم شریعت مطہرہ دیتی ہے اور عورت نان نفقہ کا دعوی کرتی ہے یہ دعوی طلاق کے دعوے کے منافی ہے یا نہیں؟

(الجواب) جس صورت میں عورت دعوی طلاق کا کرے اور شوہر منکر ہو طلاق سے اور دو گواہ عادل مسلمان یعنی نمازی پرہیز گار فسق و فجور سے بچنے والوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر دو گواہ باہم متفق اللفظ والمعنی گواہی دیدیں۔ گواہوں کا اختلاف بیان بھی معجب رد شہادت ہے جیسا کہ فاسق و بے نمازی وغیرہ ہونا گواہوں کا موجب رد شہادت ہے۔ **ولزم فی الکل الخ لفظ اشهد بقولها والعدالة لو جوبه الخ وايضا فی الدرالمختار وكذا تجب مطابقة الشهادتين لفظا ومعنى الخ** پس صورت مسئولہ میں اور واقع مذکورہ میں اگر دو گواہ مسلمان عادل بلا اختلاف بیان طلاق کی گواہی دیویں تو شرعاً طلاق ثابت ہے اور بصورت ثابت ہونے تین طلاق کے علاقہ نکاح مابین زوجین منقطع ہے۔ اور واضح ہو کہ طلاق واقع ہونے کے لئے شرعاً لکھنے کی ضرورت نہیں ہے شوہر اگر زبانی طلاق دیوے اور تحریر میں نہ لاوے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور نان و نفقہ کا دعوی کرنا عورت کا دعوی طلاق کو مضر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خلع بلا تراضی طرفین صحیح نہیں اور طلاق کے دیگر مسائل

(سوال ۱۰۱۴) ہندہ اپنے خاوند سے خلع کرنا چاہتی ہے تو اس زمانہ میں خلع کس طرح کرایا جاوے۔ خلع بوجہ صورت مندرجہ کے اول عورت اور خاوند میں وقت عقد سے لے کر اب تک محبت باہمی نہیں ہوئی ہمیشہ لڑائی گالی گلوچ رہا۔ دوم عورت کو اس درجہ تکلیف دی گئی ہے کہ ایک مکان میں مقفل بند کیا گیا اور کھانے پانی کی تکلیف دی گئی اور لکڑیوں سے مارا گیا اور چاقو اور کسی آلہ سے جسم کو کاٹا گیا کہ نشان ایک عرصہ تک قائم رہیں اور ایسے کام لئے جاویں جن کی ممانعت شرع میں ہے سوم عورت کو ماں باپ کی زیارت اور ان کے ماں کے آنے جانے سے بند کیا جاوے مثل شادی و غمی کے حالانکہ اس کی بابت رسول ﷺ اجازت دے رہے ہیں کہ عورت بلا شوہر کی اجازت کے اپنے ماں باپ کے جا سکتی ہے یا خاوند عہد کرے کہ میں تجھ سے اتنی مدت

تک صحبت نہ کروں گا یاماں بہن کی مثال دے روز مرہ ایسی ہی باتوں کا استعمال ہو تا ہو تو ایسی صورت میں خلع ہو سکتا ہے یا نہیں ؟(۲) زید نے ایسے مقام پر اپنی عورت کو طلاق دی جہاں کوئی موجود نہ ہو یا ایسے لفظ کہے ہوں جن سے طلاق واقع ہو گئی اور گواہ سوائے کنبہ والے بیوی منکوحہ کے مثل چچا، تایا یاباپ۔ خالو وغیرہ کے ہوں تو ان کی گواہی معتبر ہو گی یا نہیں اور اس کی طلاق کا دینا مشہور بھی ہو گیا۔(۳) زید بوقت پڑھتے نکاح کے اور ایجاب وقبول کے نابالغ تھا اس کے باپ خالد نے اس کا ولی بن کر ایجاب وقبول مع مہر کے کیا مہر کی نسبت عورت کے وارثوں یا عورت سے اقرار کر لیا کہ مہر میں دونگا زید کے بالغ ہونے پر یا ان صورتوں میں کہ زید اگر اپنی بیوی کو چھوڑ دے یا بیکار رہے یا تکلیف دے یا اگر زید بالغ ہے اور بلوغ کی حالت میں بھی زید کے باپ نے اقرار کیا مہر دینے کی بابت روبرو گواہوں کے اکثر ایسی صورتوں میں شرط قائم ہو کر اقرار کیا جاتا ہے اور نکاح ہو جاتا ہے ان دونوں صورتوں کے گواہ موجود ہوں یا مر گئے ہوں جن کے سامنے روپے مہر کا اقرار کیا تھا اور عورت مہر لینا چاہتی ہے زید کا باپ خالد دینے سے منکر ہے اور زید بیکار ہے یا شامل باپ کے ہے اور سوائے اپنی جان کے کوئی مال اسباب نہیں رکھتا جس سے عورت کو مہر دلایا جائے جو کچھ مال جائداد ہے سب زید کے باپ کی ہے تو ایسی صورتوں میں کیا کیا جاوے۔ اور مہر کس سے دلایا جاوے۔ اور گواہ بھی مر گئے ہوں۔(۴) مہر مثل وکم ومؤجل ومعجّل وغیر معجّل وعند الطلب کے اور کتنی قسم ہیں۔ اور ان کی کیا تعریف ہے مہر مثل ومہر کم کا کیا حکم ہے۔ مثلاً عورت سو روپیہ مہر کے بتاوے اور خاوند پچاس تو کس کے گواہوں کو معتبر اور مقبول سمجھا جاوے اگر گواہ مر گئے ہوں تو کیا کیا جاوے۔(۵) اگر زید نے اپنی بیوی سے زبردستی مہر معاف کرا لیا تو معاف ہو سکتا ہے یا نہیں یا کسی اور وجہ سے معاف کرا لیا؟

(الجواب) ایسی حالت ناموافقت میں خلع درست ہے بلکہ ضروری ہے مگر خلع خاوند زوجہ دونوں کی رضامندی پر ہوتا ہے۔ مثلاً عورت مہر معاف کردے اور شوہر طلاق دیدے (۲) طلاق تنہائی میں بھی واقع ہو جاتی ہے اور منکوحہ کے کنبہ والوں کے روبرو ہو تب بھی واقع ہو جاتی ہے اور شوہر اگر طلاق سے انکار کرے اور عورت دعوی طلاق کا کرے تو چچا تایا کی گواہی سے طلاق ثابت ہو جاتی ہے باپ دادا کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتی۔ (۳) زید کا باپ اگر مہر کا ذمہ دار ہو گیا ہے تو عورت زید کے باپ سے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اگر زید کا باپ ذمہ داری سے انکار کرتا ہے اور گواہ موجود نہیں تو زید کے باپ سے مطالبہ نہیں کر سکتی۔ (۴) مہر کم معلوم نہیں کیا چیز ہے۔ مہر مثل وہ ہے جو اس کے کنبہ کی ہم عمر عورتوں کا مہر ہو اختلاف کی صورت میں مہر مثل حکم بنایا جاتا ہے اور تفصیل اس کی کتب فقہ میں دیکھنی چاہیئے (۵) زبردستی مہر معاف کرانے سے معاف نہیں ہوتا اگر خوشی سے عورت مہر معاف کردے معاف ہو جاتا ہے اور پھر عورت مہر نہیں لے سکتی اور دو معتبر گواہوں کے روبرو عورت نے بخوشی مہر معاف کیا ہے تو پھر اگر عورت انکار بھی کرے تو انکار اس کا مسموع نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دائم الحبس کی زوجہ اس کے نکاح سے نہیں نکلتی اور ماضی میں طلاق دینے کے اقرار سے طلاق معتبر ہوتی ہے

(سوال ۱۰۱۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق نامہ تحریری لکھا اور مجمع عام میں بیان کیا کہ میں اپنی زوجہ کو چار ماہ ہوئے طلاق دے چکا ہوں اور اب واسطے اطمینان مطلقہ لور اس شخص کے جو اس سے نکاح کرے طلاق نامہ بھی لکھ دیا اور گواہ بھی قاضی کے سامنے پیش کئے اس پر قاضی نے مطلقہ مذکورہ کا نکاح اسی وقت دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا اس صورت میں قاضی کے ذمہ کچھ الزام آسکتا ہے اور یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں ؟ (۲) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کرنے کے لئے قاضی کو بلایا قاضی نے اس عورت کے حال کی تحقیق و تفتیش کی تو اس شخص نے اور نیز چند اشخاص نے ظاہر کیا کہ اس عورت کا شوہر دائم الحبس ہو گیا ہے قاضی نے اس بیان پر اعتبار کر کے اور اس نکاح کو جائز سمجھ کر نکاح کر دیا صبح کو معلوم ہوا کہ اس عورت کا خاوند دائم الحبس نہیں ہے ابھی تک مقدمہ زیر تجویز ہے قاضی نے فوراً جا کر اس شخص سے کہہ دیا کہ تیرا یہ نکاح صحیح و جائز نہیں ہوا اس صورت میں قاضی کے ذمہ کچھ الزام ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اگر واقع میں شوہر نے چار ماہ ہوئے طلاق دیدی تھی اور اس وقت سے تین حیض اس کے آچکے ہیں تو عدت اس کی پوری ہو گئی نکاح اس کا درست ہے۔ اصل یہ ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہو جاتی ہے جس وقت طلاق دی جاوے اور عدت مطلقہ کی تین حیض ہیں پس اگر عدت طلاق کی گزر چکی تھی یعنی وقت طلاق سے تین حیض ہو چکے ہیں تو نکاح صحیح ہو گیا اور اگر تین حیض نہ آئے تو نکاح صحیح نہیں ہوا اس امر کی تحقیق کرلی جاوے اگر واقع میں عدت گزرنے کے بعد قاضی نے نکاح کیا ہے تو قاضی پر کچھ الزام نہیں اور اگر عدت کے اندر نکاح کیا ہے تو نکاح نہیں ہوا قاضی کی غلطی ہے کہ اس نے عدت کے اندر نکاح پڑھا۔ (۲) اگر بالفرض شوہر دائم الحبس ہوتا۔ تب بھی بدون طلاق دینے شوہر کے نکاح ثانی صحیح نہ ہوتا اور اب کہ وہ دائم الحبس نہیں ہوا قاضی نے اچھا کیا کہ صاف ظاہر کر دیا کہ نکاح نہیں ہوا اب قاضی پر کچھ الزام نہیں ہے اور نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔

صورت خلع اور اختیار طلاق بزوجہ اور طلاق معلق بشرط کے احکام

(سوال ۱۰۱۶) زید نے اپنی نابالغہ یا مراہقہ زوجہ کے طلاق نامہ میں یہ لکھا کہ میں نے تم سے نکاح کیا تھا مگر تم سے میرے گھر باہر کا کام کاج نہیں چلتا ہے اور تم میری خدمت میں حاضر نہیں ہوتی۔ اس لئے چونکہ تمہارے والد نے مہر معاف کر دیا اس مہر کے بدلے میں میں نے تمہیں خلع تین طلاق دیا۔ بعد اس کے عورت کے والد سے معافی مہر کی رسید لکھا کر دستخط کرا لئے۔ اس صورت میں زید کی زوجہ پر کتنی طلاقیں واقع ہوئیں۔ (۲) زید نے ہندہ کو نکاح کرتے وقت بین نامہ میں لکھ دیا کہ بلا اجازت بانوی موصوفہ کے دوسری شادی یا نکاح نہیں کروں گا۔ اگر کروں تو بانوی موصوفہ کو اختیار ہے کہ میری طرف سے اس دوسری زوجہ پر تین طلاق واقع کر دے۔ اب زید نے ہندہ کو طلاق بائن دیدی ہے تو اگر اس وقت زید نکاح کسی دوسری عورت

سے کرے تو ہندہ اس پر طلاق واقع کر سکتی ہے ؟ (۳) زید نے کابین نامہ میں چند شروط لکھ دینے کے بعد یہ لکھ دیا کہ اگر شروط بالا میں سے کسی شرط کا خلاف کروں تو بیوی پر تیسری طلاق واقع ہو گی۔ اس دیار میں اکثر نکاح سے پہلے کابین نامہ رجسٹری کرا لیتے ہیں بعد اس کے نکاح کراتے ہیں تو وہ شروط معتبر ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں زید کی زوجہ مطلقہ ہو گئی خلع الاب صغيرة بما له. او مهر ها، طلقت فی الاصح كما قبلت هی وهی مميزة ولم يلزم المال لانه تبرع وكذا الكبيرة الا اذا قبلت فيلز مها المال. قوله فی الاصح الخ وقيل لا تطلق لانه معلق يلزم المال وقد عدم ووجه الاصح انه معلق بقبول الاب وقد وجد بزازيه شامی. قوله لم يلزم المال ای لا عليها ولا على الاب على قول ابن سلمة وعنه يلزم وان لم يضمن جامع الفصولين اما اذا ضمنه فلا كلام فی لزومه شامی.

(۲) ہندہ کو اختیار ہو گا کہ زید کی دوسری بیوی کو طلاق دیدے۔ شامی کتاب الایمان میں ہے وعلى هذا لوقال لامرأة اتزوجها بغير اذنك فطالق طلاقا بائنا او ثلاثا ثم تزوج بغير اذنها طلقت لانه لم تتقيد يمينه ببقاء النكاح لانها ان تتقيد به لو كان امرأة تستفيد ولايته الاذن والمنع بعقد النكاح ای بخلاف الزوج فانه يستفيد ولاية الاذن بالعقد الخ.

(۳) اس صورت میں تین طلاق واقع ہو گئی۔ کیونکہ تیسری طلاق دو ماہ قبل کو چاہتی ہے۔ كما فی الدر المختار وفی القنية طلقت اخر ثلث تطليقات فثلاث وطالق اخر ثلث تطليقات فواحدة والفرق دقیق حسن۔ اس فرق کو علامہ شامی نے بیان فرمایا ہے فراجعہ اور جزاء میں استقلال کا لفظ وعدہ پر محمول نہ ہو گا شادی سے پہلے کا اقرار اور تحریر معتبر نہیں جب تک کہ بعد نکاح پھر اس تحریر کا اقرار نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حلالہ سے بچنے کیلئے اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں

(سوال ۱۰۱۷) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق ایک مجلس میں دی اور عورت کا اس سے علیحدہ ہونا باعث مضرت ہے۔ حنفی مذہب میں کوئی طریقہ طلاق واقع نہ ہونیکا تحریر فرمایئے۔ اگر حنفی مذہب میں ایسا طریقہ نہ ہو تو حنفی کو خاص مسئلے میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) صورت مسؤلہ میں تین طلاق واقع ہو گئی۔ بدون حلالہ کی زوج اول کے لئے حلال نہیں ہے۔ اگرچہ باعث مضرت ہے۔ اگر مضرت تھی تو طلاق کیوں دی۔ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر عمل کرنا جب جائز ہے کہ کوئی کراہت اس مذہب کی رو سے لازم نہ آوے اور یہاں کراہت بلکہ حرمت ہے۔ لہذا اس صورت میں جائز نہیں۔ قال فی الدر المختار لكن يندب للخروج من الخلاف لاسيما للامام لكن يشترط عدم لزوم ارتكاب مكروه مذهبه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق میں تسامع سے شہادۃ منظور نہیں ہوتی!

(سوال ۱۰۱۸) ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو دو طلاق دی ہیں اور زوجہ بھی یہی کہتی کہ میں نے دو طلاق سنی ہیں لیکن چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تین طلاق دی ہیں اس صورت میں زوج کا قول معتبر ہوگا یا گواہوں کا؟ اور کونسی طلاق واقع ہوگی؟

(الجواب) قال فی الدر المختار وان فسر الشاهد للقاضی ان شهادته بالتسامع او بمعاينة اليد ردت علی الصحيح وفی الشامی قال فی الخانية شهدنا بذلك لانا سمعنا من الناس لا تقبل شهادتهم الخ جلد ۴ شامی ص ۳۷۶۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ تین طلاق کی گواہی دینے والے چونکہ تسامع سے گواہی دیتے ہیں وہ مقبول نہیں ہے۔ پس موافق اقرار شوہر کے دو طلاق واقع ہونگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کسی نے کہا کہ دوسرا نکاح کروں تو جدیدہ کو طلاق ہے پھر قدیمہ کی عدت بائن میں جدیدہ سے نکاح کرے

(سوال ۱۰۱۹) زید کا دو کابین نامہ زوجہ خود نوشتہ داد بزبان خود اقرار و اعتراف ساخت کا بابقائے نکاح من و شما بدوں اذن بالبداہۃ فضولی و یا خفیہ یا بذریعہ و کیل وغیرہ بہیچ گونہ حکم تو دو الیان تو رجسٹری اذن نامہ دو گرفتہ و جملہ مہر انہ ادا ساختہ بوفق شرع نکاح کنم بغیر ایں ہر گاہ زن کنم بر اں سہ طلاق گردد۔ این است یمین معترفہ زید۔ زید مذکور زن را یک طلاق بائن دادہ بدون استیذان اوو بغیر ایفائے مہر زن نو کرد۔ پس موافق یمین مذکورہ بریں زن جدیدۂ زید طلاق واقع گردد یا نہ؟

(الجواب) اقول وباللہ التوفیق قول فرق اول صحیح است کہ بقائے نکاح زوجہ قدیمہ را در شرط طلاق زوجہ جدیدہ داخل کردہ است ہر گاہ نکاح با زوجہ اول باقی نماندہ شرط طلاق یافتہ نہ شدہ کما قال الدر المختار لا تطلق الجديدة فی قوله للقديمة ان نكحتها ای فلانة عليك فهی طالق اذا نكح فلانة عليها فی عدة البائن لان الشروط مشاركتها فی القسم ولم يوجد قوله لان الشرط الخ عبارة البحر لان الشرط لم يوجد لان التزوج عليها ان يدخل عليها من يتنازعها فی الفراش ويزاحمها فی القسم ولم يوجد. شامی جلد ثانی. واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق کی گواہی کی تفصیل

(سوال ۱۰۲۰) شخصے زوجہ خود راجہت عدم اطاعت امور خود زد۔ زوجہ از مکان شوہر خود گریختہ بمکان پدرش رفت ویک شب بامشاورت پدر و برادران اظہار نمود کہ شوہرم مرا سہ طلاق بائنہ دادہ و مروے را از مکان شوہر اد کنانہ اش خانہ شوہرش دو سہ خانہ فاصلہ و پس پردہ واقع است والفاظ فاسق وغیرہ برا و طلاق کردہ شود و یکے از دشمنان شوہر او ست رشوت دادہ بر استماع لفظ طلاق از زوجہ زن مذکور شہادت ساخت۔ اما شوہرش گویند کہ من طلاق او را نہ دادم و کسانیکہ در خانہائے کہ متصل خانہ شوہرش بودند بوقت زدن برائے

دفع و منع رفتہ اند گویند کہ مایاں از زبانش کسے نوع است از شتم وکلمہ طلاق نہ شنیدم لیادریں صورت حسب شہادت یک کہ از شروط شاہدین معری ویک قلم برائے ست برزنش طلاق مغلظہ واقع خواہد شدیانہ ؟

(الجواب) از شہادت یک مرد خصوصا در صورتیکہ آں یک ہم عادل نہ باشد یا دشمن شوہر بسبب امر دنیاوی باشد۔ طلاق زوجہ ثابت نہ خواہد شد۔ کما فی الدرالمختار وبغیر ها من الحقوق الخ کنکاح وطلاق رجلان اورجل وامرأتان الخ ولزم فی الکل لفظ اشهد الخ والعدالة الخ در مختار وفیه والعداوة للدنیا لا تقبل الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر طلاق کے عدد یاد نہ ہوں تو غالب گمان کا اعتبار ہے

(سوال ۱۰۲۱) ایک شخص نے بیماری کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس کو یاد نہیں کہ میں نے کتنے مرتبہ طلاق کا لفظ کہا۔ ایسی حالت میں کونسی طلاق ہوگی اور تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، اب گمان غالب کا اعتبار کرے اگر گمان غالب یہ ہے کہ تین یا زیادہ دفع طلاق کا لفظ کہا ہے تو بدوں حلالہ کے اس کو نکاح میں نہ لاوے اور اگر گمان غالب ایک یا دو کا ہے اور عدت یعنی تین حیض گزر چکے ہیں تو دوبارہ نکاح کرلیوے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ هکذا فی الشامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ذخیرہ اور بزازیہ میں اختلاف اور بزازیہ کو ترجیح !

(سوال ۱۰۲۲) فی ردالمحتار (قوله وکذا الکبیرة الخ) ای اذا خلعها ابوها بلا اذنها فانه لایلزمها المال بالاولی لانه کالاجنبی فی حقها وفی الفصولین اذا ضمنه الاب اوالاجنبی وقع الخلع ثم ان اجازت نفذ علیها وبرئ الزوج من المهر والاترجع به علی الزوج والزوج علی المخالع وان لم یضمن توقف الخلع علی اجازتها فان اجازتها جاز وبری الزوج عن المهر والالم یجز. قال فی الذخیرة ولا تطلق وقال غیره ینبغی ان تطلق لانه معلق بالقبول وقد وجد اه ای بقبول المخالع وفی البزازیة وان لم یضمن توقف علی قبولها فی حق المال قال هذا دلیل علی ان الطلاق واقع وقیل الابا جازتها الخ انتهیٰ۔ یعنی اگر بلا اجازت اذن اب الکبیرۃ بعوض صداق کبیرہ بازوج خلع کند۔ طلاق واقع شود یانہ۔ در ذخیرہ ودیگر کتب فقہ عدم وقوع راگرفتہ ودر بزازیہ وقوع طلاق را۔ اکنوں فتویٰ بر کدام قول دادہ شود اے طلاق واقع شود یانہ۔ بینوا توجروا۔؟

(الجواب) وقوع طلاق دریں صورت راجح است کما قال فی موضع اخر وحاصله انه فی الصغیرة لا یلزم المال مع وقوع الطلاق. شامی (قوله طلقت فی الاصح) وقیل لا تطلق لانه معلق بلزوم المال وقد عدم ووجه الاصح انه معلق بقبول الاب وقد وجد. بزازیه. ردالمحتار ص۵۶۸ ج ۲۔

کتاب الرضاع
(رضاعت کابیان)

ڈھائی برس کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال ۱۰۲۳) اگر کسی لڑکے نے ڈھائی برس کے بعد اپنی خالہ کادودھ پیاتو کیا حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی؟

(الجواب) اگر کسی لڑکے کی عمر ڈھائی برس ہو جانے کے بعد اس لڑکے نے اپنی خالہ کادودھ پیاہے تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ اور اگر لڑکا ڈھائی برس سے کم تھا اور اس وقت اس نے دودھ پیاہے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی۔ لڑکی اگر ڈھائی برس کی ہوگئی ہو اور اس کی مدت رضاعت ختم ہو جانے پر لڑکے نے دودھ پیاہے تو حرمت قائم ہے دودھ پینے والے کی عمر کا اعتبار ہے اگر لڑکا ڈاھائی برس سے کم عمر کا تھا جبکہ اس نے دودھ پیا تو لڑکی کی عمر اگرچہ ڈھائی برس کی ہوگئی ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی اور نکاح ناجائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ڈھائی برس کے بعد دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال ۱۰۲٤) زید نے ایک لڑکی ساجدہ کے ساتھ دودھ پیااڑھائی برس کے بعد۔ بکر زید کابڑا بھائی ہے تو ساجدہ کا نکاح بکر سے ہو سکتاہے یا نہیں؟

(الجواب) ساجدہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہو سکتا ہے کوئی ممانعت و حرمت کی نہیں ہے در مختار میں ہے۔ وتحل اخت اخیه رضاعا الخ. اڑھائی برس کی عمر کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر زید چھوٹی عمر میں یعنی اڑھائی برس سے کم میں بھی دودھ پیتاتب بھی زید کے بھائی بکر سے ساجدہ کا نکاح درست ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرضعہ کی اولاد سے نکاح کا حکم۔

(سوال ۱۰۲۵) زید نے ہندہ کے ساتھ دودھ پیایعنی زید نے ہندہ کی والدہ کادودھ پیاہندہ کی عمر دوسال تھی اور زید کی ایک سال توزید کا، نکاح ہندہ کی دوسری بہنوں سے ہو سکتاہے یا نہیں؟

(الجواب) ہندہ اور ہندہ کی سب بہنیں زید کی رضاعی بہنیں ہیں۔ زید کا نکاح ہندہ کی کسی بہن سے درست نہیں ہے هکذا فی کتب الفقه. واللہ تعالیٰ اعلم

مرضعہ کی تمام اولاد رضیع پر حرام ہے

(سوال ۱۰۲٦) زاہدہ نے بکر کو دودھ پلایااس وقت اس کی گود میں مریم تھی بکر اور مریم کا نکاح حرام

ہوا۔ مگر زاہدہ کی دوسری لڑکی عابدہ جو مریم کے بعد پیدا ہوئی اس کا اور بکر کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بہن بھائی ہیں۔ پس زاہدہ کی دختر عابدہ جو مریم کے بعد پیدا ہوئی وہ بھی بکر کی رضاعی بہن ہے۔ اور آیت واخوانکم من الرضاعة میں داخل ہے اور نکاح بکر کا اس سے بھی حرام ہے۔ ولاحل بين الرضيعين وولد مرضعتها وولد ولدها لانه ولد الاخ وقال قبيله وان اختلف الزمن والاب وفی الشامی قوله وان اختلف الزمن الخ كان ارضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرين سنة الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رضاعی باپ کی اولاد سے نکاح کا حکم

(سوال ۱۰۲۷) مسماۃ ہندہ نے دودھ پیا ہے زید کی عورت مسماۃ زینب کا۔ پس زید کی دوسری عورت مسماۃ میمونہ کے بطن سے جو لڑکے ہیں مسماۃ ہندہ کی لڑکی سے بیاہے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) صورت مرقومہ بالا میں ہندہ زید کی رضاعی لڑکی ہے۔ پس زید کے لڑکے خواہ زینب کے بطن سے ہوں یا میمونہ سے ہندہ کے رضاعی بھائی ہیں اور ہندہ کی لڑکی ان کی رضاعی، بھانجی ہے۔ ماموں اور بھانجی میں نسبا رضاعا مناکحت حرام ہے۔ کما ذکر فی العینی شرح الکنز فی کتاب الرضاع. زوج مرضعة لبنها منه أی من الزوج والجملة صفة للمرضعة اب المرضع الی قوله وابنه ای ابن زوج المرضعة اخ المرضع وبنت ای بنت الزوج اخت المرضع (الی قوله) لا تحل مناكحة احد من هولآء كما فی النسب وعند الشافعی بالنسب من الجانبين فكذا بالرضاع ولان الفحل سبب لنزول لبنها بواسطة احيالها فينسب الابن اليه بحكم انتهىٰ وذكر فی بعض الكتب الفقه.

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند واز جانب خوارہ زوجان وفروع

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ العبد محمد عطاء اللہ عفی عنہ

الجواب الصحیح الجواب الصحیح

العبد رحمت اللہ عفی عنہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

رضاع کے متعلق دو مفصل فتوے

(سوال ۱۰۲۸) زینب کہتی ہے کہ میری بہن حلیمہ اپنے زمانہ حمل میں بیمار تھی اور اسی بیماری کی حالت میں اس کے لڑکی سلیمہ پیدا ہوئی چونکہ وہ نہایت کمزور تھی دودھ نہ کھینچ سکتی تھی میری لڑکی اس سے کئی ماہ قبل پیدا ہو چکی تھی، اس لئے کہ دودھ اتر آئے میں نے اپنی لڑکی ہندہ سے دو مرتبہ دودھ کھنچوایا تاکہ دودھ اتر آنے کے بعد سلیمہ جو نہایت کمزور تھی دودھ پی سکے دو ہی مرتبہ سلیمہ سے دودھ کھنچوایا گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ دودھ اس کے پیٹ کے اندر پہنچایا نہیں۔ حلیمہ کا دودھ ہندہ کو محض بغرض اتر آنے دودھ کے دیا گیا ہے۔ رضاعت کی غرض سے نہیں دیا گیا جو رسم رضاعت کا اطلاق ہو سکے۔ کیا اس طریق سے دو مرتبہ

دودھ کھینچنے سے ہندہ سلیمہ رضاعی بہنیں ہوئی یا نہیں۔ یہ قول صرف زینب مرضعہ کا ہے اسکی والدہ بھی اس امر کی شہادت دیتی ہے۔ اور کوئی گواہ اس رضاعت کا، نہیں زینب کا شوہر جب ہندہ پیدا ہوئی گھر پر نہ تھا۔ کہتا ہے کہ میں صرف سماعی شہادت اپنی زوجہ سے سن کر دیتا ہوں۔ آیا دو عورتوں کی شہادت اس بارہ میں کافی ہو سکتی ہے اور کسی امام کے نزدیک چوسنے کی کوئی حد بھی مقرر ہے یا نہیں۔ اور وقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کی اجازت ہے نہیں ؟

(الجواب) یہ جواب مولانا حسین احمد صاحب نے ریاست پھانسو سے لکھا ہے، رضاع شرعاً چوسنا پستان عورت کا ہے وقت مخصوص پر۔ درمختار میں ہے۔ مص ثدی اومیتة فی وقت مخصوص۔ خواہ وہ چوسنا قلیل ہو یا کثیر ہدایہ میں ہے قلیل الرضاع و کثیرہ سواء اذا حصل فی مدة الرضاع یتعلق به التحریم مدت رضاعت کے اندر عورت نے اگر کسی بچے کو دودھ پلایا وہ قلیل ہی ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ قلیل کی حد یہ کہ یقینی پیٹ کے اندر دودھ کا جانا معلوم ہو جائے۔ عالمگیری میں ہے۔ والقلیل مفسر بما یعلم انه وصل الی الجوف اور اگر شک ہو تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی در مختار میں ہے۔ ویثبت به وان قل ان اعلم وصوله بجوفه عن فمه اوانفه لا غیر فلو التقم الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لالم یحرم لان المانع شکا ولو الجیه۔ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے۔ سو اگر لڑکے نے سر پستان منہ میں لیا اور معلوم نہ ہوا کہ دودھ حلق میں داخل ہوا یا نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ حلت کے مانع میں شک ہے یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت یعنی دودھ کے اندر جانے میں شک ہے تو شک سے یقین زائل نہیں ہوتا والوالجیہ۔ عالمگیری میں ہے۔ المرأة اذا جعلت ثدیها فی فم الصبی ولم تعرف مص اللبن یعنی القضا لا یثبت الحرمة بالشك الخ۔ عورت نے منہ میں چھاتی دی اور یقینی طور پر دودھ کا پیٹ میں جانا معلوم نہ ہوا تو بوجہ شک کے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ حرمت کے لئے اتنا پینا ضرور ہے کہ پیٹ میں اتر جائے اور اس پر پینے کا اطلاق ہو سکے۔ اگر دودھ کی کوئی چیز پکا کر بچہ کو دیدی تو اس سے تحریم ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اس پر رسم رضاعت کا اطلاق نہیں آتا۔ ولو جعل اللبن مخیضا اورانبا او شیرازا اور جبنا اواقطا او مصلا فتناوله الصبی لا یثبت التحریم لان اسم الرضاع لا یقع علیه. کذا فی البدائع. صورت مسئلہ میں محض دودھ کا راستہ کھل جانے اور اتر آنے کی وجہ سے دومرتبہ چھاتی کا بچہ سے کھلوایا پایا جاتا ہے۔ اور یہ یقینی ثابت نہیں کہ دودھ اس کے پیٹ میں گیا تو ایسی حالت میں حرمت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا اثبات رضاعت کے لئے محض عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں تاوقتیکہ ان کے ساتھ ایک مرد نہ ہو اس لئے اس میں ابطال ملک ہے اور وہ نہیں ثابت ہوتا مگر شہادت دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں سے ہدایہ میں ہے۔ ولا یقبل فی الرضاع شهادة النساء متفردات وانما یثبت بشهادة رجلین اور جل وامرأتین۔ جب اس رضاعت کو زینب کہتی ہے اور کوئی مرد، زینب کا شوہر یا لڑکا یا سلیمہ کا باپ بھائی روایت معائنہ کا گواہ نہیں تو محض ایک عورت یا دو عورت کی گواہی اس بارہ میں قبول نہیں البتہ ان معاملات میں کہ جن میں مردوں کو اطلاع ممکن نہیں محض عورتوں کی

گواہی مقبول ہو سکتی ہے۔ وما سوی ذلك من الحقوق يقبل شهادة رجلين اورجل وامرأتين سواء كان لحق مالا اوغير مال مثل النكاح والطلاق والو كاله والو صية ونحو ذالك کی شرح میں كالعتاق والرجعة والنسب وتوابعها كالاجارة والكفالة والاجل وشرط الخيار ذكره فى مبسوط شيخ الاسلام لو ويقبل فى ولو لادة والبكارة والعيوب بنساء فى مواضع لا يطلع عليه الرجال شهادة امرأة واحدة۔ شہادت کے لئے معائنہ ضرور ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ وفيه ان يكون التحمل بمعائنة المشهود بنفسه لا بغيره الخ جب زینب کا شوہر وقت رضاعت موجود نہ تھا اور حلیمہ نے ہندہ سے صرف دو مرتبہ اپنی چھاتی دودھ اتر آنے کیلئے کھنچوائی مثل مرضعہ کے دودھ نہ پلایا۔ زینب کے شوہر نے باہر سے آکر خدا جانے کتنے دنوں بعد اس واقعہ کو کس طور سنا ہوگا جس کی وہ اب اٹھارہ برس بعد تسامع کی بنا پر خبر و شہادت دیتا ہے علم ویقین شاہد پر دلالت نہیں کرتا اور نہ یہ واقعہ رضاعت ایسا ہے جو سب لوگوں میں عام شہرت رکھتا ہو جس کی بنا پر شہادت بالتسامع جائز ہو شہادت لغت میں خبر قاطعہ کا نام ہے اور وہ ایسے تسامع سے درجہ قطعیت کا حاصل نہیں کر سکتی۔ چونکہ لفظ اشہد معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو متضمن ہے اس کے لئے دوسرے الفاظ تیقن وعلم کے ساتھ شہادت نہیں دیتے۔ گویا شاید اس طرح گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں مطلع ہوں اس پر اور میں اس کی خبر دیتا ہوں درمختار میں ہے۔ ولا يشهد بمالم يعائنه بالاجماع الافى عشرة على مافى شرح الوهبانيه اور شاہد قاضی کے سامنے یہ بیان کرے کہ میں گواہی تسامع سے دیتا ہوں تو بقول صحیح وہ شہادت مردود ہے اور زینب کا شوہر کہتا ہے کہ میں گواہی تسامع سے دیتا ہوں۔ پس اس صورت میں نصاب شہادت تو کامل نہیں لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ خبر رضاعت دینے والا ایک ہو۔ اور اس کے دل میں صدق مخبر وثوق ویقین کے ساتھ جاگزیں ہو تو مستحب ہے اور اولیٰ ہے کہ اس سے بچے لیکن تنزہ وتفارق بوجہ عدم نصاب شہادت واجب نہیں۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے کہ مذہب حنفیہ کا جو کتب فقہ سے بیان کیا گیا۔ امام شافعیؒ کے مذہب پر تحریم کے لئے کم از کم پانچ چسکیاں چاہیں ان سے دودھ کے پیٹ میں پہنچ جانے کا یقین ہو جاتا ہے۔ اور یہی ظاہر الروایت میں حضرت امام احمد کا مذہب ہے اور ان سے تین کی بھی روایت ہے۔ اسی کو ہمارے مشائخ نے بھی اختیار کیا ہے اور ثقات سے مروی ہے کہ قیاس بھی یہی ہے اور یہی حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے لن عبید اور ابو ثور سفیان سے مروی ہے کہ دو چسکیوں سے عدم حرمت حدیث لا تحرم المصة المصتان سے مفہوم ہوتی ہے۔ حدیث ام الفضل بنت الحارث میں ہے کہ ایک اعرابی آیا رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ایک بی بی تھی دوسری میں نے اور کی۔ پہلی بی بی نے کہا میں خیال کرتی ہوں میں نے اس کو دو چسکی دودھ پلایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا لا تحرم الاملاجة والا ملا جتان ہدایہ میں ہے۔ وقال الشافعي اويثبت التحريم الابخمس رضعات بقوله لاتحرم المصه والمصتان ولا الاملاجة والا ملاجتان۔ عینی میں زیر قول وقال الشافعی ہے وبه قال احمد فى ظاهرالرواية واسحاق وعن احمد ثلاث وعنه واحدة وقال الرافعى وظاهرالمذهب وجهان احدهما كقول ابى حنيفه والثانى

ثلاث رضعات واختاره مشائخنا وقال ثقات القياس بثلاث رضعات وهو قول زيد ابن ثابت كذافى شرح الاقطع وقال ابن عبيد و ابو ثور انما تحرم الثلث من مفهوم لا تحرم المصة والمصتان ويروى عن عائشة انها قالت لا تحرم الاسبع رضعات وعن حفصة لا تحرم الا عشر رضعات تحت قول لا تحرم المصة الخ روى هذا الحديث مرفوعا فروى قوله لا تحرم المصة والمصتان وروى قوله ولا الا ملاجة والا ملاجتان من حديث ام الفضل بنت الحارث قالت دخل اعرابى على رسول الله وهو فى بيتى فقال يا رسول الله الخ۔ کتبہ حسین احمد۔ مقیم فی بلدہ القہیاکسو۔

الجواب الثانی:۔ (یہ جواب مدرسہ دیوبند کی طرف سے ہے) اقول وباللہ التوفیق حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مدۃ رضاعت میں اگر قلیل میں کسی عورت کا بھی شکم رضیع میں دودھ چلا جاوے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور بظن غالب اگر بچہ کا دودھ پینا معلوم ہو جاوے تو حرمت، رضاعت ثابت ہے۔ پس صورت مسئلہ میں جبکہ دودھ حلیمہ کا ہندہ سے کھچوایا اور دو مرتبہ پستان حلیمہ کی ہندہ شیر خوار بچے کے منہ میں دی گئی غرض اس سے دودھ پلانا نہ تھا۔ صرف کھچوا کر پستان حلیمہ کو ہاکا کرنا تھا کہ سلیمہ جو ضعیف ہے دودھ پی سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہندہ نے اس دودھ کو کھینچ کر کلی تو کر نہیں دی ہے بلکہ وہ ہندہ کے پیٹ میں گیا اور جبکہ حلیمہ کے پستان میں دودھ بھرا ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ ہندہ جو چند ماہ کہ بچی تھی اس نے بظن غالب دودھ پیا اور ظن غالب کا ہی اعتبار امور میں ہے۔ لہذا مذہب حنفیہ کے موافق حرمت رضاعت ثابت ہے۔ ويثبت به الخ وان قل ان علم وصوله بجوفه من فمه اوانفه الخ لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فى حلقه ام لا لم يحرم قال العلامة الشامى قوله فلو التقم تفريع على التقييد بقوله ان علم وفى القنية امراء ة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم تكن فى ثدى لبن حين القمت ثدنى ولم يعلم ذلك الامن جهتها جاز لا بنها ان يتزوج بهذه الصبية الخ. شامی۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اگر مرضعہ کے پستان میں دودھ نہ ہو تو اس وقت پستان منہ میں لینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر دودھ پستان میں بھرا ہوا ہو جیسا کہ صورت مسئلہ میں ہے اور بچہ دودھ کھینچنے والا قوی ہو تو دودھ پیٹ میں جانے میں کچھ شبہ نہیں معلوم ہوتا البتہ اگر یہ واقعہ اس طرح دودھ پلانے کا مسلم نہ ہو تو پھر صرف دو عورتوں کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ كما فى الدرالمختار والرضاع حجتهٗ حجة المال وهى شهادة عدلين اوعدل وعدلتين الخ قوله حجة اى دليل اثباته وهذا عندالانكار لانه يثبت بالاقرار مع الاصرار كما مرو فى الشامى قوله وان قل اشاربه الى نفى قول الشافعى الخ وروى عن ابن عمر انه قيل له ان ابن الزبير يقول لا باس بالرضعة والرضعتين فقال قضاء الله خير من قضاء ه قال تعالى وامها تكم الاتى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة. واللہ تعالیٰ اعلم

حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال ۱۰۲۹) بکر کی ماں نے زید کو جب وہ ایک سال کا تھا اپنا پستان زید کے منہ میں دیا جب زید نے پستان چوسا تو بکر کی ماں کے پستان میں جلن معلوم ہوئی اس نے زید کو علیحدہ کر کے پستان کو دبایا تو اندر سے پانی نکلا اس پانی کا زید کے حلق میں جانے نہ جانے کا بکر کی ماں کو کچھ علم نہیں ہے۔ اس صورت میں بکر کی ماں زید کی رضاعی ماں ہو سکتی ہے یا نہیں؟ زید کی لڑکی کا نکاح بکر سے جائز ہے یا نہ؟

(الجواب) باب الرضاع در مختار میں ہے۔ **هو مص من ثدی ادمية ولو بكر اوميتة اوالسنه الخ** اور عالمگیریہ میں ہے۔ **دخل فی فم الصبی من الثدیٰ مائع لو نه اصفر تثبت حرمة الرضاع لانه لبن تغير لو انه** الخ اور شامی میں ہے۔ **وفي القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثديی لبن حين القمتها ثديی ولم يعلم ذلك الامن جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية الخ ط وفی الفتح لو ادخلت الحلمة فی الصبی وشكت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك الخ.** روایۃ قنیہ و فتح القدیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ میری پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا اور بچہ کے حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں زید کی دختر کا نکاح بکر سے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حلق میں دودھ کا جانا محقق نہ ہو تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال ۱۰۳۰) ایک عورت نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اور اتفاق سے اس نے اس لڑکے کی منصوبہ لڑکی کو بھول کر اپنا پستان اس کے منہ میں دیدیا شاید اس کے حلق میں کوئی قطرہ دودھ کا گیا یا نہیں۔ خدا کو معلوم ہے اس لڑکے کا اس لڑکی سے شادی کرنا شرعاً درست ہے یا نہ؟

(الجواب) حرمت رضاعت ثابت ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ مدت رضاعت یعنی دو برس یا اڑھائی برس کی عمر میں کسی بچہ کو دودھ پلایا جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ بچہ کے پیٹ میں دودھ جانا محقق ہو۔ پس اگر عمر اس لڑکی کی دو اڑھائی برس سے زیادہ نہ تھی اور بچہ کے پیٹ میں دودھ جانا محقق ہے۔ یعنی پستان میں دودھ تھا تو ان دونوں بچوں یعنی لڑکا لڑکی میں نکاح نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں بہن بھائی رضاعی ہیں اور اگر عمر لڑکی کی زیادہ تھی یا دودھ کا پیٹ میں جانا بظن غالب ثابت نہیں ہے تو حرمت ثابت نہیں ہے اور نکاح ان دونوں کا صحیح ہے۔ **قال فی الدر المختار فلو القتم ولم يدری دخل اللبن فی حلقه ام لا لم يحرم لان فی المائع شكا الخ وفيه ايضا ولا حل بين رضيعی امراء ة لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب الخ** واللہ تعالیٰ اعلم

رضاعی باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے؟

(سوال ۱۰۳۱) موطوءۂ اب رضاعی حلال است یا حرام۔ فتوی علمائے احناف چہ طور است؟

(الجواب)قال فی ردالمحتار قوله مایحرم من النسب معناه ان الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب فیشمل زوجة الابن والاب من الرضاع لانها حرام بسبب النسب هکذا بسبب الرضاع وهو قول اکثر اهل العلم کذا فی المبسوط (بحر) الخ وفی الهدایة وامرأة ابیه وامرأة ابنه من الرضاع لا یجوز ان یتزوجها کما لا یجوز ذلک من النسب لمارویناو ذکر الاصلاب فی النص لاسقاط اعتبار المتبنی علی ما بیناه الخ وهکذا فی اکثر الکتب. پس معلوم شد کہ موطوءۂ اب رضاعی نکاح باو حرام است وکتب فقہیہ معتبرہ بر حرمتش شاہد اند وہرگاہ قول اکثر فقہاء ہمیں است ومقتضائے نص قطعی ولا تنکحو ما نکح اباء کم ہم ہمیں است۔ پس ظاہر است کہ ہمیں راجح است وفتویٰ ہم بر ان است۔

رضاعی باپ اور رضاعی بیٹی کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے

(سوال ۱۰۳۲) حلیلۂ اب وابن رضاعی کو فقہاء حرام تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اور صاحب فتح القدیر اس کے خلاف تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔ ومقتضی الحدیث ان ما کانت اماً من الرضاعة اوبنتا اواختا اوبنت اخ الخ تحرم فاثبات تحریم کل من الاب والا بن من الرضاعة قول بلا دلیل بل الدلیل یفید حلها وهو قید حلیلة الاصلاب فی الایة ؟

(الجواب)قوله ما یحرم من النسب معناه ان الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب فشمل زوجة الابن والاب من الرضاع لانها حرام بسبب النسب فکذا بسبب الرضاع وهو قول اکثر اهل العلم کذافی المبسوط (بحر) وقد استشکل فی الفتح الاستدلال علی تحریمها بالحدیث لان حرمتها بسبب الصهریة لا النسب الخ شامی. اس عبارت اور نیز تمام کتب فقہ کی عبارات سے حرمت حلیلہ اب وابن رضاعی کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور مقتضائے نص قرآنی ولا تنکحو اما نکح ابائکم الایة بھی یہی ہے باقی امام ابن الہمام کا استدلال بالحدیث میں استشکال فرمانا از قبیل ابحاث محققین ہے جو بعض دلائل میں وہ فرمایا کرتے ہیں۔ اس سے اصل مسئلہ کا ابطال لازم نہیں آتا۔ علاوہ بریں جبکہ قول اکثر اہل علم کا یہی ہے اور فقہاء نے عموماً محرمات نسبیہ وصہریہ کو رضاعا حرام فرمایا ہے۔ تو اس صورت میں احوط وارجح باب حرمت میں قول اکثر فقہاء۔ قال فی الدرالمختار و حرم الکل مما مو تحریمه نسبا ومصاهرة ورضاعا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رضاع کے بارے میں مفصل فتوے

(سوال ۱۰۳۳) حسرت فاطمہ نے دوست محمد واصغر علی ود ختر فاطمہ کی والدہ یعنی اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے یعنی اصغر علی کے دودھ میں شرکت کی ہے۔ تو اب دوست محمد کا نکاح حسرت فاطمہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور داؤد بیگ کے ایک لڑکی کا لڑکا ہے حسرت فاطمہ۔ محمد بیگ۔ تو دختر فاطمہ جو احمد بیگ کی لڑکی

ہے۔ اس کا نکاح محمد بیگ سے جو داؤد بیگ کا لڑکا ہے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بعض مولوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں نکاح جائز ہیں؟

(الجواب) حسرت فاطمہ نے جبکہ اپنی خالہ کا دودھ مدۃ رضاعت میں پیا تو وہ مرضعہ حسرت فاطمہ کی والدہ رضاعی ہو گئی اور مرضعہ کی تمام اولاد حسرت فاطمہ کے بھائی بہن رضاعی ہو گئے یعنی جیسے اصغر علی جس کے ساتھ حسرت فاطمہ نے دودھ پیا۔ حسرت فاطمہ کا بھائی رضاعی ہے اسی طرح دوست محمد اور دختر فاطمہ بھی حسرت فاطمہ کے بھائی بہن رضاعی ہیں۔ پس حسرت فاطمہ کا نکاح دوست محمد سے درست نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے اور درمختار میں ہے۔ ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها الخ وفیه قبیله ولاحل بین رضیعی امرأة لکونهما اخوین وان الزمن والاب الخ شامی میں ہے قوله وان اختلف الزمن کان ارضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنةمثلا وکان کل منهما فی مدة الرضاع الخ شامی۔ البتہ دختر فاطمہ کا نکاح محمد بیگ سے صحیح ہے اور شاید اس سے شبہ ان مولوی صاحبوں کو ہوا ہو۔ درمختار میں ہے۔ وتحل اخت اخیه رضاعا الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

رضاعت کے متعلق فتوی

(سوال ۱۰۳٤) دو سال ہوئے کی زید کا عقد ہندہ سے ہوا تھا۔ اور اب معلوم ہوا کہ زید کی حقیقی ہمشیرہ نے زید کی منکوحہ کو یعنی ہندہ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا تو اب کیا کرنا چاہئیے؟

(الجواب) اگر یہ محقق ہو گیا ہے اور دو عادل گواہوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ زید کی ہمشیرہ نے ہندہ کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے تو زید کو چاہئیے کہ ہندہ سے علیحدگی کرے اور متارکت کردے۔ قال فی الدرالمختار والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین اوعدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقة الابتفریق القاضی لتضمنها حق العبد الخ قال فی الشامی فلا بد من القضاء ای لم توجد المتارکة.

گواہوں کے بغیر ثبوت رضاع نہیں ہو سکتا

(سوال ۱۰۳۵) ایک بھائی کی لڑکی اور اس کی بہن کا لڑکا ہے یہ ظاہر ہے کہ ان کا نکاح جائز ہے اس میں بات یہ ہے کہ بہن کا انتقال ہو گیا ہے پرورش کے لئے وہی بچہ اس عورت کو سونپا گیا کہ جس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز اور انیس سال سے بیوہ تھی اس شخص لڑکی والا اور اس کی بہن لڑکا والی کی یہی والدہ تھی بچہ کو دودھ مختلف عورتیں جن کو رشتہ اور کفو سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ پلاتی رہیں۔ اب نکاح کی بات سن کر اسی بیوہ عورت نے ظاہر کیا ہے کہ یہ بچہ میرے پستان چوسا کرتا تھا اگرچہ دودھ نہیں آتا تھا مگر پانی نکلتا تھا۔ اور یہ بیوہ مرضعہ ان کا نکاح ہونا نہیں چاہتی۔ اور صرف اسی عورت کا یہ قول ہے۔ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہو گی یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ **والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلين وعدلتين وفيه ايضا فلوالتقم الحلمة ولم يرادخل اللبن في حلقه ام لالم يحرم الخ.** ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہے اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے اس کے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی پس نکاح ان دونوں میں جائز ہے یعنی بھائی کی لڑکی اور بہن کے لڑکے کا نکاح باہم درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نصاب شہادت کے بغیر رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن نکاح میں احتیاط اولیٰ ہے

(سوال ۱۰۳۶) ایک عورت کے انتقال کے بعد اس کی بہن، اور ایک دوسرا مرد گواہی دیتے ہیں کہ عورت مرحومہ نے فلاں لڑکے کو دودھ پلایا ہے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاوے گی یا نہیں؟

(الجواب) اگر مرضعہ کے مرنے کے بعد مرضعہ کی بہن اور ایک مرد شہادت رضاع کی دیوے قضاء حرمت رضاعت ثابت نہیں، لیکن نکاح میں احتیاط اور تنزہ بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شک میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال ۱۰۳۷) زید نے دو یا پونے دو سال کی عمر میں اپنی دادی کا پستان چوسنا شروع کیا۔ اور دو تین سال تک ہر روز چوستا رہا۔ اس کی دادی کی عمر اس وقت ستر اسی سال کی تھی اس کی پستانوں میں کسی نے اس وقت دودھ نکلتا نہیں دیکھا اور نہ اس نے کسی کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ میری پستان میں اس وقت دودھ تھا اب دادی کا انتقال ہو گیا ورنہ اس سے صاف طور سے معلوم کر لیا جاتا۔ اس صورت میں زید اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر دادی سے دریافت کیا جاتا اور وہ کہتی کہ میرے پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا تو اس کا قول معتبر ہوتا لیکن جبکہ اس کا انکار ثابت نہیں اور پستان کا برابر منہ میں لینا اور چوسنا محقق ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اپنی چچا کی لڑکی سے جو کہ اس کی رضاعی بھتیجی ہے نکاح نہ کرے لیکن قاعدہ کے موافق چونکہ دودھ پیتے دیکھنے کا اور دودھ اترنے اور پستان سے نکلنے کا کوئی گواہ نہیں اور رضاعت بدوں دو گواہ کے ثابت نہیں ہوتی اس وجہ سے زید اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ حکم ایسا ہی ہے۔ اور احتیاط اول صورت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شک میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی

(سوال ۱۰۳۸) مسماۃ زینب نے مسماۃ عظیمہ کی دختر کو سہواً اپنی چھاتی منہ میں دیدی۔ قریب ایک منٹ کے منہ میں رہی مگر دودھ نہیں اترا۔ لڑکی روتی رہی چھاتی اچھی طرح نہیں دبائی جس وقت زینب نے دیکھا کہ میری لڑکی نہیں ہے اسی وقت چھاتی چھڑالی۔ جب تک زینب کا بچہ ایک سال سے کم ہوتا ہے اس وقت

دودھ زیادہ رہتا ہے پھر کم ہوتا جاتا ہے اس وقت زینب کی لڑکی بعمر پونے دو سال تھی یہاں تک کہ بعد سال کے زینب کا بچہ چھاتی منہ میں لے کر عرصہ تک دیتا ہے جب دودھ بر آمد ہوتا ہے بعد چار سال کے زینب کے لڑکا پیدا ہوا اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے ہوا کیا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شک سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ پس اگر دودھ پیٹ میں جانا عظیمہ کی دختر کے مشکوک و مشتبہ ہے اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زینب کے پستان میں اتنی دیر میں دودھ نہیں اترا تو وہ لڑکی زینب کی دختر رضاعی نہیں ہوئی اور نکاح زینب کے پسر کا اس لڑکی سے درست ہے **هكذا فی الدر المختار والشامی**۔

بعد مدت رضاع کسی بیماری کی وجہ سے عورت کا دودھ پینے کا حکم

(سوال ۱۰۳۹) کسی شخص کو ایسی بیماری ہو گئی کہ بغیر کسی کے دودھ پیئے ہوئے اچھا نہیں ہو سکتا تو اس حالت میں اگر وہ شخص اپنی زوج کا دودھ پی لے تو جائز اور حلال ہے یا حرام۔ اور دودھ پینے سے نکاح میں کچھ فرق تو نہیں آوے گا ؟

(الجواب) **مص رجل ثدی زوجته لم تحرم.** کسی مرد نے اپنی زوجہ کے پستان چوسے اور دودھ پیا اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوگی۔ در مختار باب الرضاع۔ **ولا يبيح الارضاع بعد مدته**۔ یعنی مباح نہیں ہے دودھ پینا بعد مدت رضاع یعنی زمانہ شیر خواری کے۔ ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی زوجہ کا دودھ پینا مرد کو جائز نہیں ہے۔ اور یہ کہ دودھ پینے سے اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوتی۔ اور تداوی کے لئے اس وقت استعمال اس کا درست ہے کہ اس میں شفاء بقول طبیب حاذق مسلمان ثابت ہو۔ اور کوئی دوسری دوا اس کے قائم مقام نہ ہو۔

رضاعت کی ایک صورت

(سوال ۱۰۴۰) مسمی فخر الدین مسماۃ مریم بی کا رضاعی باپ ہے اور فخر الدین کی دوسری زوجہ سے جو مرضعہ نہیں ہے ایک بیٹا محمد نام ہے اور مریم کو جو شیر خوار ہے ایک مسماۃ نوربی بیٹی ہے۔ پس عند الشرع کیا محمد کا نکاح نوربی سے درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب ۱) صورت مسئلہ میں لبن الفحل کے ساتھ جو تعلق تحریم کا ہے وہ نہیں پایا جاتا ہے نہ ثدی واحدہ پر دونوں جمع ہوئے ہیں بدیں وجہ یہ صورت تحریم کی نہیں ہے۔ پس نوربی کا نکاح محمد سے درست ہے۔ کتبہ محمد عبد اللہ عفی عنہ۔

(الجواب ۲) جبکہ فخر الدین مریم کا رضاعی باپ ہوا تو محمد جو بیٹا فخر الدین کا دوسری زوجہ سے ہے مریم بی کا بھائی رضاعی علاتی ہوا۔ اور مریم بی کی دختر محمد کی بھانجی ہوئی۔ بس بقاعدہ **يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب** نکاح محمد کا مریم بی کی دختر سے ناجائز ہے۔ اور جواب اول صحیح نہیں ہے۔ در مختار میں ہے۔

ویثبت ابوة علی زوج مرضعة اذا کان لبنها منه الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

لاعلمی میں بھی دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے

(سوال ۱۰۴۱) زید کے بچہ عمر کو ہندہ نے اپنا بچہ سمجھ کر چند منٹ دودھ پلایا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ ہندہ کا بچہ دوسرا ہے یہ عمر و کو اپنی دختر سمجھ کر دودھ پلا چکی ہے۔ بصورت معروضہ بالا عمر و اور دختر ہندہ میں حرمت رضاعت واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) حرمت رضاعت مابین عمر و دختر ہندہ ثابت ہو گئی۔ عمر و اور دختر ہندہ بھائی بہن رضاعی ہو گئے۔

جبراً حلق میں دودھ ڈالنا بھی موجب حرمت ہے اگرچہ قے ہو گئی ہو

(سوال ۱۰۴۲) زید و عمر بحیثیت حقیقی بھائی ہونے کے صاحب اولاد ہیں۔ زید کے لڑکے کو جس کی عمر چار پانچ ماہ کی تھی بسبب نہ ہونے شیر زوجۂ زید کے اس امر کی کوشش کی گئی کہ اس کی پرورش بکر کی عورت کے دودھ سے کی جائے جس کے ایک لڑکی ہم عمر زید کے لڑکے کے تھی۔ زید کے لڑکے نے قدرۃ اس طرف ارادہ نہیں کیا بلکہ متنفر رہا۔ جبکہ زید کے لڑکے کا منہ بکر کی زوجہ کے پستان سے لگا دیا اور چند قطرے ارادۃ اس کے منہ میں ڈالے گئے اس لڑکے نے استفراغ کیا اور دودھ ڈال دیا۔ اسی طرح چند مرتبہ ہوا جب اس کو زبردستی دودھ پلاتے تھے تو وہ دودھ ڈال دیتا تھا اب بکر کی دوسری لڑکی پیدا ہوئی ہے آیا زید کے لڑکے مذکور کا عقد بکر کی اس دوسری لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہو گی اور زید کا لڑکا بکر اور اس کی زوجہ کا پسر رضاع ہو گیا۔ زید اور اس کی زوجہ کی تمام اولاد اس بچہ کے بہن بھائی رضاعی ہو گئے لہٰذا زوجۂ زید کی دختر سے نکاح زید کے اس پسر کا درست نہیں ہے جیسا کہ عبارات فقہ ذیل سے مستفاد ہوتا ہے۔ ویثبت به و ان قل ان علم وصوله بجوف من فمه و انفه الخ درمختار. وایضا فیه هو مص من ثدی ادمیة الخ والحق بالمص الوجور والسعوط الخ وفی ردالمحتار ثم اجاب بان المراد بالمص الوصول الی الجوف من المنفذین الخ وفی المصباح الوجور بفتح الو اوالدواء یصب فی الحلق الخ. والسعوط کرسول دواء یصب فی الانف الخ ص۴۰۳ شامی ج ۲ وفی الدرالمختار ولاحل بین رضیعی امرأة لکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاب ولاحل بین الرضیعة وولد مرضعتها ای التی ارضعتها الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الحضانة

پرورش کرنے کا بیان

غیر محرم سے نکاح کرنے سے حق پرورش ساقط ہو جاتا ہے

(سوال ۱۰٤۳) زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی ہندہ اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا یہ دونوں ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں اور ایک بڑی لڑکی جو ہندہ کے قبل منکوحہ کے بطن سے ہے۔ ہندہ بیوہ نے عدت کے بعد اپنے بہنوئی بکر سے نکاح کر لیا جو بچوں کا خالو ہے اس کی بہن پہلے وفات پا چکی تھی دونوں بچے نابالغ ۸۔ ۱۰ سال کی عمر کے ہیں ان کی والدہ ہندہ چاہتی ہے کہ خود ان کی تربیت کرے مگر بچوں کی علاتی بہن صالحہ کہتی ہے کہ ان کی ماں نے دوسرا نکاح غیر کفو میں کر لیا ہے لہذا بچوں کی پرورش میں کروں گی اس صورت میں بچوں نابالغ کا حق حضانت کس کو ہے اور کوئی رشتہ دار ماموں وغیرہ بچوں کا نہیں ہے اور ولایت نکاح کس کو ہے ؟

(الجواب) والدہ کا حق حضانت اس صورت میں ساقط ہو گیا کیونکہ اس نے صغیرین کے غیر محرم سے نکاح کر لیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خالو یعنی شوہر خالہ کا محرم بچوں کا نہیں ہے در مختار میں ہے . او متزوجة بغير **محرم الصغير الخ** پس حق پرورش صالحہ بہن علاتی کو ہے جبکہ اور کوئی اس کا قریب تر مثل دادی ، نانی کے موجود نہیں ہے اور ولایت نکاح عصبات کو ہوتی ہے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا موجود نہیں ہے تو والدہ کو ولایت نکاح صغیرین حاصل ہے بشرطیکہ وہ کفو میں نکاح صغیرین کا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بچہ کے حق کی تفصیل

(سوال ۱۰٤٤) دختر کا اس کی ماں کو اور ماں نہ ہو تو نانی کو حق حضانت کس مدۃ تک ہے اور دختر کے باپ کا چچازاد بھائی دختر کو اس کی نانی سے بجبر لینے کا مجاز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ماں کو اور اس کے بعد نانی کو حق حضانت لڑکی کا اس لڑکی کے حائضہ ہونے تک ہے یعنی بالغہ ہونے تک اور ولایت نکاح نابالغہ کی عصبات کو ہے علی ترتیب الارث والحجب۔ اور اگر کوئی ولی محرم لڑکی کا نہ ہو بلکہ غیر محرم ہو تو لڑکی بعد پورا ہونے خضانت کے اس کے سپرد نہ کی جاوے گی بلکہ جس کے پاس ہے مثلاً نانی وغیرہ کے اسی کے پاس چھوڑ دی جاوے گی۔ در مختار میں ہے **والام والجدة لام اواب احق بها اى بالصغيرة حتى تحيض اى تبلغ فى ظاهر الرواية الخ وفى الدرالمختاروفى الخلاصة وغيره اذا استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة اولى يقدم الاقرب فالاقرب ولا حق لابن العم فى حضانة الجارية اه قلت بقى ما اذا انتهت الحضانة ولم يوجد له عصبة ولا وصى فالظاهرانه يترك عندالحاضنة الخ وفيه ايضاو تعليمهم بان ابن العم غير محرم وانه لاحق لغير المحرم** ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب النفقات

فصل فی نفقۃ الزوجۃ وسکناھا
(بیوی کے لئے رہائش اور نان و نفقہ کا بیان)

بیوی سفر میں ساتھ نہ جائے تو نفقہ ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۱۰۴۵) زوجہ اپنے شوہر کے ہمراہ جانے سے سفر میں انکار کرتی ہے اگر شوہر نفقہ بند کردے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ اوابت الذهاب اليه اوالسفر معه اومع اجنبی لینقلها فلها النفقة. اس عبارت سے معلوم ہوا کی صورت مسئلہ میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ نفقہ نہ دینے میں شوہر گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نفقہ حالت نکاح اور عدت میں واجب ہوتا ہے

(سوال ۱۰۴۶) زید کی زوجہ نے بذریعہ نالش زید سے تاحیات اپنے نان و نفقہ کی رجسٹری کرالی پھر کچھ دنوں بعد زید نے زوجہ کو طلاق دیدی اس کے ماں باپ کو بھی بذریعہ رجسٹری اطلاع دیدی۔ اب بعد انقضائے عدت زید نے زوجہ کو طلاق پوری دیدی یعنی رجعت نہیں کی بلکہ بالکل نکالدی اور نان و نفقہ بند کردیا۔ اب زوجہ نے پھر نان نفقہ کی نالش کی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کی شریعت میں بعد طلاق وبعد انقضاء عدت نان نفقہ فرض ہے؟

(الجواب) نفقہ کا بذمہ زوج حالت نکاح میں اور بعد طلاق عدت کے ختم تک لازم ہے اس کے بعد نفقہ واجب نہیں رہتا۔ قال فی الدرالمختار فتجب للزوجة علی زوجها الخ وفيه ايضا وتجب للمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصيةالخ النفقة والسكنى الخ واللہ تعالیٰ اعلم

حقوق ادانہ کرنے پر شوہر کو مجبور کیا جائے کہ حقوق ادا کرے یا طلاق دے

(سوال ۱۰۴۷) میں نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کردیا تھا اس نے بہت تکلیفیں دیں جس کو عرصہ دس بارہ سال کا ہوگیا کہ برابر تکلیفیں برداشت کرتی رہی وہ گھبرا کر میرے مکان پر چلی آئی اور اس کو ایک مرتبہ یہ بھی کہا تھا کہ تو میری ماں ہے اور میں تیرا بڑا لڑکا ہوں اب مقدمہ عدالت میں پیش ہے۔ عدالت کہتی ہے کہ تم فتویٰ شرعی منگادو ورنہ عورت زبردستی اس کے خاوند کے یہاں بھیج دی جاوے گی۔ لہذا جو حکم شریعت کا ہو وہ تحریر فرمادیں تاکہ فتویٰ عدالت میں پیش کیا جاوے اور لڑکی عذاب سے نجات پائے؟

(الجواب) ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ البتہ ایسی حالت میں کہ زوجین میں موافقت نہیں ہے اور شوہر طرح طرح کی تکالیف اپنی زوجہ کو پہنچاتا ہے۔ زوجہ کو اس کے پاس نہ بھیجا جائے بلکہ شوہر مجبور کیا جائے کہ یا

طلاق دے کر اس کو رہا کرے یا نان نفقہ کی خبر لے اور حقوق زوجیت ادا کرے۔

زوجہ کو مار پیٹ کرے اور نفقہ نہ دینے کا حکم

(سوال ۱۰٤۸) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو مار پیٹ کر نکال دیا اور اس کو معلق چھوڑ رکھا ہے نہ طلاق دیتا ہے نہ خبر گیری کرتا ہے۔ آیا کسی صورت سے یہ زوجہ دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) حکم شرعی اس صورت میں یہ ہے کہ شوہر کو مجبور کیا جاوے کہ یا وہ خبر گیری اپنی زوجہ کی کرے اور نفقہ دے اور یا طلاق دیوے بعد طلاق کے جس وقت عدت گزر جاوے دوسرا نکاح کر سکتی ہے بلا طلاق کے دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ **كذا في الدر المختار۔** واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ: ۔اصل مذہب حنفیہ کا یہی ہے لیکن اس زمانہ میں شوہر کو مجبور کرنے کی کوئی صورت نہ ہونے کی وجہ سے بضرورت شدیدہ مالکیہ کے مذہب پر فتویٰ دیا گیا ہے جس کی تفصیل رسالہ ،، **حیلہ ناجزہ** ،، میں مرقوم ہے ضرورت ہو تو اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔

شوہر کی گھر سے بلا اجازت چلی جائے تو نفقہ واجب نہیں

(سوال ۱۰٤۹) زید کی منکوحہ عورت بلا اجازت شوہر بلا وجہ اچانک چھ سو روپیہ کا مال لے کر مفرور ہو گئی جس کو عرصہ ۱۸ سال گزر گئے۔ آج وہ اس قدر عرصہ کے بعد خرچ ماہواری کی خواستگار ہے۔ آیا زید خرچ کا کفیل ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) در مختار باب النفقۃ میں ہے۔ **لا نفقة الخ لخارجة من بيته بغير حق وهي ناشزة الخ** اس عبارت سے واضح ہے کہ وہ عورت ناشزہ ہے۔ اور اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔ دعوی اس کا باطل ہے۔

کتاب الایمان والنذور وکفارتها
(قسم اور اس کے کفارہ کا بیان)

قرآن شریف کی قسم سے حلف ہو جاتا ہے

سوال ۱۰۵۰) اگر کوئی شخص مسلمان کسی معاملہ میں مسلمان کو حلف قرآن شریف کا دے اس طریق سے کہ وقت اظہار کے اس کے ہاتھوں پر قرآن شریف رکھے۔ آیا اس طور سے حلف ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ وقال العینی وعندی ان المصحف یمین لا سیمافی زماننا. قوله (وقال العینی) عبارته وعندی لو حلف بالمصحف او وضع یده علیه وقال وحق هذا فهو یمین ولا سیما فی هذا الزمان الذی کثرت فیه الایمان ورغبة العوام فی الحلف بالمصحف الخ. اس کا حاصل یہ ہے کہ اس زمانہ میں قرآن ہاتھوں پر رکھ کر حلف دینا قسم ہے یعنی اس سے قسم ہو جاتی ہے اور احکام یمین اس سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن پر قسم، قسم بصفۃ اللہ میں داخل

(سوال ۱۰۵۱) قسم غیر اللہ کی کھانا جائز نہیں۔ آیا غیر اللہ میں قرآن شریف داخل ہے یا نہیں۔ اگر قرآن شریف کے ساتھ صفات اللہ مانا جائے جیسا کہ صاحب فتح القدیر کی عبارت سے پتہ چلتا ہے تب تو قرآن شریف کے ساتھ قسم کھانے میں کوئی قباحت نہیں مگر صاحب وقایہ لکھ رہے ہیں۔ (لا لغیر اللہ کالنبی والقرآن والکعبة) پھر اس عبارت کا کیسا مطلب ہوگا۔

(الجواب) شامی نے قول صاحب ہیں۔ ومن حلف بغیر اللہ تعالی لم یکن حالفا کالنبی والکعبة لقوله علیه الصلوة والسلام من کان حالفا فیحلف باللہ اولیذرو کذا اذا حلف بالقرا ن لانه غیر متعارف الخ۔ نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ فقوله وکذا یفیدانه لیس من قسم الحلف بغیر اللہ تعالی بل هو من قسم الصفات ولذا علله بانه غیر متعارف الخ۔

پس معلوم ہوا کہ تحقیق یہ ہے کہ قرآن کو غیر اللہ میں داخل نہ کیا جاوے کیونکہ جب قرآن بمعنی کلام اللہ تعالیٰ ہے تو صفت ہونا اس کا ظاہر ہے۔ اور صفات لاهو ولا غیره ہیں۔ اور صاحب شرح وقایہ اور اسی طرح دیگر فقہاء کا غیر اللہ کی مثال ہیں۔ قرآن کو بیان کرنا مبنی علی غیر التحقیق ہے یا مبنی ہے قرآن کو بمعنی مصحف لینے پر لان المراد بالمصحف الورق۔ یا اس بنا پر کہ قرآن حروف ہیں اور حروف مخلوق ہیں وکل مخلوق غیر الخالق۔ مگر تحقیق وہی ہے جو پہلے لکھی گئی۔

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی قسم کھانا لغو ہے

(سوال ۱۰۵۲) سلمہ بکر کی منکوحہ ہے۔ خالد نے قسم کھائی کہ میں سلمہ سے نکاح کروں گا۔ تو یہ قسم لغو ہوگی یا نہ؟ اور خالد دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) قسم کا کفارہ دینا لازم ہے۔ اور دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

غیر اللہ کی قسم کا حکم

(سوال ۱۰۵۳) حلف غیر اللہ یعنی کلام مجید وغیرہ کیسی ہے اور حالف کلام مجید مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے یا صغیرہ کا۔

(الجواب) حلف اللہ اور اس کی صفات واسماء کے ساتھ ہوتا ہے کلام اللہ کے ساتھ حلف صحیح ہے کہ کلام اللہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس حلف سے نہ حالف گنہگار ہے نہ حلف ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ البتہ ماسوا اللہ تعالیٰ کے اور اس کے اسماء وصفات کے دوسرے کی قسم کہانا جیسے پیغمبر کی یا کعبہ کی یا کسی چیز کی حرام اور باطل ہے وہ قسم ہی نہیں ہوگی اور حلف کرنے والا گنہگار اور مرتکب گناہ "کبیرہ" کا ہوگا۔ درمختار میں ایسا ہی ہے۔

کفارۂ یمین کا مسئلہ

(سوال ۱۰۵٤) کفارۂ یمین میں روزہ کس وقت جائز ہوتا ہے؟

(الجواب) کفارہ یمین میں روزہ اس وقت جائز ہوتا ہے کہ کفارہ مالی ادا کرنے سے عاجز ہو اور جبکہ کفارہ مالی ادا کر سکتا ہے اگرچہ دیر میں ہو اس وقت کفارہ مالی ہی ادا کرنا ضروری ہے روزہ رکھنا درست نہیں۔ **کما فی الدر المختار وان عجز عنها كلها وقت الاداء صام ثلثة ايام ولاءً الخ قال في البحر اشار الى انه لو كان عند واحد من الاصناف الثلاثة لا يجوز له الصوم وان كان محتاجا اليه. ففي الخانية. لايجوز له الصوم لمن يملك ماهو منصوص عليه في الكفارة.** واللہ تعالیٰ اعلم

کفارۂ یمین مع چند مسائل

(سوال ۱۰۵۵) ایک شخص نے کسی وجہ سے قسم کہائی کہ خدا کی قسم میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدوں گا اور اس کو محنت اور مشقت کی زندگی بسر کرادوں گا۔ اب اگر وہ اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے تو قسم کا کیا کفارہ ہے۔ اور الفاظ مذکورہ قسم ہیں یا کیا۔ اور اس کی تدبیر کیا ہے؟

(الجواب) صورت مسئلہ میں اس شخص کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی البتہ قسم کہانے کی وجہ سے اس کے ذمہ کفارہ ضروری ہے اور کفارہ قسم کا یہ ہے کہ یا تو غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کہانا کھلادے دو وقت یا ان کو لباس پہناوے۔ **قال في الدر المختار وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين او كسوتهم الخ** اور الفاظ مذکورہ فی السوال قسم ہیں اور تدبیر یہی ہے کہ کفارہ قسم کا ادا کر دیا جاوے اور طلاق نہ دے۔ **قال عليه الصلوٰة والسلام من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها الخ** شدید قسمیں کھانے سے شوہر گنہگار ہوا اب توبہ استغفار و حسب استطاعت صدقہ کرے اور عورت کی نسبت جو زندگی محنت سے بسر کرانے وغیرہ کی قسمیں کہائی ہیں ان سے باز رہنا اور کفارہ ادا کرنا ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نذر کی گائے قربانی کی گائے کی طرح ہے

(سوال ۱۰۵۶) ایک شخص نے اپنے اوپر نذر کی کہ اگر فلاں کام پورا ہو جاوے تو ایک بقر خدا کے واسطے ذبح کر کے تقسیم کروں گا۔ اب کام پورا ہو گیا۔ نذر ادا کرنا واجب ہے مگر اس طرف چند علماء میں تفرقہ عظیم واقع ہو گیا ہے کہ ایک گروہ یہ کہتا گورو یعنی بقر جس عمر کا ہو ذبح کر دینا چاہیے۔ دوسرے گروہ کے علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شرائط قربانی میں ہیں وہ اس نذر کے جانور میں بھی ہوں گی۔ ورنہ نذر ادا نہ ہو گی۔ ان دونوں قولوں میں سے کس کا قول عندالشرع صحیح ہے۔ اور گوروا سے کہتے ہیں جو بڑا اور جوان ہو۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار ولو قال لله علی ان اذبح جزو ر او اتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاه جاز کذا فی مجموع النوازل ووجهه لا یخفی قوله (ووجه لا یخفی) هوان السبع تقوم مقامه فی الضحایا والهدایا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرائط قربانی کا لحاظ اس میں ضروری ہے۔

بیل کو ذبح کرنے کی نذر ماننے کی ایک صورت

(سوال ۱۰۵۷) ایک شخص کا بیل قریب المرگ تھا اس نے یہ نذر کی کہ اگر یہ بیل اچھا ہو جاوے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلاوں گا۔ پس وہ بیل اچھا ہو گیا اور اب تک والد زندہ ہیں اور بیل فی الحال مرنے والا ہے ایسی حالت میں ادا نذر کی کیا صورت ہے۔ اور نذر لازم ہے یا نہ ؟

(الجواب) اس صورت میں شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے نذر لازم نہیں ہے۔ اصول فقہ میں حنفیہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کا تعلیق شرط کے ساتھ کی جاوے گویا اس پر تکلم شرط کے بعد ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علی عہد، عہد الرسول "لا افعل کذا" سے یمین منعقد نہیں ہوئی

(سوال ۱۰۵۸) ایک شخص مسمی شیر سنگ نے ایک مسلمان سے جو حقہ پیتا تھا بایں الفاظ حقہ کے ترک کرانے کے واسطے معاہدہ لیا کہ میں کلمہ طیبہ پڑھ کر اور خدا کو حاضر وناظر جان کر اور حضرت رسول کریم ﷺ کو ضامن دے کر اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ حقہ نہیں پیوں گا۔ کیا یہ صورت قسم کی ہو سکتی ہے یا معاہدہ۔ اگر معاہدہ کنندہ اس معاہدہ کو توڑ کر حقہ نوشی کرے تو اس پر کسی قسم کا کفارہ یا کوئی تعزیر شرعی عائد ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) یہ قسم شرعی نہیں ہوئی اور خلاف کرنے میں کچھ کفارہ لازم نہیں ہے۔ قال فی الشامی عن الصبر فیه لو قال علی عهد الله وعهدالرسول لا افعل کذالا یصح لان عهد الرسول صار فاصلا الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میں فلاں کام کروں تو اپنے باپ سے نہیں یہ الفاظ قسم نہیں

(سوال ۱۰۵۹) اگر یہ کہدے کہ اگر میں آپ کے گھر جاؤں تو اپنے باپ سے نہیں بلکہ کسی خاکروب سے

ہوں۔ پھر اگر چلا جاوے تو کفارہ لازم ہو یا نہ ؟
(الجواب) اس میں کچھ کفارہ نہیں ہے جانا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد بنانے اور چاندی کا چراغ جلانے یا مزار پر مٹھائی چڑھانے کی نذر کے احکام

(سوال ۱۰۶۰) ایک عورت کا لڑکا بیمار تھا اس نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا لڑکا اچھا ہو جائے تو ایک مسجد بناؤں گی۔ مسجد کا طول عرض کتنا ہونا چاہئیے۔ اگر مسجد نہ بناوے بلکہ اس روپیہ سے مسجد قدیم کی مرمت کرادے تو جائز ہے یا نہیں۔ نذر ادا ہو جائے گی یا نہ۔ اور یہ بھی نذر کی تھی کہ مسجد میں چاندی کا چراغ جلاؤں گی اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ اور ایک بزرگ کے مزار پر جا کر یہ کہا تھا کہ میرا لڑکا اچھا ہو جاوے گا تو شرینی چڑھاؤں گی تو قبر پر شرینی چڑھانا اور اس شرینی کو کھانا کیسا ہے ؟

(الجواب) مسجد بنانے کی نذر صحیح نہیں ہوئی پس اس کو مسجد بنانا ضروری نہیں ہے اور کچھ طول و عرض کی قید ملحوظ نہیں ہے اگر اس کا دل چاہے مسجد بنا دیوے خواہ کتنا ہی طول و عرض رکھے اور اگر نہ بناوے یہ بھی درست ہے اور مسجد قدیم کی اگر درستی کر دے یہ بھی درست ہے مگر لازم نہیں ہے اور چاندی کا چراغ رکھنا مسجد میں اور اس کا استعمال کرنا بھی حرام ہے یہ نذر بھی لازم نہیں ہوئی اور قبر پر شرینی چڑھانے کی نذر بھی لازم نہیں ہوئی اور یہ درست بھی نہیں ہے اگر یہ غرض ہو کہ فقراء مزار کو دی جاوے گی تو نذر صحیح ہے اور لازم ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ انہیں فقراء کو دیوے دوسرے محتاجوں کو بھی دے سکتا ہے اور ان محتاجوں کو اس کا کھانا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الوقف
(وقف کا بیان)

وقف کی دوکان غیر مسلم کو دینا

(سوال ۱۰۶۱) ایک دوکان موقوفہ ایک شخص مسلمان کے پاس ایک معین کرایہ پر ہے اب ایک شخص غیر مسلمان ایک تجارۃ جائزہ کے لئے وہ دوکان زیادہ کرایہ معینہ پر لینا چاہتا ہے اگر وہ مسلمان کرایہ زیادہ نہ کرے تو متولی غیر مسلمان کو زیادتی کرایہ پر دیدے یا نہیں اور اگر وہ مسلمان غیر مسلمان سے زیادتی کرایہ میں تخفیف چاہے اور یہ کہے کہ مجھ سے تھوڑا زیادہ لے لو اور بمقابلہ غیر مسلمان کے میری رعایت کرو تو متولی کچھ حق کم کر دینے کا رکھتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) رعایت وقف مقدم ہے جو غیر مسلم کرایہ زیادہ دیتا ہے اس کو کرایہ پر دی جاوے، لیکن اگر تھوڑا سا فرق ہے تو جس کو پہلے سے دوکان کرایہ پر دے رکھی ہے اسی کے پاس چھوڑ دی جاوے اگر زیادہ فرق ہے تو پہلے اجارہ کو توڑ دے اگر وہ زیادہ کرایہ دینے پر راضی نہ ہو تو دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے۔ شامی میں ہے۔ **قال فی البحر وهو يدل على نقضها باليسيرة ولعل المراد بالفاحشة ما لا يتغابن الناس فيها كما مر الخ والواحد فی العشرة يتغابن الناس فيه الخ فاذا كانت اجرة دار عشرة مثلا وزاد اجر مثلها واحدة فانها لا ينقض بخلاف الدر همين فی الطرفين الخ ص ۳۹۸ ج۳ كتاب الوقف وهكذا فی كتب الاجارة۔** الحاصل اگر دس درہم میں ایک درہم کا فرق ہے تو اس کی وجہ سے اجارہ اولی کو نہ توڑا جائے بلکہ مستاجر اول اولی ہے جبکہ وہ اس مقدار کو قبول کرے جس میں تفاوت فاحش نہیں۔ **والمستاجر الاول اولی من غيره اذا قبل الزيادة ای الزيادة المعتبرة عند الكل** اور یہ بھی شامی میں ہے۔ **ليس المراد بالزيادة ما يشتمل زيادة نفعت ای اضرار فی واحد او اثنين فانها غير مقبولة بل المراد تزيد فی نفسها عند الكل الخ۔** اب عبارات سے یہ امر واضح ہے کہ اگر تعنتا کوئی شخص کرایہ بڑھاوے تو یہ معتبر نہیں اور اس وجہ سے کرایہ دار اول کو نہ نکالا جاوے بلکہ واقعی طور سے اگر اسی دکان کا کرایہ سب کے نزدیک بڑھ گیا ہے تو اس وقت یہ دیکھا جاوے کہ اول اور ثانی کے کرایہ میں کس قدر فرق ہے تفاوت متفاحش نہ ہو تو اول کے پاس چھوڑ دیا جاوے اور اگر تفاوت فاحش ہے اور اول اس کو قبول نہیں کرتا تو ثانی کو دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

متولی کو بغیر خیانت کے معزول نہیں کیا جا سکتا

(سوال ۱۰۶۲) زید اپنے محلّہ میں سر بر آوردہ پابند صوم وصلوۃ خواندہ ہے و متولی مسجد محلّہ معمرہ مورثان خود ہے عمر ولا ولد ناخواندہ نے بغرض ایصال ثواب زوجہ مرحومہ خود تعمیر جزو مسجد میں باجازت و مشورہ متولی مذکور روپیہ اس طرح صرف کیا کہ حصہ دیوار احاطہ و یک غسل خانہ داخل مسجد کو منہدم کر کے معہ ملبہ شکستہ دیوار و غسل خانہ مذکور سامان زر موقوفہ شامل کر کے باضافہ اراضی صحن مسجد ایک حجرہ بنوا دیا جو زائد از یک سال

استعمال میں رہا بعدہ، بمشورہ اہل محلہ بمنظوری متولی حجرہ مذکور بغرض افادہ مسجد دکان تجویز کیا گیا جس کو متولی نے باختیار تولیت خود بکر کو بکرایہ معینہ دے کر بٹھادیا اور کرایہ وصول کر کے بشمول دیگر مدات آمدنی مسجد اپنی تفویض میں رکھا جو قدرے خرچ ہوا زیادہ باقی ہے عمرو دو سال بعد باغوائے خالد رشتہ دار کے خود کو وقف کنندہ تعمیر دوکان حجرہ واقع اراضی مسجد متولی قرار دے کر بکر دوکاندار پر وصولیت کرایہ کا دعویدار ہے متولی قدیم پابند صوم و صلوٰۃ و امام مسجد برضا و رغبت اہل محلہ نیز بنظر خاص و عام اہل بستی نیک و متدین مشہور ہے اب بصورت مذکورہ عمرو واقف سمجھا جائے گا یا تعمیر مذکورہ موقوفہ سابق ہے اور عمرو علیحدہ متولی دوکان حجرہ جزو مسجد ہونا چاہئیے یا متولی قدیم حسب حالت متولی رہے گا۔

(الجواب) عمرو کا دعوی دوکاندار پر وصولیت کرایہ کا شرعاً باطل ہے اور غیر مسموع ہے اور عمرو متولی دوکان حجرہ مذکور کا نہیں زید جو متولی قدیم ہے وہی متولی اس مسجد و دوکان وغیرہ متعلقات مسجد کا ہے۔ عمرو کا یہ فعل دیوار احاطہ و غسل خانہ کو منہدم کر کے اس کے ملبہ شکستہ اور زر نقد سے حجرہ بنانا اور پھر اس کو دوکان قرار دینا موافق روایات کتب فقہ جائز نہیں تھا اگر بالفرض اس کے جواز کی صورت بھی نکلے تو بعد اس کے کہ وہ حجرہ وغیرہ زید متولی قدیم کے سپرد ہو چکا وہی متولی اس کا رہا عمرو کو اس جزو پر دعوی نہیں پہنچ سکتا۔ متولی قدیم جو پہلے سے متولی ہے اور اہل محلہ بسبب اس کی صلاح کے اس کی تولیت و انتظام سے راضی و خوش ہیں تو سامان مسجد اور تولیت مسجد و متعلقات مسجد اس کے قبضہ سے نہیں نکال سکتے اور اس کو تولیت سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے۔

خائن متولی کو معزول کرنا ضروری ہے

(سوال ۱۰۶۳) ایک شہر میں ایک مسجد کے نیچے دکانیں ہیں ان کی آمدنی جو مسجد کے اخراجات سے زائد بچتی ہے اس کو متولی اپنے ذاتی تصرف میں اٹھاتا ہے اور خرچ کرتا ہے۔ ایسا کرنا صحیح اور جائز ہے یا نہیں۔ کیا حکم ہے؟

(الجواب) متولی مذکور کو یہ چاہئیے تھا کہ تمام آمدنی مسجد کی دوکانات وغیرہ کی اس مسجد کی ضروریات میں صرف کرے اور جو باقی رہے اس کو مسجد کے لئے باقی رکھے اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز نہیں ہے اور اگر ایسا کرے تو یہ خیانت ہے۔ اس متولی کو معزول کرنا چاہئیے اور مسلمانان اہل شہر و اہل محلہ اس وجہ سے اس کو معزول کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو متولی بنا سکتے ہیں۔ بانی کی طرف سے متولی بنایا گیا ہو یا بعد میں متولی ہوا ہو۔ ہر صورت میں اس کو علیحدہ کر سکتے ہیں اور حساب و کتاب سمجھ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی حالت میں اس میں مداخلت کرنا اور حساب سمجھنا۔ اور در صورت ثبوت خیانت اس کو معزول کرنا ضروری و لازم ہے۔ در مختار میں ہے کہ اگر خود بانی بھی ایسی خیانت کرے تو اس کو معزول کرنا چاہئیے۔ متولی مذکور تو بالاولی مستحق عزل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بلفظ ہبہ وقف درست ہے یا نہیں ؟

(سوال ۱۰٦٤)ایک مسماۃ نے اپنی جائداد غیر منقولہ مسجد میں ہبہ کی اور ہبہ نامہ لکھا اور رجسٹری کرادیا آیا وہ جائداد مسجد پر وقف ہوئی یا نہیں ؟

(الجواب)وقف ہو گئی جیسا کہ عبارت عالمگیریہ سے ظاہر ہے۔ ولو قال وهبت داری لمسجد اواعطیتها له صح ویکون تملیکا فیشترط التسلیم کمالو قال وقفت هذه المائة للمسجد یصح بطریق التملیك اذا سلمه للقیم الخ.

مدارس کے او قاف انگریزی تعلیم پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال ۱۰٦٥)او قاف مسجد سے ایک مدرسہ قائم ہے اس میں کتب دینیات کی تعلیم طلباء کو دیجاتی ہے۔ دینیات کے لڑکے اس میں زیادہ نہیں رہتے انگریزی میں جاکر داخل ہوتے ہیں۔ اگر او قاف مذکورہ سے انگریزی بھی پڑھائی جائے تو درست ہے یا نہ ؟

(الجواب) فقہائے حنفیہ نے او قاف کے بارہ میں بہت احتیاط اور تنگی فرمائی ہے یہاں تک تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص دو وقف کرے ایک مسجد پر اور دوسرا مدرسہ پر تو او قاف مسجد کی آمدنی مدرسہ پر صرف کرنا اور بالعکس درست نہیں ہے۔ اگر چہ ایک وقف کی آمدنی فاضل ہے اور دوسرے میں ضرورت ہے اور در مختار میں ہے کہ اتحدالواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحا کم ان یصرف من فاضل الوقف علیه لانهما حینئذ کشئ واحد وان اختلف احد هما بان بنیٰ رجلان مسجدین اورجل مسجدا و مدرسة ووقف علیهما اوقافا لا یجوز له ذلك الشئی بناء علیه۔ او قاف مسجد سے مدرس انگریزی پڑھانا اور آمدنی مذکور سے ان کی تنخواہ دینا درست نہیں البتہ اگر مدرسہ چندہ سے ہو تا تو چندہ دہندگان کی اجازت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تبدیل مکان مدرسہ کا حکم

(سوال ۱۰٦٦)الموڑہ شہر کے اندر ایک افتادہ زمین تھی جو مسلمانان شہر کو ملی ہوئی تھی اور نماز جنازہ پڑھانے کے کام میں آتی تھی جبکہ آبادی شہر زیادہ ہونے لگی اور یہ ٹکڑا اس وسط بازار میں بد نما معلوم ہونے لگا تو مسلمانان شہر نے اس پر ایک عمارت بنادی تھی جو اس وقت مدرسہ اسلامیہ کے نام سے مشہور ہے اور اس میں خاص طور پر مسلمانوں کے بچے تعلیم دینی و دنیوی پاتے ہیں سرکار بھی اس میں مدد دیتی ہے۔ اب چونکہ حکام وقت اس عمارت کو کسی اور کام میں لانا چاہتے ہیں اور دوسری جگہ مدرسہ بنانے کے لئے تاکید کرتے ہیں۔ مسلمانان شہر اس قابل نہیں ہیں کہ ایک رقم کثیر جمع کریں اور کوئی عمارت بنالیویں۔ اس میں یہ تجویز سوچی گئی ہے کہ عمارت موجودہ کو فروخت کر کے دوسری عمارت حسب منشاء حکام بنالی جاوے اور یہ عمارت بھی مثل پورانی عمارت کے وقف ہے اور مال عام مسلمانان ہے لہذا التماس ہے کہ اس کا کافی جواب مع مہر و دستخط

تحریر فرمائیے۔

(الجواب) اگر وہ افتادہ زمین وقف نہیں کی گئی تھی اور وقف کے شرائط اس میں نہیں پائے گئے تھے تو اس کو فروخت کر کے دوسری جگہ اس کی قیمت سے مدرسہ بنانا جائز ہے اور اگر وہ زمین وقف ہو چکی تھی حسب قواعد شرعیہ، تو بدوں تصریح و شرط واقف کے فروخت کرنا اس کا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مالک کی اجازت کی بغیر زمین کو وقف میں شامل کرنا

(سوال ۱۰۶۷) مکان موقوفہ تعمیر شدہ سابق میں متولیان نے شخص ثالث کی مملوکہ مقبوضہ اراضی مکان موقوفہ میں بلا اجازت شخص کے اس طرح شامل کرلی ہے کہ اس پر عمارت جدید بنادی گئی ہے لاگت آمدنی شے موقوفہ سے عمارت تعمیر ہوئی ہے شرعاً بلا اجازت اصل مالک کے متولیان نے جو قبضہ کیا ہے یہ نیک نیتی ہے یا کیا۔ اور شخص ثالث شرعاً اس عمارت کو ہٹا سکتا ہے یا مع عمارت اراضی پر قبضہ کرلیوے یا عمارت و اراضی دونوں مالک اراضی کے حوالے کرے یا کچھ خرچہ و قیمت عمارت کی مالک اراضی سے لیکر عمارت اراضی کے حوالہ کرے؟

(الجواب) مالک اراضی اپنی اراضی خالی کر سکتا ہے اور ملبہ اٹھوا سکتا ہے اور ملبہ کی قیمت دے دیوے تو مع ملبہ کے لے سکتا ہے اور آمدنی وقف کا جو نقصان ہوگا وہ متولیان سے لیا جاویگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اولاد واقف حق تولیت میں دوسروں پر مقدم ہے

(سوال ۱۰۶۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قدیم ہے جس کے متعلق اس کے نیچے چند دکانیں ہیں کہ مسجد کے ساتھ ہی بنائی گئی تھیں اس مسجد اور ایک دوسری مسجد کہ جس کو بانی مسجد نے اپنے محلّہ میں بنایا تھا ان دوکانوں کو دونوں مسجدوں کے کل خرچ و اخراجات کے صرفہ کے واسطے وقف کیا تھا۔ بعد ازاں بانی مسجد جب تک حیات رہے دونوں مسجدوں اور ان دوکانوں کا انتظام اپنے قبضہ میں رکھا اور خود متولی اور منتظم رہے اس کے بعد ان کے ورثا ہمیشہ کل کاروبار مسجد اور دوکانوں کے متولی اور منتظم ہوتے رہے چنانچہ اس وقت بھی انہی لوگوں میں سے متولی اور منتظم ہیں ان میں سے اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ دوکانیں دونوں مسجدوں پر وقف ہیں لیکن ایک شخص سرے سے ان کے وقف علی المسجد ہونے کا منکر ہے اس حالت میں اگر کوئی غیر شخص ان سب کو مسجد کے اہتمام سے علیحدہ کرنا چاہے تو یہ سب لوگ علیحدہ کردیئے جاویں گے یا وہ ایک شخص جو منکر ہے پھر احسن اس کام کے لئے کون ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) متولی دوکانہائے مذکورہ موقوفہ کے بانی واقف کی اولاد میں سے رہنا چاہیئے جب تک ان لوگوں میں لائق تولیت کے موجود ہوں غیر شخص کو متولی نہ بنایا جائے۔ وما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب الخ درمختار. البانی لمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ قولہ البانی اولی و کذا ولدہ

وعشيرته اولی من غيرهم اشباہ شامی اولاد واقف میں سے جو شخص لائق تولیت کے نہیں اور اس پر خیانت کا اندیشہ ہے اس کو متولی نہ بنایا جاوے چنانچہ جو شخص دو کانوں کے وقف ہونے کا انکار کرتا ہے حالانکہ وقف ہونا اس کا تعامل سے اور اقارب واقف کے اقرار سے ثابت ہے ایسے شخص منکر وقف کو متولی نہ بنایا جاوے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ تصرف مالکانہ ان دکانوں میں کرے گا کیونکہ وہ وقف ہونے کو تسلیم نہیں کرتا۔ ایسا شخص لائق متولی بنانے کے نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جائداد موقوفہ کے عوض جو روپیہ حاصل ہو اس سے دوسری جائداد خرید کر وقف کرنا ضروری ہے

(سوال ۱۰۶۹) جزو جائداد موقوفہ کا روپیہ معاوضہ سرکار سے متولی جائداد کو ملا اس روپیہ کو متولی کو کیا کرنا چاہئے آیا جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ کرنا چاہئے یا کسی مصارف خاص میں یا عام مصارف جائز میں اس رقم کا صرف کرنا جائز ہے۔

(الجواب) جو روپیہ جزو جائداد موقوفہ کے معاوضہ کا سرکار سے ملا ہے ضروری ہے کہ اس روپیہ سے جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ کیا جاوے اس روپیہ کو اور کسی کام میں نہ لگانا چاہئے اگر متولی سابق متوفی کی حیات میں اس کا موقع نہیں ملا تو متولی حال کا یہ فرض ہے کہ وارثان متولی متوفی سے اس روپیہ کو وصول کر کے اس روپیہ سے جائداد خرید کر کے شامل جائداد موقوفہ کرے۔ درمختار میں ہے۔ وجاز شرط الاستبدال به ارضا اخرى لو شرط بيعه ويشترى بثمنه ارضا اخرى اذا شاء فاذا فعل صارت الثانية كالا ولى الخ واما الاستبدال بدون الشرط فلا يملكه الا القاضى الخ وفى النهر ان المستبدل قاضى الجنة فالنفس به مطمئنة فلا يخشى ضياعه وبالد راهم والدنا نير درمختار وفيه ايضا عن الاشباه لا يجوز استبدال العامر الافى اربع الخ قال فى الشامى قوله الافى اربع الاولى شرطه الواقف الثانية اذا غصبه غاصب واجرى عليه حتى صار بحرا فيضمن القيمة و يشترى المتولى بها ايضا بدلا. الثالثة ان يجحده الغاصب ولا بينة اى و اراد د فع القيمة فللمتولى اخذ هاليشترى المتولى بها بدلا الخ۔ (شامی جلد ثالث کتاب الوقف) ان عبارات سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ کا یہ حکم ہے جو اول لکھا گیا۔

وقف زبانی کر دینا بھی صحیح ہے

(سوال ۱۰۷۰) جو شخص اپنی جائداد کی آمدنی کار خیر میں صرف کرتا رہا ہو اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کی جائداد کی آمدنی کار خیر میں صرف ہوتی رہی لیکن کوئی وقف نامہ تحریر نہیں ہے اور کوئی متولی مقرر نہیں کیا تو آیا یہ جائداد وقف سمجھی جاوے گی یا نہیں۔ اگر وقف صحیح ہے تو زید کا نواسہ یا نواسہ کا بیٹا یا بھانجہ موجودگی رشتہ داران دیگر متولی وقف ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا؟

(الجواب) زبانی وقف کرنے سے بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے تحریری وقف نامہ ضروری نہیں پس اگر زید نے زبانی وقف کر دیا تھا تو وقف صحیح ہوا اور آمدنی اس کی مصارف خیر میں موافق عملدر آمد زید کے صرف ہو گی۔ اور زید کی اولاد میں سے جو لائق ہو وہ متولی مقرر کیا جاوے گا اگر نواسہ کا بیٹا لائق ہے تو اس کو متولی بنانا چاہیے۔ اگر وہ لائق نہ ہو تو دیگر رشتہ داران میں جو لائق ہو اس کو متولی بنایا جاوے۔ ورنہ اجنبیوں میں سے کسی کو بنایا جاوے۔

مشترکہ اراضی میں بدون اجازت شرکاء عید گاہ بنانا!

(سوال ۱۰۷۱) اراضی مشترکہ میں بلا رضامندی مالکوں کے عید گاہ بنانا جائز ہے یا نہیں اور قریہ صغیرہ میں عید کی نماز پڑھنا اور اس میں عید گاہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اراضی مشترکہ میں عید گاہ بنانا جائز نہیں ہے اور قریہ صغیرہ میں عید کی نماز پڑھنا اور وہاں عید گاہ بنانا ناجائز ہے اور نہ عید گاہ بنانے کی قریہ صغیرہ میں ضرورت ہے۔ **وفی صلوة العيد فی القرى تكره تحريما ای لانه استعمال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة الخ** در مختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر عید گاہ حرام پیسے سے بنی ہو تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

(سوال ۱۰۷۲) اگر کسی عید گاہ کو ہیجڑے نے بنوایا ہو جس کا پیسہ ناچ گانے سے حاصل ہوا ہو۔ اور اس جگہ کو لوگ ہیجڑے کی چھتری کہتے ہوں اس عید گاہ میں نماز پڑھنی اچھی ہے یا کسی میدان میں ؟

(الجواب) نماز عیدین شہر سے باہر جنگل میں یا عید گاہ میں پڑھنا مسنون ہے اور جس جگہ عید گاہ میں حرام پیسہ لگا ہو۔ اس میں مکروہ ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ میدان میں پڑھیں۔ قال **فی الدرالمختار واما المتخذ لصلاة جنازة وعيد فهو مسجد فی حق جواز الاقتداء وفی الشامی قال تاج الشريعة امالو انفق فی ذلك مالا خبيثا اومالا سببه الخبيث و الطيب فيكره لان الله تعالى لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله**۔ واللہ اعلم

عید گاہ کے احترام کی ضرورت اور حیثیت

(سوال ۱۰۷۳) اس مسئلہ میں کہ جو عید گاہ نماز کے واسطے مقرر کی جاوے جس طرح کی دیوبند وغیرہ میں بھی ہے اس کے اندر مع اہل وعیال کے رہنا اور چارپائیوں کو اس میں رکھنا کتوں وغیرہ کو اس میں رکھنا اس کے اندر بھنگ وغیرہ پینا درست ہے یا نہیں۔ یہ سب باتیں اس میں ایک قطعہ زمین کا احاطہ کر کے اس کے اندر کی جاتی ہیں جو ان باتوں کا مرتکب ہو وہ کیسا ہے۔ اور اس کا اٹھا دینا ضروری ہے یا نہیں۔ عید گاہ کو مسجد کا حکم ہے یا نہیں۔

(الجواب) جو شخص ان گناہوں کا مرتکب ہو فاسق بدکار ہے۔ اور اس کو وہاں سے نکالنا ضروری ہے۔ تفصیل نمبر ۲ کی یہ ہے۔ بعض امور میں عید گاہ کو مسجد کا حکم دیا ہے۔ اور بعض میں نہیں۔ درمختار میں ہے۔ واما

المتخذ لصلاۃ جنازۃاو عید فھو مسجد فی جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافی حق غیرہ فحل دخولہ لجنب وحائض کفناء مسجد۔ علامہ شامی نے بحر سے نقل کیا ہے۔ لکن قال فی البحر طاھرہ انہ یجوز الوطی والبول والتخلی فیہ ولا یخفی مافیہ فان البانی لم یعدہ لذلک فینبغی ان لا یجوز وان حکمنا بکونہ غیر مسجد وانما تظھر فائدۃ فی حق بقیۃ الاحکام وحل دخولہ للجنب والحائض بل المختار ما صححہ فی حق المحیط فی مصلی الجنازۃ انہ لیس لہ حکم المسجد اصلا وما صححہ تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المسجد وتمامہ فی شرح نبلا لیۃ۔ شامی ص ۴۴۲ جلد اول۔ بہر حال یہ امور جووہ شخص عید گاہ میں کرتا ہے اور وقف میں تصرف بالکل مالکانہ کرتا ہے یہ کسی طرح اور کسی کے نزدیک جائز نہیں ہو تا کہ اس میں پاخانہ پیشاپ اور وطی کی جاوے یہ امور بالکل ناجائز ہیں۔ اور تاج الشریعت نے تو اس کی تصحیح کی ہے کہ عید گاہ کو جملہ امور میں مسجد کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قدیم قبر ستان پر ہندو کا دعویٰ ملکیت!

(سوال ۱۰۷۴) ایک گاؤں میں مسلمانوں کی زمینداری ہے اور اس میں ان لوگوں کا قبر ستان عرصہ دراز سیکڑوں برس سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ نشانات کہنہ قبروں کے نمودار ہیں اب ایک شخص ہندو مدعی ہے کہ زمین قبر ستان میری ملک ہے اور ثبوت میں کاغذات سرکاری چالیس پیالیس برس تک کا پیش کرتا ہے اور فی الحقیقت بعض کاغذات میں اس کا نام مالکانہ اور بعض میں حیثیت مرتہن درج ہے آیا شرعا شخص مذکور زمین قبر ستان کا مالک ہو سکتا ہے اور فتاوی عالمگیری میں جو لکھا ہے کہ کسی غیر کی زمین میں اگر کوئی مردہ بلا اذن اس کے دفن کر دیا جاوے تو مالک زمین کو اس میں تصرف کا اختیار ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے ؟

(الجواب) جب عرصہ دراز سے مسلمانوں کا قبر ستان چلا آرہا ہے اور نشانات کہنہ قبروں کے ہنوز نمایاں ہیں جس سے قبر ستان کی قدامت صراحتہ ثابت ہے تو ملکیت یا مرتہن ہونے کا دعوی کسی کا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ صورۃ الحال شاہد ہے کہ یہ زمین قبر ستان ہے اور قبر ستان ہے اور قبر ستان مال وقف سے ہوتا ہے لہذا کسی کو اس کی بیع ور ہن وہبہ کا اختیار نہ ہوگا۔ عالمگیری صفحہ ۱۳۹ جلد ۲ میں ہے ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک یعنی مردوں کے دفن ہو جانے پر ملکیت باقی نہیں رہتی۔ اور نیز اس میں ہے۔ ولا یباع ولایوھب ولا یورث ص ۱۱۴ جلد ۲. سقط الخراج عنہ ان کانت خراجیۃ وھو الصحیح ص ۱۳۹ جلد ۲. اس عبارت سے ثابت ہوا کہ قبر ستان سے جس طور پر کہ ملک اصل مالک کی زائل ہو جاتی ہے بایں طور ملک شاہی اس سے ساقط ہو جاتی ہے یعنی خراج اس زمین کا بادشاہ وقت کو لینا درست نہیں ہے اور عالمگیری کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مردہ کسی غیر کی زمین میں جو قبر ستان نہیں ہے بلا اجازت مالک زمین دفن کر دیا جاوے تو مالک زمین کو تصرف کا اختیار ہوگا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے۔ میت دفن فی ارض انسان بغیر اذن مالکھا کان المالک بالخیار ان شاء رضی بذلک وان شاء امر باخراج المیت وان شاء

سوی الارض وزارع فوقها ص ۱۳۹ جلد ۲. یعنی اگر کوئی مردہ کسی کی زمین مملوکہ میں بدون اذن مالک کے دفن کردیا جاوے تو مالک زمین کو اختیار ہے چاہے بدستور رہنے دے یا مردہ کا نکالنے کا حکم دے یا زمین برابر کر کے اس پر زراعت کرے یہ صورت وہاں متصور ہو سکتی ہے کہ ابتداءً کوئی مردہ کسی کی خاص زمین میں دفن کیا جاوے جو ہنوز قبرستان نہیں اور صورت مسؤلہ میں قبرستان کا عرصہ دراز سے چلا آنا موجود ہے جس پر کسی طور کا مالکانہ تصرف جائز نہیں ہے لہذا مدعی کا دعوے ملکیت اور رہن کا اعتبار نہیں ہے اور نیز کہنہ، قبرستان کے مقابلہ میں چالیس، بیالیس برس کا ثبوت کوئی چیز نہیں کیونکہ قبرستان کا رہن وبیع جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبرستان میں جانوروں کو چرنے کیلئے نہ چھوڑا جائے

(سوال ۱۰۷۵) قبرستان میں جانوروں کو چگنے کے لئے چھوڑنا جائز ہے یا نہ؟ گوبر اور پیشاب وغیرہ نجاست سے مردوں کی روح کو تکلیف ہوتی ہے یا نہ؟ قبرستان کی حفاظت ضروری ہے یا نہ؟ قبرستان میں نجاست دور کرنے والے کو ثواب ہوتا ہے یا نہ؟ مردہ سن سکتے ہیں یا نہ؟

(الجواب) کتب فقہ میں یہ منقول ہے کہ جانوروں کو قبرستان میں نہ چھوڑ جائے عالمگیریہ کتاب الوقف ص ۳۶۲ میں ہے۔ فلو کان فیها حشیش یحش ویرسل ای الدواب ولا ترسل الدواب فیها کذافی البحر الرائق. اور حدیث شریف میں ہے۔ نهی رسول الله ﷺ ان یجصص القبور وان یکتب علیها وان توطاء. رواه الترمذی. یعنی آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس سے کہ قبریں پختہ کی جاویں اور ان پر کچھ لکھا جاوے اور اس سے کہ ان کو روندا جاوے یعنی ان پر چلا جائے یا پھرا جائے۔ پس جیسا کہ غایت تعظیم اور زیب وزینت اور تکلف قبور پر منع ہے۔ ویسا ہی ان کی توہین بھی منع ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اپنے اختیار سے وہاں چارپایوں کو نہ چھوڑا جاوے اور ان کو راستہ نہ بنایا جاوے کہ ان پر چلیں پھریں بلکہ حفاظت قبرستان عمدہ امر اور مستحب ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے۔ کسر عظم المیت ککسره حیا قال الطیبی اشارة الی انه لایهان المیت کما لایهان الحی. وقال ابن الملك والی ان المیت یتألم الخ وقد اخرج ابن ابی شیبة عن ابن مسعودؓ. اذی المؤمن فی موته کاذاه فی حیاته مرقاة.

اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ مردہ کو نجاست اور خباثت سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اگرچہ خود قبر بھی بعض اوقات محل نجاست اور صدید میت وغیرہ ہوتی ہے۔ چنانچہ فقہاء نے قبرستان میں نماز مکروہ ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ قبور محل نجاست ہیں بایں ہمہ ہم کو حکم نظافت اور ستھرائی کا ہے۔ لہذا اپنے اختیار سے وہاں نجاست و پلیدی ڈالنا مکروہ ہے۔ اور جبکہ نجاست ڈالنا وہاں مکروہ ہوا تو لامحالہ نجاست دور کرنے والے کو ثواب ہوگا کہ اماطة الاذی عن طریق المسلمین جب کہ موجب اجر و ثواب ہے۔ تو اموات کے لئے بھی یہ حکم جاری ہو سکتا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ حد سے زیادہ جو امر تجاوز کرتا ہے وہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ

تعظیم قبور کارواج ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان پر غلاف اور چادریں ڈالی جاتی ہیں اور یہ امور اکثر مفضی الی الشرك وداعی شرک ہو جاتے ہیں۔ کما هو مشاهد. اور سماع میت ثابت نہیں ہے۔بلکہ عدم سماع پر نص قطعی وارد ہے۔ قال الله تعالی وما انت بمسمع من فی القبور وقال تعالیٰ انك لا تسمع الموتی. وقد اجاب فی الفتح وغیره عن الحدیث الوارد فیه ای حدیث اصل قلیب بدر و اولوا (ای الفقهاء) حدیث سماع قول النعال بانه مخصوص بادل الوضع فی القبر. واللہ تعالیٰ اعلم

انتظام وقف میں غیر مسلم گورنمنٹ کا دخل جائز نہیں

(سوال ۱۰۷٦) اگر کوئی شخص اپنے بعد کوئی وقف جائداد بغرض نذر نیاز وخیرات وغیرہ چھوڑ جائے تو اس میں انتظامی طور پر اس وقت کی گورنمنٹ اگر کوئی قانونی کاروائی سے دست انداز ہو تو کس حد تک درست ہے یا اگر متولی سے سجادۂ خانقاہ اس میں بیجا تصرف کریں تو کس شخص کو دعوی کرنے کا حق حاصل ہو سکتا ہے اور کن کن شرائط سے۔

(الجواب) اگر واقف نے خود کسی کو متولی مقرر کیا ہے اور یہ تولیت کا اہل بھی ہے تو اس کے ہوتے ہوئے بلکہ اس کے وصی کے ہوتے ہوئے بھی کسی کو وقف میں تصرف کرنے کا اختیار حاصل نہیں حتی کی قاضی یعنی حاکم شرعی بھی اس سے موٴخر ہے۔ وفی الفتاوی الصغری الرای للواقف لا للقاضی فان کان الواقف میتا فوصیه اولی من القاضی فان لم یکن الوصی فالرای للقاضی الخ بحر ومفاده انه لا یملك التصرف فی الوقف مع وجود المتولی الی قوله فا فادان ولایة القاضی متاخرة عن المشروط ارو وصیه. الخ ردالمحتار. ص ۴۱۰ جلد ۳. اور اگر واقف کا یا اس کے وصی کا مقرر کیا ہوا کوئی متولی نہیں ہے تو اس وقت قاضی یعنی حاکم شرعی کو کوئی متولی مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔فی الدرالمختار کتاب الوقف ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه ثم للقاضی اه مختصرا. اور قاضی کی شرائط میں ایک شرط اس کا مسلم ہونا ہے کما فی الدر المحتار. واهله اهل الشهادة وفی ردالمحتار وحاصله ان شروط الشهادة من الاسلام والعقل والبلوغ والحریة وعدم العمی والحد فی القذف شروط الصحة تولیة ولصحة حکمه بعد ها ص ۲۹۸ جلد ۴.

اور اگر حاکم مسلم موجود نہ ہو تو پھر عامہ مسلمین ثقاۃ کو متولی منتخب کرنے کا حق شرعا حاصل ہے۔ فی ردالمحتار ثم عن التتار خانیة ما حاصله ان اهل المسجد لواتفقوا علی نصب رجل متولیا لمصالح المسجد فعند المتقد مین یصح ولکن الافضل کونه باذن القاضی ثم اتفق المتاخرون ان الافضل ان لا یعلموا القاضی فی زماننا لما اعرف من طمع القضاة فی اموال الاوقاف الخ. صفحه ۴۰۹ جلد ۳ کتاب الوقف قلت فلما جاز نصب المسلمین متولیا مع وجود القاضی لبعض العوارض فکیف مع عدم القاضی اور اگر متولی میں خیانت ثابت ہو خواہ وہ واقف کا مقرر کیا ہوا ہو یا قاضی کا یا عامۃ المسلمین کا اس کو واجب ہے معزول کر دینا اور یہ حق معزول کر دینے کا بھی اصل میں قاضی

گو ہے فی الدر المختار و ینزع وجوبا لو الواقف فغیرہ باولی غیر مامون، او عاجزا او ظھر بہ فسق الخ مختصرا فی ردالمحتار مقتضاہ اثم القاضی بترکہ الخ ص ٣٨٤ ج ٣ و ص ٣٨٥ اوراوپر معلوم ہو چکا کہ عامۂ مسلمین بجائے قاضی کے ہیں اسلئے اگر قاضی نہ ہو تو عامہ مسلمین کو یہ حق معزول کرنے کا حاصل ہے لیکن اگر عامہ مسلمین بذات خود اپنے اس اختیار شرع کو نافذ کرنے پر قانونا قادر نہ ہوں تو ان پر لازم ہے کہ حکام وقت سے استعانت کریں اور ان سے درخواست کر کے متولی صالح مقرر کرا کر وقف انتظام کی اصلاح کریں پس یہ متولی صالح شرعاً عامۂ مسلمین کی طرف سے ہوگا اور قانوناً حکام وقت کی طرف سے ہوگا۔ قیاسا لھذہ الاستعانت علی الاستعانة بالمتولی غیر المسلم کما فی ردالمحتار ویشترط للصحة بلوغه وعقله لا حریته واسلامه لما فی الاسعاف الخ ص ٥٩٥ ج ٣ واللہ تعالیٰ اعلم

آج کی تاریخ کے بعد جو جائداد میری ملک میں آوے گی وہ بھی وقف ہو جائے گی۔

(سوال ١٠٧٧) ایک شخص نے ایک جائداد وقف کی اور جملہ شرائط وقف نامہ موافق قواعد شرعیہ کے ہیں البتہ ایک یہ شرط ہے کہ آج کی تاریخ کے بعد جو جائداد میری ملک میں آوے گی وہ بھی وقف ہو جائیگی اس شرط کا کیا حکم ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) شرائط وقف نامہ سوائے ایک شرط کے سب قابل نفاذ و مطابق شرع شریف کے ہیں جو شرط قابل نفاذ نہیں وہ مندرجہ نمبر ۴ ہے کہ جسکا مضمون ہے نیز آج کی تاریخ کے بعد اگر میں اور کوئی جائداد غیر منقولہ علاوہ جائداد مذکورہ کے کسی طرح پیدا کروں الخ تو وہ کل جائداد بھی وقف ہو جاوے گی اس طرح کہنے سے وقف صحیح نہیں ہوتا یعنی وہ جائداد جو آئندہ کو ملک میں آوے گی اس کہنے سے وقف نہ ہوگی بلکہ جس وقت وہ جائداد ملک میں آجاوے اس وقت اس کو پھر وقف کرنا چاہیئے اگر وقف کرنا منظور ہے۔ ورنہ اس وقت کی تحریر اس جائداد کے وقف ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ در مختار شامی وغیرہ میں ہے۔ وان یکون قربة فی ذاته معلوما منجزا لا معلقا الا بکائن ولا مضافا ولا موقتا الخ قوله لا معلقا لقوله اذا جاء غدا واذا جاء راس الشهر اواذا حکمت فارضی هذه صدقة موقوفة اوان شئت او احببت یکون الوقف باطلا. الخ شامی. قوله الا بکائن ای موجود للحال فلا ینا فی عدم صحته مطلقا بالموت قال فی الاسعاف ولو قال ان کانت هذه الارض فی ملکی فهی صدقة موقوفة فان کانت فی ملکه وقت التکلم صح الوقف والا فلا الخ. شامی قوله معلوما حتی لو وقف شیئا من ارضه ولم یسمه لا یصح ولو بین بعد ذلك الخ شامی ص ٣٦٠ ج ٣ کتاب الوقف. واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا بیکار شامیانہ وغیرہ کس کام میں صرف کیا جاوے

(سوال ١٠٧٩) ایک مسجد کا شامیانہ بالکل بیکار پڑا ہے اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں اگر درست

ہے تو کس کے ہاتھ فروخت کیا جائے۔ ناچ رنگ کے واسطے فروخت کرنا کیسا ہے؟
(الجواب) اول اس کو فروخت نہ کیا جاوے اور اگر بالکل کام میں نہیں آتا تو فروخت کر کے مسجد کے لئے کوئی ضروری چیز خرید لی جاوے اور جس حالت میں فروخت کرنا درست ہے ہر ایک کے ہاتھ درست ہے مگر ناچ رنگ کے لئے باوجود علم کے نہ فروخت کرنا چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا سامان مدرسہ میں لگانا نہیں چاہیئے

(سوال ۱۰۷۹) ایک مسجد دریابرد ہو گئی اس کا سامان وغیرہ رکھا ہے اہل محلّہ نے اقرب مسجد تیار کر لی ہے اور اس میں سامان کی ضرورت نہیں ہے تو اس سامان کو مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟
(الجواب) اقرب مسجد ہی میں صرف کرنا چاہیئے اگر اس وقت ضرورت نہیں ہے تو اس کے لئے اس سامان کو محفوظ رکھا جائے کہ وقت ضرورت کام آوے یا فروخت کر کے اقرب مسجد میں لگایا جاوے مدرسہ میں نہ لگایا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو چندہ زبردستی اصول کیا ہو اس کا مصرف

(سوال ۱۰۸۰) بغرض تعمیر عیدگاہ و مسجد و دیگر امور خیر چندہ تجویز ہوا۔ اور ہر قوم کا ایک گروہ مقرر ہوا۔ وقت وصول چندہ چند صاحبان نے بطیب خاطر چندہ دیا۔ اور بعض نے قطعی انکار کر دیا۔ اس وقت ممبران چندہ نے حکم دیا کہ جو شخص چندہ نہ دے اس کا حقہ پانی بند کر دو۔ اور غمی و شادی میں شریک نہ ہو۔ اور جو پیشہ کرتے ہیں اس سے سودا نہ خریدو۔
اسی وجہ سے منکران نے چندہ دیدیا۔ اس چندہ سے عیدگاہ بنوانا جائز ہے یا نہ اور اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اور چاہ بنوانا وپانی پینا وضو و غسل کرنا۔ اور کار خیر میں صرف کرنا اس روپیہ کا جائز ہے یا نہیں؟
(الجواب) اس طرح زبردستی کرنا چندہ کے لینے میں جائز نہیں۔ لیکن عیدگاہ جو اس چندہ سے بنی اس میں نماز بلا کراہت درست ہے۔ اور اس چندہ سے جو چاہ بنایا گیا ہے اس سے وضو و غسل اور پانی پینا درست ہے۔ اور ہر ایک کار خیر میں مثلاً مدرسہ وغیرہ جس میں ایسا چندہ آیا تو اس سے تنخواہ وغیرہ ملازمین کو اور اس کو طلبہ میں صرف کرنا درست ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس طرح تنگ کر کے لینا تو اچھا نہیں ہے۔ لیکن جب مالک نے کسی طرح طوعاً و کرہاً دیدیا اور کار خیر میں لگا دیا گیا تو آئندہ کو اس مال میں حرمت نہیں رہی۔ کیوں کہ یہ چوری اور غصب کا مال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد اگر مال حرام سے بنائی جائے پھر بھی وہ کسی کی ملک میں نہیں آسکتی

(سوال ۱۰۸۱) ایک شخص نے شراب کی آمدنی سے ایک مسجد بنائی اور کسی قدر دیوار مسجد کی بلند کی جب اس کو معلوم ہوا کہ ایسے روپیہ سے مسجد بنوانا درست نہیں تو اس مسجد کو ناتمام چھوڑ دیا اور اس کا انتقال بھی ہو گیا۔

اب اس کے ورثہ کی ملک ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور بیع و ہبہ اس کا درست ہے یا نہ یا وہ مسجد کے حکم میں ہے۔ مسجد اس وقت میں ناتمام اور غیر محفوظ ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص ورثائے بانی سے اس مسجد کو خرید کر از سر نو تعمیر کرا دے تو جائز ہے یا نہ؟

(۳) اگر کسی شخص نے بذریعہ تجارت شراب روپیہ حاصل کیا اور اس محصولہ سے تجارت غلہ و کپڑے کی کرتا ہو تو اس روپیہ سے وہ شخص مسجد بنا سکتا ہے یا نہ۔ بصورت عدم جواز اگر وہ دوسرے شخص کے پاس سے قرض لے کر مسجد بنا دے اور پھر اپنے پاس کے روپیہ سے قرض ادا کر دے تو ایسی صورت سے بنانا درست ہے یا نہ؟

(الجواب) مسجد میں مال حلال خرچ کرنا چاہئے اور تعمیر مسجد مال حلال و طیب سے کرنی چاہئے حرام مال سے تعمیر مسجد کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ و لا یقبل الله الا الطیب. الحدیث. شامی میں ہے۔ **قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلك مالا خبیثا او مالا سببه. الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالی لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله الخ** پس چاہئے کی اس قدر دیواروں کو جو مال حرام اور خبیث سے تیار ہوئی ہیں اٹھا کر حلال مال سے اس مسجد کو تعمیر کریں اور حفاظت اس مسجد کی ضروری ہے بیع و ہبہ کرنا اس کا صحیح نہیں ہے اور وارثوں کی ملک میں نہیں آسکتی۔ **الوقف لا یملك** مسئلہ مشہور ہے۔

(۲) یہ اوپر معلوم ہوا کہ بیع و ہبہ اس کا ناجائز ہے۔ باقی اگر اس حیلہ سے کوئی شخص ورثہ کے قبضہ سے اس کو نکال کر از سر نو تعمیر کرا دے اور تکمیل کر دے تو یہ بہت اچھا ہے اور کار ثواب ہے

(۳) پہلی صورت ناجائز ہے۔ البتہ قرض لے کر مسجد بنا دیوے تو یہ جائز ہے پھر اگر اس قرض کو حرام آمدنی سے ادا کیا تو یہ گناہ اس کے ذمہ ہو گا۔ بہر حال مسجد میں ایسے حیلوں سے بھی حرام روپیہ نہ لگاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا!

(سوال ۱۰۸۲) ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایک مسجد میں دوسری مسجد کا روپیہ صرف کرنا موافق تصریحات فقہاء کے درست نہیں ہے لیکن اگر زیادہ ضرورت میں بطریق قرض لے لیا جاوے درست ہے۔ بشرطیکہ اس مسجد ثانی میں آمدنی فاضل ہو جس کی اس وقت مسجد کو ضرورت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی چیز مسجد ہی میں صرف کی جائے

(سوال ۱۰۸۳) ایک مسجد کا شہتیر اور کڑیاں بوسیدہ ہونے کی وجہ سے کار آمد مسجد نہیں رہی تو اس شہتیر و کڑیوں کو مسجد کی دکان اور حجرہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ شرح وقایہ میں لکھا ہے۔ **ونقضه یصرف الی عمارته اوید خر الوقت الحاجة الیها. وان تعذر صرفه الیها بیع و صرف ثمنه الیها.** یہ مسئلہ صحیح

اور مفتی بہ ہے یا کیا حکم ہے۔

(الجواب) شرح وقایہ میں جیسا کہ اس مسئلہ کی نسبت لکھا ہے وہی صحیح اور مفتی بہ ہے۔ در مختار و شامی وغیرہما میں بھی ایسا ہی ہے۔ پس حالت موجودہ میں اس شہتیر اور کڑی وغیرہ کو فروخت کر کے ان کی قیمت کو مسجد کے مصارف ضروریہ کے لئے رکھا جاوے۔ دکان اور حجرہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس کو خریدنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں نفع مسجد کا ہے اگر فروخت نہ کیا جاوے گا اور کوئی ان کو نہ خریدے گا۔ تو مسجد کا نقصان ہوگا یہ اچھا نہیں ہے۔

مسجد کی موقوفہ زمین میں مدرسہ نہیں بنا سکتے

(سوال ۱۰۸۴) اگر کسی اراضی کو مسجد کے لئے وقف کیا تو پھر واقف یا غیر واقف اس جگہ میں مدرسہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں بنا سکتا۔ قال فی الشامی وفی الاسعاف ولایجوز له ان یفعل الاما شرط وقت العقد وفیه علی انهم صرحو ابان مراعاة غرض الواقفین واجبة الخ وفی الدرالمختار شرط الواقف کنص الشارع . الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

عیدگاہ کو مسجد بنانا درست نہیں

(سوال ۱۰۸۵) اندرون احاطہ عیدگاہ مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) عیدگاہ بعض احکام میں خود مسجد ہے اس احاطہ میں اور مسجد بنانے کی ضرورت نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ عیدگاہ کے احاطہ میں مسجد بنانے سے کیا غرض ہے الغرض ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ عیدگاہ کو عیدگاہ ہی رکھنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس شخص نے مسجد بنائی پھر اس کے ورثاء کو اس میں وراثت نہیں ملتی

(سوال ۱۰۸۶) ایک شخص نے مسجد تعمیر کرائی تھی بانی مسجد کا انتقال ہو گیا۔ ان کے پسر مسجد مذکور کے متعلق دعوی ملکیت کرتے ہیں۔ حجرہ مسجد کو اپنے مکان میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ مسجد کی چہار دیواری ناتمام ہے جس سے مسجد میں کتے وغیرہ آتے ہیں۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) مسجد مسجد ہی ہے اس کے دعوی ملکیت کرنے سے وہ مسجد مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی دعوی ملکیت اور تصرف اس کا باطل اور ناجائز ہے۔ مسلمان اہل محلّہ چارہ جوئی کر کے اس شخص کو اس کے تصرفات ناجائزہ سے روکیں اور مسجد کی چہار دیواری وغیرہ بنادیں۔ اور حجرۂ مسجد میں اس کا تصرف نہ ہونے دیں۔

اگر اہل سنت کی مسجد کا امام و متولی شیعہ ہو جاوے

(سوال ۱۰۸۷) ایک شخص کو منجانب سرکار کسی مسجد کے اوقاف کا متولی بنایا گیا جو مذہب حنفی رکھتا تھا اور اہل سنت والجماعت رکھتا تھا۔ مدت تک وہ تولیت اس کی اولاد میں رہتی رہی اب متولی مذکور کی اولاد شیعہ ہو گئی اور مسجد میں تمام مقتدی اہل تسنن ہیں۔ اس صورت میں شیعہ عقیدہ کے خطیب یا امام کی اطاعت واقتداء جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر بوجہ اسناد شاہی کہ جو اس کے پاس موجود ہوں دعوی خطابت وامامت کا کرے تو دعوی مسموع ہو گا یا نہیں ؟

(الجواب) کتب فقہ میں تصریح ہے۔ مراعاة غرض الواقفين واجبة . پس ظاہر ہے کہ اہل سنت شیعہ مذہب کو متولی وامام وخطیب مقرر نہیں کر سکتا۔ لہذا شیعہ مذہب شخص کو کوئی حق تولیۃ وغیرہ کا نہیں ہے اور دعوی اس کا باطل وغیر مسموع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کسی نے مسجد کا چندہ کھالیا تو اس کا حکم

(سوال ۱۰۸۸) ایک شخص نے برائے تعمیر مسجد لوگوں سے چندہ وصول کیا۔ پھر سب اپنے خرچ میں صرف کر لیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے فقراء کو دیدوں اگر بجائے تعمیر مسجد کے بھوکے کو دیدیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) چندہ دینے والوں سے دریافت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے اگر وہ اجازت دیں تو غریب کو دیا جاسکتا ہے اگر اس مسجد میں اب صرف نہیں ہو سکتا جس کے لئے چندہ کیا گیا تھا تو چندہ دینے والوں کو واپس کر دینا چاہئیے اگر یہ دشوار ہو اور تعین چندہ دینے والوں کی نہ ہو تو پھر محتاج کو ایک یا متعدد کو صدقہ کر دیا جاوے۔

حرام کمائی سے بنائے ہوئے کنویں اور مساجد کا حکم

(سوال ۱۰۸۹) ایک عورت نے حرام کی کمائی یعنی سود سے روپیہ جمع کیا ہے۔ اور اس روپیہ سے ایک کنواں بنوایا ہے اور ایک مسجد اس کنویں کے متصل ہی بنوائی ہے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کنویں سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز نہیں ہے اور مسجد بھی جائز نہیں ہے ؟

(الجواب) اس پانی سے وضو کر کے جو نماز ادا کی جاوے گی نماز ادا ہو جاوے گی۔

اگر کسی مسجد کے لئے مال حرام وقف کر دیا تو کیا کیا جاوے ؟

(سوال ۱۰۹۰) ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا اس نے مرتے وقت یہ وصیت کی ہے کہ مبلغ پانصد روپیہ دے کر کسی کو حج کرادیا جاوے اور پانصد روپیہ مسجدوں کو جو دہرہ میں ہیں دیا جاوے چنانچہ یہاں کے مولوی صاحبان سے اس کا تذکرہ کیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ تم طوائف ہو اور ناجائز وسیلہ راہ خدا میں نہیں لیا جاسکتا اس وجہ سے

حضور کو تکلیف دینی پڑی۔ دریافت یہ ہے کہ کسی طریقہ سے روپیہ راہ خدا میں جس کا ثواب مرنے والی کو پہنچے دے سکتی ہوں یا کوئی طریقہ نہیں اگر کوئی طریقہ شرعی ہو تو بتلائیں؟

(الجواب) حج کرانے کی اور مسجدوں میں روپیہ خرچ کرنے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ قرض لے کر اس روپیہ سے حج کرادیا جاوے اور مسجدوں میں دیدیا جاوے لیکن ضروری نہیں ہے کہ متوفیہ کی وصیت پوری کی جاوے اگر کرنا ہے تو قرض لیکر پورا کر دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو مسجد مال حرام سے بنی ہے اس میں نماز کا حکم

(سوال ۱۰۹۱) ایک محلّہ میں ایک مسجد بہت پرانی ہے اور ہمیشہ سے نماز جمعہ اس میں ہوتی ہے۔ اب ایک سود خوار تاجر نے ایک نئی مسجد تیار کرائی ہے۔ اور چاہتا ہے کہ جمعہ کی نماز اسی میں ادا کی جاوے۔ اس صورت میں جمعہ کونسی مسجد میں پڑھا جاوے۔ اور جو مسجد سود کے روپیہ سے بنی ہے اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص سود خوار تجارت بھی کرتا ہے؟

(الجواب) سود کے روپیہ سے اگر مسجد بنی ہو نماز اس میں مکروہ ہے۔ لیکن جس کی آمدنی تجارت سے بھی ہو تو یہ سمجھا جاوے گا کہ اس نے مسجد میں تجارت کی آمدنی کا روپیہ لگایا ہے اس میں نماز صحیح ہے اور نماز جمعہ دونوں مسجدوں میں سے جس میں چاہیں پڑھیں۔ چاہے دونوں میں پڑھیں یہ بھی درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ صرف ایک جگہ جمعہ ہو۔ جس مسجد میں گنجائش زیادہ ہو۔ اور حلال مال سے بنی ہو باتفاق رائے اس میں سب جمعہ پڑھیں۔ اختلاف باہمی برا ہے۔ **قال فی الشامی امالو انفق فی ذلک مالا خبیثا او مالا فیه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالی لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله الخ.** واللہ تعالیٰ اعلم

تاجر شراب کا چندہ لینا جائز نہیں

(سوال ۱۰۹۲) تاجر شراب کا چندہ لینا مدرسہ میں درست ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

(الجواب) اگر تاجر شراب کے منافع سے ہی مدرسہ میں دیوے تو جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی دوسرے کسب حلال سے دیوے تو کچھ حرج نہیں **قال فی الدر المختار وسقط تقومها فی حق المسلم الخ وحرم الانتفاع الخ ولا یجوز بیعها الخ** واللہ تعالیٰ اعلم

امام اور مؤذن کا تقرر وقف کرنے والے کی شرط کے مطابق ہوگا

(سوال ۱۰۹۳) واقف نے مسجد و دوکانات موقوفہ متعلقہ مسجد کے وقف نامہ میں یہ شرط لکھی ہے کہ تقرری امام و موذن برضائے اہل محلّہ ہو گی۔ اور نوے سال سے امام مذکورہ پشت بہ پشت چلے آئے ہیں کوئی ان کی امامت پر معترض نہ ہوا۔ اور وہ مسجد بازار کی ہے۔ اس کا محلّہ کوئی نہیں اور فرضاً اگر محل اہل محلّہ کا ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ لوگ بھی ان اماموں کے پیچھے نماز خوشی پڑھتے چلے آئے ہیں اور کبھی اعتراض نہیں

کیااور وہی امام پشت بہ پشت متولی مسجد ودوکانات چلے آئے ہیں۔ اور وظیفہ جو کہ واقف نے مقرر کیا یکے بعد دیگرے کھاتے چلے آئے ہیں۔ امام ہائے مذکورہ بالا کو امام مسجد مذکورہ کہا جائے گا یا نہیں۔ اور وہ مستحق لینے وظیفے مشروط اور مقرر کردہ واقف کے ہیں یا نہیں ؟

(۲) واقف نے کچھ وظیفہ موذن کے لئے مقرر کیا اور فوت ہو گیا۔ موذن وہ شخص ہے جو علی الدوام اذان کہے یا جو کبھی کبھی کہتا ہے ؟

(الجواب) امام مذکورین جب تک عہدہ امامت پر قائم رہیں مستحق وظیفہ مشروط کے ہیں اور چونکہ مراعات غرض واقفین لازم ہے اور شرط واقف مثل نص شارع کے ہے **کما فی کتب الفقه** لہذا امام و موذن کا تقرر اہل محلہ کی رائے پر ہے۔ آئندہ کو اگر کسی دوسرے امام لائق کو مقرر کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ **البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار الا اذاعین القوم اصلح ممن عینه البانی الخ.**

(۲) شامی میں ہے۔ **ولا یکون مدرسها من الشعائر الا اذا لازم التدریس. الخ.** بناء علیہ موذن بھی وہی مستحق مشروط ہو سکتا ہے۔ جو ملازمت کرے اذان کہنے پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واقف کی اولاد کو اختیار ہے کہ سابق امام ومؤذن کو معزول کردے

(سوال ۱۰۹٤) ایک شخص نے کسی قدر زمین مسجد کے لئے وقف کر کے قبضہ میں دیدی بعد مرور چند سال واقف کا انتقال ہوا اب اولاد واقف چاہتی ہے کہ زمین موقوفہ مقبوضہ امام و موذن اپنی ملک و تصرف میں لاکر امام و موذن کو بلا قصور شرعی معزول کریں اور دوسرے امام و موذن مقرر کریں اور زمین موقوفہ کے محصولات سے ان کی تنخواہ مقرر کر کے ادا کریں اور تولیت کے بارہ میں واقف نے کچھ تحریر نہیں کیا اور نہ کسی کو زبانی متولی کیا ہے۔ پس اس صورت میں اولاد واقف زمین موقوفہ کو اپنے دخل و تصرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں۔ اور امام و موذن کو بلا قصور معزول کرنا درست ہے یا نہیں۔ اور بلا اذن امام سابق دوسرے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ **البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار.** شامی میں ہے۔ **قوله البانی اولی. وکذا ولده وعشیرة اولی من غیر هم اشباه وفی الدرالمختار ایضا وما دام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب الخ.** ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اولاد واقف کو اختیار ہے کہ امام و موذن، سابق کو معزول کر کے دوسرا امام و موذن مقرر کریں اور متولی اولاد واقف سے ہی مقرر ہونا چاہیئے۔

خائن اور فاسق کو امامت و تولیت مسجد سے معزول کرنا واجب ہے

(سوال ۱۰۹۵) زید عالم زادہ و امام زادہ اور خود بھی مولوی کہا جاتا ہے امام و متولی مسجد ہے مگر زید سے چند

افعال ناشائستہ جو ذیل میں درج ہیں ظہور میں آرہے اور وہ تاحال مسجد میں موجود ہے اور دعوی امامت کا کرتا ہے۔
(۱) ایک مکان وقف مسجد و ایک مشین آب کش وقف مسجد کی اپنی ذاتی خرچ پر عیاشی کے واسطے بیع کر دی۔
(۲) مقتدیان مسجد سے شنام دہی و توہین سے پیش آتا ہے۔ (۳) کاذب ہے۔ بد دیانت ہے۔ پابند صوم و صلوۃ نہیں ہے۔ اپنی مادر و ہمشیرگان کو زدوکوب کرتا ہے۔ وقف مدرسہ کا روپیہ اپنے ذاتی خرچ میں لگالیا۔ اپنے پیر و مرشد و استاد سے پھر گیا۔ بہت بد چلن ہے۔ اور نہ وہ اپنے افعال مذکورہ سے توبہ کرتا ہے بلکہ اپنے افعال ناشائستہ پر بدستور جرات سے قائم ہے۔ اس حالت میں زید مسجد کا متولی رہ سکتا ہے اور امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) افعال مذکورہ سے زید کا فاسق ہونا اور خائن ہونا ظاہر ہے اور فاسق و خائن لائق امامت و تولیۃ کے نہیں ہے پس امام مذکور اگر توبہ نہ کرے اپنی حرکات ناشائستہ اور افعال فسقیہ سے باز نہ آوے تو معزول کرنا اس کا تولیۃ اور امامت سے لازم ہے۔ **قال فی ردالمحتار المعروف بالشامی قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسہ او بغائبہ لان الو لایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود الخ ص ۳۸۵ ج۳ کتاب الوقف. وفیہ من باب الامامۃ واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا الخ ص ۳۷٦ ج ۱.** واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا فرش عید گاہ میں بچھانا درست نہیں

(سوال ۱۰۹٦) جامع مسجد کا فرش عید گاہ میں بچھانا جائز ہے یا نہیں؟
(الجواب) جامع مسجد کا فرش چٹائی وغیرہ عید گاہ میں بچھانا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم

احکام المساجد

(مسجد کے احکام)

مسجد کی زمین ہمیشہ مسجد رہے گی

(سوال ۱۰۹۷) ایک جگہ ایک مسجد میں جمعہ قائم تھا اندک زمانہ میں وہ مسجد شکست ہو کر نام و نشان جاتا رہا جس جگہ وہ مسجد قائم تھی وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد تیار ہو کر نماز جاری ہے۔ اب اس مسجد سابق کی جگہ مجرد خالی پڑی ہے اگر کوئی شخص بصورت لاچاری اس جگہ مکان تیار کر لے تو جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس صورت میں وہ جگہ مستعمل ہو سکتی ہے؟

(الجواب) مسجد سابق کی زمین ابد الآباد تک مسجد ہی رہے گی اس جگہ مکان تیار کرنا درست نہیں اس جگہ کو محفوظ رکھا جاوے۔ ہو سکے تو تعمیر مسجد کر دی جاوے۔ کسی وقت اللہ کو منظور ہوگا آباد بھی ہو جاوے گی۔ **وقال ابو یوسف هو مسجد ابدا الی قیام الساعة لا یعود میراثا ولا یجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اخر صفحه ۲۷۳ وبه علم ان الفتوی علی قول محمدؒ فی آلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد.** شامی جلد ثالث کتاب الوقف. واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے

(سوال ۱۰۹۸) ایک قریہ میں چار مسجدیں ہیں۔ اور ہر ایک مسجد میں نماز پنج وقتہ و نماز جمعہ ادا کی جاتی۔ چند روز ہوئے کہ پندرہ بیس آدمیوں نے ایک مسجد جدید تین سو ہاتھ کے فاصلہ پر مسجد قدیم کے تیار کی ہے اور اس میں نماز جمعہ و پنج وقتہ ادا ہوتی ہے۔ اور بانیان مسجد جدید کی نیت تفریق جماعت و ضرر رسانی مومنین مسجد قدیم مقصود نہیں ہے۔ یہاں کے مولوی صاحبان فرماتے ہیں کہ یہ مسجد درست نہیں ہے۔ کیونکہ قریب مسجد قدیم کے ہے۔ اگر یہ کچھ اور دور فاصلہ پر ہو تو درست ہے۔ ایسی صورت میں مسجد جدید کا انتقال درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) باہم مساجد کی دوری کے لئے کوئی شرعی تحدید نہیں ہے۔ حسب ضرورت قریب و بعید ہر طرح بناء مسجد درست ہے۔ پس جبکہ بانیان مسجد جدید کی نیت تفریق جماعت و اضرار مومنین کی نہیں ہے تو بانیان ماجور ہیں اور وہ مسجد بحکم مسجد ضرار نہیں ہے۔ نماز پنجوقتی ادا کرنا اس میں درست ہے اور جبکہ وہ بقاعدہ شرعیہ مسجد ہو گئی تو اب تبدیل اس کی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے۔ **کما صرح فی الشامی ان الفتوی علی قول ابی یوسف رحمة الله تعالی فی تابید المسجد.** واللہ اعلم

قبرستان کو مسجد بنانے کا حکم

(سوال ۱۰۹۹) ایک قبرستان پرانا ہو گیا ہے اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے اس کو مسجد بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قبرستان مملوکہ اگر پرانا ہو گیا ہے اس کو فروخت کر کے اس قیمت سے مسجد بنا دینا جائز ہے اور اگر وقف ہے تو درست نہیں۔

زمین موقوفہ کو بیع کر کے دوسری زمین سے بدلنا

(سوال ۱۱۰۰) میں نے ایک جائداد بنام مسجد ہبہ کی ہے کہ اس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی رہے ایک شخص کو اس کا متولی مقرر کر کے میں حج کو چلا گیا تھا واپس آکر معلوم ہوا کہ زمین مذکور سے کچھ حصہ زمینداران قرب وجوار نے دبالیا اور انتظام تحصیل کا بھی ٹھیک نہیں رہا اور مسجد کا خرچ بھی اس کی آمدنی میں نہیں چل سکتا آٹھ روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے جو مسجد کے اخراجات کو کافی نہیں ہے اس لئے بغرض نفع مسجد میرا یہ قصد ہے کہ زمین موقوفہ مذکورہ کو بشمول دیگر اپنی جائداد مملوکہ کے بیع کر دوں اور مسجد کے اخراجات کے لئے چالیس روپیہ ماہوار کر دوں کہ یہ رقم متعینہ ہمیشہ مسجد میں پہنچتی رہے پس اس صورت میں فروخت کرنا زمین موقوفہ کا مجھ واقف کو درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں فروخت کرنا زمین موقوفہ علی المسجد کا واقف اور غیر واقف کو درست نہیں ہے اگرچہ اس غرض سے ہو کہ اس کی عوض اس سے عمدہ اور زیادہ آمدنی کی جائداد مسجد کے لئے وقف کر دی جائے کیونکہ جو شرائط وقف کی بیع و استبدال کے جواز کے لئے شرعاً ثابت ہیں وہ یہاں موجود نہیں۔ اولاً واقف نے بوقت وقف کرنے زمین مذکورہ کے استبدال کی شرط نہیں کی دوم وہ زمین ایسی نہیں ہو گئی کہ اس سے کچھ نفع حاصل نہ ہو۔ شامی میں ہے۔ **وقد اختلف كلام قاضی خان فی موضع جوزه للقاضی بلاشرط الواقف حيث رای المصلحة وفی موضع منع منه ولو صارت الارض بحال ينتفع بها** والمعتمد انه بلا شرط يجوز القاضی بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية الخ. درمختار میں ہے۔ **واما الاستبدال ولو للمساكين بدون الشرط فلا بملكه الاالقاضی. درد .وشرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية لكون البدل عقارا اوالمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل وفی النهر ان المستبدل قاضی الجنة فالنفس به مطمئنة فلا يخشى ضياعه ولو بالدراهم** والدنانير. واللہ اعلم

مسجد کیلئے خرید کردہ زمین کا تبادلہ

(سوال ۱۱۰۱) ایک زمین تعمیر مسجد کے لئے خریدی تھی وہ زمین قلیل ہے تو اس زمین کو فروخت کر کے دوسری زمین مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں یا نہیں اور جب کچھ روپیہ ایک مسجد کے نام کا مقرر ہوا اور اس مسجد

کی تعمیر کا کام فی الحال نہ ہو تو وہ روپیہ مقرر شدہ دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) اگر اس زمین کو جو برائے تعمیر مسجد خرید کی تھی ابھی وقف نہیں کیا تھا تو اس کو فروخت کر کے دوسری زمین مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں یا تعمیر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں اور جو روپیہ کسی خاص مسجد کی تعمیر کے لئے ہو اور وہ مسجد تعمیر نہ ہو تو دوسری مسجد میں وہ روپیہ صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کیلئے سودی قرضہ لینے کا حکم

(سوال ۱۱۰۲) مسجد کے صرف کے لئے سودی قرض لینا درست ہے یا نہیں اور مسجد کے مکانات کی آمدنی سے سود ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) سودی قرض مسجد کے اخراجات کے لئے لینا درست نہیں اور ادا کرنا سود کا مسجد کے مکانات کی آمدنی سے درست نہیں ہے جس نے سودی قرض لیا ہے وہی دیوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی آمدنی سے غسالہ اموات کو تنخواہ دینا جائز نہیں

(سوال ۱۱۰۳) او قاف مساجد کی آمدنی میں سے غسال کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) او قاف مساجد کی آمدنی میں سے غسالہ کو یعنی جو کہ مردہ مستورات کو غسل دیوے تنخواہ دینا جائز نہیں ہے۔ متولی مساجد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ فاضل آمدنی او قاف مساجد کو وہ غسالہ کی تنخواہ میں صرف کرے۔

غیر آباد مسجد کا حکم

(سوال ۱۱۰٤) ایک پرانی مسجد ہے پکی دیواریں ہیں اور کھپری کی بنی ہوئی ہے اور دیوار کے کھپرے کچھ گر گئے ہیں بوجہ یہ ہے جہاں یہ مسجد ہے وہاں دور دور تک کسی مسلمان کا گھر نہیں ہے سب ہندو رہتے ہیں اس میں نمازی نہیں جاتا بلکہ کوئی چراغ بھی نہیں جلاتا کیونکہ اس قصبہ کے اس حصہ میں ہندو آباد ہیں بلکہ وقت بے وقت وہاں بول وبراز کو چلے جاتے ہیں لہذا ارادہ ہے کہ یہ مسجد کسی مسلمان کو مکانوں کے بدلہ میں دے کر مسلمانوں کے محلّہ میں مسجد بنادی جاوے ہمیشہ نمازی بھی رہیں گے اور مسجد بھی آباد رہے گی۔ بندہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو گھر بنانے کے لئے مسجد دے سکتے ہیں یا نہیں۔ جو اس کے بدلے اپنا گھر مسجد بنانے کو دیدے۔

(الجواب) ایسا کرنا شرعاً درست نہیں ہے پرانی مسجد کو کسی کے رہنے کا مکان بنادینا اور بدلنا درست نہیں ہے۔ اس پرانی مسجد کو از سر نو تعمیر کر دیا جاوے اور جہاں تک ہو سکے اس کی آبادی اور تعمیر کا انتظام کیا جاوے اور کوئی حجرہ اس میں بنادیا جاوے جس میں کوئی موذن وغیرہ آباد رہے اور اذان کہدیا کرے نماز پڑھ لیا کرے۔ چندہ کر کے موذن کو تنخواہ کا انتظام اور مسجد کی ڈول ورسی وصف ولوٹا وغیرہ کا انتظام کر دیا جاوے اس میں بہت

بڑا ثواب واجر ہے مگر یہ کسی طرح درست نہیں ہے کہ اس مسجد کو بالکل اپنے اختیار سے مٹادیا جاوے مسجد ہمیشہ قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا دروازہ ایک طرف بند کر کے دوسری طرف منتقل کرنا

(سوال ۱۱۰۵) ریاست سزیلہ میں ایک مسجد ہے جس کا راستہ فی زمانہ خزانہ شاہی سے ہو کر آتا ہے لہذا خزانہ گارد کے پہرے والے وقت بے وقت مسجد میں آنے میں روک ٹوک کرتے ہیں اس لئے کار کنان ریاست کی رائے ہے کہ مسجد کا دروازہ حال جو جانب جنوب ہے بند کر کے ایک دروازہ جانب شمال قائم کر دیں تا کہ خزانہ کا خدشہ جاتا رہے۔ آیا اس میں شرعاً ہمارا کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟

(الجواب) اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ بضرورت مذکورہ جنوبی دروازہ بند کر کے شمال کی جانب دروازہ کھولا جائے یہ امر جائز ہے کچھ شبہ اس میں نہ کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر منتظم مسجد اپنا ذاتی روپیہ مسجد میں خرچ کر دے

(سوال ۱۱۰۶) ایک مسجد کہنہ اور بوسیدہ تھی اس کے واسطے زید اپنا ہرج اور نقصان اٹھا کر بمبئی گیا وہاں سے چندہ قریب پانسو کے لایا اور کچھ چندہ یہاں بھی جمع تھا۔ اب زید و عمر کو واسطے نگرانی تعمیر مسجد کے مقرر کیا گیا جب تعمیر مسجد پوری ہو چکی صرف استر کاری باقی رہ گئی اور کام بند ہو گیا تو زید نے کل حساب آمد و خرچ جس کو وہ روزانہ لکھتا جاتا تھا جوڑا تو معلوم ہوا کہ علاوہ زر چندہ کے زید کا ذاتی روپیہ ایک سو روپیہ سے زیادہ خرچ ہو گیا اس وقت زید نے سب سے کہدیا کہ میرا اس قدر روپیہ زائد خرچ ہو گیا ہے۔ پھر چھ سات برس کے بعد زید بمبئی گیا وہاں سے بعد ڈیڑھ ماہ کے پھر روپیہ چندہ کا لایا اور کچھ یہاں بھی جمع ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ آمدورفت بمبئی کا خرچ اور حرج اور جو مسجد میں میرا زیادہ خرچ ہو گیا سب مجھ کو ملنا چاہئیے۔ اب زید مستحق پانے کا ہے یا نہیں؟

(الجواب) زید نے اگر بغرض واپس لینے کے مسجد میں اپنا ذاتی روپیہ صرف کیا ہے تو واپس لے سکتا ہے۔ قال فی ردالمحتار ان الناظر اذا انفق من مال نفسه علی عمارة الوقف لیرجع فی غلته له الرجوع دیانة وایضا فیه امالو کان فی یده شیٔ فاشتری للوقف من مال نفسه ینبغی ان یرجع ولو بلا امر قاض الخ.

مسجد کی آمدنی سے جلسوں کے اخراجات کا حکم

(سوال ۱۱۰۷) جامع مسجد آگرہ میں ایک جلسہ ہوا۔ اس میں مسجد کے ملازموں سے کام لیا گیا اور جو کچھ روشنی وغیرہ میں خرچ ہوا وہ انجمن او قاف سے دلوایا اور اس جلسہ کے بانی ایک ممبر صاحب ہیں اس پر دو ممبر معترض ہوئے ایک چوتھے ممبر صاحب نے جو کچھ روشنی میں خرچ ہوا تھا اپنے پاس سے دیدیا۔ مسجد کے

ملازموں سے کام لینا درست ہے یا نہیں؟ اور کیا مال وقف سے خرچ مذکور کرنا درست ہے؟

(الجواب) ان ملازموں سے یہ کام لینا تو ممنوع نہیں ہے۔ مگر خرچ روشنی وغیرہ کا آمدنی وقف سے لینا جائز نہیں ہے۔ وہ خرچ بذمہ اس ممبر کے ہے جس نے خرچ کیا اور کرایا اگر کسی دوسرے ممبر نے اس کی طرف سے خود ادا کردیا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ وہ خرچ وقف پر نہ ڈالا جائے۔ اصل ذمہ دار اور ضامن خرچ کنندہ ہے اگر دوسرے ممبر نے ضمان ادا کردی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تولیت مسجد وغیرہ کے متعلق!

(سوال ۱۱۰۸) نجیب آباد میں ایک مسجد کے متولی کو موقوف کرکے چند لوگ متولی بن گئے۔ اور اسی مسجد میں یعنی مسجد کے متعلق ایک حجرہ ہے اس کے آگے سائبان ہے اس میں مدرسہ تجوید القرآن ہے۔ ان متولیوں نے مدرس کو نوٹس دیا کہ یا کرایہ حجرہ وغیرہ ادا کرو۔ ورنہ مدرسہ اٹھالو۔ اس کی بابت کیا حکم ہے؟

(الجواب) جو لوگ اس وقت متولی مسجد ہیں انہیں کی رائے کے موافق عملدرآمد ہونا چاہئے اگر وہ کرایہ طلب کریں۔ کرایہ دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نیچے حجرہ اور اوپر مسجد ہو تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۱۰۹) ایک مسجد تعمیر کرائی ہے جس کے نیچے حجرہ ہے اور اوپر مسجد ہے چونکہ مسجد کے نیچے جگہ خالی ہے اس لئے بعض علماء کا خیال ہے کہ اس میں نماز صحیح نہیں۔ ایسی حالت میں اس حجرہ کو اغراض مسجد کے لئے رکھا جاوے یا موذن کی سکونت وغیرہ کے لئے رکھا جاوے یا کرایہ پر دیکر کرایہ مسجد میں صرف کیا جاوے؟

(الجواب) اس حجرہ کو اغراض مسجد کے لئے رکھا جاوے مثلاً بوریہ صف لوٹہ وغیرہ مسجد کا اس میں رکھا جاوے۔ اس میں نہ موذن کو رکھا جائے نہ کرایہ پر دیا جاوے۔ کیونکہ مسجد(۱) اوپر سے نیچے تک مسجد ہی ہوتی ہے اس میں اور کچھ تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا اور نماز اس مسجد میں صحیح ہے۔

دوسری مسجد بنانا اور پہلی مسجد کو نماز عیدین کیلئے مخصوص کرنا

(سوال ۱۱۱۰) ہمارے یہاں ایک مسجد ہے اور بہت دور کے فاصلے پر ہے تو یہاں دوسری مسجد بنانا درست ہے یا نہیں۔ اور پہلی مسجد کو نماز عید کے لئے خاص کرلینا بھی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) دوسری مسجد بنانا موافق صورت سوال کے درست ہے۔ اور مسجد اول کو عید کے لئے خاص کرنا بھی جائز ہے(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

ہندو کی دی ہوئی زمین میں مسجد بنانے سے وہ مسجد بن گئی یا نہیں ؟

(سوال ۱۱۱۱) ایک ہندو زمیندار نے مسلمان رعایا کو ایک قطعہ زمین مفت دیا تھا مسلمانوں نے اس جگہ میں مسجد و عید گاہ بنائی تخمیناً بیس برس تک نماز پڑھی۔ دریں اثناء ایک مسلمان زمیندار نے وہ جگہ خرید لی اور مکان بنانا چاہتا ہے اور مسجد کو توڑنا چاہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اگر اس ہندو زمیندار نے وہ قطعہ زمین رعایا مسلمانوں کو عاریۃً محض سکونت کے لئے دیا تھا اور رعایا نے بعض جگہ میں نماز کے لئے مسجد و عید گاہ قائم کی تو اس صورت میں وہ قطعہ زمین ملک زمیندار ہے مسجد شرعی نہیں ہوئی۔ دوسرے مسلمان کو خریدنا اس زمین کا زمیندار سے اور مکان بنانا اس میں درست ہے اور اگر اس زمیندار نے مسلمانوں کو مالک اس قطعہ اراضی کا بنادیا تھا تو وہ مسجد و عید گاہ ہو گئی۔ دوسرے مسلمان کو اس کا خریدنا اور اس میں مکان بنوانا درست نہیں۔ لقوله تعالى وان المساجد لله . الاية. پس صورت ثانیہ میں توڑنے والا مسجد کا اور مکان بنانے والا عاصی ہے۔ اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اس سے اختلاط ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ہندو اور بھنگی کے مال سے مسجد کی تعمیر

(سوال ۱۱۱۲) ہندو اور بھنگی کے مال سے مسجد تعمیر کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہندو کا مال یا بھنگی چمار کا مال اگر وہ دیں مسجد میں لگانا درست ہے۔ اگرچہ وقف کرنا ان کا مسجد کو درست نہیں۔ لیکن اگر بطور چندہ کفار مذکورین کا مال مسجد میں لگایا جائے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندو کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم

(سوال ۱۱۱۳) کیا فرماتے ہیں علماء مدرسہ اسلامیہ دیوبند اس بارے میں یہاں کے مسلمانوں کا قبرستان لب دریا تھا۔ عرصہ پندرہ سولہ سال سے بحکم حکام وہاں سے مردے دفن کرنے کی ممانعت ہو گئی۔ بجائے اس کے دوسری جگہ مقرر ہو گئی۔ یہاں کی زمین ہموار نہیں ہے۔ نہایت نشیب و فراز ہے۔
اور پانی کی بھی نہایت قلت تھی جب کوئی جنازہ جاتا تھا۔ تو سقے پانی لے کر ہمراہ جایا کرتے تھے پانی کی قلت بھی کچھ عرصہ ہوا رفع ہو گئی۔ کہ ایک ہندو نے جس کا نام مکند لعل ہے ایک کنواں تعمیر کرادیا۔ سب کاروائی پانی کی اس سے ہوتی ہے اب اسی ہندو مکند لعل کا ارادہ یہ ہوا کہ ایک مسجد تعمیر کرادوں مگر یہاں کے علماء اور دیگر اشخاص نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ اس مسجد میں مسلمانوں کی نماز نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ہندو ہے اور اس کی کمائی ناجائز ہے۔ اس کا پیشہ شراب فروشی کا ہے۔ اور کرایہ مکانات کی آمدنی بھی رکھتا ہے اس بارے میں جیسا ارشاد ہو اس کی تعمیل کی جاوے۔ اس کا جواب بھی اس کی پشت پر ارسال فرمادیں۔ جواب کے واسطے ٹکٹ ارسال خدمت ہے ؟

(الجواب) ہندو کی آمدنی کے متعلق تو کچھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ شراب فروشی وغیرہ کی

آمدنی اس کے حق میں درست ہے۔ جب وہ مسلمانوں کو اس آمدنی میں سے کچھ دے گا۔ تو ان کے لئے بھی وہ حلال ہے مگر چونکہ ہندو کی بنائی ہوئی مسجد، مسجد شرعی نہیں ہو سکتی اس لئے اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے وہ ہندو کسی مسلمان کو روپیہ ہبہ کر دے اور وہ مسلمان ایک ہو یا چند مسلمان ہوں اس روپیہ سے مسجد بنا دیویں اور وقف کر دیویں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ وہ مسجد ہو جاوے گی۔ قال فی ردالمحتار ان شرط وقف الذمی ان یکون قربته عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس بخلاف الواقف علی بیعة فانه قربته عند هم فقط او علی حج اوعمرة فانه قربة عندنا فقط فا فادان هذا شرط لوقف الذمی فقط لان وقف المسلم لا یشترط کونه قربة عندهم بل عندنا کوقفنا علی حج و عمرة بخلافه علی بیعة فانه غیر قربة عندنا بل عندهم. فقط.

ہندوؤں کا روپیہ مسجد کے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے

(سوال ۱۱۱۴) جمادی الاولی ۳۵ھ کے رسالہ الرشید کے صفحہ ۲۴ سطر ۱۶ کی نسبت مولوی محمد افضل صاحب بابڑ ساکن چودھوانی نے پرچہ منسلکہ جس میں کافر کا روپیہ مسجد پر صرف کرنا ناجائز لکھا ہے دیا ہے۔ جناب اس مسئلہ کی نسبت کچھ زیادہ تشریح بحوالہ کتب فرمادیں؟

(الجواب) حنفیہ کے مذہب میں کافر کے وقف کی صحت میں یہ شرط ہے کہ وہ ہمارے اور ان کے نزدیک قربت ہو پس ظاہر ہے کہ مسجد میں صرف کرنا اہل اسلام کے نزدیک تو قربت ہے کفار ہنود جو مساجد میں کچھ دیتے ہیں وہ اعتقاداً اس کو قربت سمجھتے ہیں۔ پس بندہ کا جواب موافق مذہب حنفیہ کے ہے اور ہندوستان کے کفار ہنود کے بارے میں ہے کہ وہ مسجد مسلمانان میں صرف کرنے کو قربت سمجھتے ہیں اور ثواب جانتے ہیں۔ شامی جلد ثالث کتاب الوقف میں ہے۔ قوله وان یکون قربة فی ذاته الخ فتعین ان هذا شرط فی وقف المسلم فقط بخلاف الذمی لما فی البحر وغیره ان شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس بخلاف الوقف علی بیعة فانه قربة عندهم فقط اوعلی حج وعمرة فانه قربة عندنا فقط فافادان هذا شرط لوقف الذمی فقط لان وقف المسلم لایشترط کونه قربة عندهم بل عندنا کو قفنا علی حج و عمرة بخلافه علی بیعة فانه غیر قربة عندنا بل عندهم. ردالمختار شامی جلد ثالث ص ۳۶۰.

اس عبارت سے مذہب حنفیہ کی تفصیل معلوم ہو گئی اور مسجد قدس کی مثال اس لئے لکھی ہے کہ ذمی سے مراد اہل کتاب ہے اور اہل کتاب کے نزدیک بیت المقدس میں صرف کرنا قربت ہے اسی طرح ہنود کفار ہندوستان کے نزدیک مساجد مسلمین میں صرف کرنا قربة ہے جیسا کہ ان کے احوال و مقال و معاملات سے مشاہد ہے اور عبارت ہدایہ کا مطلب یہ ہے کہ جن کفار اہل ذمہ کا یہ عقیدہ ہو کہ مساجد میں صرف کرنا قربة نہیں ہے ان کے لئے یہی حکم ہے اور عبارت واحدی کا مصداق بھی وہی کفار ہیں جن کے معتقدات میں سے یہ ہو کہ مساجد میں صرف کرنا قربة نہیں اور ظاہر ہے کہ کفار ہند ایسے نہیں ہیں، یہی وجہ حضرت

مولانا رشید احمد قدس سرہ گنگوہی نے کفار ہنود کے روپیہ کو مسجد میں صرف کرنے کے جواز میں لکھی ہے۔ **کما فی فتاواہ و کفی بہ قدوۃ**. واللہ تعالیٰ اعلم

کافر کا مسجد میں آنا کیسا ہے ؟

(**سوال ۱۱۱۵**) اگر کافر مسجد میں بہ نیت وعظ سننے کے آوے تو کیا کرنا چاہئیے ؟

(**الجواب**) کافر اگر مسجد میں وعظ سننے کو آوے بانظافت و غسل تو اس کو منع نہ کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی اینٹیں غسل خانہ میں لگانے کا حکم !

(**سوال ۱۱۱۶**) جو مسجد گر پڑی اس کی اینٹوں سے مرمت غسل خانہ جائز ہے یا نہیں ؟

(**الجواب**) مسجد کی اینٹیں مسجد ہی میں لگانی چاہئیں۔ البتہ اگر مسجد دوسری اینٹوں سے بنوادی جائے تو پھر پرانی اینٹیں مرمت غسل خانہ وغیرہ میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کرایہ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم

(**سوال ۱۱۱۷**) ایک گاؤں میں مسجد نہیں ہے اگر اس گاؤں میں زمین کرایہ پر لیکر ٹین اور لکڑی کی ایسی مسجد بنائی جاوے کہ جس وقت ضرورت ہو اٹھا کر دوسری جگہ رکھ لیں تو اس میں نماز صحیح و درست ہو سکتی ہے یا نہ ؟

(**الجواب**) یہ بنائے مسجد عارضی جس کی صورت سوال میں درج ہے جائز ہے اور نماز اس میں جائز ہے یہ مسجد بوجہ اس کے کہ زمین اس کی وقف نہیں ہے اگرچہ اصل مسجد نہیں ہے لیکن نمازوں کے صحیح ہونے اور اس میں جماعت کرنے اور جماعت کا ثواب حاصل ہونے میں کچھ شبہ اور تردد نہیں ہے۔ **قال علیہ الصلوٰۃ والسلام وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا** اس مسئلہ کی واضح دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد شکستہ کے سامان کو دوسری مسجد میں لگانے کا کیا حکم ہے ؟

(**سوال ۱۱۱۸**) ایک مسجد کے سامان کو دیمک لگ گئی لہذا اس کا سامان دوسری مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں اگر اس کا سامان وہیں چھوڑ دیا جاوے تو بد معاش لوگ لے جاویں گے تو اس کا سامان دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہ ؟

(**الجواب**) ایسی حالت خطرات میں مسجد قدیم کے انقاض کو نقل کرنا یا بیع کر کے مسجد جدید کے صرف میں لانا درست ہے۔ مگر چونکہ جو جگہ ایک بار مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے **قال فی البحر وبہ علم ان الفتوی علی قول محمد فی الات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد شامی**. لہذا حفاظت مسجد اولیٰ کی بھی ضروری ہے اس کے احاطہ کو محفوظ کر دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ویران مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

(سوال ۱۱۱۹) در یک قریہ دو مسجد داشتند با آب دریا قریب بقضائے الٰہی از یک منزل مسجد آب دریا منقطع شدہ تخمیناً بمسافت نیم میل براہ دیگر جاری شدہ و مسافت آب بر اہالی مسجد از حد شاق شدہ خصوصاً در موسم زمستان واز مسجد دوم آب سیلاب نصف اخشاب واحجار بغصب برد۔ ساکنان قریہ متفق شدند تمامی اخشاب واحجار ہر دو منزل مسجد رہ در مکان سوم کہ در زمین خالی بود جمع کردند و مختلط نمودند از سر نو از اخشاب واحجار ہر دو مسجد یک منزل مسجد تیار کردند بعضے علما ملک کشمیر از ادای نماز دریں چنیں مسجد بعلت اختلاط نہی سازند و بعضے علماء مکروہ گویند و بعضے جائز۔ نماز در مسجد مذکور جائز است یا ناجائز یا مکروہ ؟

(الجواب) قال فی ردالمحتار كالمسجد اذا خرب واستغنى عنه اهل القرية فرفع ذلك الى القاضى فباع الخشب و صرف الثمن الى مسجد أخر جاز الخ ونقل فى الذخيرة عن شمس الائمة الحلوانى انه سئل عن مسجد او حوض لا يحتاج اليه لتفرق الناس عنه هل للقاضى ان يصرف اوقافه الى مسجد او حوض اخر فقال نعم و مثله فى البحر عن القنية الخ ص ۳۷۲ ج۳ . ازیں عبارات واضح می شود کہ اخشاب واحجار مسجدین مذکورین رہ کہ معطل وویران وخراب شدند مسجد ثالث صرف کردن و در کار آوردن جائز است و نماز دراں مسجد ثالث جائز است بلا کراہت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں اگر دو درجے ہوں تو دونوں کا حکم مسجد ہی کا ہوگا!

(سوال ۱۱۲۰) ملک برہما میں اکثر جگہ مسجد کے دو درجے ہوتے ہیں لیکن نیت بانی کی یہ ہوتی ہے کہ پچھلا درجہ نماز کے واسطے بناتا ہوں اور اگلا درجہ مصلیوں کی نشست و برخاست اور اکل و شرب کے لئے بناتا ہوں۔ اس صورت میں اگلے درجہ میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے یا نہیں اور اگلا درجہ مسجد سے خارج ہے یا داخل مسجد ہے ؟

(الجواب) وہ تمام مسجد ہے دونوں درجے مسجد ہیں حکم مسجد کا دونوں جگہ جاری ہوگا۔ در مختار میں ہے۔ کہ مسجد میں کھانا اور سونا غیر معتکف کے لئے مکروہ ہے یعنی خلاف اولی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کیا جاوے بہ ضرورت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فتنہ وفساد دور کرنے کیلئے دوسری مسجد بنانا

(سوال ۱۱۲۱) دو قوموں میں کہ جو ایک جگہ رہتی ہیں بوجہ غیر کفو ہونے کے اور دوسرے سے نفرت رکھتی ہے۔ خصوصاً مسجد میں نماز کے وقت اکثر دنگہ فساد ہو جاتا ہے حتی کہ خونریزی کا اندیشہ ہے۔ اور ہر قوم مستقل جماعت کثیر سے ازروئے شرافت ایک راجح دوسری مرجوع ضرور ہے۔ لہذا اگر محض رفع فساد اور انہدام نفاق کے باعث کوئی ایک قوم جدا مسجد بنالے اور حلفا تفریق بين المومنين وارصاد المن حارب الله الاية مقصود نہ ہو تو اس مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں ؟

(الجواب) جائز ہوگی۔ کیونکہ مفسرین نے تصریح کی ہے کہ مسجد ضرار میں جو امور مذکور ہیں جب تک وہ

کسی مسجد میں صادق نہ آویں گی مسجد ضرار کا حکم نہ کیا جاوے گا۔ اور اول تو مسلمان کی بناء کردہ مساجد پر ایسا گمان کرنا ہی درست نہیں ہے کہ اس نے بقصد اضرار و تفریق بین المومنین یہ مسجد بنائی ہے۔ اور جب کہ وہ حلفا اس غرض سے اور قصد سے انکار کرتا ہے تو پھر اس کی طرف بد گمانی کرنا درست نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ . یا ایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم. الایہ. قال اللہ تعالیٰ. ان بعض الظن اثم. فی الحدیث فان الظن اکذب الحدیث. اور جب کہ اس نے محض لوجہ اللہ مسجد بنائی تو اس کو مسجد ضرار کہنا اور اس میں نماز کو منع کرنا مصداق ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا. کا بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے حلال مال سے مسجد کو آراستہ کرنا جائز ہے

(سوال ۱۱۲۲) مسجدوں میں آرائشی سامان لگانا مثلاً جھاڑ فانوس ہانڈیاں یا پنکھے وغیرہ وغیرہ جائز ہیں یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ ولا باس بنقشہ ولا محرابہ الخ بجص او ماء ذہب لو بما لہ الحلال الخ اس عبارت سے واضح ہے کہ اپنے مال حلال سے اگر کوئی شخص واحد یا متعدد زیبائش مسجد و آرائش مسجد کریں درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نقل مسجد میں مولانا عبدالحی صاحب کے فتوے کے خلاف تحقیق

(سوال ۱۱۲۳) جواب مرسلہ آنجناب پہنچا ایک روز میں مجموعہ فتاوی مولوی عبدالحئی صاحب کو دیکھ رہا تھا اتفاق سے بعینہ یہی مسئلہ دیکھا تو مولوی صاحب نے جواز کا فتوی دیا ہے اور جناب نے اس کے خلاف تحریر فرمایا ہے۔ غالباً مجموعہ فتاوے صفحہ ۳۹۴ جلد ثانی ملاحظہ فرمالیجئے اور اس کے متعلق جو صحیح رائے ہو تحریر فرمایئے۔ نفس مسئلہ تو معلوم ہو گیا مگر مولوی عبدالحئی صاحب کے فتوے سے خیال پیدا ہو گیا۔ اگر وہی جواب جو جناب نے تحریر فرمایا صحیح ہے تو اس کے متعلق جو مولوی صاحب عبدالحئی صاحب نے تحریر فرمایا ہے صحت و سقم جو کچھ ہو اس سے مطلع فرمایئے ورنہ جیسی رائے ہو۔؟

(الجواب) فتاوے جلد دوم میں فتوے نمبر ۲۰۵ دیکھا گیا۔ روایات اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ احقر نے جو کچھ لکھا تھا احتیاط اسی میں ہے۔ اس وجہ سے ان روایات کو اختیار کیا گیا جن میں حرمت مسجد زیادہ تر ملحوظ رکھی گئی ہے جیسا کہ بعض روایات سے انتقال مسجد معلوم ہوتا ہے مگر دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو جگہ مسجد ہو گئی وہ ہمیشہ مسجد رہتی ہے اور یہی صحیح و احوط ہے اس لئے روایات اولی کی تاویل کی جاتی ہے یا اسکو متروک کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی حکم اس مسئلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ تحت الثریٰ سے عرش تک مسجد ہی رکھی جائے اور اس کے نیچے اور اوپر کوئی ایسا فعل نہ ہو جو منافی حرمت مسجد کے لئے۔ مولانا عبدالحئی صاحب کی روایات منقولہ سے انکار نہیں ہے بلکہ کلام اس میں ہے کہ جو روایات مثبت حرمت مسجد میں من تحت الثری الی عنان السماء ہیں وہ زیادہ تر قابل لحاظ و قابل عمل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ

حکم یعنی مسجد کا ثری سے عنان سماء تک مسجد ہونا ہر حال میں ہے یہ نہیں کہ بعض صورتوں میں مسجد کا یہ حکم ہوتا ہے اور بعض میں نہیں۔ جیسا کہ مولوی عبدالحئی صاحب کے فتوے سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے جب زیر مسجد الی ان قال۔ ایسی صورت میں فقہاء لکھتے ہیں۔ کہ مسجد کے فوق و تحت السماء و ثری تک سب حکم مسجد میں ہے نہ ہر صورت میں الخ یہ تخصیص بالکل فقہاء کی تصریح کے اور قواعد کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ کما ہو ظاہر۔ بہر حال آپ مولانا عبدالحئی صاحب کے فتوے کو دیکھ کر کچھ تردد نہ کریں۔ انہوں نے بعض روایات کی بناء پر ایسا خیال فرمایا اور یہ ان کی رائے ہے کہ حکم مسجد از ثری تا عنان سماء کلیۃ نہیں ہے۔ احقر کے خیال میں اس کی تصریح کہیں نہ ملے گی۔ بلکہ کلام فقہاء سے یہ حکم کلی معلوم ہوتا ہے پس جبکہ اس حکم کا کلی ہونا محقق ہے تو پھر کچھ شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے متعلق چند احکام

(سوال ۱۱۲۴) کتنے رقبہ یا آبادی کے واسطے ایک مسجد ہونا فرض واجب یا سنت ہے؟ (۲) رقبہ آبادی معینہ شارع علیہ السلام کے اندر ایک سے زائد جس قدر مسجدیں ہوں وہ بھی مسجد اللہ کہلانے کی مستحق ہیں یا مسجد ضرار؟ (۳) کسی مقررہ رقبہ آبادی کی جملہ مساجد موجودہ میں سے مسجد اسلام اور مساجد ضرار کا فرق و انتخاب بذریعہ اجماع واتفاق رائے واجب ہو گا یا تاریخی و زمانی حیثیت سے جو اول و قدیم ہو مسجد اسلامی قرار دی جائے؟ (۴) یا ہر وہ عمارت جو مسجد نما ہو مسجد اسلامی ہے خواہ اس کا بانی کوئی ہو کیسے ہی عقائد رکھتا ہو اس کی نیت کیسی ہی خراب کیوں نہ ہو مگر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کو خدا کا گھر سمجھے؟

(الجواب) (۱) شرعاً اس میں کوئی تحدید اور قید نہیں ہے۔ حسب ضرورت مطلقاً اجازت تعمیر مساجد کی ہے۔ نصوص کلام اللہ واحادیث رسول ﷺ نے کوئی تحدید اس کی نہیں فرمائی نہ مجتہدین وعلمائے امت نے اس بارہ میں کچھ تحدید کی ہے بلکہ ضرورت وحاجت و نیک نیتی پر اس کا دارومدار ہے اور اخلاص اور نیک نیتی سے ایک مسجد کے قریب ہی دوسری مسجد بنائی جائے تو شرعاً وہ مستحق اجر بناء مسجد ہے اور ضروریات بھی مختلف ہیں، کوئی محلہ اتنا آباد اور کثیر التعداد آدمیوں کو مشتمل ہوتا ہے کہ اس میں ایک مسجد کافی نہیں ہوتی۔ وہاں دو اور تین اور چار یا زیادہ مساجد ہوں تو بھی آباد رہ سکتی ہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک وقت میں وہاں ضرورت تھی دوسرے وقت ضرورت نہ رہی مگر جو مسجد ہو چکی وہ مسجد ہی رہے گی۔ بہر حال مدار اس پر ہے کہ جو مسجد بنائی جائے اللہ کے واسطے اور نیک نیتی سے بنائی جائے۔ اور واضح ہو کہ مسلمان کے کسی کام دینی کام کو مثل بناء مسجد وغیرہ کو بدنیتی پر محمول کرنا نہ چاہیے کہ ہم کو حکم مسلمانوں پر حسن ظن کا ہے نہ بدگمانی کا۔ قال اللہ تعالیٰ ان بعض الظن اثم و ورد ظنوا المومنین خیراً۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بنانے والے کو محض لوجہ اللہ اور اخلاص اور نیک نیتی سے مسجد بنانا چاہیے اور مال حلال سے بنانا چاہیے مگر دوسروں کو موقع طعن زنی کا اور بدگمانی کا شریعت نے نہیں دیا ہے۔

(۲) جبکہ معلوم ہوا کہ کوئی تحدید شرعاً دربارہ بناء مسجد نہیں ہے۔ بلکہ مدار ضرورت اور نیک نیتی پر ہے تو

جملہ مساجد بناء کردہ مومنین مساجد کہلانے کی مستحق ہیں۔ مسلمانوں کی بناء کردہ مسجد پر حکم مسجد ضرار نہیں لگایا جا سکتا۔ کیونکہ مسجد ضرار کفار و منافقین کی بناء کردہ تھی اور ان کی بدنیتی اور فساد و تفریق کے لئے بنانا وحی قطعی سے معلوم ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کی بناء کردہ مساجد پر یہ حکم کیسے جاری ہو سکتا ہے حالانکہ بناء مسجد کو حق تعالے نے علامت ایمان کی بتلایا ہے۔ قال اللہ تعالی. انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ الایہ. اور رسول ﷺ نے فرمایا۔ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ له بیتا فی الجنة. اور یہ پہلے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر حسن ظن کا حکم ہے کسی کی نیت کا حال دوسروں کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ ھلا شققت قلبه حدیث شریف وارد ہے اور حدیث متفق علیہ میں ہے۔ انما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی الحدیث.

(۳) اوپر کی تحقیق سے واضح ہوا کہ جملہ مساجد مومنین مساجد ہیں ان میں کسی کو مسجد شرعی اور کسی کو مسجد ضرار کہنا اور یہ تفریق کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور قدامت و تاخر زمانہ کو مسجد کے لئے مسجد شرعی ہونے میں کچھ دخل نہیں مسجد قدیم بھی مسجد ہے۔ اور مسجد جدید بھی مسجد ہے اور اس میں کسی کے اجماع رائے اور اتفاق کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بعض مواقع میں فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض صورتوں میں مسجد قدیم میں نماز پڑھنا افضل ہوتا ہے مسجد جدید سے۔ مثلاً کسی کے مکان سے دونوں مسجدیں برابر فاصلہ پر ہیں اور ان میں مسجد محلّہ کوئی نہیں تو اس صورت میں اس شخص کے حق میں مسجد قدیم میں نماز پڑھنا افضل ہے مسجد جدید سے اور مسجد محلّہ اہل محلّہ کے لئے افضل ہے اگرچہ وہ جدید ہو۔

(۴) ہر ایک مسجد کو مسجد ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور آداب مسجد اس میں بجالانا چاہیئے اور اس کی آبادی کی فکر اور اس میں سعی کرنا چاہیئے کسی کی ویرانی اور بربادی میں سعی نہ کرنی چاہیئے۔ قال اللہ تعالی. ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها. الایہ یہ اوپر معلوم ہوا کہ نیت کا حال سوائے عالم الغیب والشہادۃ کے کسی کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ ایک صحابی نے ایک کافر کو کلمہ توحید پڑھنے کے بعد قتل کر دیا۔ اور یہ تاویل کی کہ اس نے ازراہ نفاق تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ ھلا شققت قلبه. تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا۔ پس اس کی بحث اور کھود کرید نہ کرنا چاہیئے کہ فلاں مسجد کا بانی کون تھا، اس کی نیت کیسی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے تہ خانہ کا حکم

(سوال ۱۱۲۵) کسی ایسی مسجد میں جو جدید تعمیر ہونے والی ہے مصالح مسجد کے لئے خلاء رکھا جائے اور چھت پر تعمیر کی جائے تو جائز ہے یا نہ؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ واذا جعل تحته سردا بالمصالحه ای المسجد جاز اور شامی میں نہر سے نقل فرمایا ہے۔ وشرط فی المصباح ان یکون ضیقا. الخ وفیه وھو بیت یتخذ تحت الارض لغرض تبرید الماء وغیرہ. اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مصالح مسجد کے لئے مسجد کے نیچے تہ خانہ وغیرہ

بنانا درست ہے اس کے کچھ بعد شامی نے فرمایا ہے۔ قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجد الینفقطع حق العبد عنه لقوله تعالی وان المساجد لله جلد ۳ کتاب الوقف شامی اور جلد اول شامی میں در مختار میں ہے۔ وکره تحریما الوطی فوقه والبول و التغوط لانه مسجد الی عنان السماء در مختار. وکذا الی تحت الثری الخ شامی. ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد نیچے سے اوپر تک یعنی تحت الثریٰ سے عرش تک مسجد ہی ہے اس کے نیچے اوپر پیشاب وپاخانہ و جماع وغیرہ امور منافی مسجد درست نہیں۔ اور یہی وجہ مصباح میں اس شرط لگانے کی ہے کہ وہ تہ خانہ تنگ ہو کہ اس میں سوائے پانی وغیرہ ٹھنڈا کرنے یا مسجد کے لوٹے اور صف رکھنے کے اور کوئی کام جو منافی آداب مسجد کے ہو نہ کیا جاوے۔

عام راستہ سے کچھ جگہ مسجد میں لینے کا حکم

(سوال ۱۱۲۶) ایک جگہ جامع مسجد و مکان امام مسجد و مکان برادرو ہمشیرہ زادہ امام واقع ہے اور ایک قبرستان بھی قدیم سے موروثان امام کا اسی جگہ میں واقع ہے اور راستہ ہر سہ مکانات و قبرستان و نمازیان مسجد کا سامنے دروازہ شمالی حویلی امام کے مابین حد قبرستان و فصیل مسجد کی جانب شمالی کو واقع ہے۔ اس شان سے کہ چاہ مسجد تک صرف مکانات مذکورہ کا راستہ ہے اور چاہ کے بعد قبرستان و مکانات امام و مسجد کا راستہ اسی جانب شمالی کو واقع ہے اور مکانات مذکورہ کی آمدو شد بہلی گاڑی کا بھی اب راستہ یہی ہے۔ الغرض ایک راستہ سب کا ہے۔ اب زمینداران شہر نے اس راستہ سے بغرض داخل کرنے مسجد کے ایک حد ایسی قائم کی ہے کہ راستہ گاڑی بہلی مکانات مذکورہ کا محاذی یکہ خانہ خس پوش مقبوضہ امام و موروثان امام بالکل نہیں رہا اور یہ حد زمینداران نے بلا اجازت مالکان مکانات مذکورہ کے خود قائم کی ہے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ یکہ مکان مذکورہ کا توڑ کر راستہ گاڑی بہلی مکانات مذکورہ کا کردیں اور مالکان مکان اس راستہ کی کسی چیز کو بھی مسجد میں داخل کرنا نہیں چاہتے۔ اور یکہ مکان مقبوضہ کو توڑ کر راستہ گاڑی بہلی کا کرنا نہیں چاہتے اس صورت میں بلا اجازت اس راستہ سے مسجد میں داخل کرنا اور مکان مقبوضہ امام کو توڑ کر راستہ آمدو شد گاڑی کردینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اور واضح رہے کہ مسجد میں کچھ تنگی اور ضرورت توسیع کی نہیں ہے۔ دو درجے اس کے مسقف ہیں اور فرش میں آٹھ صف کے قدر وسعت ہے۔ جو جمعہ کو بھی پورا نہیں بھرتا۔

(الجواب) اس صورت میں یہ جائز نہیں ہے کہ امام وغیرہ اہل مکانات کے راستہ میں سے کچھ حصہ بھی بدوں اہل مکانات کی اجازت کے مسجد میں داخل کیا جاوے۔ راستہ میں سے مسجد میں داخل کرنے کو جو فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ اولاً وہ عام راستہ کا حکم ہے نہ خاص راستہ کا۔ ثانیاً اس کے مسجد میں داخل کرنے کے جواز کی دو شرط فقہاء نے لکھی ہیں ایک یہ ہے کہ مسجد میں تنگی ہو۔ دوسرے یہ کہ گزرنے والوں کا نقصان نہ ہو اور صورت مسئولہ میں۔ مسجد میں تنگی نہیں۔ اور راستہ والوں کا نقصان ہے۔ لہذا یہ تصرف زمینداران کا درست نہیں ہے۔ در مختار میں ہے۔ جعل شیٔ من الطریق مسجد لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما

للمسلمین. (ترجمہ) راستہ میں سے کچھ مسجد لیا جاوے مسجد کی تنگی کی وجہ سے اور راستہ والوں کو کچھ ضرر نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ راستہ اور مسجد دونوں مسلمانوں کے ہیں۔ اس پر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں۔ **قوله لضیقه ولم یضر بالمارین. افادان الجواز مقید بهذین الشرطین الخ.** (ترجمہ) راستہ میں سے مسجد میں داخل کرنا ان دو شرط کے ساتھ مقید ہے یعنی جو کہ امور مذکور ہوئیں۔ (۱) ضیق مسجد و (۲) عدم ضرر مارین در مختار کی اس تعلیل سے **لانهما للمسلمین** یہ بھی واضح ہوا کہ یہ عام راستہ کا حکم ہے اور خاص راستہ میں تو ایسا تصرف بلا اجازت اہل طریق کسی حال میں درست نہیں۔ جیسا کہ در مختار میں دوسرے موقع پر فرمایا ہے۔ **لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقاً اضر بهم ام لا الا باذنه.** (ترجمہ) نہیں جائز ہے راستہ خاص میں کوئی تصرف مطلقاً۔ مگر اہل طریق کی اجازت سے۔ کل کو مضر ہو یا نہ ہو۔ اور جب کہ معلوم ہوا کہ راستہ مذکور کا مسجد میں داخل کرنا درست نہیں ہے تو یہ غصب ہوگا۔ اور مسجد میں اگر زمین مغصوبہ داخل کی جاوے تو اس جگہ مغصوبہ میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور تصرف کرنے والے عاصی و آثم ہونگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عام راستہ سے کچھ جگہ مسجد میں لینے کا حکم

(سوال ۱۱۲۷) زید و عمر شرکاء راستہ نے بعد اصرار خالد کے زیر فصیل مسجد اپنے راستہ پیش دروازہ حویلی و راستہ مسجد سے بغرض بنانے حوض مسجد کے اجازت حمام کے میل سے دیدی تھی ابھی خالد نے اس کی بنیاد کھود کر قبضہ نہیں کیا تھا جو زید سے عمر نے کہہ دیا کہ میں حوض کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ عمر کا انکار کرنا بعد اقرار کے شرعاً معتبر ہے یا نہیں۔ اور صورت مذکورہ میں بکر کے مکان کا بھی یہی راستہ ہے اس کو اس واقعہ کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ اس کی اجازت کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ بکر کا مکان بھی اس احاطہ میں ہے اور اس کا بھی یہ راستہ ہے تو اس کی اجازت بھی ضروری ہے بغیر جملہ شرکاء کی اجازت کے تصرف مذکور درست نہیں۔ کیونکہ اجازت نامہ اس صورت میں حاصل نہیں یہ سب بکر کی اجازت نہ دینے کے اور اس کو اطلاع نہ ہونے کے تو رجوع کرنا عمر کا بھی صحیح ہے بلکہ اس کی اور زید کی پہلی اجازت کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ زید کو اور عمر کو یہ اختیار نہ تھا کہ راستہ مشترک میں تصرف کی اجازت دیدیں چنانچہ علامہ شامی نے در مختار کے اس قول **الا باذنه** میں یہ قید لگائی **ای کلهم** یعنی تمام شرکاء کی اجازت سے تصرف جائز ہو سکتا ہے۔ پس بعض شرکاء کا اجازت دینا معتبر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم سے سود لینے والے کا روپیہ مسجد میں صرف کرنے کا حکم

(سوال ۱۱۲۸) یہاں قوم شیعہ اسماعیلیہ فرقہ تجارت کرتا ہے۔ اور یہ لوگ سود لیتے ہیں۔ لیکن سود کو حلال نہیں مانتے اور دوسرا فرقہ شیعہ ایرانی بھی یہاں تجارت کرتا ہے۔ وہ غیر مسلموں سے سود لینا درست جانتے ہیں۔ کیا ان دونوں فرقوں کا روپیہ مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں۔ اور اپنے ساتھ نماز میں شریک ہونے

دیں یا نہیں؟

(الجواب) ان دونوں رافضیوں کا روپیہ مسجد میں لگانا نہ چاہیے۔ اور نماز میں اگر شریک ہو جائیں تو سنیوں کی نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔

مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد ضرار نہیں کہہ سکتے

(سوال ۱۱۲۹) در قصبہ بیناگاوں مسجدے از مدت مدید قائم ست اکنوں شخصے از اہل محلّہ مسجدے دیگر تیار ساخت۔ بعض علماء مسجد نورا مسجد ضرار گویند و بعض بر خلاف ایں فتوی دہند۔ قول کدام کس اقرب الی الصواب ست۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) بانی مسجد جدید اگر از راہ نفسانیت و بغرض اضرار مسجد قدیم مسجد جدید تیار کردہ است مستحق وعید و عاصی است۔ لیکن مارا حکم بود نش مسجد ضرار کردن روانیست کہ۔ **انما الا عمال بالنیات** وارد است ومارا علم نیت او نیست و بحکم آیہ کریمہ **یا ایها الّذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم.** سوء ظن بمومن حرام است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد ضرار کی تعریف اور اسکا حکم

(سوال ۱۱۳۰) زید در مسجد قدیم کہ زائد از صد سال آباد بود نمازی خواندوی خواست کہ امامت مسجد بدست آرد مگر بانی مسجد کہ قائم مقام آبائے خود بود و نیز اہل محلّہ امام سابق رابدوں حکم شرعی معزول نمی کردند بنابر آں زید مذکور در جنوب مسجد قدیم و در مقابلہ آں مسجد جدید آباد کرد فارق درمیان ہر دو مساجد فقط راہ عامہ موجود است بدیں غرض کہ اہل آں یک محلّہ از دو محلات مسجد قدیم ہم دریں مسجد جدید نماز پنجگانہ ادا نمایند و باعث قلت جماعت مسجد قدیم گردد و نیز ہر گونہ درپے تخریب مسجد قدیم خفیۃ می بود۔ الحاصل بر مسجد جدید حکم مسجد ضرار خواہد بود یا نہ؟

(الجواب) اس کے متعلق جو کچھ تفسیر احمدی میں منقول ہے یہ ہے۔ **قال صاحب المدارك و قيل كل مسجد بنى مباهاة او رياء او سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله تعالى اوبحال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار هذا لفظه اخذ ذلك من الكشاف. وقال صاحب الكشاف وعن عطاء لما فتح الله الامصار على عمر رضى الله تعالى عنه امر المسلمين ان ينوا المساجد ولا يتخذوا فى مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه هذا لفظه فالعجب من المشائخين المتعصبين فى زماننا يبنون فى كل ناحية مسجدا طلبا للاسم والرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بابا ئهم ولم يتا ملوا ما فى هذا الاية والقصة من شناعة حالهم وسوء خصالهم انتهى.**

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مساجد بغیر وجہ اللہ نہ بنائی جائیں اور اس غرض سے بھی نہ بنائی جاویں کہ دوسری مسجد کو ضرر پہنچانا مقصود ہو۔ اور ایسی اغراض فاسدہ سے مساجد بنانے والے اس بشارت کے مستحق

نہیں ہیں جو آیت وحدیث میں مساجد بنانے والوں کے لئے وارد ہے بلکہ وہ لوگ مستحق عتاب و عقاب ہوں گے مگر چونکہ وارد ہے۔ **یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم** نیز وارد ہے۔ **فان الظن اکذب الحدیث** اور حسن ظن بالمومنین مامور بہ ہے۔ لہذا کسی مسلمان کی بناء کردہ مسجد کو حکم مسجد ضرار کا نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ایسا یقین نہیں ہو سکتا کہ بانی نے یہ مسجد بغرض اضرار مسجد ثانی و ریاء اور سمعۃ بنائی ہے۔ بخلاف مسجد ضرار کے اس کی بناء کا فساد اور بانیین کی نیت کا فساد وحی قطعی سے معلوم ہو چکا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد ضرار کی تعریف اور اسکا حکم

(سوال ۱۱۳۱) در یک موضع مسجد است پیش چند ایام در وجماعت شدہ حالا او را متروک ساختہ دیگر موضع بلا عذر معتدبہ (یعنی لہوہ کثیر می آید و گری می شود) تیار نمودہ اند ایں مسجد ضار در شرع شریف است یانہ ؟

(الجواب) ہرگاہ نیت بانیین مسجد ثانی اضرار کے نیست و بنائش کفر او تفریقا بین المومنین نیست **وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ** نیست چگونہ اور امسجد ضرار گفتہ شود کہ در بودن مسجد ضرار چہار شرط ذکر فرمودہ اند۔ **والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ الایۃ. فافھم وتدبر فان الظن اکذب الحدیث.** واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد ضرار کے معنی اور صحیح تعریف

(سوال ۱۱۳۲) مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجد (خواہ وہ حسد اور نفسانیت سے ہو) ضرار ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ضرار ہو سکتی ہے تو کیا جمیع امور واحکام میں وہ مسجد مثل اس مسجد ضرار کے ہوگی جو منافقین نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بنائی تھی اور جس کو آپ ﷺ نے منہدم کر دیا تھا اگر تمام احکام میں مسجد ضرار کے مانند ہے تو جو حکم مسجد ضرار کے لئے دیا گیا تھا اس کے لئے بھی دیا جائے گا یا نہیں ؟

(۲) مسجد ضرار کا امام دیگر مساجد میں امامت کرے تو اس کے پیچھے نماز صحیح اور جائز ہوگی یا نہیں ؟

(۳) تفسیر خازن جلد ۲، ص ۲۶۶ مطبوعہ مصر میں ذیل کی روایت مرقوم ہے کیا اس سے مسجد ضرار کے امام کا یا اس میں نماز پڑھنے والے شخص کا دوسری مسجد میں امامت کرنا جائز ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ **روی ان بنی عمرو بن عوف الذین بنوا مسجد قباء اتوا عمر بن الخطاب فی خلافتہ فسئلوہ ان یاذن لمجمع بن جاریۃ ان یومھم فی مسجد ھم فقال لا ونعمتہ عین الیس ھو امام مسجد الضرار قال مجمع یا امیر المؤمنین لا تعجل علی فو اللہ لقد صلیت فیہ وانا لا اعلم ما اضروا علیہ ولو علمت ما صلیت معھم وکنت غلاما قارئا للقران وکانو شیو خالا یقرؤن فصلیت بھم ولا احسب الا انھم یتقربون الی اللہ ولم اعلم مافی انفسھم فعذرہ عمر فصدقہ وامرہ بالصلوٰۃ فی مسجد قباء قال عطاء لما فتح اللہ علی عمر بن الخطاب الامصار امر المسلمین ان یبنوا المساجد وامرھم**

ان لا ینبوا فی موضع واحد مسجدین یضار احدهما الاخر ؟
(الجواب) جبکہ بغرض اضرار بنائی گئی ہو ملحق بالمسجد الضرار فی بعض الاحکام ہو جاوے گی۔ مثلاً اس حکم میں کہ بغرض مذکور مسجد بنانا ممنوع و مکروہ ہو گا۔ نہ یہ کہ مسلمان کی بناء کردہ مسجد کو منہدم کر دیا جاوے۔ اور اس کی جگہ نجاست وغیرہ ڈالی جائے۔ کما فعل بالمسجد الضرار اور چونکہ مسلمانوں کے ساتھ بدظنی بھی حرام ہے۔ لقوله تعالى ان بعض الظن اثم لہذا کسی مسلمان کی بناء کردہ مسجد کو ہم یہ نہ کہیں گے کہ اس نے بغرض ضرار بنائی ہے کیونکہ اس کی نیت کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے۔ اور انما الا عمال بالنيات وانما لامرء مانوى الحديث. وارد ہے ہاں عموماً یہ کہا جاوے گا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ وہ بغرض مسجد ضرار بنائے کما حکم به عمر رضی الله عنه۔ لہذا خصوصاً کسی مسجد پر تو یہ حکم نہ کیا جاوے گا کہ یہ مسجد ضرار ہے البتہ عموماً یہ حکم مسلمانوں کو بتلایا جاوے گا کہ بغرض اضرار مسجد نہ بناؤ کہ اس صورت میں ثواب کی جگہ گنہ گار اور مستحق وعید ہو گے۔
(۲) جب کہ مسجد ضرار ہونا ہی اس مسجد بناء کردہ مسلمانان کا متحقق نہیں ہے تو اس کے امام کو کیوں مجرم قرار دیا جاوے گا۔
(۳) یہ قصہ اگر صحیح ہو تو یہ خاص اس مسجد بناء کردہ منافقین و کفار کے امام کے حق میں تھا اور جب اس نے معذرت کی تو حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ مسجد بناء کردہ مسلمانان کے امام کا حکم اس سے کچھ نہیں نکلتا کیونکہ مسلمانوں پر حسن ظن کرنا چاہئیے اور بدظنی ان پر حرام ہے اور اصل یہ ہے کہ مسجد ضرار میں چار وصف بیان فرمائے ہیں جب وہ امور اربعہ متحقق ہوں اس وقت پورا حکم مسجد ضرار ہونے کا لاحق ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ کما فی التفسیر الکبیر والذین اتخذوا مسجد اضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین وارصاد لمن حارب الله رسوله الاية. واللہ تعالیٰ اعلم

حجرۂ مسجد کو کرایہ پر دینے کا حکم

(سوال ۱۱۳۳) ایک مسجد کے متعلق صحن مسجد سے خارج ایک حجرہ ہے اس کو کرایہ پر دے کر آمدنی مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) جائز ہے فی الدر المختار وكذا يفتى بكل ماهو انفع للوقف الخ واللہ اعلم
(نوٹ) لیکن بحر الرائق وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حجرات متعلقہ مسجد بغرض سکونت امام و موذن یا طلبائے علم وغیرہ کے بنائے جاتے ہیں ان کو کرایہ پر دینا جائز نہیں اور خلاصہ ان کا یہ ہے کہ مسکن کو مستغل اور مستغل کو مسکن بنانا ہی درست نہیں۔ اس لئے غالباً مراد حضرت مفتی صاحب کی وہ حجرے ہیں جو کرایہ پر دینے ہی کے لئے بنائے گئے ہوں۔ محمد شفیع۔

حرام مال مسجد کے کاموں میں لگانا جائز نہیں

(سوال ۱۱۳٤) ایک مسجد میں شامیانہ کی تیاری کے لئے کچھ چندہ کیا گیا تھا ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ ایک مسلمان نے جو خنزیر وغیرہ کا ٹھیکہ لیتا ہے اس نے کہا کہ شامیانہ اس چندہ کے روپیہ سے نہ بناؤ میں اپنے روپیہ سے بنائے دیتا ہوں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ روپیہ اچھا نہیں ہے خنزیر کے ٹھیکہ کا ہے۔ لیکن ایک مولوی صاحب نے کہا کہ کچھ حرج نہیں ہے۔ الحاصل اسی ٹھیکہ دار کے روپیہ سے شامیانہ بنایا گیا اس شامیانہ کا مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہ؟ اور جس نے اس روپیہ سے بنوایا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(الجواب) ان شامیانوں کو مسجد میں نصب کرنا حرام ہے اور جس نے اس کو تجویز کیا گناہ گار ہوا وہ توبہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب اور شامی میں ہے۔ قال تاج الشریعة اما لوانفق فی ذالك مالا خبیثا اومالا سببه الخبیث والطیب، فیکره لان اللہ تعالی لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله شر نبلا لیة اور ظاہر ہے کہ خبیث مال سے شامیانہ تیار شدہ میں تلویث بمالا یقبلہ حاصل ہے۔ لہذا مکروہ تحریمی ہے جو کہ بمعنی حرام کے ہے۔

اہل محلّہ و متولی کی اجازت کے بغیر مسجد میں تعمیر کرنا جائز نہیں

(سوال ۱۱۳۵) کیا کسی شخص کو بلا اجازت و اطلاع متولیان مسجد کے مسجد میں تعمیر و مرمت کا منصب ہے۔ کیا ہر شخص جو بلا اجازت متولیان صاحب استطاعت کے تعمیر و مرمت کرے اس کو متولیان مانع ہو سکتے ہیں؟

(الجواب) شامی میں منقول ہے۔ وفی ط عن الهندیه مبنی اراد رجل ان ینقضه ویبنیه احکم لیس له ذالك لانه لا ولایة له مضمرات الا ان یخاف ان یهدم ان لم یهدم تتار خانیه و تاویله ان لم یکن البانی من اهل تلك المحلة واما اهلها فلهم ان یهد موه ویجدد وابناء ہ و یفرشوا الحصیر و یعلقوا القنادیل لکن من ما لهم لامن مال المسجد الا بامر القاضی .خلاصه و یضعوا احیضان الماء للشرب والو ضوء ان لم یعرف للمسجد بان فان عرف فالبانی اولی ولیس لورثته منعهم من نقضه والزیادة فیه الخ. شامی جلد ۳ کتاب الوقف ص ۳۷ اس عبارت سے یہ امور مستفاد ہوئے کہ اہل محلّہ و اہل مسجد کی تعمیر و مرمت وغیرہ کر سکتے اور غیر اہل محلّہ کو یہ اختیار نہیں ہے مگر اس وقت کہ مسجد کے منہدم ہو جانے کا خوف ہو اور یہ کہ اگر بانی مسجد معلوم ہو تو وہ مقدم ہے تعمیر مسجد وغیرہ کے لئے اور یہ کہ بانی مسجد کے ورثہ اہل محلّہ و اہل مسجد کو جب کہ وہ تعمیر و مرمت مسجد کریں یا دیگر اشیاء ضروری مسجد میں رکھیں اور مہیا کریں منع نہیں کر سکتے اور روک نہیں سکتے۔

مسجد کی رقم متولی وغیرہ معاف نہیں کر سکتے

(سوال ۱۱۳٦) ایک سابق متولی مسجد قطب خاں واقعہ شملہ مسلمانان شملہ سے استدعاء کرتا ہے کہ ایک

رقم جو ان کی جانب سے مسجد کو واجب الاداء ہے انہیں للہ معاف کردیجائے اس لئے کہ وہ اس رقم کو ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آیا مسلمانان شملہ کو یا متولیان جدید کو یہ اختیار ہے کہ وہ رقم مسجد کو جو بذمہ متولی سابق واجب الاداء ہے اس کو معاف کردیں ؟

(الجواب) کسی کو مسلمانان شملہ میں سے یا متولیان جدید میں سے یہ حق شرعاً حاصل نہیں ہے اور جائز نہیں ہے کہ وہ رقم مسجد کو معاف کردیں معاف کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے جس وقت متولی سابق یا اس کے فرزندان کو استطاعت اداء رقم مذکور ہوا داکریں وہ ذمہ دار اس رقم مسجد کی اداء کے ہیں۔ قال فی الدرالمختار یفتی بالضمان فی غصب عقارالوقف وغصب منافعه اواتلا فها الخ وکذا یفتی بکل ما هوا نفع للوقف الخ.

سرکاری نالہ فرش مسجد میں شامل کرنا

(سوال ۱۱۳۷) بازار سبز منڈی میں ایک مسجد ہے پیشتر اس میں وسعت بہت کم تھی نمازی بوقت مغرب واپس چلے جاتے تھے۔ دکانوں اور راستوں میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کے قریب نالہ ہے مسلمانوں نے یہ وقت دیکھ کر سرکار میں درخواست دی واسطے قائم کرلینے ڈاٹ کے نالہ پر سرکار نے منظور کی مسلمانوں نے باجازت سرکار چندہ باہمی سے نالہ پر ڈاٹ بنوالی اور مسجد میں وسعت ہوگئی۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ ڈاٹ حکم مسجد میں نہیں ہے کیونکہ مسجد کا فوق اور تحت دونوں مسجد ہونا چاہئیے اور تحت اس کا نالہ سرکاری ہے تو اس میں نماز ہوتی ہے یا نہ ؟

(الجواب) اگرچہ اس ڈاٹ کے وقف ہونے اور مسجد ہونے میں اختلاف و تامل ہے لیکن بوجہ اتصال مسجد واتصال صفوف نماز ہونے میں کچھ تامل نہیں ہے اور ثواب کامل جماعت کا حاصل ہے اس میں کچھ تامل نہ کرنا چاہئیے۔

فناء مسجد کی تعریف

(سوال ۱۱۳۸) آیا فناء صحن مسجد کو کہتے ہیں یا وہ مختلف مقام ہوتا ہے اگر فناء نہیں ہے تو جملہ احکام مسجد ایسے صحن سے بھی متعلق ہوں گے یا کوئی خاص احکام صرف مسجد زیر سقف کے اس سے متعلق نہ ہوں گے ؟

(الجواب) جو حصہ صحن مسجد کا غیر مسقف آگے حصہ مسقف کے ہوتا ہے اور موسم گرما میں اکثر اسی میں جماعت ہوتی ہے وہ داخل مسجد ہوتا ہے اور جملہ احکام مسجد اس سے متعلق ہوتے ہیں وہ بالکل مثل درجہ مسقف کے ہے اس کو فقہاء مسجد صیفی کہتے ہیں جیسا کہ درجہ مسقف کو مسجد شتوی کہتے ہیں باقی وہ زمین جو علاوہ ان دونوں حصوں مسقف اور غیر مسقف کے احاطہ مسجد کے اندر واقع ہو جس میں اکثر غسل خانہ وغیرہ وحجرہ ودیگر ضروریات مسجد واقع ہوتے ہیں وہ زمین بحکم مسجد نہیں ہے اگرچہ وقف وہ بھی ہے اور در حقیقت یہ

امر نیت بانی مسجد پر موقوف ہے کہ کونسا حصہ اس نے داخل مسجد کیا ہے اور کون سا حصہ داخل مسجد نہیں کیا فناء مسجد کا لفظ عام ہے اس صحن پر بھی اطلاق اس کا ہوتا ہے جو داخل مسجد ہو اور اس زمین پر اطلاق ہوتا ہے جو خارج عن المسجد متعلقات مسجد سے ہو اس طرف کی مساجد میں دونوں حصہ مسجد کے یعنی مسقف اور غیر مسقف ممتاز ہوتے ہیں باقی فناء سے مثاوہ دونوں حصہ بلند ہوتے ہیں زمین خارج عن المسجد سے۔

وصیت متعلقہ مسجد کے چند احکام

(سوال ۱۱۳۹) خدا بخش بساتی نے بذریعہ وصیت نامہ دختر و داماد خود کو یہ وصیت کی کہ مبلغ تین ہزار روپیہ نقد واسطے تیار مساجد و حصول کار عقبی نزد موصی لہ مذکورین رکھ کر روبرو پنچان مذکورین اقرار تحریری کرتا ہوں کہ اگر مسمیان مذکورین شرط بالا پر التفات نہ کریں تو پنچان برادری حسب تحریر مظہر مبلغ تین ہزار روپیہ حصہ مساجد کا باختیار خود صرف کرادیں۔ خدا بخش کے دختر و داماد نے وصیت کی تکمیل کے لئے روپیہ پنچان برادری کے سپرد کردیا۔ اس عرصہ میں کریم بخش بساتی نے زیر جامع مسجد ایک دوکان خریدنے کا ارادہ کیا اس غرض سے کہ یہ دکان زینہ مسجد میں شامل ہو جاوے گی۔ اور وہ دوکان خرید لی۔ لیکن ریاست سے حکم امتناعی اس بات کا آچکا ہے کہ دکان زینہ میں شامل نہ کی جاوے گی۔ دکان کی قیمت مال وقف سے ادا کی گئی ہے۔ اس حالت میں وہ دکان وقفی قرار دی جائے گی یا نہ؟

(۲) وصیت نامہ میں مساجد کی تیاری کے لئے تین ہزار روپیہ دیا گیا ہے کیا موصی لہم تمام روپیہ کو ایک مسجد پر صرف کرنے کا منصب رکھتے ہیں؟

(الجواب) وہ دکان چونکہ مسجد کے منافع کے لئے مسجد کے روپیہ سے خریدی گئی ہے۔ لہذا دکان مسجد پر وقف(۱) ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ایک مسجد میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔ **ولو اوصی للمساکین کان له صرفه الی مسکین واحد وقال محمد لاثنین علی مامر الخ. (در مختار)**

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مساکین کے لئے کچھ وصیت کرے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مسکین کو بھی دینا درست ہے اور امام محمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ کم از کم دو کو دیوے اگر موافق عرف کے ایسے مواقع میں جمع کا ارادہ ضروری نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ خواہ ایک مسجد ہو یا کئی مسجدیں ہوں غرض یہ ہوتی ہے کہ مسجد میں صرف کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی دیوار پر مملوکہ مکان کی کڑیاں رکھنا جائز نہیں

(سوال ۱۱٤۰) زید نے مسجد کی دیوار شمالی کے اندر دو گاڈر آہنی کے سرے قریب چھ چھ انچ کے دیگر اوپر کڑیاں چوب پاٹکر چھت قائم کر کے نیچے اپنی دوکان بنا کر اوپر کی چھت بہ نیت ثواب عقبی مسجد کو وقف کر کے مثل فرش مسجد کے صفیں قائم کر رکھی ہیں۔ جس فرش پر نمازی نماز ادا کرتے ہیں جس کو تقریباً آٹھ سال ہو چکے ہیں۔ یہ فعل زید کا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) اس کے وقف ہونے میں [illegible] ۱۲ محمد شفیع [illegible]

(الجواب) مسجد کی دیوار پر اپنی مملوکہ دکان کی چھت کی کڑیاں اور گاڈر رکھنا درست نہیں ہے البتہ نیچے کے حصہ دکان کو بھی وقف کر دیوے اور مسجد میں داخل کر دیوے تو پھر درست ہے۔ کما فی الدر المختار ویجب هدمه ولو علی جدار المسجد الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

منبر کیسا ہونا چاہیئے

(سوال ۱۱۴۱) اگر غیر مقلد امام شود دریں حالت مذہب حنفیہ اقتداء نماز کند روا باشد یا نہ؟ منبر جس پر خطبہ جمعہ پڑھتے ہیں اس کے تین درجے ہونے ضروری ہیں یا کیا اور یہ رواج منبر کا کب سے ہے؟

(الجواب) فقہاء تصریح فرمودہ کہ اگر مخالف مذہب امام شود پس اگر مراعات خلاف کند نماز خلف او صحیح است واگر مراعات خلاف نہ کند پس اگر مرتکب مفسد صلاۃ شود نماز خلف او درست نیست واگر مرتکب مفسد نہ شود مکروہ است۔ قال فی الدر المختار وکذا یکرہ خلف امرد سفیه الی ان قال و مخالف کشافعی لکن فی وترا البحران یتقن المراعات لم یکرہ اوعدمها لم یصح وان شك کرہ و تفصیله فی الشامی. بہر حال احتیاط در ترک اقتداء است خصوصاً وقتیکہ امام غیر مقلد باشد کہ از ارتکاب مفسدات و مکروہات امن نیست۔

(۲) سہل بن سعد الساعدیؓ کی روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے ایک صحابیہ انصاریہ سے فرمایا کہ اپنے غلام کو کہدے کہ وہ میرے لئے منبر بنادیوے الی آخر الحدیث یہ حدیث بخاری شریف و ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ اس حدیث کے متعلق حاشیہ ابوداود میں ہے۔ قال المظهر هذا المنبر كان ثلث درجات متقاربة الخ. پس معلوم ہوا کہ تین درجہ کا ہونا منبر میں مستحب ہے لیکن ضروری نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی تین درجہ کا منبر آپ ﷺ کے لئے بنایا گیا تھا لیکن یہ امر ایسا ضروری نہیں ہے کہ اگر کوئی تین درجہ نہ بناوے تو گنہ گار ہو کیونکہ غرض یہی ہے کہ خطبہ اونچی جگہ پر ہوتا کہ سب حاضرین سنیں اگر تین درجے نہ ہوں بلکہ کم و بیش ہوں اور غرض حاصل ہو جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

منبر محراب میں داہنی طرف ہونا چاہیئے

(سوال ۱۱۴۲) منبر کس جگہ ہونا چاہیئے اگر مسجد کی محراب کے اندر داہنے حصہ میں پختہ اینٹ کا منبر بنایا جاوے اور منبر کے بعد اس قدر جگہ محراب میں باقی رہے کہ اس میں امام کھڑا ہو سکے تو جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) شامی میں ہے۔ ومن السنة ان یخطب علی المنبر اقتداء به صلی الله علیه وسلم وکان ثلث درج الخ. اس سے معلوم ہوا کہ جو صورت سوال میں درج ہے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

(سوال ۱۱۴۳) مسجد میں زور سے کچھ پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) مسجد میں اگر نمازی نماز پڑھتے ہیں تو کسی کو اشعار بلند آواز سے پڑھنا یا قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا نہیں چاہیئے۔ جن سے نماز میں اور قرات وغیرہ میں سہو ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الشرکة والمضاربة
(ساجھے اور حصّہ داری کے معاملات)

بیع مضاربت کی ایک صورت

(سوال ۱۱۴۴) زید نے عمرو کو کچھ روپیہ چند شرائط کے ساتھ دیا۔ عمرو نے اس روپیہ سے تجارت کی۔ روپیہ زید کا اور کاروبار عمرو کے متعلق تھا زید نے کچھ عرصہ بعد اپنے روپیہ کی نالش کر دی اب یہ مقدمہ پنچایت میں منتقل ہو کر آ گیا ہے اور فریقین شرعی فیصلہ پر راضی ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس شرائط نامہ کے بموجب یہ قرض تھا یا کسی قسم کی شرکت تھی اور تجارت کے نفع و نقصان میں دونوں بحصہ مساوی شریک ہوں گے یا اس کا بار صرف زید یا صرف عمرو پر پڑے گا اور مال موجودہ یا جو روپیہ قرض میں ہے وہ کس کا خیال کیا جاوے گا۔ بہر حال زید نے کل روپیہ پانے کا عمرو سے مستحق ہے یا بعض کا۔ یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) یہ صورت مضاربت کی ہے کیونکہ مضاربت میں یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کا روپیہ ہو اور دوسرا اس میں تجارت کرے اور نفع دونوں کا ہو جس طرح مقرر ہو گیا ہو۔ خواہ نصف نصف یا ثلث و ثلثین اور حکم مضاربت کا یہی ہے کہ اگر نفع ہو تو دونوں یعنی مضارب اور رب المال اس کو حسب شرط تقسیم کر لیں اور اگر نقصان ہو تو مضارب پر ضمان نہیں ہے مگر اس میں بعض شرائط ایسی کی گئی ہیں جن کی وجہ سے مضاربت صحیح نہیں رہی بلکہ مضاربت فاسدہ ہو گئی جیسے یہ شرط کہ کل دوکان کے اخراجات و نفع ونقصان کے شریک ہونا ہوگا ہاں اگر وہ تمام سامان دوکان رب المال کے روپیہ سے ہی خرید ا گیا ہے تو یہ شرط صحیح ہو سکتی ہے بہر حال اگر مضاربت فاسدہ ہو گئی تو تمام روپیہ و نفع رب المال کا ہوتا ہے اور مضارب کو اجر مثل ملتا ہے اور اگر مضاربت صحیحہ ہے تو نفع حسب شرط دونوں تقسیم کریں اور رب المال کا اس کا روپیہ معہ حصہ نفع کے دیا جاوے اور اگر نفع نہ ہو بلکہ نقصان ہو تو رب المال کا نقصان ہوا مضارب ضامن نہیں ہے۔ کذا فی الدر المختار.

آدھے ساجھے پر جانور کو پرورش کیلئے دینا

(سوال ۱۱۴۵) بکری گائے وغیرہ کو پالنے کے لئے دینے کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں کہ مالک بکری وغیرہ غیر کو دیتا ہے اور یہ شرط ہوتی ہے کہ جو بچہ پہلے پیدا ہو گا وہ پالنے والے کا ہو گا اور پھر جو بچہ ہو گا وہ نصفا نصف مشترک ہوتا ہے۔ اس بچہ کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ صورت شرعاً ناجائز ہے شامی میں لکھا ہے کہ اگر جانور کو اس طرح پرورش پر دیا جاتا ہے تو جو بچے پیدا ہوں گے وہ اس جانور کے مالک کی ملک ہیں اور پرورش کنندہ کو اجرت مثل یعنی قیمت گھاس وغیرہ کی اور اجرت معروفہ جو ایسے کام کی اور ایسی محنت کی ہو ملے گی۔ عبارت شامی کی یہ ہے۔ وعلی هذا اذا دفع

البقرة بالعلف لیکون الحادث بینهما نصفین فما حدث فهو لصاحب البقرة وللاٰخر مثل وعلفه واجر مثله تاتارخانیه. شامی جلد ثالث ص ۳۵۱ شرکة فاسده لیکن جبکہ مالک نے خوشی پرورش کنندہ کو وہ بچہ دیدے تو وہ مالک ہو گیا۔ اگر وہ قربانی کرے تو درست ہے اور مالک کے حصہ میں جو بچہ آئے وہ تو مالک ہی ہے وہ بھی قربانی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آدھے ساجھے پر جانور کو پرورش کیلئے دینا

(سوال ۱۱۴۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زید اپنی مادہ گاؤ کا بچہ پرورش کے لئے بکر کو اس شرط پر دے کہ جب وہ بڑا ہو کر قابل کار ہو جائے گا تو اس کی قیمت بکر تجویز کر کے زید پر ظاہر کرے گا زید کو حق ہو گا کہ نصف قیمت مجوزہ بکر کو دیکر گاؤ مذکور کو لے لے یا نصف قیمت مذکور بکر سے لے کر گاؤ اس کو دیدے تو یہ طریقہ شرعا جائز ہے یا ناجائز ہے تو فریقین کو اس ناجوازی کے رفع کرنے کیلئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئیے جب کہ گاؤ مذکور پرورش ہو کر قابل کار ہو گیا ہے اور اس ناجائز معاملہ کے بعد اگر فریقین سے جو مالک ہوا ہو اس سے کوئی شخص ثالث اس گاؤ کو خرید کر قربانی کرے تو جائز ہے یا ناجائز۔ اصلاح الرسوم میں مولانا اشرف علی صاحب نے اس طریقہ کو ناجائز لکھا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ بچہ مذکور کے قابل کار ہونے میں پرورش کنندہ سے کس طرح معاملہ کیا جاوے جو مالک بچہ گاؤ کے لئے اس کا تصرف جائز ہو جاوے اور شخص ثالث خرید کر اس کی قربانی کر سکے اور قربانی میں بکری اور بکرا برابر ہیں یا نر کی تخصیص ہے اور عقیقہ میں نر و مادہ کی تخصیص چاہئیے یا نہیں اور دو بکروں کا لڑکے کے عقیقہ میں ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ یا ایک بھی کفایت کر سکتا ہے؟

(الجواب) شامی میں یہ مسئلہ لکھ کر اس کا حکم لکھا ہے کہ ایسی صورت میں جانور بعد پرورش کے مالک کے لئے رہتا ہے اور پرورش کنندہ کو اجرت اس کی محنت کی اور خرچ گھاس وغیرہ کا دینا چاہئیے۔ پس صورت مسئلہ میں مادہ گاؤ زید کی ملک ہے اور جو کچھ شرط مابین زید و بکر کی قرار پائی وہ باطل ولغو ہے۔ بکر کی اجرت مثل اور خرچ گھاس وغیرہ کا مل جانا چاہئیے۔ اب جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مادہ گاؤ زید لیوے اور بکر جس قدر پر راضی و خوش ہو جاوے اس کو دیدیا جاوے مگر اس پہلے معاملہ کو کالعدم کیا جاوے کہ وہ معاملہ ناجائز تھا اس کے موافق عمل کرنا جائز نہیں مادہ گاؤ زید کو مل جانی چاہئیے اور بکر کو حق محنت کچھ دے کر راضی کر دیا جاوے۔ پس جب کہ معلوم ہوا کہ مالک اس مادہ گاؤ کا زید ہے تو زید اگر اس کو فروخت کرے تو درست ہے اور مشتری کو قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ اور بکر جو مالک واقعی نہیں ہے اسکو فروخت کرنا اس مادہ گاؤ کا درست نہیں ہے۔ اور اس سے خریدنے والے کو قربانی کرنا بھی درست نہیں۔ عبارت شامی وعلی هذا اذا اعطی البقرة بالعلف لیکون الحادث بینهما نصفین فماحدث لصاحب البقرة وللعامل مثل علفه واجر مثله الخ کتاب الشرکت. فقط. دونوں برابر ہیں نر کی تخصیص نہیں وایضا عقیقہ۔ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں مستحب ہیں ایک بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جانور کو پال پر حصہ مقرر کر کے دینا

(سوال ۱۱۴۷) کٹیا کو نصف حصہ پر پرورش کو دینا کہ جس وقت پرورش ہو جائے اس کو نصفی حصہ دے کر لے لے یہ جائز ہے یا نہیں۔ اور جانور مول خرید کر نصفی حصہ پر دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) کٹیا وغیرہ کو نصف حصہ پر پرورش پر دینا درست نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ کٹیا وغیرہ تو مالک کی ہے اور پرورش کنندہ کو اجرت مثل یعنی اس قدر کام کی جو اجرت عرفاً ہو وہ دینی ہوگی اور مول خرید کر اگر کوئی جانور اسی طرح نصف حصہ پر پرورش کے لئے دیا جاوے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرکتِ جائیداد کی ایک صورت

(سوال ۱۱۴۸) عمر و زید نے ایک جائداد مشترک خریدی زید ہر طرح سے وسعت مالی رکھتا ہے اور عمرو مفلس و نادار ہے۔ زر ثمن جائداد زید نے دیا۔ بعد انتقال زید ورثان زید جائداد مذکور بالا میں سے حصہ نصف جائداد عمر سے لینا چاہتے ہیں۔ عمر کہتا ہے کہ زید بے شک میرا شریک تھا زر ثمن میں نے ہی دیا ہے۔ تمہارا کچھ حق اس جائداد میں نہیں ہے اور وارثان زید کہتے ہیں کہ اگر روپیہ ہمارے مورث نے نہیں دیا ہے۔ تو ہم وہ زر ثمن اب دیتے ہیں ہم کو نصف جائداد دو۔ اور مورث کے انتقال سے اس وقت تک جو منافع ہوا ہے وہ تم ہم کو دو بموجب حکم شرع کون حق پر ہیں ؟

(الجواب) جب زید و عمر دونوں مشتری جائداد مذکور کے ہیں تو دونوں شریک نصف نصف کے ہیں اور ان کے بعد ان کے ورثہ قائم مقام ان کے ہیں۔ لہذا زید کے ورثہ کا قول اور مطالبہ شرعاً صحیح اور حق ہے فی ردالمحتار قوله ولزمه نصف الثمن) بناء على ان مطلق الشركة يقتضى التسوية الخ.

کتاب البیوع
فصل فی الاقالۃ
(بیع توڑنے کے احکام)

بیع جبراً فسخ نہیں ہو سکتا

(سوال ۱۱۴۹) زید و ہندہ ماں بیٹے نے اپنی جائداد مبلغ تین ہزار روپیہ میں اپنی بیٹی مریم کے ہاتھ بیع کردی اور وصول زر ثمن بجائے یکمشت کے اس طرح قرار پایا کہ مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار کے حساب سے ہم کو دیا جائے اور ہمارے ذمہ مبلغ سات سو روپیہ قرضہ ہے وہ ادا کر کے باقی روپیہ پندرہ روپیہ مہینے کے حساب سے ہماری بیٹی مریم زید کو دیا کرے یہ اس لئے کہ یکمشت ملنے میں میرا بیٹا زید جلد خراب کر دیگا۔ مریم نے اس اقرار کو مان لیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ میں حین حیات تم دونوں کو اور اپنے بھائی زید کے بچوں کو بھی بعد ختم ہو جانے زر ثمن کے اپنے پاس سے ۱۵ روپیہ ماہوار تمہاری گزر اوقات کے واسطے دیا کروں گی۔ چنانچہ تکمیل کاغذ کی روبرو گواہان برضامندی فریقین عمل میں آگئی۔ یعنی تحریر بیعانہ باضابطہ عمل میں آگئی اور زید و ہندہ کے ذمہ جو قرضہ تھا اس میں سے مبلغ سو روپیہ مشتریہ مریم نے ادا کیا اور ایک ماہ کے پندرہ روپیہ بھی دیدیئے۔ اب زید و ہندہ بعد ۲۰ یوم کے باغوائے چند کساں مفسدہ پردازان کے جو اس حقیقت کو مفت لینا چاہتے ہیں تفسیخ بیع کا دعوی کرتے ہیں اور مریم واپسی بیع پر رضامند نہیں عندالشرع یہ جائز ہے یا نہیں۔ اور مریم اور اس کے طرف دار اس بیع کو توڑانے سے کچھ گنہ گار تو نہیں۔

(الجواب) شرعاً بیع قطعی ہو گئی۔ اب ہندہ اور زید کو حق فسخ کرنے بیع کا نہیں ہے اور بدوں رضامندی مریم کے بیع فسخ نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس پر زبردستی کر کے بیع کو فسخ کر دیں گے تو گنہ گار ہوں گے۔ اور بیع فسخ نہ ہو گی۔

سرکاری کاغذات میں عقد بیع لکھوانے سے کچھ اثر نہیں پڑتا

(سوال ۱۱۵۰) ایک شخص نے پہلے کچھ عرصہ زمین بیع کی اور عقد بیع بالکل تام ہو گیا تھا۔ پھر مالک اصلی کی طرف سے وہ زمین رہن کردی تھی ابھی تک مرتہن سے زمین چھوڑائی نہیں گئی تھی کہ بوجہ خوف شفیع اصلی مالک سے عقد رہن کرالیا گیا لیکن عقد بیع فسخ نہیں کیا تھا تحصیلدار کے کاغذ بنا کر پیش کر دیئے گئے تاکہ سرکاری طور پر رہن سمجھی جاوے اور اسی میں بیع رہے۔ آیا وہ زمین بیع رہی یا رہن۔

(الجواب) جبکہ معاملہ بیع کا تمام ہو گیا اور ایجاب و قبول ہو گیا۔ بیع ہو گئی اس کو عندالحکام رہن ظاہر کرنے سے وہ معاملہ رہن نہ ہو گا اور نفع اٹھانا خریدی ہوئی چیز سے جائز ہے ہندہ کی زمین بھی رہن رکھنا درست ہے مگر نفع اس کا خود حاصل نہ کرے کہ سود ہے اور مسلمان کو کسی سے سود نہ لینا چاہیئے۔

اقالہ اور بیع جدید کا حکم

(سوال ۱۱۵۱) جب بیع صحیح ہو کر بالکل معاملہ طے ہو گیا اب مشتری ب مبیع مع کچھ قیمت واپس کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس صورت میں کسی قسم کا خیار نہ تھا۔ اور اگر کوئی خیار یا بیع فاسد ہوئی ہو تو جب اس وقت مسئلہ کا کیا حکم ہے ؟

(الجواب) واپس کرنا اقالہ ہے۔ اور اقالہ میں قیمت کی کمی بیشی درست نہیں ہے۔ اقالہ قیمت اول پر ہوتا ہے۔ البتہ اگر بیع جدید آپس میں کریں اور واپسی کا نام نہ لیں بلکہ مشتری بائع سے کہے، کہ مجھ سے تو اس کو خرید لے تو پھر اس وقت جیسی قیمت کو چاہے اس کے ہاتھ فروخت کرے۔

فصل فی بیع الفاسد والباطل
(بیع فاسد اور باطل کا بیان)

منافع متوقعہ کی بیع درست نہیں

(سوال ۱۱۵۲) ایک گاؤں ہے جس کا زمیندار یعنی زمین کا مالک تو زید ہے اور اس کا خراج یعنی جو محصول منجانب سلطان وقت اس زمیندار سے لیا جاتا ہے بقانون سلطانی عمرو کو ملتا ہے جس کو عرف میں معافی دار کہتے ہیں۔ پس اگر عمرو معافی دار اپنا حق (معافی داری) بکر کے ہاتھ بیع یا رہن رکھے جس کا اثر یہ ہوگا کہ بجائے عمرو کے وہ خراج بکر وصول کرنے لگے جس کو قانون سلطنت موجودہ جائز رکھتا ہے۔ آیا شرعاً بھی اس حق معافی داری کا بیع کرنا یا رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار وبطل بیع مالیس بمال الخ اور شامی میں ہے وقد منا اول البیوع تعریف المال بما یمیل الیہ الطبع ویمکن ادّخارہ لوقت الحاجة وانہ خرج بالادخار المنفعة فھی ملك لامال لان المال مامن شانہ ان یتصرف فیہ بوصف الاختصاص کما فی التلویح فالاولی ما فی الدر من قولہ المال موجود یمیل الیہ الطبع الخ فانہ یخرج الجود المنفعة الخ ص ۱۰۰ جلد ٤ ان عبارات وامثالہا سے واضح ہے کہ اس قسم کے حقوق و منافع متوقعہ کی بیع و رہن شرعاً درست نہیں ہے بلکہ باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیع فاسد کی ایک صورت

(سوال ۱۱۵۳) زید نے مقام چندوسی بذریعہ خط کے ایک ہزار من غلہ قبل آمد فصل سے بہ نرخ ۱۳ اثار آڑتی سے خرید لیا اور کچھ روپیہ بطور بیعانہ یا واسطے نفع و نقصان کے آڑتی کے بھیج دیا اور وہاں پر یہ بات مقرر ہے کہ بروقت آمد فصل کے ہم فلاں ماہ میں تم کو غلہ اسی نرخ سے دیں گے یا اگر غلہ نہ ہوگا تو اسی نرخ سے دام دیں گے۔ اور اگر ۱۳ اثار سے غلہ کم ہو گیا تو تم کو منافع دیا جاوے گا۔ اور اگر زیادہ ہو گیا تو نقصان لیا جاوے گا۔ لہذا یہ بیع جائز ہے یا نہیں اور اس کا منافع اور نقصان دینا لینا سود میں تو داخل نہیں اور یہ بیع فاسد ہے یا صحیح ہے ؟

(الجواب) یہ بیع ناجائز ہے اور فاسد ہے اس طرح اور ایسی شرائط سے بیع کرنا حرام ہے اور نفع اٹھانا ناجائز ہے اور انجام اس کا سود کی طرف پہنچتا ہے۔ ایسی صورت میں بیع کو بالکل توڑ دے اور جتنا روپیہ دیا ہے وہ واپس لینا چاہئیے۔ غلہ کو اپنی ملک نہ سمجھنا چاہئیے اور نہ نفع نقصان لینا دینا چاہئیے کہ یہ معاملہ اول سے ہی ناجائز اور فاسد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کا حق فصلانہ بیچنا

(سوال ۱۱۵۴) زید عمرو بکر خالد چار بھائی ہیں۔ ایک علاقہ ان کے مریدوں کا ہے جہاں سے غلہ وصول کر کے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اب خالد اس علاقہ کو بغیر موجودگی دیگر بھائیوں کے کسی شخص کے ہاتھ بیع کرتا ہے اور وصول غلہ کا حق اسی کو دے دیتا ہے باقی بھائی اس کے دعویدار ہوتے ہیں۔ اس قسم کی بیع کا کیا حکم ہے اور باقی بھائیوں کا دعوی کیسا ہے ؟

(الجواب) اس قسم کی بیع شرعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے حقوق کی بیع جائز نہیں ہوتی اور جس چیز میں چند لوگوں کا استحقاق ہو اس میں کسی ایک کا تصرف کرنا اس طرح کہ دوسرے ذوی الحقوق کا حق ضائع کر دیوے جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مردار کی کھال اور گوشت فروخت کرنا جائز نہیں

(سوال ۱۱۵۵) ایک شخص کی گائے یا بھینس یا بکری مردار ہو گئی تو اس مردار جانور سے نفع حاصل کر سکتا ہے کہ نہیں۔ مثلاً زید کی گائے مر گئی اور بغیر کھال چھوڑائی چمار یا اور کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی کھال یا گوشت کی قیمت اپنے مصرف میں لا سکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) مردار کی کھال یا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔ اور اس قیمت کو اپنے صرف میں لانا حرام ہے اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تخم ریزی کے وقت جو رقم دیں اس کا بدل اسی وقت طے کر لیں

(سوال ۱۱۵۶) کاشت کار تخم ریزی کے وقت روپیہ لے جاتے ہیں اور فصل پر بازار کے نرخ سے روپیہ دیتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس طرح مجہول طریق سے بیع و شراء کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر ایسا کیا جاوے کہ قیمت اس وقت پختہ کر لی جاوے کہ میں ایک من تل کی مثلاً ۲۵ روپیہ لوں گا تو یہ درست ہے۔ پھر بوقت وصول قیمت خواہ ۲۵ روپیہ نقد لئے جاویں یا پچیس روپیہ کا غلہ لے لیا جاوے مگر اس وقت قیمت نقد روپیہ سے طے کی جاوے فصل کے نرخ پر نہ چھوڑا جاوے۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ فصل پر کیا نرخ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی بیع الاراضی والبساطین والزروع والثمار)

(اراضی اورباغوں، پھلوں کی خرید وفروخت)

باغات کے پھلوں کی خرید وفروخت کے متعلق چند سوالات

(سوال ۱۱۵۷) باغ انبہ اگر کوئی شخص صلاح (یعنی جب پھل قابل انتفاع ہو جائے) ظاہر ہونے کے بعد بیع کرے اور باجازت بائع تا پختگی پھل درخت پر چھوڑے تو یہ بیع جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر کوئی شخص اجارہ آراضی مع درختان انبہ ایک میعاد معین تک کرے درست ہے یا نہیں؟

(۳) اجارہ آراضی مع درختان کا جواز فتاوی رشیدیہ سے معلوم ہوتا ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(۴) باغ میں مختلف قسم کے پھل ہیں ہر ایک قسم کا پھل آگے پیچھے آتا ہے تو اس باغ کی بہار کس طرح بیع کرے۔

(الجواب) جائز ہے۔ کذافی الشامی وغیرہ۔

(۲) اجارہ آراضی درست ہے اجارہ اشجار درست نہیں ہے۔ **ولا تعامل فی اجارۃ الاشجار المجردۃ فلا یجوز.**

(۳) فتاوے رشیدیہ میں یہ ہے کہ اجارہ اشجار صحیح نہیں ہے۔

(۴) ہر ایک جنس کے پھل کو اس وقت فروخت کرے کہ وہ متناہی ہو جاوے یعنی جس قدر بڑھتا ہے بڑھ لیوے۔ **وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناھت الثمرۃ للتعارف الخ وبہ یفتی.**

رس کی بیع سلم جائز نہیں

(سوال ۱۱۵۸) آجکل جو رس کی بیع وشراء کا طریقہ مروج ہے کہ ہنوز ایکھیں بوئی نہیں گئیں اور معاملہ کر کے روپیہ دیدیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ عصیر کی سلم ہے اور وجود رس کا ہر وقت یوں ممکن کا ہاتھیوں کے واسطے صدہا کھیت ہندوستان میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ نیز گنے کی نوع بازاروں میں مختلف حصص ہندوستان میں ہر وقت ممکن الحصول پس یہ وجود جواز سلم کے لئے کافی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس کی بیع وشراء کا جو طریق مروج ہے کہ قبل از وجود رس اس کی بیع کر دی جاتی ہے یہ باطل ہے۔ اور اس کو رس کی سلم قرار دینا اور اس کے وجود کا یہ حیلہ نکالنا جو سوال میں مذکور ہے مجوز بیع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں جو رس کی سلم قرار دی جاوے گی تو یہ سلم اس رس میں ہے جو اس موسم میں ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ اس وقت موجود نہیں ہے **کما فی حنطۃ حدیثۃ. قال فی الدرالمختار ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثھا لانھا منقطعۃ فی الحال وکونھا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح وقال قبیلہ ای ولا فی منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق.**
واللہ تعالیٰ اعلم

جن اراضی کی بیع وشراء کا اختیار مالکوں کو نہیں دیا جاتا ان کا حکم

(سوال ۱۱۵۹) در کشمیر خصوصا در مواضعات مطابق حکم قانون در حق اراضیات مالکان را اختیار بیع وشراء ورہن حاصل نیست باوجود آنکہ عمارات بصرف زر کثیر تیاری کنند وزیبنات ہم لاعن جد موروث ومملوک ومقبوض خود دارند۔ لہٰذا ایں چنیں عمارات ومکانات وغیرہ کہ موصوف باوصاف مندرجہ بالا شدند شرعا اطلاق لفظ مال کردہ شود یانہ وبیع وشراء ورہن ووصیت وہبہ وغیرہ جائز است یانہ ومانند جمیع اموال شرعا علی فرائض اللہ تعالیٰ در میان ورثاء تقسیم کردہ شود یانہ؟

(الجواب) شرعا ایں چنیں اراضی ومکانات مملوکہ مالکان آنہا است وایں اشیاء اموال اند برائے ارباب آنہا و مالکان را دراں تصرفات بیع ورہن وہبہ وغیرہ تملیکات روا است۔ کما فی الدر المختار وغیرہ ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضرراً بیناً. الخ

فصل فی بیع السلم
(بیع سلم کا بیان)

اکھ بونے کے وقت کسی خاص نرخ پر رس خریدنا

(سوال ۱۱۶۰) اس نواح میں تجارت رس ایک زمانہ سے ہوتی چلی آئی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ جب نیشکر یعنی اکھ کو بوتے ہیں اور بعض دفعہ بونے سے بھی پہلے اور کبھی اکھ کھڑے ہوئے ہوتے ہیں تو مالکان نیشکر کو پیشگی روپیہ دیدیا جاتا ہے۔ اور کسی خاص نرخ سے رس خرید لیتے ہیں مثلا مبلغ یکصد روپیہ مالکان اکھ کو پہلے دیدیا اور یہ کہہ دیا کہ فصل میں فی روپیہ یک من یا دو من رس لے کر راب وغیرہ بنالیں گے تو ایسی تجارت جائز ہے یا نہیں راب کی تجارت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) رس کا خریدنا رس کے موجود ہونے سے پہلے کسی طرح درست نہیں ہے نہ بطریق بیع مطلق نہ بطریق بیع سلم اس لئے کہ بیع مطلق میں مبیع کا موجود ہونا شرط ہے معدوم کی بیع درست نہیں ہے۔ اور بیع سلم کے جواز کی شروط میں سے یہ بھی ہے کہ مبیع بوقت معاملہ منقطع نہ ہو بلکہ اس شہر کے بازاروں میں موجود ہو۔ ولا فی منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق ولو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یجز فی المنقطع درمختار. وفی الشامی عن الهدایة ولا یجوز السلم حتی یکون المسلم فیه موجودا من حین العقد الی حین المحل. الخ پس معلوم ہوا کہ تجارت رس کی بطریق مذکور فی السوال درست نہیں ہے۔ البتہ جس وقت رس کی موجودگی ہو اس کی بیع وشراء خواہ بطریق بیع مطلق اور خواہ بطریق بیع سلم بشرائط صحیح ہے۔ اور راب کی تجارت بطریق بیع سلم صحیح ہے۔ کیونکہ راب غالبا بازاروں میں اور تاجروں کے پاس موجود رہتی ہے۔ پس باقی شرائط سلم کو ملحوظ رکھ کر معاملہ بیع سلم کا راب میں کرنا صحیح ہے وہ شرائط یہ ہیں کہ قیمت پیشگی دیجاوے اور وقت لینے کا اور جگہ لینے کی مقرر کرلی جاوے اور نرخ قطعی طور سے فی الحال مقرر کرلیا جاوے اور وصف وجنس اور نوع مبیع کی بیان کردی جاوے۔ درمختار میں

ہے۔ وشرط بیان جنس ونوع وصفة وقدر واجل واقله شهر و بیان قدرؔ راس المال وبیان مکان الایفاء الخ۔

بیع سلم کی بعض شرائط

(سوال ۱۱۶۱) بیع سلم میں مسلم فیہ کا موجود رہنا من حین العقد الی انقضاء العقد اسی شہر میں جس میں عقد واقع ہوا ہے ضروری ہے یا نہیں اگر مسلم فیہ نوع دیگر ہو اور عقد پورا ہونے تک موجود نہ رہتا ہو بلکہ دوسری قسم کا موجود رہتا ہے تو عقد سلم جائز ہو گا یا نہیں۔

(الجواب) جس نوع پر عقد سلم وارد ہوا ہے اس نوع کا اس شہر میں جس میں عقد ہوا ہے باقی رہنا وقت عقد سے دینے کے وقت تک ضروری ہے در مختار میں ہے۔ ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق ولوانقطع فی اقلیم دون اٰخر لم یجز فی المنقطع الخ ای المنقطع فیه شامی وشرطه بیان جنس ونوع الخ درمختار۔

سلم در روغن زرد جائز است بشرائط

(سوال ۱۱۶۲) در روغن زرد بیع سلم جائز ست یا نہ؟

(الجواب) سلم در روغن زرد اگر نرخ ومدت معین باشد جائز است۔

بیع سلم کی ایک صورت

(سوال ۱۱۶۳) اگر کوئی جنس اس وقت مثلاً دس سیر کے نرخ سے فروخت ہوتی ہے اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو دس روپیہ اس وقت دیدو میں چھ ماہ میں تم کو بارہ سیر کے حساب سے دیدوں گا۔ اس طریقہ پر معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں اور اس معاملہ میں کیا شرائط ہیں؟

(الجواب) یہ جائز ہے بشرطیکہ جنس و نرخ بالکل اسی وقت طے ہو جاوے اور قیمت کل اسی وقت لے لی جاوے۔ یہ معاملہ بیع سلم یعنی بدہنی کا ہے اس کی شرائط یہ ہیں کہ جنس ونوع ووصف غلہ بتلادیا جاوے مثلاً یہ گندم فلاں قسم کے اس نرخ سے فلاں وقت فلاں جگہ لوں گا۔ واللہ اعلم

بغیر تعین نرخ جائز نہیں

(سوال ۱۱۶۴) زید نے عمر کو مبلغ پچیس روپیہ اس شرط پر دیئے کہ فصل اگھن میں جس نرخ سے دھان فروخت ہوگا اس نرخ سے دھان دیدینا ایسی بیع سلم شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب شرائط صحت سلم سے یہ بھی ہے کہ نرخ معین کر لیا جاوے اس طرح نرخ کو مجہول چھوڑنا کہ فصل اگھن میں جس نرخ سے دھان فروخت ہوگا اسی نرخ سے دھان دیدینا یہ درست نہیں ہے۔ ولا

بمکیال وذراع مجھول الخ. درمختار. واللہ اعلم

بیع سلم میں تعین نرخ ضروری ہے

(سوال ۱۱۶۵) جب کہ فصل کو ایک برس یا چھ مہینے کا عرصہ باقی ہے تو کسی کو اس شرط پر روپیہ دیں کہ فصل میں فی روپیہ ایک من یا آدھ من یا جو نرخ اس وقت ہو فلاں غلہ لیں گے۔ اگر یہ شرط کریں کہ اگر اس وقت دو روپیہ من بکے گا تو ہم پونے دو روپیہ من لیں گے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بیع سلم کے جواز کے لئے چند شرائط ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ وہ چیز جس میں سلم کی ہے بازار میں موجود ہو اگرچہ اس کی فصل نہ آئی ہو۔ مثلاً ابھی فصل گندم کی نہیں ہے اور فرض کرو کہ ابھی بوئی بھی نہیں گئی تو اس میں سلم کرنا اس وقت صحیح ہے کیونکہ بازاروں میں گندم ہمیشہ ملتے ہیں و قس علیہ۔ اور ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ نرخ مقرر کرے۔ مثلاً ایک روپیہ من یا دو روپیہ من۔ پس اس طرح جائز نہیں کہ جو نرخ اس وقت ہوگا تو اس کے موافق لوں گا۔ اور اسطرح بھی صحیح نہیں ہے کہ اگر اس وقت دو روپیہ من غلہ کا نرخ ہوگا تو ہم تم سے پونے دو روپیہ من لیں گے، بلکہ چاہئے کہ نرخ اس وقت مقرر کردے۔ اگر نرخ معین نہ کیا اور حوالہ اس وقت کے نرخ پر کیا تو بیع حرام اور ناجائز ہو جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیسوں اور گنی وغیرہ میں بیع سلم صحیح ہے

(سوال ۱۱۶۶) یہاں اس طرح سے بیع سلم ہوتی ہے کہ ایک شخص کو چند روپیہ دیدیئے تم لو اور بعوض روپیہ ایک ماہ یا دو ماہ میں فی روپیہ بیس یا بائیس آنہ کے پیسے دینے ہوں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ پیسے کو جنس غیر تصور کر کے سلم جائز ہے یا نہیں۔ اس ناچیز کے خیال میں جنس غیر ہرگز تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا نرخ سرکار نے مقرر کردیا ہے؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار فی بیع السلم **ویصح فیما امکن ضبط صفة** الخ کمکیل وموزون الخ وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس الخ. وفی الشامی فی باب الربو سئل الحانوتی عن بیع الذھب بالفلوس نسیئة فاجاب بانه یجوز اذا قبض احد البدلین الخ. ان عبارات سے واضح ہے کہ سلم فلوس میں صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیع سلم کی چند صورتیں

(سوال ۱۱۶۷) مثلاً ہم نے کسی کو مبلغ بیس روپیہ پیشتر دیئے اس سے فصل پر گندم کا نرخ تین من کا ٹھیرا لیا ہے یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) پیشگی روپیہ دے کر فصل پر گندم بہ نرخ معین لینا درست ہے اس کا نام شرع میں بیع سلم ہے جس کو عرف میں بدھنی کہتے ہیں۔ شرعاً اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں وہ پوری ہو جاویں تو یہ معاملہ

درست ہے۔ ان شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ جو غلہ لینا ہو اس کی جنس و نوع وصفت اس وقت بیان کریں کہ اگر مثلاً گندم لیتے ہوں تو یہ طے ہو جاوے کہ فلاں قسم کے گندم ایسے وصف کے لوں گا دوسرے وقت لینے گندم کا معین کیا جاوے کہ فلاں مہینے فلاں تاریخ کو گندم لوں گا۔ تیسرے نرخ اس وقت طے کر لیا جائے خواہ جس قدر طے ہو مثلاً اس وقت نرخ آٹھ سیر کا ہے تو تیرہ سیر یا چودہ سیر اگر نرخ پختہ کر لیا جاوے تو یہ درست ہے۔ چوتھے یہ بھی معین کیا جاوے کہ کس جگہ گندم وصول کئے جاویں گے وغیرہ۔ ان سب باتوں کا اگر لحاظ رہے تو معاملہ مذکورہ درست ہو جاوے گا ورنہ نہیں۔ کذا فی کتب الفقه. واللہ اعلم

فصل فی البیع بالوفاء
(بیع بالوفاء کا بیان)

بیع بالوفاء کا حکم

(سوال ۱۱۶۸) ایک انجمن اسلامیہ کے کارکنان نے وقف کے سرمایہ سے دو مکان بیع بالخیار کے نام سے بقید مدت دو سال خرید کئے اور قبضہ بائع کا بحیثیت کرایہ دار باقی رکھا۔ پھر اسی جائداد پر جس کو بطور بیع بالخیار خرید کیا تھا کارکنان انجمن نے بائعان کی تحریک پر دیا اور اس کی بھی دستاویز لکھائی ہے۔ اب فرمائیے کہ یہ بیع ہے یا رہن ہے یا جو کچھ ہو تحریر فرمائیے۔

(الجواب) وہ مکانات جو انجمن اسلامیہ کے کارکنان نے بیع بالخیار کے نام سے خرید کئے ہیں یہ بیع بالوفاء ہے اور اس میں فقہاء کا بہت اختلاف ہے بعض رہن کہتے ہیں اور بعض بیع کہتے ہیں اور پھر یہ کہ بیع صحیح ہے یا بیع فاسد اوفق وانسب یہ ہے کہ یہ بیع ہے کیونکہ الفاظ بیع وشراء کے اس میں موجود ہیں پھر اگر بیع کے وقت اور بیع کے اندر شرط واپسی کی گئی ہے تو بیع فاسد ہے۔ کما ورد نهی عن بیع وشرط. اور اگر بعد تمامی بیع وایجاب وقبول کے شرط واپسی کی گئی ہے تو بیع صحیح ہے اور یہ شرط ایک وعدہ ہے جس کی وجہ سے بیع میں کچھ خرابی نہیں آتی ہے۔ بہر حال جب کہ یہ معاملہ بیع ہے تو کرایہ مکانات کا جو بائعان سے حاصل ہو ادرست ہے اور جب تک واپسی مکانات کی ہو کرایہ لینا درست ہے پس جب کہ یہ کرایہ جائز ہوا تو کارکنان پر الزام سود لینے کا یا حرام کو حلال کرنے کا نہیں ہے اور ایسے مسئلہ مختلف فیہا میں جس میں راجح بیع ہوتا ہے تفسیق وتضلیل مباشر عقد مذکور کی جائز نہیں ہے۔ در مختار بیان بیع بالوفاء میں ہے۔ وقیل بیع یفید الا نتفاع به وفی اقالته شرح المجمع عن النهایة وعلیه الفتوی وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رهنا ثم ان ذکر اللفسخ فیه اوقبله اوزعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا ولو بعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به الخ قال فی الشامی قوله وقبل بیع الخ هذا محتمل لاحد القولین الاول انه بیع صحیح مفید لبعض احکام من حل الانتفاع به الا انه لا یملك بیعه قال الزیلعی فی الاکراه و علیه الفتوی الثانی القول الجامع لبعض المحققین انه فاسد فی حق بعض الاحکام حتی ملك کل منها الفسخ صحیح فی حق بعض.

الاحکام کحل الانزال ومنافع المبیع ورھن فی حق البعض حتی لا یملك المشتری بیعه من اخر ولا رھنه الخ. قال فی البحر وینبغی ان لا یعدل فی الافتاء عن القول الجامع وفی النھر والعمل فی دیار نا علی مارجحه الزیلعی الخ شامی جلد رابع ص ۲۴۷

مسائل متفرقہ متعلقہ بیوع

وی پی سے مال بھیجنے کا حکم

(سوال ۱۱۶۹) تاجران کتب خریداروں کی فرمائش پر ڈاک کے ذریعہ سے ویلو بھیجتے ہیں۔ اگر کتب ضائع ہو جاویں تو خریدار کے ذمہ تاوان یعنی کتب بائع کو دینا واجب و لازم ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو کس قاعدہ سے ؟

(الجواب) ظاہر یہ ہے کہ اہل ڈاک و ریلوے اس صورت میں وکلاء بائعین کے ہوتے ہیں پس جب تک مشتری کے پاس مبیع نہ پہنچے گی اس کے ذمہ قیمت لازم نہ ہوگی۔

بیع و شراء کی ایک خاص صورت

(سوال ۱۱۷۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد علی خاں و مظہر حسن خاں و سید محمد ضیاء الحق و مسماۃ نجم النساء چار شخصوں نے اولاً بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۰۸ء ایک جائداد کے دو سہام منجملہ سات سہام کے مسمی امداد الرحمٰن بالغ سے مشترکاً بحصہ مساوی خریدے پھر ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء کو اشخاص مذکورہ نے چار سہام اس ہی جائداد کے منجملہ سات سہام کے مسمی عباد الرحمٰن بالغ سے مشترکاً بحصہ برابر مول لئے اور ایک سہام منجملہ سات سہام کے سکندر علی نے بلقیس بیگم سے ۱۳ اگست ۱۹۰۸ء کو خرید کیا۔ ہر چہار مشتریان چھ سہام کے جو بذریعہ بیعنامہ ۱۱ و ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء خریدے گئے تھے ایک تقسیم نامہ لکھا گیا جس میں ہر ایک شریک کا ڈیڑھ ڈیڑھ سہام قائم ہو کر چار قطعہ معین ہوگئے جو محمد علی کو اور مظہر علی خاں و سید ضیاء الحق نے تو محکمہ رجسٹری میں تصدیق کرادیا۔ لیکن مسماۃ احد المشتریہ نے تقسیم نامہ مذکورہ کسی وجہ سے تصدیق نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے ہر یک شریک کا حصہ جدا جدا تقسیم نہ ہو سکا۔ بعدہ احمد علی خاں برادر محمد علی خاں نے بیعنامہ دو سہام کا منجملہ چار سہام فروخت شدہ ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء کے ایک شخص مسمی فیض الرحمٰن سے بنام اپنے لکھالیا۔ بعدہ احمد علی خاں مر گیا اب محمد علی خاں یہ کہتا ہے کہ بیعنامہ ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء بابت چار سہام کے بنام چاروں مشتریاں کے ناجائز ہوا۔ عباد الرحمٰن خاں نے ہم کو دھوکا دے کر چار سہام کا بیعنامہ کیا ہے در حقیقت وہ مالک دو سہام کا تھا اس لئے میں ایک سہام کا تو بذریعہ شراء اور دو سہام کا ذریعہ ارث برادری کے مالک ہوں اور باقی تین شرکاء بھی ایک سہام کے مالک ہیں ڈیڑھ ڈیڑھ سہام کے مالک نہیں ہیں۔ ہر سہ شرکاء بقیہ یہ کہتے ہیں کہ جب محمد علی خاں نے چار سہام شرکت باقی تین مشتریاں کے بحصہ برابر خریدی تو اس خرید کے ذریعہ سے عباد الرحمٰن بائع کی ملکیت محمد علی خاں نے تسلیم کرلی اور سب شرکاء کا مساوی حصہ ہے بقدر ڈیڑھ ڈیڑھ سہام کے تسلیم کرلیا اور پھر اقرار نامہ میں بھی ڈیڑھ ڈیڑھ سہام کے تسلیم کرلیا۔ اب ہر یک شریک کے ڈیڑھ ڈیڑھ سہام سے محمد علی خاں کو انکار جائز نہیں ہے۔ مظہر حسن خاں احد الشرکاء نے جو نالش تقسیم ڈیڑھ ڈیڑھ سہام

بنام تین شریکوں کی کی تھی تو محمد علی نے وہی عذر پیش کئے بالآخر عدالت دیوانی سے یہ تجویز ہوئی (بیعنامہ مصدقہ ١٦ اگست ١٩٠٨ء اقراری عبادالرحمٰن میں خود محمد علی خاں مدعا علیہ زمرہ مشتریاں میں داخل ہے اور شرعاً بیعنامہ عاقدین پر حجت ہے اس لئے وہ محمد علی خاں پر بھی حجت ہے پس جس طرح محمد علی خاں مدعا علیہ نے بذریعہ بیعنامہ عبادالرحمٰن خاں بالغ چہار سہام مملوک ہونا تسلیم کئے اسی طرح ان چاروں سہام میں سے ہر۔ ہر مشتری کی ملک بقدر ایک ایک سہم تسلیم کرلی۔ اب اس سے انحراف کا مدعا علیہ مذکور کو کوئی حق نہیں انکار بعد الاقرار شرعاً معتبر نہیں ہے اس کے ساتھ تقسیم نامہ مصدقہ ١٦ اگست مشمولہ مسل میں محمد علی خاں مذکور نے ہر ہر شریک کا ڈیڑھ ڈیڑھ سہام بالتصریح تسلیم کرلیا اب اس کا مدعی کو ایک سہم کا مالک بنانا محض اتلاف پر مبنی ہے اس لئے دعوی مہاجن نسبت دخل یابی ڈیڑھ سہام کے منجملہ سات سہام کے بذریعہ تقسیم وعلیحدگی حصہ مدعی اور چہار سہام مشترک بنام مدعا علیہم ڈگری ہو۔

(١) ان کی ملکیت کسی شخص کا اقرار ملکیت شخص مذکور کے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(٢) بیعنامہ عاقدین پر شرعاً حجت ہوتا ہے یا نہیں؟

(٣) محمد علی خاں کو شرعاً یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اس بیعنامہ کو کہ جس میں خود بھی مشتری ہے اور اقرارنامہ کو جو بحق ہر سہ مشتریاں وہ تحریر و تکمیل کراچکا ہے باطل و ناجائز قرار دیکر ہر سہ مشریان دیگر کی ملکیت ڈیڑھ ڈیڑھ سہام سے بعد اقرار کے انکار کر سکے؟

(٤) دعوی مدعی میں تناقض و فساد ہے یا نہیں؟

(٥) نالش مدعی میں استیناف دعوی بعد الحکم ہے کہ نہیں؟

(الجواب) اگر درحقیقت عبادالرحمٰن مالک چھ سہام کا نہ تھا صرف دو سہام کا مالک تھا اور اس نے بطریق ناجائز دوسرے شخص کی ملک کو بیع کر دیا تھا تو اس سے ملک عبادالرحمٰن کی ثابت نہیں ہوتی اور دو سہام مملوکہ غیر کی بیع بلا اجازت اس غیر کے باطل ہے محمد علی خاں کا دعوی ارث اس صورت میں صحیح ہے اور مشتری بننا اس کا سبب بطلان حق ارث نہ ہوگا کیونکہ وہ پہلے بیع و شراء جو ملک غیر کے متعلق ہوئی سب ناجائز و باطل ہے۔ **قال فی الشامی ان الحق لا یسقط بتقادم الخ فلا تسمع الدعوی فی هذه المسائل مع بقاء الحق فی الأخرة ولذا لواقربه الخصم یلزمه. الخ. وفیه بعدا سطر فقد قالوا یعذر الوارث والمتولی بالتناقض للجهل فی موضع الخفاء.** اس عبارت سے جملہ سوالات مستفسرہ کا جواب حاصل ہوگیا کہ اگر درحقیقت عبادالرحمٰن نے دھوکہ دیا ہے اور غیر کے حق کو بیع کر دیا تو وہ بیع و شراء کالعدم ہے اور محمد علی خاں کا حق وراثت قائم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو دوا نسخوں کے مطابق تیار نہ کی گئی ہو اس کی فرخت کا حکم

(سوال ١١٧١) جو نسخے کتب طب میں لکھے ہیں ان کے موافق ادویہ تیار نہیں کی جاتیں بلکہ جو دوا زیادہ قیمت کی ہوتی ہے یا تو بالکل نہیں ڈالتے اگر ڈالتے ہیں تو مقدار سے بہت کم ڈالتے ہیں اکثر خریدار اس سے

واقف بھی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خرید کرتے ہیں۔ کیا عرف کی وجہ سے درست ہو جاوے گی یا نہیں۔ جو شخص اصلی کتاب کے موافق تیار کر کے نرخ عام سے گراں فروخت کرنا چاہتا ہے اس کا فروخت نہیں ہوتا بہت کم فروخت ہوتا ہے مثلاً شربت بنفشہ ہمارے یہاں پر ۲ تولہ سے بھی کچھ زائد ملتا ہے کتاب کے موافق تیار کریں تو ۲ تولہ سے کم پڑے گا۔

(الجواب) بقاعدہ بیع وشراء تو یہ ہے کہ جو شربت وغیرہ کسی قسم کا دوکان سے دوکان پر تیار ہے خریدار جب کہ اس موجودہ شربت وغیرہ کو پیسہ کا دو تولہ لینے پر راضی ہے بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور وہ قیمت بائع کے حق میں حلال ہو گی۔ اگرچہ وہ شربت پوری طرح طبی کتب کے مطابق نہ ہو۔ مثلاً اوزان ادویہ یا تعداد ادویہ پوری نہ ہو مگر یہ امر بائع کے حق میں بے شک اچھا نہیں ہے کہ خریدار یہ سمجھتے ہوں کہ یہ شربت یا دوا موافق طبی کتب کے ہے اور واقع میں نہ ہو اس میں فی الجملہ دھوکہ ہی پایا جاتا ہے احتیاط کی بات یہ ہے کہ نسخہ مطابق کتب کے تیار کرے یا مشتریان سے کہہ دے کہ یہ پورا مطابق کتابوں کے نہیں ہے۔

طبیبوں کی دواسازی کے مروّج طریقہ کا حکم

(سوال ۱۱۷۲) بعض طبیب مرض کے واسطے خود نسخہ تیار کر کے دیتے ہیں اور قیمت اس طرح سے مانگ لیتے ہیں کہ تمہارا مرض کے واسطے مثلاً پانچ روپیہ کا نسخہ تیار ہو گا جب نسخہ تیار کر لیتے ہیں تو مریض سے پوشیدہ کر کے کچھ دوا آپ رکھ لیتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی عرف ہے اکثر جانتے ہیں کہ یہ ضرور رکھیں گے مگر بضرورت تیار کراتے ہیں۔ طبیب کہتے ہیں کہ ہماری چہارم مشہور ہے بلکہ بعض طبیب کچھ رقم رکھ لیتے ہیں زید کہتا ہے کہ اگر مقدار دوا کی بتلادی جاوے کہ پانچ روپیہ میں اس قدر تیار ہو گی یا اتنی آوے گی تب تو جائز ہے ورنہ حرام ہے۔

(الجواب) اس کے جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ طبیب جس وقت مثلاً پانچ روپیہ لیوے اس وقت معاملہ بیع وشراء نہ کرے بلکہ جس وقت دوا تیار کر کے دے اس وقت یہ کہے کہ پانچ روپیہ کی اس قدر دوا جو تمہارے سامنے ہے میں نے دی ہے اور مریض اس کو منظور کرے معاملہ صحیح ہو جاوے گا۔

مال حرام سے خریدی ہوئی دیگ اگر کافر سے مسلمان خریدے

(سوال ۱۱۷۳) رنڈی نے اپنے روپیہ سے ایک دیگ خریدی پھر اس کو ایک مہاجن کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور اس مہاجن سے ایک مسلمان نے خرید لی۔ اب اس دیگ کو اگر سب مسلمان اپنے روپیہ سے اس مسلمان سے خرید لیں تو درست ہے یا نہیں۔

(الجواب) اس صورت میں خریدنا اس دیگ کا اور مسجد میں لگانا اور اس پانی سے وضو وغسل کرنا نمازیوں کو درست ہے کیونکہ وہ مہاجن اس دیگ کا مالک ہو گیا تھا اس سے جس مسلمان نے خریدی اس کی بیع صحیح ہو گئی پھر اس مسلمان سے خریدنا بھی صحیح ہوا۔ **کما ھو ظاھر۔ واللہ اعلم**

تجارت کی ایک اور صورت کا بیان

(سوال ۱۱۷۴) زید تجارت کرتا ہے کبھی کبھی ایسے خریدار بھی آتے ہیں ان کو دس پانچ چیزیں خریدنا پڑتا ہے خریدار مذکور مول کرنے میں واجب قیمت سے بھی کچھ گھٹا دیتے ہیں اور زید اس خیال سے کہ دوسری چیز میں ہم قیمت بڑھالیں گے راضی ہو جاتا ہے اور اس کی کمی کو دوسری چیز کی قیمت میں پوری کر لیتا ہے یہ طریقہ زید کا تجارت میں درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ طریقہ زید کا تجارت میں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسروقہ روپے کے منافع واجب التصدیق ہیں

(سوال ۱۱۷۵) ایک شخص نے کسی کا روپیہ چوری کیا اور اس روپیہ مسروقہ سے تجارت کی اور نفع ہوا تو اس منافع کا مالک کون ہوگا اور صدقہ کرنا نفع کا واجب ہے یا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نفع کا مالک سارق ہے اور صدقہ کرنا اس کا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

نرخ طے کر لینے سے بیع مکمل نہیں ہوتی

(سوال ۱۱۷۶) زید سے عمرو کوئی جنس خریدتا ہے نرخ طے ہو گیا چونکہ عمرو باہر کا رہنے والا ہے اس لئے زید نے اس کو ادھار نہیں دیا اور یہ بات قرار پائی کہ جس جنس کا نرخ طے ہو گیا ہے وہ خالد کے پاس امانتاً رکھدی جاوے اگر عمرو نے آٹھ یوم کے اندر روپیہ ادا کر دیا تو جنس اس کو دیدی جاوے گی ورنہ زید واپس کر لے۔ چنانچہ جنس خالد کے پاس رکھ دی جائے گی اور عمر اپنے شہر چلا گیا دو تین ہی روز بعد خالد نے جنس مذکور فروخت کرنا شروع کر دی اب زید کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ وہ اپنی جنس کو واپس لے لے اور عمر کے ہاتھ فروخت نہ کرے کیونکہ اس کی جانب سے بد عہدی ہوئی بینوا توجروا؟

(الجواب) اس صورت میں نرخ طے ہوا تھا بیع نہ ہوئی تھی کیونکہ ایجاب و قبول بیع کا اور تبادلہ عوضین کا بتراضی طرفین ابھی نہیں ہوا تھا لہذا تصرف کرنا خالد کا بلا اجازت زید ناجائز ہوا زید کو حق ہے کہ وہ اپنی کل جنس امانتی واپس لے لے اور عمر کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیع میں دھوکہ دینے کا حکم

(سوال ۱۱۷۷) زید و عمر کسی جائداد میں شریک ہیں۔ عمر نے مثلاً دس روپیہ قیمت میں جائداد مذکورہ بکر کے ہاتھ فروخت کرنے کا قصد کیا اور زید بھی راضی ہو گیا۔ اس اثناء میں یہ خریدار جاتا رہا اور دوسرا خریدار آیا۔ اب عمر نے زیادہ قیمت مثلاً بارہ روپیہ مانگے دلال نے کہا کہ موجودہ خریدار کا فلاں رشتہ دار جو اس کا معتمد علیہ ہے اور اس کے سمجھانے سے معاملہ کرتا ہے اگر اس کو ایک روپیہ دیا جاوے تو بارہ روپیہ قیمت مل سکتی ہے آیا دلال کو حق سعی کے ضمن میں اس قدر دیا جاوے کہ وہ اس میں خریدار کے معتمد کو بھی راضی کرے اور

اپنا حق سعی بھی بچالے اور معاملہ بارہ روپیہ پر طے ہو جاوے۔ صورت مذکورہ اور بیع جائز ہو گی یانہ ؟
(الجواب) بیع تو صحیح ہو جاوے گی لیکن طریق مذکور غرر اور ضرر رسانی مسلمان کی ہے اور حدیث شریف میں ہے۔

فلوس مروّجہ میں بیع سلم کا حکم

(سوال ۱۱۷۸) دوسو درہم شرعی کا حساب انگریزی روپیہ سے کیا ہے فلوس مروجہ عددی ہیں یاوزنی اور ان میں بیع سلم جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) حساب صحیح درہم کے وزن کا یہ ہے کہ سات مثقال کو برابر دس درہم کے لیا جاوے جو کہ وزن سبعہ ہے جس کو فقہاء نے معتبر رکھا ہے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے پس سات مثقال ۳۱$\frac{1}{2}$ ماشہ کے برابر ہوئے اس کو دس پر تقسیم کرنے سے ایک درہم کا وزن ۳ ماشہ ۱$\frac{1}{5}$ رتی ہوتا ہے پس دوسو درہم برابر ۵۲$\frac{1}{2}$ تولہ کے ہیں۔ فلوس عددی ہیں۔ بیع سلم کرنا ان میں درست ہے جس طرح چاہے کرے یعنی ایک روپیہ کے جس قدر پیسے چاہے ٹھیرالیوے مگر روپیہ دینے کے وقت پیسوں کی شمار مقرر کرلے۔ مثلا ایک روپیہ کے سو پیسے انگریزی لونگا اور وقت وصول وغیر مقرر کرلے۔

ادھار کی وجہ سے قیمت زیادہ کرنے کا حکم

(سوال ۱۱۷۹) اگر مال نقد خریدنے والوں کو کم نرخ سے دیا جاوے اور قرض لینے والوں کو زیادہ نرخ سے دیا جاوے تو درست ہے یا نہیں ؟
(الجواب) یہ جائز ہے۔

ادھار کی وجہ سے قیمت زیادہ کرنے کا حکم

(سوال ۱۱۸۰) ادھار غلہ اس طرح دیتے ہیں کہ غریبوں کو اضطراری ہوتی ہے جو غلہ فی من چار روپیہ (للعہ) نقد بازار میں بکتا ہے وہ ادھار میں چھ سات روپیہ من کا دیتے ہیں۔ اور بیع سلم بھی ایسی گراں ہوتی ہے کیا اتنا گراں دینا درست ہے ؟
(الجواب) اجل کی وجہ سے زیادہ ثمن معروف ہے۔ کما فی الشامی الاتری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل لیکن بہت زیادتی کرنا ثمن میں اجل کیوجہ سے خلاف مروت ہے اور مذموم ہے اور عبارت درمختار جو مجیب نے نقل کی ہے وہ یہ مسئلہ نہیں ہے کیونکہ اصل عبارت درمختار یہ ہے۔ شراء الشئی الیسیر بثمن غال لحاجة القرض یجوز ویکره. اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی سے قرض لیا۔ پھر اس دباؤ میں قرض دینے والا جلد تقاضہ نہ کرے یا اس وجہ سے کہ قرض میں زیادتی حرام اور ربوٰ ہے مستقرض مقرض سے شئی یسیر ثمن غالی کے عوض خریدے جیسا کہ شامی میں ہے۔ وهذا لو الشراء بعد القرض الخ اسی طرح بیع سلم میں جو نرخ مبیع کا مقرر کرلیوے بعد تحقق شرائط سلم جائز ہے۔ اور یہ امر خارج ہے کہ اگر اس

سے قصد اضرار ناس ہے تو حکام ایسی بیع سے روک دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ادھار کی وجہ سے قیمت زیادہ کرنے کا حکم

(سوال ۱۱۸۱) بازار میں ایک غلہ کا نرخ چودہ سیر ہے اور جو شخص ادھار خریدے اس کو بارہ سیر کے حساب سے فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) بوجہ ادھار کے بارہ سیر فروخت کرنا اس کا درست ہے جیسا کہ کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ **الا تری انه یزاد الثمن لاجل الاجل.** واللہ اعلم

مالک کی بتائی قیمت سے زیادہ دام اصول کرنا

(سوال ۱۱۸۲) زید نے دوکان کر رکھی ہے اس کی دکان پر بکر نے آکر کچھ صابون کے بکس فروخت کرنے کو دیئے اور کہا کہ ان کو دو روپیہ فی بکس فروخت کر ڈالو۔ تم کو اس کے عوض پانچ روپیہ سیکڑہ کمیشن ملے گا۔ اب زید نے بجائے دو روپیہ کے دو روپیہ دو آنے کو فروخت کرنا شروع کئے۔ حالانکہ بکر نے دو روپے فی بکس کی اجازت دی ہے۔ اب امیر بخش اس کی دوکان پر ملازم ہوا۔ اس کو بھی فی بکس دو روپیہ دو آنے فروخت کرنے پڑے اور وہ دو آنے زید اپنے پاس رکھتا ہے اور امیر بخش کو معلوم ہے کہ بکر کی اجازت دو روپیہ کو فروخت کرنے کی ہے تو امیر بخش زید کی دوکان پر ملازم ہوا۔ اس کی تنخواہ کہانی درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اول تو زید کو دو روپیہ دو آنہ فروخت کرنا نہیں چاہئیے۔ جبکہ اس کے مالک کی اجازت دو روپیہ کو فروخت کرنے کی ہے اور پھر اگر دو روپیہ دو آنے کو فروخت کرے تو وہ پوری قیمت بکر کو جو مالک ہے دینی چاہئیے اور صرف کمیشن پانچ روپیہ سیکڑہ لینا چاہئیے۔ پس امیر بخش کو جو ملازم زید کا ہے اس خیانت میں زید کا شریک ہونا درست نہیں حرام ہے اگر وہ ملازمت زید کی کرے تو صاف کہہ دے کہ میں خیانت میں شریک نہ ہوں گا اور اسی قیمت پر فروخت کروں گا جو مالک کی اجازت ہے۔ اگر زید اس طرح امیر بخش کو نوکر رکھنے پر راضی نہ ہو تو ملازمت اس کی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی بیع الصرف
بیع صرف یعنی سونے چاندی کی خرید و فروخت

نوٹ کی بیع و شراء کمی زیادتی کے ساتھ

(سوال ۱۱۸۳) اذا باع باکثر من القیمت التی کتب فیه الی الاجل جاز ام لا۔

(الجواب) بیع اس کی زائد و کم کو اس مقدار سے جو اس کے اندر تحریر ہے درست نہیں اور در حقیقت اس بیع نہیں ہو سکتی بلکہ بطریق حوالہ اس کا انتقال ہوتا رہتا ہے۔ شامی میں تحت شرح اس قول در مختار کے بیع البراء ات التی یکتبها الدیوان علی العمال لا یصح مذکور ہے۔ قلت و عبارة الصیر فیة هکذ سئل عن بیع الخط قال لا یجوز قال فانه لا یخلوا اما ان باع مافیه اوعین الخط لاوجه للاول لانه بیع مالیس عنده ولا وجه للثانی لان هذا القدر من الکاغذ لیس متقوما الخ پس دفع ہوا ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ یہ کاغذ مال ہے اور بیع اس کی جس طرح کرے اور وہ جو بعض کتب میں مذکور ہے کہ ایک ورق کاغذ کا ہزار روپیہ میں فروخت کر سکتا ہے استدلال اس روایت سے۔ اس موقع پر صحیح نہیں ہے کیونکہ غرض اس سے یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز جس قیمت کو چاہے فروخت کرے اور مشتری کا اختیار ہے کہ جس قیمت کا چاہے لیوے لیکن یہ جب ہے کہ غرض بائع و مشتری کی بیع کرنا اور خرید اس کاغذ کا ہو اور وہ کاغذ خود مال سمجھا جاتا ہو حالانکہ نوٹ میں قطع نظر اس کی سند اور وثیقہ ہونے کے فی حد ذاتہ اس کی قیمت اس رقم تحریر شدہ کو کوئی نہیں سمجھتا نہ بائع کی یہ عرض ہے نہ مشتری کی اگر نوٹ کا وثیقہ اور سند سرکاری ہونے سے قطع نظر کرلی جاوے اور وہ سند سرکاری نہ ہو تو کوئی شخص اس کو ایک روپیہ کو بھی نہ خریدے اگر فی حد ذاتہ مال ہوتا تو اس کے چاک کر دینے سے اور دریا میں پھینک دینے سے اور کسی طریق سے ہلاک کر دینے سے چاہئیے کہ وہ مال ضائع ہو جاوے جیسا کہ جملہ اموال کا حال ہے مثلاً اگر کوئی اپنے زرو سیم کو سمندر میں ڈالدے ظاہر ہے کہ مال اس کا ضائع ہوا اور اب کوئی صورت اس مال کے ملنے کی بظاہر نہیں ہے بخلاف نوٹ کے کہ اس کے نمبر محفوظ کر کے چاک کر دیجئے ضائع کر دیجئے بعد طلب دوسری سند اس مقدار روپیہ کی سرکار سے مل جاوے گی یہ کیسی کوتاہ فہمی ہے کہ باوجود وضاحت اس مسئلہ کے پھر اس مال متقوم بحیثیت مذکور کہا جاتا ہے۔ زیادہ بسط و تفصیل کی حاجت نہیں ہے فہم کے لئے ایک نکتہ کافی ہے اور معاند کے لئے ایک دفتر بھی نافع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کچی کلابتوں کی بیع و شراء

(سوال ۱۱۸٤) کچی کلابتوں کی بیع و شراء ادھار اور کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: اس سوال کے ساتھ بعض علماء کا فتویٰ جواز کا بھی ملفوظ تھا جس کے رد کی طرف جواب میں اشارات موجود ہیں۔

لجواب) واضح ہو کہ کلابتوں کی بیع و شراء میں مذہب فقہاء حنفیہ کا یہ ہے کہ کلابتوں میں جس قدر سونا ندی ہو اس مقدار میں بیع نسیئہ نہ کی جاوے بلکہ اس کی ثمن فی الحال دی جاوے پھر اگر ثمن اس جنس سے ی جاوے جو کلابتوں میں ہے۔ مثلاً اس میں چاندی ملی ہوئی ہے اور چاندی ہی ثمن میں دی جاوے تو اس میں ضرور ہے کہ چاندی ثمن کی اس چاندی سے زیادہ ہو جو کلابتوں میں ہے۔ تاکہ مقابلہ و مساوات چاندی کی ندی سے ہو کر جو باقی رہے وہ مقابلہ میں دیگر جنس کلابتوں کے ہو جاوے۔ اور اگر غیر جنس کے ساتھ وخت کیا جاوے مثلاً کلابتوں سونے کا بعوض چاندی کے یا بر عکس تو اس میں مساوات متقابلین کی شرط نہیں۔ تہ بیع نقد ہونی چاہیے ادھار درست نہیں۔ چنانچہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے۔ قال فی الدر مختار والاصل انه متی بیع نقد مع غیره کمفضفض و مزر کش بنقد من جنسه شرط زیادة نمن فلو مثله او اقل او جهل بطل ولو بغیر جنسه شرط التقابض فقط۔ ومثله فی الهدایة وغیرها ل فی الشامی والثانی ای المزر کش فی العرف هوالمطرز یحیوط فضة او ذهب الخ۔ اور یہ ر کہ کلابتوں میں کس قدر چاندی ہے بنانے والوں کی عادت اور عرف سے معلوم ہو سکتا ہے اور دلیل اس سئلہ کی یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے۔ لا تبیعو الذهب بالذهب الا مثلا بمثل ولا تطغوا بعضها علی بض ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلابمثل ولا تشفوا بعضها علی بعض ولا تبیعوا منها غائبا بنا نز متفق علیه. (مشکوۃ کتاب الربوا) اس حدیث و نیز دیگر احادیث صحیحہ سے جو اس بارہ میں بالفاظ مختلفہ تقاربہ صحیحین وغیر ہما میں وارد ہیں جمہور فقہاء و محدثین نے استدلال کیا ہے کہ سونا و چاندی خواہ خالص ہو واہ مخلوط کمی بیشی متقابلین کے جنس واحد میں حرام ہے اور ادھار مطلقاً حرام ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے امام نوکانی نیل الاوطار میں اس پر اجماع نقل فرماتے ہیں۔ وعن ابی هریرة عن النبی ﷺ۔ قال الذهب الذهب وزنا بوزن مثلا بمثل. رواه احمد ومسلم والنسائی قوله الذهب بالذهب یدخل فی لذهب جمیع انواعه من مضروب و منقوش وجید وردی و صحیح و مکسر و حلی و تبرو خالص و مغشوش و قد نقل النووی وغیره الاجماع علی ذلك قوله والفضة بالفضة. یدخل فی .لك جمیع انواع الفضة کما سلف فی الذهب الخ ص ۵۲ ج ۵۔ نیل الاوطار۔ مجیب مجوزہ ربو یعنی مولوی حمید اللہ صاحب کی جرأت دیکھنی چاہیے کہ کیسی بے باکی سے کلابتوں کی بیع ادھار کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا حکم ایسا نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ سونے اور چاندی یا زیور وغیرہ کے بارہ میں ہے۔ ور بخاری شریف کی اس حدیث سے جواز استنباط فرماتے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حلہ سیراء کی بیع اجازت دی اور حلہ سیراء کی تفسیر ایسی کی کہ اپنا مطلب اس سے نکالا جاوے سو واضح ہو کہ اس قیاس و استنباط میں مجتہد صاحب موصوف نے سخت بھاری اور ظاہر غلطیاں کی ہیں۔ اور اپنے امام اور جمہور فقہاء و محدثین کا خلاف کیا ہے حلہ سیراء کی تفسیر میں جو عبارت قاموس کی مجتہد صاحب نے نقل کی ہے۔ وہ عبارت بھی غلط نقل کی اور مطلب بھی اس کا غلط لکھا جو قصداً اپنے مطلب کے حاصل کرنے کے لئے اس میں تغیر کیا ہے۔ یا بسبب عدم مہارت اور نہ دیکھنے کتب لغت و حدیث ایسی بھاری غلطی ہوئی ہے۔

واضح ہو کہ سیراء کے معنے مشہور و متعارف و مستعمل نزدیک اہل لغت کے خصوصا نزدیک محدثین ریشمی مخلوط یا خالص ریشمی کے ہیں۔ پس جب اس کے ساتھ حلہ کا لفظ بڑھایا جاتا ہے تو اس وقت سیراء کے معنے سوائے ریشمی کے اور کچھ نہیں لئے جاتے۔ چنانچہ مجمع البحار و تاج العروس شرح قاموس وغیرہ کی عبارات جو آگے درج ہیں ان سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ نیل الاوطار میں مجتہد صاحب کے امام شوکانی فرماتے ہیں۔ وعن علیؓ قال اهديت الى البنى ﷺ حلة سيراء فبعث الى فلبستها فعرفت الغضب فی وجهه فقال انی لم ابعث بها اليك لتلبسها انما بعثت بها اليك لتشققها خمرا بين النساء متفق عليه. والحديث يدل على المنع من البس الثوب المشوب بالحريروان لم يكن خالصا كما هوا لمشهور عندائمة اللغة وان كانت الحرير الخالص كما قال البعض فلا اشكال وقد رجع بعضهم انه الخالص. مجمع البحار میں ہے۔ السيراء نوع من البرد و يخالطه حرير كالسيور فهو فعلاء من السير القدومنه حديث اعطى عليا برد السيراء ص ۱۶۵ ج ۲۔ اب اصل عبارت قاموس کی لکھی جاتی ہے۔ جس میں مجتہد صاحب نے تحریف لفظی و معنوی کی ہے۔ والسيراء كالعنباء نوع من البرد وفيه خطوط صفراو يخاطه حرير والذهب الخالص. مجتہد صاحب نے بجائے۔ وفيه خطوط صفراء و يخالطه حرير کے ويخاطه حرير بنایا اور واو کا ہی ترجمہ کیا اور الذهب الخالص سے الف لام تعریف کا حذف کر کے ترجمہ میں اس کو حریر پر معطوف ہونا ظاہر کیا۔ حالانکہ والذهب الخالص کا عطف نوع من البرد کے اوپر ہے یعنی سیراء کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ چادر زرد خطوط کی یا اس میں ریشم بھی ہو۔ اور دوسرے معنے سیراء کے ذہب خالص کے بھی آتے ہیں۔

چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں اس مطلب کو خوب واضح کر دیا ہے۔ اور عطف کو صاف طور سے لکھ دیا ہے۔ لیکن مجتہد صاحب اپنے اجتہاد بے بنیاد کے سامنے کس کی سنتے ہیں۔

عبارت تاج العروس یہ ہے۔ والسيراء كا لعنباء ويسكن نوع من البرود. و قيل هو قوب سير فيه خطوط يعمل من القز كالسيور وقال الجوهری وهو بردفيه خطوط صفر. قال النابغه۔

صفراء كالسيراء اكمل خلقها كالغصن فی غلوا ئه المقاور

او يخالطه حرير وقيل هومن ثياب اليمن قلت وهوا لمشهور الآن بالمصنف وفی الحديث اهدى اليه اكيدر دومه حلة سيراء قال ابن الاثير هو نوع من البرود يخالطه حرير كالسيور وهی فعلاءمن السيرالقد قال هكذا اروی على هذه الصفة قال وقال بعض المتاخرين انما هو على الاضافة واحتج بان سيبويه قال لم يأت فعلاء صفة لكن اسماء وشرح السير والحرير الصافی ومعناه حلة حرير وفی الحديث اعطى عليا بردا وقال اجعله خمرا وفی حديث عمر رای حلة سيراء تباع والسيراء الذهب. وقيل هوالذهب الصافی الخالص تاج العروس شرح قاموس جلد ۳ ص ۲۸۷ صراح میں ہے۔ سيراء بالكسروالمد وفتح جامة باخطها زرد. نیل الاوطار میں بھی یہ عبارت جو تاج والعروس سے نقل کی گئی ہے منقول ہے۔ اور قاموس کی عبارت بھی

منقول ہے۔ اور پھر حلہ سیراء کے معنی وہی لئے ہیں جو جملہ شراح حدیث وائمہ لغت نے بیان کئے ہیں جیسا کہ عبارت منقولہ نیل الاوطار سے واضح ہے کہ حدیث حلہ سیراء کی نقل کر کے فرماتے ہیں۔ **والحدیث یدل علی المنع من لبس الثوب المشوب بالحریر الخ کما مر**۔ دیکھئے اس عبارت میں یہ دو احتمال تو بیان کیے کہ حلہ سیراء ثوب مخلوط بالحریر ہے۔ یا خالص حریر کا ہے ہے مگر سونے کا اختلاط ہونا نہیں لکھا۔ حالانکہ وہ عبارت قاموس و تاج العروس کی جو احقر نے نقل کی ہے ان کے پیش نظر ہے مگر مجتہد صاحب کو جو سوجھی وہ ان کے خیال میں بھی نہیں گزری۔

اس کے بعد مجتہد صاحب قلادہ کو اس کے معارض سمجھ کر تطبیق بیان کرتے ہیں اور اس کا سہل طریقہ یہ کہ حدیث سیراء ناسخ ہے اور وہ منسوخ۔ لیکن یہ خبر نہیں کہ نسخ کی ضرورت وصورت تعارض ہوتی ہے یا بلا تعارض بھی جب یہ معلوم ہوا کہ حلہ سیراء میں سونا چاندی نہیں ہوتی تو حدیث قلادہ سے اس کو تعلق اور کیا ضرورت نسخ کی رہی۔ اور اگر بالفرض حلہ سیراء کے معنی وہ بھی ہیں جو مجتہد صاحب نے لیے اور سونا چاندی ہونا اس میں مان لیا جاوے تو پھر بھی حکم بیع سے جو حضرت عمرؓ کو آنحضرت ﷺ نے دیا یہ نکالنا کہ ہر طرح بیع جائز ہے نہایت جہالت ہے۔

اگر سونے کی چیز کسی کو دے کر یہ کہا جاوے کہ اس کو بیچ کر فائدہ اٹھاؤ۔ کیا اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے جس طرح چاہو فروخت کرو۔ شرائط صحت بیع ونقدونسیہ کا لحاظ کرو یا نہ کرو **واستغفرو اللہ من ھٰذہ الجھالۃ والاجتھاد**۔ اور جب صریح احادیث سے سونے چاندی کی بیع نسیئہ حرام ثابت ہوئی تو ایسے احتمالات سے وہ نصوص صریحہ کیونکہ متروک ہو سکتی ہیں۔ یہ مجتہد صاحب ہی کا حوصلہ ہے معاذ اللہ اور آگے چل کر مجتہد صاحب کا یہ کہنا کہ اگر کلابتوں اور گوٹہ وغیرہ اس کی اصلیت ہی کے حکم پر رکھنا ٹھیک سمجھا جاوے جیسا کہ اکثر علماء نے سمجھ رکھا ہے تو پھر اس کی خرید و فروخت جائز ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں نکل سکتی الخ یہ دعوی مجتہد صاحب کا بھی محض بیہودہ اور غلط ہے۔ خود ان کے امام شوکانی کی ہی تحریر سے اس کی تغلیط معلوم ہوتی ہے فقہائے حنفیہ کا مذہب مع عبارات کتب احقر اوپر نقل کر چکا ہے۔

نیل الاوطار میں حدیث قلادہ نقل کر کے فرماتے ہیں۔ **والی العمل بظاھر الحدیث ذھب عمر ابن الخطاب وجماعۃ من السلف والشافعی واحمد واسحاق و محمد بن حکم المالکی وقالت الحنفیۃ والثوری والحسن بن صالح والعترۃ انہ یجوز اذاکان الذھب المنفرد اکثر من الذی فی القلادۃ ونحوھا لامثلہ ولا دونہ الخ جلد خامس ص ۵۹**

پس دعوی اتفاق مجتہد صاحب کے مغویہ خود ان کے امام کے قول سے ظاہر ہو گئی۔ علاوہ بریں یہ اختلاف بیع قلادہ میں بدون فصل کے اس صورت میں ہے کہ جنس متعاوضین ایک ہو یعنی قلادہ میں مثلاً سونا ہو اور سونے سے ہی اس کی بیع کی جاوے یا قلادہ میں چاندی سے ہی اس کو فروخت کیا جاوے اور جس صورت میں کہ قلادہ میں سونا اور چاندی سے اس کو بیع کیا جاوے یا برعکس تو پھر جواز بیع قلادہ کے لیے کسی کے نزدیک سونا چاندی علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اختلاف جنس متعاوضین کی صورت میں صریح احادیث

ہیں فبیعوا کیف شئتم۔ وارد ہے۔ مجتہد صاحب کا یہ دعوی کہ اگر حدیث قلاوہ کو مسوخ نہ کہا جاوے تو پھر کوئی صورت جواز بیع قلادہ کی نہیں ہے۔

عجب بیہودہ گوئی اور صریح احادیث کے مناقض اور جمہور ائمہ کے خلاف ہے۔ نیل الاوطار کی عبارت خود اس پر شاہد ہے کہ یہ اختلاف جواز بیع قلادہ بلا انفصال ذہب مثلاً اس صورت میں ہے کہ اس کے مقابلہ میں ثمن بھی ذہب ہو۔ اور اگر سونے کے مقابلہ میں چاندی ہو یا اس کا عکس تو پھر جواز بیع میں بدون انفصال کا کلام نہیں۔ چنانچہ نیل الاوطار میں ہے۔ **اذا کان الذهب المنفرد اکثر من الذی فی القلادہ.** اور ظاہر ہے کہ احتمال ربو در صورت اتحاد جنس متعاوضین ہے اور در صوریکہ متعاوضین مختلف جنس کے ہوں تفاضل بالاتفاق درست ہے۔ اور صریح احادیث سے ثابت ہے۔ پس ایسا دعوی خلاف عقل و نقل مجتہد صاحب ہی کا کام ہے۔

الغرض بلا تفکر و تدبر حدیث قلادہ کو منسوخ کہہ دینا اور حلہ سیراء کی روایت کو اس کے معارض سمجھنا نہایت جرات اور بے باکی ہے۔ اور در حقیقت ایسی بے تکی باتیں کہنا اور تفقہ فی الدین سے بے بہرہ رہنا ائمہ دین کے خلاف و عناد کا ثمرہ ہے۔ اور حسب وعدہ صادق رسول اکرم ﷺ اہل باطل کو کبھی تفقہ فی الدین حاصل نہیں ہو سکتا۔ تفقہ فی الدین بڑی نعمت ہے جو انھیں حضرات کو عطا ہوتا ہے جن کے لئے حق تعالی نے خیر مقدر فرمائی ہے۔ **قال علیہ الصلوة والسلام من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین ولنعم ما قیل.** ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد۔ میلش اندر طعنہ پاکاں برد۔
چوں خدا خواہد کہ پوشیدہ عیب کس۔ کم زند در عیب معیوباں نفس۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ.

اشرفیوں کی بیع میں کمی بیشی کا حکم

(سوال ۱۱۸۵) اشرفی ہائے مروجہ کی بیع و شراء میں کمی بیشی کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(الجواب) نوٹ میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے اور اشرفی کو اگر روپیوں سے بدلا جاوے تو کمی بیشی کرنا درست ہے۔ **فاذا اختلفت هذه الاصناف فبیعوا کیف شئتم الی اخر الحدیث.** (رواہ مسلم) واللہ تعالیٰ اعلم

تبدیل نوٹ میں مساوات مثل نقود شرط

(سوال ۱۱۸۶) چہ می فرمایند علمائے دین اندریں کہ نوٹ مروجہ کہ گورنمنٹ آں را از برائے تخفیف حمل و آسان کاروبار خود مردماں مانند ہونڈوی بر قسم دہ روپیہ و یک صد روپیہ و یک ہزار روپیہ وغیرہ از جنس کاغذ ایجاد کردہ حکم استعمال اش دادہ و مردماں و گورنمنٹ در معاملہ خود موافق نوشتہ اش بجائے روپیہ آں بکار می برانند و اعتبار جنس آں نمی کنند بلکہ بمنزل وثیقہ روپیہ میدادند اگر کسے آں نوٹ یک صد روپیہ را بدیگرے دہد تا

عوض آں دو صد روپیہ مثلاً بعد سہ سال یا چہار سال یعنی بحساب فی صد روپیہ در ہر ماہ دو روپیہ یا سہ روپیہ تقریباً سود باشد یا بعوض آں دو صد روپیہ در میعاد معین بسہ یا چہار قسط بگیر د واگر مطابق شرط در میعاد معین ادا نہ کند دوراں تاخیرے شود پس چیزے زائد بر مقدار معین افزائش کند۔ پس ہر یک از عقدہائے مذکورہ نوٹ بیع سلم خواہد شد یا نہ وشرعاً جائز خواہد شد یا نہ۔ بینوا بالتفصیل ؟

(الجواب) نزد من اجوبہ صور مذکورہ تعریف عقد بیع سلم وبیان شرائط آں بوضوح رسید پس از ادلۂ مذکورۂ بالا ہویدا شد کہ در نوٹ معاملہ سلم قطعاً ناجائز و حرام است۔ ہٰذا الحکم الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ الولی محمد رمضان علی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی

الجواب صحیح والرای نجیح (عبدالمتین) لاریب فی صحة الجواب (احقر محمود اللہ عفا اللہ عنہ)
اس فتوے میں جو کچھ بابت نوٹ میں کاغذ کے وثیقہ ثمن ہونے کا ثبوت کیا ہے اور مقصود فقط ثمن ہی ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اور ثمن میں ربا ہونے کی وجہ سے بیع سلم حرام ہے پس جو احکام اس فتوے میں لکھے گئے ہیں۔ سب موافق حکم شریعت ہے (احقر محمد عمر عفی عنہ)

الحق یوافق الفتوی وھو احق بان یتبع و یقتضی وھذا ھو الذی اری وعندالصباح یحمد القوم السری فقط فضل الرحمن دھلوی ناظر المدرسة الاحمدیة بنواکھالی له العشرون من نومبر ۱۹۱۵ء ومن قال سوی ذالك فقد قال محالا۔ محمود احمد عفرله کمر لائی)۔

(الجواب) جواب صحیح است بعوض نوٹ یک صد روپیہ گرفتن عین ربو و حرام است کہ نوٹ مجرد وثیقہ ہست۔ برائے روپیہ مندرجہ در آں کاغذ نوٹ نہ آنکہ مقصود بیع وشراء آں کاغذ باشد کما ھو ظاہر وانچہ مجیب علی التنزل آں را حیلہ اسقاط ربو گفتہ بکراہت آں مقرر گشتہ است یا معاملہ مذکورہ معاملہ ربو قرار دادہ است ہر دو امر صحیح نیست بلکہ صحیح ہماں است کہ ایں معاملہ عین ربو و مبادلہ فضہ بفضہ بتفاضل ونسیہ ہست وآں حرام است بالاجماع وبالنصوص الصحیحه المقبوله ففی الحدیث المتفق علیه۔ والعرق بالعرق ربو الاھا وھا وفی روایة ولا تشفوا بعضها ببعض ولا تبیعوا غائبا بناجز الحدیث ومعاملہ مذکورہ ہر آئینہ در بیع سلم شرعی داخل نیست۔ قال فی الدرالمختار وبقی من الشروط کون راس المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل الجد لین احدی علة الربوا وھو القدر المتفق اوالجنس لان حرمة النساء تتحقق به الخ وفی الروایات المنقولة فی الجواب لعدم صحة السلم فی الدراھم والدنانیر کفایة فلا حاجة الی الاطناب۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

روپیہ، اشرفی نوٹ پر بٹہ لینا جائز نہیں

(سوال ۱۱۸۷) روپیہ یا اشرفی یا نوٹ پر منافع لینا پیسہ دو پیسہ درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) روپیہ یا اشرفی یا نوٹ پر کچھ منافع دینا پیسہ دو پیسہ درست نہیں ہے۔

نوٹ اور ریزگاری کے تبادلہ میں کمی بیشی

(سوال ۱۱۸۸) (۱) اگر روپیہ کی ریزگاری لیوے تو کمی بیشی درست ہے یا نہ ؟ (۲) یا کوئی شخص روپیہ کے پیسے لیوے تو کمی بیشی درست ہے یا نہیں ؟ (۳) اگر اشرفی کے روپیہ لیوے تو کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں ؟ (۴) اگر نوٹ لیوے تو کمی بیشی جائز ہے یا نہیں ؟ (۵) ہنڈی پر کمی بیشی جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) (۱) جائز نہیں مگر جب کہ پیسے بھی ریزگاری میں ہوں۔ (۲) جائز ہے (۳) درست ہے (۴) درست نہیں ہے۔ (۵) جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الربوٰ و القمار

سود اور جوئے کا بیان

سلطنت ترکی کے تمسکات کی خریداری اور آسٹریا ہنگری کی کمپنی میں زمین رہن رکھنے کا حکم

(سوال ۱۱۸۹) سلطنت ترکی نے جو تمسک جاری کئے ہیں ان کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) آسٹریا ہنگری کی گورنمنٹ نے ایک کمپنی قائم کی ہے جو آراضیات رہن رکھتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) ۱، ۲) بالاجمال اسی قدر جواب ہے کہ شرعاً یہ صورت درست نہیں ہے کہ اس میں ربا اور قمار دونوں کا اشتباہ ہے۔ پس احتراز خریداری تمسکات مذکورہ سے مسلمان کو لازم ہے۔ آراضی کی رہن کا سلسلہ بھی ناجائز ہے۔

تجارت میں ترقی اور سود کے متعلق چند سوال و جواب

(سوال ۱۱۹۰) قبل اس کے کہ مسائل کا ذکر کروں تمہیداً کچھ تحریر کر کے معافی چاہتا ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے قوم بر خلاف دیگر ممالک عرب وغیرہ کے آباد ہیں اور مختلف رواج کے پیرو مختلف تجارت کے پیشہ در ہیں۔ اور اسی پیچیدگی کی وجہ سے حالت زمانہ دیکھ کر ملک کے ہر حصہ میں ترقی تجارت وغیرہ پر سالہا سال سے کانفرنسیں ہوا کرتی ہیں جو بشرکت کانفرنس و ملاحظہ اخبار سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا کہ ہمارے علماء دین ایسی کانفرنسوں میں شرکت سے احتراز کرتے ہیں اور غالباً نتائج کانفرنسوں کے جو اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اس کو دلچسپی کے ساتھ ملاحظہ نہیں کرتے ہوں گے جس کی وجہ سے ہم مسلمانان ہند تباہی روز افزوں ہو رہی ہے۔ اور دوسرے مذاہب کے دست نگر ہو رہے ہیں۔ تجارت اور پیشہ کی پوری صراحت کرنا اس پرچہ کاغذ میں غیر ممکن ہے۔ سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔ :

(۱) ایک مسلمان مقروض ہے اور اس پر دیگر مذاہب کے قرضہ کا سود بتعداد کثیر چل رہا ہے اس کی دستگیری اہل اسلام کس طرح کر سکتے ہیں تاکہ وہ زیادہ زیر بار نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی فی زماننا بغیر اپنے ذاتی فائدہ کے کچھ کسی کو نہیں دے سکتا۔
(۲) سلسلہ تجارت میں دیگر مذاہب کے ساتھ باہم داد و ستد میں اہل اسلام کس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں ان کو سود دے سکتے ہیں اور ان سے سود لے سکتے ہیں۔
(۳) ایک شخص اپنی جائداد پر کچھ روپیہ بغرض ضرورت اخراجات خانگی رہن یا مکفول کر کے لینا چاہتا ہے۔
(۴) خرید غلہ خوردنی مثل گیہوں و جو وغیرہ کے جو فصل پر خرید کر رکھا جاوے اور بعدہ کچھ فائدہ کی صورت میں فروخت کیا جاوے۔
(۵) تجارت ہڈی کس طرح کی جاوے جس میں جانور حلال و حرام کی ہڈی کی امتیاز نہ ہو۔
(۶) ایک مسلمان جس کے پاس سرمایہ نہیں تجارت کرنا چاہتا ہے کس طرح اس کی امداد سرمایہ بہم پہنچانے میں بلحاظ اپنے ذاتی فائدہ کے کر سکتے ہیں ؟

(الجواب) تمہید: اہل اسلام کو فلاح و بہبودی دین و دنیا کی شریعت حقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوت والتحیات کی پیروی میں ہے وبس اور احکام شرعیہ عام ہیں ہر فرد اور ہر ایک زمانہ کے لئے اور دلائل ان مطالب کے بکثرت آیات قرانیہ واحادیث نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اس کے بعد جواب سوالات بالترتیب گزارش ہے:

(۱) اہل اسلام بطریق احسان و چندہ اس کو روپیہ اکٹھا کر کے دیویں تا کہ وہ مدیون سبکدوش ہو یا اس کو قرض بلا سود کے دیویں تا کہ سودی قرض سے وہ سبکدوش ہو جائے۔

(۲) سود نہ دے سکتے ہیں نہ لے سکتے ہیں۔

(۳) اگر رہن کیا جاوے شرعاً ممنوع نہیں ہے لیکن منافع رہن مرتہن کو رکھنا حرام ہے منافع اسی کو راہن کو دینا چاہئیے۔

(۴) غلہ روکنا بغرض گرانی ممنوع ہے اس سے احتراز کرنا چاہئیے۔

(۵) ہر ایک ہڈی پاک ہے سوائے خنزیر کی ہڈی کے اور انسان کی ہڈی بوجہ احترام کے فروخت نہیں ہو سکتی پس سوائے ہڈی خنزیر کے اور ہڈی انسان کے دیگر حیوانات کی ہڈیاں فروخت ہو سکتی ہیں۔

(۶) اس کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص صاحب مال اس کو مضاربۃً روپیہ دیوے وہ تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں اور شرائط صحت مضاربت کو پورا کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سٹہ کھیلنا حرام ہے

(سوال ۱۱۹۱) دڑہ یعنی سٹہ لگانا جائز ہے یا نہیں اور سٹے سے جو روپیہ کمایا ہو اس سے قرض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور امام کو دڑہ لگانا کیسا ہے اور امامت اس کی کیسی ہے اگر اس روپیہ کو کسی کار خیر میں صرف کرے تو ثواب ہوگا یا نہیں۔

(الجواب) دڑہ یعنی سٹہ لگانا حرام ہے کیونکہ سٹہ جوا ہے لہٰذا حرام ہے اور سٹہ سے جو روپیہ جمع کیا جاوے اس سے قرض ادا کرنا جائز نہیں ہے اور دڑہ لگانے والا فاسق و عاصی ہے اور امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے اور جو روپیہ سٹہ کے ذریعہ سے کمایا ہے اس کا کار خیر میں صرف کرنا حرام ہے۔ اور امام کو دڑہ لگانا حرام ہے اور امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یجوز الصدقۃ من مال الحرام وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

قیدی کا روپیہ جو سرکاری بنک میں رکھا جاتا ہے اس کے سود کا حکم

(سوال ۱۱۹۲) محبوس یعنی قیدی کا روپیہ سرکاری بنک میں جمع کیا جاتا ہے اور بموجب قواعد بنک سود بھی دیا جاتا ہے۔ محبوس مسلمان کو سود لینا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) سود لینا جائز نہیں ہے۔ اگر مجبوری لینا پڑے تو لے کر اس کو صدقہ کر دیوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بنک کے سود کا حکم

(سوال ۱۱۹۳) زید نے بغرض حفاظت کچھ روپیہ بنک بنگال میں اس شرط سے داخل کیا کہ بنگال بنک والے اس روپیہ کو کسی تجارتی کاروبار میں لگا کر اس کا منافع سالانہ زید کو دیا کریں۔ بنگال بنک نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مطابق قواعد بنک بنگال اس کو منافع (جس کو انگریزی ترجمہ میں معہ سود کہتے ہیں) دینا شروع کیا زید نے اس رقم منافع سے زکوۃ بھی ادا کی کیا اس طریقہ سے روپیہ کا داخل کرنا اور منافع لینا جائز ہے اور اس رقم سے زکوۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بنک میں روپیہ داخل کر کے جو کچھ بنام نہاد منافع رقم متعینہ سالانہ وہاں سے روپیہ داخل کنندہ کو ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے لینا اس کا جائز نہیں اور اگر لیا تو اس کو صدقہ کرنا فقراء پر لازم ہے۔ پس وہ روپیہ جو زید نے زکوۃ میں دیا اس سے زکوۃ تو ادا ہو گئی مگر زید کے ذمہ اس قدر روپیہ جو بنک سے منافع میں لیکر خرچ کیا خواہ وہ زکوۃ میں دیا یا دیگر مصارف میں صرف کیا صدقہ کرنا فقراء پر لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کفار اور غیر مسلموں سے سود لینے کا حکم

(سوال ۱۱۹٤) روپیہ دادن مسلمانان ذمیاں را دریں زماں یعنی در حکومت انگریز بسود دادن ربوباشد یانہ؟

(الجواب) در حرمت ربوا آنچہ در آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ وعید وارد شد مخفی نیست و آنچہ از امام ابو حنیفہؒ در نفی، ربو در بلاد کفار از حربیاں منقول است دریں بلاد در تحقیق شروط آں تردد ہاست ومذہب ائمہ ثلاثہ وامام ابو یوسفؒ عموم ربوا است و تصریحات فقہائے ماست کہ بصورت اختلاف مابین ائمہ ما عبرت قوت دلیل راست و قوت دلیل امام ابو یوسفؒ ظاہر ست پس بمقتضائے ایں تقریر حرمت ربواہست احوط در دین واخذ بالتعیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کفار اور غیر مسلموں سے سود لینے کا حکم

(سوال ۱۱۹۵) ہندوستان میں کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں اور بنک ہائے مروجہ میں روپیہ داخل کر کے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہندوستان میں کافروں سے سود لینا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک مکتوب میں مکتوبات قاسم العلوم سے اسی کی تحقیق فرمائی ہے اور امام صاحب سے جو اس بارہ میں روایت ہے اس کی شرائط کا تحقق اس وقت میں نہیں ہے جیسا کہ یہ بھی اسی مکتوب میں مولاناؒ نے ثابت فرمایا ہے اور ائمہ حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلاثہؒ قطعاً ہر جگہ سود لینا ناجائز فرماتے ہیں ایسی حالت میں جانب احتیاط سود کا نہ لینا ہے۔ جس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور بنک ہائے مروجہ میں روپیہ داخل کرنا اور سود لینا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح ڈاکخانہ میں روپیہ داخل کر کے سود لینا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امانت کے روپیہ سے تجارت کر کے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۱۹۶) زید نے عمر کو ایک ہزار روپیہ برائے امانت دیا۔ عمر نے اس روپیہ سے تجارت بغیر اجازت زید کے کرلی۔ جب زید نے اپنا روپیہ طلب کیا تو اس مال سے دیدیا اب جو نفع اس مال سے عمر نے حاصل کیا وہ ربوا ہے یا نہیں اس کو کھانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ روپیہ جو عمر کو نفع میں حاصل ہوا سود نہیں مگر عمر نے جو بلا اجازت زید کے یہ تصرف امانت میں کیا اچھا نہیں کیا اس کی اجازت زید سے لے لے بعد اجازت زید کے عمر کے لیے وہ نفع بالکل حلال ہے اور بلا اجازت اچھا نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غلہ کا مبادلہ غلہ

(سوال ۱۱۹۷) تبادلہ غلہ کا غلہ سے اس طور پر کہ ایک من مکئی یا جوار زید کو دیجاوے اور چھ ماہ کے بعد زید سے ایک من گندم لئے جاویں جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس طرح تبادلہ غلہ کا غلہ سے نسیئۃً (ادھار جائز) نہیں ہے اگر اس طرح کیا جاوے کہ ایک من مکئی یا جوار کی قیمت طے کر کے مثلاً دو روپیہ یا تین روپیہ جو کچھ قیمت ہو وہ بذمہ زید ادھار کر دی جاوے اور اس قیمت کے گندم خواہ ایک من یا جسقدر قرار پاویں بعد چھ ماہ کے لینا قرار پاوے تو یہ درست ہے۔

قرض دے کر نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے؟

(سوال ۱۱۹۸) دوکانداروں کو اور کاشتکاروں وغیرہ کو بلا تعین منافع تجارت کے واسطے روپیہ قرض دینا اس طرح پر کہ اس روپیہ سے وہ جو مال مناسب یا جس نفع بخش جائز کاروبار میں چاہیں لگائیں اور منافع میں سے جو چاہیں بلا حساب روپیہ والے کو دیں اور اگر ٹوٹا ہوا تو بھی روپیہ والا دینے کو تیار اور کل یا جزو رقم کا ہر روز یا ہفتہ وار یا ماہوار وغیرہ باقساط یا یکمشت مالک کو واپس کیا جاوے۔

(الجواب) قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ وارد ہے۔ پس یہ صورت درست نہیں ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ مضاربت کے طور سے روپیہ دیوے اور نفع میں آدھا یا تہائی اپنا مقرر کرے بلا تشخیص نفع مضاربت جائز نہیں ہے اور مضارب کے پاس جو روپیہ مال والے کا ہوتا ہے وہ امانت ہوتا ہے قرض نہیں ہوتا۔ الغرض مضاربت کے قواعد اور شرائط معلوم کر لینے چاہئیں۔

بیع فلوس میں کمی بیشی اور ادھار جائز ہے

(سوال ۱۱۹۹) از اکثر عبارات کتب فقہ بقول شیخین معلوم میشود کہ در فلوس مروجہ بیع سلم جائز است وبقول امام محمدؒ معلوم می شود کہ جائز نیست۔ الحاصل بوجہ اشتباہ بیع مذکور رباربو در جواز وے تردد افتادہ است۔ شرعاً چہ حکم است؟

(الجواب) بیع سلم در فلوس جائز است۔ کما مذهب الشيخين والرواية عن محمد رحمه الله قال في الدرالمختار وعددى متقارب كجوز و بيض وفلس الخ وفى ردالمحتار قيل وفيه خلاف محمد لمنعه الفلس بالفلسين الا إن ظاهرالرواية عنه كقو لهما. شامى باب السلم صفحه ٢٠٣ جلد ٤. وفى باب الربوا منه تنبيه سئل الحانوتى عن بيع الذهب بالفلوس نسيئة فاجاب بانه يجوز اذا قبض احد البدلين لما فى البزازيه لو اشترى مائة فلس بدرهم يكفى التقابض من احد الجانبين قال ومثله مالوباع فضة او ذهبا بفلوس كما فى البحر عن المحيط قال فلا يعتبر بما فى فتاوٰى قارى الهدايه من انه لايجوز بيع الفلوس الى اجل لقولهم لا يجوز اسلام موزون فى موزون الخ قلت والجواب حمل ما فى فتاوى قارى الهدايه على مادل عليه كلام الجامع من ا شتراط التقابض من الجانبين فلا يعترض عليه بما فى البزازيه المحمول على ما فى الاصيل. واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاکخانہ کے سود کا حکم

(سوال ۱۲۰۰) ڈاکخانہ میں روپیہ جمع ہے جب وصول ہوتا ہے تو جبراً وہ سود دیتے ہیں اگر وہ روپیہ سود کو لے کر خیرات دے تو کیسا ہے؟

(الجواب) یہ درست ہے کہ وہ شخص اس سود کو لے کر مساکین کو دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان میں بھی غیر مسلم سے سود لینا جائز نہیں ہے

(سوال ۱۲۰۱) مولانا عبدالعزیز قدس سرہ نے فتاوے عزیزی میں یہ مسئلہ لکھاہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور اس وجہ سے کفار سے یہاں سود کا لینا دینا مسلمانوں کو جائز ہے اور حدیث شریف کا حوالہ دیا ہے اگر کوئی مسلمان ہنود اور کفار سے ہندوستان میں سود لے تو کیا جائز ہے؟

(الجواب) اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام صاحب کی یہی روایت ہے جیسا کہ فتاوے عزیزی میں لکھا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ اور دیگر ائمہ ہر جگہ سود کو حرام فرماتے ہیں اور اسی میں احتیاط ہے ہم لوگوں کا فتوے بھی عدم جواز کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لاٹری کے معاملات قمار ہیں!

(سوال ۱۲۰۲) لاٹری اس کو کہتے ہیں کہ ایک کمپنی ہے۔ مالک کمپنی نے ہزار یا دس ہزار یا اس سے زیادہ ٹکٹ فروخت کئے اور قیمت ہر ایک ٹکٹ کی ایک روپیہ ہے اور ٹکٹ پر سلسلہ وار نمبر ہوتے ہیں اور جتنے ٹکٹ فروخت کئے تھے ہر ایک کا نمبر مالک کمپنی اپنے پاس بھی رکھتا ہے جب سب ٹکٹ فروخت ہو جاتے ہیں تو لاٹری کھلنے کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے کہ فلاں تاریخ لاٹری کھلے گی۔ اب تاریخ مقررہ پر وہ سب ٹکٹ جو مالک

کمپنی نے اپنے پاس رکھے تھے ان کو ایک گھڑے یا دوسری چیز میں ڈالتا ہے اور کم سن لڑکے سے وہ ٹکٹ نکلواتا ہے اب جس کے نام و نمبر کا ٹکٹ پہلے نکلا اس کو روپیہ مل جاتا ہے کہ جو ٹکٹ فروخت کر کے جمع کیا گیا تھا۔ اور اسی روپیہ میں سے مالک کمپنی اپنا کمیشن وضع کر لیتا ہے۔ تو اب جس کے نام سے یہ روپیہ نکلا وہ اس کو لینا جائز ہے یا اور وہ روپیہ کسی کار خیر میں بھی صرف کرنا جائز ہے یا شرعاً کیا حکم ہے ؟

(الجواب) یہ قمار ہے شرعاً جائز نہیں ہے جس کا نام نکلا اس کو وہ روپیہ لینا درست نہیں ہے اور نہ مالک کمپنی کو کمیشن لینا درست ہے اور کبھی ایسا معاملہ نہ کیا جاوے جس جس شخص نے ایک ایک روپیہ دیا ہے وہ اسی کو واپس کیا جاوے وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل متفرقہ متعلقہ ربوا و قمار

مطبع اور کاغذ کے اختلاف سے کتابیں مختلف الجنس قرار دیجائیں گی

(سوال ۱۲۰۳) مسئلہ یہ ہے کہ مبادلہ کتب میں ایک جانب مصری چھاپہ کی کتاب ہو۔ دوسری طرف وہی کتاب ہندوستان مطبع کی مطبوعہ ہو۔ اور دونوں میں باہم صفائی کاغذ خط وغیرہ میں تفاوت ہو یا دونوں کتابیں ہندوستانی چند مطابع کی مطبوعہ ہوں تو ان کا مبادلہ اتحاد جنس کی وجہ سے یدا بید واجب ہو گا یا اختلاف جنس کی وجہ سے یدا بید ہونا ضروری نہیں۔ تبدل اصل و تبدل مقصود و تبدل صفت سے اختلاف جنس متحقق ہوتا ہے۔ کما فی الدر المختار سو اگر مسائل مذکورہ میں اختلاف جنس ہے تو ان تین وجوہ میں سے کسی وجہ کے اعتبار سے اختلاف ہے ؟

(الجواب) کاغذ کا اختلاف جنس کا اختلاف ہے۔ پس جب کہ ایک کتاب مختلف اقسام کے کاغذات پر طبع ہو اگرچہ ایک ہی مطبع میں طبع ہو تو اجناس مختلفہ ہو جاویں گی۔ کما فی الشامی عن الفتح والثوب الهروی والمروی جنسان لاختلاف الصنعة الخ. وكذا المروی المنسوج ببغداد وخراسان واللبدا لا رمنی والطالقانی جنسان. پس اختلاف اقسام کاغذ کی صورت میں اختلاف اصل کیوجہ سے اختلاف جنس ہو گا اور نسیہ جائز ہو گا۔ اور تبدل صفت کی مثال شامی نے کالخبز مع الحنطة والزيت المطیب بغير المطیب لکھی ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ خط کی عمدگی وغیر عمدگی کو تبدل صفات کی وجہ سے مختلف الجنس کہا جاوے اور اتحاد جنس کی صورت میں بھی تقابض کی حاجت نہیں۔ تعیین کافی ہے۔ اور موجود فی الملک ہونا جواز مبادلہ کے لئے کافی ہے جیسا کہ عبارت شامی اضيف اليه العقد وهو حاضر او غائب بعد ان يكون موجودا في ملكه الخ سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وزنی اور کیلی ہونے میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ

(سوال ۱۲۰٤) مسمی زید بیوپاری غلہ مکئی اور باجرہ وغیرہ جن کا کیلی ہونا یا وزنی ہونا نص شارع سے معلوم نہیں ایک من نسیہ یعنی وعدہ پر دیتا ہے۔ اور بر وعدہ ڈیڑھ من جنس گندم لیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ حلال

جائز ہے۔ اس لئے کہ جب شرعاً ان کی مقدار ثابت نہیں تو عرفاً ہمارے شہر میں باجرہ مکئی وغیرہ وزنی ہیں۔ حالانکہ زید کے شہر میں گندم جو جمیع غلات وزنی ہیں۔ زید نے گندم جو کو کیلی قرار دیا۔ اور باجرہ مکئی کو عرفاً وزنی قرار دیا۔ مخالف قدر اور مخالف جنس ثابت کر کے تفاضل ونسیہ یعنی دست بدست زیادتی اور بعدہٗ میعاد بالکل درست سمجھ کر عوام الناس میں جائز ٹھیرا دیا ہے اور یہ معاملہ عوام میں پھیل رہا ہے، مسمی زید کو عمر نے روکا کہ یہ بہر وجہ ناجائز اور ربوا یعنی سود ہے اس لئے کہ جمیع غلات کا کیلی ہونا نص شارع سے قیاساً ثابت و معلوم ہے۔ حدیث عبادہ ابن صامت۔ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلابمثل سواء بسواء يدا بيد. فان اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد رواه الستة من حديث عبادة بن الصامت الا البخارى. تمثیلی ہے علماء جمیع غلات کو اسی پر قیاس کرتے ہیں۔ عرف میں غلات کا کیلی وزنی ہونا معتبر نہیں۔ ماسواء غلات تمر سونے چاندی نمک وغیرہ اور چیزوں کو عرفی قرار دیں گے۔ جن کا تمثیلاً اور اشارۃً پتہ نہ ہو۔ اور نص کو عرف تغیر نہیں دے سکتا ابدا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عرف مشہورہ سے نص شارع تبدل ہو سکتا ہے۔ شاید کہ وقت شارع کے رواج کیلی ہو اور رواج میں اجازت تغیر کی ہے تب بھی زید کے شہر میں غلات وزنی ہی ہیں۔ اس صورت میں بھی گندم باجرہ مکئی وغیرہ کی مقدار یکساں ہے اس وجہ سے عمر و ناجائز اور ربوا ٹھیراتا ہے۔ زید کو عمر و ہدایت دیتا ہے کہ یہ طریقہ اہل النار ہندوؤں کا ہے اس سے بچ اور توبہ کر۔ اور مسلمانوں کو مت لوٹ اور ناجائز رواج ربوا کا جہان میں نہ پھیلانا چاہئیے کہ موجب غضب رب ہے۔ یہ حیلہ نہ کرنا چاہئیے اس کا مرتکب فاسق اور حلال جاننے والا کافر ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ شرعاً حلال وطیب ہے اس کا حرام کرنے والا فاسق اور کافر ہے بینوا توجروا؟

(الجواب) قول عمر و اس باب میں صحیح ہے۔ اور زید خطاء پر ہے۔ عرف کا اگر لحاظ کیا جاوے جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور محقق ابن ہمامؒ نے اس کو ترجیح دی ہے اور کافی میں کہا الفتوى على عادة الناس تو جیسا مکئی عرفاً وزنی ہے گندم و جو وغیرہ بھی وزنی ہے اور وزن سے ہی ان کا معاملہ ہوتا ہے۔ پس عرفاً قدر دونوں جنسوں میں متفق ہے جس سے نسیہ حرام ہو جاتا ہے۔ کمافی کتب الفقہ۔ وان وجد احدهما اى القدر وحده او الجنس حل الفضل وحرم النساء وقدروى دعوا لربوا والريبة.

باب القرض والدین
(قرض کابیان)

مدیون متمرد سے خرچہ مقدمہ لینا جائز ہے

(سوال ۱۲۰۵) اگر مدیون متمرد ہوا اور دائن مجبوری نالش کرے تو خرچہ عدالت مدیون سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جس صورت میں کہ مدیون متمرد ہے اور باوجود استطاعت دین کے ادا کرنے میں تساہل وانکار

کرتا ہے اور دائن مجبوری نالش کر کے قرض وصول کرتا ہے تو اس حالت میں مدیون سے خرچہ عدالت لینا درست ہے کہ سبب اس خرچہ کا مدیون ہوا ہے۔ شامی میں ہے۔ **وفی منیة المفتی مؤنة المشخص قیل فی بیت المال وفی الاصح علی المتمرد الخ وفی البزازیة ویستعین باعوان الوالی علی الاحضار واجرة الاشخاص فی بیت المال وقیل علی المتمرد الخ شامی** صفحہ ۳۲ ج ۴۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رفع الاشتباہ

(سوال ۱۲۰۶) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد وصلوٰۃ۔** بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ خادم مدرسہ عربیہ دیوبند عرض پرداز ہے کہ رسالہ الرشید نمبر ۱ ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ میں ایک فتوی دار العلوم کی طرف سے اس مضمون کا شائع ہوا تھا کہ مدیون اگر دین کے اداء کرنے سے باوجود طلب دائن انکار و کاہلی کرے اور دائن مجبوری نالش کرے تو اس صورت میں جو کچھ خرچ مدعی کا ہو اوہ مدیون سے لینا درست ہے اور اس پر استدلال ایک روایت فقہیہ سے کیا گیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ مدعی علیہ کے حاضر کرنے میں جو کچھ خرچ ہو وہ عند البعض بیت المال سے دیا جاوے گا۔ اور عند البعض مدیون متمرد سے لیا جاوے گا اور اسی کو صحیح کہا گیا ہے۔ الخ۔ اس کے متعلق اخبار المشیر ۱۱ جولائی ۱۹۱۴ء میں ایک مضمون قابل تحقیق فتوی الخ۔ جناب مولانا ظہور احمد صاحب رسول پوری در بھن گوی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صورت موجودہ میں مدیون مدعی علیہ کو متمرد کہنا اور مدیون متمرد سے ہر ایک قسم کا خرچہ عدالت لینے کو جائز کہنا صحیح نہیں بلکہ خلاف حق ہے۔ الخ۔ مضمون مذکور بہت طویل ہے جو ناظرین المشیر پر مخفی نہیں ہے۔ آخر میں مولانا موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مدیون متمرد کو سبب اس نالش و خرچہ عدالت کا گردان کر اس سے خرچہ مذکورہ وصول کرنے کو جائز قرار دینا منظور فیہ ہے کیونکہ ضمان مباشر پر ہے نہ مسبب پر اور جو مسائل خاص اس سے مستثنے ہیں ان میں مدیون متمرد داخل نہیں انتہی بحاصلہ۔

احقر کہتا ہے کہ قبل از عرض جواب یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر ظاہر ہے اور عبارات کتب سے واضح ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے جیسا کہ لفظ قیل سے ظاہر ہے اگرچہ مولانا موصوف کو اس صورت خاص میں جو الرشید میں درج ہے اس کو مختلف فیہا ہونے سے انکار ہے کیونکہ ان کے نزدیک مدیون اس صورت میں متمرد ہی نہیں اور جب وہ متمرد نہیں تو اس پر ضمان کسی قول کے موافق بھی لازم نہیں لیکن اس قدر کی تسلیم میں غالباً مولانا کو تامل نہ ہوگا جو مدیون متمرد ہو اس پر عند البعض خرچ احضار مثلاً لازم آتا ہے۔ احقر کی غرض مختلف فیہا کہنے سے یہاں اسی قدر ہے کہ تحقق تمرد مدیون اس سے ضمان لینے کی رائے بعض فقہاء کی ہی جو صحیح تسلیم کی گئی ہے۔ پس جیسا کہ پہلے فقہاء کے نزدیک یہ مسئلہ مختلف فیہا تھا ویسا ہی پچھلے علماء محققین کا بھی اس میں اختلاف ہوا۔ مولانا عبد الحئی لکھنوی ؒ کے نزدیک مدیون مذکور سے تمام خرچہ عدالت کا لینا جائز نہیں ہے اور وہ مدیون متمرد بھی نہیں ہے کیونکہ متمرد کی تفسیر فقہاء نے خاص کی ہے جو عموماً اس زمانہ کے مدیونوں پر صادق نہیں آتی۔ اور حضرت سند الفقہاء والمحدثین رشید احمد صاحب

محدث وفقیہہ گنگوہی قدس سرہ کے نزدیک مدیون مذکور متمرد ہے اور اس سے تمام خرچہ عدالت لینادرست ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کی رائے اس وجہ سے قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں ادائے حقوق میں بہت کمی ہوگئی بلکہ اس زمانہ سے پہلے سے یہ مرض عام ہوچکا ہے اسی بناء پر فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ صاحب حق اگر بقدر اپنے حق کے من علیہ الحق کے مال سے جاوے جس طرح ہوسکے لے لے اگرچہ اپنے حق کی جنس سے نہ ہو چنانچہ شامی کتاب الحجر جلد خامس میں ہے۔ **قال الحموی فی شرح الکنز ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانھم لمطاوعتھم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتھم العقوق قال شاعر.** ؎

عفاء علی ھذا الزمان فانه زمان عقوق الازمان حقوق

وکل رفیق فیه غیر مرافق وکل صدیق فیه غیر صدوق

پس جب ادائے حقوق کا یہ حال ہے اور تمرد کی یہ کیفیت ہے ایسی حالت میں اگر دائن مجبور ہو کر نالش مدیون کی کرے تو ظاہر ہے کہ سبب اس نالش و خرچہ کا مدیون کا تمرد و عدم اداء و مطل ہے اور حدیث شریف میں ہے۔ **مطل الغنی ظلم** اور نیز وارد ہے **الواجد یحل عرضه وعقوبته** پس کوئی وجہ نہیں کہ مدیون مذکور سے لینا اس خرچہ کا ناجائز کہا جاوے۔ اس اختلاف کے لکھنے سے عرض احقر کی یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ پہلے سے بھی اور حال میں بھی مختلف فیہا رہا ہے تو اگر بلحاظ اس زمانہ کی اضاعت حقوق کی جانب ضمان کو کسی نے اختیار کیا تو محل اعتراض نہ ہونا چاہئے دوسروں کو اختیار ہے کہ وہ دوسری جانب کو لیں۔

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے اس زمانہ عدم وجود و قاضی میں مسئلہ مذکورہ کا یہ جواب دینا کہ مدیون سے خرچہ عدالت لینادرست ہے اس امر کا بھی فیصلہ کرتا ہے کہ تحقق تمرد اس وقت میں بھی ہے اگرچہ قاضی اور قضاء اس زمانہ میں نہیں اور جب قاضی نہیں تو متمرد کی وہ تفسیر جو عبارات فقیہہ سے نقل کی گئی ہے ظاہر ہے کہ متحقق نہیں۔

اب احقر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہے اور مختصر عبارت والفاظ میں اعتراض ہائے مذکورہ کا جواب عرض کرتا ہے کہ متمرد کی جو تفسیر فقہاء نے اس موقع میں کی ہے غرض اس سے یہ ہے کہ عند القاضی تمرد کا ظہور اس طریق سے ہوگا تاکہ بعد ظہور اس تمرد کے قاضی حکم خرچہ کا اس پر کرے نہ یہ کہ واقع میں متمرد وہی ہے جس کو قاضی بلاوے۔ اور وہ نہ آئے الخ۔

ورنہ چاہئے کہ اس زمانہ میں کوئی بھی متمرد نہ ہو کیونکہ قاضی شرعی کوئی نہیں۔ پس جب یہ ہے کہ فتویٰ دیانت پر ہوتا ہے جیسا در مختار وغیرہ میں ہے۔ **المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاھر** تو مفتی صرف یہ فتویٰ دے گا کہ مدیون متمرد سے خرچہ لینادرست ہے لیکن قاضی کے نزدیک جب تک یہ ثابت نہ ہو جاوے کہ مدیون متمرد ہے یا نہیں اس وقت تک حکم ضمان کا اس پر نہ کرے گا اور ظہور اس کے تمرد کا اور علم اس کے تمرد کا قاضی کو اس وقت ہوگا کہ قاضی کے حکم کی تعمیل سے اس نے روگردانی کی۔ اور

اگر قاضی کو دوسرے طریق سے علم اس کے تمرد کا ہو جاوے تب بھی اس پر حکم کر سکتا ہے جیسا کہ بہت سے مواقع میں قاضی اپنے علم کے موافق حکم کرتا ہے اس کے سوا چونکہ کلام محضر یعنی پیادہ وغیر کی اجرت میں تھا اس لئے اس موقع پر متمرد کی تفسیر خاص کی گئی ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب **مطل غنی اور لی الواجد** یعنی مالدار کے ٹلانے کو آنحضرت ﷺ ظلم اور سبب آبروریزی وسزا کا فرماویں تو مرتکب اس فعل کا یا اس سے بھی زیادہ کا یعنی یہ کہ باوجود استطاعت بالکل ارادہ قرض کے ادا کرنے ہی کا نہ ہو۔ شرعا متمرد نہ ہو فقہاء امت کب ایسی بات فرما سکتے ہیں پس لامحالہ غرض فقہاء کی وہی ہونی چاہئے جو احقر نے عرض کی۔ ہر ایک قسم کا خرچہ مدیون متمرد سے لینا اس وجہ سے درست ہے کہ وہ سبب ہوا ہے اس زیرباری کا اشباہ ونظائر میں اس قاعدہ کے تحت میں **اذا اجتمع المباشر والمتسبب اضیف الحکم الی المباشر** چند مسائل کا اس قاعدہ سے مستثنے ہونا بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے یہ بھی ہے **الافتاء بتضمین الساعی** صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ظاہر بادشاہ کو خبر پہنچاوے کہ فلاں شخص کے پاس اس قدر مال ہے تاکہ وہ ظالم صاحب مال سے بے وجہ مال لیوے اور اس کو نقصان پہنچاوے تو اس صورت میں اگرچہ مباشر ظالم ہے لیکن فقہاء نے فتوی دیا ہے کہ اس ظلم وغرامت کا شامی میں ہے **والمتسبب لا یضمن الا اذا تعدی قلت فصارت المستثنیات ثمانیة ویزاد تاسعة وھی ماقد مناہ قریبا عن الرملی والتتبع ینفی الحصر انتھی**. نیز شامی باب العشر میں ہے۔ **فاذا کان الظالم لابد من اخذہ المال علی کل حال لا یکون العاجزعن الدفع عن نفسه اٰثما بالاعطاء**.

روایت تضمین ساعی اور اس اخیر روایت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو کچھ اخراجات سرکاری طور سے جبرا اس سے لئے جاتے ہیں وہ سب مدعی علیہ سے وصول کر سکتا ہے اس سے بعض ان حضرات کا بھی شبہ رفع ہو سکتا ہے جن کو خرچ اسٹامپ وغیرہ مدیون متمرد سے لینے میں شبہ تھا۔ چنانچہ ایک تحریر اس قسم کی بندہ کی نظر سے گزری ہے آخر میں مولانا ظہور احمد صاحب کا مباشر و تسبب کی بحث میں یہ فرمانا کہ صورت مذکورہ ان مسائل میں داخل نہیں جن میں تسبب پر ضمان آتی ہے نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ مدیون متمرد پر جو فقہاء ضمان کے قائل ہیں وہ اسی وجہ سے ہیں کہ وہ سبب ہے ورنہ اور کیا وجہ ضمان کی اس پر ہو سکتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس حکم استحسانی کی تسبب متعدی ہونا مدیون متمرد کا ہے نہ کچھ اور کیونکہ مباشر تو وہ نہیں ہے۔ پس لامحالہ تسبب ہوگا ورنہ وجہ ضمان کی اس پر کیا ہو سکتی ہے فقط واللہ تعالی اعلم **والسلام علی من اتبع الھدی**

بعد اس کے عرض ہے کہ مولانا موصوف کے اصرار کی وجہ سے احقر کے خیال میں جو وجوہ ترجیح جانب ضمان کی اور تاویل عبارات متنازعہ کی تھی وہ لکھ دیں اگر قبول ہوں فبہا ورنہ اصل فتوی اور اس کی وجہ کے ماننے پر مجبور نہیں ہیں۔ دوسری جانب کو اختیار و راجح فرما سکتے ہیں منازعت کی اس میں حاجت نہیں ہے اور سلسلہ تحریر کو بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ **ولکل وجھة ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات واخر دعوانا ان الحمد للہ رب اللعالمین**.

کتاب الرھن
(گروی رکھنے کا بیان)

شئ مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز نہیں

(سوال ۱۲۰۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ میں کہ زید کی ملکیت میں ایک موضع ہے جس کی مال گزاری کلکٹری میں ادا کرتا ہے۔ اب زید نے بضرورت اخراجات موضع مذکورہ رہن رکھ کر عمرو سے کچھ روپیہ حسب ضرورت اپنی اس شرط پر لیا کہ تاادائے زر قرض شئی مرہونہ کے منافع سے ہم کو واسطہ نہیں مرتہن (عمرو) شئی موہون سے نفع حاصل کرے اور مالگذاری جو راہن کو کلکٹری میں داخل کرنا ہوتا ہے اس کی ادا کاری بھی مرتہن کے ذمہ واجب ہے جس وقت راہن زر رہن مرتہن کو ادا کردے گا اس وقت مرتہن مرہون سے دستبردار ہو جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا معاملہ عندالشرع جائز ہے یا نہیں ؟ بعض علماء اسے ناجائز بتلاتے ہیں۔ اور بعض جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر جائز ہے تو اس کے کیا دلائل ہیں۔ بحوالہ کتب فقہ مشرح طور پر ارقام فرمادیں۔ اس علاقے میں اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے اور ایسے معاملات اکثر ہوا کرتے ہیں اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اس طریقہ سے نفع حاصل کرنے میں شائبہ ربا کا پایا جاتا ہے ؟

(الجواب) یہ معاملہ شرعاً حرام و ناجائز ہے منافع شئی مرہونہ کے مرتہن کو لینا ناجائز ہے اور محصول سرکاری بھی بذمہ راہن ہے۔ مرتہن پر شرط کرنا کہ مرتہن محصول ادا کیا کرے بالکل ناجائز ہے۔ **ونفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن وفى الشامى عن المنح انه لايحل له اى للمرتهن ان ينتفع بشئى منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن له فى الربوا الى ان قال ثم رائيت فى جواهر الفتاوى اذا كان مشروطا صار قرضا فيه منفعة وهو ربوا الخ. ثم قال العلامة قلت والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع.** واللہ تعالیٰ اعلم

اجارہ ور ہن جمع نہیں ہو سکتا

(سوال ۱۲۰۸) اگر مرتہن شئی مرہون کا کرایہ ادا کر کے اس کے منافع حاصل کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسلمانوں کو سود کے لین دین اور سودی معاملات سے مطلقاً احتراز لازم ہے پس جو صورت سوال میں رہن کی درج ہے یہ بھی سودی معاملہ ہے۔ مرتہن جو نفع زمین مرہونہ سے لے گا اور اپنے تصرف میں لاوے گا وہ سود ہے۔ کیونکہ قاعدہ مقرر شریعت کا ہے۔ **كل قرض جرنفعا فهو ربوا.** اور عقد اجارہ سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔ پس اگر راہن کو یہ منظور ہے کہ صہ یگہ مرتہن سے لیوے تو عقد اجارہ اس سے

کرے اور مرتہن قبض جدید اجارہ کے لئے کرے رہن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہو سکتا۔ کمافی الدر المختار بخلاف الاجارة والمبیع والھبة والرھن من المرتھن اومن اجنبی اذا باشر احد ھما باذن الأخر حیث یخرج من الرھن وفی الشامی واما الاجارة فالمستاجر ان کان ھوالراھن فھی باطلة الخ وان کان ھو المرتھن وجدد القبض للاجارة الخ بطل الرھن . الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

رہن کا خرچ راہن کے ذمہ ہے

(سوال ۱۲۰۹) اگر راھن مالگذاری وغیرہ مرتہن کے ذمہ رکھے اور مرہون کا نفع وہ حاصل کرے جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) رہن میں شرعاً یہ حکم ہے کہ خرچ رہن کا بذمہ راہن ہے اور منافع رہن کے بھی ملک راہن ہیں۔ پس یہ شرط کرنا کہ خرچ گھاس دانہ کا مرتہن اٹھاوے اور نفع گھوڑے سے راہن اٹھاوے یہ درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مکان مشترک کا رہن درست نہیں

(سوال ۱۲۱۰) بعد مرنے عمرو کے عمرو کا مکان مسکونہ مشترکہ زید نے عمرو کے ایک بہنوئی کے نام رہن کردیا حالانکہ عمرو نے اپنے بہنوئی سے زندگی میں ایک روپیہ تک نہیں لیا تھا۔ یہ رہن نامہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) رہن کرنا مکان مشترک شرعاً صحیح نہیں ہے بسبب شیوع کے۔ کما فی الدرالمختار لا یصح رھن مشاع لعدم کونه ممیزا کما مر الخ. باقی یہ کہ عمرو نے اپنے بہنوئی سے کچھ روپیہ لیا تھا یا نہیں لیا تھا اس کا ثبوت وعدم ثبوت گواہان معتبر کے وجود وعدم وجود پر ہے اگر بہنوئی قرض کا مدعی ہے اور دو گواہ معتبر موجود ہیں تو قرض ثابت ہو جاوے گا۔ اور اگر عمرو کا اقرار مرض الموت میں قرض کا ہے۔ اور دو گواہوں معتبر سے یہ اقرار اس کا ثابت ہے تو وہ قرض بھی ثابت ہو جاوے گا اور ترکہ عمرو سے دلایا جاوے گا۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ اقرار بدین الاجنبی نافذ من کل ماله درمختار واخر الارث عنه ودین الصحة مطلقا وما لزمه فی مرضه بسبب معروف الخ قدم علی ما اقربه فی مرض موته الخ در مختار. واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرتہن مرہون کو بیع نہیں کر سکتا اور ورثہ راہن قائم مقام راہن ہیں

(سوال ۱۲۱۱) ایک مکان مملوکہ زید کا بلا قید مدت مسماتان شجاعت بی وحیات بی کے پاس مرہون ہے اور زید فوت ہو گیا اس کے ورثا کی طرف سے نہ فک رہن کا مطالبہ ہوتا ہے نہ انفکاک کی امید ہے۔ اب دونوں مسماتان چاہتی ہیں کہ اپنے اختیار سے مکان کو بیع کردیں (ب) پس مکان مذکورہ کی بیع جائز ہے یا کیا؟ (ج) راہن کا حق مالکانہ بصورت عدم انفکاک مکان مرہونہ پر سے کتنی مدت میں ساقط ہوگا؟ (د) اگر راہن کا حق

ساقط نہ ہو اور فک رہن بھی نہ کرا سکے تو مرتہن اس مکان کے متعلق کیا حیلہ کرے؟

(۲) مولوی محمد معین الدین صاحب وکیل نے بتوسط محمد صدیق مختار مسماتان شجاعت بی و حیات بی مکان مذکورہ صدر میں بایں قرار فروکش ہوئے کہ ایک معین عرصہ کے بعد زر قیمت ایک ہزار آٹھ سو روپیہ ادا کر کے خرید لوں گا۔ لیکن چند روز کے بعد وکیل صاحب نے صورت نہ ملنے سے بیع لینے سے انکار کر دیا۔ آخر مسماتان کی جانب سے ایک شخص ثالث مسمی شیر خاں کو بمقابلہ ایک ہزار رہن کی رقم وصول کی گئی۔ لیکن وکیل صاحب نے مکان کا تخلیہ نہ کر کے خود ایک ہزار روپیہ مسمی شیر خاں کو برضامندی مسماتان کے دیدیئے اور بقیہ رقم بیع کی ادائیگی کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد وکیل صاحب نے تتمہ رقم کا ایفاء نہ کیا اور بیع لینے سے بھی انکار کیا لہذا مسماتان نے اور دو جگہ بیع کا انتظام کر دیا۔ لیکن وکیل صاحب کے عدم تخلیہ کی وجہ سے معاملہ بیع کا درہم برہم ہو گیا۔ اب مسماتان کی خواہش ہے کہ وکیل صاحب یا تو ہم سے اپنے ایک ہزار روپیہ لے کر مکان خالی کرا دیں یا تتمہ بمقدار الحاقہ ہم کو دیں وکیل صاحب یہ جواب دیتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ بے شک میں نے اس مکان کو خرید کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن جب محمد صدیق صاحب مختار مسماتان نے ایک جگہ رہن کر دیا اور جا بجا بیع کا معاملہ ٹھیرا دیا۔ پس اس صورت میں میرا بیع کا معاہدہ باقی نہ رہا بلکہ مکان مذکور بمقابلہ ایک ہزار روپیہ بطور رہن کے میرے پاس مقبوضہ ہے اور زر تعمیر وغیرہ کی رقم واجب الوصول ہے جملہ رقم دیدیں تو مکان خالی کرتا ہوں۔ (ہ) اگر فرض کیا جاوے کہ حالت کذائی میں مکان مذکورہ کی بیع صحیح ہے تو وکیل صاحب بربناء معاہدہ بیع لینے پر مجبور ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (د) وکیل صاحب کا یہ عذر ہے کہ میں شیر خاں کو ایک ہزار کی رقم ادا کیا ہوں تو مکان بطور رہن کے اپنے پاس منتقل ہوا ہے اور دونوں مسماۃ کہتی ہیں کہ جب وکیل صاحب شیر خاں کی رقم ادا کر دی اور تتمہ اپنے کو ادا نہیں کیا تو معاہدہ سابقہ بیع کا علیٰ حالہ قائم رہا۔ اس کی کیا صورت ہے۔ اور یہ صورت اقالہ میں داخل ہوتی ہے یا کیا؟ (ز) وکیل صاحب نے جو (اک) کی رقم ادا کی ہے اور مکان پر بھی قابض ہیں تو یہ تقابض صحت بیع کے واسطے کافی ہے یا کیا؟ (ح) اور مسماتوں نے ایک مرتبہ رہن کر دیا گو کہ رہن کے شروط پورے ادا ہوئے ہیں اور چند جگہ بیع کا معاملہ بھی قائم ہوا ہے تو یہ شکلیں معاہدہ بیع کو ساقط کرتے ہیں یا کیا۔ (ط) وکیل صاحب کی جانب سے جو رقم تعمیر مکان مذکورہ میں صرف ہوئی ہے۔ ازروئے حساب ثابت ہو تو مسماۃ ہر دو کو ادا کرنا چاہئیے یا کیا۔ کیونکہ وکیل صاحب کو رہن اور مسماتوں کو بیع کا خیال ہے؟

(الجواب) راہن اصطلاحاً مالک مکان مرہونہ کو کہا جاتا ہے۔ جو کہ مدیون ہے۔ اور دین کے عوض میں اس نے اپنا مکان مثلاً رہن رکھا اور مرتہن دائن یعنی صاحب قرض جو قرض کے وثوق کے لئے مدیون سے کوئی چیز مکان وغیرہ لے کر اپنے قبضہ میں کرتا ہے اور رہن لیتا ہے۔ پس بعد اس تمہید کے جاننا چاہئیے کہ مرتہن کو مکان مرہونہ کی بیع بلا اجازت راہن درست نہیں ہے۔ اور راہن کے مرنے کے بعد اس کے وارث قائم مقام اس کے ہیں۔ کما فی الشامی عن الطحاوی. ورثة الراهن يقومون مقامه كما سبق ط قال في الدر المختار ولا يملك راهن ولا مرتهن بيعه بغير رضاء الآخر فان حل الاجل وغاب الراهن

اجبر الوکیل علی بیعه الی فان لج بعد ذالك باع القاضی الخ درمختار. وفیه ایضا غاب الراهن غیبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضی لبیعه بدینه ینبغی ان یجوز. ولو مات ولا یعلم له وارث فباع القاضی داره جاز کذا فی متفرقات بیوع النهر الخ (درمختار کتاب الرهن)

اور یہ بھی واضح ہو کہ مرتہن جیسا کہ بلا اجازت راہن رہن کو بیع نہیں کر سکتا۔ اسی طرح رہن بھی نہیں کر سکتا۔ قال فی الشامی لیس للمرتهن ان یرهن الخ. پس جب کہ مرتہن مکان مرہونہ کو نہ خود بلا اجازت راہن بیع کر سکتا ہے نہ رہن رکھ سکتا ہے تو یہ جو کچھ معاملات مسماتان مرتہنان کی طرف سے واقع ہوئے سب لغو اور باطل ہیں اگر ان کو مکان مرہونہ کو مجبوری عدم وصول قرض بیع کرنا ہے تو چاہئیے کہ حکام کی طرف رجوع کریں۔ حکام اس کو فروخت کرا کر اس کی قیمت سے قرض مسماتان کا ادا کریں گے۔ اور یہ جب ہے کہ ورثہ راہن بیع کرنے سے یا ادائے قرض سے انکار کریں۔ پس جب کہ محقق ہوا کہ مکان مرہونہ کی بیع و رہن کچھ بھی صحیح نہیں ہے تو مولوی معین الدین صاحب وکیل کو چاہئیے کہ جو روپیہ انہوں نے دیا ہے اس کو واپس لیں اور مکان حوالہ مسماتان کے کر دیں اور جو کچھ باجازت و امر مسماتان مولوی صاحب نے مرمت و تعمیر میں صرف کیا ہے اس کو واپس لے سکتے ہیں اور جو کچھ بلا اجازت صرف کیا ہے اس کو واپس نہیں لے سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رہن سے نفع اٹھانا سود ہے

(سوال ۱۲۱۲) رہن یا قبضہ جس میں اراضی مرتہن کے قبضہ میں ہو اور وہ اس کی آمدنی اپنے تصرف میں لائے۔ اور مال گذاری سرکار ادا کرے۔ اور زرزمین ادا کرنے پر اراضی مذکور پر قبضہ کر سکتا ہو۔ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) زمین مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا اور آمدنی کھانا درست نہیں ہے اس کو علماء نے سود لکھا ہے۔ شامی میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔ اور یہی کتب فقہ میں لکھا ہے اور محصول سرکاری زمین مرہونہ کا ذمہ مالک زمین ہے یعنی راہن کے ذمہ ہے۔ اگر مرتہن نے بلا امر راہن کے محصول ادا کر دیا تو وہ تبرع ہے اور احسان ہے اس کو مرتہن راہن سے نہیں لے سکتا اور نہ آمدنی رہن میں سے محسوب کر سکتا ہے۔ البتہ اگر راہن کے حکم سے مرتہن نے محصول ادا کیا تو اس کو راہن سے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاجارات
(ملازمت کرنے اور کرایہ پر لینے دینے کا بیان)

قرآن خوانی پر اجرت یا دعوت وغیرہ کا حکم

(سوال ۱۲۱۳) چہ می فرمایند علمائے دین درکسے کی جماعتے از قاریان کلام قدیم بدعوت بخانہ خواند و ختم کلام مجید یا پارہ ازاں ویادیگر کلمات ودعوات ماثورہ بانہا خواندن فرمودہ برائے ختم خوانان ماحضر وطعامے مہیا ساختہ بعد فراغت ایشاں را خرانید۔ ومبلغ نقد ہم حسب طاقت بایشاں داد طوعا وکرہا وگروہے دیگر از ہمسایگان و خویشاوندان را نیز بدعوت می خواندومی خوراند۔ دریں صورت بموجب حکم شریعت غرا چہ حکم است ترتیب ایں چنیں مجلس شرعا جائز است یانہ۔ وخوردن وآشامیدن قاریان ودیگر کساں حلال است یانہ۔ واخذ قاریان درست است یانہ۔ فرقہ دیگرایں مجموع ایں عمل را بدعت می دانند؟

(الجواب) قال فی ردالمحتار ناقلا عن شرح الهداية لتاج الشريعة ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العينى فى شرح الهداية و يمنع القارى للدنيا والاخذ والمعطى اثمان فالحاصل ان ما شاع فى زماننا من قراة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراة واعطاء الثواب للأمر والقراة لاجل المال فاذالم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولا الاجرة ما قرء احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا القران العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا اناللّٰہ وانا اليه راجعون انتهى ثم قال كما صرح به فى التتار خانيه حيث قال لا معنى لهذه الوصية ولصلة القارى بقراء ته لان هذا بمنزلة الاجرة والاجارة فى ذلك باطلة وهى بدعة ولم يفعلها احد من الخلفاء الخ. پس ازیں روایات وامثالہا واضح است کہ حق دریں صورت با مانعین ست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محض قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے

(سوال ۱۲۱٤) زید کے والد نے اپنا مکان مبلغ سو روپیہ میں رہن کردیا ہے۔ زید حافظ ہے۔ آیا زید کو یہ جائز ہے کہ قرآن شریف سنا کر اس کو جو زر ملے وہ اپنے والد کو دیدے یا نہیں تاکہ وہ قرضہ ادا کردیں؟

(الجواب) قرآۃ قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اور پڑھنے والے اور سننے والے کو ثواب نہیں ہوتا۔ البتہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا متاخرین نے جائز لکھا ہے بوجہ ضرورت کے۔ لیکن مجرد قرآۃ پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔ شامی میں ہے۔ وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والاخذ والمعطى اثمان فالحاصل ان ما شاع فى زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراة واعطاء الثواب للآمروالقراء ة لاجل المال فاذالم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولو لا الاجرة ما قرء احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا القران

العظیم مکسبا و وسیلة الی جمع الدنیا انا للہ و انا الیہ راجعون. اور جو امر ناجائز ہے وہ قرض کی وجہ سے صورت مذکورہ میں جائز نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف سننے اور پڑھنے پر اجرت لینا

(سوال ۱۲۱۵) سامع قرآن کی اجرت جائز ہے کیونکہ اس کو تعلیم پر قیاس کیا گیا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ اگر اس کو تعلیم قرار دیا جائے تو تعلیم مفسد صلوۃ ہے۔ حالانکہ امام ناسی کو بتلانا اصلاح نماز کی ہے اور اصلاح نماز عبادت ہے اور عبادات پر سوائے مستثناۃ کے اجرت لینا ناجائز ہے۔ لہذا اس پر بھی ناجائز ہونا چاہیے ؟

(الجواب) تلاوت قرآن شریف پر اجرت کو شامی میں ناجائز لکھا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت جائز ہے نہ تلاوت قرآن پر۔ پس اسی طرح سماع قرآن شریف پر بھی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ تالی و سامع عدم جواز اخذ اجرت میں برابر معلوم ہوتے ہیں۔ تعلیم پر قیاس کر کے سامع کی اجرت کا جواز آپ نے کہاں سے اخذ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت

(سوال ۱۲۱۶) آیا تراویح میں حافظ قرآن شریف کو اجرت قرآن شریف دے کر اس سے قرآن مجید سننا جائز ہے یا نہیں آیا اجرت دہندگان کو ثواب ملتا ہے اور ان سے سنت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں اور حافظ کو ایسی صورت میں اجرت لینی جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر کوئی شخص لوگوں کو کہے کہ میں خدا تعالیٰ کے قرآن شریف تراویح میں سناتا ہوں اگر تمہاری مرضی ہو تو خدا تعالیٰ کے لئے مجھ کو کچھ مبلغان دے دینا ورنہ خیر۔ جب حافظ قرآن شریف کو تراویح میں ختم کر لیتا ہے تو لوگ خدا کے لئے حافظ کو مبلغان دیتے ہیں۔ آیا ایسا فعل کرنا جائز ہے اور لوگوں کو ایسی طرح کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ان سے سنت ادا ہو جاتی ہے اور حافظ کو ایسی صورت میں مبلغان لینی جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) ایک حافظ قرآن شریف کا ہے اور وہ اپنے گاؤں سے علاوہ کسی دوسرے شہر متعینہ میں جا کر ہمیشہ قرآن شریف تراویح میں لوگوں کو سناتا رہتا ہے اور وہاں کے لوگ حافظ کو قرآن شریف کے سنانے اور اجرت قرآن کے بارے میں کچھ نہیں کہتے وہ حافظ یونہی قرآن شریف سناتا ہے جب وہ قرآن شریف ختم کر لیتا ہے تو حافظ کو لوگ مبلغان دیتے ہیں۔ آیا ایسا فعل جائز ہے اور لوگوں کو ثواب ملے گا۔ اور ان سے سنت ادا ہو گی اور حافظ کو ایسی صورت میں مبلغان لینی جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اجرت دینا اور لینا قرآن شریف کے سننے اور پڑھنے کے لئے جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو ثواب نہیں ہوتا۔ نہ پڑھنے والے کو اور نہ سننے والے کو۔ اور سنت ختم قرآن اسطرح پر ادا نہیں ہوتی۔ کما فی الشامی قال تاج الشریعة فی شرح الهدایه ان القرآن بالاجرة لا یستحق الثواب لاللمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الهدایه ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی اثمان الخ شامی ج ۵ صفحہ ۳۵۔

(۲) اگر نیت خالص یہ ہے کہ حسبۃً اللہ قرآن شریف سناتا ہوں اور دینے والے بھی محض اللہ کے واسطے اس کو غریب سمجھ کر دیتے ہیں معاوضہ قرآن شریف پڑھنے کا نہیں سمجھتے تو پھر اس کے جواز اور ثواب ملنے میں تامل نہیں ولیکن اس زمانہ میں ایسا کہاں ہے۔ ولو لا الاجرة ما قرء احد فی هذا الزمان بل يجعل القران العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون . الخ. شامی ص ۵۳ ج ۵۔

(۳) قاعدہ فقہ کا ہے۔ المعروف كالمشروط لہٰذا یہ صورت بھی ناجائز ہے اور استیجار علیٰ قرءۃ القرآن میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امامت پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۲۱۷) امامت پر اجرت لینا جائز ہے یا نہ؟ اور فتاوی حامدیہ میں لکھا ہے کہ قرآۃ مجردہ پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) امامت پر اجرت لینا متاخرین حنفیہ نے جائز رکھا ہے۔ کما فی الشامی فی الاجارات اور یہ صحیح ہے کہ تلاوۃ مجردہ پر اجرت لینا صحیح نہیں ہے۔ مگر امامت پر اجرت لینے کے جواز کی تصریح ہے۔

امامت پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۲۱۸) اجرت امامت کی جائز ہے یا نہیں اور اجرت مقررہ بذریعہ عدالت لے سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اجرت امامت جائز ہے۔ اجرت مقررہ بذریعہ عدالت لے سکتا ہے۔

امامت پر تنخواہ لینے وغیرہ کے احکام

(سوال ۱۲۱۹) امامت پر تنخواہ لینی اور معاوضہ لینا کیسا ہے اور امام اگر رسومات چہلم و میلاد خوانی کی اجرت لیتا ہو اور ان رسومات کا پابند ہو اور چرم قربانی بعوض امامت لیتا ہو اور فدیہ کی اجرت لیتا ہو۔ کیا ایسے امام کی امامت درست ہے اور اس کا اقتدا کرنا چاہیئے یا نہیں۔ دوسری یہ عرض ہے کہ اشخاص اپنی جہالت سے اپنی ازواج کو معلقہ کرے رکھتے ہیں نہ خبر گیری کرتے ہیں۔ اور نہ طلاق دیتے ہیں وہ بیچاریاں بڑے عذاب میں مبتلا ہے۔ کیا ایسی حالت میں وہ بغیر طلاق لئے دوسرا نکاح کر سکتی ہیں یا نہیں؟

(الجواب) امامت پر کچھ تنخواہ اور معاوضہ لینا درست ہے اور چہلم کی رسومات اور میلاد خوانی بدعت ہے۔ اس پر کچھ لینا بھی مذموم و بدعت ہے اور چرم قربانی امام کو بعوض امامت لینا دینا درست نہیں ہے۔ فدیہ کی اجرت لینا درست ہے۔ پس امام کو ایسے امور سے جو ممنوع ہیں احتراز ضروری ہے۔ ورنہ امامت اس کی مکروہ ہے۔ اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ بلا طلاق شوہر اول کے ان عورتوں کو دوسرا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

تنخواہ دار امام کی کتنی غیر حاضری قابل مسامحت ہے

(سوال ۱۲۲۰) اگر کوئی امام باوجود تنخواہ پانے امامت کے کبھی کبھی مسجد سے غیر حاضر ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) شامی جلد ثالث کتاب الوقف میں ہے۔ **اما يترك الامامة لزيارة اقربائه فى الرسانيق اسبوعا او نحوه اولمصيبة اولا ستراحة فلا باس به ومثله عفو فى العادة والشرع.** الخ. اس کا حاصل یہ ہے کہ امام کو اپنی ضروریات یا راحت کے لئے ایک ہفتہ یا اس کے قریب یعنی پندرہ دن سے کم تک غیر حاضری عرفا وشرعا جائز ہے۔ پھر آگے تصریح کی ہے کہ ظاہر امرادیہ ہے کہ سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ غیر حاضر ہو تو معاف ہے۔ پس صورت مسئلہ کا حکم بھی اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ گاہ گاہ کی غیر حاضری امام کی معاف ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیری اور آم پر قلم لگانے کی اجرت

(سوال ۱۲۲۱) آم یا بیر کے درخت پر پیوند لگانا کیسا ہے۔ اور اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟

(الجواب) جائز ہے اور اجرت لینا درست بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ پر اجرت لینا

(سوال ۱۲۲۲) نماز جنازہ پڑھانے کی وجہ سے روپیہ پیسہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز جنازہ پڑھانے کی وجہ سے روپیہ پیسہ لینا درست نہیں ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ و عبادت ہے اور عبادت پر روپیہ پیسہ لینا جائز نہیں جیسا کہ تلاوت قرآن مجید پر روپیہ پیسہ لینا درست نہیں ہے اور دینے والا اور لینے والا اگرچہ معاوضہ اور اجرت کا نام نہ لیویں لیکن **بحكم المعروف كالمشروط** جب کہ یہ لینا دینا بعد نماز جنازہ و تلاوت کلام اللہ معروف ہو گیا ہے اور نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے والے اور قرآن شریف پڑھنے والے اسی خیال اور نیت سے پڑھتے پڑھاتے ہیں کہ ہم کو روپیہ پیسہ ملے گا۔ لہذا یہ لینا دینا ناجائز ہے۔ **قال فى الشامى قال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القران بالاجرة لا يستحق الثواب لاللميت ولا للقارى الى ان قال ولولا الاجرة ماقرء احد لاحد فى هذا الزمان** الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

اجارہ فاسدہ کا حکم

(سوال ۱۲۲۳) زید نے عمر سے ایک دوکان تین سال تک کرایہ پر لی تھی اس پر زید نے اسی دوکان کو بکر کو ایک سال کے کرایہ پر دیا تھا اس شرط کے ساتھ کہ بکر نے کہا کہ اگر سال کے بعد دوکان کو خالی نہ کروں تو فی یوم کا ایک روپیہ کرایہ دوں گا سال کے بعد بکر نے دوکان خالی نہیں کی اور نہ فی یوم کا روپیہ دیا کیا زید سے عمر لے سکتا ہے؟

(الجواب) اجارہ اس قسم کی شرطوں سے فاسد ہو جاتا ہے۔ پس یہ اجارہ فاسد ہو گیا اور اجارہ میں اجر مثل لازم ہو جاتا ہے۔ ایک روپیہ روزانہ اجر مثل نہیں ہے پس وہ لازم نہ ہوگا اور زید بکر سے ایک روپیہ روزانہ نہیں لے سکتا ہے۔ لفسدت الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد ما افسد البیع مما مریفسد ھا کجھالة ماجورٍ واجرة اومدة اوعمل وکشرط طعام عبداوعلف دابته اومرمة الدار وعشر اوخراج او مونة. اشباہ در مختار۔

اجارہ فاسدہ کی ایک صورت

(سوال ۱۲۲٤) ہم دو بھائی اور ایک بہن ہے ہمارے والد کی حیات میں ایک زمین لوا ہمارے ہاتھ میں اس صورت سے آئی کہ ایک زمیندار نے ہم سے یہ کہا کہ اگر اس زمین میں کنواں کھودو گے تو ہم تم کو نصف زمین دیدیں گے۔ چنانچہ ہم نے بغیر امداد والد کے اپنا روپیہ صرف کر کے اور کچھ قوت بازو سے کنواں کھود دیا وہ زمین ہمارے پاس آگئی۔ بعد مدت کے والد صاحب نے وفات فرمائی۔ وقت وفات وصیت کی کہ ایک بیگہ زمین لڑکی کو یعنی ہماری ہمشیرہ کو ضرور دیدینا ہم نے بعد وفات والدین موافق وصیت کے وہ زمین ہمشیرہ کو دے دی اس وقت ہم برادران نے صرف والدین کی رضامندی پر محمول کر کے دی تھی اور کچھ خیال نہ کیا کہ یہ ہبہ ہے یا وصیت میں دی ہے۔ بلکہ اس کی آمدنی اس کے گزر کے واسطے دیتے رہے اور زمین مذکور کو اپنی ملک تصور کرتے رہے گزارش ہے۔

(۱) کہ یہ اجارہ مذکور زمین پر ہمارا صحیح ہے یا فاسد یا باطل اور کیا حکم ہے ؟

(۲) اور تملیک والد کی اس صورت میں ہے یا نہیں اور دفتر میں والد کا نام لکھا تھا ؟

(۳) ہمشیرہ کے حق میں وصیت مذکورہ صحیح ہے کہ نہیں ؟

(الجواب) یہ اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اجارہ فاسدہ کا یہ ہے کہ اس میں اجر مثل لازم ہوتا ہے اور مسمی باطل ہے۔ وحکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال (در مختار) پس نصف کنواں کھودنے والوں کی ملک میں نہیں آئی۔ ولا تملك المنافع بالاجارة الفاسدة بالقبض الخ. در مختار اور جب کہ وہ زمین ملک میں نہیں آئی تو اس کا جزو یا کل کسی کو دینا بھی درست نہیں ہے اور وارث کے لئے ویسے بھی وصیت صحیح نہیں ہے اور ماں باپ کے ترکہ میں جیسا کہ اولاد ذکور وارث ہیں۔ دختران بھی وارث ہیں بحساب للذکر مثل حظ الانثیین. واللہ تعالیٰ اعلم

گناہ کے کام میں گاڑی اجرت پر استعمال کرنے کا حکم

(سوال ۱۲۲۵) شراب یا تاڑی کے لئے گاڑی کرایہ پر لے جانا کسی مسلمان گاڑی والے کو درست ہے یا نہیں۔ اسی طرح کسی جگہ ہندو لوگوں کو کسی مندر وغیرہ پر پہنچانے کے لئے گاڑی کرایہ پر لے جانا جائز ہے یا نہیں۔ اسی طرح کسی عرس کے میلے پر لوگوں کو پہنچانے کے لئے گاڑی کرایہ پر لے جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) امام ابو حنیفہ کا مذہب ان امور میں جواز کا ہے اور اجرت حلال ہے اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ بسبب اعانت علی المعصیت کے۔ فی الدر المختار وجاز تعمیر کنیسة و حمل خمر ذمی بنفسه او بدابته باجر الخ وفی الشامی قال الزیلعی وهذاعنده وقالا هو یکره الخ وفی الدر المختار ایضا وجاز اجارة بیت بسواد الکوفة لمن یتخذه بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر وقالا لا ینبغی ذلك لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

افیون چرس وغیرہ گاڑی وغیرہ پر لاد کر لانا

(سوال ۱۲۲۶) کسی شخص کی افیون اور چرس گاڑی پر لاد کر کہیں پہنچانا اور اس سے اجرت لینا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس صورت میں بوجہ اعانت علی المعصیۃ اجارہ مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پیشہ وکالت مروّجہ کا حکم

(سوال ۱۲۲۷) مروجہ پیشہ وکالت و مختار کاری جس میں اکثر جھوٹے مقدمات کی پیروی بھی کرنا ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں اور جو آمدنی اس سے حاصل ہو وہ حلال ہے یا حرام ؟

(الجواب) جھوٹے مقدمات کی پیروی سے جو آمدنی حاصل ہو گی وہ حرام ہے بشرطیکہ وکیل کو علم اس کے جھوٹے ہونے کا ہو۔ وکیل جو اپنے علم کے موافق سچے مقدمات کی پیروی کرے ایسے پیشہ کی حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے پس پیشہ وکالت تو دراصل درست ہے لیکن جو آمدنی اس میں خلاف شریعت طریق سے حاصل ہو گی وہ آمدنی حرام ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر معینہ مدت سے قبل مکان دار مقررہ کرایہ سے کم پر راضی ہو جائے تو اس کا حکم

(سوال ۱۲۲۸) ایک شخص نے اپنا مکان مبلغ ساٹھ روپیہ سالانہ کرایہ پر دیا ہے اور کرایہ دینے کا دستور یہ ہے کہ مبلغ تیس روپیہ چھ ماہ میں دیئے جاتے ہیں اور تیس روپے سال تمام پر دیئے جاتے ہیں۔ اب مکان والے کو درمیان چھ ماہ کے ضرورت ہوئی تو اس نے مبلغ بیس روپے کرایہ دار سے طلب کئے کہا کہ یہ بیس روپے جو میں لیتا ہوں بجائے تیس روپے کے ہیں۔ دس روپے میں نے اپنی جانب سے چھوڑے یہ صورت جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ صورت درست ہے گویا کہ یہ سمجھا جاوے گا کہ اس ششماہی مالک مکان نے دس روپے چھوڑ دیئے کرایہ کم لیا۔ اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کرایہ پر لینے والا دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے ؟

(سوال ۱۲۲۹) ایک ہندو زمیندار نے اپنی پچاس بیگھ زمین چار روپیہ سالانہ کے حساب سے اکبر کو دی۔ اب

اکبر نے بطور رہن کے نواز ش سے چھ سوروپیہ لے کر اس پچاس بیگہ زمین کو نوازش کے حوالہ کر دیا۔ اور نوازش چار روپیہ بیگہ زمیندار کو دیتا ہے۔ اور زمیندار خوشی سے لیتا ہے۔ یہ معاملہ جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ واما لمستاجر فیو اجر الخ. ولا یرھن الخ. اس سے معلوم ہوا کہ اکبر کو یہ جائز نہیں کہ اس زمین کو نوازش کے پاس رہن رکھے اور نوازش کو نفع اٹھانا شئے مرہونہ سے درست نہیں ہے۔

اجارہ زمین کی اجارہ فاسدہ کی ایک صورت

(سوال ۱۲۳۰) زید نے بکر سے اراضی اجارہ پر لی اور یہ شرط لگائی کہ جو درخت اراضی میں ہیں زید کو ان کے کاٹنے کا اختیار ہے اور درختوں کی عوض کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا گیا۔ اب اجارہ صحیح ہوگا یا نہیں۔ کیا زید ان درختوں کو فروخت کر سکتا ہے اور ان درختوں کے معاملہ میں کون سا عقد تصور ہوگا۔ کیونکہ اجارہ کا عقد صرف منافع پر ہوتا ہے۔ اور یہ بیع موقوف کی صورت ہوگی یا فاسد کی ؟

(الجواب) شرط مذکور سے یہ اجارہ فاسد ہو گیا۔ کما فی الدر المختار تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد. پس جب کہ اجارہ فاسد ہو گیا تو زید کو درخت مذکور کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہے۔ اور فروخت کرنا بھی ان درختوں کو جائز نہیں ہے۔ اگر زید فروخت کرے گا تو بکر مالک اشجار کی اجازت پر بیع موقوف رہے گی۔ اگر اس نے بیع کو جائز رکھا بیع صحیح ہو جاوے گی۔ اور قیمت بکر کو دینی چاہئیے۔ بعد اجازت بکر مشتری کو ان درختوں میں تصرف درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اجارہ فاسد سے بچنے کی ایک صورت اور تدبیر

(سوال ۱۲۳۱) ہمارے ملک میں اجارات فاسدہ بکثرت ہوتے ہیں اور اکثر سے بچنا بہت مشکل ہے ایسی حالت میں معافی کی کوئی وجہ ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ہمارے ملک میں اجارہ فاسدہ سے حتی الوسع بچنا چاہئیے کیونکہ یہ معصیت ہے اور معصیت سے بچنا ضروری ہے اور جو حیلہ صحت کا ہو سکے اس کو اختیار کرنا چاہئیے۔ مثلاً اسی صورت میں جو سوال اول میں مذکور ہے اگر اجرت کنواں کھودنے کی دو چار بیگہ زمین معین طریق پر اجرت ٹھیرائی جاتی پھر اس کے عوض اسی زمین کا نصف دیدیا جاتا تو یہ اجارہ صحیح ہو جاتا اور وہ نصف زمین مملوکہ اجیر کی ہو جاتی۔

ذبح پر اجرت لینا جو معین ہو جائز ہے

(سوال ۱۲۳۲) جانور ذبح کرنے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) قواعد فقہیہ کا مقتضی یہ ہے کہ ذبح پر اجرت لینا درست ہے بشرطیکہ اجرت معین ہو۔ اور کام بھی معین ہو۔ مثلاً یہ کہ فی جانور ایک آنہ یا دو آنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الهبه

(ہبہ کا بیان)

نفاذ ہبہ کیلئے قبضہ شرط ہے

(سوال ۱۲۳۳) ایک شخص کے تین لڑکے چھ لڑکیاں ہیں اور وہ شخص اپنی حالت حیات میں اپنی ملک میں سے تیسرے حصہ کا مالک فقط اپنے تین لڑکوں کو بنا دیتا ہے اور اپنی لڑکیوں کو اس میں شامل نہیں کرتا اور اگر یہ شخص اس قسم کی وصیت کرے تو جائز ہے یا نہیں اور اجابت دعوت حق (یعنی اس کا انتقال ہو جائے) کر دے تو باقی ماندہ دو حصہ مال میں مذکورہ بالا تین لڑکے موافق شرع حصہ لے سکتے ہیں یا نہ؟

(الجواب) اگر اس تیسرے حصہ ملک کو علیحدہ کر کے تقسیم کر کے ہر ایک پسر کو جدا جدا قطعہ محدود اپنی حیات میں ہبہ کر دیا ہے اور قبضہ کرا دیا ہے تو وہ پسران مالک اس کے ہو جاویں گے اور پھر بعد مرنے واہب کے باقی دو ثلث ترکہ میں بھی حقدار رہیں گے مگر اس میں واہب گنہ گار ہو گا اور اگر تقسیم کر کے ہبہ نہ کیا بلکہ سوم حصہ مشترکہ کو مجتمعاً و مشترکا ہر سہ پسران کو ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا پسران مالک اس کے نہ ہوں گے۔ اسی طرح وصیت بھی پسران کے لئے بدون رضامندی ورثہ باقی صحیح و نافذ نہ ہو گی ان دونوں صورتوں میں وہ ثلث ملک بعد مرنے مورورث کے شامل جملہ ترکہ ہو کر سب اولاد کو بقدر حصہ پہنچے گا۔

لڑکے کے نام ہبہ کرنے کی ایک صورت

(سوال ۱۲۳٤) عبداللہ اپنی جائداد کے حساب سے اپنی لڑکیوں کا حق دختری ادا کر کے باقی ماندہ اپنے لڑکے خدا بخش کو دے کر حج کو چلا گیا اور حج سے واپس آ کر اپنے لڑکے خدا بخش ہی کے ساتھ رہنے لگا بعد چند سال کے خدا بخش فوت ہو گیا اور اپنی زوجہ مکتولہ کو وصیت کر گیا کہ تیرا مہر اور جہیز میری ملکیت میں ہے تو میری جائداد پر قابض رہنا اور زندگی بھر میرے باپ عبداللہ کی خدمت کرنا۔ مسماۃ مکتولہ نے موافق وصیت مرحوم کے جائداد مذکورہ پر قابض رہ کر اپنے خسر عبداللہ کی زندگی بھر خدمت کی۔ حتی کہ عبداللہ بھی فوت ہو گیا اور اپنے ہمسایوں اور بھائیوں اور بیٹیوں کو بلا کر وصیت کر گیا کہ میں لڑکیوں کا حق ادا کر چکا ہوں میرے بعد میری بہو مسماۃ مکتولہ اور اس کے بچوں سے کوئی مزاحمت نہ کریں۔ پنچ نگہبان رہیں۔ عبداللہ یہ وصیت کر کے مسماۃ مکتولہ کو جائداد پر قابض چھوڑ کر مر ل۔ ان دونوں مرحوموں کی وصیت کی رو سے فرائض میں عبداللہ کے بھائیوں اور بھتیجے اور بیٹیوں کا حق ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو کس قدر۔ بہو کا مع بچوں کے کس قدر ہو گا؟

(الجواب) عبداللہ نے جو کچھ خدا بخش کو ہبہ کر دیا اگر اس کو باقاعدہ مالک بنا دیا تھا یعنی جائداد کو تقسیم کر کے خدا بخش کو ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں کر دیا تھا یا نقد و غیرہ اسباب اس کو ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں کر دیا تھا خدا بخش اس کا مالک ہو گیا بعد مرنے خدا بخش کے وہ چیز اس کی زوج اور اولاد کو اور باپ عبداللہ کو حصہ

شرعیہ کے موافق ملے گی پھر جو کچھ عبداللہ کے حصہ میں آیا وہ اس کے دختران اور پوتوں اور پوتیوں کو حسب حصص شرعیہ ہوگا۔ اور اگر عبداللہ نے جو ہبہ کیا تھا وہ بقاعدہ شرعیہ نہ تھا مثلاً یہ کہ مشترک جائداد ہبہ ہوا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا۔ عبداللہ کی ملک خدا بخش کو بعد مرنے عبداللہ دختران اور پوتوں و پوتیوں کو حسب حصص شرعیہ ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دو شخصوں کو ایک مکان ہبہ کر دینے کے بعد پھر دوسرے کے ہاتھ بیع کرنا

(سوال ۱۲۳۵) زید نے اپنا مکان جو کہ اس کی ملکیت کے قبضہ میں تھا اور کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں تھا وہ مکان بکر۔ عمر ہندہ کے نام ہبہ کر دیا اور رجسٹری کرا دی اور دخل بھی دیدیا اور یہ حصے مساوی کر دیئے بعد ہبہ کے کچھ عرصہ تک تینوں شخص رہے کچھ عرصہ کے بعد زید اور ہندہ حج کو چلے گئے اور بکر پردیس اپنے کاروبار کے واسطے چلا گیا۔ بعد پانچ سال کے زید بیمار ہوا اور حالت بیماری میں اسی مکان کا حیلہ بیع نامہ اس طرح پر کیا کہ ایک حصہ عمر کی زوج کے نام، ایک حصہ ہندہ کے نام، ایک حصہ ہندہ کی بھتیجی کے نام بیع کر دیا اور اسی بیماری میں زید مر گیا اس صورت میں ہبہ جائز ہے یا نہیں اور بیع نامہ جائز ہوا یا نہ ؟

(الجواب) در مختار و شامی میں ہے۔ والدار من رجلین لا فقط پس معلوم ہوا کہ ہبہ صحیح نہیں ہوا تھا لہذا بیع صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ کے متعلق چند مسائل

(سوال ۱۲۳۶) اپنی زندگی میں اپنے مملوکہ حقوق کو ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) ہبہ زبانی بھی صحیح ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر واہب فوت ہو جاوے تو معتبر شہادت پر ہبہ تسلیم کیا جاوے گا یا نہیں ؟ (۳) اگر واہب اپنے چند ورثہ چھوڑ کر فوت ہو جاوے تو شے موہوب میں ان ورثہ کا کوئی حق باقی رہتا ہے یا نہیں ؟ (۴) اگر مابین ورثہ متوفی اور موہوب لہ کے موہوبہ پر نزاع ہو تو کون فریق حق پر ہوگا ؟

(الجواب) ہبہ کرنا موافق قواعد شرعیہ کے درست ہے۔

(۲) ہبہ زبانی بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ بعد فوت ہونے واہب کے اگر شہادت شرعیہ موجود ہوگی تو ہبہ معتبر ہوگا۔

(۳) اگر موانع ہبہ میں سے کوئی امر موجود نہیں ہے تو واہب کی اولاد کا کوئی حق شے موہوب میں نہ ہوگا اور اگر کوئی مانع موجود ہوگا تو ہبہ ناجائز رہے گا۔ اور سب ورثہ واہب پر حسب فرائض تقسیم کیا جاوے گا۔ مانع تمامی ہبہ یہ ہیں کہ شئے موہوب مشترک ہو منقسم نہ ہو۔ قبضہ موہوب لہ کا نہ کرایا ہو۔ قال فی الدر المختار والمانع شیوع مقارن للعقد وفیہ تتم الھبۃ بالقبض الکامل فی محوز مقسوم الخ اس عبارت سے واضح ہے کہ ہبہ مشترک چیز کا ناجائز ہے اور جب تک موہوب لہ کا قبضہ شے موہوب پر نہ ہوگا ہبہ صحیح نہ ہوگا۔

(۴) اگر ہبہ صحیح ہے تو موہوب لہ حق پر ہوگا اور ہبہ ناجائز ہے تو ورثہ واہب کے حق پر ہوں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

ہبہ مشترک ناجائز ہے

(سوال ۱۲۳۸) زید نے اپنی حیات میں جو جائداد غیر منقولہ خرید کرلی اس میں کچھ مکانات اپنے دو پسران خود کے نام خرید کیا اور تا حین حیات وہ اپنی جائداد پر متصرف و قابض مالکانہ رہ کر کرایہ وغیرہ وصول کرتے رہے اور وصول کر کے اپنی تحت و تصرف میں لاتے رہے اور ان پسران کو نہیں دیا کہ جن کے نام بیعنامہ تھا اور اس جائداد کو از سر نو بنوایا بھی علاوہ اس کے وقتاً فوقتاً زید نے اپنی مالیت اور نقدی موجودہ کا بطور یادداشت چٹھ لکھتے رہے اس میں جس طرح اپنی جائداد کی قیمت لگائی اسی طرح اس کی بھی قیمت لگاتے رہے مثل اپنی جائداد کے۔ قضاء الٰہی سے زید نے انتقال کیا اور اپنے وارثان میں چند لڑکے لڑکیاں اور زوجہ چھوڑے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ اور وہ جائداد کس طرح تقسیم ہوگی ان دونوں پسران کو ملے گی یا کل وارثان پر تقسیم ہوگی؟

(الجواب) وہ جائداد جو دو پسران کے نام خرید کی تھی اپنے روپے سے وہ بھی شامل ترکہ زید ہو کر سب ورثہ کو بقدر حصص پہنچے گی کیونکہ یہ ہبہ تھا اور ہبہ مشاع کا شرعاً باطل ہے اور مشترک مشاع اس لئے رہا کہ ہر ایک پسر کا حصہ علیحدہ علیحدہ تقسیم کر کے ان کو نہیں دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ مشترک کی ایک صورت

(سوال ۱۲۳۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی دو لڑکیاں اور بھتیجا ہے۔ ہندہ مذکورہ نے اپنی کل جائداد اپنی دونوں لڑکیوں کو ہبہ کردی اور فیصلہ دیدیا۔ اب جائداد ہبہ شدہ میں بھتیجے کا حق ہے یا نہیں؟

(الجواب) دو لڑکیوں کو اکٹھا ہبہ کرنا صحیح نہیں اگر ہندہ مر گئی ہے تو اس کی جائداد کے تین حصے کر کے دو حصے دونوں لڑکیوں کو اور ایک حصہ بھتیجے کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جائداد کا ہبہ مکمل ہو جائے تو موہوب لہ کو ہر طرح کا اختیار ہے

(سوال ۱۲۴۰) ایک شخص نے کچھ جائداد اپنی زندگی میں خرید کر اپنی زوجہ کو دیدی تھی اور اس شخص کی زوجہ رحمت بی بی اس جائداد پر قابض ہے پس مسماۃ نے سہ ربع جائداد کا شوہر کے بعض ورثہ کو تقسیم کردیا اور بعض کو نہیں دیا۔ اور ایک ربع میں سے کچھ حصہ وقف کردیا ہے اور جو باقی ہے اس کو اس کے مرنے کے بعد کیا کرنا چاہئے اور جن ورثہ شوہر کو اس نے ہبہ میں شریک نہیں کیا ان کا مواخذہ وداروگیر اس کے ذمہ ہے یا نہیں؟

(الجواب) جو جائداد شوہر رحمت بی بی کو اپنی زندگی میں دیدی تھی اور بقاعدہ شرعیہ رحمت بی بی اس کی مالک ہو گئی تھی اس میں سے اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے دیوے اور جس کو چاہے نہ دیوے۔ پس جس کو اس نے دیا اور شرط صحت ہبہ پائی گئی یعنی تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ ہر ایک کا قبضہ کر دیا وہ مالک اس کے ہو گئے اور جو حصہ اس نے وقف کیا وہ وقف ہو گیا جو حصہ اس کے پاس باقی رہا اس کو مطالبہ داروں میں بقدر حصہ تقسیم کر لیں جو ہبہ اور وقف حالت صحت میں ہو چکا وہ توڑا نہ جاوے گا۔ **قال فی الدر المختار يعتبر حال العقد فی تصرف منجزھو الذی اوجب حکمه فی الحال فان کان فی الصحة فمن کل ماله والا فمن ثلثه الخ.** در مختار۔

نابالغہ نواسی یا پوتوں کو جو شئی ہبہ کیا جائے اس پر دادی، نانی کا قبضہ کافی ہے یا نہیں؟

(**سوال ۱۲۴۱**) ایک مساۃ جس کی عمر تقریبا ۸۸ سال ساکن میرٹھ جو عرصہ سے بعوارض مختلفہ بیمار تھی اور محض لاولد اور صاحب جائداد منقولہ وغیر منقولہ تخمینا پندرہ سولہ ہزار کے انتقال سے تخمینا دو ماہ میں بعارضہ پیچش و اسہال مبتلا ہو کر اس میں انتقال ہو گیا ایک اس کی حقیقی بہن یعنی متوفیہ کی میرٹھ میں اسکے پاس رہا کرتی تھی اور ایک بہن اور ایک بھائی حقیقی شہر رام پور میں رہتے ہیں۔ اس بہن کو جو میرٹھ میں رہتی تھی بطمع مال واسباب و جائداد رام پور والی بہن اور بھائی کو اس مرض موت اور انتقال کی خبر نہ کی اور ایک ہبہ نامہ اس متوفیہ کی طرف سے اسی حالت مرض میں یہ جان کر کہ یہ اب اس مرض سے جاں بر نہ ہو سکے گی اپنی ایک پوتی اور ایک نواسی کہ ہر دو نابالغ ہیں ہبہ نامہ تحریر کرا کر اپنے میل کے دو آدمیوں سے کہ وہ محض اجنبی تھے اور کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے رشتہ دار متوفیہ کا بنا کر بغرض شہادت ذریعہ کمیشن گھر بلا کر تصدیق کرا دیا اور ہبہ نامہ میں ایک مکان مسکونہ جو اس متوفیہ کا تھا اور تادم مرگ اسی مکان میں مع مال واسباب رہی اور ایک مکان مع چہار دکانیں کہ جو تحت میں پشت پر واقع ہیں اور انہی کی چھت پر مکان بنا ہوا ہے اور ان دو کانوں میں ایک مدت سے کرایہ دار متوفیہ کی طرف سے چلے آتے ہیں اس سب جائداد جزو کل کا ایک ہبہ نامہ مشاع دونوں نابالغوں کے نام مالیت پانچ ہزار روپیہ قرار دے کر بولایت اپنی اس بہن نے کہ جو اس کے پاس رہتی تھی تصدیق کرا دیا۔ شہادت انہیں اشخاص کی جن کو رشتہ دار متوفیہ کا بنایا تھا۔ اور خود سب جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر بعد وفات اپنی بہن کے قابض بن بیٹھی۔ دوسرے روز مرنے سے متوفیہ کے چند اشخاص کہ جو بتقریب شادی سرکار والئی ریاست رامپور گئے تھے ان سے خبر متوفیہ کے بھائی کو معلوم ہوئی بھائی بمجرد سننے خبر فوت بہن کے تیسرے روز سیوم کے وہاں پہنچا تو یہ کاروائی دیکھی اور سنی کہ ہبہ نامہ لکھا گیا اور ہم دونوں بھائی بہن کی حق تلفی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ پس سوال یہ ہے کہ ہبہ مشاع کا جائز ہے یا نہ؟

(۲) اور نانی نے نابالغہ کی طرف سے ولی بن کر جائداد موہوبہ پر قبضہ کیا باوجودیکہ باپ نابالغہ کا وہیں میرٹھ میں موجود ہے یہ قبضہ کر لینا نانی کا شرعا درست ہے یا نہیں؟

(۳) یہ کہ پوتی اس کی رامپور میں اپنی ماں کی پرورش میں بھی بغیر اطلاع اور بلا اجازت پوتی اور ہونے

ماں کے قبضہ دادی کا صحیح ہے یا نہیں ؟

(۴) یہ کہ متوفیہ اپنے مکان مسکونہ میں تادم حیات مع مال واسباب اپنے کے رہی تادم مرگ مکان خالی نہیں کیا اس صورت میں قبضہ ہو گیا یا نہیں ؟

(۵) یہ کہ بعض جائداد موہوبہ پر اگر قبضہ ہو جاوے اور بعض پر نہ ہو تو موجب نقصان ہبہ ہے یا نہ ؟

(۶) یہ کہ اگر مکان مسکونہ میں متوفیہ تادم حیات خود رہی بعد تحریر ہبہ نامہ اور باقی مکان ودکانیں اسی متوفیہ کے کرایہ دار تھے اور کوئی امر جدید جو موجب قبضہ ہبہ ہو تا تا حیات متوفیہ عمل میں نہیں آیا تو موجب بطلان ہبہ ہوا یا نہیں ؟

(الجواب) ہبہ مشاع ناجائز و غیر نافذ ہے۔ **لایتم الا با لقبض فی ما یقسم ولو وھبه لشریکه اولا جنبی لعدم تصور القبض الکامل الخ در مختار قال وفی الفتاوی الخیریه ولا یفید الملك فی ظاهر الروایة شامی.**

(۲) نانی کا قبضہ جبکہ نواسی اس کے عیال میں نہیں ہے۔ اس صورت میں صحیح نہیں ہے۔ **وان وھب له اجنبی یتم لقبض ولیه وھو احد اربعة الاب ووصیه ثم الجد ثم وصیه وان لم یکن فی حجرھم وعند عد مھم تتم بقبض من ھو یعوله درمختار وفی الشامی عن التجرید فلو ان الاب ووصیه والجد ووصیه غائب غیبة منقطعة جاز قبض الذی یتولاہ ولا یجوز قبض غیر ھولاء الاربعة مع وجود واحد ھم منھم سواء کان الصغیر فی عیاله اولا وسواء کان ذار حم محرم او اجنبیا وان لم یکن من ھولآء الار بعة جاز قبض من کان الصبی فی حجرۃ الخ شامی وفی غایة البیان، ولا تملك الام وکل من یعول الصغیر مع حضور الاب وقال بعض مشائخنا یجوز اذکان فی عیالھم کالزوج. وعنه احترزفی المتن بقوله فی الصحیح الخ شامی**۔ اور اگر وہ نواسی اپنی نانی کے پاس رہتی ہے اور اس کی عیال میں ہے تو علامہ شامی نے اس میں دونوں قول جواز عدم جواز کے نقل کئے اور آخر میں قاضی خاں کی تصحیح کو راجح کیا جو قائل جواز ہیں کیونکہ اس میں صغیر کا نفع ہے واللہ اعلم

(۳) جب کہ پوتی اپنی دادی کے عیال میں اور پرورش میں نہیں ہے تو قبضہ دادی کا صحیح نہیں **ولم یجز قبض من لم یکن فی عیاله. برازیه شامی.**

(۴) اس صورت میں قبضہ نہیں ہوا۔ **وفی الاشباہ ھبة المشغول لا یجوز الا اذا وھب الاب لطفله در مختار کان وھبه دارا والاب ساکنھا اوله فیھا متا ع لانھا مشغولة بمتا ع القابض شامی.**

(۵) جس پر قبضہ ہو جاوے گا اس میں ہبہ صحیح ہے اور جس پر قبضہ نہیں ہوا اس میں صحیح نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

جب کوئی امر جدید متعلق قبضہ کے نہیں پایا گیا تو موہوب لہ یا اس کے ولی وغیرہ کا قبضہ نہ ہوا پس ہبہ ناتمام رہا اور باطل ہوا۔ **تتم الھبة بالقبض الکامل در مختار.** واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ مشاع فاسد ہے، قبضہ کرنے کے بعد بھی موہوب لہ مالک نہیں ہوتا بخلاف غیر مشاع کے

(سوال ۱۲۴۲) زید کی جائداد میں ایک اجنبی کی شرکت ہے اور زید نے اپنی اس جائداد کو بکر کو ہبہ کر کے قابض و متصرف کر دیا ہے اور مال منقولہ مانند زیورات و نقدی و جانوراں وغیرہ تقسیم کر کے واہب مذکورہ موہوب لہ کی ملک کر چکا ہے۔ اور یہ سب اشیاء موہوب لہ کے قبضہ میں ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے۔ زید کے ورثہ میں زوجہ و دختران اور برادر زادگان اور ایک برادر حقیقی موجود ہیں۔ لیکن زوجہ و دختران کو ہبہ میں کچھ انکار نہیں تسلیم ہے۔ البتہ برادر حقیقی دعویدار ہے اور ہبہ مرض الموت میں ثلث میں ہوگا یا نہ؟

(الجواب) صورت اولی میں ہبہ مشاع ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے موافق موجب ملک نہیں ہے اور بلکہ فاسدہ ہے۔ کما فی الشامی هبة المشاع فیما لا یقسم لا تفید الملك عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی وفی القهستانی لا یفید الملك وهوا لمختار کما فی المضمرات و هذا مروی عن ابی حنیفةؒ وهوالصحیح فحیث علمت انه ظاهرالروایة وانه نص علیه محمد وروده عن ابی حنیفة ظهرانه الذی علیه العمل وان صرح ان المفتی به خلافه ولا سیما انه یکون ملکا خبیثا. پس معلوم ہوا کہ قول صاحب در مختار وبه یفتی معمول بہ نہیں ہے اور صحیح نہیں ہے۔ اور برادر زادگان بموجودگی برادر حقیقی محروم ہیں۔ دعوی بھائی کا تقسیم ترکہ صحیح ہے۔ دوسری صورت میں یعنی ہبہ زیورات وغیرہ کا جو منقسمہ ہے۔ بعد قبض موہوب لہ صحیح ہے۔ اس میں دعوی بھائی کا صحیح نہیں اور ہبہ مرض الموت کا ثلث میں جاری ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشترک چیز کا ہبہ نافذ نہیں

(سوال ۱۲۴۳) ہبہ بلا عوض شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اور جائداد مشترکہ ہے۔ ضامنہ بی بی نے اپنے شوہر اور اس کے بھتیجے کو اپنی جائداد بلا عوض ہبہ کر دی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہبہ مشاع کا درست نہیں ہے یعنی مشترکہ جائداد کا ہبہ بلا تقسیم کے جائز نہیں۔ پس اگر مسماۃ ضامنہ بی بی نے اپنی جائداد اپنے شوہر اور اس کے بھتیجے کو علی سبیل الاشتراک ہبہ کر دی ہے تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا۔ هکذا فی الدر المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ بدون قبضہ کی ایک خاص صورت

(سوال ۱۲۴۴) رسالدار امراؤ بہادر خاں صاحب بحالت ملازمت اپنے بیٹے فضل الرحمٰن خاں عرف منو خاں نابالغ کو ایک خط ڈاک میں بھیجا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ تم اپنی والدہ کو سنا دینا کہ تم نے میرے واسطے کپڑے جلد تیار کئے اس سبب سے تم کو میں سونے کے کڑے آج کی تاریخ سے انعام میں دیئے۔ اللہ تعالی تم کو مبارک کرے۔ اور یہ خط میرا واسطے سند کے اپنی والدہ کے پاس رہنے دینا۔ اور جس وقت میں آوں گا اس وقت نکال کر تمہاری والدہ کے حوالہ کر دوں گا۔ اس کے بعد کچھ اور حالات لکھ کر لکھتے ہیں کہ تمہاری والدہ کو

معلوم ہو کہ جو میں نے تم کو سونے کے کڑے دیئے ہیں وہ تم کو نہیں دیئے بلکہ منو خاں کو دیئے ہیں جب تک منو خاں چھوٹا ہے تو تم اپنے کام میں لاؤ جب تک تم مختار ہو۔ بعد بڑا ہونے کے اس کو اختیار ہے تم کو دیدے یا لے لیوے۔ اور اب بھی وہ مالک ہے اور جب بھی وہ مالک ہے جب تم سے غصہ ہووے تو اپنی چیز لے سکتا ہے۔ اس خط لکھنے کے بعد رسالدار صاحب گھر نہیں آسکے وہیں انتقال ہو گیا حسب وعدہ مذکورہ کڑے اپنی بیوی کے قبضہ میں نہ دے سکے گو وہ کڑے اسی مکان میں جس میں ان کی بیوی رہتی تھی کسی نامعلوم جگہ محفوظ تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کڑے منو خاں کی ملکیت ہیں یا اور ورثاء بھی اس میں شریک ہیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ **وھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ الخ تتم بالعقد لو الموھوب معلوما وکان فی یدہ اوید مودعہ الخ** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ۔ صورت مسئلہ میں وہ کڑے طلائی ملک منو خاں نابالغ کی ہو گئی۔ دیگر ورثہ کا اس میں کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خاوند کا بیوی اور لڑکوں کو ہبہ کرنے کی مفصل بحث

(سوال ۱۲٤٥) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی سے لڑکا ہے اور دوسری بیوی سے لڑکی ہے اور دونوں علیحدہ علیحدہ اپنے مکانات میں سکونت پذیر ہیں۔ گاہے زید کسی بیوی کی روٹی کھاتا ہے۔ گاہے کسی کی لڑکی والی بیوی کو جو زید نے ایک غیر کفو سے شادی کی تھی اس کو برضا ور غبت اور زر حق مہر و خدمت گزاری کے ایک اچھی تعداد کے زیورات اور ظروفات اور پارچہ جات اور ایک قطعہ زمین یکے بعد دیگرے روبروئے شاہدان برادری و غیر برادری کے حین حیات میں اسٹامپ پر لکھ کر دیا ہے کہ اسٹامپ کی رو سے اشیاء مذکورہ پر نہ میرا اور نہ میرے ورثاء کا دعوی رہا۔ اگر خدانخواستہ منکوحہ ام فوت ہو جاویں۔ تو پھر بھی دختر ام جو اس کے بطن سے اور صلب سے ہے وہ وارث ہو گی۔ اور کسی کا کوئی دعوی نہیں ہے۔ اب زید بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور منکوحہ چھوڑ کر مرا ہے اب سوال یہ ہے کہ دختر کو اور اس کی والدہ منکوحہ خود کو جو کچھ وہ شئی زیورات، مکانات ایک قطعہ زمین وغیرہ جائداد مکان و چند راس گاؤ دے گیا ہے وہ شرعا ترکہ میں تقسیم بموجب شریعت کے ہونگے یا جو کچھ لڑکی کو اور اس کی والدہ کو دے گیا ہے۔ اور دختر اور اس کی والدہ کو دیا ہے اس پر ہر ایک قابض رہ کر جو کچھ کہ چھوڑا وہ ترکہ تقسیم ہو گا۔

(الجواب) زید نے جو کچھ زیور و ظروف و پارچہ وغیرہ بعوض دین مہر اپنی کسی بیوی کو دیا یا بعوض حق الخدمت کسی بیوی کو یا اولاد کو بحالت صحت کچھ ہبہ کیا اور موھوب لہم کا قبضہ کرا دیا اور کوئی امر مانع عن الہبہ بھی موجود نہ تھا مثلاً شئی موھوب لہ مشاع نہ تھی تو ایسے احوال میں جس کو کچھ دیا وہ اس کا مالک ہو گیا وہ اشیاء شامل ترکہ ہو کر جملہ ورثہ کو تقسیم نہ ہوں گی بلکہ ماسوا ان اشیاء موھوبہ کے جو کچھ ترکہ باقی رہا ہے وہ حسب قواعد بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث جملہ ورثہ پر حسب حصص شرعی تقسیم ہو گا۔ قال فی الدر المختار **لاتتم بالقبض فیما یقسم الخ فان قسمہ وسلمہ صح الخ والمانع بشیوع مقارن الخ فیما اتخذ لولدہ**

او تلمیذه ثیابا ثم اراد ودفعها لغیره لیس له ذلك وفی الخانیة لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده یسوی بینهم الخ در مختار. وفیه ولو وهب فی صحة کل المال للولد جاز واثم الخ درمختار. کتاب الهبة

اور موہوب لہ کے قبضہ کی ضرورت اس وقت ہے کہ موہوب لہ اولاد بالغین یا زوجہ ہو۔ اور اگر موہوب لہ اولاد صغیر ہے تو قبضہ ولی کا کافی ہے۔ کما فی الدر المختار وهبة من له ولایة علی الطفل فی الجملة الخ تتم بالعقد الخ قوله علی الطفل. فلو بالغا یشترط قبضه ولو فی عیاله. تاتار خانیه. شامی

نواسے کو ہبہ کر کے مرنے تک خود قابض رہا تو کیا ہبہ صحیح ہے ؟

(سوال ١٢٤٦) زید نے ایک قطعہ زمین اپنے نواسوں کو جو صغیر ہیں ہبہ کیا۔ مگر تا حین حیات اس زمین پر خود قابض رہا موہوب لہ کا قبضہ نہیں کرایا۔ اس صورت میں یہ ہبہ صحیح ہے یا وہ زمین ورثہ پر تقسیم ہوگی ؟

(الجواب) اس صورت میں ہبہ صحیح نہیں ہوا ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ وان وهب له اجنبی تتم بقبض ولیه وهو احد اربعة الاب ثم وصیه ثم الجد ثم وصیه در مختار وفیه ایضا وتتم الهبة بالقبض الکامل قوله بالقبض الکامل فیشترط القبض قبل الموت الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

چرم قربانی کسی کو ہبہ کر دیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کی رقم کسی مسجد یا قومی کام میں لگاوے

(سوال ١٢٤٧) راندیر کے نگینے محلّہ کے مسلمان اپنے محلّہ کی قربانی کے چمڑے جمع کر کے ایک شخص کو بطور بخشش ہبہ کر دیتے تھے پھر وہ شخص ان چمڑوں کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے محلّہ میں راہداری کے لئے فانوس روشن کر دیا کرتا تھا۔ اور جواز کی صورت جناب مولوی غلام محمد صاحب مرحوم نے بتلائی تھی۔ مدت سے روشنی کا کام چمڑوں کی قیمت سے چلتا تھا مگر امسال پر کسی نے شبہ ڈال دیا کہ یہ صورت جائز نہیں ہے اس لئے سوال ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے یہ صورت جواز شریعت کے موافق بتلائی تھی یا خلاف شریعت ؟

(الجواب) یہ صورت جو مولوی صاحب موصوف نے بتلائی تھی یہ صورت صحیح ہے۔ در مختار میں ایسا ہی لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ میں ولی کا قابض ہونا نابالغ ہی کا متصور ہوگا

(سوال ١٢٤٨) ایک شخص حافظ عبد الرحیم نامی نے اپنے مرنے سے تین سال پہلے اپنی املاک قسم مکان وغیرہ اپنے ایک نابالغ لڑکے اور دو نابالغ پوتوں کے نام ہبہ نامہ لکھوا کر رجسٹری کر دیا اور تا مرگ املاک پر اپنا قبضہ رکھا ہبہ نامہ کی خبر اپنی زندگی میں وارثوں کو نہ ہونے دی۔ اب وہ شخص فوت ہو گیا تو بڑے لڑکے نے

ہبہ نامہ ظاہر کیا۔ پس مرنے والے کے حقیقی وارث حسب ذیل ہبہ نامہ کرنے پر حصہ ترکہ پا سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر ان ورثاء کا حق ہے تو فی ہزار ایک کو کیا ملنا چاہئیے ؟

(الجواب) کل ایک ہزار روپیہ مرنے والے کے وارث

ابن	ابن	بنت	بنت	زوجہ
۲۹۱	۲۹۱	۱۴۵	۱۴۵	۱۲۵
۱۰/۸	۱۰/۸	۱۳/۴	۱۳/۴	

قال فی الدر المختار وهبة من له ولاية الطفل فی الجملة الخ تتم بالعقد الی ان قال لان قبض الولی ينوب عنه درمختار. قوله بالعقدای الا يجاب فقط كما يشير اليه الشارح كذا فی الهامش وهذا اذا اعلمه او اشهد عليه والاشهاد للتحرز عن الجحود بعد موته والا علام لازم لانه بمنزلة القبض بزازيه. شامی جلد ٤ كتاب الهبة. وفی المتفرقات من البيوع اشترت لطفلها علی ان لا ترجع عليه بالثمن جاز فهو كالهبة استحسانا. درمختار۔ ان عبارات سے واضح ہوا کہ نابالغ اولاد یا اولاد کی اولاد کو ہبہ کرنے میں موہوب لہم کے قبضہ کی ضرورت نہیں ہے صرف ہبہ کر دینے سے موہوب لہم مالک ہو جاتے ہیں ولی کا قبضہ قائم مقام ان کے قبضہ کے ہے البتہ جن کو ہبہ کیا جاوے ان کو خبر کرنا ضروری ہے یا ہبہ پر گواہ بنانا چاہئیے۔ بہر حال بعد پورا ہونے ہبہ کے جائداد موہوبہ دیگر ورثاء پر تقسیم نہ ہوگی۔ لیکن واہب نے اگر اپنے نابالغ پسر اور دو پوتوں کو بالاشتراک بلا تقسیم ہبہ کیا ہے تو یہ ہبہ مشاع کا ہوا اور ہبہ مشاع کا صحیح نہیں ہے اس حالت میں وہ جائداد و مکان بعد موت واہب کے جملہ ورثہ کو تقسیم ہوگی۔ اور صورت تقسیم یہ ہے کہ تمام ترکہ متوفی کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث اڑتالیس سہام ہو کر چھ سہام زوجہ کو اور چودہ چودہ سہام ہر یک پسر کو اور سات سہام ہر یک دختر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مہر کے عوض زوجہ کو اگر شرط کے ساتھ جائداد ہبہ کی تو اس کا حکم

(سوال ۱۲٤۹) اگر شوہر بعوض دین مہر کے اپنی زوجہ کو جائداد ہبہ کر کے اور ہبہ نامہ میں یہ شرط لکھے کہ زوجہ کو بلا میری رضامندی کے بیع وہبہ کا اختیار نہیں اس شرط سے ہبہ میں نقصان ہو گا یا کیا۔ اگر زوجہ اس جائداد موہوبہ کو فروخت کرے تو بیع ہو جاوے گی یا نہیں اور شوہر کے قرابت دار کو کہ وہ بھی شریک فی المبیع ہے حق شفعہ ہے یا نہ ؟

(الجواب) ہبہ کرنا بعوض دین مہر کے یہ بیع ہے اور بیع شرط فاسد سے ہو جاتی ہے اور بیع فاسد میں بعد قبضہ کے مبیع ملک مشتری میں داخل ہو جاتی ہے۔ پس اگر عورت نے بعد قبضہ کے اس جائداد کو فروخت کیا بیع ہو جاوے گا۔ اور شریک فی المبیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ فاسد کی ایک صورت

(سوال ۱۲۵۰) عمر نے اپنی کل جائداد کو اس طور سے ہبہ کیا (بصحت عقل و حواس خوس کے اپنی جملہ جائداد کو اس شرط کے ساتھ ہبہ کرتا ہوں بنام مسماۃ سکینہ کے ہبہ کرتا ہوں کہ مسماۃ سکینہ بی واس کی اولاد اس پر قابض اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اگر خدانخواستہ میری دختر بھی لاولد فوت ہو جاوے تو کل جائداد میرے برادر عبدالرحیم کے قبضہ میں رہے اور وہ مالک ووارث سمجھا جاوے پس آخری فقرہ کے اعتبار سے مفتی صاحب ریاست کا ارشاد ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں ہے؟

(الجواب) ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ ہبہ صحیح ہوتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے۔ کما فی الدر المختار وحکمها انها لا تبطل بالشروط الفاسدة کهبة عبد علی ان یعتقه تصرح ویبطل الشرط الخ لیکن مشاع ہونا موہوب کا مبطل ہبہ ہے پس اگر مشاع کا ہبہ کیا تھا یا موہوب لہا کو قبضہ نہ ہوا تھا تو ہبہ ناجائز اور غیر صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی لڑکی کو مکان ہبہ کر کے خود اس میں بطور کرایہ دار آباد رہنے کا حکم

(سوال ۱۲۵۱) زید نے اپنے مرنے سے چھ ماہ قبل اپنی دختر ہندہ کے حق میں بعدم موجودگی ہندہ اپنا مکان مسکونہ خود ہبہ کیا اور یوم وفات تک بحیثیت کرایہ دار مکان موہوبہ میں سکونت پذیر رہا یہ ہبہ صحیح ہوا یا نہیں؟

(الجواب) ہبہ میں موہوب لہ کا یا اس کے وکیل خصوصی کا قبض عندالہبہ صحت ہبہ کے لئے شرط ہے اور وکیل سے وہ وکیل مراد ہے جو اس خاص معاملہ میں وکیل بنایا گیا ہو کہ جا کر موہوب کی طرف سے قبضہ کرے۔ مگر چونکہ یہاں موہوب لہ دختر ہے اس لئے ایک جزئیہ یہ بھی ہے کہ اگر ابن یا بنت صغیرہ ہوں تو باپ کا قبضہ ان لوگوں کا قبضہ سمجھا جاتا ہے پس اگر ہندہ نابالغہ ہے تو مکان ہندہ کا ہوگا اور ہبہ صحیح ہے ورنہ کوئی صورت روایات صحیحہ سے پیدا نہیں ہوتی۔

ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا اور ذی رحم محرم کو ہبہ کر دینے کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا

(سوال ۱۲۵۲) ایک عورت کا ایک پسر و دختر زندہ ہیں اور اس نے اپنی پوتی کے نام اپنی کل جائداد ہبہ کر دی اور پوتی سے یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ اس کے معاوضہ میں تاحین حیات تیری تجھ کو روٹی کپڑا دوں گی تو موہوب لہا نے اس کے عوض میں کچھ نہیں دیا۔ لہذا واہبہ جائداد موہوبہ کو واپس کرنا اور رجوع کرنا چاہتی ہے۔ اس صورت میں رجوع جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہبہ مذکورہ میں اگر شرائط صحت ہبہ پائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ ہبہ مشاع کا نہیں ہوا تو وہ ہبہ صحیح ہو گیا اور عوض چونکہ مجہول تھا لہذا یہ شرط باطل ہوئی اور چونکہ یہ ہبہ ذی رحم محرم کو ہوا لہذا رجوع اس میں صحیح نہ ہوگا۔ قال فی الدر المختار وقید العوض بکونه معینا لانه لو کان مجهولا بطل اشتراطه فیکون هبة ابتداءً وانتهاءً الخ وایضا فیه فلو وهب لذی رحم محرم منه نسبا الخ لا یرجع واللہ تعالیٰ اعلم

ہبہ میں رجوع کب تک اور کن شرائط کے ساتھ ہو سکتا ہے

(سوال ۱۲۵۳) زید نے اپنے چچا کی لڑکی فاطمہ اور فاطمہ کی لڑکی زبیدہ کو اپنے ۵ قطعہ مکانات سے تین قطعہ پر فاطمہ کا اور دو قطعہ پر زبیدہ کا قبضہ کرادیا اور دونوں قابض ومالک ہو گئیں اور زید خود دوسرے عزیز کے مکان میں سکونت پذیر ہوا اور ہبہ نامہ میں یہ الفاظ بھی لکھے کہ تاحین حیات خود میں قابض ودخیل ہوں اور بعد اس کے یہ الفاظ کہ مکانات موہوبہ کو قبضہ مالکانہ میں دیدیئے۔ یہ ہبہ صحیح ہوا یا نہیں اور حین حیات کی شرط کا کیا حکم ہے؟ (۲) شئی موہوبہ حسب فوقی موہوب لہا فاطمہ سے ترکہ میں تقسیم ہو گئی اور خالد اور حامد اور زبیدہ وارثان فاطمہ کے قبضہ میں آگئی تو کیا واہب کو کچھ شئی موہوبہ پر پہنچتا ہے یا نہیں؟ (۳) دو قطعہ مکانات مقبوضہ زبیدہ پر کیا بعد ایسے واقعات وحالات بالا کے جب کہ وہ ترکہ میں بتراضی زبیدہ خالد و حامد اس کے بھائیوں کو مل چکے ہیں زید کو حق رجوع حاصل ہے یا نہیں؟ (۴) جب کہ فاطمہ و زبیدہ عزیز زید ہیں اور یہ ہبہ مخلوط بہ صلہ رحم ہے تو ایسا ہبہ قابل رجوع نہیں ہے یا ہے؟ (۵) کیا وفاۃ فاطمہ سے حق رجوع جائداد موہوبہ مقبوضہ فاطمہ پر جواب بذریعہ ترکہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہو چکی ہے زید کو حاصل ہے یا نہیں؟ (۶) قبل ہبہ وبعد ہبہ مدۃ دراز سے زید کے کفیل خورد ونوش فاطمہ و زبیدہ رہی ہیں اور اس کفالت خورد ونوش میں جو صرفہ خوراک وغیرہ جس کی تعداد قریب قریب قیمت مکانات موہوبہ کے پہنچ چکی ہے اس کا رجوع پر کچھ اثر پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔ اور بحالت رجوع فاطمہ کے وارث و زبیدہ اپنے صرفہ کا دعوے کر سکتی ہیں یا نہیں؟ (۷) کیا بدون فیصلہ عدالت ومحکمہ قضاء زید خود بیع جائداد موہوبہ بالا کر تا ہے یا نہیں؟

(الجواب) زید نے اگر پانچوں مکانات فاطمہ اور اس کی دختر کو اسی تفصیل سے ہبہ کئے تھے کہ جس طرح تقسیم کر کے ہر یک کا قبضہ کرا دیا یعنی تین مکانات فاطمہ کو اور دو کان اس کی دختر زبیدہ کو ہبہ کئے تھے تو ہبہ مذکورہ صحیح ہو گیا اور ہبہ میں یہ شرط کرنا کہ تاحیات خود واہب قابض اور دخیل رہے گا باطل اور لغو ہے اور ہبہ صحیح ہے۔ پس موہوب لہما اپنے اپنے مکانات موہوبہ کے مالک ہو گئے اور واہب کی ملک ان پر باقی نہیں رہی۔ (۲) درمختار میں ہے والمیم موت احد العاقدین الخ بناء علیه جو موہوبہ لہا وفات پاگئی اس کے مکانات میں رجوع درست نہیں (۳) زبیدہ کے موہوبہ مکانات میں رجوع کرنا درست لیکن اگر زبیدہ نے وہ ہر دو مکانات اپنے بھائیوں کو دیدیئے تھے تو ان میں رجوع کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار. والخاء خروج الهبة عن ملك الوهوب له ولو بهبة الخ (۴) قرابت جو مانع عن الرجوع ہے وہ ذی رحم محرم ہونے کی قرابت ہے چچا کی بیٹی اور اس کی دختر ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ہیں اس لئے یہ وجہ مانع عن الرجوع نہ ہو گی۔ (کما فی الشامی (قوله لذی رحم محرم) خرج من كان ذارحم وليس بمحرم الخ فالاول كابن العم الخ ص ۵۱۸ ج ۴ شامی کتاب الهبة (۵) حق رجوع زید کو اس صورت میں باقی نہیں ہے کمامر۔ (۶) اس خبر گیری کا کچھ اثر رجوع پر نہیں پہنچتا اور فاطمہ کے وارث و زبیدہ اس صرف کا دعوی بھی نہیں کر سکتے۔ (۷) جس صورت میں رجوع درست ہے اس میں بلا قضاء یا رضاء فریقین واہب رجوع نہیں کر سکتا اور بعد قضاء یا رضا شئی موہوبہ کو واپس لے کر بیع کر سکتا ہے اور بدون

اس کے واہب کی بیع صحیح نہیں درمختار میں ہے۔ صح الرجوع فیھا بعد القبض اما قبله فلم تتم الھبة مع انتفاء مانعه الاتی وایضا فیه ولا یصح الرجوع الابترا ضیھما او بحکم الحاکم الخ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک باغ دو شخصوں کو نصفا نصف ہبہ کیا گیا پھر حصوں میں کمی بیشی بر آمد ہوئی

(سوال ۱۲۵٤) ایک شخص نے ایک باغ اپنی دو زوجہ کو نصف ایک کو اور نصف ایک کو دیا بعد وفات شوہر باغ کی پیمائش کی گئی تو ایک حصہ کچھ زیادہ اور ایک کا حصہ نصف سے کچھ کم نکلا۔ تو جس طرح شوہر نے عملدرآمد کر دیا تھا اسی طرح رکھنا چاہئیے یا کچھ تغیر و تبدل کیا جاوے ؟

(الجواب) ہبہ مشاع کا شرعا باطل اور ناجائز ہے پس اگر شوہر نے بدون تحدید وبدون تقسیم حصص نصف نصف ہبہ کیا ہے تو باطل ہے اور اگر تحدید و تقسیم کر کے ہبہ کیا ہے تو صحیح ہے۔ پھر جب کہ تحدید کر کے اور تقسیم کر کے ہبہ کیا ہے تو مساحت کر کے کسی فریق کا دوسرے فریق کے حصہ میں سے کچھ لینا اور دعوی کرنا ناجائز و باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض وارثوں کو جائداد اپنی حیات میں دیدی بعض کو نہ دی اس کا حکم

(سوال ۱۲۵۵) ایک شخص کے تین لڑکیاں اور دو لڑکے اولاد سے تھیں اور اس شخص نے سب کی شادیاں کر دیں۔ اتفاقا دونوں بیٹے اور دو بیٹیاں اس شخص کے سامنے فوت ہو گئیں۔ اس شخص نے اپنا حصہ جدی ترکہ اپنے دونوں پوتوں کے نام ہبہ کر دیا۔ اور بیٹی کو جو موجود تھی کچھ حصہ نہ چھوڑا صورت مذکورہ بالا میں کچھ حصہ ازروئے شرع اس لڑکی کا بھی ہے ؟

(الجواب) ترکہ بعد مرنے مورث کے شرعا تقسیم ہوتا ہے اور اس میں دختر اور پوتے سب حق دار ہیں مورث کی زندگی میں کسی وارث کا حق مورث کے مال میں نہیں ہوتا۔ یعنی بطور وراثت کے۔ لہذا اگر پوتوں کو ترکہ جدی دیدے گا وہ مالک ہو جائیں گے۔ لیکن ہبہ جائز ہونے کی یہ شرط ہے کہ ہبہ مشاع کا نہ ہو۔ یعنی جو جائداد و غیرہ ہبہ کی جاوے وہ منقسم ہو مشترک نہ ہو۔ اور ہر ایک پوتے کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کر کے دے۔ اور قبضہ بھی کرادیوے اگر وہ نابالغ ہیں تو دادا ہی کا قبضہ کافی ہے۔ بہر حال منقسمہ اور محدودہ ہونا مکان و زمین موہوبہ کا ضروری ہے اگر ایسا نہ ہو البتہ مشترک کا ہبہ کیا گیا تو وہ شرعا صحیح و نافذ نہیں ہوا توڑ دیا جاوے گا۔ اور یہ فعل اس شخص کا کہ پوتوں کو دیا۔ بیٹی کو نہ دیا۔ صریح ظلم ہے۔ اور معصیت ہے۔ حدیث شریف میں اس کو جور فرمایا ہے۔

کتاب الدعوٰی والشہادات والقضاء
(دعوی، شہادت اور فیصلہ کرنے کابیان)

فروخت شدہ مکان کی مبینہ حدود سے اگر رقبہ زیادہ نکل آئے تووہ کس کا ہے؟

(سوال ۱۲۵۶) عمرو نے ایک مکان عبداللہ سے خریدا جس کی حدود بھی سند میں تحریر ہیں اور ساخت بقدر سوگز لکھی ہے اب بیع سے پچاس سال بعد اسی محدود مکان کی مساحت کی گئی تو زمین ڈیڑھ سوگز کے قریب ہے تو کیا عمرو کے میراثی خصیم عمرو پر شرعا یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ اس محدود مکان میں عمرو کی مملوکہ زمیں صرف سوگز ہے۔ حالانکہ حدود مکان ہذا کی وہی ہیں جو سند خرید میں لکھی ہے جس سے کسی طرح یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ مورث اعلے کی کچھ زمین عمرو نے مکان خرید کردہ میں شامل کرلی۔ یہ دعوی شرعا باطل اور نامسموع ہوگیا نہیں؟

(الجواب) عمرو نے جو مکان محدود عبداللہ سے خرید کیا اور عبداللہ اس کا مالک تھا تو وہ مکان ملک عمرو میں آ گیا۔ چونکہ مساحت کا محض اندازہ تھا مدار قیمت مساحت پر نہ تھا اس لئے مساحت کی کمی وبیشی ملک عمرو میں خلل انداز نہیں ہوسکتی پس دعوی دوسرے خصماء کا اس مکان کے کسی حصہ زمین پر مسموع نہ ہوگا۔

الفاظ شہادت کی تشریح

(سوال ۱۲۵۷) از کتب فقہ مفہوم می شود کہ شاہد را عند الشہادۃ تذکرہ لفظ اشہد یا معنی آں ضروری است وبے تذکرہ آں شہادتش نامقبول پس ہر گاہ ایں مسئلہ قبل الشہادۃ معلوم نہ گردد واو بجہالۃ لفظ اشہد یا معنے آں ذکر نہ کردہ بجائے آں لفظ اقول واخبر یا اعلم وغیرہ گفت شہادتش مقبول گردد یانہ۔ واگر آں شاہد بعد حکم المحکم بہ مسئلہ مذکورہ وقوف یافتہ باز مرۃ اخری بتذکر لفظ اشہد گواہی خود را اعادہ نماید آں گواہی مقبول ومسموع خواہد شد یانہ؟

(الجواب) قال فی الدر المختار ورکنھا لفظ اشھد لاغیر الخ حتی لوزاد فی ما اعلم بطل الستك الخ وایضا فیه ولزم فی الکل لفظ اشھد بلفظ المضارع بالاجماع الخ پس اگر شاہد ایں لفظ نہ گفتہ است شہادتش نامقبول است وحکم براں غیر نافذ است وفی الدر المختار ایضا شھد عدل فلم یبرج عن مجلس القاضی ولم یطل المجلس الخ حتی قال اوھمت اخطاء ت بعض شھادۃ الخ قبلت شھادته الخ قال فی الشامی قال فی البحر معنی قوله اوھمت اخطاء ت بعض شھادتی بنسیان ما کان یحق علی ذکرہ او بزیادۃ کانت باطلة کذا فی الهدایه ثم قال وان قال الشھادۃ بعد قیامه عن المجلس لا تقبل علی الظاهر احتیاطا.

پردہ کے پیچھے سے سن کر گواہی دینے کا حکم

(سوال ۱۲۵۸) محمد دین نے اپنی بیوی مسماۃ پھمن کو دو مرتبہ کہا کہ طلاق دیدیں گے۔ اور ایک مرتبہ کہا کہ طلاق دیدیا۔ اور اب محمد دین اور اس کی زوجہ باہم رہنے پر راضی ہیں۔ لیکن بعض گواہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے دین محمد کی زبان سے تین طلاق سنی ہیں مگر اس وقت دین محمد ہمارے سامنے نہیں تھا محض اس کی آواز اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے سنی ہے۔ اس صورت میں ان کی گواہی معتبر ہے یا نہیں ؟

(الجواب) **قال فی الدرالمختار ولا یشھد علی محجب بسماعه منه الا اذاتبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل الخ قوله فسرای بانه شاھد علی المحجب الخ** شامی پس اس صورت میں طلاق کے گواہوں کی گواہی معتبر نہیں ہے لہذا موافق اقرار زوج کے ایک طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوئی اور طلاق رجعی ہے عدت میں رجعت درست ہے اور بعد عدت کے نکاح جدید کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شہادت کو اگر بلا عذر موخر کردے تو مقبول نہیں اگرچہ عادل ہو

(سوال ۱۲۵۹) عمرو کہتا ہے کہ اگر کسی نے حالت ابر میں رمضان کا چاند دیکھا اور قاضی و مفتی کو رات کو خبر نہ کرے بلکہ صبح کو خبر کرے اس کا قول مسموع نہ ہوگا۔ گو وہ عادل ہو۔ فتاوی عالمگیری اور قاضی خاں میں ایسا ہی مذکور ہے ؟

(الجواب) شامی میں ہے۔ **شاھد الحسبة اذا اخرھا بغیر عذر لا تقبل**۔ پس معلوم ہوا کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے گواہی قبول نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شہادت علی الطلاق کی ایک صورت

(سوال ۱۲۶۰) مسمی زید کا نکاح مسماۃ خالدہ سے ہوا تھا۔ مگر اب مسماۃ خالدہ مذکورہ اور اس کے والدین یہ بیان کرتے ہیں کہ زید نے مسماۃ خالدہ مذکورہ کو طلاق دی اور گواہ جو طلاق نامہ میں لکھے ہوئے ہیں پیش کئے جن کی شہادت مع نقائص درج ہیں اور مسمی زید اور اس کی والدہ جو اس طلاق نامہ کی گواہ ہے یہ بیان کرتی ہے کہ نہ ہم نے طلاق دی اور نہ طلاق نامہ لکھا۔ مگر اس بات کی مقر ہیں نشانی انگوٹھا ان کے جو ان سے دھوکہ دے کر ہنوالئے گئے۔ منجملہ پانچ گواہان حاشیہ طلاق نامہ کے تین گواہ بروقت شہادت حاضر تھے۔ حافظ محمد شفیع صاحب پیش امام مسجد اور محمد علی خیاط و مسماۃ کلثوم مادر زید۔ اس مسماۃ کلثوم کا ذکر اوپر آچکا۔ ہر دو گواہان کا بیان ہے کہ زید نے ہم لوگوں کے سامنے باوجود بہت سمجھانے کے مسماۃ خالدہ کو طلاق دیدی۔ یعنی بائن طلاق دیدی۔ اور یہ طلاق نامہ لکھوا کر ہم سے دستخط کر کے حوالہ کر دیا۔ ان دونوں گواہوں کو اکثر یہاں کے علماء غیر معتبر تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ حافظ محمد شفیع کو عرصہ بیس سال کا ہوا قید ہو گئی تھی۔ گو اب ان کی حالت اچھی ہے اور محمد علی بازار میں بیٹھ کر پیشہ خیاطی کرتا ہے۔ اگرچہ متشرع آدمی ہے۔ اور ایک گواہ زبانی بھی گواہی دیتا

تھا۔ لیکن بوقت شہادت اس کی ڈاڑھی شرعی پیمانہ سے بہت تھوڑی تھی۔

(۱) یہ کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

(۲) یہ گواہان شرعاً معتبر ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا زید خالدہ پر قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) زید کے واسطے تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(الجواب) طلاق بائنہ اس صورت میں شرعاً ثابت ہے۔ دو مرد عادل نمازی کی گواہی اس بارہ میں کافی ہے۔ تیسرے گواہ کی داڑھی اگر غیر مشروع ہے تو اس کی گواہی معتبر نہیں ہے مگر کسی گواہ کا سزا یافتہ ہونا اور بعد توبہ کے نیک ہو جانا اسی طرح بازار میں دکان خیاطت کرنا مانع عن الشہادۃ نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ۔ پس جب کہ ثابت ہوا کہ طلاق بائنہ اس صورت میں خالدہ پر واقع ہو گئی تو زید کا دعویٰ دخل زوجیت کا باطل ہے۔ اور اگر عورت راضی ہو تو تجدید نکاح ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گواہ ساقط الاعتبار ہو جائیں تو دوسرے گواہ پیش کر سکتا ہے

(سوال ۱۲۶۱) مدعی نے بینہ کسی دعویٰ میں پیش کیا وہ بینہ بوجہ عذر غیر مزکی ہو گئے اور ناقابل شہادت ہوئے اب مدعی پھر دوسرے بینہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدعی کی یہ استدعا مقبول ہے یا نہیں؟

(الجواب) دوسرے بینہ پیش کر سکتا ہے۔ کما فی الدر المختار. شهادة قاصرة يتمها غير هم تقبل كتاب الشهادة باب القبول وعدمه. شامی جلد ۴ ص ۳۸۸ وفی کتاب الدعوی قال لا بينة لی وطلب يمينه فحانه القاضی ثم برهن علی دعواه بعد اليمين . قيل ذالك البرهان عند الامام منه كذا لوقال المدعی كل بينة آتی بها فهی زورا وقال اذا حلف فانت بری من المال فحلف ثم برهن علی الحق قبل خانية وبه جزم فی السراج كمامر درمختار شامی جلد ۴۔ کتاب الدعویٰ۔

منکوحہ غیر اگر بذریعہ جھوٹی شہادت کے کسی دوسرے شخص سے اپنے نکاح کا حکم قاضی سے حاصل کرلے تو یہ قضاءً نافذ ہو گی

(سوال ۱۲۶۲) زید ہندہ را شادی کردہ بادے سہ سال روزگار گزرانید بعد ازاں جہت عدم موافقت باز خانہ پدر رفتہ دو سال بسر برد و زید گاہ گاہ برائے آوردن لومی رفتی امااو بر آمدن راضی نہ شدی وبعد دو سال ہندہ نوٹے اعلان نمود کہ اندریں مدت مرا خورد پوش دادہ بخانہ توبری وگرنہ من حسب تفویض طلاق کابین نامہ نفس خود را طلاق خواہم داد زید نوٹس را نہ، گرفت وخاموش ماند بعد ازاں ہندہ پیش قاضی رجسٹر رفتہ بحضور قاضی نفس خود راسہ طلاق داد قاضی انگشت زدہ گرفتہ طلاق نامہ رجسٹری نمود۔ پس از یک سال عمر از ہندہ نکاح کردہ ہندہ نزد عمر بست روز ماند باز نزد زید آمد۔ پس عمر بنام زید ند کور وخالد دیگر بایں طور فوجداری نمود کہ زید وخالد زنم را از خانہ من بردند وطلاق نامہ ہندہ پیش حاکم نمود زید وخالد وہندہ بروز مقررہ پیش حاکم زماں حاضر شدند

ہندہ جواب داد کہ زید شوہر من ست بخانہ او ماندم و عمرو شوہر م نے پرسیدہ شد کہ شادی از عمر کردہ جواب داد کہ نہ باز پرسیدہ شد کہ ایں طلاق نامہ رجسٹری کردہ دادہ جواب داد کہ من ندانم لیکن از انگشت من زدہ گرفت۔ بعد ازاں حاکم ہر دو زوج و ہندہ را معائنہ نمودہ حکم داد کہ ایں برائے زید ست نہ عمرو پس بحسب داداں حاکم کافر مر زید را بعد عدت شبہ حلال گردد یا نہ ؟

(الجواب) ہر گاہ ہندہ موافق تفویض زید نفس خود را سہ طلاق داد و ہندہ بعد عدۃ بہ عمرو نکاح کرد دریں صورت حکم حاکم بانکہ ہندہ زوجہ زید است ہندہ را برائے زید حلال نمی کند کہ از شرائط نفوذ قضاء باطنا ایں ست کہ آں زن منکوحہ غیر نباشد۔ **فی الشامی قولہ وکما کانت المرءۃ محرمۃ ھذا محترز قولہ حیث کان المحل قابلا اہ ح فاذا ادعی انھا زوجتہ واثبت ذالک بشھادۃ الزور وھو یعلم انھا محرمۃ علیہ بکونھا منکوحۃ الغیر او معتدتہ او بکونھا مرتدۃ فانہ لا ینفد باطنا اتفاقا** (رد المحتار جلد رابع ص ۳۳۴۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چار شخصوں نے چوری کی دو نے اقرار کیا اور باقی دو کے متعلق شہادت دی تو یہ شہادت معتبر نہیں

(سوال ۱۲۶۳) چار شخصوں نے مل کر چوری کی ان میں سے دو شخص اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور باقی ساتھیوں پر گواہی دیتے ہیں یہ گواہی معتبر ہے یا نہ ؟

(الجواب) اقرار کرنے والوں کا اقرار اپنے نفس پر معتبر ہے اور گواہی ایسے لوگوں کی معتبر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دنیاوی عداوت مانع شہادت ہے

(سوال ۱۲۶۴) دنیاوی عداوت قبول شہادت سے مانع ہے یا نہ۔ اور جو عداوت دین کی وجہ سے ہو وہ مانع شہادت سے ہے یا نہیں ؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ **وعدو بسبب الدنیا** اس سے ثابت ہوا کہ دنیاوی معاملات میں جس کو کسی سے عداوت ہو اس کی گواہی اس کے مقابلہ میں درست نہیں ہے اور دین کی وجہ سے جو عداوت ہو وہ مانع عن قبول الشہادۃ نہیں ہے۔ **قال فی الدر المختار وتقبل من عدو بسبب الدین لانھا من التدین بخلاف الدنیویہ فانہ لا یامن التقول علیہ الخ.** اس قاعدہ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

ثبوت قبضہ بلا معارض دلیل ملک ہے

(سوال ۱۲۶۵) ایک حویلی پر ایک شخص مدت دراز سے قابض و متصرف اور وہ مدعی اپنی ملک کا ہے۔ کچھ لوگ اس حویلی اور زمین کے بعض اجزاء کو مسجد میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جگہ اس شخص کی

ملک نہیں۔ مالک کے پاس کوئی بینہ ثبوت ملک کا نہیں۔ بجز اس کے کہ پڑوسی اس کے قابض ومتصرف ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور خلاف کرنے والوں کے پاس بھی اس کے وقف ہونے کا کوئی بینہ نہیں ہے؟

(الجواب) وبالله التوفيق ان واقعات مذکورہ سے رقبہ مذکور پر مالکان حویلی نمبر ۱۱ کا قابض ومتصرف ہونا ثابت ہے اور اس قسم کا قبض وتصرف دلیل ید ہے اور ثبوت ید بلا معاوض دلیل ملک ہے۔ ہدایہ اخیرین میں ہے۔ **وان كان احد هما قد لبن في الارض اوبنى اوحفر فهي في يده لوجود التصرف والا ستعمال فيها** ص ۲۱۰ **باب دعوى الرجلين** یعنی اگر زمین میں کسی نے کچی اینٹیں بنوائیں یا مکان بنایا یا گڑھا کھدوایا تو وہ زمین اس کے ہاتھ میں اور قبضہ میں ہو گئی اور در مختار میں ہے۔ **ولو برهن عليه اى على اليد احد هما او كان تصرف فيها بان لبن اوبنى قضى بيده لوجود تصرفه.** در مختار۔ باب الدعوی الرجلین۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی زمین پر اپنا قبضہ اور ید ہونے پر حجت پیش کر دی یا اس نے اس زمین میں کوئی تصرف کیا اس طرح کہ اس میں کچی اینٹیں بنائیں یا مکان بنایا تو اس کے قبضہ کا حکم کر دیا جاوے گا کیونکہ اس کا تصرف موجود ہے اور ردالمحتار جلد رابع ص ۴۴۳ میں ہے۔ **وثبوت اليد دليل الملك** یعنی ثابت ہونا قبضہ کا دلیل ملک کی ہے اور ہدایہ میں ہے **لان اليد حق مقصود** یعنی اس لئے کہ قبضہ حق مقصود ہے اور در مختار کتاب الشہادات میں ہے۔ **ومن في يده شئى لك ان تشهدبه انه له** یعنی جس کے قبضہ اور تصرف میں کوئی چیز ہو تو ای مخاطب تو یہ گواہی دے سکتا ہے کہ یہ چیز اسی کی ہے۔ اور ردالمحتار جلد ۴ صفحہ ۴۴۳ کتاب القضاء میں ہے۔ **و قد اجاب المصنف في فتاواه فيمن له بيت سكينه مدة تزيد على ثلث سنين يتصرف فيها هدما وعمارتا مع اطلاع جاره على ذلك بانه لاتسمع دعوى الجار عليه في البيت او بعضه على ما عليه الفتوى** حاصل اس کا یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اس شخص کے بارہ میں کہ جس شخص کے پاس کوئی مکان ہے کہ وہ اس میں تین برس سے زیادہ رہتا ہے اور ہر قسم کا تصرف منہدم کرنے اور تعمیر کرنے کا اس میں کرتا ہے اور اس کے پڑوسی کو ان تصرفات کی اطلاع ہے یہ جواب دیا کہ اب اس پڑوسی کا دعوی اس مکان کے کل یا بعض میں مسموع نہ ہوگا۔ اسی پر فتوی ہے۔ ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ احاطہ مذکورہ کے قطعات مذکورہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ پر مالکان حویلی نمبر ۱۱ کی ملک ثابت ہے اور ہر قسم کا تصرف ان کا ثابت ہے جو کہ دلیل ملک ہے۔ پس اس احاطہ کی کسی قطعہ اور زمین میں زمیندار ان قصبہ کو کسی قسم کا تصرف کرنا درست نہیں ہے اور داخل کرنا مسجد میں زمین مابین نمبر ۳، ۷ کا ناجائز اور ممنوع ہے اور یہ دعوی زمینداران کا کہ یہ تمام قطعات یا ان میں سے بعض جس کا تصرف مالکانہ مالکان حویلی نمبر ۱۱ کا ثابت ہو چکا ہے مسجد کے ساتھ وقف ہیں بلا دلیل مسموع نہ ہوگا اور وقف ہونا ان قطعات کا اس سے ثابت نہ ہوگا اور کسی قسم کا تصرف ان کا بلا اجازت مالکان حویلی نمبر ۱۱ جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ وقف بھی ان امور میں سے ہے کہ بدون شہادت معتبرہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ **قال في الدر المختار ولغير من الحقوق سواء كان الحق مالا اوغيره رجلان اورجل وامرأ تان الخ** اور شرائط صحت وقف میں سے ہے مالک ہونا واقف کا یعنی غیر مالک کی طرف سے وقف صحیح نہیں ہو سکتا۔ کما

فی رد المحتار قوله وشرطه وشرط سائر التبرعات) افا دان الواقف لابد ان یکون مالکا له وقت الوقف ملکا تاما . الخ۔

اور راستہ خاص میں بلا اذن اس قسم کا تصرف درست نہیں ہے جیسا کہ در مختار میں ہے لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا اضر بهم ام لا الابا ذنهم جائز نہیں ہے۔ راستہ خاص میں کوئی تصرف کسی کو مطلقا مگر اہل طریق کی اجازت سے ان کو مضر ہو یا نہ ہو اور راستہ عام میں سے جو فقہاء رحمہم اللہ نے زمین مسجد میں داخل کرنے کی اجازت دی ہے وہ بشرط تنگی مسجد و عدم ضرر گزرنے والوں کے ہے جب کہ ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔ مثلا مسجد میں تنگی نہ ہو یا گزرنے والوں کو نقصان پہنچے تو پھر داخل مسجد کرنا زمین کا راستہ میں سے جائز نہیں ہے۔ کمد فی الشامی افادان الجواز مقید بهذا الشرطین یعنی راستہ میں سے مسجد میں داخل کرنا ان دو شرطوں کے ساتھ مقید ہے اور صورت موجودہ میں چونکہ مسجد میں تنگی نہیں ہے اور کچھ ضرورت بڑھانے کی نہیں ہے اور مالکان حویلی نمبر ۱۱ کا راستہ تنگ ہوتا ہے اور ان کا نقصان ہوتا ہے لہذا زمینداران کا تصرف مذکور کسی حیثیت سے درست نہیں ہو سکتا اور بلا شبہ زمینداران قصبہ اس تصرف میں غاصب ہوں گے اور یہ تصرف ان کا غاصبانہ ہو گا۔

حرمت رضاعت کے لئے شہادت کی ضرورت بوقت انکار ہے

(سوال ۱۲۶۶) شوکت علی لڑکا ۱۴-۱۵ یوم کا تھا کہ اس کی والدہ بیمار ہو گئی۔ اس حالت میں دو تین مرتبہ اس کی دادی مسماۃ حسینی بیگم نے اس کو دودھ پلایا اور دودھ پلانے کے عینی شاہد سوائے اس کی ماں اور دادی کے اور کوئی نہیں ہے تو شوکت علی سے مسماۃ محمودہ بانو کی دختر کا نکاح یعنی مسماۃ حسینی بیگم کی نواسی کا نکاح شوکت علی سے جائز ہے یا کیا۔ اور شوکت علی عباس کا لڑکا ہے یعنی حسینی بیگم کا پوتہ ؟

(الجواب) اگر واقعی حسینی بیگم نے شوکت علی پسر عباس علی کو دودھ پلایا ہے تو شوکت علی مسماۃ حسینی بیگم کا پسر رضاعی ہوا اور حسینی بیگم کی تمام اولاد شوکت علی کے بہن بھائی رضاعی ہو گئے اور محمودہ بانو کی دختر شوکت علی کی بھانجی رضاعی ہوئی۔ لہذا بقاعدہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب شوکت علی کا نکاح محمودہ بانو کی دختر سے حرام ہے۔ در مختار میں ہے ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها الخ وولدها الخ لیکن حرمت رضاعت بدوں دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت کے ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن گواہی کی ضرورت بصورت انکار ہے اگر زوجین کو اس کا اقرار ہے تو پھر گواہی کی حاجت نہیں ہے ان کے حق میں حرمت ثابت ہے۔ در مختار میں ہے۔ حجته حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين الخ قوله وحجته ای دلیل اثباته وهذا عندالا نکار لانه یثبت بالاقرار مع الاصرار کما مر (شامی ص ۴۱۳)

لڑکی سے اجازت لینے کے وقت شہادت شرط نہیں

(سوال ۱۲۶۷) زید نے اپنی لڑکی بالغہ باکرہ سے تنہا کہا میں تیرا نکاح محمود سے کرتا ہوں زید کی لڑکی سن کر چپ رہی بعد میں زید نے مجمع عام میں آ کر بکر سے کہا کہ میری لڑکی کا نکاح محمود سے پڑھ دے اور اس قدر مہر مقرر کر دے۔ بکر نے خطبہ پڑھ کر محمود سے کہا کہ زید نے اپنی لڑکی کا بمعاوضہ ڈیڑھ سو روپیہ کے تجھ سے نکاح کیا محمود نے کہا قبول کیا میں نے اور بکر نے عقد کے وقت زید کی لڑکی کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے۔ تو صورت مسؤلہ میں زید کی لڑکی کا نکاح محمود سے صحیح ہے یا نہیں۔ اجازت لینے کے وقت اپنی لڑکی سے زید کا شہادت کو ترک کرنا یعنی دو گواہوں کو اپنی ہمراہ نہ لے جانا یا عقد کے وقت بکر کا ایجاب زید کی لڑکی کا نام نہ لینا نکاح میں فساد ڈالتا ہے یا نہ ؟

(الجواب) نکاح محمود کا اس صورت میں زید کی دختر سے صحیح ہو گیا کیونکہ ولی کو لڑکی سے اجازت لینے کے وقت اشہاد ضروری نہیں ہے صرف ایجاب و قبول کا سننا دو گواہوں کا شرط ہے۔ کما فی الدرالمختار وشرط حضور شاهدين الخ سامعين قولهما معا فاهمين انه نكاح. اور جب کہ زید کے صرف ایک دختر ہے تو جہالت مرتفع ہے اور یہ امر جواز نکاح کے لئے کافی ہے جیسا کہ ردالمحتار شامی میں بشرح قول ماتن ولا مجهولة مذکور ہے۔ فلو زوج بنته منه وله بنتان لا يصح الا اذا كانت احدهما متزوجة فينصرف الى الفارغة. الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

امتداد زمانہ سے حق ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۱۲۶۸) زید ایک جائداد کا وارث اور قابض تھا اس نے وہ جائداد عمرو کو اپنی زندگی میں دے ڈالی بکر جس کے ورثاء اب دعوی کرتے ہیں وقت دینے جائداد کے موجود تھا اور وہ کبھی اپنی زندگی میں دعوے دار نہ ہوا اور جائداد فروخت شدہ اور دی ہوئی پر برابر قبضہ عمر پر چلا آتا ہے کیا اب بکر کے وراثوں کا دعوی چل سکتا ہے۔ محکمہ شریعت میں جائداد متنازعہ کے نالش دائر کرنے کی کس قدر میعاد ہے ؟

(الجواب) اگر بکر کی ملکیت اس کے ورثاء ثابت کر دیں تو ورثہ کا دعوی صحیح ہے حق ملکیت کسی مدت میں شرعاً ساقط نہیں ہوتا۔ کما فی کتب الفقه الحق لا يسقط بتقارم الزمان. شامی اور یہ بھی کتب فقہ میں ہے کہ عدم سماع دعوی کسی مدت معینہ کے بعد بربنائے انسداد حیلہٴ و تزویز ہے نہ یہ کہ اس مدت کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے۔ کذا فی الشامی ج ۵، مسائل شتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الحدود والتعزیرات

(حدود و تعزیرات کا بیان)

غیر قاضی کا حکمِ تعزیر نافذ کرنا

(سوال ۱۲۶۹) یہاں پر قاضی شرعی تو ہے نہیں اگر کوئی عالم زانی وزانیہ کو اجرا سو دو سو جوتی وغیرہ مارنے کا حکم دے تو جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) اس صورت میں قاضی شرعی کے سواء دوسرا شخص حد شرعی قائم نہیں کر سکتا۔

عورت پر تہمتِ زنا لگانے کا حکم

(سوال ۱۲۷۰) زید کی بی بی پر تہمت زنا لگائی گئی۔ تین آدمیوں نے گواہی دی کہ ہم نے زنا کراتے دیکھا۔ اس صورت میں زنا ثابت ہو لیا نہ ؟

(الجواب) زید کی بی بی پر اس صورت میں شرعاً زنا ثابت نہیں ہے۔ پس پنچایت کی طرف سے زید کو کچھ سزا نہ دینی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الشفعة
(شفعہ کا بیان)

حق الشفعہ محض رشتہ داری کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں ہوتا

(سوال ۱۲۷۱) زید عمر کا قریبی رشتہ دار ہے۔ عمر نے اپنا مکان فروخت کیا جس میں زید کا نہ کوئی حصہ ہے نہ حق اور نہ وہ اس کا پڑوسی ہے تو کیا رشتہ داری کی وجہ سے اس کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟

(الجواب) شفعہ بسبب شریک فی نفس المبیع ہونے کے ہے۔ یا بسبب جوار کے۔ قرابت نسبی کا اس میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ مثلاً قریب رشتہ دار بائع کا اگر شریک مبیع یا جار نہیں ہے تو وہ شفیع نہیں۔ شفیع وہ ہے جو شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع یا جار ملاصق ہو۔ کما فی الهداية كتاب الشفعه ص ۳۸۷ ج ۲ الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجارا فاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هولاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار حق بالدار الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

شفعہ کا ایک مسئلہ

(سوال ۱۲۷۲) ایک شخص غلام محمد نے ایک مکان کی بابت شفعہ کا دعویٰ کیا۔ عبداللہ ساکن مکان کا دعویٰ ہے کہ میں نے اس مکان کو سات آٹھ سال ہوئے رہن رکھا ہے۔ بیع نہیں کیا ہے دستاویز رہن نامہ موجود ہے۔ نصیر الدین مکان والا کہتا ہے کہ میں نے یہ مکان فروخت نہیں کیا بلکہ رہن رکھا ہے۔ غلام محمد کہتا ہے کہ رہن کے بعد حال میں فروخت ہوا ہے۔ میں ثبوت دے سکتا ہوں اور گواہ پیش کرتا ہوں۔ عدالت نے امور تنقیح یہ قائم کی ہیں کہ کیا غلام محمد کو یہ حق ہے کہ گواہوں سے مکان کے خرید و فروخت ہونے کا ثبوت دے کر ڈگری حاصل کرے؟

(الجواب) غلام محمد شفیع کو یہ حق حاصل ہے کہ خرید و فروخت ثابت کرے اور شفعہ طلب کرے۔ قال فی الدر المختار ساله عن الشراء هل اشتريت ام لا فان اقربه او نكل عن اليمين الخ او برهن الشفيع قضى له بها الخ وفى ردالمحتار وقد كان انكر المشترى الشراء فاقام الشفيع عليه البرهان به الخ. واللہ تعالیٰ اعلم

حق شفعہ کس چیز سے حاصل ہوتا ہے

(سوال ۱۲۷۳) شفعہ کس چیز سے ثابت ہوتا ہے اور کس چیز سے باطل ہوتا ہے اگر کوئی شریک دوسرے شریک سے مکان خریدے تو دیگر شرکاء کو حق شفعہ ہے یا نہیں۔ اور قرابت دار کو شفعہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے یہ نہ ہوں تو شفعہ بھی ثابت نہ ہوگا اور ترک طلب مواثبت وغیرہ سے بھی حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے اور قرابت کو شفعہ کے ثبوت یا سقوط میں کچھ دخل نہیں ہے اگر شریک نے شریک سے مکان وزمین خریدی تو دیگر شرکاء کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

شفعہ کیلئے طلب مواثبت فوری ضروری ہے

(سوال ۱۲۷٤) مولا بخش نے اپنا حصہ دو مکانوں میں بلا تقسیم شدہ بدست مسمی فیض اللہ فروخت کردیا۔ مشتری مذکور ایک ماہ تک قابض ودخیل رہا اور اب اس نے اپنے ہمسایہ محمد علی کے ہاتھ فروخت کردیا ہے۔ اب بائع اول کے حصہ دار جو شروع سے شریک ہیں باوجود دو مرتبہ مکان فروخت ہونے اور ہر طرح اطلاع پانے اور دو ماہ کی اطلاع اور میعاد گزر جانے کے اب شفعہ شرعی کرنا چاہتے ہیں تو اب شفعہ شرعی کے مستحق ہیں یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ **یبطلها ترك المواثبت الخ** اس کا حاصل یہ ہے کہ شفیع اگر طلب مواثبت نہ کرے تو شفعہ اس کا باطل ہوجاتا ہے۔ پس اگر ان حصہ داروں نے باوجود خبر بیع کے طلب شفعہ نہ کیا تو شفعہ ان کا باطل ہوگیا۔

متعدد مکانات فروخت کئے تو حق شفعہ صرف اس مکان میں ہے جو شفیع کے متصل ہے

(سوال ۱۲۷۵) زید نے اپنے چار قطعہ زمینات واقع مواضع مختلف ایک وقت میں بدست عمرو بہ قیمت ایک ہزار روپیہ فروخت کردیئے۔ ایک قطعہ زمین کا شفیع طالب شفعہ ہے کیا وہ ایک قطعہ کو علیحدہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر لے سکتا ہے تو تعین قیمت کس طرح ہوگا اور اگر کل زمین لے گا تو طلب مواثبت اور اشہاد شفیع کو کس طرح کرنا چاہیئے۔ یعنی کل کی نسبت طلب کرے یا صرف ایک قطعہ کی نسبت طلب کرنا کل کے لئے کافی ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں ایک قطعہ زمین کا شفیع اس قطعہ کو علیحدہ لے سکتا ہے۔ تعین قیمت موافق حیثیت کے کردی جاوے گی۔ کل قطعات زمین کا چونکہ وہ شفیع نہیں ہے تو دعوی بھی ان باقی قطعات کا نہیں کرسکتا در مختار کا جزئیہ صریح صورت سوال کے مطابق ہے **لو كانت دار الشفيع ملا صقة لبعض المبيع كان له الشفعة فيما لا صقه فقط ولو فيه تفريق الصفقة** (ترجمہ) اگر شفیع کا مکان مبیع کے بعض سے ملاصق ہے تو شفیع کا شفعہ صرف اسی ملصق میں ہے اگرچہ اس میں تفریق صفقہ ہے یعنی اس کا کچھ حرج نہیں ہے۔ رد المحتار معروف بشامی میں اس کی تشریح اس طرح ہے۔ **قوله (لبعض المبيع) كذافي الاشباه ومعناه اذا كان المبيع متعددا كدارين له جوار باحدهما كما ذكره الحموى وغيره ص ۱۵۸ ج ۵ كتاب الشفعه باب ما يبطلها** . اور معنی بعض المبیع سے ملاصق ہونے کے یہ ہیں کہ مبیع متعدد ہو مثلا دو مکان ہوں اور شفیع کا مکان ایک مکان سے ملصق ہے تو شفیع کو حق شفعہ فقط اسی مکان میں ہے جس سے

اس کا مکان ملحق ہے۔

ڈگری کی بیع جائز نہیں اور اسی لئے اس پر شفعہ کا دعویٰ بھی نہیں ہو سکتا

(سوال ۱۲۷۶) زید نے ایک ڈگری دخلیابی مکان کی بدست عمر منتقل کر دی تو ایسے انتقال پر مکان مبیعہ پر شفیع دعوی شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ ظاہر ہے کہ ڈگری ایک حق ہے بیع اس کی شرعاً صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ عبارات کتب فقہ سے ظاہر ہے۔ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة الخ در مختار وفی الشامی ص ۱٤ ج ٤ ولا علی وجه البیع ایضا لان بیع الحق لا یجوز الخ پس جب کہ انتقال ڈگری کا شرعاً صحیح نہیں ہے تو شفعہ بھی اسپر صحیح نہ ہوگا۔ ففی الفیض حق الشفعة یبتنی علی صحة البیع انتهی. در مختار کتاب الشفعة. لیکن ڈگریدار جس وقت اس ڈگری کو جاری کرائے گا اور مکان وزمین پر بلا معاوضہ اپنے دین وغیرہ کے جو کہ موجب شفعہ ہے یعنی وہ دین ایسا ہے جس میں شفعہ قائم ہو سکتا ہے قابض ودخیل ہوگا تو اس وقت شفعہ شفیع کا قائم ہوگا کیونکہ شرط صحت شفعہ اس وقت پائی گئی۔ ورکنها اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببها وشرطها در مختار کتاب الشفعه پس حاکم نے جس وقت ڈگریدار کو مکان مشفوعہ دلوایا تو اس وقت ڈگریدار بمنزلہ مشتہری کے ہوگا اور شفیع کا دعوی شفعہ صحیح ہوگا۔ جزئیہ اس میں دستیاب نہیں ہوا عموم والفاظ کو رعایت کر کے جواب مزبور دیا گیا ہے جیسے تنویر اور در مختار میں باب ما تثبت ہی فیہ اولا میں یہ۔ لا یثبت قصدا الافی عقار ملك بعوض خرج الهبة هو مال خرج المهر وان لم یکن یقسم. بعد اس کے یہ بحث رہے گی کہ غیر مسلم حاکم کا حجر موثر ہے یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد انور عفا اللہ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب المزارعۃ والمساقات

(کھیت اور باغ بٹائی پر دینے کا بیان)

حق موروثیت شرعاً باطل ہے

(سوال ۱۲۷۷) جو کاشتکار کسی زمین کو بارہ سال تک کاشت کرے تو اس کو زمین میں تصرف کرنا بلا رضامندی مالک زمین کے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) کاشتکار کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ موروثیت شرعاً باطل ہے۔ کاشتکار کا کچھ حق شرعاً نہیں ہے کہ وہ زبردستی بلا رضامندی زمیندار مالک زمین کی زمین میں تصرف کرے۔

موروثی زمین اگرچہ ہندو کی ہو اس پر قبضہ

(سوال ۱۲۷۸) ایک شخص کے پاس ایک ہندو کی زمین موروثی ہے۔ کاشتکار سے جب کہا جاتا ہے کہ اس زمین کو چھوڑ دو کہ موروثیت زمین شرعاً منع ہے تو جواب دیتا ہے کہ ہندو کی زمین اگر موروثی ہو جائے تو اس کے نہ چھوڑنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ یہ قول اس کا صحیح ہے یا نہ؟ موروثی زمین خواہ ہندو کی ہو یا مسلمان کی اگر مالک زمین چھوڑانا چاہے تو چھوڑ دینا چاہیئے یا نہیں۔ جس شخص کا قبضہ کسی زمین پر بطور موروثیت کے ہو اس سے دوسرا شخص کرایہ پر لے کر شرعاً کاشت کر سکتا ہے یا نہیں۔ علی ہذہ مکان موروثی کو رہنے والا فروخت کر دے یا کرایہ پر دیدے تو اس کو حق ہے یا نہیں؟

(الجواب) موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں ہے اور زمین ہندو کی ہو یا مسلمان کی جس وقت مالک چھوڑانا چاہے چھوڑ دینی چاہیئے۔ کاشت کرنے والے کو کچھ حق روکنے کا زبردستی سے نہیں ہے اور جس شخص کا قبضہ کسی کی زمین پر موروثیت کے زور سے ہے تو یہ قبضہ غاصبانہ ہے اس کو کرایہ پر دینا اور اس سے کرایا پر لینا درست نہیں ہے اور اسی طرح سکونت کرنے والے کو کسی کے مکان میں بوجہ موروثیت کے یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس مکان کو فروخت کر دے یا کرایہ پر دیوے بلکہ اس کو خود رہنا بھی بلا رضاء مالک کے درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بٹائی پر زمین دینے کا جواز مع بیان شرائط

(سوال ۱۲۷۹) زمین کو بٹائی پر دینا جس کو مزارعت کہا جاتا ہے جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟

(الجواب) اقول وباللہ التوفیق دربارہ مزارعۃ مفتی بہ قول صاحبین ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مزارعۃ کی صحت کی آٹھ شرطیں ہیں جو در مختار میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ بیان کیا جاوے کہ تخم کس کا ہوگا مالک زمین کا یا عامل کا۔ قال فی الدر المختار ولاتصح عند الامام لانها کقفیز

الطحان وعندهما تصح وبه يفتی للحاجة وقياسا علی المضاربة بشروط ثمانية الخ وذكر رب البذر الخ ثم قال وكذا صحت لوكان الارض والبذر لزيد والبقر والعمل للاخرا والارض له والباقی للاخرا والعمل له والباقی للاٰخر. الخ. در مختار کتاب المزارعة اور اسی میں بیان رسم المفتی میں ہے اما العلامات للافتاء فقوله وعليه الفتوی وبه يفتی وبه ناخذ الخ. اور دوسری کتاب میں ہے۔ واما نحن فعلينا اتباع مارجحوه وما رجحوه كما لوا فتوافی حياتهم. ان عبارات سے واضح ہے کہ ہم لوگوں کو اسی قول پر فتوی دینا چاہیئے۔ جس کو مشائخ نے مفتی بہ قرار دیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تحریرات مرسلہ میں تحریر مولوی غلام محمد صاحب صحیح ہے اور جواب ان کا حق ہے۔ مولوی محمد فاضل صاحب کا صحیح جواب نہیں ہے اور اعتراض ان کا غیر صواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مزارعت یعنی بٹائی کے صحیح ہونے کیلئے شرعی شرائط

(سوال ۱۲۸۰) مزارعت کے صحیح ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

(الجواب) مزارعت کے صحت کی شروط تقریباً علی مذہب الصاحبین کتب فقہ میں آٹھ لکھی ہیں۔ اگر یہ شرطیں پوری ہوں گی مزارعت صحیح ہوگی ورنہ فاسد ہوگی۔ وہ شرائط ثمانیہ یہ ہیں۔

(۱) صلاحیت زمین (۲) اہلیۃ عاقدین
(۳) ذکر مدۃ (۴) تخم کس کا ہوگا
(۵) بیان جنس مزروع (۶) بیان حصہ مزارع ومالک زمین
(۷) تخلیہ بین الارض والعامل (۸) شرکۃ فی الخارج۔

کذا فی الدر المختار پھر بیان کیا کہ مزارعت تین صورتوں میں درست ہے زمین اور تخم زید کا اور بقر اور عمل دوسرے کا یا زمین ایک کی اور باقی اشیاء دوسرے کی یا عمل ایک کا اور باقی اشیاء دوسرے کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصید و الذبائح
(شکار اور ذبیحہ کا بیان)

رافضی کا ذبیحہ

(سوال ۱۲۸۱) یہاں ایک شیعہ مرد کے ذبیحہ پر بحث ہے شرعاً ذبیحہ شیعہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں اگر وہ تبرائی نہیں تو کیا حکم ہے ؟

(الجواب) شیعہ تبرائی کو بعض فقہاء نے کافر قرار دیا ہے اس کا ذبیحہ نہ کھانا چاہیئے احتیاط کرنی چاہیئے اور بعض روافض باتفاق کافر ہیں جو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں جیسا کہ وہ فرقہ جو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے افک کے قائل ہے اور ان پر تہمت رکھتا ہے یا حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی صحابیت کا منکر ہے وغیرہ ان کا ذبیحہ قطعاً حرام ہے البتہ وہ فرقہ جس کے عقائد کفریہ نہیں ہیں جیسے تفضیلیہ فرقہ ان کا ذبیحہ حلال ہے مگر چونکہ آج کل جو رافض ہیں وہ اکثر تبرائی ہیں اس لئے ان کے ذبیحہ سے احتیاط کرنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شیعوں کے ذبیحہ کا حکم

(سوال ۱۲۸۲) شیعوں میں چند فرقے ہیں سب کا ذبیحہ ناجائز ہے یا کسی فرقہ کا جائز ہے ؟

(الجواب) جو رافضی تبرا گو ہو اور سب شیخین کرتا ہو اس کو بعض فقہاء نے کافر و مرتد کہا ہے ان کے ذبیحہ میں مسلمان سنیوں کا احتیاط کرنا لازم ہے ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اصل یہ ہے کہ شیعہ کے بعض فرقے بالاتفاق کافر ہیں وہ جو افک حضرت عائشہ ؓ کے معتقد ہیں یا الوہیت حضرت علی کے قائل ہیں یا حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی صحابیت کے منکر ہیں یا بدا کے قائل ہیں ان کے ساتھ مناکحت اور ان کا ذبیحہ بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک فرقہ جو سب شیخین کرتا ہو اور امور بالا کا معتقد نہ ہو۔ اس کے کفر میں اختلاف ہے۔ ان کے ذبیحہ و مناکحت میں احتیاط کرنی لازم ہے اور ایک فرقہ جو محض تفضیلیہ ہے کہ حضرت علی ؓ کو خلفائے ثلثہ سے افضل جانتا ہے مگر کسی کو برا نہیں سمجھتا اور سب شیخین نہیں کرتا ان کا ذبیحہ حلال ہے اور وہ مسلمان ہیں اگرچہ سنی نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کا حکم

(سوال ۱۲۸۳) یہود و نصاری کا ذبیحہ مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) ذبیحہ یہود و نصاری کا مسلمانوں کے لئے درست ہے اور نکاح کرنا ان کی عورتوں سے جائز ہے۔ **وشرط کون الذابح مسلما الخ او کتابیا ذمیا او حربیا الااذا سمع منه عندالذبح ذکر المسیح الخ** در مختار کتاب الذبائح۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اور کتابی یعنی یہودی و نصاریٰ کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے لیکن اگر مسیح کا ذکر وقت ذبح کے انہوں نے کیا یعنی نام عیسیٰ مسیح کا لیا تو جائز نہیں

اور شامی میں مبسوط شمس الائمہ سے نقل کیا۔ ومقتضی الدلائل الجواز. وفی فصل الحرمات فی کتاب النکاح وصح نکاح کتابیة وان کرہ تنزیها در مختار وفی الشامی ولکن بالنظر الی الدلیل ینبغی ان یجوز الاکل والتزوج الخ. ان عبارات کتب فقہ سے واضح ہے کہ ذبیحہ یہود و نصاریٰ کا اور مناکحت ان کی عورتوں کے ساتھ جائز ہے گو بلا ضرورت شدیدہ ایسا نہ کیا جاوے۔ والاحوط ان لا یاکل ذبیحتهم ولا یتزوج منهم الا بضرورة.

ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے کا حکم

(سوال ۱۲۸٤) ایک شخص وقت ذبح گائے بسم اللہ اللہ اکبر شریعت ہے کہتا ہے۔ کیا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) ذبح کے وقت مسنون و مستحب یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کیا اگرچہ ذبیحہ حلال ہے مگر ایسا نہ کہنا چاہئیے اچھا نہیں ہے۔ اگر صرف اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے تب بھی درست ہے۔ والشرط فی التسمیة هو الذکر الخالص بای اسم کان مقرونا بصفة کاللّٰہ اکبر او اجل او اعظم الخ شامی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللّٰہ اکبر بلا واؤ الخ در مختار وفی الشامی قال الزیلعی حتی اذا سمّی واشتغل بعمل اخر من کلام قلیل اوشرب ماء او اکل لقمة او تحدید شفرة ثم ذبح یحل الخ. اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں ذبیحہ حلال ہے مگر اس طرح کہنا خلاف سنت ہے اس وجہ سے مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر بلا واؤ افضل ہے

(سوال ۱۲۸۵) جناب مہتمم صاحب استفتاء مرسل خدمت ہے مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبند کے اس فتوے میں بڑا شور و غل ہے کہ مولوی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کو مکروہ لکھا ہے، حالانکہ بڑی بڑی کتابوں میں مسنون بدرجہ اولی یہ ہے کہ بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے بسم اللہ واللہ اکبر کہے اس شور و غل میں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا فتوے دیگر علماء کے پاس گیا ہے تصحیح کے لئے رضا خاں بریلوی کے پاس بھی گیا ہے۔ لہذا دوسری مرتبہ غور سے ملاحظہ فرماویں؟

(الجواب) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مسئلہ الفاظ تسمیہ بوقت ذبح کے بارہ میں جن کتابوں میں بلا واؤ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کو مستحب لکھا ہے اور بسم اللہ واللہ اکبر کو مکروہ یعنی خلاف اولی لکھا ہے درج ذیل ہیں۔ عالمگیریہ میں ہے۔ قال البقالی بعض میں یقال کا قول بالواو مذکور ہے ممکن ہے بقالی سے دونوں روایت مراد ہو۔ المستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر یعنی بدون الواو ومع الواو یکرہ لان الواو یقطع فور التسمیة کذا فی المحیط.

(۲) عینی شرح ہدایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے۔ قال البقالی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر یعنی بدون الواو ثم قال وذکر الشمس الائمۃ الحلوانی ویستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر یعنی بدون الواو لان الواو یقطع فور التسمیۃ۔

(۳) تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للزیلعی میں منقول ہے۔ وذکر الحلوائی المستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو ومع الواو اویکرہ لانہ یقطع فور التسمیۃ۔

(۴) درمختار میں ہے۔ والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلاواو وکرہ بھا لانہ یقطع فور التسمیۃ کمارواہ الزیلعی للحلوانی وقال فیہ والمتداول المنقول عن النبی ﷺ بالواو۔

ان عبارات کے لکھنے کے بعد وہ عبارات درج کی جاتی ہیں جن سے اس کراہت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔ درمختار کی عبارت اخیر والمتداول المنقول الخ سے ظاہر ہے کہ کراہت نہ ہونی چاہئیے کیونکہ بالواو رسول ﷺ سے منقول ہے اور متداول علی الالسنہ ہے۔ ہدایہ میں بھی یہ عبارت اخیرہ۔ والمتداول المنقول الخ منقول ہے۔ اس پر علامہ عینی نے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ سے بلاواو مستحب ہونا نقل کیا ہے اور آخر میں اس قول شمس الائمہ میں نظر کی ہے کہ جب کہ رسول ﷺ سے بسم اللہ واللہ اکبر مروی ہے تو اس میں کراہت نہ ہونی چاہئیے۔ علامہ زیلعی نے شرح کنز میں اول یہ لکھ کر منقول رسول ﷺ سے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ ہے۔ اخیر میں شمس الائمہ حلوانی کی روایت کراہت کی نقل کی ہے اور اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اس کے محشی شہاب الدین شکبی نے اس میں نظر کی اور علامہ عینی سے نقل کیا کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے۔ ان کان المنقول بالواو فلا یکرہ۔ جناب من یہ عبارات مختلف فقہاء کی ہیں جو اس بارہ میں منقول ہیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ نے کارڈ جوابی پر اس مسئلہ کا جواب طلب فرمایا تھا اور اس میں دوسرا ایک مسئلہ بھی دریافت فرمایا تھا اس میں گنجائش اس قدر تفصیل و تحقیق کی نہ تھی بعض عبارات کتب فقہ کو دیکھ کر بندہ نے مختصراً یہ لکھ دیا تھا کہ مستحب بلاواو ہے اور واو کے ساتھ مکروہ ہے۔ جیسا کہ عالمگیریہ درمختار تبیین الحقائق وغیرہ کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ شمس الائمہ حلوانی وغیرہ بڑے بڑے علماء و فقہاء کے بسم اللہ اللہ اکبر کو مستحب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے جبکہ باوجود علم اس امر کے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بالواو منقول ہے بلاواو کو ترجیح دیا تو بخیال احتیاط و تجرید تسمیہ اور عوام الناس کو یہ بتلانے کے لئے کہ تسمیہ اور ذبح میں فصل نہ ہونا چاہئیے ایسا کہا ہے لیکن اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ محققین نے جیسے علامہ عینی وغیرہ نے یہ فرمایا کہ بعد اس کے کہ بالواو جناب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے مکروہ نہ ہونا چاہئیے۔

احقر کہتا ہے کہ جو کہ بالواو میں ہمارے بعض فقہائے کو کچھ کلام ہے اور بلاواو میں کسی کو بھی کچھ کلام نہیں تو بلاواو کو اختیار کرنا غالباً مقتضائے احتیاط ہونا چاہئیے باقی جواز میں کسی جانب کے کوئی تامل نہیں ہے اور متفق علیہ کو اختیار کرنا بھی اس لئے اچھا ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ بالواو کو بھی جائز سمجھا جاوے جیسا کہ علماء نے لکھا ہے۔ روایات احادیث اس بارہ میں مختلف ہیں احادیث فعلیہ میں بعض میں بسم اللہ واللہ اکبر وارد ہے۔

بعض میں اللہ اکبر مقدم اس کے بعد بسم اللہ پر ذبح کرنا مذکور ہے۔ اخرجہ الزیلعی۔ بعض میں تسمیہ مذکور ہے۔ اور احادیث قولیہ میں سے اکثر روایات میں تسمیہ مجردہ کا امر ہے چنانچہ فلیسم اللہ ولینحر وارد ہے کما فی الحصن الحصین وغیرہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ جردوا التسمیہ اس صورت میں اگر شمس الائمہ جیسے فقہاء کوئی امر احتیاطی اختیار فرماویں تو جائے استعجاب اور شور و غل کرنے کی بات نہیں عالمگیریہ محیط وغیرہ کچھ جھوٹی اور غیر معتبر کتابیں نہیں ہیں۔

ذابح اگر فاسق ہو ذبیحہ اس کا حلال ہے

(سوال ۱۲۸٦) آج کل اکثر جگہ جانور گائے بھینس وغیرہ نہایت بے احتیاطی کے ساتھ ذبح کئے جاتے ہیں۔ کھڑے جانور پر چھری پھیر دی جاتی ہے۔ اور اکثر ذابح غیر واقف اور پابند صوم وصلوٰۃ نہیں ہوتے تو ان کا ذبح کیسا ہے ؟

(الجواب) جو جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جاوے وہ حلال ہے۔ قال اللہ تعالی وما لکم ان لا تاکلو امما ذکر اسم اللہ علیہ پس شبہ کرنا اس میں نہ چاہئیے۔

(۲) جس طرح بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا جاوے ذبیحہ حلال ہے۔ اگرچہ کھڑے ہوئے جانور پر چھری پھیر دی جاوے۔ اور اگر ذابح غیر پابند صوم وصلوٰۃ ہو مگر مسلمان ہو اور عروق ذبح قطع ہو جاویں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو جانور کسی پیر کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حلال نہیں

(سوال ۱۲۸۷) کسی پیر کا بکرا جیسے شیخ سدو وغیرہ کے نام سے کیا (یعنی نذر غیر اللہ ہو) جائے اور بوقت ذبح اس پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لیا جاوے تو یہ بکرا وما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے یا نہیں اور ما اھل بہ لغیر اللہ کے معنی رفع الصوت عند الذبح کے ہیں جیسا کہ صاحب جلالین بیان فرماتے ہیں یا کچھ اور۔ اور جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے حرام لکھا ہے۔ آیا وہی جیسا حکم ہے یا جیسا مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے لکھا ہے کہ بکرا توپ یا بھوانی کی کنجشک جائز ہے۔ آیا اس پیر کے بکرے کا بھی یہی حکم ہے کہ جائز ہے اور یہ امر جو مولانا اسمٰعیل صاحبؒ کی طرف منسوب ہے واقعی لکھا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) وہ جانور ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے تسمیہ عند الذبح سے وہ حلال نہیں ہوتا۔ اور ما اھل بہ لغیر اللہ ۔ رفع الصوت عندالذبح کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ کتب فقہ حنفیہ میں ایسا ہی ہے اور تحقیق شاہ عبدالعزیز صاحبؒ بھی اس بارہ میں یہی ہے وہی احق بالقبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور پکڑنے والا کافر ہو تو ذبیحہ درست ہے

(سوال ۱۲۸۸) ان قصبات میں قصاب ہندو ہیں ہم لوگ اپنے سامنے مسلمان سے ذبح کرا کر گوشت لیا

کرتے ہیں جب وہ اپنے گھر اٹھالے جاتا ہے پھر نہیں لیتے مگر وقت ذبح کے پکڑنے والا اس راس کا وہی ہندو ہوتا ہے اور مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ جو شرکت مشرک و کافر کی وقت ذبح کے ہو وہ حلال نہیں۔ اب یہ دبانا اور پکڑنا ذبیحہ کا وقت ذبح کے شرکت ذبح میں سمجھی جاوے گی یا نہیں اور گوشت اس کا حلال ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جب کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو تو ذبیحہ حلال ہے اگر چہ پکڑنے والا اور دبانے والا جانور کا ہندو کافر ہو۔ مسائل اربعین میں شرکت سے مراد ذبح میں شرکت ہے کہ چھری کو وہ بھی ہاتھ لگاوے۔ دبانا اور پکڑنا شرکت ذبح میں نہیں ہے کذا فی الدر المختار. واللہ تعالیٰ اعلم

جو مچھلی پانی میں خود مر جائے اس کا حکم

(سوال ۱۲۸۹) مچھلی اگر تالاب یا ندی میں خود بخود مر جائے تو کھائی جاسکتی ہے یا نہیں اور دریائی مچھلیاں اگر پکڑ کر حوض میں ڈالی گئی ہوں اور مر جاویں ان کا کیا حکم ہے ؟

(۲) مچھلی کو ذبح نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے ؟

(الجواب) مچھلی اگر تالاب یا ندی میں خود بخود بدون کسی آفت کے مر جائے وہ حرام ہے اس کو نہ کھایا جاوے۔ اور دریائی مچھلیوں کو پکڑ کر اگر کسی چھوٹے حوض میں ڈالا جاوے کہ بدون شکار کئے ہاتھ آجاویں۔ اور نکل نہ سکیں اور وہاں مر جاویں تو کھانا ان کا جائز ہے۔ وہ طافی نہیں ہیں۔ بلکہ تنگی مکان کی وجہ سے مری ہیں شامی میں ہے۔ قوله فموته بآفة الخ وليس منه كما في الكفاية مالو جمعه في خظيرة الخ.

(۲) کیونکہ حدیث صحیح میں آ گیا ہے۔ احلت لنا ميتتان السمك والجراد ودمان الكبد والطحال شامی میں ہے۔ وهو مشهور مويد بالاجماع فيجوز تخصيص الكتاب به وهو قوله تعالى حرمت عليكم الميتة والدم على ان حل السمك ثبت بمطلق قوله تعالى وتاكلو امنه لحما طريا. كفايه. شامی. واللہ تعالیٰ اعلم

شکار پر گولی چلانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا کافی نہیں

(سوال ۱۲۹۰) اگر شکاری تکبیر پڑھ کر شکار کے گولی مارے اور شکار بلاذبح مر جاوے تو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) بدون ذبح کے اگر شکار بندوق کی گولی سے مر جاوے تو حرام ہے۔ قال في الشامي كتاب الصيد ولا يخفى ان الجرح بالر صاص انما هو بالا حراق والثقل بواسطة اند فاعه العنيف اذا ليس له حد فلا يحل وبه افتى ابن نجم. واللہ تعالیٰ اعلم

بندوق کے شکار اور کتے کے شکار کا حکم

(سوال ۱۲۹۱) بندوق چلانے کے وقت بسم اللہ پڑھی اور گولی سے جانور مر گیا تو حلال ہے یا نہیں ؟

(۲) شکاری کتے کا شکار حلال ہے یا نہیں؟

(الجواب) بندوق اور غلیل کا شکار اگر بلا ذبح مر جائے تو حلال نہیں ہے۔ قال قاضی خان لا یحل صید البندقه والحجر المعراض والعصا ولا شبه ذلك. الخ

(۲) کتے کو تکبیر کہہ کر اگر شکار پر چھوڑا اور شکار مر گیا تو حلال ہے۔ بشرطیکہ کتا سکھلایا ہوا ہو اور تعلیم دیا ہوا ہو۔ اور تعلیم ہونا کتے کا یہ ہے کہ شکار میں سے نہ کھاوے تین بار ایسا ہو چکا ہو در مختار۔

جو جانور کنوئیں میں گر جائے

(سوال ۱۲۹۲) جو جانور کنویں میں گر جاوے اور نکالنا اور ذبح کرنا اس کا متعذر ہو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) گائے یا بھینس اگر کنویں میں گر جاوے اور زندہ نکلنا اس کا دشوار ہو اور ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو کسی جگہ زخم کر دینا کافی ہے اور کھانا اس کا حلال ہے۔ وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیجرح بصید او تعذر ذبحه کان تردی فی بیر. الخ در مختار۔ واللہ اعلم

جو جانور بوقت ذبح آواز کرے یا حرکت کرے حلال ہے اگرچہ خون نہ نکلے

(سوال ۱۲۹۳) بوقت ذبح جانور نے خون نہ دیا تو حلال ہے یا نہیں؟

(الجواب) جانور وقت ذبح کے اگر کانپا یا آواز کی اگرچہ اس وقت خون نہ دیا حلال ہے۔ ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت الخ. در مختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تفصیل الحلال والحرام فیما قُطع راسه من الانعام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ چند فتاوے کا مجموعہ اس کے متعلق ہے کہ جانور کا سر کسی طرح کٹ کر علیحدہ ہو جائے یا اس کو فوق العقدۃ ذبح کیا جاوے تو وہ حلال ہے یا حرام۔ مخدومی حضرت مولانا شیر محمد صاحب ساکن گھونگی سندھ نے اکابر علماء سے استفتاء اور مراجعت کے بعد اس کو مرتب فرمایا ہے اس میں چونکہ حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا فتوی بھی درج ہے اس کی مناسبت سے عزیز الفتاوے کا جزو بنایا گیا۔ محمد شفیع عفاعنہ

(سوال ۱۲۹٤) کے فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مرغی کی فقط سری بلی نے کاٹ دی یا تیتر وغیرہ پرندہ کی فقط سری بندوق یا تیر سے جدا ہو گئی یا کسی بڑے جانور مثل گائے بکری کی سری ریل کے نیچے آ کر کٹ کر جدا ہو گئی یا فقط ہر چہار رگیں جو ذبح میں کتنی ضروری ہیں کٹ گئیں لیکن سر جدا نہیں ہوا اور ان ہر دو صورتوں میں گردن بہت سی بچی ہوئی موجود ہو اور جانور تڑپ رہا ہے تو چونکہ ذبح کی محل عقدہ سے نحر تک

لکھتے ہیں پس نحر پر ذبح کر کے کھایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور بعض کتب میں یہ منقول ہے کہ جس حالت میں سر جدا ہو گیا اور رگیں کٹ گئیں تو اب محل ذبح نہیں رہی اس لئے ذبح کر کے کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اب رگوں کے کٹ جانے سے یقین ہے کہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے جائز نہیں ہے؟

(الجواب) نصف راس یا اکثر راس کے قطع ہو جانے کے بعد جانور محل ذبح نہیں رہتا اور کل راس منقطع ہو جائے تو بدرجہ اولی محل ذبح نہ رہے گا۔ قال ردالمحتار فی تفسیر قولہ ﷺ ما ابین من الحی فھو میت وبہ یعلم انہ لو ابان الراس اکل لانہ لیس منفصلا من حی حقیقة وحکما بل حقیقة فقط لانہ عندالانفصال میت حکما (ص۳۰۲ ج۵) وفی الدر (ص۴۶۹) او قطع نصف رأسه او اکثرہ اوقدہ نصفین اکل کلہ لان فی ھذہ الصور لایمکن حیاتہ فوق حیاة المذبوح اھ قال الشامی وھذا حی صورة لاحکمہ اذلا یتوھم بقاء الحیاة بعد ھذا لجرح اھ.

ان عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس جانور کا سر جدا ہو جاوے وہ حکما میت ہے اس لئے قابل ذبح نہیں رہا۔ نعم لیشکل علیہ قول الدر وسیجئی انہ یکفی من الحیاة قدر ما یبقی فی المذبوح اھ (۲۸۸ج۵) باب الذبائح وقولہ والمعتبر فی المتردیة واخواتھا کنطیحة وموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطابق الحیاة کما اشرنا الیہ وعلیہ الفتوی اھ ص۴۶٦) باب الصید، مع قولھم ان ذکاة الاختیار ذبح بین الحلق واللبة وذکاة الضرورة جرح فی ای موضع وقع کذا فی الدر (ص۲۱٦ ج۵ ذبائح) ان عبارات اخیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متردیہ ونطیحہ وامثالہا میں مطلق حیاۃ صحت ذبح کے لئے کافی ہے اور صورت مسؤلہ میں اضطراب اور تڑپنا مطلق حیات کی علامت ضرور ہے اور محل ذبح مابین الحلق واللبۃ ہے تو اس سے ظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ اگر موضع مابین اللبۃ والحلق میں سے دو تین انگل باقی ہو جو ذبح کے قابل ہو اور جانور تڑپ بھی رہا ہو تو اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔ گو سر علیحدہ ہو گیا ہو اور عبارات سابقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انفصال سر کے بعد جانور بہ حکم میت ہے اس لئے مجھ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۵ صفر ۴۳ھ

(الجواب نمبر ۲) حامدا ومصلیا ومسلما۔ پہلی روایت جو جواب اول میں نقل کی گئی ہے وہ مذبوح کے بارے میں ہے اس لئے کہ حدیث ما ابین من الحی فھو میت علی اطلاق حی. اس امر کو مقتضی ہے کہ منفصل من الحی الحقیقی میت ہوتا ہے تو جانور اس وقت اگرچہ حقیقۃ زندہ ہوتا ہے مگر ذبح کی وجہ سے حکما وہ زندہ شمار نہیں کیا جاتا بلکہ میت بمعنی مذبوح شمار ہوتا ہے اس لئے اس سر کا کھانا شرعا جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ روایت وبہ یعلم انہ لو ابان الراس اکل لانہ لیس منفصلا من حی حقیقة وحکما الخ سے واضح ہے۔ تحریر مندرجہ بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبارت مذکورہ خاص مذبوح کے بارے میں ہے، عام نہیں یعنی ہر جانور کہ جس کا سر جدا ہو جاوے خواہ کسی وجہ سے اور اس جانور کو حکما میت کہا جاوے کہ جس کی وجہ سے اس کا ذبح کرنا جائز ہو یہ صحیح نہ ہوا۔ اور دوسری روایت او قطع نصف راسہ او اکثرہ اوقدہ نصفین اکل کلہ الخ. یہ زکوۃ اضطراری کے بیان میں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تیر پھینکنے والے نے

تیر کے ذریعہ نصف سر یا اکثر سر کاٹ دیا تو اس کے بعد اور دونوں حصوں کا کھانا جائز ہوگا بغیر ذبح کے اس لئے کہ تیر سے زخم کردینا ہی صید کے لئے شرعاً ذکوۃ قرار دی گئی ہے۔ پس جیسا کہ ذبح میں سر کے الگ ہونے کے بعد وہ جانور حکماً میت ہوتا ہے ایسا ہی یہاں پر قطع نصف راس یا اکثر اس کے بعد وہ جانور حکماً میت شمار ہوگا تو یہاں پر سر منفصل من الحی نہ ہوا اگرچہ منفصل من الحی الحقیقی ہوگا۔ اور جب تک وہ منفصل من الحی الحقیقی والحکمی نہ ہو اس وقت تک بمقتضائے حدیث ما ابین من الحی الخ. حرام نہ ہوگا بلکہ حلال ہی رہے گا تو ان دونوں عبارتوں میں میت سے مراد مطلق حی کا مقابل نہیں بلکہ حی حکمی کا مقابل مراد ہے تو اس وقت صید میں ذبح کی ضرورت نہیں رہے گی اور بغیر ذبح کے اس کا کھانا جائز ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ ذبح جائز نہیں (کیونکہ ذبح کی تو ان دونوں میں ضرورت ہی نہیں بلکہ ذبح متحقق ہوگئی) اور وہ مردار ہوگیا اس کا کھانا اب جائز نہیں ہوگا۔

پس صورت مسئلہ میں اگر محل ذبح کسی جانور کا باقی ہو خواہ سر اس کا بندوق کے ذریعہ الگ ہوگیا ہو یا ریل کے نیچے آکر یا بلی وغیرہ نے توڑ لیا ہو تو اس کو حلال کر کے کھانا جائز ہے۔ البتہ جو حصہ سر کا الگ ہوگیا ہے وہ حرام ہوگا کیونکہ منفصل من الحی الحقیقی والحکمی ہے۔ فی الدر المختار وان علمت حیاتها وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال انتهی وفی الشامی تحت قوله وان کانت حیاتها خفیفة) عن البزازیه شاة قطع الذئب او داجها وهی حیة لا تزکی لفوات المحل ولو انتزع راسها وهی حیة تحل بالذبح بین اللبة واللحیین انتهی فقط رقمہ ضیاء احمد عفی صحیح خلیل احمد۔ صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

هذا صحیح عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم دیوبند .... مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرات سہارنپور کی رائے سے میری تسلی ہوگئی اور ان کے جواب کو میں نے نقل بھی کر لیا۔ والسلام ظفر احمد عفا اللہ عنہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک ما بین حلق واللبۃ کے ذبح کرنے کے وقت مطلق حیاۃ شرط ہے۔ غایۃ الاوطار کتاب صید میں ہے واذا ادرك المرسل او الرامی الصید حیا بحیوة فوق مافی المذبوح ذکوة وجوبا اور جب کہ کتے یا باز کو چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیاۃ مذبوح سے زیادہ ہے تو اس کو ذبح کرے۔ بنا بر وجوب کے یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے زکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدوں ذبح کرنے کے اس واسطے کہ اس نے زکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے۔ طحطاوی نے عالمگیریہ سے نقل کیا کہ اگر فوق مافی المذبوح حیات باقی اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے۔ بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبینؒ کا۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک حلال نہیں اس واسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہ ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے۔ چنانچہ کافی میں ہے۔ اور کچھ آگے جلد چہارم صفحہ ۲۷۴ میں ہے امام صاحبؒ کے نزدیک حیات خفیفہ میں بھی ذبح کرنا ضروری ہے۔ متردیہ وغیرہ کے مانند۔ کذا فی حموی والمعترفی المتردیة واخواتها کنطیحة وموقوذة

وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیوة وان قلت کما اشرنا الیه وعلیه الفتوی .وتقدم فی الذبائح اور متردیہ اوراس کے مانند چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کردیااوراسی قول پر فتوی ہےاور مقدم مذکورہو چکاکتاب الذبائح میں اور کچھ آگے دو سطر کہتا ہے۔ یعنی حیوانات مذکورہ بدوں ذبح کے حلال نہیں اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کافتوٰے ہے۔ سید حموی نے کہاتو کھاناشکار مذکور کاحلال نہیں بدوں ذبح کے خواہ اس کی زندگی ظاہر باہر ہویانہ ہو کتےوغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اسی قول پر فتوی ہے۔بدلیل اس آیہ کے وما اکل السبع الاما ذکیتم اوردلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتاشکار کو پکڑے رکھے اور تواس کوزندہ پاوے توذبح کراس کو۔ کذافی الطحطاوی اور عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ کتاب الصید میں ہے۔ وان ادرکه فذ کاه حل له لانه ان کانت فیه صیاقامستقره فالذکاة وقعت موقعها بالاجماع وان لم تکن فیه حیاة مستقرة ابی حنیفة ذکاته الذبح علی ما ذکرنا وقد وجد وهما لا یحتاج الی الذبح الخ ان عبارات سے یہ واضح ہواکہ بیمار بکری ہویاصید زخمی ہواگران میں خفیفہ حیاتی موجود ہے توذبح اختیاری واجب ہے نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک حیاتی مستقرہ ضروری ہے۔اگر شکار کی سری بندوق یا تیر سے جداہوگئی یابلی نے مرغی کی سری جداکردی یاریل کے نیچے آکر بکری وغیرہ کی سری کٹ کر جداہوگئی اوروہ جانور تڑپ رہاہواورباقی گردن بھی بچی ہوئی ہے توچونکہ محل ذبح مابین حلق واللبۃ بھی موجود ہے اور خفیف حیاتی بھی موجود ہے توذبح کرکے کھالیناچاہئیے۔جیساکہ تحریر حضرت بادینا مولانا خلیل احمد قدس سرہ سے معلوم ہوا۔اور ذیل کی تحریر حضرت مولینارشید احمد صاحب قدس سرہ اس کی موید وشاہد ہے۔البتہ ذیل کی عبارت سے جوتردد ہوتاہے نمبر افتاوے ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ میں ہے۔ بلی نے مرغی کی گردن کاٹ دی تووہ ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگی اگر پھڑکتی رہے۔ یہ ملتقط میں ہے۔ دوسری جگہ ہے۔ فتاوے سمرقند میں لکھاہے کہ ایک قصاب نے اندھیری رات میں ایک بکری ذبح کی اس طرح کہ حلقوم سے اوپر یا حلقوم سے نیچے کاٹ دیاتواس کا کھاناحرام ہے کیونکہ اس نے ذبح یعنی حلقوم کے سواءدوسری جگہ ذبح کی اوراگراس صورت میں قصاب مذکور بعض مقام کاٹنے پایاتھاکہ اس کو معلوم ہوگیاپس اس نے دوبارہ گردن کاٹی قبل اس کے کہ پہلے کاٹنے سے بکری مرجاوے تواس میں دوصورتیں ہیں کہ اگراس نے پہلی دفعہ پوراکاٹ دیاتوایسی صورت میں وہ حلال نہ ہوگی۔ کیونکہ پہلے زخم سے بہ نسبت دوسرے کے وہ بکری جلد مرجائے گی اوراگراس نے پہلی دفعہ تھوڑاکاٹاتھاتواس صورت میں دوبارہ کاٹنے سے حلال ہوجاوے گی یہ ذخیرہ محیط میں ہے باب الذبائح۔ ان کا جواب اس طرح پر ہوسکتاہے پہلی عبارت ہندیہ کی (بلی نے مرغی کی گردن توڑی)اس کے عدم جواز کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ اس پر محمول ہے جبکہ محل ذبح باقی نہ رہی ہو کیونکہ صریح یہ لفظ موجود ہے(بلی نے گردن کاٹ دی)ہاں اگر فقط سر جداہوجاتااور گردن محل ذبح باقی رہتی توپھر یہ عبارت مذہب صاحبین پر متفرع ہونامعلوم ہوتاہے۔اور عبارت ثانی صاف صاحبین کے مذہب پہ دلالت کرتی ہے کیونکہ (پوراکاٹ دیا) سے یہ معلوم ہے کہ اب یہ حیاتی مستقرہ نہیں رہی ہے۔ آگے صاف لکھتے ہیں کہ (کیونکہ پہلے زخم سے بنسبت دوسرے کے وہ بکری جلد مرجائے گی) یہ مذہب صاحبین کا

ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس پہلے زخم سے حیاتی مستقرہ نہیں رہی ہے تو ثانی ذبح سے حلال نہ ہوگی بخلاف امام صاحب کے کہ ان کے نزدیک حفیفہ حیاتی میں بھی ذبح صحیح ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور عبارت شامی شاة قطع الذنب او داجها وهى حية لاتزکی سے بھی یہی مراد ہے کہ اوداج ایسی قطع ہوئیں کہ محل لبہ بھی نہ رہی ہو کیونکہ قطع اوداج سے اسی کی طرف اشارہ ہے آگے لکھتے ہیں ولو انتزع راسها وهى حية تحل بالذبح بين اللبة واللحيين. اس سے معلوم ہوا کہ اگر لحیین کٹ گئیں اور لبہ موجود ہے تو محل ذبح موجود ہے واللہ اعلم۔ بندہ شیر محمد سندھی

اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کی تحریر کا نقل یہ ہے (س) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گائے بھینس یا اور کوئی حلال جانور ریل گاڑی کی پڑی پر آجاتا ہے اور کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے پھر دیر تک تڑپتا رہتا ہے اور مر جاتا ہے۔ اس کے ذبح کی بھی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ (ج) اگر اونٹ، گائے ریل میں دو ٹکڑے ہو جائے اس طرح کہ سر کی جانب اکثر اعضاء ہوں یا نصف بدن ہو تو ادھر کے نصف کو ذبح کر کے کھالیوے دوسرے ٹکڑے کو مردار کہیں گے اور جو فقط سر یا گردن کٹی ہے اور دو انگشت کی قدر بھی گردن باقی ہے تو ذبح ہو سکتا ہے جانور متردیہ کے ذبح کو درست لکھتے ہیں۔ اضطراری ذبح میں در مختار میں روایت مل جائیں گی صراحۃً یا اشارۃً اور جو گردن بالکل نہ رہی تو محل ذبح سے حلال نہیں ہو سکتا تذکرۃ الرشید ص ۴۴ یہ جو آپ نے غایۃ الاوطار وغیرہ سے نقل کیا ہے صحیح ہے اس قسم کی روایات کی تاویل کی جاوے گی اور صحیح مسئلہ مولانا قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے۔

ذبح فوق العقدہ کا حکم

(سوال ۱۲۹۵) اگر ذبح فوق العقدہ کردہ شود حلال است یا حرام یا مکروہ؟

(الجواب) صاحب ردالمحتار معروف شامی نے اس بارہ میں یہ قول فیصل لکھا ہے اقول التحرير للمقام ان يقال ان كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ما قاله . شراح الهداية الخ والا فالحق خلافه الخ شامی (ص ۱۸۷ ج ۵)

اور اہل تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عروق ذبح فوق العقدہ ذبح کرنے سے بھی قطع ہو جاتی ہیں لہذا اس کی حلت میں شبہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مذبوح نے حرکت نہ کی مگر خون بہا یا حرکت کی اور خون نہ بہا دونوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے

(سوال ۱۲۹۶) اگر مذبوحہ تحرک نہ نمود مع جریان الدم حلال است یا حرام؟

(الجواب) اس صورت میں ذبیحہ حلال ہے۔ لان الشرط احدهما كما في الدر المختار ذبح شاة مريضة فتحركت او خرج الدم حلت الخ وفي الشامي قوله او خرج الدم اى كما يخرج من الحى الخ ص ۱۹۶ ج۵) واللہ اعلم.

پیلو مرغ حلال ہے

(سوال ۱۲۹۷) پیلو مرغ حلال ہے یا حرام یعنی اس کا کھانا حلال ہے یا حرام مدلل ارقام فرمایا جاوے ؟

(الجواب) پیلو مرغ حلال ہے کیونکہ وہ ذی مخلب نہیں ہے۔ پس جیسا کہ تمام مرغ حلال ہیں یہ بھی حلال ہے۔ در مختار میں ہے۔ ولایحل ذرناب یصید بنا به او مخلب یصید بمخلبه او ظفره فخرج نحو الحمامة من سبع او طیرالخ ملخصاً پس پیلو مرغ اس قاعدہ حرمت میں داخل نہیں ہے لہذا اس کی حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

جو جانور غیر اللہ کیلئے نامزد ہو وہ مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے

(سوال ۱۲۹۸) ما اهل به لغیر الله کی نسبت بہت لوگوں نے عند الذبح کی قید لگائی ہے۔ چنانچہ شیخ شیرازیؒ و مولانا شاہ ولی اللہؒ نے بھی اپنے ترجموں میں قید عند الذبح کی لگائی ہے۔ مگر مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ یہ لکھتے ہیں کہ جب شہرت دی گئی غیر اللہ کے نام کی تو وہ اسی وقت حرام ہو گیا۔ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے سے حلال نہیں ہو گا۔ ان حضرات کے قول میں جو اختلاف ہو رہا ہے کون صحیح ہے۔ اگر دونوں صحیح ہیں تو طریقہ تطبیق کیا ہے۔

(الجواب) جو قول شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ وسلم کا ہے وہی حنفیہ کا مذہب اور قول ہے۔ در مختار وغیرہا میں اس کی تصریح اور مفسرین نے جو قید عند الذبح کی لگائی ہے وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ موافق عادت کفار کے ہے کہ وقت ذبح کے غیر اللہ کا نام پکارتے تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مااهل به لغیر الله حلال ہے۔ واللہ اعلم۔

كتاب الاضحية و العقيقة

(قربانی اور عقیقہ کا بیان)

قربانی کی کھال کا حکم

(سوال ۱۲۹۹) قربانی کی کھال کا روپیہ مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں اور گوشت قربانی کا بھنگی کو دینا اور چمار کو دینا و گھر بھون کر کھانا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) قربانی کی کھال کی قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔ مگر کسی محتاج کی تملیک کر کے یعنی پھر وہ محتاج اپنی طرف سے مسجد میں صرف کر سکتا ہے۔ کذا فی الدر المختار۔ گوشت قربانی کا کفار بھنگی کو دینا درست ہے۔ وجائز دفع غیرها ای غیر الزکوٰة وغیر العشر والخراج الیه ولو واجبا ککفارة وفطرة۔ در مختار۔ گوشت قربانی کا آگ میں بھون کر کھانا درست ہے۔ واللہ اعلم۔

چرم قربانی امام و موذن کو دینے کا حکم

(سوال ۱۳۰۰) اکثر جگہ چرم قربانی موذن وخادم مسجد کو دیدینے کا رواج ہے اگر مسئلہ بتایا جاتا ہے تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ اللہ واسطے یہ خدمت مسجد کرتا ہے اور ہم اللہ واسطے یہ چرم قربانی اس کو دیتے ہیں۔ خدمتی مسجد سمجھ کر نہیں دیتے اس صورت میں قربانی میں کچھ نقصان رہے گا یا نہیں ؟

(الجواب) اگر واقع میں اللہ واسطے دینا غرض ہو تو درست ہے۔ اور اگر امام کی امامت اور موذن کی اذان وخدمت مسجد کی وجہ سے دی جاوے تو ناجائز ہے قربانی میں نقصان رہے گا۔ اور اس چرم قربانی کی قیمت قربانی کی قیمت قربانی کرنے والے کو مساکین کو دینی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

چرم قربانی کے متعلق ایک مفصل فتویٰ

(سوال ۱۳۰۱) کھال قربانی کی نسبت کیا حکم ہے ؟

(الجواب) کھال قربانی کی نسبت یہ حکم ہے کہ یا تو اس کو بجنسہ اپنے کسی کام میں لے آوے۔ مثلاً رنگوا کر گھر کا ڈول وجوتہ یا جائے نماز و دستر خوان وغیرہ بنالے یا کسی غریب محتاج کو یا قرابت دار واحباب کو دیدے، کسی کی خدمت کے معاوضہ میں نہ دے۔ مثل سقہ یا مسجد وامام و موذن مسجد محلّہ کو بسبب ان کی اس خدمت کے نہ دے یہ درست نہیں۔ اسی طرح اپنے گھر کے سقہ کو بھی نہ دے جب کہ وہ تنخواہ دار نہ ہو۔ لیکن فروخت کرنے کے بعد جو قیمت اس کھال کی ہو اس کو نہ خود رکھ سکتا ہے نہ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے نہ کسی معاوضہ میں دے سکتا ہے نہ مسجد میں لگا سکتا ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ محتاجوں پر صدقہ کردے۔ اگر ایسا نہ کیا تو اس کے ذمہ اس قدر روپیہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ قربانی میں نقصان رہے گا۔

قربانی کی کھال یا قیمت کو خیرات کرنے کا حکم

(سوال ۱۳۰۲) زید کہتا ہے کہ قربانی کا چمڑا جب تک بیچا نہ جائے گا اس کو خیرات کرنا واجب نہ ہوگا۔ ہاں

استہلاک یعنی بیچنے کے بعد البتہ دوسرے کاموں میں صرف نہیں ہو سکتا خیرات کرنا واجب ہوگا۔ اور انجمن اسلامی یا مدرسہ میں دینا جائز ہے وہ انجمن یا مدرسہ اس کو اپنے ملازمین و مہتممین وغیرہ وغیرہ امور میں صرف کر سکتا ہے۔ زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ ويتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غير بال وجراب الخ لا بمستهلك الخ فان بيع اللحم او الجيد به اى بمستهلك او بدراهم تصدق ثمنه الخ. پس زید کا یہ قول صحیح ہے کہ چرم قربانی قبل فروخت کرنے کے واجب التصدق نہیں اور بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہے اور بعینہ کسی انجمن یا مدرسہ کے مہتمم کو دینا درست ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہتمم و متولی کو وکیل بناتا ہے فروخت کر کے صدقہ کرنے کے لئے۔ پس جیسے خود بخود بعد فروخت کے تنخواہ ملازمین میں دے سکتا اسی طرح مدرسہ کا مہتمم بھی تنخواہ ملازمین و مدرسین وغیرہ میں نہیں دے سکتا۔ طلبہ پر صدقہ کر سکتا ہے۔ پس صرف طلبہ میں اس قیمت کو لانا چاہئیے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ متولی و مہتمم انجمن کو ان چمڑوں کا مالک بنانا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ محض امین و وکیل مالک کے ہیں۔ فروخت کرنے اور مصرف میں صرف کرنے کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کی کھال فروخت کرنے کا حکم

(سوال ۱۳۰۳) قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) عالمگیریہ میں ایک روایت ہے کہ اگر بغرض صدقہ کرنے کے فقراء پر چرم قربانی کو فروخت کرے تو درست ہے۔ ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق كذافى التبيين۔

چرم قربانی کی قیمت واجب التصدق ہے

(سوال ۱۳۰٤) قربانی کی کھالیں جب فروخت کر دی جاویں ان کی قیمت کس قسم کے صدقہ میں شمار ہیں اور ان کے مصارف کیا کیا ہیں۔ مسجدوں کی تعمیر وغیرہ میں ان کا صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ کھالیں مساجد کے متولیان یا پیش امام کو مسجد بنانے کے لئے دیدی جائیں کہ یہ لوگ ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد کی تعمیر میں صرف کریں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قربانی کی کھالوں کی قیمت ان کے فروخت کرنے کے بعد از روئے شریعت صدقہ واجبہ میں داخل ہیں۔ كما فى الهداية. ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بمالا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الى بدله اور عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ فاذا تموله بالبيع وجب التصدق. لان هذا الثمن حصل بفعل مكروه فيكون خبيثا فيجب التصدق. اور کافی شرح ہدایہ میں ہے۔ قوله تصدق بثمنه لان معنى التمول سقط عن الاضحية فاذا تمولها بالبيع انتقلت القربة الى بدله فوجب التصدق. ان عبارات مندرجہ بالا سے جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ قربانی کی کھالیں

فروخت کرنے کے بعد مثل زکوۃ وغیرہ کے ان کی قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔ لہذا ان کے مصارف بھی مصارف زکوۃ ہیں اور چونکہ زکوۃ ونیز دیگر صدقات میں تملیک شرط ہے۔ اس لئے ان کو تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ تعمیر مسجد میں تملیک پائی نہیں جاتی۔ کما فی الدر المختار لا یصرف الی نحوبناء مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینه الی لعدم التملیك وھو الرکن. ھذا فی فتح القدیر وھدایه وشرح وقایه وغیرہ.

حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی فتاوی اشرفیہ میں تحریر فرماتے ہیں "جو کھال فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے۔ اور تصدق کی ماہیت تملیک ماخوذ ہے۔ چونکہ یہ صدقہ واجبہ ہے اس لئے اس کے مصارف مثل زکوۃ کے ہیں۔،،

اگر کھال کو مسجد کے متولیان یا پیش امام کو مسجدیں بنانے کے لئے دیدی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مساجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں بھی شرط تملیک جو رکن ہے پائی نہیں جاتی کیونکہ تملیک کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مالک بنا دینا۔ تاکہ وہ بعد مالک ہونے کے جو چاہے کرے۔ اور بصورت مذکورہ اس قسم کا مالک بنایا نہیں جاتا بلکہ دینے والے اس لئے دیتے ہیں کہ یہ رقم تعمیر مساجد میں صرف کی جاوے اور یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے۔ قربانی کرنے والے کو ایسا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کرے ویسا ہی ان کو بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اسے صرف کرنے کو وکیل بنادے۔ کیونکہ جس تصرف کے لئے خود موکل کو مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الوکالہ میں ہے۔ من شرط الوکالة ان یکون الموکل ممن یملك التصرف ویلزمه الاحکام لان الوکیل یملك التصرف من جھة الموکل فلا بد من ان یکون الموکل مالکایملکه من غیرہ. خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کر دی گئی پھر اس کی قیمت مساجد وغیرہ میں تصرف کرنا شرعاً ممنوع ہے اور نہ اسے دوسرے کو اس لئے دینا جائز ہے کہ بعد فروخت اس کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کریں۔ واللہ تعالی اعلم

چرم قربانی کا روپیہ مسجد و مدرسہ یا رفاہِ عام پر خرچ کرنے کی صورت

(سوال ۱۳۰۵) اگر کسی شخص کو اس شرط پر چرم قربانی کا مالک بنادیا جاوے کہ تم بعد مالک ہونے کے اس کی قیمت سے محلہ کی روشنی کا انتظام کر دینا اور نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ چرم قربانی کی قیمت کس صدقہ میں داخل ہے؟

(الجواب) قیمت چرم قربانی جو بعد فروخت کرنے چرم کے حاصل ہو اس میں ضروری ہے کہ صدقہ فقراء ومساکین پر کرے یہ واجب ہے اور مصارف اس کے زکوۃ کے مثل ہیں۔ تملیک فقراء اس میں ضرور ہے۔ کذا فی الشامی۔ اور یہ بھی کتب فقہ میں مصرح ہے کہ زکوۃ وغیرہ صدقات واجبہ کو کہ جس میں قیمت چرم قربانی بھی داخل ہے تعمیر مسجد و مرمت مسجد و روشنی وسامان مسجد وغیرہ میں صرف نہیں کر سکتے اور یہ حیلہ

بھی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کسی مسکین کو یا فقیر کو اول اس کا مالک بنا دیا جاوے پھر اس سے کہا جاوے کہ تو اپنی طرف سے اس روپے کو مسجد وغیرہ میں یا روشنی وغیرہ میں صرف کر دے مگر دینے کے وقت یہ شرط نہ کرے بلکہ دینے کے بعد اس سے کہہ دے۔ بہر حال اس حیلہ سے روشنی وغیرہ میں یا خرید لالٹین وغیرہ میں اس کو صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چرم قربانی فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد وغیرہ میں لگانا درست نہیں

(سوال ۱۳۰۶) چرم قربانی کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں کہ نہیں؟

(الجواب) قیمت چرم قربانی کا صدقہ فقراء و مساکین پر واجب ہے کہ مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی کا جانور کھو گیا پھر دوسرا خریدنے کے بعد مل گیا تو کیا کیا جائے

(سوال ۱۳۰۷) ایک شخص نے قربانی کا جانور خریدا وہ بھاگ گیا۔ بعد خریدنے دوسرے جانور کے وہ بھی مل گیا اب ایک کو قربانی کیا جاوے یا دونوں کو۔ اگر قربانی کرنے والا غریب ہو تو کیا کرے۔ اگر ایسا اتفاق امیر کو پڑے تو ایک کو قربانی کرے۔ اگر کسی غریب کو پڑے تو دونوں کو کرنا واجب ہے اور مسئلہ مذکورہ کو مولوی اشرف علی صاحبؒ نے بہشتی زیور میں تیسرے حصہ میں بیان قربانی میں لکھا ہے مگر اس مسئلہ کو دوسرے عالم نے ناجائز بتلایا ہے اور کہا ہے کہ یہ غلطی کاتب کی ہے لہذا صحیح جواب تحریر ہو؟

(الجواب) درمختار میں اس کے متعلق اول یہ لکھا ہے کہ دونوں کو قربانی کرنا افضل ہے اور اگر صرف پہلی کو ذبح کرے یہ بھی درست ہے اور امیر اور فقیر اس میں برابر ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ غنی کے لئے یہ حکم ہے اور فقیر کو دونوں کا ذبح کرنا ضرور ہے۔ شامی نے اس کی تصریح چند کتب سے نقل کی ہے اور اسی کو موافق قواعد فقہیہ بیان فرمایا ہے پس اس بنا پر بہشتی زیور میں بھی اسی ایک قول کو نقل کیا ہوگا۔ دوسرے عالم کا اس کو غلطی کاتب پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان کو اس اختلاف فقہاء و راجح کی خبر نہ ہوگی۔ عبارت درمختار یہ ہے ضلت اوسرقت فاشتری اخریٰ ثم وجدها فالافضل ذبحهما وان ذبح الاولیٰ جاز الخ بلا فرق بين غنى و فقير وقال بعضهم ان وجدت عن يسار فكذا الجواب وعن اعسار ذبحهما ينابيع. شامی میں ہے۔ قوله وقال بعضهم اقتصر عليه فى البدائع وقال السائحانى وبه جزم الشمنى كما سيذكر الشارح وهو الموافق

بکری اس لئے خریدی کہ اس کے بچوں کی قربانی کیا کروں گا تو ان کی فروخت کا حکم

(سوال ۱۳۰۸) زید نے ایک بکری خریدی اس کے ہمراہ ایک بچہ تھا زید نے یہ نیت کی کہ یہ بچہ اور جس قدر اس بکری سے بچے ہوں گے قربانی کرتا ہوں گا۔ اب چونکہ جانوروں کا معاملہ بڑا لوگوں کا نقصان کر دیتی

ہے شکایت کی وجہ سے زید بچوں کو فروخت کرنا چاہتا ہے کہ اس کے روپیہ سے ذی الحجہ میں خرید کر کے قربانی کروں گا اپنے صرف میں ہرگز نہ لاؤں گا۔ آیا زید فروخت کر سکتا ہے یا نہیں ؟
(الجواب) اگر زید نے صیغہ نذر کا بولا ہے تو بکری کے تمام بچوں کو جو اس کی ملک میں ہیں قربانی کرے اور اگر لوگوں کے نقصان کی غرض سے وہ اس نذر کے پورا کرنے سے تکلیف میں ہو تو اس بکری کو فروخت کردے تاکہ آئندہ کو اس کی نسل سے اس کی ملک میں بچے پیدا نہ ہوں مگر جو بچے اب تک موجود ہیں ان کی قربانی کر دیوے۔ درمختار۔ نذر عشر اضحیات میں ہے۔ اور اگر زید نے محض نیت اور ارادہ ایسا کیا ہے نذر کا صیغہ نہیں بولا تو یہ نذر نہیں ہے۔ اختیار ہے ان بچوں کو فروخت کر کے صدقہ کردے یا خود رکھے یا کوئی دوسرا جانور خرید کر قربانی کر دیوے یا نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گائے کا اگر ایک تھن نہ ہو تو قربانی درست ہے

(سوال ۱۳۰۹) اگر گائے کا ایک تھن نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) اگر گائے کا ایک تھن نہ ہو تو قربانی اس کی درست ہے۔ شامی

خنثیٰ جانور کی قربانی جائز نہیں

(سوال ۱۳۱۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خنثی بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) درمختار اور شامی میں مذکور ہے کہ خنثی کی قربانی درست نہیں ہے۔ ولا بالخنثی لان لحمها لا ینضج شرح وهبانية درمختار قوله لان لحمها لا ینضج (باب سمع) ولهذا التعليل اندفع ما اورده ابن عبان من انها لا تخلوا اما ان تكون ذكرا او انثى وعلى كل تجوز الخ. شامی ج ۵ کتاب الاضحیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حاملہ گائے کی قربانی مکروہ ہے ؟

(سوال ۱۳۱۱) جس گائے کے پیٹ میں بچہ ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں ؟ اور بچہ جو پیٹ میں سے نکلے اس کو کیا کرنا چاہئیے ؟
(الجواب) قربانی صحیح ہے لیکن شامی میں کفایہ سے منقول ہے کہ قریب الولادۃ جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ ان تقاربت الولادة يكره ذبحها. شامی بچہ جو پیٹ میں سے نکلے اگر وہ زندہ نکلے اس کو ذبح کر لیا جاوے۔ کھانا اس کا حلال ہو جائے گا۔ اور اگر وہ مردہ نکلے کھانا اس کا عند الامام ابو حنیفہؒ درست نہیں ہے۔ فی الشامی ان الجنين وهو ولد فی بطن ان ذكى عليحدة والا لا ولا يتبع الله فی ذكيتها لو خرج ميتا. الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عقیقہ ساتویں روز مستحب ہے

(سوال ۱۳۱۲) عقیقہ کس یوم میں کرنا سنت ہے فقہ کی کتابوں میں قید السبوع لکھی ہے پھر مہینوں میں بھی اسی سات عدد کو مانا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عقیقہ بغیر اس قید کے درست ہے یا نہیں۔ چوتھی پانچویں دن بچے کے پیدا ہونے سے اگر عقیقہ کیا جاوے تو سنت ادا ہوگی یا نہیں۔ اور اگر وقت پیدائش سے ایک روز بعد یا ساتویں دن بچے کے بال اترواکر اوران کو چاندی سے وزن کر کے صدقہ کردے اور اگلے دن عقیقہ کردے تو درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) مسنون اور مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ کیا جاوے اسی روز بال مونڈے جاویں اور اسی روز بال مونڈنے کے ساتھ بکرا ذبح کیا جاوے اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو پھر چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرے اگر اس کے خلاف کیا تو مستحب ادا نہ ہوگا۔ اور عقیقہ خود مستحب امر ہے اس کو مستحب طریقے سے ہی ادا کرنا چاہئے۔ اگر بلا قید ساتویں روز کرے گا تو عقیقہ ہو جائے گا۔ مگر مستحب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عقیقہ کے گوشت کا حکم مثل قربانی کے ہے

(سوال ۱۳۱۳) عقیقہ کا گوشت ماں باپ بیٹا بیٹی۔ نانا نانی دادا دادی۔ پوتا پوتی کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۲) جو جانور عقیقہ میں ذبح ہو اس کا سر مونڈھنے والے کو دیں اور ایک ران دائی کو دیں۔ یہ کیسا ہے ؟

(الجواب) حنفیوں کے نزدیک عقیقہ کے گوشت کا حکم مثل قربانی کے ہے جیسے قربانی کے گوشت کو سب گھر والے اور رشتہ دار کھاتے ہیں۔ اسی طرح عقیقہ کا گوشت بھی سب کھا سکتے ہیں ماں باپ، دادا دادی وغیرہ سب کو کھانا اس کا درست ہے۔ اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ سر جانور کا بال مونڈھنے والے کو اور ران دائی کو دی جاوے۔ اور اگر دیں تو کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ مگر کچھ ضروری بات نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی میں عقیقہ کی نیت کرنا بھی درست ہے

(سوال ۱۳۱٤) جس لڑکے کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو والدین اس کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر قربانی کر دیں تو عقیقہ کی ضرورت رہی یا نہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جس لڑکے کا عقیقہ نہیں ہوا وہ والدین کی شفاعت نہیں کر سکتا اس حدیث کا مطلب کیا ہے جو لڑکا صغر سن میں بغیر عقیقہ ہوئے مر جائے تو والدین کی شفاعت کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) قربانی بھی کر سکتے ہیں اور عقیقہ کی بھی نیت اس میں ہو سکتی ہے۔ اور حدیث شریف میں مرہون کا لفظ آیا ہے اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض علماء نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ والدین کی شفاعت سے روکا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مذہب حنفیہ میں عقیقہ مستحب ہے

(سوال ۱۳۱۵) عقیقہ در مذہب حنفیہ سنت است یا واجب یا مستحب یا مباح ؟

(الجواب) صحیح این است کہ عقیقہ در مذہب حنفیہ مستحب است نہ سنت کما فی الشامی یستحب لمن ولد له ولد الخ واللہ تعالیٰ اعلم

عقیقہ کے چند احکام

(سوال ۱۳۱۶) جانور قربانی و عقیقہ یکے ست یا نہ اگر حکم ہر دو یکے باشد تو عقیقہ از بقر و عقیقہ پسر از یک بقر را خواہد شد یا نہ شکستن استخوان عقیقہ و خوردن گوشت وے برائے والدین و تقسیمش محتاجان بہ ثواب رسانی بر روح میتاں جائز است یا نہ ؟

(الجواب) حکم قربانی و عقیقہ یک ست یعنی در اضحیہ شرکت عقیقہ صحیح است و یک بقر از ہفت اطفال عقیقہ کردن رواست۔ قال فی ردالمحتار وكذا لواراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل لان ذلك جهة التقرب بالشكر على نعيمة الولد الخ جلد خامس شامی کتاب الاضحیہ و شکستن استخوان عقیقہ و خوردن لحم آں برائے والدین و تقسیمش محتاجان رواست یعنی انچہ در قربانی از خوردن و صدقہ کردن و بر احباب تقسیم کردن خیار ست در عقیقہ ہم ہمیں صورت است۔ قال فی اخر الاضحیة فی بیان العقیقة مع كسر عظمها اولا واتخاذ دعوة اولا الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اونٹ میں نحر افضل اور باقی جانوروں کے ذبح کا حکم

(سوال ۱۳۱۷) دجاجہ یعنی مرغیاں مردہ کے شکم سے جو بیضہ سخت یا نرم نکلے وہ کھانا درست ہے یا نہیں ؟ (۲) اور شیر مردہ حیوان مثل مادہ گاؤ یا گاؤ میش یا شاہ یعنی بکری یا میش یعنی بھیڑ، یا شتر مادہ یا گھوڑی سے نکلے وہ حلال ہے یا نہیں ؟ (۳) اور مرغ کو جب ذبح کیا جاوے تو بعد ذبح کرنے کے اس کو چھوڑ دیا جاوے یا جب تک اس میں جان رہے تو نہ چھوڑے ؟ (۴) اور شتر یعنی اونٹ کو نحر کس طرح کیا جاوے۔ کیونکہ اس ملک میں نحر کرنے کا کوئی رواج بھی نہیں اور نہ کبھی اونٹ کو یہاں کے دیہات میں کسی نے قربانی کیا ہے اگر اونٹ کسی کا تقدیر الٰہی سے مرنے لگے تو اس کو ذبح کیا جاوے یا نحر۔ اگر ذبح کیا جاوے تو کس طرح۔ آیا مثل گائے بھینس وغیرہ کے ایک جگہ سے یا سہ جگہ سے اور اگر نحر کیا جائے تو کس طرح پر۔ اس کی پوری وجہ اور ترتیب مفصل کتب معتبرہ فقہ و حدیث سے بیان فرمایئے۔ اور (۵) کرم یعنی کیڑے جو کہ اکثر میوہ جات میں پڑ جاتے ہیں وہ اگر کھائیں جاویں تو حلال ہیں یا حرام ؟ (۶) جو لحم یعنی گوشت بدبودار ہو جاوے یا بیضہ بگڑ جاوے وہ کھائے جاویں یا پھینک دیئے جاویں ؟

(الجواب) در مختار میں لکھا ہے۔ وكذا كل مالا تحله الحياة حتى الا نفحة واللبن کہ میتہ کا دودھ وغیرہ پاک و حلال ہے۔ اس قاعدے سے مرغی کا بیضہ بھی حلال و پاک ہے لیکن بعض فقہاء نے دودھ میتہ کے

بارہ میں مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہے وہ ناپاک فرماتے ہیں۔ پس احتیاط اسی میں ہے اور بیٹھ کے بارہ میں بھی یہی احتیاط ہے (۲) مرغ کو اگر بعد ذبح کرنے کے چھوڑ دیا جاوے کچھ حرج نہیں ہے لیکن اگر خون کی چھینٹیں آنے اور پھیلنے کا خیال ہو بہتر ہے کہ نہ چھوڑے۔ (۳) شامی میں نحر ابل کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ **قوله وحب نحر الابل النحر قطع العروق فی اسفل العنق عندالصدر الخ والذبح قطعها فی اعلاه تحت اللعين الخ**. یعنی نحر کے معنی یہ ہیں کہ سینہ کے قریب گردن کے نیچے کے حصہ پر عروق قطع کی جاویں الخ اونٹ میں نحر ہونا مستحب ہے۔ اگر بجائے نحر کے اونٹ کو بھی ذبح کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے نتیجہ حلال ہے پس کس کو نحر کرنا نہ آتا ہو وہ اونٹ کو بھی ذبح کر دے (۴) کرم جو میوہ میں ہو جاویں وہ نہ کھائے جاویں ان کو نکالدینا چاہئیے۔ (۵) جو گوشت اور بیٹھ بگڑ جاوے اور سڑ جاوے وہ نہ کھایا جاوے۔ پھینک دے دیا جاوے

قربانی میں کس عمر کا بکرا یا بکری ذبح کرنا جائز ہے

(**سوال ۱۳۱۸**) بکرا یا بکری، مینڈھا، یا دنبہ کی قربانی کتنی عمر میں جائز ہو سکتی ہے ؟

(**الجواب**) بکرا یا بکری، ایک برس سے کم قربانی میں درست نہیں، البتہ مینڈھا یا دنبہ آٹھ دس ماہ کا بشرطیکہ فربہ ہو جو ایک برس کا معلوم ہوتا ہو درست ہے۔ یہ حدیث شریف میں آیا ہے اور اس کی اجازت رسول ﷺ نے دی ہے۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم

(**سوال ۱۳۱۹**) گائے کی قربانی میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں ؟ (۲) کیا واجب قربانی والے اور نفلی قربانی والے ایک گائے میں شریک ہو سکتے ہیں ؟

(**الجواب**) گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اپنے ہوں یا بیگانے۔ اگر اپنے بھائی وغیرہ رشتہ دار ایک گھر کے رہنے والے ہیں تو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب اکٹھا گوشت رکھیں اور کھاویں شامی نے اس کی تصریح کی ہے کہ تقسیم کرنا لازم نہیں ہے۔ اگر تقسیم کریں اور اگر تقسیم نہ کریں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ کذافی الشامی کتاب الاضحیۃ۔ (۲) جس پر قربانی واجب ہو اور جو قربانی نفلی کرے دونوں شریک ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بھیڑ دنبہ چکتی دار ہو یا غیر چکتی دار چھ ماہ سے زیادہ والے کی قربانی جائز ہے

(**سوال ۱۳۲۰**) دنبہ چکتی دار و غیر چکتی دار کی قربانی کیلئے کس قدر عمر ہونی چاہئیے ؟

(**الجواب**) بھیڑ و دنبہ چکتی دار ہو یا غیر چکتی دار ۶ ماہ سے زیادہ کا ہو۔ مگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو قربانی اس کی درست ہے۔ **قال فی الدرالمختار وصح الجذع ذوستة اشهر من الضان ان كان**

بحیث لو اختلط بالثنا یا لا یمکن التمیز من بعید الخ وفی الشامی وان کان لها الیة صغیرة مثل الذنب خلقة جاز. شامی۔ اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی قدس سرہ نے من الضان اثنین کا ترجمہ یہ فرمایا ہے۔ بھیڑ میں سے دو۔ الخ

قربانی کے متعلق مفصل حکم

(سوال ۱۳۲۱) قربانی کا حکم کس طرح ہے؟

(الجواب) مسئلہ قربانی کا اس طرح ہے کہ ایک گائے میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔ اور ساتوں شریک یا جس قدر شریک ہیں پانچ یا چھ وہ سب وزن کے ساتھ تقسیم کر کے ہر ایک شریک اپنے حصہ کو خواہ خود کھاوے یا دوسروں کو کھلاوے مگر بہتر یہ ہے کہ اپنے حصے کے گوشت کے تین حصے کر کے ایک حصہ خود رکھے اور ایک حصہ احباب واقربا کو تقسیم کرے۔ اور ایک حصہ فقراء کو تقسیم کردے۔ اور کنبہ والے کو اگر ضرورت ہو یہ بھی درست ہے کہ سب گوشت خود ہی رکھے اور چرم قربانی کو رنگوا کر کوئی چیز استعمال کے لئے ڈول ودستر خوان وغیرہ بنوالے یہ بھی درست ہے امام و موذن کو معاوضہ امامت میں دینا درست نہیں ہے اور امام غنی ہو یعنی صاحب نصاب ہو تو اس کو بھی قیمت چرم قربانی دینا درست نہیں۔

قربانی کے ذبح ہو جانے کے بعد حصہ کا تغیر و تبدیل درست نہیں

(سوال ۱۳۲۲) ایک گائے میں سات حصے متعین کر کے ذبح کرلی۔ گوشت تقسیم کے وقت ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ایک حصہ مجھ کو دیدو۔ ایک شخص نے اپنے حصے کے دام اس سے لئے اور اپنا حصہ اس کو دے دیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قربانی کے ذبح ہو جانے کے بعد پھر حصہ کا تغیر تبدل درست نہیں ہے۔ دام واپس کر دینے چاہئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس بکرے یا دنبہ کے کان خلقۃ چھوٹے ہوں انکی قربانی جائز ہے

(سوال ۱۳۲۳) قربانی کی ایسے بکری اور دنبہ کی جس کا کان خلقۃً چھوٹے ہوں تو جائز ہے یا نہ؟

(الجواب) درست ہے۔ فلو لها اذن صغیرة خلقة اجزء ت زیلعی. درمختار

امیر یا غریب قربانی کا جانور خریدے تو نذر کے حکم میں ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۳۲۴) اگر غنی قبل ایام النحر گوسفند خرید و کسے ازوی پرسید کہ برائے چہ خریدہ در جواب گفت کہ برائے اضحیہ خریدہ ام۔ یا اضحیہ خواہم نمود یا ہمیں اضحیہ من است۔ آیا بریں شخص ہمیں یک اضحیہ لازم است یا دو۔ یکے بسبب غنی بودن او و دیگر بسبب نذر کہ بالفاظ مذکورہ ہمیں گوسفند برا و منذور شد ہر چہ تحقیق باشد بیان

کنند کہ آیا بگفتن الفاظ مذکورہ ہماں گوسفند منذور می شود یا نہ حالانکہ قصد آں شخص ازاں الفاظ محض اخبار بود نہ انشاء کہ موجب نذر گردد؟

(الجواب) بر آں کس یک ہماں اضحیہ لازم است نہ غیر کہ صیغہ نذر آرزو یافتہ نہ شدہ و شراء غنی نذر نیست بخلاف شراء فقیر کہ آں بمنزلہ نذر است۔ قال فی الشامی ولان الفقیر اذا اشتراها له یلزمه التصدق بعینها بلا نذر بخلاف الغنی ص ۲۰۴ جلد خامس پس ہر گاہ معلوم شد کہ شراء غنی اضحیہ راسبب وجوب شاۃ اخری غیر اضحیہ واجبہ نیست پس گفتن اودر جواب سائلے کہ برائے اضحیہ خریدہ ام وغیرہ سبب نذر نخواہد بود وایں الفاظ نذر نمی شود بلکہ غرض شراء را بیان کردہ است۔ پس ہر گاہ از شراء غنی جانورے را برائے اضحیہ شاہ دیگر غیر اضحیہ لازم نمی شود از بیان او۔ غرض شراء راچگونہ شاۃ دیگر لازم شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کا جانور اگر معیوب ہو جائے تو اسکا حکم

(سوال ۱۳۲۵) میں نے ایک بھیڑ کا بچہ ایک سال سے پال رکھا تھا لیکن اب اس کا ایک سینگ ٹوٹ گیا۔ قریب ایک ماہ کا ہوا وہ بھی کچھ بڑا نہ تھا۔ بالوں کے اندر دکھائی نہیں دیتا تھا اور جب میں نے خریدا تھا تب ہی سے قربانی کے نیت کرلی تھی اب میں اس کو قربانی کروں یا نہیں؟

(الجواب) درالمختار میں ہے۔ ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب بالغ كما مر فعليه اقامة غير هامقا ان كان غنيا وان كان فقيرا اجزاه ذالك اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی جانور غنی نے قربانی کے نیت سے خریدا پھر وہ عیب دار ہو گیا تو وہ غنی اس جانور کے بدلے اور جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر فقیر یعنی جس کے ذمہ قربانی فرض نہیں ہے وہ خریدے تو وہی عیب دار جانور قربانی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غنی اور فقیر کو قربانی کا جانور بدلنا

(سوال ۱۳۲۶) ایک مادہ گاؤ قربانی کی نیت سے خریدی تاکہ موٹی کر کے اس کی قربانی کی جاوے گی اور بچہ رکھ لیا جاوے گا۔ بعد خریدنے کے وہ دودھ زیادہ دینے لگی اب محض اس دودھ کا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یہ دل چاہتا ہے کہ یہ رکھ لی جاوے اور دوسری اس کی جگہ اسی قیمت پر یا اس سے زیادہ قیمت پر خرید کر قربانی کرلی جاوے تو یہ صورت جائز ہے یا پہلی ہی گائے قربانی ہو گی؟

(الجواب) یہ صورت درست ہے غنی کے لئے تو بدلنا اس کا درست ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ غنی پر بوجہ خریدنے کے تعیین اس جانور کی نہیں ہوتی اور اگر فقیر ایام نحر میں قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدے تو وہ متعین ہو جاتا ہے قربانی کے لئے لیکن اگر ایام نحر میں نہ خریدا بلکہ ایام نحر سے پہلے خریدا تو دونوں کو بدلنا جائز ہے۔ کما فی الشامی وقع فی التتار خانیه التعبیر لقوله شراها لها ایام النحر وظاهره انه لو شراها قبلها لا یجب اھ لہٰذا اس صورت میں دونوں کے لئے جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

لنگڑے جانور کی قربانی

(سوال ۱۳۲۷) بانج اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) بانج اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی درست ہے بشر طیکہ سینگ اس کا جڑ سے نہ ٹوٹا ہو۔ اور مذبح تک اپنے پیروں سے چلا جائے۔

قربانی کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے

(سوال ۱۳۲۸) بعض صاحب فرماتے ہیں کہ گوشت قربانی کا نیز اوجھڑی چمار اور بھنگی کو دینا جائز نہیں ہے۔ اور (۲) بعض فرماتے ہیں کہ درست ہے مگر مال زکوۃ اور فطرہ اور عقیقہ کا گوشت دینا جائز نہیں۔ اور مولانا گنگوہیؒ کا بھی یہی قول ہے ؟

(الجواب) جائز ہے۔ (۲) مال زکوۃ کا کافر کو دینا درست نہیں اور فطرہ و گوشت قربانی و عقیقہ کا کافر کو دینا درست ہے۔ وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه اى الذمى ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة. الخ۔ در مختار

قربانی کا گوشت ذمی کفار کو دینا جائز ہے

(سوال ۱۳۲۹) قربانی کا گوشت غیر مسلم یعنی اہل ہنود و عیسائی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں تو کیا نص قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ اس مخالفت کے لئے موجود ہے ؟

(الجواب) قربانی کا گوشت کفار کو دینا درست ہے ناجائز کہنا صحیح نہیں ہے۔ وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه اى الذمى.

جہاں عید کی نماز نہ ہوتی ہو وہاں علی الصبح قربانی جائز ہے !

(سوال ۱۳۳۰) ہمارے گاؤں میں بوجہ قریہ صغیرہ ہونے کے ہمیشہ عید الاضحیٰ کو علی الصبح قربانی ہوتی رہی لیکن اب ایک مولوی صاحب غیر مقلد صاحب حدیث تشریف لائے اور فتوی دیا کہ قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی درست نہیں اور جو کرتا ہے وہ خلاف حدیث کرتا ہے اب عرض یہ ہے کہ قریہ میں قبل صلوۃ جواز قربانی کی حدیث مع پتہ و نام کتاب و صفحہ تحریر فرمائیں ؟

(الجواب) قریہ میں جہاں جمعہ و عیدین صحیح نہیں ہے بعد فجر قربانی کے جائز ہونے کی وہی حدیثیں دلیل ہیں جن میں قبل الصلوۃ ذبح کرنے کی ممانعت وارد ہے کیونکہ قبل الصلوۃ کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں نماز ہوتی ہے پس جس جگہ نماز عیدین کی ہوتی ہے یعنی امصار و قریہ کبیرہ وہاں قبل صلوۃ قربانی کرنا ممنوع و باطل ہے اور جس جگہ نماز نہیں ہوتی جیسے قریہ صغیرہ اس ممانعت میں داخل نہ ہوا۔ كما يظهر من تعليل صاحب الهداية واللہ تعالیٰ اعلم

غیر کی طرف سے قربانی کرنے کی چند صورتیں اور ان کے احکام۔
از۔حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ

(سوال ۱۳۳۱) اگر اپنے مملوک جانور میں کسی زندہ کی طرف سے کوئی حصہ نفل قربانی کا کیا جاوے آیا قبل قربانی کے اس سے اجازت لینا ضروری ہے یا ضروری نہیں۔ یا یہ حصہ قبل قربانی اس کی ملک کردینا ضروری ہے۔ پھر اس سے اجازت لے کر قربانی کی جائے۔ اور اگر امور مذکورہ میں بھی کوئی امر شرط ہو اور اس کو بوجہ ناواقفی کے کوئی شخص پورا نہ کرسکا تو اس صورت میں قربانی سے آیا ذابح کی طرف سے وہ قربانی نفل ہو جاوے گی یا وہ عمل باطل ہو کر بقیہ حصص بھی باطل ہو جاویں گے۔ اور جو صاحب وفات پا چکے ہوں ان کی جانب سے محض ایصال ثواب کی غرض سے کیا حکم قربانی کا ہے۔ اور اگر کسی غیر کے مملوک قربانی کے جانور کو بغیر اس کی اجازت ذبح کردے تو یہ قربانی کس کی طرف سے قرار پاوے گی۔ اور اگر غیر کی طرف سے اس طرح قربانی کرے کہ اب ہم اس کی طرف سے قربانی کئے دیتے ہیں پھر اس کے دام اس سے لے لیں گے اور اس کو اطلاع بھی نہیں تو یہ قربانی اس غیر کی طرف سے جب کہ وہ دام ادا کردے ہو جاوے گی؟

(الجواب) الرواية الاولى فى العالمگيرية اذا ضحى بشاة من غيره بامر ذلك الغير او بغير امره لا تجوز لانه لا يمكن تجويز التضحية عن الغير الا باثبات الملك لذلك الغير فى الشاة ولن يثبت الملك له فى الشاة الابالقبض ولم يوجد قبض الأمر ههنا لا بنفسه ولا بنائبه كما فى الذخيرة. ۲۲۶.

الرواية الثانية. فى العالمگيرية ولو ذبح اضحية غيره عن المالك بغير امره صريحا يقع عن المالك ولا ضمان على الذابح استحسانا اطلق ههنا ولم يقيد به بما اذا اضجعها المالك للتضحية وقيد به فى الاجناس والمختار هوالاول هكذا فى الغياثية ج و ص مذكور. الرواية الثالثة. فى ردالمحتار عن الخانية اشترى خمس شياه فى ايام الاضحية واراد ان يضحى بواحدة منها الا انه لم يعينها فذبح رجل واحدة منها يوم الاضحى بنية صاحبها بلا امره ضمن اھ ج ۵ ص ۲۲۳

الرواية الرابعة فى العالمگيرية ولو ضحى بدنة عن نفسه وعرسه اولاده ليس هذا فى ظاهر الرواية وقال الحسن بن زيادفى كتاب الاضحية ان كان اولاده صغار اجاز عنه وعنهم جميعا فى قول ابى حنيفهؒ وابى يوسفؒ وان كانو اكبارا ان فعل بامرهم جاز عن الكل فى قول ابى حنيفهؒ وابى يوسفؒ وان فعل بغير امرهم او بغير امر بعضهم لا تجوز عنه ولا عنهم فى قولهم جميعا لان نصيب من لم يامر صارلحما فصار الكل لحما وفى قول الحسن بن زياد اذا ضحى بدنة عن نفسه وعن خمسة من اولاده الصغار وعن ام ولد له بامرها او بغير امرها لا تجوز عنه ولا عنهم قال القاسم تجوز عن نفسه كذا فى فتاوى قاضى خان. ج و ص مذکور۔

الرواية الخامسه فى ردالمحتار وان تبرع بها عنه (اى عن الميت) له الا كل لانه يقع

علی ملك الذابح والثواب للمیت ج ۵ صفحہ ۳۲۸

ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے

(۱) جس کی طرف سے قربانی کی جائے وہ قربانی اگر واجب ہو تب تو بدون اس کے کہ اس شخص کو اس حصہ کا اول مالک بنادیا جاوے وہ قربانی ادا نہ ہوگی اور روایات اولی کے یہی معنی ہیں

(۲) اور اگر وہ قربانی واجب کی طرف ہو محض تبرع و تطوع ہو تو اس میں نہ مالک بنانا شرط ہے نہ اس کا امر شرط ہے بلکہ یہ خود ذابح کی طرف سے قربانی واقع ہوگی اور دوسرے شخص کو محض ثواب ہو جائے گا خواہ وہ دوسرا حی ہو یا میت چنانچہ روایت رابعہ کا جزو اول یعنی حسن بن زیاد کا قول اور روایت خامسہ اس کی دلیل ہے اور جس جزئی میں حسن کا یہ قول ہے اس میں عن عرسہ سے مراد نفل ہے چنانچہ جواز کے لئے اولاد کے صغار ہونے کی شرط ٹھیرانا اس کا قرینہ ہے ورنہ اولاد کبار میں اور عرس میں کیا فرق ہے۔ اور اس روایت کا دوسرا جزو یعنی ان کانو اکبارا ان فعل بامرھم جاز ظاھر نمبر ۱ معارض معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ملک شرط ہے اور یہاں پر صرف امر پر اکتفا کیا گیا۔ سو تطبیق یہ معلوم ہوتی ہے کہ مراد امر سے امر معتبر ہے یعنی جو بعد تملیک کے ہو۔ اور اگر خالی امر ہو تو وہ کافی نہیں۔ اور میرے نزدیک اس روایت کا تیسرا جزو یعنی قول الحسن بن زیاد اذا ضحی بدنة الی قوله لا تجوز عنه ولا عنهم اسی پر محمول ہے۔ یعنی صرف امر کافی نہیں اور اگر روایات ہی مختلف ہوں تو تطبیق کی حاجت نہیں۔

(۳) دوسرے کا جانور اسی دوسرے کی طرف سے قربانی کر دینے سے اس کی قربانی ادا ہو جاوے گی بشر طیکہ اس نے جانور معین کر لیا ہو۔ روایت ثانیہ اس پر دلالت کرتی ہے۔

(۴) اخیر کی صورت میں قربانی نہ ہوگی۔ لانه لم یقع علی ملکه حین الذبح وقد علمت کونه شرطا.

اب صرف ایک شبہ کا جواب رہ گیا وہ یہ کہ ادائے زکوۃ عن الغیر میں صرف غیر کا اذن کافی ہے اور ملک شرط نہیں تو اس میں اور قربانی میں وجہ فرق کیا ہے۔ جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ زکوۃ میں مقصود اغناء مساکین ہے اور وہ موقوف نہیں ملک پر البتہ چونکہ عبادت فرض میں نیت شرط ہے اس لئے امر ضرور ہونا چاہیئے اور تضحیہ میں اراقۃ الدم سے تعبد مقصود ہے اور وہ دوسرے کی ملک سے حاصل نہیں۔ اشرف علی عفی عنہ تھانوی بقلم خود رشید علی دیوبندی

الجواب) کسی کی طرف سے نفل قربانی کرنے کے لئے اس سے اجازت لینے کی اور اس کے امر کی ضرورت نہیں ہے فی الشامی وقد صح ان رسول ﷺ ضحی بکبشین احدھما عن نفسه والاخر عمن لم یذبح من امة وان کان منهم قدمات قبل ان یذبح (ردالمحتار) اور واجب میں اسکے امر کی ضرورت ہے اور میت کی طرف سے قربانی کی دو صورت ہیں۔ اگر بامر میت و وصیت میت ہے تو اس کو صدقہ کردے خود

نہ کھائے۔ اور اگر بلاامر و وصیت میت ہے تو خود بھی کھا سکتا ہے۔ والمختار انه ان بامر الميت لا ياكل منها والا ياكل (بزازشامی)

نمبر ۳ اور غیر کی قربانی کے جانور کو بغیر اس کی اجازت کے ذبح کر دینے سے وہ قربانی اسی غیر کی ادا ہو گی۔

نمبر ۴ اس میں بھی وہی تفصیل ہے کہ اگر تبرعاً اس کی طرف سے کرتا ہے تو امر و اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس سے دام لے سکتا ہے۔ كما في رواية ردالمحتار لانه لا يقع على ملك الذابح اور اگر قربانی واجب ہے تو بلا اس کی ضرورت و امر کے اس کی طرف سے نہ ہو گی واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی قضا

(سوال ۱۳۳۲) اگر کسی شخص نے قربانیاں اکثر سالوں کی نہ کی ہوں اب وہ اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہے تو کیا کرے ؟

(الجواب) وہ شخص ہر یک برس کی قربانی کے عوض قیمت قربانی کی صدقہ کرے۔ كما في الدر المختار وتصدق بقيمتها غنى شراها اولا لتعلقها بذمته شراها اولا فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها. واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کے جانور کی رسی اور قلادہ کا بھی صدقہ کرنا مستحب ہے

(سوال ۱۳۳۳) مسمی زید نے مجمع میں یہ فتویٰ دیا کہ اضحیہ کی جلد کے ساتھ اس کے باندھنے کی رسی اور اس کی میخ بھی تصدق کر دینا چاہیئے۔ بکر نے دلیل کا مطالبہ کیا۔ زید نے حسب ذیل حوالے پیش کیے۔

(۱) شرح وقایہ جلد اول ص ۲۷۲ سطر ۱۲ مطبوعہ یوسفی لکھنوء

(۲) عمدۃ الرعایہ (ہدایہ جلد اول بیان کتاب الہدی۔) اس پر بکر نے شبہات ذیل وارد کئے۔

(۱) یہ مسئلہ کتاب الاضحیہ سے تعلق رکھتا ہے کتاب الہدی سے کیا تعلق، کیا اضحیہ اور ہدی ایک چیز ہے۔ اگر ایک چیز ہے تو فقہاء نے جدا جدا دونوں کے احکام کیوں بیان کئے نیز وہ حاجی جو مسافر نہ ہو اور غنی ہو اس پر اضحیہ کیوں واجب کیا۔

(۲) علی التنزل اگر ہدی کے احکام سے اضحیہ کے مسائل پر فتویٰ دیا جاوے تو لفظ خطام کے معنے کس لغوی نے رسی کے لئے ہیں۔

(۳) قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی قول دلیل میں پیش کیا جاتا ہے کرنے والا خود اس قول کو صحیح اور مستند سمجھ لیتا ہے اس قاعدے کو مد نظر رکھتے ہوئے میرا یہ سوال ہے کہ عمدۃ الرعایہ کے جس حاشیہ کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں ایک حدیث پیش کی ہے اور شیخین کو مخرجین میں شمار کیا ہے تو مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث بایں سیاق کہ جس میں لفظ خطام ہی ہو کہاں مروی ہے۔

(۴) میخ کی کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی۔ ان چاروں شبہات کو بکر نے جب زید کے سامنے پیش کیا تو اس نے عمرو سے امداد لی۔ عمرو نے بجائے اس کے کہ ان شبہات کا ازالہ زید کا بیان کرے عمرو نے کہا کہ اس قسم کے سوال کرنے والا جاہل ہے۔ اور اس پر عمرو اور اس کے ہم نشینوں نے مضحکہ اڑایا جناب سے سوالات ذیل ہیں:

(۱) کیا رسی اور میخ تصدق کرنا واجب ہے؟

(۲) کیا زید نے جو حوالے دیئے ہیں وہ اس کے مدعاء کے لئے کافی ہیں؟

(۳) بکر نے جو شبہات وارد کیے ہیں آیا وہ صحیح ہیں یا غلط ہیں۔ اگر غلط ہیں تو وجوہ غلطی بیان فرمائیے؟

(۴) عمرو کا بکر پر جہل کا اطلاق کرنا اور مضحکہ اڑانا یہ کیسا ہے۔ کیا کسی اہل علم پر کسی اہل علم کو (اگرچہ وہ صریحی سہو کر جائے) جہالت کا اطلاق کرنا اور مضحکہ اڑانا روا ہے؟

(الجواب) صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے بدی کے بارہ میں اور اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ باب جلال البدن میں عن علی قال امرنی رسول اللہ ﷺ ان اتصدق بجلال البدن التی نحرت وبجلودها. باب یتصدق بجلود الهدی میں وان یقسم بدنه کلها لحومها وجلودها وجلالها باب یتصدق بجلال البدن میں ثم امرنی بجلالها فقسمتها ثم بجلودها فقسمتها قال العینی ان هذا الامر للاستحباب کذا قال محمد فی الموطاء ینبغی ان یتصدق بجلال البدن وخطامها الخ وفی فتح الباری قال المهلب لیس التصدق بجلال البدن فرضا الخ. عالمگیریہ میں ہے۔ الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الاضحیة والانتفاع بها واذ ذبحها تصدق بجلالها وقلایدها. کذا فی السراجیه عالمگیریه وفی الهدایه ویتصدق بجلالها وخطامها ولا یعطی اجرة الجزار منها لقوله ﷺ لعلی رضی اللہ عنه تصدق بجلالها وبخطامها و لا تعط اجرة الجزار منها. قال فی فتح القدیر روی الجماعة الا ترمذی عن علیؓ قال امرنی رسول ﷺ ان اقوم علی بدنة واقسم جلودها وجلالها وامرنی ان لا اعطی الجزار منها شیئا الخ وفی لفظ وان اتصدق بجلودها وجلالها. الخ۔ فتح القدیر۔ پس معلوم ہوا کہ صحیحین وغیرہما میں لفظ خطام مروی نہیں ہے۔ البتہ فقہاء کرام نے خطام کے تصدق کا بھی حکم فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے۔ اور عینی کے کلام سے بھی یہ معلوم ہوا کہ یہ امر بظاہر امر استحباب ہے۔ میخ کا ذکر فقہاء نے بھی کچھ نہیں کیا اور نہ وہ اس حکم میں داخل ہے کیونکہ نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے اور نہ کلام فقہاء میں اور خطام کی تفسیر ہدایہ کے حاشیہ میں یہ کی ہے۔ وهو ما یجعل فی عتق البعیر لیکن قاموس میں ہے۔ وخطمه بخطمه ضرب انفه کخطمه به اوجر انفه لیجعل علیه الخطام الخ الخطام ککتاب ذالمعلق الخ. اس سے معلوم ہوا کہ خطام نکیل کو کہتے ہیں لیکن مجمع البحار میں کچھ زیادہ تفصیل اور اختلاف نقل کیا ہے جو آگے آتا ہے۔

بہر حال گلے کی رسی کا بھی یہی حکم ہے اور مجمع البحار میں ہے۔ وخطام البعیر ان یوخذ حبل من

لیف اوشعرا وکتان فیجعل احد طرفیه حلقة ثم یشد فیه الطرف الاخر حتی یصیر کالحلقة ثم یقلد البعیر ثم یثنی علی لخطمه. واما ما یجعل فی الانف دقیقا فهو الزمام. نووی. قوله بخطامه وبزمامه وهما بمعنی والشك فی تعینه وهو بکسر خاء خیط یشد فیه الحلقة المسماة بالبرة ویشد فی طرف المقود کرمانی مجمع البحار. وفی الطحطاوی قوله وخطامه بالکسر وهو حبل یجعل فی عنق البعیر ویثنی فی انفه قهستانی والزمام ما یجعل فی انفه کما فی البحر فتفسیر الشارح الخطام بالزمام مساهلة

ان عبارات سے جو کچھ اختلاف خطام کی تفسیر میں ہے وہ واضح ہے۔ عبارات مذکورہ کتب حدیث وفقہ ولغات سے امور مستفسرہ کا حل ہو سکتا ہے۔ اور جوبات جس کی صحیح ہے وہ بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ باقی جب کہ یہ امر استحباب ہے جیسا کہ عینی وغیرہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے تو پھر نزاع کرنا ایسے امور میں مستبعد ہے خصوصا تجہیل کسی عالم کی اور تذلیل وتحقیر اس کی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس جانور پر لوہے کا داغ دیا گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے؟

(سوال ١٣٣٤) جس جانور کی ران وغیرہ پر گرم لوہے سے داغ دیا ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہ۔ اور زمین جوتنے کے بیلوں کے سرین پر زخم رہتا ہے مارنے کی وجہ سے اس کی قربانی بھی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) قربانی ان دونوں کی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قربانی میں کوئی عیب ظاہری نہ ہو۔ کما فی الشامی واعلم ان الکل لا یخلوا عن عیب والمستحب ان یکون سلیما عن العیوب الظاهرة فیما جوز جوز مع الکراهة.

قربانی کی بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنے کے متعلق ایک مفصل مضمون

(سوال ١٣٣٥) حامدا ومصلیا برادران اسلام گزشتہ سال بلاد ہند کے بعض سر بر آوردہ علماء نے اپنے ذاتی رائے سے فتوی دیا کہ ذبح قربانی واجب کی بجائے قیمت قربانی کا تصدق شرعا جائز ہے۔ اور اس پر بعض اہل نصاب اغنیاء نے عمل بھی کیا حالانکہ قرآن وحدیث وفقہ سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا ہر چند کہ مفتیان جواز کی نیت بخیر تھی کہ ایسے نازک وقت میں عساکر عثمانیہ جیسے جانبازان اسلام کی ہمدردی ان کو محرک جواز ہوئی تاہم معتبرات فتاوے کی عدم مزاولت بھی موجب لغزش ہوئی اب ہم عبارات فتاوے ذیل میں درج کر کے ان حضرات کی خدمت میں جنھوں نے بجائے قربانی قیمت کا تصدق کیا ہے متدعی ہیں کہ صرف ایک قربانی کی قیمت آئندہ عید الاضحیٰ آنے سے پیشتر دوبارہ تصدق کریں کیونکہ ایام قربانی میں قیمت کا تصدق قربانی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے مگر بعد گزر جانے ایام مذکور کے قیمت قربانی بجائے قربانی کافی ہو سکتی ہے۔ ہاں ایک سے زائد قربانی کسی پر واجب نہیں ہے اگر اس کی قیمت ایام قربانی میں تصدق کی گئی ہو تو

کے اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔ فتاوے عالمگیریہ میں ہے۔ **لو تصدق بعین الشاۃ اوقیمتها فی الوقت لا یجزیه عن الاضحیة** یعنی ایام قربانی میں اگر خود بکری کو یا اس کی قیمت کو صدقہ کرے تو قربانی سے کافی نہ ہوگا۔ اور در مختار ورد المحتار میں ہے۔ **لا یجوز دفع القیمة فی الضحایا والهدایا والعتق، وفی الشرح انه مقید ببقاء ایام النحر اما بعد فیجوز دفع القیمة**. (باب الزکوۃ) یعنی عید کی قربانیوں میں اور بیت اللہ کے نامزد جانوروں میں اور کفارہ عتق بردہ میں قیمت کا ادا جائز نہیں ہے۔ شرح میں ہے کہ قربانی میں قیمت کا عدم جواز صرف ایام قربانی تک محدود ہے اس کے بعد قیمت کا ادا جائز ہے، شاید مفتیان جواز کو ہدایہ کی عبارت ذیل اور اس کا حاشیہ مختصرہ باعث لغزش ہوا۔

والتضحیة فیها افضل من التصدق بثمن الاضحیة لانها تقع واجبة او سنة والتصدق تطوع محض فتفضل علیه.

یعنی ایام نحر میں قربانی ذبح کرنا تصدق قیمت سے افضل ہے کیونکہ قربانی از قسم واجب ہے یا از قسم سنت اور تصدق قیمت کا نفل محض ہے۔ سو قربانی قیمت سے افضل ہوئی جملہ اخیرہ میں تطوع محض کے نیچے مجہول الاسم محشی کا حاشیہ یوں ہے۔ **وان کان یسقط عنه الواجب** اس کا ترجمہ یہ ہے اگرچہ اس شخص سے ذبح واجب ساقط ہو جاوے۔ اس حاشیہ کا منشا یہ ہے کہ اگرچہ شخص مذکور کے ذمہ سے بوجہ ذبح ایک جانور قربانی واجب ساقط ہو چکی ہو پھر بھی ایام نحر میں قربانی کرنا افضل ہے تو مفتیان جواز کو عبارت ہدایہ سے شبہ پڑا کہ ایام نحر میں قربانی کرنا افضل تو ہے مگر ضروری نہیں ہے اور تصدق قیمت جائز تو ہے مگر بہتر نہیں اور عبارت حاشیہ سے شبہ پڑا کہ تصدق قیمت سے وجوب قربانی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے مگر یہ دونوں شبہات عدم تدبر پر مبنی ہیں۔ صاحب ہدایہ کا مقصود اس سے صرف یہ ہے کہ ایام نحر میں قربانی کرنا تصدق مالی سے ذاتا وصفتا افضل ہے صفتا تو اس لئے کہ قربانی دو حال سے خالی نہیں ہے واجب ہوگی یا مسنون اور تصدق مالی نہ واجب ہے اور نہ مسنون بلکہ محض نفل ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت واجبہ یا مسنونہ عبادت نفلیہ سے افضل ہوتی ہے اور ذاتا اس لئے افضل ہے کہ قربانی میں فدائے جان اور ادائے مال دونوں ہیں اور تصدق مالی میں صرف ادائے مال ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دو عبادتوں کا مجموعہ ایک عبادت سے بہتر ہے سو چاہئے کہ ایام نحر میں خواہ اس کے ذمہ قربانی واجب ہو کہ نہ ہو قربانی ہی کرے تصدق مالی کو چھوڑے کہ بمقابلہ واجب وسنت نفل کو اختیار کرنا نادانی ہے۔ یہ تھا منشاء صاحب ہدایہ کا مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ ادائے قیمت بھی قربانی سے کافی ہو سکتی ہے۔ صاحب ہدایہ کی دلیل مذکور کے منافی ہے کیونکہ وہ ادائے قیمت کو تطوع یعنی نفل اور قربانی مردبین الواجب والسنہ ٹھیراتے ہیں تو اس سے نفل کا واجب وسنت کے قائم مقام ہونا کس طرح نکل سکتا ہے کیا نماز روزہ اور زکوۃ وحج میں کوئی نظیر ہے کہ نفل فرض کے قائم مقام ہو سکتا ہو ہرگز نہیں خوب سمجھ لو کہ عبارت ہدایہ سے یہ قائم مقامی ہرگز مفہوم نہیں بلکہ عدم قائم مقامی مصرح ہے بلکہ غلط فہمی کا اقتضا تو یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے قربانی اور قیمت دونوں وجوب اڑا دیا جاوے کیونکہ تضحیہ کے افضل ہونے سے تو بزعم مفتیان جواز قربانی کا عدم وجوب نکلا اور تصدق کے تطوع محض ہونے سے اس کا عدم وجوب مصرح ہو تو

دونوں غیر واجب ٹھیرے العظمت للہ کیسی غلط فہمی ہے حق یہ ہے کہ جملہ (التضحية افضل من التصدق) سے قربانی کو غیر واجب سمجھنا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ آیت قرآنی ولو امن اهل الكتاب لكان خيرا لهم سے یہ سمجھنا کہ اہل کتاب کو ایمان لانا بہتر تو ہے فرض نہیں ہے غلط محض ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر وہ اہل کتاب قرآن پر ایمان لاتے تو ان کے حق میں بہتر تھا یا جیسا کہ اذان فجر میں (الصلوة خير من النوم) سے نماز فجر کا غیر فرض سمجھنا غلط ہے۔ والعاقل تكفيه الاشارة علی ہذا حاشیہ بالا سے تصدق مالی کو مسقط قربانی سمجھنا بھی غلط ہے اس میں مفتیان بالا کو دو غلطیاں لاحق ہوئیں پہلے حاشیہ مع متن ملاحظہ فرماویں دونوں مل کر گویا یوں ہوں گے۔ والتصدق تطوع محض. وان كان يسقط عنه الواجب سومفتیان جواز کو ایک غلطی یہ لاحق ہوئی کہ ضمیر مجرور عنہ کو راجع الی التصدق سمجھا حالانکہ وہ راجع الی الضحی ہے جو تضحیہ سے التزاما مفہوم ہے۔ دوم غلطی یہ ہے کہ عنہ اور منہ کا فرق لسانی نہیں سمجھا جو واقفان لغت عرب پر مخفی نہیں ہے۔ اگر تصدق مالی سقوط قربانی کا سبب ہوتا تو حاشیہ میں عنہ کے بجائے منہ آنا چاہیئے تھا کیونکہ اسباب و علل پر من سببیہ داخل ہوا کرتا ہے نہ کہ عن جیسا کہ حدیث معروف انما الماء من الماء میں ہے اور عن مجاوزت کے لئے موضوع ہے جس کا دخول ارباب ذمم و امثالہا پر ہوتا ہے جیسا کہ آیت قرآنی ويضع عنهم اصرهم والاغلال التي كانت عليهم میں ہے۔ سو مطلب حاشیہ یہ ہے کہ تصدق مالی محض نفل ہے خواہ مضحی کے ذمہ وجوب قربانی باقی ہو یا ساقط ہو گیا ہو نہ یہ کہ در صورت بقاء واجب تو نفل ہو اور بصورت سقوط واجب غیر نفل ہو کر کم از کم مسنون ہو جاوے ہرگز نہیں بلکہ وہ بہر حال نفل محض ہی رہے گا اور ظاہر ہے کہ عبادت نقلیہ عبادت واجبہ مسنونہ کے نائب مناب نہیں ہو سکتی ہے اور یہ بات میں ہی نہیں کہتا ہوں بلکہ نمایہ شرح ہدایہ میں بشرح عبارت ہدایہ یوں مذکور ہے۔ لا يفهم منه جواز التصدق وترك الاضحية حتى اذا يصدق الغني بثمن الشاة ولم يضح لا يخرج عن عهدة الواجب یعنی اس عبارت ہدایہ سے یہ مفہوم نہیں ہوتا ہے کہ قیمت کا صدقہ کرنا اور قربانی ترک کرنا جائز ہے بلکہ اگر کوئی غنی صاحب نصاب ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے اور قربانی نہ کرے تو قربانی واجب سے سبکدوش نہ ہو گا۔ الغرض صاحب ہدایہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ ایام نحر میں قربانی واجب و غیر واجب محبوبیت خداوندی میں صدقہ سے اعلی و افضل ہے۔ در حقیقت عبارت ہدایہ اس حدیث نبوی کی شرح ہے جو ترمذی میں اس طرح مروی ہے۔ قال رسول ﷺ ما عمل ابن ادم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم یعنی بروز قربانی انسان کوئی عمل قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر نہیں کر سکتا ہے جو اللہ کے نزدیک محبوب تر ہو۔ امید ہے کہ اس تحقیق کو بغور ملاحظہ فرماویں گے اگر اس پر کوئی خدشہ ہو تو مقامی علماء سے اپنا اطمینان فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد ناظر حسن نقشبندی از چھتاری ضلع بلند شہر۔

کوئی شخص جتنا بڑا مالدار ہو اس پر ایک ہی قربانی واجب ہے

(سوال ۱۳۳۶) اہل نصاب کم کا ہو یا زیادہ کا ایک بکرا یا بھیڑ قربانی کرنے سے واجب ادا ہو جاوے گا یا نہیں؟

(الجواب) اہل نصاب کم کا ہو یا زیادہ کا ایک بکرا یا بھیڑ قربانی کر دینے سے واجب ادا ہو جاتا ہے۔

مردوں کی طرف سے قربانی کا حکم

(سوال ۱۳۳۷) مردوں کی جانب سے قربانی کرنا کیسا ہے اور اس قربانی کے گوشت کو کیا کرنا چاہیئے اور قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ہو گا یا نہیں ؟

(الجواب) اگر زندہ آدمی صاحب نصاب ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہے اور مردوں کی جانب سے قربانی کرنا مسنون ہے کرنے والے کو بھی ثواب ہوتا ہے۔

کتاب الوصایا
(وصیت کا بیان)

موت کے بعد وقف کرنا وصیت کے حکم میں ہے

(سوال ۱۳۳۸) ایک عورت نے اپنی حیات میں اپنی جائداد اور مکانات اپنے اعزاء اور ورثاء کو تقسیم کر دیئے اور صرف ایک مکان برائے وقف نامہ رجسٹری شدہ اس شرط پر وقف کر دیا کہ میرے بعد فلاں فلاں دو شخص اس کو فروخت کر کے جہاں مناسب سمجھیں ایک مسجد بنوا دیں۔ لہٰذا شرعاً دونوں شخص اس مکان کو فروخت کر کے مسجد بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے ورثاء اگر اس میں اپنے دعوے کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ظاہر اس صورت میں یہ ہے کہ یہ وصیت ہے۔ پس اگر وہ مکان جس کی قیمت سے مسجد بنانے کی وصیت کی ہے ثلث ترکہ کے اندر ہے تو کل مکان کی وصیت صحیح ہے۔ وہ دونوں شخص اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے مسجد بنا دیں۔ اور اگر وہ مکان ثلث ترکہ سے زیادہ ہے تو بقدر ثلث میں وصیت صحیح ہے زیادہ وارثوں کا حق ہے۔

دو شخصوں کو اگر پے در پے وصیت کرے تو دونوں ثلث میں شریک ہوں گے

(سوال ۱۳۳۹) مسمی یار محمد خاں نے ایک وصیت نامہ رحیم خاں اپنے سالے کے نام لکھا اور پھر ایک وصیت نامہ بنام کلو ولد رحمت اللہ زردوز لکھا۔ اور رحمت اللہ یار محمد کے لڑکے کا سالہ ہے اور یار محمد کے ورثاء میں سوائے پوتی کے اور موجود نہیں ہے۔ اب دونوں وصیتوں میں سے کون سی صحیح ہے۔

(الجواب) دونوں وصیتیں شرعاً صحیح ہیں۔ ایک ثلث میں دونوں شریک ہیں اور باقی پوتی کو ملے گا۔ بخلاف ما اذا اوصی لرجل ثم اوصی به الآخر لان المحل. یحتمل الشركة واللفظ صالح لها شامی

مرض الوفات کا ہبہ وصیت ہے

(سوال ۱۳۴۰) زید کی دو بیٹیاں بڑی ہندہ چھوٹی زبیدہ تھی۔ ہندہ اپنے خاوند کی کمائی سے آسودہ و خوش حال تھی۔ لیکن لاولد رہی۔ ہندہ نے زبیدہ کو مثل بیٹی کے پرورش کیا اس کی شادی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ کر دی اور بعد چندے اپنے خاوند کی حیات میں ہی اپنے بہن بہنوئی کو مثل بیٹی و اولاد کے پاس رکھ لیا، ہندہ کے خاوند کے فوت کے بعد جس قدر جائداد اس کے خاوند کی تھی وہ سب حسب شرع اس کے ورثاء پر تقسیم ہو گئی۔ ہندہ کو ایک مکان سکونتی مع کچھ اثاث البیت و زیور وغیرہ ترکہ میں ملا ان سب اشیاء پر ہندہ نے اپنی بہن بہنوئی کو قابض و متصرف رکھا اثاث البیت و زیور وغیرہ ہندہ نے اپنی اسی بہن کی لڑکی کے جہیز میں

صرف کردیا۔ صرف مکان باقی رہا۔ ہندہ قریب ایک سال کے بیمار رہی۔ لیکن وہ بیماری ایسی نہ تھی کہ جس میں کسی وقت ہندہ کو بد حواس یا بے ہوشی یا ہزیان طاری ہوا ہو بلکہ معمولی حوائج ضروری آپ خود پورے کرتی تھی۔ ہندہ کے چچازاد دو بھائی اور خالد، ولید علاوہ اپنے بہنوئی بکر کے وارث تھے۔ ہندہ نے اپنی بہن زبیدہ سے اس بات کا معاہدہ کیا کہ اگر میں پورا مکان تیرے نام ہبہ کردوں تو قریب تہائی قیمت مکان کے تو مجھ کو دے۔ تاکہ میں اس میں سے اپنے ذمہ کا قرض ادا کر کے باقی میں حج، زکوۃ، روزہ، نماز ادا کردوں اور باقی اپنے طور پر خرچ کروں۔ اگر میں زندہ نہ رہوں تو اسی قدر روپیہ میں بطور وصیت کے میرے انہیں کاموں میں صرف کردے۔ زبیدہ نے قبول کیا اس معاہدہ کے طے ہونے کے بعد ہندہ نے اپنے ثبات نفس و ہوش و حواس و عقل کی حالت میں اس مکان کا ہبہ نامہ اپنی بہن زبیدہ کے نام باضابطہ تحریر کرا کر روبرو حاکم مجاز تکمیل کرادیا اور چچازاد بھائی خالد، ولید میں سے خالد نے اپنی خوشی و رضامندی سے ہبہ نامہ پر دستخط بطور شاہد کردیئے اور بکر چچازاد بھائی جو بہنوئی بھی ہے اس نے بھی دستخط کردیئے کسی قسم کا عذر یا حیلہ نہیں کیا۔ ولید کے دستخط نہیں ہوئے۔ بعد تصدیق ہبہ نامہ زبیدہ مکان پر مالکانہ قابض و متصرف رہی۔ بعد تکمیل ہبہ نامہ کے ہندہ دس بارہ روز تک زندہ رہی۔ اس عرصہ میں بھی اس کو بد حواسی طاری نہیں ہوئی۔ اور ہندہ فوت ہو گئی یہ ہبہ نامہ اور وصیت صحیح و جائز ہے یا کیا۔ اور خالد اور ولید دعوی کرسکتے ہیں یا نہ؟

(الجواب) ہندہ کے مرض میں اگر زیادتی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ حالت زیادتی مرض میں وہ فوت ہو گئی اور اسی زیادتی کی حالت میں اس نے یہ ہبہ کیا تو یہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ مرض الموت میں ہبہ کرنا حکم وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے صحیح نہیں ہے۔ شامی نے در مختار کے اس قول کی شرح میں۔ **ولم يقعده في الفراش** فرمایا۔ **احتراز عما اذا تطاول ثم تغير حاله فانه اذامات من ذلك التغير تصرفه من الثلث وفيه بعد اسطر اما لومات حالة الا زدياد الواقع التطاول او بعده فهو مريض.** شامی جلد ثانی **وفي الدرالمختار اعتقاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكمه الوصية الخ وقال الدر المختار ايضا ولا لوارثه وقاتله مباشرة الخ.** علاوہ بریں معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ بھی وقت موت تک اسی مکان میں رہی تو قبضہ موہوب لہا کا بھی پورا نہ ہوا اس وجہ سے بھی ہبہ شرعاً صحیح نہ ہوگا۔ البتہ وصیت ہندہ کی جو ثلث میں ادائے حج و زکوۃ وغیرہ کے لئے ہے وہ صحیح ہے وہ پوری کی جاوے۔

پس صورت مسؤلہ میں جب کہ ہبہ صحیح نہ ہوا تو ترکہ ہندہ کا بعد ادائے قرض و اجرائے وصیت وغیرہ دیگر حقوق مقدمہ علی المیراث چھ سہام ہو کر دو سہام اس کی بہن زبیدہ کو اور تین سہام ہر سہ برادر چچازاد بکر و خالد و ولید کو ملیں گے۔ اور دعوی ان دونوں کا اپنے حصہ شرعی کا صحیح ہے اور دستخط کردینا خالد کا کاغذ ہبہ پر شرعاً اجازت کی دلیل نہیں ہے۔

مرض الموت میں ہبہ و محابات وغیرہ بحکم وصیت ہے

سوال ۱۳۴۱

تفصیل جائداد	قیمت	تفصیل خرچ	وقت خرچ
دوکان کی قیمت	؏/ما/	دیدار بخش وارث، عظیم الدین وارث، محمد عمر محروم الارث	عند الحیات مرض الموت
اسباب خانہ داری	سا/	محمد عمر محروم الارث	بعد وفات
زیور	سا/	تجہیز و تکفین میں صرف ہوا	بعد وفات
مکان	سمہ/	موجود	

نحمدہ و نصلی امابعد۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیمار ہوئی اور وقت بیماری کے اس کے پاس کل مال متذکرہ بالا قیمتی حمہ/ کا تھا جس میں سے اس نے اپنی زندگی میں بحالت مرض دکان فروخت کر کے الـ/ وارثان جائز کو اور مبلغ لما/ غیر شخص محروم الارث کو دیدیئے اور مبلغ سا/ تجہیز و تکفین میں ضائع کئے گئے اور مبلغ سا/ موافق وصیت کے وہی شخص محروم الارث لے گیا جس کو لما/ ملے تھے اور باقی ماندہ مبلغ سا/ موجود ہیں۔ اور اس عورت نے وصیت کی تھی کہ میری جائداد بیچ کر مسجد بنوائی جاوے۔ اور شرعاً وصیت ثلث میں جاری ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ وصیت ثلث میں جاری ہوگی اسی میں صرفہ تجہیز و تکفین اور لما سا/ روپیہ جو غیر شخص محروم الارث کو پہنچے وہ ثلث میں مجرا ہوں گے یا نہیں اور جو مال موصی نے بحالت مرض الموت اپنے ہاتھ سے وارثوں اور غیر وارث کو دیا وہ محسوب ہوگا یا نہیں۔ جو جو سامان اس مجموعہ مال میں شامل ہو اس کو بالتفصیل درج فرمادیں۔ دیگر یہ کہ جس کے پاس یعنی جس کے قبضہ میں باقی ماندہ سمہ/ قیمت مکان موجود ہے وہ کہتا ہے کہ عدالت مجاز میں دعوی کر کے اپنا حق وصول کرلو۔ اب عدالت میں جو روپیہ خرچ کیا جاوے اس کا بار اس مال پر ہوگا یا قابض مال پر۔ یا دونوں پر نہیں اور اگر قابض۔ روپیہ نہ دے یا عدالت نہ دلاوے تو اس پر حق تلفی کا مواخذہ کس کے ذمہ ہوگا۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) قال فی الدر المختار. اعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه الخ كل ذلك حكمه كحكمه وصية الخ وفيه ولا لوارثه الخ وفيه ايضا واذا اجتمع الوصايا قدم الفرض الخ وان تساوت قوة قدم ما قدم الخ وفی الشامی فان كان كله تطوعا بدئ بالاول مما نطق به حتى ياتی على اخره الخ شامی پس معلوم ہوا کہ مرض الموت میں ہبہ کرنا بحکم وصیت ہے اور وصیت وارثوں کے لئے درست نہیں ہے پس متوفیہ نے دوکان فروخت کر کے جو کچھ وارثوں کو بحالت مرض الموت دیا وہ ان کی ملک نہیں ہوا وہ واپس ہوگا۔ البتہ جو کچھ نقد لما/ اور اسباب خانہ داری قیمتی سا/ محمد عمر بھتیجہ کو دیا وہ صحیح ہوا۔ کیونکہ وارث نہیں ہے اس کو جو کچھ دیا گیا وہ بحکم وصیت ہے اور وصیت اس کے لئے صحیح ہے۔ پس ایک ہزار روپیہ جو اس کے پاس پہنچا ثلث میں محسوب ہوگا۔ باقی جو کچھ ثلث میں سے رہا وہ مسجد میں صرف ہوگا۔ پانچ ہزار سات سو کا ثلث ایک ہزار نو سو ہوتا ہے پس نو سو روپیہ مسجد میں صرف کیا جاوے باقی وارثوں کو تقسیم کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر مال نہ ہو تو وصیت لغو ہے

(سوال ۱۳۴۲) مسماۃ اولیاء بیگم نے اپنے مکان ہبہ کر دیا اور چار ہزار کی قرض دار مری مرنے کے بعد ورثاء میں وصیت کی بابت نزاع ہے۔ ایک فریق یہ کہتا ہے کہ میت نے وصیت بھی کی ہے اور دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ جب میت نے کچھ نہیں چھوڑا۔ ایک مکان تھا سو اس کو ہبہ کر دیا تھا اور چار ہزار کی مقروض مری تو وصیت کس چیز میں کی۔ جب کچھ مال نہیں چھوڑا تو پھر وصیت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر کچھ مال چھوڑتی تو اس میں وصیت ہو سکتی تھی۔ جب مال ہی نہیں چھوڑا تو پھر وصیت ممکن ہی نہیں ہے۔ پس علماء دین سے استفتاء کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں وصیت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) جو شخص مقروض مرے اور اس کا ترکہ قرض کو کافی نہ ہو یا برابر قرض کے ہو تو اگر بالفرض وہ شخص کچھ وصیت کرے تو وصیت اس کی لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ وصیت کا نفاذ بعد ادائے دیون کے ہے۔ کما فی الدرالمختار ثم دیونہ الخ ثم وصیۃ من ثلث مابقی بعد تجھیزہ و دیونہ قدمت فی الاٰیۃ اھتماما لکونھا منطنۃ التقصیر یط. پس معلوم ہوا کہ الفاظ وصیت بعد ادائے قرض کے ہے۔ جب کہ قرض کے ادا کے بعد کچھ باقی نہ رہے یا قرض ہی ادا نہ ہو سکے تو وصیت کیوں کر جاری ہو سکتی ہے۔

وصیت کے بارہ میں ایک فتویٰ

(سوال ۱۳۴۳) ایسی صورت میں کہ میت کہ ذمہ نمازیں اور روزہ ہیں اور اس کے پاس مال بھی ہے وصیت کرنا فدیہ و کفارہ کے لئے واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں وصیت کرنا فدیہ و کفارہ کے لئے واجب ہے او رورثاء کو نافذ کرنا اس کی وصیت کا اور ادا کرنا فدیہ و کفارہ کا ثلث مابقی بعد ادائے الدیون سے لازم وواجب ہے پس صورت مسؤلہ میں متروکہ میت میں سے بعد تجہیز و تکفین اول قرض ادا کیا جاوے۔ اس کے بعد ثلث مابقی سے فدیہ نماز و روزوں کا ادا کیا جاوے گا۔ درمختار میں بیان تجہیز و تکفین کے بعد فرمایا۔ ثم تقدم دیونہ اللتی لھامطالب من جھۃ العباد ای واما دین اللہ تعالی فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی الخ وفی ردالمحتار الا اذا اوصی بھا الخ شامی وفی الدر المختار من الوصایا وھی واجبۃ بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ اللتی فرط فیھا الخ وفی ردالمحتار عن البدائع الوصیۃ بما علیہ من الفرائض والواجبات کالحج والزکوۃ والکفارات واجبۃ الخ شامی جلد ۵۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ورثاء کے ذمہ اداء کرنا فدیہ و کفارہ کا ثلث مال میت سے لازم ہے۔ پس متوفیہ کے باپ کے ذمہ یہ ہے کہ متوفیہ کے مال میں سے اس کا قرض اداء کر کے مابقی کے قدر ثلث سے فدیہ نماز روزہ کا ادا کرے۔ نابالغوں کا روپیہ جو اس کے پاس امانت ہے اس میں سے فدیہ مذکورہ ادا کرنا درست نہیں ہے اور اگر ایسا کیا تو اس روپیہ کا وہ ضامن ہے۔ باقی وہ روپیہ جو بنات بالغات کی شادی کے لئے اس نے رکھ چھوڑا ہے وہ اسی کی ملک ہے اس میں سے فدیہ ادا کرے تو درست ہے اور دکان کو رہن کر کے قرض لے

کر فدیہ اداء کرنا یا کرایہ دکان سے فدیہ ادا کرنا یہ سب جائز اور درست ہے، حاصل یہ ہے کہ ورثاء کو اختیار ہوتا ہے کہ میت کا دین یا فدیہ وغیرہ اپنے پاس سے ادا کر دیویں۔ اور مال متروکہ میت کو خود رکھ لیں۔ یا متروکہ میت کو فروخت کر کے اس میں سے دین فدیہ اداء کریں۔ اس میں جس امر کو وہ سہل اور اپنے لئے بہتر سمجھیں کریں واللہ تعالیٰ اعلم

وارث کیلئے وصیت صحیح نہیں

(**سوال ۱۳۴۴**) ایک شخص نے حالت صحت میں چند چیزوں کی وصیت کی ایک یہ کہ میرے مرنے کے بعد فلاں دو شخصوں کو میرے ترکہ میں سے ایک ایک ہزار روپیہ دیا جاوے دیگر ایں کہ میرا جو مکان ہے میرے مرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ کھولوڑ کے مدرس و حافظ سکونت پذیر ہوں۔ تیسرے یہ کہ میرے مرنے کے بعد جب تک میری عورت زندہ رہے اور بشرطیکہ نکاح ثانی نہ کرے تو میرے مکان کے اندر سکونت رکھے۔ بعدہ مدرسہ ہذا کے مدرسین سکونت پذیر ہوں۔ اس وصیت پر عمل کیا جاوے یا نہیں میت کے دیگر ورثاء بھی موجود ہیں؟

(**الجواب**) اگر وہ دو شخص وارث نہیں ہیں تو ان کے لئے وصیت صحیح ہے اور دو ہزار روپیہ اگر ثلث سے زیادہ نہیں ہے تو دو ہزار روپیہ کی وصیت درست ہے۔ ورنہ بقدر ثلث صحیح ہے اور مکان کی سکونت کی وصیت صحیح ہے۔ اب وہ بیع نہ ہو سکے گا۔ در مختار میں ہے صحۃ الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسط فی الدر اور زوجہ کے لئے بدون رضامندی باقی ورثاء کے وصیت صحیح نہیں ہے۔ لانہ لا وصیۃ لوارث . واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الحظر و الا باحۃ
(حلال و حرام اور مکروہ و مستحب)

زندہ مینڈک کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کھیلنا

(سوال ۱۳۴۵) مچھلی کا شکار مینڈک کانٹے میں زندہ چھوڑ کر کھیلنا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) یہ درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بکری کے بچے نے کتیاں کا دودھ پی کر پرورش پائی ہو تو اس کے گوشت کا حکم

(سوال ۱۳۴۶) بکری کا بچہ کتی کا دودھ پی کر پرورش ہوا ہو تو اس بچہ کا گوشت حلال ہے یا حرام ؟
(الجواب) گوشت اس کا حلال ہے۔ درمختار میں ہے۔ کما احل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستھلکا لا یبقی لہ اثر الخ اور شامی نے بعض کتب سے یہ نقل فرمایا ہے کہ حلت اس کی اس حالت میں ہے کہ دودھ نجس پلانے کے چند ایام بعد ذبح کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوں سے خریدے ہوئے گوشت کا حکم

(سوال ۱۳۴۷) قصبہ ہلدوانی میں یہ طریقہ ہے کہ قصاب مسلمان واہل ہنود دونوں ایک احاطہ کے اندر گوشت بکری کا کاٹ کر فروخت کرتے ہیں اور ہنود سے بھی مسلمان گوشت خریدتے ہیں مگر ذبح مسلمان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن ہندو یہ کرتے ہیں کہ احاطہ کے اندر کھال نکالی اور گوشت اپنے مکانوں کو لے گئے اور اپنے مکانوں سے آکر دکانوں پر گوشت فروخت کرتے ہیں اور مسلمان گوشت خریدتے ہیں مسلمانوں کو اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہ ؟
(الجواب) اس صورت میں کہ ہندو اس گوشت کو اپنے گھر لے جا کر پھر دوکان پر لاتے ہیں مسلمانوں کو ان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا اور کھانا درست نہیں ہے کذا فی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

کافر سے گوشت خرید کر کھانا حلال نہیں

(سوال ۱۳۴۸) زید مسلمان نے جانور ذبح کیا اور ہندو بکر قصاب نے اس کو اپنی دوکان میں رکھ کر فروخت کیا۔ خواہ کسی مسلمان کی نظر کے سامنے رہا یا نہ۔ اس گوشت کو خرید کر مسلمان کو کھانا درست ہے یا نہ ؟ (۲) گوشت ذبیحہ بھی مسلمان کا ہے اور دکان بھی مسلمان کی ہے۔ مگر مارکیٹ سے خرید کر ہندو لاتا ہے اور مسلمان کے مکان میں بکتا ہے آیا اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) شامی میں ہے۔ ومفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا یثبت الحرمۃ فانہ بعد اخبارہ

بالحل بقوله ذبحه مسلم كره فكيف بدونه الخ. شامی جلد ۵ (کتاب الحظر والاباحۃ) اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ہندو کافر بائع سے گوشت خرید کر مسلمان کو کھانا درست ہے
(۲) فی الدر المختار ويقبل قول الفاسق والكافر والعبد فی المعاملات لكثرة وقوعها الخ وفيه قبيله ويقبل قول كافر ولو مجوسيا قال اشتريت اللحم من كتابی فيحل الخ ان عبارات سے واضح ہوا کہ کافر کے ہاتھ مسلمان قصاب کی دوکان سے جو گوشت منگوایا گیا وہ حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سود کا روپیہ وارث کیلئے بھی حلال نہیں

(سوال ۱۳۴۹) بیاج کا روپیہ وارث کے واسطے حلال ہے یا نہیں اگر بیاج کا روپیہ سارق لے جاوے وہ گنہ گار ہوگا یا نہیں اگر بیاج خور کسی کو روپیہ دیوے اس روپیہ سے کوئی چیز خرید کر کھانا اس کے واسطے حلال ہے کہ نہیں اگر بیاج خور اہل محلّہ کو ضیافت دے اس کی ضیافت کھانا جائز ہے کہ نہیں اگر جائز نہ ہو تب حلال سمجھ کر کھانے سے کافر ہوگا یا نہیں۔ مولود کی روایت يكون فی اخر الزمان دجالون كذابون (الحديث) جو رسالہ مولود میں لکھی گئی ہیں اس کے بیان کرنے والے مذکورہ حدیث کے مطابق ہیں یا نہیں؟

(الجواب) اگر وارث کو معلوم ہے کہ بیاج کا روپیہ ہے تو اس کے حق میں وہ حلال نہیں ہے الحرمة تنتقل مع العلم قاعدہ مصرح فقہاء کا ہے۔ اگر عین ربوٰ میں سے کسی کو دیوے اور اس کو معلوم ہو تو اس کو اس روپیہ سے کوئی چیز خرید کر کھانا وغیرہ درست نہیں اور بیاج خور کی ضیافت قبول کرنا اور اس کا طعام کھانا بھی درست نہیں ہے۔ اور جو شخص روایات موضوعہ کو نقل کرے بغرض عمل کرنے اور کرانے کے وہ بے شک حدیث مذکور کی وعید میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حالت جنابت میں حجامت وغیرہ کا حکم

(سوال ۱۳۵۰) حالت جنابت میں تیل لگانا اور بال کتروانا یا مونڈھنا اور ناخن کتروانا کیسا ہے؟
(الجواب) جنبی اگر سر اور بدن کو تیل لگاوے کچھ حرج نہیں ہے۔ بال کترنے اور مونڈھنے اور ناخن کترنے کو بحالت جنابت بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ بظاہر مراد مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے جس کا مآل خلاف اولیٰ ہے۔ عالمگیری جلد خامس میں ہے۔ حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الاظافير كذا فی الغرائب عالمگيريه وفی المرقاة شرح المشكوة واتفقوا على طهارة عرق الجنب والحائض وفيه دليل على جواز تاخير الاغتسال الجنب وان يسعى فی حوائجه مرقاة. واللہ تعالیٰ اعلم

حالت جنابت میں کھانا پینا!

(سوال ۱۳۵۱) حالت جنابت میں شرعاً کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) حالت جنابت میں کھانا پینا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح میں دف اور عید ورمضان میں نقارہ کا حکم

(سوال ۱۳۵۲) رویت ہلال رمضان و عید الفطر کے اعلان واطلاع کرنے کی غرض سے نقارہ ڈھول دف بجانا درست ہے یا نہیں اور بوقت روانگی عید الفطر و آمدورفت کے بجانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عید گاہ میں وقت تیار ہو جانے جماعت کے پارچہ چادر یا رومال وغیرہ ہلانا درست ہے یا نہ؟

(۳) اکثر دیہات اور شہروں میں وقت افطار روزہ اور وقت شروع و ختم ہو جانے سحری و وقت رویت ہلال ماہ رمضان و عید الفطر میں نقارہ بجا کر اعلان کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) چند آدمی فرماتے ہیں کہ نمبر ا میں باجہ بجنے میں کوئی حرج اسلامی نہیں بلکہ بہت نفع ہے۔ باجہ سن کر قرب وجوار گاؤں کے نمازی آجاتے ہیں علاوہ ازیں شوکت اسلام ہے۔ ہم نے عالموں سے دریافت کر لیا۔ ایسے گاؤں میں کچھ حرج نہیں۔ امام عیدین صاحب فرماتے ہیں کہ کعبہ میں بعد ہو جانے نماز حج کے فوراً بہت دھوم دھام سے شاہی باجے بجائے جاتے ہیں اگر ایسے موقعہ پر منع ہوتا تو کعبہ والے کیوں بجاتے اگر ناجائز ہے اور گمراہی کی تائید کرتے ہیں اور کراتے ہیں تو ایسے صاحبان کس فرقہ میں شمار ہوں گے؟

(۵) شادی نکاح و ختنہ و عقیقہ وغیرہ میں کسی قسم کے باجے کی اجازت ہے یا نہیں۔ بروقت نکاح کسی باجہ سے اعلان کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۶) زمانہ حضرت رسول مقبول ﷺ و صحابہ کرامؓ بروقت جہاد کس قسم کا باجہ بجتا تھا؟

(الجواب) رویت ہلال رمضان و عید الفطر کے اعلان اور اطلاع عام کرنے کی غرض سے نقارہ ڈھول ودف بجانا درست ہے۔ ماسوائے اس کے بوقت روانگی عید الفطر و آمدورفت کی حالت میں درست نہیں۔ (۲) کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) ان مواقع میں اعلان کے لئے نقارہ بجانا جائز و درست ہے۔ (۴) مسئلہ نمبر ا میں جو تفصیل تھی اوپر لکھی گئی اسی قدر درست ہے۔ باقی خیال غلط ہے اور حج میں فوج سلطانی جو باجہ بجاتے ہیں وہ فتوی شرع کے خلاف ہے وہ لوگ اپنے فوجی قواعد واحکام فوج کے حکم سے کرتے ہوں گے۔ وہ لوگ پابند احکام شرع نہیں ہوتے۔ نماز بھی نہیں پڑھتے ان کی تقلید کس کس بات میں کریں گے وہ داڑھی بھی منڈاتے ہیں (۵) کسی قسم کے باجے کی اجازت نہیں (۶) کوئی باجہ ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

موروثی کاشتکار کا زمیندار سے روپیہ لینا

(سوال ۱۳۵۳) اگر موروثی کاشتکار زمیندار سے یہ کہے کہ تم مجھے پچاس یا سو روپیہ دیدو تو میں تمہاری زمین سے دست بردار ہو جاؤں گا اور موروثیت چھوڑ دوں گا۔ آیا کاشتکار کو یہ روپیہ لینا اور زمیندار کو یہ روپیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے زمیں مملوکہ زمیندار کی ہے۔ موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں۔ کاشتکار نے جب اپنا قبضہ اٹھا کر زمین حوالہ زمیندار کے کر دی تو کاشتکار کو کچھ حق روپیہ لینے کا اور کہنے کا نہ رہا۔ باقی رہا یہ کہ زمیندار کے حق میں یہ روپیہ دینا گویا رشوت دینا ہے ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینا جائز لکھا ہے کاش اگر کاشتکار پچاس روپیہ لے کر بالکل ہمیشہ کے لئے زمین سے اپنا قبضہ ناجائز اٹھالے اور زمین حوالہ زمیندار کے کر دے تو فی الجملہ حق زمیندار اس رشوت کے دینے کا جواز نکل سکتا ہے۔ لیکن حق کاشتکار کس طرح روپیہ لینا حلال نہیں اور کاشتکار کو پچاس روپیہ لینا درست نہیں اس کو لازم ہے کہ وہ روپیہ واپس کرے اور زمیندار اگر کسی طرح اپنا روپیہ کاشتکار سے وصول کر سکے تو کر لے اس کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زید نے عمر پر لگان کا دعویٰ کیا تو خرچ کس پر ہے

(سوال ۱۳۵۴) زید نے عمر پر بقایا لگان کا دعوی کیا تو خرچہ مدعا علیہ سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر عمر و لگان کا روپیہ نہیں دیتا تھا اور تمرد وسرکشی کرتا تھا زید نے مجبوری نالش کی ایسی حالت میں مدعا علیہ سے خرچہ وصول کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

طاعون والے شہر سے تبدیلی آب وہوا کیلئے نکلنا

(سوال ۱۳۵۵) در شہرے کہ مرض وباء افتد خروج ازوے بغرض تبدیل آب وہوا جائز است یانہ؟

(الجواب) خروج ازبلد طاعون بغرض علاج وتبدیل آب وہوا نہ بایں عقیدہ کہ خروج موجب نجات وقیام در انجا موجب ہلاکت است عند الحنفیہ درست است۔

اگر طاعون کی جگہ سے نکلنے کو سبب نجات نہ سمجھے تو نکلنا درست ہے

(سوال ۱۳۵۶) جس جگہ طاعون ہو وہاں نماز جنازہ پڑہانے کے لئے جانا درست ہے یا نہیں۔ جبکہ اس کے بلا جائے نماز جنازہ نہ ہو۔ ایسے موضع میں اطباء کو جانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار مسائل شتی من اخر الکتاب واذا خرج اودخل فیھا شامی. من بلدة بھا الطاعون فان علم ان کل شئی بقدرة اللہ تعالی فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجاولو دخل ابتلی کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانة لا عتقادہ وعلیہ حمل النھی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی الخ. اس عبارت سے واضح ہوا کہ جس کا اعتقاد درست ہو خروج عن موضع الطاعون کو سبب نجات اور دخول کو سبب ابتلاو ہلاک نہ جانتا ہو تو اس کے حق میں خروج ودخول ممنوع نہیں ہے۔ اور ادائے نماز جنازہ تو فرض کفایہ ہے اس کے لئے وہاں بغرض ادائے نماز جانا ضروری ہے جب کہ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ نہ جاوے گا تو نماز جنازہ نہ ہوگی۔ اسی طرح اطباء کو بھی بغرض علاج وہاں جانا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زمانہ طاعون میں شہر چھوڑ کر جنگل میں رہنے کا حکم

(سوال ۱۳۵۷) جس شہر یا قصبہ میں طاعون شروع ہو جائے وہاں کے باشندے اہل اسلام آیا آبادی کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ جائیں یا اپنے اپنے مکانات ہی میں اللہ پاک پر بھروسہ کر کے متمکن رہیں۔ اگر بھاگ جانا جائز ہے تو اس کے کیا احکام اور اشکال ہیں اور اگر مکان مسکونہ میں ہی رہنا ہے تو اس کے متعلق ہمارے رسول ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں بہر حال ہمارے پیشوا اور ہمارے رسول ﷺ کا جو ارشاد ہو مطلع فرمائیں؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ واذا خرج اودخل فیھا من بلدۃ بھا الطاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالی فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لا عتقادہ وعلیہ حمل النھی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی. درمختار حاصل یہ ہے کہ اگر طاعون والے شہر سے نکلیں یا داخل ہوں تو اگر اس کا اعتقاد یہ ہے کہ ایک چیز اللہ کی تقدیر سے ہے تو اس کے حق میں نکلنا اور داخل ہونا درست ہے اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہے کہ نکلنے کی وجہ سے مرنے سے بچ جاوے گا اور اگر داخل ہوا تو مبتلائے طاعون ہو جائے تو اس کو نکلنا اور داخل ہونا مکروہ ہے۔ سوایسے عقیدہ والا نہ داخل ہو نہ خارج ہو اور اسی پر محمول ہے ممانعت حدیث شریف میں الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زمانہ طاعون میں شہر چھوڑ کر جنگل میں رہنے کا حکم

(سوال ۱۳۵۸) جس بستی میں طاعون یا دیگر مرض وبائی ہو اس بستی سے نکل کر دوسری جگہ رہنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فقہاء حنفیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ بحالت مذکورہ اگر عقیدہ صحیح رکھے تو نکلنا اس بستی سے جائز ہے عقیدہ صحیح رکھنے کی صورت یہ ہے کہ سمجھے کہ ہر ایک امر من جانب اللہ ہے اور موت وحیات سب من جانب اللہ ہے باہر نکلنے سے نجات نہیں اور وہاں رہنے سے موت نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار وان خرج عن بلدۃ بھا الطاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالی فلا باس بان یخرج ویدخل ولا یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجاولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لا عتقادہ وعلیہ حمل النھی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی. ص ۴۸۲ شامی جلد خامس مطبوعہ دھلی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نسبتی اسماء مثل قادری چشتی وغیرہ کا حکم

(سوال ۱۳۵۹) ہر شخص اپنے نام کے آخر میں کچھ نہ کچھ نسبتی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً قادری، چشتی وغیرہ یہ الفاظ کون اور کس قوم کا اہل اختیار کر سکتا ہے۔ کیا ان کو وہ عوام جن کو مذکورہ حضرات سے کچھ تعلق

ہو یا خاص ان کی اولاد ہو یہ اسم یا عرف استعمال کرے۔ ہر حضرت جیلانی قدس سرہ کا معتقد اپنے لئے قادری کا لفظ اختیار کر سکتا ہے۔ یا حضرت کی اولاد کی خصوصیت ہے؟

(الجواب) اگر حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے معتقدین و متوسلین اور اولاد قادری کا لفظ نسبت کے لئے اختیار کریں۔ اس طرح متوسلین بدیگر اکابر اپنی نسبت اسی طرف کریں تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت اور کوئی حرج اور کوئی مضائقہ نہیں نہ اس میں کوئی فخر بزرگی ہے۔ **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم.** واللہ تعالیٰ اعلم

تصویر کے احکام

(سوال ۱۳۶۰) تصویر کھینچنا اور کھنچوانا جدید طریقہ فوٹوگرافی سے جس میں آئینہ کی طرح صورت کا عکس آتا ہے۔ غیر مستقل اور مستقل طور پر صورت قائم ہو جانے کا فرق ہے جائز ہے یا نہیں۔ اور ناجائز کیوں ہے کیا مصلحت ہے۔ بصورت عدم جواز مصور و فوٹوگرافر (اور مصور جو تصویر کھنچوائے) ان کے متعلق کیا حکم ہے ایسے اشخاص کا اقتداء درست ہے کیا یہ فاسق کے حکم میں داخل ہے، اس قسم کی تصویروں کو اپنے پاس رکھنا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) تصویر کھینچنا اور کھنچوانا جدید طریق فوٹو سے ایسا ہی حرام اور ناجائز ہے جیسا کہ دستی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ممنوع اور حرام ہے اور رکھنا اس کا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ دستی تصویر کا رکھنا فوٹو کے ذریعہ سے تصویر کھنچوانے والا اور کھینچنے والا مستحق وسزا وار اس سزا اور وعید کے ہیں جو احادیث میں مصورین کے لئے وارد ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے۔ **قال سمعت رسول ﷺ یقول اشد الناس عذابا عنداللہ المصورون.**

دوسری حدیث صحیحین میں ہے۔ **اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاھون بخلق اللہ. متفق علیہ** یہ بھی احادیث صحیحہ میں ہے کہ اصحاب تصاویر کو عذاب کیا جاوے گا اور ان سے کہا جاوے گا **احیوا ما خلقتم** یعنی زندہ کرو جن کو تم نے بنایا۔ تیسری حدیث یعنی **الذین یضاھون بخلق اللہ** دعویٰ ہم سری اور مشارکت باری تعالیٰ کا ہے۔ فقہائے احناف وغیرہم نے بھی یہی علت حرمت تصویر کی فرمائی ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ **وظاهر کلام النووی فی شرح المسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان مطلقا سواء کان مما یمتهن اولغیره فصنعه حرام بکل حال لان فیه مضاھا ة بخلق اللہ وسواء کان فی ثوب او درھم او اناء او غیرھا انتھی** پھر کچھ آگے فرماتے ہیں۔ **لان علة حرمة التصویر المضاھاة بخلق اللہ تعالی وھی موجودة فی کل ما ذکر انتھی.** شامی ص ۴۳۵ ج ۱۔ پس جب کہ تصویر کشی حرام ہوئی مطلقاً تو مرتکب ایسے فعل کا فاسق ہے اور امام بنانا اس کا حرام ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ ھکذا فی الشامی وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

قصائی پیشہ (لحم فروشی) کے متعلق شرعی فیصلہ

(سوال ۱۳۶۱) موجودہ زمانہ میں جو قصاب نے عام طور سے لحم فروشی کو اپنا پیشہ مقرر کیا ہے ان کا یہ فعل کسی طرح شرعاً قابل مواخذہ تو نہیں؟

(الجواب) پیشہ قصائی و لحم فروشی درست ہے۔ زمانہ رسول اکرم ﷺ میں بھی یہ پیشہ اہل اسلام میں جاری تھا اور بعض اصحاب رضی اللہ عنہم اس کام کو کرتے تھے پس شرعاً یہ پیشہ اور یہ فعل ممنوع نہیں اور قابل مواخذہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قصائی کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے

(سوال ۱۳۶۲) قصائی کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جائز ہے اور دلیل اباحت جمیع انواع حرفہ وکسب جس میں کوئی امر ممنوع و محظور شرعی نہ ہو۔ در مختار میں ہے۔ کل انواع الکسب فی الاباحة سواء الخ. اور شامی میں ہے۔ فالمراد بقولهم کل انواع الکسب فی الاباحة سواء انها بعد ان لم تکن بطریق محظور لا یذم بعضها وان کان بعضها افضل من بعض الی ان قال وما قیل ان فیه ازهاق الروح وهو یورث قسوة لا یدل علی الکراهة بل غایته ان غیره کالتجارة والحراثة افضل منه الخ. (کتاب الصید ص۲۹۸ ج۵)

مسلمان قصاب کا ذبیحہ بلاشک درست ہے

(سوال ۱۳۶۳) زید قصاب ہے علاوہ تجارت جانوران گوشت بھی اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہے اور فروخت کرتا ہے۔ خالد و عمر کہتے ہیں کہ زید کے ہاتھ کا ذبیحہ اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ شاید وہ اپنے نفع کی وجہ سے مردہ کاٹ کر کھلادے۔ چنانچہ ایسا واقعہ ہو بھی جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) مسلمان کے ذبیحہ میں کچھ وہم اور شک نہ کرنا چاہیے۔ احتمال سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا پس جب کہ زید مسلمان ہے اور وہ خود ذبح کرتا ہے پھر فروخت کرتا ہے تو اس گوشت کا کھانا مسلمانوں کو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اسقاط حمل بوجہ ضرورت شدیدہ جائز ہے

(سوال ۱۳۶٤) ایک لڑکی ہندو کا دودھ پیتی ہے جو پندرہ سولہ ماہ کی ہے اور ہندو مرض ضعف قلب و دماغ میں مبتلا ہے۔ ادویہ مقویہ کا علاج رہتا ہے حکیم اور ڈاکٹر کی رائے ہوئی کہ لڑکی کو دودھ چھڑا لیا جائے تاکہ ہندہ کو بسبب پلانے دودھ کے ضعف نہ ہو۔ دودھ چھڑانے کی کوشش کی گئی مگر لڑکی نہ کچھ کھاتی ہے نہ گائے وغیرہ کا دودھ پیتی ہے۔ بالآخر ہندہ اس کو دودھ پلاتی ہے اب دو ڈھائی ماہ کا حمل ہندہ کو ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اور حکیم

کی رائے اب یہ ہوئی کہ اس حمل کو بوجہ ادویہ ساقط کر دیا جائے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو ہندہ کی قوت زائل نہ ہو گی۔ دوسرے لڑکی ایام حمل کے دودھ نہ پینے سے نقصان سے محفوظ رہے گی۔ اس صورت میں جب کہ ہندہ حاملہ بھی رہے گی اور دودھ پلاتی رہے گی تو اس کے زیادہ کمزور ہو جانے اور بہت مختلف امراض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ چونکہ دو مجبوریاں لاحق ہیں یعنی ایک تو ہندہ کا بذات خود لاغر ہونا۔ دوسرے لڑکی کا دودھ پینا۔ اس لئے حمل کے گرانے سے عنداللہ مواخذہ ہو گا یا نہیں ؟

(الجواب) بعض روایات کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حمل چار ماہ گزرنے سے پہلے اس کا ساقط کر دینا ادویہ سے درست ہے پس صورت مذکورہ میں چونکہ ضرورت شدیدہ ہے۔ اور حمل کو صرف دو اڑھائی ماہ گزرے ہیں اس حالت میں گرا دینا حمل کا جائز ہے۔ **کما فی الشامی وعبارۃ فی عقد الفوائد قالو ایباح لھا ان تعالج فی استنزال الام مادام الحمل مضغۃ ولم یخلق لہ عضو وقدر واتلک المدۃ بثلثۃ وعشرین یوما وانما ابا حوا ذلک لانہ لیس بادمی** الخ اس کے بعد علامہ شامی نے اس میں کچھ اشکال پیش کیا ہے۔ لیکن بصورت مسؤلہ چونکہ ضرورت شدیدہ ہے اور مدت حمل کم ہے اس وجہ سے جواز میں تردد نہ ہونا چاہیئے۔

ترجمہ قرآن مجید میں بلا متن چھاپنے کا شرعی حکم

(**سوال ۱۳۶۵**) قرآن شریف کا ترجمہ بزبان اردو یا کسی زبان غیر عربی میں متن قرآن سے بالکل جدا جلدوں میں صرف ترجمہ چھپوا کر شائع کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(**الجواب**) قرآن شریف کا ترجمہ اردو میں یا کسی اور زبان میں متن سے علیحدہ کر کے چھاپنے کی کوئی ممانعت فقہاء کے اقوال سے معلوم نہیں ہوتی اور جب کوئی دلیل عدم جواز کی نہ ہو تو بلا وجہ کیوں ناجائز کہا جاوے البتہ کتب سابقہ کے تجربہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح سے چھاپنا اکثر عدم مبالات بالقرآن اور تساہل فی التدبیر کا موجب ہو گا اور الفاظ قرآن مجید جو سراسر خیر و ثواب اور معارف سے مملو ہیں ترجمہ پڑھنے والے کے نزدیک غیر مانوس ہو جائیں گے جو باعث حرمان ہے۔ نیز اس صورت میں مترجم کی اغلاط وغیرہ پر متنبہ ہونا بھی سہل نہ رہے گا۔ غرض اسی قسم کے مصالح شرعیہ کے بناء پر مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ ترجمہ قرآن شریف سے علیحدہ کر کے بلا ضرورت چھاپا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آڑھت لینا دونوں طرف سے جائز ہے

(**سوال ۱۳۶۶**) مثلاً زید دوکان آڑھت میوہ وغیرہ کی کرتا ہے اور وہ اپنی آڑھت خریدار سے بھی لیتا اور مالک مال سے بھی لیتا ہے۔ گویا کہ دونوں سے لیتا ہے۔ پھر علاوہ اس کے میوہ وغیرہ جو نیلام کے ذریعہ سے فروخت کیا جاتا ہے اس میں سے جو پھل وغیرہ اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اس کو چھانٹ چھانٹ کر اپنے لئے علیحدہ رکھتا ہے کہ جو جھولی کے نام سے مشہور ہے اور پھر اس کو علیحدہ بڑی قیمت سے بیچ کر اس کی قیمت خود رکھتا ہے۔ ایسی

صورت میں دونوں طرف سے آڑ تھ لینااور جھولی کا مال نکالنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر ایسی آمدنی سے کسی مدرسہ یا مسجد میں چندہ دیا جائے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) دونوں جانب سے آڑ تھ لینا جائز ہے اور عمدہ پھل نکالنا اگر برضائے مالک ہے تو یہ درست ہے اور کسی مدرسہ یا مسجد یا کار خیر میں دینا اس میں سے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کیلئے کھڑا جوتا پہننا مکروہ ہے

(سوال ۱۳۶۷) عورت کو کھڑا جوتا پہننا جائز ہے یا نہیں بعض جائز کہتے ہیں بعض ناجائز؟

(الجواب) عورت کو کھڑا جوتا پہننا مکروہ ہے۔ حدیث میں (۱) ممانعت وارد ہے۔

مغنیہ عورتوں کے مال کا حکم

(سوال ۱۳۶۸) گانے بجانے والیوں کے مال کا کیا حکم ہے؟ اور اسے کیا کرنا چاہئیے؟

(الجواب) گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی عورت کا مال حرام ہے۔ مالکین پر رد کیا جائے (یعنی جن لوگوں نے وہ دیا ہے ان کو واپس کیا جائے) اگر نہ ملیں تو فقراء پر صدقہ کیا جاوے کذا فی الشامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشتبہ مال کا کھانا حرام نہیں

(سوال ۱۳۶۹) زید دوکان کرتا ہے اس کی دوکان پر بکری نہیں ہوتی یہاں تک کہ خرچ اہل و عیال و کرایہ دوکان کا بمشکل ادا کرتا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ زید کے ہاں مال چوری کا آتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس نے ایک مکان خرید کیا اور اسکی خوشی میں تمام برادری کو مٹھائی و کھانا وغیرہ تقسیم کیا۔ برادری کو یہ خوب معلوم ہے کہ اس کی دوکان پر اتنی بکری نہیں ہوتی جو وہ اتنی خوشی کرے اور چوری کا مال اس طرح آتا ہے کہ دوسرے دوکانداروں کا مال چوری ہو کر اس کے پاس آئے تو وہ اس کے مثلاً پچاس روپیہ کا مال ہے تو پچیس روپیہ میں لے لیتا ہے تو اس صورت میں اسکے گھر کی مٹھائی وغیرہ کھانا درست ہے یا حرام یا مکروہ؟

(الجواب) مشتبہ چیز سے احتراز کرنا تقویٰ کی بات ہے۔ لیکن بدون یقین اس امر کے کہ یہ مٹھائی کھانا اس مال حرام سے ہے۔ فتویٰ یہ ہے کہ کھانا اس کا حرام نہیں ہے جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شادیوں میں گانا بجانا قطعی حرام ہے

(سوال ۱۳۷۰) شادی میں باجا وغیرہ بجانا درست ہے یا نہیں۔ ایک پیر جی صاحب نے اس کی اجازت دی

---

(۱) حدیث میں ہے کہ عورتیں مردوں کی وضع اختیار نہ کریں صاحب فتویٰ کے زمانہ میں کھڑی ایڑی کی جوتیاں مرد پہنتے تھے اور عورتیں ایڑی اٹھا کر پہنتی تھیں اس لئے عورت کے لئے کھڑی ایڑی کا جوتا پہننے کی ممانعت فرمائی اگر کسی علاقہ میں اور کسی طرح سے مردوں کی مشابہت ہوتی ہو تو وہ بھی عورتوں کے لئے منع ہوں گی۔ ۱۲ محمد عاشق الٰہی بلند شہری۔

ہے کہ خوشی میں باجابجانادرست ہے ؟

(الجواب) باجااور ناچ بیاہ شادیوں میں مسلمانوں کے لئے حرام قطعی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے جائزوحلال جاننےوالوں کو کافر کہا گیاہے۔ مسلمانوں کو ایسی حرام رسموں سے نہایت پرہیزاور احتیاط لازم ہے۔ جولوگ ناچ باجا شادیوں میں بجواتے ہیں کیسے فاسق اور بدکار ہیں اور جو شخص فتوی جواز دیتاہے وہ گمراہ ہے اور فاسق ہے۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے لوگوں سے ملنااور کھاناپینااور ایسی شادیوں میں مسلمانوں کو شریک ہونادرست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔ **قال اللہ تبارك وتعالی. ومن الناس من یشتری لھو الحدیث جاء فی التفسیر المراد به الغناء.**

خنزیر کی کھائی ہوئی کھیتی کابقیہ حلال ہے

(**سوال ۱۳۷۱**) اگر کسی کھیت کا کچھ حصہ خنزیر وغیرہ کھائے توباقی کا کھانا کیساہے ؟

(الجواب) کھیت کا اگر کچھ حصہ خنزیر وغیرہ نے کھایا تووہ حلال وپاک ہے کھانااس کا جائز ہے۔ **لعدم الیقین وعموم البلوی.** واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری کمیشن کالینادرست ہے

(**سوال ۱۳۷۲**) سرکاری کمیشن جو کسی فیصل کنندہ کے لئے مقرر ہواس کالینا کیساہے ؟

(الجواب) کمیشن جوسرکاری طرف سے کسی فیصل کنندہ کے لئے مقرر ہووہ لینادرست ہے۔

توبہ کرنے سے مال حرام حلال نہیں ہوتا

(**سوال ۱۳۷۳**) ایک شخص بہت سود خوار تھااور اس کا تمام مال سود کی آمدنی سے ہے۔ اب اس نے توبہ کرلی ہےاور کہتاہے کہ میں کبھی سود نہ لوں گااس کے یہاں کھاناجائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) محض توبہ زبانی کرنے سے جو مال حرام اس نے حاصل کیا تھاوہ حلال نہیں ہوابلکہ اس کی توبہ کا طریق یہ ہے کہ جو مال جس سے حرام طریق سے حاصل کیا اسکو یا اس کے ورثہ کو واپس کرے یا معاف کراوے ورنہ صدقہ کرے۔ پس اگر اس نے ایسا کیا تواس کی دعوت کھانا حلال ہے ورنہ نہیں۔ **قال فی الشامی وکذا لایحل اذا علم عین العضب مثلا وان لم یعلم مالکه لما فی البزازیة خذ مورثه رشوة او ظلما ان علم ذلك لعینه لا یحل له اخذه** الخ واللہ تعالیٰ اعلم

میلادشریف کی نذر کا حکم

(**سوال ۱۳۷٤**) ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرافلاں کام ہوگیاتو میں میلادشریف یا مجلس امام حسین رضی اللہ عنہ کروں گا۔ کام ہوجانے پر منت کے روپیہ کامناسب صرف کس شکل میں ہوناچاہئے ؟

(الجواب) مسلمان محتاجوں کو دیدینا چاہئیے مجالس مذکورہ میں صرف نہ کرے۔

ستر کھلے ہوئے شخص کو سلام کرنا مکروہ

(سوال ۱۳۷۵) جس مسلمان کا اکثر حصہ ستر کا کھلا ہو۔ اس کو سلام کرنا کیسا ہے اور ہندوؤں کی سی دھوتی باندھنا کیسا ہے ؟

(الجواب) مکشوف العورۃ کو سلام کرنا کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے۔ پس جس کی دھوتی ایسی بندھی ہوئی ہو کہ کشف عورۃ ہوتا ہو تو اس کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح دھوتی باندھنا جس سے کشف عورت ہو ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حقہ پینا شرعا مباح ہے

(سوال ۱۳۷٦) حقہ پینے والے، غیر نمازی دھوتی باندھنے والے کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) حقہ پینا شرعا مباح ہے اس کے پینے والے کو سلام کرنا درست ہے اور بے نمازی فاسق ہے۔ اور در مختار میں ہے کہ اگر فاسق معلن ہو تو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر معلن نہ ہو یعنی اس کا فسق چھپا ہوا ہو تو درست ہے۔

تمباکو کی نسبت کہ شیطان کا پاخانہ ہے غلط ہے

(سوال ۱۳۷۷) ایک شخص تمباکو کی نسبت فرماتے ہیں کہ شیطان کے پاخانہ سے پیدا ہوا ہے اسی وجہ سے اس کا کھانا پینا حرام ہے۔ یہ قول صحیح ہے یا نہیں اور تین مکروہ تنزیہی مل کر مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے یا نہ ؟

(الجواب) یہ قول تمباکو کی نسبت غلط۔ در حقیقت تمباکو بھی ایک قسم نباتات کی ہے۔ اور شامی میں صحیح یہ قول نقل کیا ہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے۔ البتہ بلا ضرورت غیر اولی ہے اور قول حرمت و کراہت بلا دلیل ہے اور تین چیزیں مکروہ تنزیہی مل کر مکروہ تحریمی نہیں ہوتا۔ پھر بھی مکروہ تنزیہی ہی رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پینے کے تمباکو پر کتا بیٹھ گیا تمباکو ناپاک نہیں ہوا

(سوال ۱۳۷۸) بنی ہوئی تمباکو رکھی ہوئی تھی جس میں کچھ نمی بھی باقی تھی رات کو کتا آ کر بیٹھ گیا صبح کو اس میں اس کے روئیں پائے گئے اب اس تمباکو کو استعمال جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) تمباکو پاک ہے استعمال اس کا جائز ہے۔

تمباکو کھانا پینا اور اس کی تجارت

(سوال ۱۳۷۹) تمباکو کھانا پینا اور سونگھنا جائز ہے یا نہیں مکروہ ہے یا حرام اور تمباکو کا روزگار جائز ہے یا نہ۔ اور

جو تمباکو کا روزگار کرے اس کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہ ؟
(الجواب) تمباکو کھانا پینا سونگھنا مباح ہے کہ غیر اولیٰ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور تجارت تمباکو کی درست ہے اس کے گھر کا کھانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سونے چاندی کی سرمہ دانی وغیرہ استعمال کرنا

(سوال ۱۳۸۰) سرمہ دانی اور آئینہ وغیرہ سونے چاندی کا مردوں اور عورتوں کو جائز ہے یا نہ ؟
(الجواب) جائز نہیں۔ درمختار و شامی میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث ممانعت آئینہ ذہب و فضہ کی مطلق ہے۔ مرد و عورت کی اس میں تخصیص نہیں۔ زیور کی خصوصیت عورتوں کے لئے ثابت ہو گئی ہے۔
وکره الاكل والشرب والادهان والتطيب من اناء ذهب وفضة للرجل والمرأة لا طلاق الحديث قوله لاطلاق الحديث هو ماروى عن حذيفة انه قال سمعت رسول الله ﷺ الحديث رواه البخارى وفيه ولا تشربوا فى انية الذهب والفضة ولا تاكلوا فى صحافها فانها لهم فى الدنيا ولكم فى الاخرة وكذا يكره بملعقة الفضة والذهب والاكتحال بميلهما وما اشبه ذلك من الاستعمال.

سونے چاندی کے کیس کی گھڑی رکھنا

(سوال ۱۳۸۱) سونے یا چاندی کے کیس کی گھڑی رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(الجواب) سونے چاندی کے کیس کی گھڑی رکھنا ناجائز اور حرام ہے ہکذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم

سونے چاندی کے بٹن جائز ہے

(سوال ۱۳۸۲) سونے چاندی کے بٹن مردوں کو جائز ہیں یا نہیں ؟
(الجواب) درمختار میں ہے۔ لاباس باز رار الديباج والذهب الخ اس سے معلوم ہوا کہ بٹن سونے و چاندی کے مردوں کو حلال ہیں کہ یہ تابع ہیں ثوب کے واللہ تعالیٰ اعلم

گھنٹہ بجانے والی گھڑی اور گھونگرو کا احکام

(سوال ۱۳۸۳) رسول اللہ ﷺ نے جو ممانعت جرس فرمائی ہے اس میں گھنٹہ بجانے والی گھڑیاں شامل ہیں یا نہیں اور گھونگرو وغیرہ جو اکثر زیورات میں شامل ہوتے نہیں شامل ہیں یا نہیں ؟
(الجواب) گھنٹہ بجانے والی گھڑیاں جرس محرم میں داخل نہیں ہیں اور گھونگرو زیورات کے اس میں داخل ہیں کہ اس کی ممانعت صراحۃ وارد ہوئی ہے۔ اور گھڑی سے اندازہ اوقات کا ہوتا ہے۔ اور اس کا امر کی شرعا ضرورت ہے۔ کمالا یخفی۔ اور ایسے امور میں مدار نیت پر ہے بلکہ جملہ امور میں نیت کا اعتبار ہے اگر

بجانے والی گھڑی سے بھی نیت اور غرض گھنٹہ کا سننااور اس کی آواز متصل سے خوش ہوتا ہے تووہ بھی ناجائز ہو جاوے گا۔ اور اگر اوقات کو معلوم ہونااور اوقات نماز کی پابندی کا خیال اور نیت ہو تو ثواب حاصل ہوگا۔ جرس عرفاً خود معلوم ہے لیکن ضرورت اور غیر ضرورت کی وجہ سے جواز عدم جواز کا فرق ہو جاتا ہے۔ ریل کی گھنٹی بھی جرس ہے مگر وجہ ضرورت کے اور اطلاع کرنے کی نیت سے اس کا بجانادرست ہے وقس علیہ قاعدہ ہے۔ الضرورات تبیح المحظورات. ضرورتیں بعض ممنوعات کو بھی جائز کر دیتی ہیں۔ مگر فقہاء کے اقوال و تفاصیل کو اس میں پیش نظر رکھنا چاہئیے۔ ممکن ہے جس کو ہم ضرورت سمجھیں وہ شرعاً ضرورت نہ ہو۔ اور فقہاء اس کو ضرورت نہ سمجھیں۔ اختلاف علماء سے مشوش نہ ہوں۔ اول تو اختلاف الامۃ رحمۃ کو پیش نظر رکھیں۔ علاوہ بریں علماء میں سے ان علماء کے اقوال وافعال کو لیویں جو متبع سنت حنفی اہل سنت والجماعت جامع ظاہر وباطن ہوں۔ بندہ کی رائے میں آج کل حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلمہ تھانوی کی تصانیف کو پیش نظر رکھیں اور وہ کتابیں منگالیں فہرست ان کتابوں کی تھانہ بھون سے منگا کر دیکھ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علم دین کیلئے بغیر اجازت والدین سفر کرنا

(سوال ۱۳۸۴)ماقولکم دام فضلکم فی رجل کان له والدین وکان الوالد اجاز له الخروج لطلب العلم ثم توفی الوالد وبقیت الوالدة ولم تعط الاجازة للخروج لطلب العلم والحال انها لها من یقوم بحالها فما تقولون فی هذا الرجل حین خرج لیطلب العلم من غیر اجازة الوالدة فهل یجوز له التعلم ام لا و اذا جاز له التعلم فای قدر من العلوم یجوز له هل الی ان یتمم الحدیث والتفسیر ام لا.

(الجواب)قال فی الدرالمختار وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیه وفی الشامی ای ان لم یخف علی والدیه الضیعة بان کانا موسرین ولم تکن نفقتهما علیه وایضا فیه ومرادهم بالعلم العلم الشرعی وما ینتفع به دون علم الکلام وامثاله الخ فظهران فی الصورة الواقعة یجوز له السفر لطلب العلم الشرعی ای الفقه والحدیث والتفسیر وما یتوسل به الیه. واللہ تعالیٰ اعلم

جانور کے ساتھ جماع کرنے کا حکم

(سوال ۱۳۸۵)اگر کوئی شخص کسی جانور کے ساتھ جماع کرے تواس کے لئے کیا حکم ہے۔ اور گوشت کھانا اس جانور کا کیسا ہے ؟

(الجواب)شامی میں ہے۔ ویعزر تذبح البهیمة وتحرق علی وجه الاستحباب ولا یحرم اکل لحمها. الخ یعنی اگر جانور کے ساتھ کسی نے جماع کیا تووہ شخص تعزیر دیا جاوے کوڑے مارا جاوے یہ حکم حاکم کے لئے ہے۔ اور اس جانور کو ذبح کیا جاوے۔ یعنی کھایا نہ جاوے لیکن یہ حکم علی الاستحباب ہے۔ اور اگر اس کا گوشت بعد ذبح کے کھالیوے درست ہے مگر اچھا نہیں اور جیسا کہ فقہاء نے اس کے گوشت کو جلانے کا

حکم لکھا ہے اسی طرح اس گوشت کو دفن کر دینا بھی درست ہے۔

فٹ بال اور کبڈی وغیرہ کا حکم

(سوال ۱۳۸۶) کھیل فٹ بال اور کبڈی وغیرہ کھیلنا کیسا ہے؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے (۱) **لهو المومن باطل الافی ثلث تادیبه فرسه وفی روایة ملاعبة بفرسه ورمیه عن قوسه وملاعبة مع اهله** کفایہ شامی اور در مختار میں ہے۔ **ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام الخ.** حدیث موصوف اور روایت فقہیہ سے واضح ہے کہ لہو و لعب شرعاً در اصل ممنوع ہے۔ لیکن اگر کوئی غرض اس سے متعلق ہو جیسے کہ تیر کمان سے کھیلنا اور گھوڑے پر مشق سواری وغیرہ کرنا درست ہے۔ پس اگر کبڈی وغیرہ کھیلنے سے بھی مقصود صحت جسم وغیرہ ہو تو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شطرنج کھیلنا حرام ہے!

(سوال ۱۳۸۷) زید کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ابو یوسفؒ کی روایت کے موافق شطرنج تشحیذ اذہان کے لئے کھیلتا ہے اور ابو یوسفؒ کی روایت کو اپنا متدل بناوے تو اس پر عند الشرع کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ ان شرائط کو ملحوظ رکھے جو امام موصوف نے لگائی ہیں؟

(الجواب) بقاعدہ مذکورہ اس مسئلہ میں بھی ہم کو مفتی بہ قول اور مصحح کو لینا چاہئے سو وہ حرمت لعب بالشطرنج ہے۔ **وکره تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج.** در مختار **وفی الشامی فهو حرام وکبیرة عندنا وفی اباحته اعانة للشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قهستانی.** اور نیز شامی میں روایت امام ابو یوسفؒ کے متعلق مذکور ہے۔ **قوله فی روایة قال الشر نبلالی فی شرحه وانت خبیر بان المذهب منع اللعب به کغیره الخ.** پس اس سے تصریح ہو گئی کہ روایت امام ابو یوسفؒ ماخوذ بہ و مفتی بہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مردوں کو سرخ کپڑا پہننا کیسا ہے

(سوال ۱۳۸۸) سرخ رنگ کا لباس مردوں کے لئے کیسا ہے؟

(الجواب) جائز غیر اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کی تعظیم کیلئے زمین چومنا یا قبروں کو چومنا

(سوال) تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار کتاب الحظر والاباحۃ میں جو یہ مسئلہ لکھا ہے کہ عالم یا عابد یا

---

(۱) یہ حدیث شریف جو مضمون سے جو متن ترمذی میں موجود ہیں۔ کل شیء یلهو به الرجل المصابیح باطل الا رمیه بقوسه فرسه وملاعبته امرأته فانهن من الحق رواه الترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۳۷

کسی اور کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے الخ تو کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ زندہ آنکھوں کے سامنے موجود روبرو کھڑے یا بیٹھے یا لیٹے عالم یا عابد یا کسی اور کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے یا کچھ ہے اور نیز اس میں کہ علامہ شامی نے جو اس تقبیل کے باب میں **ظاهر کلا مهم اطلاق السجود علی هذا التقبیل** فرمایا تو بناء علیہ اس تقبیل سے مراد سجدہ ہے یا نہیں۔ اور نیز اس میں کہ تقبیل مذکور کو حرمت سے کسی پیر شہید کی قبر کو چومنے کی بھی حرمت ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء حرام ہے۔ یہی مطلب ہے کہ زندہ علماء وغیرہ کے سامنے تقبیل ارض حرام ہے۔ **لانه یشبه عبادة الوثن**. اور اس تقبیل پر اطلاق سجود کا فقہاء نے کیا ہے۔ پھر اسمیں یہ تفصیل ہے کہ اگر تحیۃ کیا ہے تو کفر نہیں فسق و معصیت کبیرہ ہے اور اگر تعظیما و عبادۃ کیا ہے تو کفر ہے۔ اور تقبیل مذکور سے قبور کے چومنے اور سجدہ کرنے کی حرمت بھی بدرجہ اولی ثابت ہوتی ہے۔

اجنبی عورت سے بدن دبوانا درست نہیں

(سوال ۱۳۸۹) اصلاح الرسوم میں ہے کہ مرد کو عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں۔ یہ مقید ہے یا مطلق؟

(الجواب) یہ مسئلہ مقید ہے یعنی مرد کو اجنبیہ عورت سے بدن دبوانا درست نہیں۔ بخلاف زوجہ کے کہ مطلقا درست ہے اور محرمات سے بشرط امن شہوت درست ہے۔ **قال فی الدر المختار وما حل نظره مما هو من ذکر وانثی حل لمسه اذا امن الشهوة علی نفسه وعلیها**. واللہ تعالیٰ اعلم

سود خوار کی دعوت غیر اولی ہے

(سوال ۱۳۹۰) سود خوار کی دعوت چائے وپان وغیرہ قبول کرنا اور کھانا کیسا ہے۔ اگر کسی نے سود خوار کے یہاں کا کھالیا تو کیسا ہے؟

(الجواب) سود خوار کے پاس اگر اور کوئی آمدنی حلال مثل زراعت و تجارت وغیرہا کے نہیں ہے تو اس کی دعوت وپان وغیرہ نہ کھانا چاہئیے۔ اگر کھالیا توبہ و استغفار کرے اور اگر اور کوئی آمدنی بھی ہے تو از روئے فتوی اس کی دعوت وغیرہ کھانا درست ہے اور اولی یہ ہے کہ نہ کھاوے

راگ سننا حرام ہے

(سوال ۱۳۹۱) راگ سننا حرام ہے یا حلال مفصل تحریر فرمائیے؟

(الجواب) در مختار میں ہے۔ **وفی السراج ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلا اذنهم لا نکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء النبات الخ وفی الشامی واحتج بقوله تعالی ومن الناس من یشتری لهو الحدیث الایه. وجاء فی التفسیر ان المراد الغناء الخ وفیه تفصیل للمحققین.** الحاصل غناء معروف سے بچنا ضروری ہے کہ وہ منکرات سے کم تر خالی ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میتہ کا لبن اور مردہ مرغی کا انڈا

(سوال ۱۳۹۲) دجاجہ یعنی ماکیان مردہ کے شکم سے جو بیضہ سخت یا نرم نکلے وہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) در مختار میں لکھا ہے۔ وكذا كل مالا تحله الحياة حتى الانفحة اللبن کہ میتہ کا دودھ پاک و حلال ہے اسی قاعدہ سے مرغی کا بیضہ بھی حلال و پاک ہے۔ لیکن بعض فقہاء نے دودھ میتہ کے بارہ میں مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہے وہ ناپاک فرماتے ہیں۔ پس احتیاط اسی میں ہے اور بیضہ کے بارہ میں بھی یہی احتیاط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

زندہ مرغ کا پیٹ چاک کر کے بیمار کے سر پر باندھنا

(سوال ۱۳۹۳) زندہ مرغ کا پیٹ چاک کر کے سرسام والے کے سر پر باندھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

(الجواب) بلاذبح کئے ایسا کرنا درست نہیں کہ اس میں تعذیب ہے۔ اور پھر استعمال میتہ خود حرام ہے۔

کانوں تک یا دوش تک بال رکھنا مستحب ہے

(سوال ۱۳۹٤) قصر موئے مبارک آں حضرت ﷺ بغیر از حج و عمرہ نیز ثابت است یا نہ۔ وسنت در گزاشتن موئے تا بگوش و دوش است یا زائد ازاں۔ نیز بہر قدریکہ فروتر روند۔ اگر ارسال آنہا تا بگوش و دوش است۔۔ پس عبارت شیخ عبدالحق و ملا قاری بر چہ محمول خواہد بود کہ شیخ در شرح مشکوٰۃ تحت حدیث خزیم اسدی گفتہ کہ اگر چہ درازی روی مذموم و مکروہ نیست لیکن شاید کہ آں حضرت ﷺ دریں مرد ناز شے و تزیئے بدرازی موی احساس نمود ازیں جہت از حال وے شکایت فرمودہ انتہی و ملا علی قاری تحت مذکور فرمودہ است ولا شك ان طول الشعر ليس مذموما ولا جاء امر يقطع ماز اد على مقدار معلوم منه فلعله ﷺ راى هذا الرجل يتبختر بطول جمة انتهى.

(الجواب) حضرت ملا علی قاری اور امام مناوی رحمہما اللہ نے شرح شمائل میں یہ تحقیق کی ہے۔ ظاهر الاحاديث المسوقة فى هذا الباب ان المصطفى ﷺ كان لا يحلق شعره بغير نسك وعلى مقتضاه جرى الحافظ الزين العراقى فى القنيه حيث قال بحلق راسه لاجل النسك. ورجا قصره فى نسك . وقد ردد الا توضع النواصى. الا لاجل النسك لا المعاصى . قال بعض شراح المصابيح لم يحلق النبى ﷺ راسه فى سنى الهجرة الاعام الحديبية ثم عام عمرة القضاء ثم عام حجة الوداع فليعتبر الطول والقصر منه بالمسافات الواقعة منه فى تلك الازمنة واقصرها ماكان بعد حجة الوداع فانه توفى بعدها بثلاثة اشهر الخ

یہ عبارت شرح فتاوٰے کی اور شرح ملا علی قاری کی عبارت بھی اسی کے قریب قریب ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سنین ہجرت میں قصر صرف ایک دفعہ کیا ہے اور دوبارہ طول و قصر جمہ کی وہی تحقیق ہے جو حضرات محققین شراح و محشین نے لکھا ہے جو تفصیل و اختلاف دربارہ شعر رسول اللہ

علیہ واقع ہے کہ بعض روایات میں کانوں تک ہونا اور بعض میں اس سے زائد منکبین تک ہونا وارد ہے یہ سب درست اور مستحب ہے اور طول جمہ کے انکار کی وجہ وہی موجہ ہے جو شیخ عبد الحق محدث وملا علی قاری نے لکھی ہے۔

ریشم کے متعلق فتویٰ

(سوال ۱۳۹۵)ماقولکم رحمکم اللہ تعالی فی الذین یلبسون ثیابا کثیرة کثیاب اللتی یقال لھا قزا ۔ وفی الذین یلبسون ثیابا غلیظة اللتی یقال لھا کر باس. فایھا افضل عند اللہ وقد بلغنا من الکتب المعتبرة المتداولة شرعا ان الصحابة رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کانوا یلبسون ثیابا غلیظة وان المتضین ایضا یختار ونھا فنحن نحتاج فی ھذا الباب الی التصریح۔

(الجواب)وعن ابن عباس قال کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاء تك اثنتان سرف وبطر رواہ البخاری فی ترجمة الباب وایضا ورد ان النبی ﷺ نھی عن لبس الحریر الحدیث فعلم ان الحریر حرام للرجل واما ثیاب القطن وما سوی الحریر سواء کانت رقیقة او غلیظة لینة او خشنة لیس فیھا حرج اما الثوب الرقیق الذی یکشف ویصف ما تحته فیحتزر عنه

ریشمی رومال، ناک صاف کرنے کیلئے مرد کو جائز نہیں

(سوال ۱۳۹۶)ریشمی رومال ناک صاف کرنے کیلئے اور وضو کے اعضاء پوچھنے کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں زینت کے لئے نہ ہو کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

(الجواب)درست نہیں۔ کما فی الدر المختار قوله الکنیس الذی یعلق) ای یعلقه الرجل معه لا الذی یوضع ولا الذی یعلقه فی البیت واحتزر به عن الذی لا یعلقه والظاھر فی وجھه ان التعلیق یشبه اللبس فحرم لذالك لما علم ان الشبھة فی باب المحرمات ملحقة بالیقین۔ انتھی اور اس سے کچھ پہلے ہے۔ وبه یعلم حکم العرقیة المسماة بالطاقیة فاذا کانت منقشة بالحریر وکان احاد نقوشھا اکثر من اربع اصابع لا تحل. واللہ تعالیٰ اعلم

غیبت غیر مسلم کی اور نابالغ بچوں کی بھی حرام ناجائز ہے

(سوال ۱۳۹۷)غیبت ہر ایک کی خواہ وہ غیر مسلم ہو یا مسلمان ہو یا نابالغ بچوں وغیرہ سب کی برابر ہے یا نہیں؟

(الجواب)شامی میں ہے کہ جیسے مسلمان کی غیبت حرام ہے ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور نابالغ کی بھی غیبت حرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مشرک کی ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانادرست ہے

(سوال ۱۴۹۸) مشرک نجس ہیں پس ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی اورانھیں کے برتنوں میں پکی ہوئی اشیاء کھاناجائز ہے یانہیں جب کہ گائے کے پیشاب وگوبر کووہ پاک سمجھتے ہیں؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ فسور ادمی مطلقا ولو جنبا او كافرا الخ ظاہر شامی میں ہے قوله اوكافرا الخ لانه عليه الصلوة والسلام انزل بعض المشركين فى المسجد على ما فى الصحيحين فالمراد بقوله تعالى انما المشركون نجس النجاسة فى اعتقادهم الخ اس سے واضح ہے کہ مشرکوں کے نجس ہونے سے آیت کریمہ میں نجاست فی الاعتقاد ہے نہ یہ کہ ان کے ہاتھ پیر منہ وغیرہ بعد دھونے کے بھی نجس رہتے ہیں پس ان کے ہاتھ کا کھانا پکایا ہوا کھانا درست ہے۔ اور تاوقتیکہ نجاست ان کی ظروف اور طعام کی معلوم نہ ہو نجاست کا حکم نہیں لگا سکتے۔ اليقين لا يزول بالشك قاعدہ مقررہ فقہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احتکار بشرط ضرر حرام ہے

(سوال ۱۴۹۹) غلہ خرید کر بھر رکھنا بشرطیکہ مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے اور گرانی کا منتظر رہنا جائز ہے یانہیں؟

(الجواب) قال فى الدرالمختار وكره احتكار قوت البشر الخ فى بلد يضر باهله الحديث الجالب مرزوق والمحتكر ملعون فان لم يضر لم يكره الخ پس معلوم ہوا کہ صورت مسؤلہ شرعا مکروہ ہے۔

مقروض کوبقدر ادا قرض سوال کرنا جائز ہے

(سوال ۱۵۰۰) اگر کوئی شخص مقروض ہو یا کسی اہم خرچ میں پڑے اور اپنے پاس روپیہ موجود نہ ہو۔ اور طاقت اداء بھی نہ ہو تو اس صورت میں مقروض خود سوال کر سکتا ہے یا دوسرے سے سوال کرا سکتا ہے یانہیں؟

(الجواب) ایسا مدیون ومقروض جس کو طاقت اداء نہ ہو بقدر ادائے قرض سوال کر سکتا ہے اور کرا سکتا ہے۔ اگر اہل اسلام اس کی اعانت کریں اچھا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ يا قبيصة ان المسئلة لا تحل الا لاحد ثلثة رجل تحمل حمالة فحلت له المسئلة حتى يصيبها الحديث (رواه مسلم) اور دوسری حدیث میں ہے۔ ان المسئلة لا تحل لغنى ولا لذى مرة سوى الالذى فقر مدقع او غرم مفظع ومن سأل الناس ليثرى به ماله كان خموشا فى جهة يوم القيامة ورضفايا كله من جهنم فمن شاء فليقل ومن شاء فليكثر (رواہ الترمذی) واللہ تعالیٰ اعلم

صرف وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے

(سوال ۱۴۰۱) کتنے پانی ہیں جن کے کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سے کھڑے ہو کر پینا ممنوع معلوم ہوتا ہے؟

(الجواب) درمختار میں ہے۔ وان یشرب بعده من فضل وضوئه کماء زمزم مستقبل القبلة قائما او قاند او فیما عداهما یکره قائما تنزیها الخ ماتن درمختار نے وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مستحبات میں لکھا تھا۔ اس پر شارح نے ماء زمزم کو بھی بڑھایا کہ اس کا بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ ماسواء ان دونوں کے کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہ لکھا ہے۔ لیکن قائما کے بعد شارح کا لفظ اور قاعد ابڑھانا اس طرف مشیر ہے کہ اختیار ہے خواہ کھڑے ہو کر پیوے یا بیٹھ کر پوری تفصیل شامی میں ہے اس کو دیکھ لیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

داڑھی کتنی رکھنی چاہیئے

(سوال ۱۴۰۲) بعض کا قول ہے کہ یکمشت داڑھی رکھنا مسنون ہے اگر یہ صحیح ہے تو یکمشت کہاں سے لی جائے گی؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار والسنة فیهما القبضة الخ وفی الشامی وهو ان یقبض الرجل لحیته فما زاد منها علی قبضة قطعه الخ شامی اور یہ قبضہ تھوڑی کے نیچے سے لیا جاوے گا۔

دیوالی کے موقع پر اہل ہنود کی دی ہوئی مٹھائی کا حکم

(سوال ۱۴۰۳) دیوالی کو اہل ہنود اپنے ملنے والوں کو اپنی خوشی سے کچھ مٹھائی وغیرہ دیتے ہیں۔ شرعا یہ مٹھائی وغیرہ ہنود سے مسلمانوں کو لینا اور کھانا کیسا ہے؟

(الجواب) لینا اور کھانا اس کا درست ہے کما افتی بہ المحدث الفقیہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کفار کے مذہبی میلوں میں خرید فروخت کیلئے جانا

(سوال ۱۴۰۴) ہندوؤں کے میلوں میں خرید و فروخت کے لئے جانا درست ہے کہ نہیں؟

(الجواب) کفار کے مذہبی میلوں میں جانا اور کچھ خرید و فروخت کرنا درست نہیں ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دھوبی نے ایک کا کپڑا دوسرے کو دیا اس کے استعمال کا حکم

(سوال ۱۴۰۵) زید کا کرتہ دھوبی نے غلطی سے اور کو دیدیا اور کسی دوسرے شخص کا کرتہ زید کو دیدیتا ہے تو

اس کرتہ کو لینااور استعمال کرنا زید کو جائز ہے یانا جائز اگر چہ وہ کرتہ قیمت میں کم وبیش ہو۔ اگر زید نہیں لے گا تو اس کا نقصان ہو گا ؟

(الجواب) شامی میں ایسی صورت لکھی ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ (قلت ومثله فی خلاصة الفتاوی والهداية ۱۲ محمد شفیع عفاعنہ) واللہ تعالیٰ اعلم

گائے بیل کے گوبر کے استعمال کا حکم

(سوال ١٤٠٦) زید کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص گوبر گائے وبیل وغیرہ کو استعمال میں لائے۔ خواہ جلائے خواہ گوبری پھیرے اور امام محمد صاحبؒ کی روایت کو اپنا متدل بنائے تو اس پر عند الشرع کچھ مواخذہ نہیں وطهر هما محمدؒ اخرا للبلوی وبه قال مالك درمختار بحر کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص شطرنج کھیلے گو امام ابو یوسفؒ کے قول کو متدل بناوے تاہم وہ عند الشرع فاسق نہ ہوگا۔ شہادت اس کی عند الشریعت مقبول نہ ہو گی وعلی ہذ القیاس۔ اگر کوئی شخص گوبر کا استعمال کرے وہ بھی فاسق ہے اگر امام محمدؒ کی روایت کو اپنا متدل بناتا ہو۔ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ صاحبینؒ کی روایات پر عمل کرنے سے کسی قسم کی عند الشرع ملامت نہیں ہے ؟

(الجواب) اس میں زید کے قول کی صحت کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ امام محمدؒ کی روایت کی بھی تصحیح کی گئی ہے۔ اور اس میں ضرورت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ احتیاط اس کے ترک میں ہے

کچھ سایہ اور کچھ دھوپ میں بیٹھنے کی ممانعت

(سوال ١٤٠٧) نصف بدن دھوپ میں اور نصف سایہ میں رکھنا منع فرماتے ہیں۔ آیا اس سے مراد درخت کا سایہ ہے یا دیوار کا اور اس میں نہی شفقتاً ہے یا حکماً ؟

(الجواب) الفاظ حدیث یہ ہیں. وعن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا كان احدكم فقلص عنه الظل فصار بعضه فى الشمس وبعضه فى الظل فليقم رواه ابو داؤد. صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں۔ قوله فليقم اى فليتحول منه الى مكان اخر يكون كله ظلا او شمسا لان الانسان اذا قعد ذلك المعقد فسد مزاجه لا ختلاف حال البدن من الموثرين المتضادين. الخ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت بوجہ شفقت ہے۔ اور خوف فساد مزاج کے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مدرس مدرسہ کیلئے طلباء کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے

(سوال ١٤٠٨) جو مدرس کہ اسلامیہ مدرسہ میں ملازم ہے اور طلباء اس کو کوئی شے ہدیہ دیں تو یہ لینا درست ہے کہ نہیں مجھ کو تو اس کی وہی صورت معلوم ہوتی ہے کہ جیسے حکام کو دعوت وغیرہ کھانا منع ہے ؟

(الجواب) مدرس مدرسہ اسلامیہ حاکم نہیں ہے جو اس کو مثل اور حکام کے سمجھا جاوے۔

محصول ریل سے بچنے کیلئے اپنا اسباب دوسرے رفیق کے حساب میں لگا دینا

(سوال ۱۴۰۹) بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ بوجہ محصول ریل کے اپنا مال دوسرے مسافروں کو دے دیتے ہیں تاکہ وزن میں کمی رہے اور محصول بالکل نہ لگے یا کچھ کم لگے یہ کیسا ہے ؟

(الجواب) اگر دوسرے مسافروں سے کہہ دے کہ میرے پاس وزن زیادہ ہے اور تمہارے پاس کم ہے۔ تو اس زائد وزن کو اپنے حصہ میں لگالو۔ اور مجھ پر یہ احسان کرو۔ مجھ کو محصول نہ دینا پڑے تو اس میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا ہے۔ جیساکہ اپنا کچھ بوجہ کسی دوسرے حاضر کو کہ جو ساتھ مسافر ہے دیدے کہ یہ اسباب تو اپنے اسباب کے وزن میں محسوب کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خوف فتنہ کے وقت فاسق بھائی سے بھی عورت کو پردہ کرنا چاہئے

(سوال ۱۴۱۰) ایک عورت ہندہ کا عینی بھائی یا چچا شراب خوار زانی فاسق مخمور رہتا ہے۔ لہذا ہندہ اس سے پردہ کرتی ہے زید کہتا ہے کہ پردہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ فاسق کا اعتبار نہیں اور ہندہ اگر پردہ نہ کرے گی تو اس کی عفت وحیا میں فرق آوے گا۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ محرم ہیں ان سے کسی صورت میں پردہ نہیں ہے بلکہ پردہ کرنا بے حیائی ہے ؟

(الجواب) اپنے محرم سے پردہ نہیں ہے اور عینی بھائی اور چچا محرمات لبدیہ سے ہیں۔ لہذا ان سے پردہ لازم نہیں ہے۔ لیکن موضع فتنہ وخوف میں فقہاء نے محارم سے بھی پردہ کا حکم فرمایا ہے۔ جیساکہ در مختار میں ہے۔ **ومن محرمه هی من لا یحل له نکاحها ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجه والصدر والساق والعضد ان امن شهوته و شهوتها ایضا. الخ** پس اگر ہندہ کو خوف فتنہ ہے تو پردہ کرنا اس کا حق بجانب ہے اس پر ملامت نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرنے کا حکم

(سوال ۱۴۱۱) مدرسہ کا روپیہ ڈاکخانہ میں جمع ہے جب وہ روپیہ لیا جائے گا اس وقت سود بھی ملے گا کیا وہ سود کا روپیہ مدرسہ کے کام میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) محتاج طلبہ کا خرچ اس زائد روپیہ سے اٹھالیں تو درست ہے اور لازم ہے کہ آئندہ مدرسہ کا روپیہ ڈاکخانہ میں جمع نہ کیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مچھلی کے سب اعضا کا کھانا جائز ہے خشک مچھلی کا حکم

(سوال ۱۴۱۲) بعض جگہ خشک مچھلی اس طرح کھاتے ہیں کہ نمک نہیں لگاتے اور خشک کرتے وقت اس سے اجزاء ممنوعہ مکروہ مثل پتہ، حرام مغز، غدود، ذکر، خصیہ وغیر کلاً یا جزءاً نہیں نکالتے۔ بعض جگہ نکال کر بھی خشک کرتے ہیں لیکن پھر بھی بعض اقسام ماہی سے ایسی بدبو آتی ہے کہ بعد پکنے کے بو نہیں جاتی۔ اس سے

خوف حدوث امراض ہوتا ہے۔ آیا ایسی مچھلی یا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) سمک متعفن وبدبودار متغیر کے اکل کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں بوجہ ضرر کے کلام اس میں ہے کہ جو اجزاء حیوان وموی میں حرام ومکروہ ہیں وہ سمک میں بھی حرام ومکروہ ہیں یا نہیں۔ پس جب تک کہ میتہ ہونا مچھلی کا سبب حرمت وکراہت نہیں ہے تو یہ مقتضی اس کو ہے کہ اس کے اجزاء مثانہ وغیرہ بھی حرام ونجس نہیں ہیں۔ ولینظر ما فی ردالمحتار اخرالذبائح قبیل الاضحیہ عن معراج الدرایہ ولووجدت سمکۃ فی حوصلۃ الطائر توکل وعند الشافعیؒ لا توکل لانہ کالرجیع ورجیع الطائر عندہ نجس وقلنا انما یعتبر رجیعا اذا تغیر وفی السمك الصفار اللتی نقل عن غیر ان یشق جوفہ فقال اصحاب الشافعی رحمہ اللہ لا یحل اکلہ لان رجیعہ نجس وعند سائر الائمۃ یحل. واللہ تعالیٰ اعلم

کمیشن پر چندہ کرنا اور دیگر مسائل

(سوال ۱۴۱۳) مدرسہ ایک شخص کو بغرض وصول چندہ ملازم رکھنا چاہتا ہے جس کی بابت چند صورتیں زیر بحث ہیں۔

اول یہ کہ محصل چندہ جس قدر روپیہ مدرسہ میں وصول کر کے داخل کرے اس کی چہارم تعداد کے پانے کا مستحق ہوگا۔

دوئم یہ کہ مدرسہ دس روپیہ ماہانہ تنخواہ پر معین کر کے ملازم رکھے اور زید سے کہہ دے کہ اگر تیس روپیہ ماہانہ وصول کرو گے تو پوری تنخواہ ملے گی اور اگر کم وصول کیا تو کل تنخواہ نہیں گی۔

سوئم یہ کہ منجانب مدرسہ زید کو ایک روپیہ روزانہ چندہ وصول کرنے کے واسطے اجرت ۴ یومیہ پر ملازم رکھا جاوے اور جس قدر ایام کی بابت وہ چندہ داخل کریں اس کی اجرت بشرح طے شدہ مسطورہ بالا ان کو دیدی جائے؟

(الجواب) یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں اول صورت کا عدم جواز تو ظاہر ہی ہے کیونکہ اس میں اجرت مجہول ہے اور ثانی اور ثالث صورت میں جہالت اجرت بھی لازم آجاتی ہے جب کہ وہ مثلاً تیس روپیہ ماہوار کا ایک ایک روپیہ روزانہ وصول نہ کرے۔ علاوہ بریں یہ شرط کرنا کہ اگر تیس روپیہ مہینہ میں وصول نہ ہوئے تو بحساب اس کے تنخواہ کم کر دی جاوے گی اور اسی طرح ثالث صورت میں بھی ایک روپیہ سے کم ہونے پر ۴ یومیہ نہ ملیں گے۔ مفسد عقد اجارہ ہیں۔ بلکہ یوں چاہیئے کہ تنخواہ ماہانہ یا روزانہ دی جائے اور چندہ کی مقدار کچھ مقرر نہ کی جائے۔ جس قدر چاہے چندہ وصول ہو تنخواہ مقررہ پوری دینی چاہیئے تب اجارہ صحیح ہوگا۔

انگریزی دواؤں کا حکم

(سوال ۱۴۱۴) انگریزی دوائیں اکثر اسپرٹ پڑتی ہے اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) جس دوا میں بالیقین شراب ملی ہو اس کا استعمال مسلمانوں کو درست نہیں ہے الا ان تکون الضرورۃ مبیحۃ اور جو اشتباہ ہو تو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ جو مشہور ہے کہ قرآن پاک میں چودہ نام شیطان کے آئے ہیں غلط ہے

(سوال ۱۴۱۵) حفاظ میں جو مشہور ہے کہ قرآن شریف میں چودہ نام شیطان کے ہیں۔ سات سورہ فاتحہ میں اور سات باقی قرآن شریف میں ؟

(الجواب) یہ قول بالکل غلط ہے۔ مقدمہ ابن جوزی میں لکھا ہے۔ اقول وما اشتهر علی لسان بعض الجهلة من القران فی سورة الفاتحه للشیطان کذا من الاسماء فخطاء فاحش واطلاق قبیح.

لحم خنزیر و شراب وغیرہ جانوروں کو کھلانا پلانا

(سوال ۱۴۱۶) خنزیر کی سری کو اگر مسلمان اپنے جانوروں کو مثلاً بیل گھوڑے وغیرہ کو کھلائے پلائے تو جائز ہے یا نہیں اسی طرح اگر کوئی خون یا شراب یا دیگر اشیاء نجسہ کو جانوروں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) خنزیر کی سری وغیرہ کو اور اسی طرح خون یا شراب و دیگر اشیاء نجسہ کو جو عین نجاست ہیں بیل و گھوڑے وغیرہ کو کھلانا حرام ہے۔ کما فی الشامی. قوله بخلاف ابودك ای دهن المیت لانه جزء ها فلا یکون مالا ابن مالك ای فلا یجوز بیعه اتفاقا وکذا الا نتفاع به لحدیث البخاری ان الله حرم بیع الحمر والخنزیر والا صنام قیل یا رسول الله ارئیت شحوم المیتة فانه یطلی بها السفن ویدهن بها الجلود ویستصبح بها الناس قال لا وهو حرام الحدیث. شامی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر منکوحہ عورت کو پاس رکھنے والے کا مقاطعہ کرنا

(سوال ۱۴۱۷) ایک شخص ایک عورت کو بغیر نکاح کئے ہوئے گاؤں لایا اور دونوں ایک مکان میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ عورت کو حمل بھی ہو گیا اور بچہ ہوا نہ اس نے اس عورت سے اب تک نکاح کیا اور نہ برادری کے لوگ اس کو کچھ کہتے ہیں اور نہ اس سے علیحدگی کرتے ہیں۔ اس صورت میں عورت اور مرد اور برادری کی نسبت کیا حکم ہے ؟

(الجواب) ظاہر ہے کہ عورت و مرد فاسق مرتکب کبیرہ کے ہیں ان کے ساتھ ترک مجالست و مواکلت و مشاربت لازم ہے اور برادری کے لوگ جو ان سے ملنا اور کھانا پینا ترک نہیں کرتے اور ان کو تنبیہ نہیں کرتے وہ بھی سب کے سب گنہ گار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حکم اور ثالث کا فریقین سے فیس لینے کا حکم

(سوال ۱۴۱۸) عدالت ججی میں ایک مقدمہ دائر ہوا جس میں ہندہ مطلقہ نے اپنے زوج پر مہر واپسی جہیز کا دعوی کیا۔ عدالت نے فریقین مقدمہ نے اس پر راضی ہو کر ایک شخص کو مقرر کیا جس کو فریقین نے باا تفاق تسلیم کر لیا عدالت نے بھی اسے مقرر کر دیا اور اس کے لئے سو روپیہ فیس مقرر کر دی اور اسے بذریعہ عدالت اطلاع دی کہ تم کو فلاں فلاں مدعی مدعا علیہ نے اپنے مقدمہ میں حکم بنایا ہے۔ لہذا تم اس مقدمہ کی تحقیقات کر کے منصفانہ فیصلہ کر دو اور اس کے لئے سو روپیہ تم کو بھیجے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ فیس حکم کو لینا جائز ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ عدالت خود یہ فیس حکم کو دے۔ یعنی اپنے خزانہ سے

دوئم یہ کہ فریقین مقدمہ سے عدالت وصول کرے اور پھر حکم کو دے۔

ان دونوں صورتوں کے حکم میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ حکم کو مدعی مدعا علیہ کے بیان لینا شہادت لینا عذرات سننا فریقین کو تاریخ کی اطلاع تحریری دینا اور تمام مثل تحریر مرتب کرنا اور پھر فیصلہ لکھنا اور تمام کاغذات عدالت میں بھیجنا یہ تمام کام کرنے پڑیں گے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) قال فى الدر المختار . المحكم كالقاضي وفيه من كتاب الخطر والاباحة وجاز رزق القاضي في بيت المال الى ان قال ولو غنيا وهذا لو بلا شرط ولو به كالاجرة فحرام لان القضاء طاعة الخ وفى ردالمحتار من القضاء قال فى البحر وذكر الهدية ليس احتراز يا اذ يحرم عليه الاستقراض والاستعارة ممن يحرم عليه قبول الهدية كما في الخانية قلت ومقتضاه انه يحرم عليه سائر التبرعات فتحرم المحاباة ايضا ولذا قالوا له اجرة كتابة الصك بقدراجر المثل فان مفاده انه لايحل له اخذ الزيادة لانها محاباة وعلى هذا فما يفعله بعضهم من شراء الهدية بشئى يسير اوبيع الصك بشئى كثير لا يحل وكذا ما يفعل بعضهم حين اخذا لمحصول من انه يبيع به الدافع دواة اوسكينا اونحو ذلك لا يحل لانه اذا حرم الاستقراض والاستعارة فهذا اولى الخ. ردالمحتار . قوله ولو غنيا فى الاصح عبارة الهداية ثم القاضى اذا كان فقيرا. فالافضل بل الواجب الاخذ لانه لا يمكنه اقامة فرض القضاء الا به اذا الاشتغال بالكسب يقعده عن اقامة وان كان غنيا فالا فضل الامتناع على ما قبل رفقا ببيت المال وقيل الاخذ وهوا لاصح صيانة للقضاء عن الهو ان ونظرا لمن تولى بعده من المحتاجين الخ. قوله وهذالو بلا شرط الخ بان تقلد القضاء ابتداء من غير شرط ثم رزقه الوالى كفاية الخ.

ان عبارات وامثالہا سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حکم اس بارہ میں مثل قاضی کے ہے۔ اور قاضی کو قضاء پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔ اور اگر تحریر وغیرہ کی اجرت کا طالب ہو تو بقدر اجر مثل مل سکتی ہے نہ زائد لہذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں حکم فیس مذکور فریقین سے لینا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر حاکم اور والی خزانہ میں سے دیدیویں تو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کوئی چیز بتوں پر چڑہانے کیلئے بیچنا مکروہ مگر قیمت حلال ہے

(سوال ۱۴۱۹) میرے پاس بکریوں کا روزگار ہے عموماً اس جگہ مشرک آباد ہیں جو کہ بکریوں کے بچے مار کر اس کا خون بتوں پر ڈالتے ہیں اور اکثر میں بھی بکرا بکری ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بیچنا ان کے ہاتھ حلال ہے یعنی قیمت ان بچوں اور بکرا بکری کی بائع کو حلال ہے لیکن یہ فعل مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہنود کے چھوڑے نر سے کسی گائے وغیرہ پر جفتی کرانا

(سوال ۱۴۲۰) اہل ہنود نر کو بازار میں چھوڑ دیتے ہیں وہ لوگوں کا نقصان کرتا پھرتا رہتا ہے۔ ایسے نر سے مادہ گاؤ کو ملانا اور اس گائے کے دودھ سے فائدہ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسے نر سے مادہ گاؤ اگر حاملہ ہو اور بچہ جنے تو اس کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھانا درست ہے۔

بت کے نام پر جو چھوڑا جائے وہ حرام ہے

(سوال ۱۴۲۱) بت کے نام پر جو بکرا چھوڑا جاوے اس کا کھانا اور قربانی درست ہے یا نہ؟

(الجواب) بت کے نام پر جو بکرا چھوڑا جاوے وہ ما اہل بہ لغیر اللہ ہے اس کا کھانا درست نہیں اور نہ قربانی اس کی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سارق سے جرمانہ لیکر مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے

(سوال ۱۴۲۲) حضرات علماء رحمہم اللہ مسائل ذیل میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں:

(۱) ایک شخص نے کسی شخص کے روپے چرائے ظاہر ہونے پر اس سے کل روپیہ وصول کئے گئے بستی کے سربر آوردہ لوگ اس بات پر متفق ہوئے کہ علاوہ اس کے کہ اس سے اصل مال اصول کر لیا گیا ہے۔ مبلغ ۲۵ روپیہ بطور جرمانہ ادا کرے۔ اور یہ روپیہ اس مدرسہ میں صرف کیا جائے جو اس بستی میں عرصہ سے قائم ہے اس نے اس روپیہ کو ادا کر دیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس روپیہ کو مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں ضرور پیش ہوتا اور اس وقت سارق کا خرچ اس مقدار سے غالباً زائد ہو جاتا اور جیل خانہ کی سزا بھی ہوتی۔ مال مسروق ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب ہے۔ علاوہ اس کے مبلغ ۱۳ روپیہ اس شخص نے خود بطور تبرع کے مدرسہ کو دیئے جس کی چوری ہو گئی تھی۔ ان روپوں کا کیا حکم ہے؟

(۲) سات آدمی ایک گائے میں قربانی کی غرض سے شریک ہوئے اس گائے کی قیمت مبلغ دس روپیہ ہے۔ اب اگر اس قیمت میں سات حصوں پر مساوات فی التقسیم کا لحاظ کیا جاوے تو کسر میں دشواری در پیش ہے۔ اس کی تقسیم کیونکر کی جاوے؟

(۳) شوہر کے سوا کسی دوسرے کے مرنے پر تین دن سے زیادہ غم کرنا ناجائز ہے لیکن جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ زہرہ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات کی وفات پر ۶ ماہ تک غم کرتی رہیں اس کی توجیہ کیا ہوگی؟

(۴) والدہ کی زندگی میں لڑکے کا انتقال ہو جاوے تو پوتا محجوب ہے یا نہیں؟

(الجواب) جرمانہ مالی شرعاً جائز نہیں ہے۔ کما فی الشامی والحاصل ان المذھب عدم التعزیر باخذ المال الخ پس صرف کرنا اس ۲۵ روپیہ کا مدرسہ میں جائز نہیں ہے بلکہ اس روپیہ کو واپس کرنا چاہئیے پھر اگر وہ خوشی سے مدرسہ میں دیوے تو مدرسہ میں صرف کرنا درست ہے۔ اور ۱۳ روپیہ جو مالک مال نے اپنی خوشی سے مدرسہ میں دیئے ان کا لینا اور صرف کرنا مدرسہ میں جائز ہے۔

(۲) اگر کوئی شریک دوسرے کی طرف سے کوئی پیسہ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر بجائے پائی کے ہر ایک شریک پیسہ پیسہ دے کر جو پیسے زیادہ ہوں وہ مالک گائے یعنی بائع کو دیدیویں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ غرض اس میں کوئی امر قابل استفسار نہیں ہے۔

(۳) رنج اور غم بے اختیاری امر ہے اس میں شرعاً کچھ تحدید اور روک نہیں ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ لباس ماتمی وغیرہ پہنا جاوے۔ سو یہ ثابت نہیں ہے۔

(۴) اگر کوئی پسر موجود ہے تو پوتا محروم ہوتا ہے اور اگر دوسرا کوئی پسر زندہ نہیں تو پوتا بجائے اپنے باپ کے وارث ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جس شخص کے پاس مال حرام و حلال جمع ہوں اس کے یہاں کھانے کا حکم

(سوال ۱۴۲۳) زید کے یہاں ابتداء میں تجارت حلال طریقہ سے تھی بعد اس کے چیزیں گرور کھنا شروع کیا رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی۔ اب بالفعل زید کے یہاں تجارت نمک کھاری و تمباکو۔ اور کاشکاری و زمینداری وغیرہ بھی ہے۔ علاوہ ازیں سود کا کاروبار علانیہ طور سے جاری ہے ایسی حالت میں زید کے یہاں مسلمانوں کو کھانا اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور اس کے روپیہ سے مسجد مدرسہ میں امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) از راہ فتویٰ یہ سب امور درست ہیں کیونکہ حرمت کا یقین اس خاص طعام میں اور روپیہ میں نہیں ہے اور تقویٰ اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس کا کھانا وغیرہ نہ کھایا جائے اور اس کے روپیہ پیسہ سے احتیاط کی جاوے خاص کر مسجد میں ایسا مشتبہ مال لگانا نہ چاہئیے۔ کماورد فی الحدیث ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب. الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شادی میں رنگین خط لکھنا اور دیگر رسوم

(سوال ۱۴۲۴) کوئی شخص اپنی برادری کو کسی شادی میں مقفےٰ مسجع عبارت واشعار کے خطوط لکھ کر بلاوے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی قسم کے خطوط روانہ فرمائے ہیں؟ (۳) اتباع

شریعت کیا ہے جب کہ آنحضرت ﷺ کے خاص اور عام او قات میں کوئی پر تکلف کام نہیں تھا تو کیا اب شادیوں وغیرہ میں طرح طرح کے سامان اور پر تکلف کھانے اور لوگوں کے اجتماع جائز ہے یا نہیں ؟ (۴) مسلمانوں کی اکثر قوموں میں یہ دستور ہے کہ وہ شادی کی شرکت کے لئے اپنے بھائیوں کے پاس جاکر رسم برادرانہ دیتے ہیں اور ان کو اگر وہ کسی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں تو منت اور عاجزی اور خوشامد سے راضی کرتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب)(۱) اس میں شرعاً کچھ حرج اور کچھ مواخذہ نہیں ہے۔

(۲) چونکہ آنحضرت ﷺ نے دعوت کے خطوط کو منع نہیں فرمایا اس لئے یہ امر شرعاً درست ہے۔

(۳) اتباع شریعت یہ ہے کہ حرام کو حرام سمجھے اور ترک کردے اور حلال کو حلال سمجھے اور اس پر کاربند ہو چونکہ آنحضرت ﷺ نے پر تکلف کھانوں کو منع نہیں فرمایا بلکہ اجازت دی ہے اور برادری کی دعوت کو جائز و مستحب فرمایا ہے۔ لہذا نفس اجتماع برادری اور ان کو کھانا کھلانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل من حرم زینة الله اللتی اخرج لعباده والطیبات من الرزق. الایة (ترجمہ) کہدو اے محمد (ﷺ) کس نے حرام کیا ہے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائے اور کس نے عمدہ لذیذ کھانوں کو حرام کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو منع نہیں فرمایا ہے۔

(۴) اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے صلہ رحمی کی بڑی فضیلت اور تاکید شریعت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سہارے کے ذریعہ بھینس کا دودھ نکالنا مکروہ ہے

(سوال ۱٤۲٥) جس گائے یا بھینس کا بچہ مر گیا ہو اس کا دودھ اسکی پیشاب گاہ میں انگلی دے کر نکالا جاتا ہے اس ترکیب سے دودھ نکالنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجوب) دودھ جو اس عمل اور تدبیر کے ذریعہ سے نکالا جاوے پاک ہے اور حلال ہے مگر یہ فعل ضرور شنیع اور مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بچیوں کے ناک کان چھیدنا جائز ہے

(سوال ۱٤۲٦) عورتوں کا کان اور ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں اور حضرت عائشہؓ کے کان اور ناک چھیدے ہوئے تھے یا نہیں ؟

(الجواب) حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔ **ثم اتی النساء فوعظهن وذکر هن وامرهن بالصدقة فرئیتهن یهوین الی اذانهن وحلو فهن یدفعن الی بلال الحدیث** اس حدیث سے کانوں کا زیور زمانہ آں حضرت ﷺ میں صحابیات کے کانوں میں ہونا ثابت ہوا اور جن کانوں کا زیور ثابت ہوا تو چھیدنا کانوں کا

(۱) اتی حسین من القرط والقلادة صدقات

بھی ثابت ہوا رہا ناک کا چھیدنا اس کی نسبت در مختار میں یہ ہے۔ وهل یجوز الخزام فی الانف لم اره اور شامی میں ہے۔ قوله لم اره قلت ان كان مما یتزین النساء به كما فی بعض البلاد فهو فیها كثقب القرط اه ط وقد نص الشافعیة علی جوازه مدنی شامی ص ۲۷ ج ۵ حظر واباحة. پس اس عبارۃ شامی سے اس کا جواز معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دولہا کے سر پر سہرا باندھنا جائز نہیں

(سوال ۱۴۲۷) سہرا دولہا کو شادی میں باندھا جائے یا نہیں؟

(الجواب) نہ باندھا جاوے کہ یہ رسم ہنود کی ہے اور مشابہت ان کے ساتھ ممنوع و حرام ہے۔

شراب کی چار قسمیں جو قطعی حرام اور نجس ہیں

(سوال ۱۴۲۸) عاصی نے حضور پر نور جناب پیر مرشد قدس سرہ العزیز سے سنا تھا کہ چار قسم کی شراب قطعاً حرام ہے وہ چار قسم یہ یاد پڑتی ہیں اگر یادداشت میں غلطی ہو اصلاح فرمائیں۔ عرق انگور تازہ و خشک اور چھوارہ و کشمش۔

(الجواب) در مختار میں بھی ایسا ہی ہے۔ والمحرم منها اربعة انواع اور پھر ان چار انواع کی تفصیل اسی طرح کی کہ ایک ان میں سے عرق انگور خام جب مسکر ہو جاوے دوم عرق انگور مطبوخ جب مسکر ہو جاوے۔ سوم کھجور کا عرق خام جب مسکر ہو جاوے۔ چہارم عرق کشمش جب کہ وہ مسکر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محکمہ آبکاری کی ملازمت جائز نہیں

(سوال ۱۴۲۹) جو آمدنی ملازمت شراب کے محکمہ سے ہو اور پھر اسی محکمہ سے پنشن وظیفہ ملے تو یہ جائز ہے یا نہ؟ (۲) ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

(الجواب) ایسی آمدنی مسلمان کے لئے ناجائز ہے (۲) مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے

(سوال ۱۴۳۰) دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان پاک ہے یا کچھ فرق ہے۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) کپڑا دھوبی کا دھویا ہوا ہندو ہو یا مسلمان پاک ہے۔ نماز بلا کراہت اس سے جائز ہے۔ کتب فقہ میں شرط ازالہ نجاستہ ہے نہ اسلام غاسل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سفر سے واپسی کے وقت بیوی سے مصافحت سنت میں ثابت نہیں

(سوال ۱۴۳۱) جب مرد سفر سے واپس آوے تو اپنی زوجہ سے مصافحہ کرے یا نہیں۔ مصافحہ کرنا اپنی زوجہ

سے حدیث سے ثابت ہے یا نہیں ؟

(الجواب) شامی میں ہے۔ **وان دخل علی اھلیہ یسلم اولا ثم یتکلم الخ** یعنی اگر اپنے گھر میں داخل ہو تو اول سلام کرے پھر کلام کرے اور مصافحہ کرنا اپنی زوجہ سے ظاہر ہے کہ جائز اور درست ہے لیکن سنیت اس کی بظاہر ثابت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یارسول اللہ یا علی یا خواجہ وغیرہ کہنے کا حکم

(سوال ۱۴۳۲) ہر وقت یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو کیا شرک کے درجہ پر پہنچتا ہے۔ اور یا علی اور یا خواجہ بھی کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

(الجواب) ایسا کہنا درست نہیں ہے جیسا کہ **ایاک نعبد وایاک نستعین** خاص اسی طرف مشیر ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہئیے اور حدیث شریف میں ہے۔ **واذا استعنت فاستعن باللہ** اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے چاہ۔ الغرض غیر اللہ سے اعانت طلب کرنا اور ان کو قضائے حاجت کے لئے پکارنا ناجائز اور شرک ہے اور بلا اس نیت کے بھی خوب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نو مسلم اگر نام نہ بدلے اور ختنہ نہ کرائے تو اس کا حکم

(سوال ۱۴۳۳) ایک غیر مسلم شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ مانتا ہے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا قائل ہے اور تمام عقائد ایمانیہ وارکان اسلامیہ کا مصدق وعامل ہے مگر اس نے اپنا نام تبدیل نہیں کیا۔ نہ ختنہ کرایا تو اس شخص کو کافر مشرک کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جبکہ توحید ورسالت وعقائد اسلام واحکام ایمان کا معتقد وقائل ہو گیا مسلمان ہو گیا نام تبدیل نہ کرانے یا ختنہ نہ کرانے سے اس پر حکم کفر وشرک کا نہ لگایا جاوے گا۔ واللہ اعلم

بڑی عمر کے نو مسلم کو ختنہ ضرور کرانا چاہئیے

(سوال ۱۴۳۴) ہم دو بھائی نو مسلم ہیں ایک کی عمر ۲۵ سال دوسرے کی ۲۲ سال ہے اگر ہم دونوں کو ختنہ کرانی جائز ہیں تو ختنہ کرالیں یا جو حکم ہو ؟

(الجواب) چونکہ ختنہ شعار اسلام ہے لہذا آپ صاحبوں کو ضرور کرانی چاہئیے۔ ضرورت کی وجہ سے غیر کا نظر کرنا درست ہے۔ **فی الدر المختار وکذا نظر قابلتہ وختان الخ** خود ختنہ کرنے کی ہمت ہو تو سب سے اولیٰ وافضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد و مدرسہ کیلئے مشترکہ چندہ کر کے مشترک صرف کرنا

(سوال ۱۴۳۵) مسجد و مدرسہ کے واسطے ایک ہی جگہ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور چندہ دہندگان کا مقصد بھی یہ

ہی ہے کہ دونوں میں خرچ کیا جاوے تو ایسی صورت میں کچھ قباحت ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب کہ چندہ دینے والے لوگوں کا مقصد دونوں میں صرف کرنا ہے تو دونوں جگہ صرف کرنا بلا تمیز وبلا تفریق درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مدرسوں اور مسجدوں میں غیر مذہب والوں سے چندہ لینا

(سوال ۱۴۳۶) اسلامی و مذہبی مدرسوں و مسجدوں میں غیر مذہب سے چندہ لے کر لگانا۔ طالبعلموں کی کفالت اس سے کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) درست ہے۔

گورنمنٹ کی طرف سے حجاج پر زائد قیود عائد کرنا مذہبی مداخلت ہے

(سوال ۱۴۳۷) اگر کوئی سلطنت اپنی مسلمان رعایا کے سفر حج کے لیے جانے میں یہ شرط لگاوے کہ جس شخص کے پاس صرف مکہ معظمہ تک پہنچنے کا ارادہ ہو جہ کرایہ ہو اور وہاں سے واپسی کا خرچ اس کے پاس نہ ہو تو اس کو جہاز کا ٹکٹ نہ دیا جائے،، تو آیا یہ حکم بموجب شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسا حکم مسلمان کے مذہبی معاملات میں مداخلت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ اور آیت **وللہ حج البیت من استطاع الیہ سبیلا** میں مصارف واپسی کی استطاعت بھی داخل ہے یا نہیں؟

(۲) گورنمنٹ ہند چاہتی ہے کہ حجاج کو جدہ تک لانے اور لے جانے کے ٹھیکہ ایک غیر مسلم جہاز ران کمپنی کو دے دیا جائے۔ اس کمپنی کے جہازوں سے کسی دوسرے جہاز میں حجاج سفر نہ کر سکیں۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قسم کی پابندیاں سفر حج میں عائد کرنی قابل اعتراض ہیں یا نہیں۔ اور اگر مسلمانان ہندوستان حدود قانونی کے اندر رہ کر اس حکم کو منسوخ کیے جانے اور گورنمنٹ کو اس سے باز رکھنے کے لیے جدوجہد کریں تو کیسا ہے؟

(الجواب) حج کعبہ اہل اسلام کے ان چار ارکان ضروریہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ میں ایک ممتاز اور نہایت موکد رکن ہے جس پر اسلام کا قیام وبقاء موقوف ہے اور جس کے ادا نہ کرنے کی صورت میں قرآن وحدیث کے حکم کے موافق ایک مسلمان ہم رنگ وہم سنگ یہودی ونصرانی سمجھا جاتا ہے۔ اور قریب وبعید مرد وعورت کو سب کو شامل ہے اپنے مقدس پیغمبر علیہ السلام کی تصریح کے موافق مسلمان کا مسلم مسئلہ ہے کہ حج بیت اللہ کے بند ہونے کے بعد قیامت آجائے گی اور تمام دنیا فنا ہو جائے گی۔ یہ اس پیشین گوئی کی آج کھلی تصدیق ہے کہ اس زمانہ ضعیف اسلام اور افلاس اہل اسلام میں بھی حج بیت اللہ جو ہر چہار ارکان اسلام سے دشوار اور مشکل حکم ہے جس میں مالی اور جانی تکلیفوں کو پورا تحمل کرنا پڑتا ہے۔ پوری ہمت وقوت کے ساتھ مسلمانوں میں علی العموم جاری ہے اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ حاجیوں کے مجمع میں امراء کو غرباء سے وہ نسبت ہوتی ہے جو ایک کو سوسے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حج بیت اللہ کی فرضیت کے لیے

اس قدر مال ہونا جو حاجی کی تمام ضروریات سفر و حضر کو کافی ہو شرط ہے مگر اس میں بھی تاویل تھی کی مذہب اسلام میں مطلوب اور پسندیدہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان غریب ہو یا امیر حج ادا کرے اور ایک دفعہ پر بس نہ کرے۔ غیر مذہب والے اور ناواقف گو اس عبادت کو وقعت کی نظر سے نہ دیکھیں اور مجنونانہ حرکت سمجھیں۔ مگر وہ مسلمان جو اس حکم کے اغراض و مقاصد کو سمجھے ہوئے ہیں ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اس کی نظر میں حج بیت اللہ اسلام کے لیے جس قدر مہتم بالشان ضروری اور مفید و واجب التعمیل حکم ہے۔ اس حالت میں ادائے حج کے لیے ایسی قیدیں لگانا جس سے حاجیوں کو جانے میں تنگی پیش آوے یا غریبوں کا جانا بالکل موقوف یا کم ہو جاوے۔ بالیقین مذہبی مداخلت ہے اور اس آزادگی کیخلاف ہے جو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے سب مذہب والوں کو دی گئی ہے پس مسلمانوں کو ان قیود کے ہٹانے کی کوشش کرنا اور گورنمنٹ سے درخواست کرنا فرض اسلام ہے اور حدود قانون کے اندر رہ کر ان قیود کے منسوخ کرانے میں جائز کوششوں میں کسی قسم کی کوتاہی اور سکوت جائز نہیں ہے اور ایسی کوشش کرنا ہرگز منشاء گورنمنٹ یا قانون کے خلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حاملہ بیوی سے ہم بستری کرنا

(سوال ۱۴۳۸) استقرار حمل سے کتنے مہینے تک عورت سے ہم صحبت ہونے کی اجازت ہے اور پھر وضع حمل کے وقت سے کتنے عرصہ بعد تک ہم صحبت نہ ہونا چاہیئے؟

(الجواب) استقرار حمل کے وقت سے وضع حمل سے پہلے وطی اپنی زوجہ سے درست ہے پھر بعد وضع حمل نفاس کے مدت تک وطی حرام، اور نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بعد ولادت کے جاری ہو از یادہ مدت چالیس دن ہیں، ویسے جس وقت اس سے کم میں خون بند ہو جاوے بعد غسل کے وطی درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حالت حیض و نفاس میں ہم بستری کرنے میں علاوہ طبی اصول کے شرعا کیا حکم ہے

(سوال ۱۴۳۹) حالت حیض و نفاس میں ہم بستری سے علاوہ طبی اصول کے بموجب نقصان صحت کے شرعا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) حالت حیض و نفاس میں وطی شرعا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حالت حیض و نفاس میں اپنی بیوی سے خلاف وضع فطری ہم بستری کرنا

(سوال ۱۴۴۰) حالت حیض و نفاس میں اپنی زوجہ سے خلاف وضع فطری یعنی دوسرے طریقہ سے ہم بستر ہونا جائز ہے یا ناجائز۔ اور وہی حکم شرعی اس امر میں عورت کے ساتھ کرنے سے ہے جیسا کہ مرد سے؟

(الجواب) حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

استلذاذ کے خیال سے اپنی عورت کے پستانوں کو منہ میں لینا اور چوسنا شرعاً کیسا ہے

(سوال ۱۴۴۱) ایک شخص نے یہ خیال کر کے کہ ایسا کرنے سے عورت کو حظ حاصل ہوگا اپنی زوجہ سے حالت ہم بستری میں اس کی چھاتی کا مساس اپنے منہ سے کیا اور منہ میں لے کر اس کو کھینچا، عورت کے ابھی تک کوئی بچہ نہیں ہوا ہے یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اور ایسا کرنے سے وہ عورت اس مرد کے نکاح سے باہر تو نہیں ہوئی۔ اور ابھی تک اس شخص کو اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا کچھ علم نہیں ہے۔ تو لاعلمی میں ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔ اگر ناجائز ہے تو علم ہونے پر توبہ کرنے سے معافی ہو جائے گی یا نہیں، یا دوبارہ عقد کی ضرورت ہوگی اور پہلا مہر ادا کرنا ہوگا یا نہیں، اور اس ہی عورت سے پھر عقد ہو جاوے گا یا نہیں، اور جس عورت کے بچہ ہو گیا ہو اور جس کے نہ ہوا ہو دونوں سے ناجائز ہے یا صرف اول الذکر سے ؟

(الجواب) اس فعل سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا اور جس کے بچہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو دونوں کا حکم برابر ہے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا، البتہ اس قدر احتیاط چاہئے کہ اس عورت کی پستان میں دودھ نہ ہو تا کہ دودھ منہ میں نہ آوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تین بچے ختنے کے بعد اتفاقاً فوت ہو گئے تو چوتھے بچہ کی ختنہ کا حکم

(سوال ۱۴۴۲) ایک شخص نے ایک لڑکے کی ختنہ قبل از بلوغ حسب دستور کی اور وہ لڑکا ختنہ کے بعد ہی دو روز میں بعارضہ تپ شدید فوت ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرے لڑکے کی ختنہ کی اور وہ لڑکا بھی اسی طور سے دو تین روز تپ شدید لاحق ہو کر قضا کر گیا۔ کچھ زمانہ گزرا تھا کہ تیسرے لڑکے کی ختنہ کی گئی وہ بھی دو تین روز تک سخت بخار میں مبتلا ہو کر گزر گیا۔ اب نوبت چوتھے لڑکے کی آئی ہے۔ مگر والدین کو تجربہ سابقہ سے گمان غالب ہوتا ہے کہ جس طرح پیشتر اس کاروائی سے متواتر تین بچوں کے فوت ہو جانے کا صدمہ اٹھانا پڑا شاید اب کی دفعہ بھی ختنہ کی خوشی کے ساتھ ہی بچہ کی موت کا غم دیکھنا نہ پڑے۔ اس لئے موجودہ لڑکے کی ختنہ میں والدین کو تامل ہوتا ہے۔ آیا شرعاً ایسی حالت میں ترک ختنہ یا تاخیر درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

(الجواب) درمختار میں ہے والاصل ان الختان سنة كما جاء في الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصا نصه فلواجتمع اهل بلدة على تركه حاربهم الامام فلا يترك لعذر وعذر شيخ لا يطيقه ظاهر ووقته غير معلوم وقيل سبع سنين كذافي الملتقى وقيل عشر وقيل اقصاه اثنتى عشرة سنة وقيل العبرة بطاقته وهو الاشبه وقال ابو حنيفه لاعلم لى بوقته الخ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ختنہ کرانا سنت ہے اور وہ شعار اسلام میں سے ہے بلا عذر قوی ترک اس کا درست نہیں ہے اور ایسا بوڑھا جس میں طاقت ختنہ کی نہیں ہے عذر اس کا ظاہر ہے اور وقت اس کا معین نہیں ہے الخ۔ یعنی قبل بلوغ جب چاہے ختنہ کراوے الخ۔ پس صورت مسؤلہ میں ترک ختنہ جائز نہیں ہے۔ لیکن تاخیر بلوغ تک درست ہے۔ اچھے موسم میں اور جب کہ وہ لڑکا متحمل اس کا ہو سکے ہوشیار شخص سے ختنہ کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کے زیور ولباس کے متعلق چند سوال

(سوال ۱۴۴۳) ناک کان میں زیور پہننا۔ ہاتھوں میں پتھر وغیرہ کی چوڑیاں بڑے پائنچہ کاپاجامہ پہننا عورتوں کے لیے کیسا ہے ؟

(الجواب) پیروں میں آوازدار زیور پہننا بے شک ناجائز ہے اسی طرح سوائے پیروں کے کسی جگہ بھی آوازدار اور باجے والا زیور پہننانہ چاہیئے۔ کان کا زیور احادیث سے ثابت ہے جس سے کان کا چھدوانا بھی ثابت ہے اور ناک کا چھدوانااور زیور اہل ہندوغیرہ کاایجاد ہے۔ بہت سے علماء ناک میں نتھ کو منع فرماتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں اور کیل وبلاق میں کچھ ممانعت شرعی نہیں ہے یہ امور زینت اور رواج پر موقوف ہیں۔ شرعانہ ضروری ہیں نہ حرام ہیں۔ ہاتھوں میں کانچ وپتھر کی چوڑیاں یاچاندی وغیرہ کی چوڑیاں درست ہیں عورتوں کے لیے سوتی اور ریشمی لباس درست ہے۔ لیکن ستر عورت کالحاظ مقدم ہے جس قسم کاکپڑا بھی ہوایساباریک نہ ہو کہ اس میں ستر نہ ہو۔ بڑے پائچوں کاپاجامہ بھی شرعادرست ہے۔ جبکہ اس میں کشف عورت نہ ہو لیکن چھوٹے پائچوں کاپاجامہ بہتر ہے کہ اس میں ستر بھی پوراہے اور کفایت بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی کے گھر کا کھانامکروہ ہے

(سوال ۱۴۴۴) زید تارک صوم وصلوۃ ہے اور منہیات شرعیہ کامرتکب ہوتاہے۔ اس صورت میں زید کے گھر کا کھانااوراس کے گھر افطار کرنا جائز ہےیانہیں ؟

(الجواب) یہ ظاہر ہے کہ زید فاسق ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اوراس کے گھر کھانے سے منع فرمایاہے۔ **وعن عمران بن حصین قال نھی رسول اللہ ﷺ عن اجابۃ طعام الفاسقین** (مشکوۃ شریف) پس موافق اس حدیث کے زید کے گھر افطار کرنااور کھانا کھانا ممنوع ہے۔

بے نمازی کی دعوت ولیمہ میں جانا جائز ہے

(سوال ۱۴۴۵) شخصے بظاہر مومن است امابے نمازاست کہ بحدیکہ در تمام عمر خود ہیچ وقت نماز ادانہ نمودہ است آں کس شادی کتخدائی می نماید وبر نکاح خود ہیچ ارتکاب لہوولعب نمی کند اجابت دعوۃ ولیمہ او جائزاست یا احترازباید کرد ؟ وشخصے دیگر نمازے بوقت نکاح برائے اعلان طبل می زند دعوت او قبول کردن جائزاست یانہ ؟

(الجواب) اجابت طعام ولیمہ مستحب است۔ **کما جاء فی الاحادیث** وتارک صلاۃ بودن داعی مانع اجابت نیست درشامی است. **وفی التتار خانیۃ عن الینا بیع لودعی ای دعوۃ فالو اجب الاجابۃ ان لم یکن ھناك معصیۃ ولا بدعۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام لودعیت الی کراع لاجبت ومقتضاء انھا سنۃ موکدۃ بخلاف غیر ھا**. پس ہر گاہ آنجالہوولعب ومعصیۃ نباشد اجابت دعوۃ باید کردواگر بوجہ فاسق بودن داعی ازاجابت احتراز کند گنجائش است بوجہ زجروتنبیہ ودر صورت ثانیہ کہ صاحب دعوۃ اعلان نکاح بطبل

نمودہ است ہم اجابت دعوۃ باید کرد۔ کمالا یخفیٰ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تمباکو، لہسن پیاز وغیرہ کھانے کا حکم

(سوال ۱٤٤٦) کچا لہسن اور پیاز کھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

(۲) کچا پیاز لہسن کھا کر اور تمباکو پی کر بغیر کلی اور بغیر دور کئے بدبو کے مسجد میں جانا مکروہ ہے یا نہیں؟

(۳) مکروہ تنزیہی میں گناہ ہے یا نہیں؟

(۴) گناہ کبیرہ کی چار پانچ مثال تحریر فرمائیں؟

(۵) ایا بنی عبد مناۃ الرزام : انتم حماۃ وابو کم حام : لایعدونی نصرکم بعد العام : لا تسلمونی لا یحل اسلام : یا مال الحسب المقدم : انشد ذالقربی وذالتذمم : من کان ذارحم ومن لم یرحم : الحلف وسط البلد المحرم : ان اشعار کا ترجمہ اور مطلب کیا ہے؟

(الجواب) الاول والثانی۔ کچی پیاز کھانا بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ بخاری و مسلم باتفاق روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کل فانی اناجی من لاتناجی اور مسلم میں ہے کہ فرمایا ایھا الناس انه لیس لی تحریم ما احل الله لی ولکنها شجرة اکره ریحها .ہاں اس کو کھا کر یا حقہ پی کر بدوں ازالہ بدبو کے مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے کہ احادیث صحیحہ میں لہسن یا پیاز کھا کر مسجد میں حاضر ہونے سے نہی وارد ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے۔ من اکل البصل والثوم والکراث فلا یقربن مسجد نافان الملائکة تتاذی مما یتاذی منه بنو ادم .اور فقہ حنفی میں بھی پیاز یا لہسن یا کوئی اور بدبو دار شئ کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔ واکل نحو ثوم ویمنع منه وکذا کل موذ اور کبیری میں ہے یجب ان تصان عن ادخال الرائحة الکریهة اور اسی پر قیاس کرکے حضرات علمائے رحمہم اللہ نے علاوہ مسجد کے مجالس ذکر میں بھی بدبو دار شئی کا لے جانا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ نووی شرح مسلم میں نقل کرتے ہیں۔ قال القاضی وقاس العلماء علی هذا مجامع الصلوة غیر المسجد کمصلے العید والجنائز ونحوها من جامع العبادات وکذا مجامع العلم والذکر والولائم ونحوها ولا یلحق بها الاسواق ونحوها الحاصل کچی پیاز اور لہسن کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ اس کو کھا کر یا حقہ پی کر بلا ازالہ رائحہ کریہہ کے مسجد یا مجلس ذکر میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔

الجواب الثالث : فی الدرالمختار وحاشیة ردالمحتار واما المکروہ کراھة تنزیهة فالی الحل اقرب اتفاقا بمعنی انه لایعاقب فاعله اصلا لکن یثاب تارکه ادنی ثواب معلوم ہوا مکروہ تنزیہی میں معصیۃ موجب عقاب نہیں۔

الجواب الرابع : فی ردالمحتارونظم الفراید حاشیه شرح العقائد نقلا عن الکفایة والکافی شرح الهدایه بزیادة ما الاصح انها کل ماکان شنیعا بین المسلمین وفیه هتك حرمة المسلمین بنابر روایۃ ہذا اجنبیۃ سے خلوۃ کرنا اس کی طرف نظر اس سے ملاعبت و مس و تقبیل وغیرہ دواعی جماع کا کرنا

ایسے ہی نابالغ لڑکوں کو ذہب وحریر پہنانا جز صوف و نحو ذالک من الامور صغائر میں سے ہوں گے اور دوائی جماع مذکورہ کا صغائر سے ہونا تو احادیث سے ثابت ہے کہ روایۃ مسلم۔ الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ کفارۃ بینھن مالم یغش الکبائر صلوۃ کے منحصر فی تکفیر الصغائر ہونے پر دال ہے پس ضروری ہے کہ دوائی مذکورہ جن کی نسبت نماز کا مکفر ہونا دیگر احادیث میں منصوص ہے صغائر میں سے ہونا کہ حصر روایہ مسلم کے خلاف لازم نہ آوے۔

الجواب الخامس: ترجمہ اشعار۔ ای بنی عبد مناۃ وقار والے۔ تم حمایت کرنے والے ہو اور باپ تمہارا حمایت کرنے والا ہے نہ تجاوز کرے گی مدد تمہاری بعد اس سال کے۔ نہ سونپو تم مجھ کو نہیں حلال ہے سونپنا میرا مطلب یہ ہے کہ ابو عزہ شاعر بنی کنانہ کو آنحضرت ﷺ سے حرب کے لیے بلاتا اور کہتا ہے کہ اے قبیلہ بنی عبد مناۃ صاحب وقار کے تم اور تمہارے آباء تو قدیم سے حمایت کرتے آئے ہیں صرف سال تمہیں مدد کرنا پڑے گی لہذا مجھے ترک مدد کر کے دشمنوں کے ہاتھ نہ سونپو کہ مجھے دشمنوں کے ہاتھ سونپنا جائز نہیں۔ قولہ یامال الخ۔ ترجمہ۔ اے مالک مالک شرافت مقدم کے قسم دیتا ہوں میں قرابت والوں اور عہد و پیمان کا لحاظ رکھنے والوں کو جو کہ رحم کرنے والے ہوں اور جو نہ ہوں یا جو ذو رحم ہو اور جو نہ ہوں قسم دینا وسط بلد محرم میں مسافع بن عبد مناف بنی مالک کو ان اشعار میں ان کی خوبیاں بیان کر کے آنحضرت ﷺ سے لڑائی کے لیے برانگیختہ کرتا ہے قولہ ایھاہ۔ ترجمہ کیا اچھا ہے اے بنی عبد الدار کیا اچھا ہے اے حمایت کرنے والے پشتوں کے مارو تم مارنا ساتھ تلواروں قاطع کے۔ ان اشعار میں ہند بنت عتبہ بنی عبد الدار کو آنحضرت ﷺ سے جنگ کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن مجید سے اونچی جگہ بیٹھنا ہو تو کتنی دور ہونے سے بے ادبی نہ ہو گی

(سوال ۱۴۴۷) قرآن شریف چند دور باشد کہ از دبالا نشستہ شود۔ یک مولوی می گوید کہ اگر مقدار دو گز دور است از وبالا نشستن جائز است ایں مقدار صحیح یا غلط؟

(الجواب) دریں امر تعداد ذراع معتبر نیست اتحاد و تعدد مکان دراں معتبر خواہد شد۔ واللہ اعلم

غناء و مزامیر کی حرمت کا ثبوت

(سوال ۱۴۴۸) غنا اور مزامیر کی حرمت کون سی آیت سے ثابت ہے؟

(الجواب) قرآن شریف میں ہے۔ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث الایۃ سورۃ لقمان پارہ اتل ما اوحی علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے۔ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث جاء فی التفسیر ان المراد الغناء وفی الحدیث ان الغناء ینبت النفاق فی القلب وفی الدر المختار قال ابن مسعودؓ صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات۔

مسجد میں دنیا کی ضروری مختصر بات کرنا جائز ہے

(سوال ۱۴۴۹) مسجد میں ضروری دو ایک بات دنیا کی کرنا جائز ہے یا نہ ؟

(الجواب) ضروری بات جس میں گناہ نہ ہو مسجد میں درست ہے۔ ومنه المباح ای مما لا اثم فيه عند الحاجة اليه الاعند عدمها شامی باب الاعتكاف. واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد یا مدرسہ میں نقارہ بجانے کا حکم

(سوال ۱۴۵۰) مسجد یا مدرسہ میں نقارہ بجانا کیسا ہے اور بجانے والا گناہ گار ہے یا نہیں ؟

(الجواب) نقارہ وغیرہ بجانا بالعموم ہر جگہ حرام و ناجائز ہے اور بجانے والے فعل حرام کے مرتکب ہیں اور خصوصاً مسجد یا مدرسہ میں یا قریب مسجد کے نقارہ بجانا بہت ہی برا ہے۔ اور بجانے والے سخت فاسق و عاصی اور مبتدع ہیں۔ ان کو توبہ کرنی چاہئیے اور اگر وہ ایسا کریں تو ان سے تعلقات ترک کر دئے جاویں۔ اور اگر اعلان افطار و سحر کے لیے رمضان المبارک میں خارج از مسجد بجایا جاوے تو جائز ہے قیاسا علی طبل الغزاة. واللہ تعالیٰ اعلم

کفار کی کفن دفن میں مسلمان کی شرکت

(سوال ۱۴۵۱) (۱) کفار کی بیمار پرسی

(۲) کفار کی خدمت بحالت مرض

(۳) کفار کے کفن دفن میں مسلمان کی شرکت جائز ہے یا نہیں ؟

(الجواب) کفار کی عیادت اور تعزیت جائز ہے۔ وجاز عيادته بالاجماع وفى عيادة المجوسى قولان الخ وصحح الشامى جواز عيادة المجوسى وقال ايضا وفى النواد رجاء يهودى اومجوسى مات ابن له او قريب ينبغى ان يعزيه ويقول اخلف الله عليك خيرا منك واصلحك الخ شامى ص ۲۴۸ ج۵. وصح ان النبى ﷺ عاد يهوديا مرض فى جواره. الخ شامی عبارت و روایت مذکورہ بالا سے اس کا جواز بھی معلوم ہو سکتا ہے یعنی موقع ضرورت میں کچھ حرج نہیں ہے جیسا کہ کافر کا قریب اور ولی اگر مسلمان ہو تو اس مسلمان کو کافر قریب کی خدمت کرنا اور کفن و دفن کرنا لا علی الوجہ المسنون فقہاء نے لکھا ہے۔ قال فى الدرالمختار ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه الكافر الاصلى الخ عند الاحتياج من غير مراعاة السنة الخ فلو له قريب فالاولى تركه لهم. در مختار (۳) عبارت مذکورہ بالا میں عند الاحتیاج کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا حاجت کفار کے کفن و دفن کا انتظام کرنا اور غسل دینا نہ چاہئیے اور یہ اچھا نہیں ہے۔ پس بلا ضرورت ان کے کفن و دفن میں شریک ہونا بھی اچھا نہیں ہے اور اگر کوئی مصلحت اور ضرورت ہو یا حق جوار کی وجہ سے رعایت منظور ہو تو درست ہے۔ لیکن بچنا بہر حال اولی ہے۔ آیت ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره میں نماز اور قیام علی القبر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ سو نماز کافر کے جنازہ پر تو بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے اس میں کچھ تردد اور اختلاف نہیں

ہے۔ باقی رہا قیام علی القبر اس کا مطلب یہ ہے کہ بطریق زیارت قبر ودعاواستغفار قیام علی قبر الکافر ممنوع ہے اور کسی ضرورت سے کافر کی قبر پر کھڑا ہونا جیسا کہ کافر کے ولی مسلمان کو اسکی بوقت حاجت ضرورت ہوتی ہے تو یہ درست ہے۔ تفسیر احمدی میں اس آیت کے متعلق یہ مذکور ہے۔ ومما ینبغی ان یعلم فی هذا المقام ان الفقهاء ذكروا ان الصلاة لايجوز على الكافر بحال وان كان ولى مسلم الخ بخلاف غيرها من الاحكام فانه اذا مات كافر وله ولى مسلم يغسله مثل غسل النجاسة لا كالغسل المسنون ويكفن فى خرقة تستر عورته لا ان يكفنه بالطريق المسنون الخ ولا يرد عليهم ان الله تعالى كما منعهم من الصلوة عليه بقوله ولا تصل على احد منهم مات ابدا كذلك منعهم عن القيام على القبر للدفن والزيارة بقوله تعالى ولا تقم على قبره على ما ذخرت انفا لانا نقول النهى مخصوص بالنبى ﷺ اونقول انه نهى عن الدفن والزيارة وما ذكرت من القاء الكفرة فى الحفرة لا دفن اذا المطلوب ترك تعظيمهم وترك الاستغفارلهم وهما موجودان حينئذالخ عبارت مذکورہ سے جو مطلب احقر نے لکھا ہے بوضاحت ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبرستان میں درود شریف پڑھنے کا حکم

(سوال ۱۴۵۲) قبرستان میں جا کر کیا پڑھنا چاہئیے اور درود شریف پڑھنا چاہئیے یا نہیں۔ کیونکہ بعض کا خیال ہے کہ درود شریف صرف آنحضرت ﷺ پر مخصوص ہے؟

(الجواب) درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں اور طریق مشروع زیارت قبور کا یہ ہے کہ کہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین انتم لنا سلف وانا انشاء الله بكم لا حقون يغفر الله لنا ولكم. اس کے بعد اگر قل ہو اللہ وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچاوے تو یہ بھی اچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الفرائض
(میراث اور تقسیم ترکہ کا بیان)

شیعہ سنی میں میراث جاری ہوتی ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۴۵۳) مسماۃ ظہور فاطمہ مذہب شیعہ تبرائی نے انتقال کیا اور مسماۃ حمید النساء ہمشیرہ حقیقی سنی اور مہدی حسن بھتیجا حقیقی اہل سنت والجماعت اور ایک خالہ مسماۃ نظیر النساء شیعہ چھوڑی اب ترکہ متوفیہ جب کہ وہ شیعہ تبرائی خلفاء ثلثہ سے منکر تھی تو حمید النساء مذکور اور مہدی حسن مذکور جو اہل سنت ہیں اس کا ترکہ پاویں گے یا خالہ مسماۃ نظیر النساء جو کہ شیعہ ہے؟

(الجواب) محققین حنفیہ شیعہ تبراگو اور منکر خلفاء ثلثہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے مگر صحیح قول محققین کا ہے کہ سب شیخین اور انکار خلافت خلفاء کفر نہیں ہے فسق وبدعت ہے۔ لہذا صورت مذکورہ میں توریث جاری ہوگی اور بروئے مذہب حنفی ترکہ مسماۃ مذکورہ متوفیہ کا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث دو سہام ہو کر ایک حصہ حمید النساء ہمشیرہ حقیقی سعیہ کو اور ایک حصہ برادر زادہ حقیقی سنی مسمی مہدی حسن کو ملے گا اور حسب فرائض شرعیہ مسماۃ نظیر النساء خالہ شیعہ محروم ہے کیونکہ بموجودگی ذوی الفروض وعصبہ کے خالہ جو کہ ذوی الارحام میں سے ہے محروم ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بدکار لڑکی ترکہ پدری سے محروم نہیں ہوگی

(سوال ۱۴۵۴) زید کا انتقال ہوا۔ جس کے دو فرزند اور ایک دختر ہے دختر کی بدرویہ گی یعنی فاحشہ ہونا ثابت ہو تو جائداد پدری سے کیا دختر محروم ہوگی اور بزمانہ حیات متوفی نے قبل وفات تقریباً چار سال منجملہ جائداد متروکہ کے ایک جائداد غیر موقوفہ کا وقف بذریعہ وصیت کیا جس میں دختر کے حق میں بھی ایک حصہ جائداد کا وقف کیا ہے۔ بقیہ جائداد کی نسبت کوئی وصیت نہیں کی۔ ایسی حالت میں جائداد غیر موقوفہ پر دختر کا کیا حصہ ہے اور جائداد موقوفہ پر کیا اور جائداد عطیہ سلطانی مثل جاگیر وغیرہ جسکی نسبت متوفی نے کوئی وصیت نہیں کی ہو دختر مذکورہ شرعاً کیا حصہ پائے گی؟

(الجواب) دختر کے فاحشہ وبدرویہ ہوجانے سے وہ ترکہ پدری سے محروم نہ ہوگی۔ پس ترکہ پدری بعد حقوق مقدمہ پانچ سہام ہر ایک لڑکے کو اور ایک سہام دختر کو ملے گا۔ جائداد غیر موقوفہ میں دختر کا حصہ وہ ہے جو مذکور ہوا یعنی پانچواں حصہ اور جائداد موقوفہ میں جس قدر زید واقف نے دختر کا حصہ قائم کیا ہے اس قدر دختر کو ملے گا اور عطیہ سلطانی مملوکہ زید میں بھی دختر کو اسی قدر حصہ ملے گا یعنی منجملہ سہام کے حصہ ایک ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہنوں کو جہیز دینے سے ان کا حصہ وراثت ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۱٤۵۵) اقوام نیاگران جے پور میں یہ دستور ہے کہ دختران کو ترکہ پدری سے ان کے بھائی کچھ حصہ نہیں دیتے۔ البتہ ان کی شادی کرتے ہیں، جہیز دیتے ہیں چنانچہ زید نے حسب وصیت والد خود اپنی بہنوں کو جہیز دیا اور ایک موقع پر اپنی بہنوں سے علانیہ کہہ دیا کہ میں تمہارا حق دے چکا ہوں اور زید کی بہنوں نے اس کو تسلیم کیا تھا۔ دست بردار ہو گئیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا تخارج لازم آ گیا یا نہیں؟

(الجواب) یہ تخارج نہیں ہے اور اس طرح سے حق میراث لڑکیوں کا ساقط نہیں ہوتا۔ قال في الاشباه والنظائر ص ۱٦۰ ج ۲ لو قال الوارث تركت حقي لم يبطل حقه اذملك لا يبطل بالترك الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹے کو عاق کرنا

(سوال ۱٤۵٦) شخصے پسر خود را عاق کرد پس باد مخالطت و مجالست و مواکلت یا سلام وجواب سلام دادن یا خلف او نماز گزاردن وبر جنازہ او نماز گزاردن روا باشد یا نہ وبعد مرگ پدر خود از متروکہ او حصہ خواہد یافت یا نہ؟

(الجواب) از عاق کردن پسر خود را پسر عاق نمی شود بلکہ معنی عاق نافرمان پدر است پس اگر پسر نافرمان است عاق است پدر را اور اعاق کند یا نہ کند و اگر پسر فرمان بردار و مطیع پدر است و پدر او را عاق کند او عاق نمی شود بہر حال پسر یکہ نافرمان پدر است فاسق است امامۃ او مکروہ است دور مواکلت و مخالطت باد حکم او حکم فساق است و نماز جنازہ او را گزاردن فرض است وبعد مردن پدر از حصہ میراث محروم نہ خواہد شد بلکہ مثل اولاد غیر عاق عاق ہم وارث است و از گفتن پدر کہ من او را عام کردم از میراث خود پسر محروم الارث نمی شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باپ کی جائداد اگر کسی اولاد کے نام درج ہو جائے تو شرعاً سب میراث کے حقدار ہے

(سوال ۱٤۵۷) زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ کے مورث اعلیٰ کو سرکار سے بنابر خرچ قبیلہ زمین نہری وبارانی کا حاصل بتلایا گیا۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ اس کا حاصل سالانہ تم کھاتے رہو۔ چنانچہ کئی پشت تک داخل خارج راج سے یکے بعد دیگرے ہوتا ہے بعد دو تین پست تقسیم راج سے ہو کر ہر ایک حصہ دار کے نام علیحدہ علیحدہ داخل خارج ہو گیا۔ بعد انتقال ہر ایک حصہ دار کے اسکی اولاد میں جو عمر میں سب سے بڑا داخل خارج آراضی مذکورہ کا ہو گیا۔ داخل خارج ہونے سے اس وقت زید، عمرو، بکر، خالد وغیرہ باہم حاصل آراضی کھاتے رہے۔ قانون راج میں جو متوفی کی اولاد میں بڑا ہوتا ہے اسی کو مالک حاصل آراضی کا کر دیا جاتا ہے۔ لہذا چونکہ زید کے نام داخل خارج حاصل اراضی کا ہوا ہے۔ اور سرکار نے اسی کو مالک حاصل اراضی کا کر دیا۔ اب زید، خالد، بکر، عمرو وغیرہ کو اس میں سے کچھ دینا نہیں چاہتا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قاعدہ شرعیہ ہے المعروف کالمشروط جس طریق سے عملدرآمد چلا آرہا ہے اسی کے موافق خرچ ہونے کی ضرورت ہے۔ اکبر اولاد کے نام کرنے سے وہ تنہا منافع و محاصل کا مالک نہ سمجھا جاوے گا

کیونکہ معروف یہ ہے کہ راج میں ایک کے نام ہوتی ہے اور سب کھاتے ہیں اسی کے موافق اور اسی لیے راج سے عملدر آمد ہوتا ہے تو گویا یہ حکم راج سے ہوتا ہے کہ تمہارے نام پر اس کو لکھ دیا ہے۔ مگر منافع سب کو دیئے جاویں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کوئی شخص حصہ میراث طلب نہ کرے تو اس کا حق ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۱۴۵۸) زید کے دو بیٹے عمرو بکر تھے عمرو اس کے سامنے اور ایک مکان اپنا خرید کردہ چھوڑ کر مر گیا زید نے اپنی زندگی میں اپنے پوتوں سے اپنا سدس جو اس کو ترکہ عمرو سے ملتا ہے طلب نہیں کیا تو بعد موت زید کے اس حق یعنی سدس باقی ہے یا نہیں اور دست برداری معتبر ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) زید کی ملک حصہ شرعی یعنی سدس پر باقی ہے حق اس کا فوت نہیں ہوا پس وہ حصہ اس کے وارثوں کو ملے گا اور دست برداری معتبر نہ ہوگی۔

مال مغصوب وارثوں کو نہیں مل سکتا اس کا حق دار مالک ہے

(سوال ۱۴۵۹) عمرو زید دو برادر حقیقی نے اپنی رضامندی سے اپنے متعلقین کا کھانا پینا شرکت میں رکھا اور نوکری کے ذریعہ سے جو روپیہ کماتے تھے کھا پی کر جو روپیہ پس انداز ہوتا تھا عمر اس کی جائداد خرید کر دونوں برادر کے نام بیع نامہ لکھالیتا ہے اور بحصہ مساوی جائداد خرید کی جاتی تھی۔ اس وقت قبضہ عمر کا اور ورثہ زید کا نصفا نصف ہے۔ بعدہ دو موضعوں کے بسوات عمر نے اس طرح خرید کئے کہ ایک موضع کے بسوہ اپنے برادر زید کے نام بذریعہ بیع نامہ لکھائے اور دوسرے موضع کے بسوہ اپنے فرزند کے نام لکھائے اور بعد تحریر بیع نامہ بارہ سال تک دونوں کا قبضہ رہا پھر زید کے دل میں بدنیتی پیدا ہوئی اور برادر عمر پر عدالت دیوانی میں نالش دائر کردی کہ یہ جائداد جو عمر نے اپنے پسر کے نام خریدی تھی یہ میری آمدنی اور روپیہ سے خریدی تھی۔ مجھے دلادی جاوے۔ عدالت سے دونوں فریق نے مقدمہ پنچایت میں منتقل کرالیا اور زید نے پنچوں کو رشوت دے کر اپنے موافق کرالیا اور حقیقت عمرو اس کے قبضہ سے نکل گئی اب زید مرا اور عمرو یہ دریافت کرتا ہے کہ عمرو نے جو جائداد مذکورہ اپنے پسر اور زید کے نام خریدی تھی زید نے بدنیتی سے وہ بھی ناحق خود لے لی پھر زید مر گیا اب اس کے ورثاء کے قبضہ میں وہ حقیقت عمرو کی ہے ورثاء کو اس کا رکھنا کیسا ہے؟

(الجواب) قال فی ردالمحتار وان لم یعرف مقدار ما کان لکل منهما صدق کل و احد منهما الی النصف لانهما استویا فی الاکتساب وکان المکتسب فی اید یهما فالظاهر انه بینهما نصفان الی ان قال و کذلك اجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرای. الخ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں دونوں بھائی برابر شریک ہیں دونوں بھائی برابر برابر شریک ہیں دونوں جائداد نصف نصف تقسیم ہونی چاہیئے۔ زید نے جو کچھ ناحق لیا یہ اس کے لیے جائز نہیں اور اس کے ورثہ کے حق میں بھی جائز نہیں ہے واپس کرنا چاہیئے یا معاف کرانا چاہیئے اور

مورث نے جو مال حرام ذریعہ سے حاصل کیا وہ ورثہ کے حق میں بھی جائز نہیں ہے واپس کرنا چاہیے یا معاف کرانا چاہیے۔ جب کہ ان کو علم اس کی حرمت کا ہو۔ کذافی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

وارث اگر کہے ترکتُ حقی تو حق باطل نہیں ہوتا

(سوال ۱٤٦۰) ایک شخص نے اپنے والد کی جائداد سے حق لینے سے انکار کردیا تھا اب اس کی اولاد اپنے جد کی جائداد سے حصہ شرعی پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

(الجواب) تارک حق کی اولاد اپنے جد کی جائداد سے حصہ لے سکتی ہیں۔ کما فی الاشباہ والنظائر لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ الخ وفی الشرع ضابطۃ انہ ان کان ملکا لانہ ما لم یبطل بذلک کمالو مات عن ابنین فقال احدھما ترکت نصیبی من المیراث لم یبطل لانہ لازم لا یترک بالترک.

امتداد زمانہ کی وجہ سے وارث کا حق ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۱٤٦۱) تمادی سے کسی وارث کا حق ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اور جس وارث نے بتیس برس تک اپنا حق طلب نہیں کیا اس کا حق دیا جاوے گا یا نہیں؟

(سوال ۱٤٤۲) تمادی سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ اگر کسی وارث نے بتیس برس تک یا زیادہ اپنا حق طلب نہ کیا تو اس کا حق ساقط نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ مسئلہ معروفہ ہے۔ اور شامی وغیرہ میں مصرح ہے کہ الحق لا یسقط بتقادم الزمان. واللہ تعالیٰ اعلم

میراث کا مطالبہ نہ کرنے سے حق ساقط نہیں ہوتا

(سوال ۱٤٦۲) زید نے وفات پائی ایک زوجہ و دو عصبات کو وارث چھوڑا ایک عصبہ نے کچھ معاوضہ لے کر صلح کرلی اور دوسرے عصبہ نے نہیں معلوم وجہ سے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا۔ زید کی زوجہ نے اپنی رضا و رغبت سے جائداد منقولہ کے لیے حصہ پر اپنا اور باقی پر اپنی نابالغ لڑکی کا نام درج کرادیا زید کی وفات سے ۷ اسال بعد اس کی زوجہ نے وفات پائی ایک لڑکی بالغ اور ایک حقیقی بہن وارث چھوڑی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ زید کی زوجہ نے اپنا مہر شرعی معاف کردیا تھا یا نہیں۔ زید کی زوجہ کی وفات سے ۲ سال بعد زید کی لڑکی نے بھی وفات پائی ایک شوہر اور ایک عصبہ وارث چھوڑا۔ اب جب ورثاء میں یعنی زید کی لڑکی کے شوہر زید کی لڑکی کے عصبہ اور زید کی لڑکی کی والدہ کی بہن میں باہمی تصفیہ ہونے لگا۔ تو موخرُالذکر نے اپنے دو بالغ لڑکوں کو اپنی جانب سے وکیل شرعی مطلقا قرار دے کر تصفیہ کے لیے مامور کیا دونوں لڑکوں نے جو فیصلہ کیا وہ ایسا ہے کہ اس میں ان کی والدہ کو نقصان پہنچتا ہے اسی بنا پر ان کی والدہ اپنے بیٹوں کے تصفیہ کو اب ناجائز قرار دیتی ہے۔ زید کی زوجہ کی حقیقی بہن کا یہ مقولہ ہے چونکہ زید کی زوجہ نے مہر معاف نہیں کیا تھا لہٰذا زید کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ میں سے زر مہر وصول کیا جائے اور نصف قائلہ کو اور نصف اس کی لڑکی کے ورثہ کو دیا

جائے۔ زوجہ زید کی ہمشیرہ کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس کے دونوں لڑکوں نے بحیثیت وکیل شرعی جو فیصلہ کیا وہ جائز تھا یا نہیں اور ہمشیرہ زوجہ زید کو اس کے انحراف کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟

(الجواب) جبکہ زوجہ زید نے مہر معاف نہیں کیا تھا تو بے شک مہر اور اس کا قبل از تقسیم ترکہ ادا ہونا چاہئیے اور اس کا خوشی خود جائداد متوفی شوہر کو اپنی لڑکی کے نام کرا دینا سبب سقوط مہر کا نہیں ہے اور تمام جائداد کو اس لڑکی کے نام کرانا شرعاً صحیح بھی نہیں ہے کہ اس میں دوسروں کا بھی حق ہے۔ البتہ مہر کے ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ ورثہ پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔ آٹھواں حصہ اس میں سے زوجہ زید کا ہے اور نصف دختر کا اور باقی ہر دو عصبیات کا بوجہ مساوی ہے اور ان دونوں عصبات میں سے جس نے معاوضہ لے کر صلح کرالی اس کا حق ساقط ہو گیا دوسرا عصبہ جس نے مطالبہ نہیں کیا اس کا حق ساقط نہیں ہوا زوجہ زید کے انتقال کے بعد جو کچھ اس کو مہر میں پہنچا یا حصہ شرعی $\frac{1}{8}$ پہنچا اس میں سے بعد ادائے حقوق علی المیراث نصف اس کی دختر کو اور نصف بہن کو ملے گا ہمشیرہ زوجہ کو کچھ کہتی ہے وہ صحیح ہے مہر میں بھی اس کا حق ہے اور اپنے لڑکوں کے تصفیہ کو ماننے پر وہ مجبور نہیں ہے کیونکہ وہ حکم شرعی باقاعدہ فریقین کی طرف سے مقرر نہیں ہوئی ان کی والدہ نے ان کو اپنا حق لینے کا وکیل مقرر کیا تھا ان کو جائز نہیں کہ وہ اپنی والدہ کے حق میں کمی کریں اس سے وہ وکالت سے معزول ہو گئے اور ان کی والدہ ان کے فیصلہ کو ماننے پر مجبور نہیں ہو سکتی۔ قال فی الدرالمختار وکیل الخصومة والتقاضی الخ لا یملك القبض ولا الصلح الخ وفیه ایضا فی باب عزل الوکیل الوکالة من العقود الغیر اللازمة الخ فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق به حق الغیر الخ واللہ تعالیٰ اعلم

عقوق والدین مانع ارث نہیں

(سوال ۱۴۶۳) عاق والدین چیست وعاق الوالدین بعد وفات الوالدین میراث بر دیانہ ؟

(الجواب) عقوق والدین از کبائر است کما روی الشیخان عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الکبائر الشرك باللہ وعقوق الوالدین الحدیث وعاق الوالدین از میراث والدین محروم نخواہد شد کہ عقوق والدین از موانع ارث نیست کما ذکر فی موضعہ۔

اولاد کو عاق کرنے کے بارہ میں چند سوال وجواب

(سوال ۱۴۶۴) شخصے پسر خود را عاق کرد پس باو مخالطت و مجالست و مواکلت یا سلام وجواب سلام دادن یا خلف او نماز گزاردن و بر جنازہ او نماز گزاردن روا باشد یا نہ و بعد مرگ پدر خود از متروکہ او حصہ خواہد یافت یا نہ ؟

(الجواب) از عاق کردن پسر خود را پسر عاق نمی شود بلکہ معنی عاق نافرمان پدر است پس اگر نافرمان است عاق است پدر را اور اعاق کند یا نہ کند اگر پسر فرماں بردار و مطیع پدر است و پدر او را عاق کند او عاق نمی شود بہر حال پسر یکہ نافرمان پدر است فاسق است امامۃ او مکروہ است و در مواکلت و مخالطت باو حکم او حکم فساق است نماز جنازہ او

گزاردن فرض است وبعد مردن پدر از حصہ میراث محروم نہ خواہد شد بلکہ مثل اولاد غیر عاق ہم وارث است وازگفتن پدر کہ من اورا عاق کردم از میراث خود پسر محروم الارث نمی شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نافرمان بیوی اور اولاد سب وارث ہونگے

((سوال ۱۴۶۵) بکر کی زوجہ بلا ہم بستری خاوند کے گھر سے ناراض ہو کر بھاگ گئی۔ دوسری جگہ جا کر علانیہ اس نے پیشہ زناکاری اختیار کیا اور تیس سال سے زیادہ اسی بد فعلی میں مشغول رہی اور تین چار لڑکے بھی ولد الزنا جنے اور خاوند کے گھر آباد ہونے سے بالکل انکار کر دیا۔ ہمیشہ بکر اس کے واسطے یہ وصیت کرتا رہا کہ میری نافرمانی کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ لہذا وہ بعد وفات میرے محروم ہو جاوے گی اور لڑکے بھی میری جائداد میں وارث نہ ہیں۔ اب بکر تین بیوہ چھوڑ مرا ہے اور ان ازواج کے حق مہر اور حصہ میراث میں جائداد متروکہ زمین وغیرہ جو ان کے حق مہر وغیرہ میں بھی ناکافی ہے۔ اب وہ لڑکے ولد الزنا بھی دعویدار ہوتے ہیں اور جائداد متروکہ میں سے حصہ لینا چاہتے ہیں اب از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

(الجواب) ہندہ کا نکاح بکر سے قائم ہے کیونکہ نافرمانی ہندہ کی وجہ سے نکاح اس کا بکر سے نہیں ٹوٹا اور بکر نے اس کو طلاق نہیں دی۔ لہذا ہندہ کی جو اولاد ہوئی وہ بکر سے سمجھی جاوے گی اور نسب ان کا بکر سے ثابت ہوگا۔ اور وہ وارث بکر کے ہوں گے جیسا کی حدیث شریف میں ہے۔ **الولد للفراش وللعاهر الحجر**۔ اور ہندہ بھی وارث ہوگی۔ اور دو بیوہ جو بکر نے چھوڑی وہ بھی وارث ہوں گی۔ پس تینوں بیوائیں بکر کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پائیں گی۔ وہ آٹھواں حصہ تینوں زوجات کو برابر تقسیم ہوگا اور باقی اولاد کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ترکہ میں سے عورتوں کو حصہ نہ دینا سخت ظلم اور حرام ہے

(سوال ۱۴۶۶) بعض آدمی اپنے مورث کی کل جائداد پر بزور قابض ومالک بن کر حیلہ وحوالہ سے دوسرے ورثہ کو بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ خصوصاً عورتوں کو تو یک قلم محروم الارث خیال کرتے ہیں۔ بعض اوقات دعوی وراثت کے خوف سے جائداد کی سرکاری مالگزاری روک کر چالاکی سے نیلام کرا کر اپنے یا کسی معتمد کے نام خرید لیتے ہیں شرعاً وہ غاصب ہیں یا کیا حکم ہے؟

(الجواب) دوسرے کی چیز پر بزور قابض ہونا اور اپنے تصرف میں لانا سراسر ظلم اور غضب ہے حدیث شریف میں ہے۔ **من اخذ من الارض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين رواه البخاری**۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے۔ **الا لا تظلموا الا لا يحل مال امرء الا بطيب نفس منه رواه البيهقی وغيره**۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے۔ **الظلم ظلمات يوم القيامة. متفق عليه**۔ پس کسی حقدار کو اس کا حق نہ دینا اور اس پر بزور قبضہ کرنا یا کسی حیلہ سے اس پر قبضہ کر لینا سب حرام ہے اور قیامت کے دن اس کی سزا پاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر کی طرف سے بیوی کو جو زیور دیا جائیگا وہ ترکہ میں شامل ہو گا یا نہیں ؟

(سوال ۱٤٦۷) زید بقضائے الٰہی اچانک فوت ہو گیا اور وہ ایک دولت مند شخص تھا اس نے جائداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور کل پانچ وارث چھوڑے دو دختر۔ ایک پسر ایک والدہ ایک زوجہ ثانی لاولد جو اس کے عقد میں قریب آٹھ برس کے تھی۔ متوفی مذکور نے نکاح کے وقت کچھ زیور تیار کرا کر زوجہ مذکورہ کو دیا تھا وہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کے علاوہ اور بھی زیور تیار کرا کر زوجہ مذکورہ کو وقتاً فوقتاً دیتا رہا جو زوجہ مذکورہ کے قبضہ و تصرف میں ہے اور وہ اس کی زکوۃ بھی ادا کرتی ہے۔ پھر پندرہ سو روپیہ واسطے زیور تیار کرانے کے زوجہ مذکورہ کے دیئے تھے جو اس کے قبضہ میں رہے۔ لیکن تعمیر مکان کے وقت ضرورت سے بطور قرض کے متوفی مذکور نے زوجہ مذکورہ سے لے لیے تھے اور کلکتہ جا کر ایک ہزار روپیہ کا نوٹ معرفت حاجی محمد خلیل صاحب کے زوجہ مذکورہ کے پاس بھیج دیا۔ پانسو روپیہ منجملہ اس کے باقی رہ گئے نیز زوجہ مذکورہ اپنے والدین کے یہاں جب مراد آباد آتی تھی اور اس کے عزیز و اقارب سے اس کو نقد ملتا تھا اس کا پارچہ و برتن وغیرہ خرید کر لے جاتی تھی جو اس کے تصرف میں ہے۔ نیز نقد و زیور کے علاوہ متوفی مذکور زوجہ مذکورہ کو اکثر اشیاء لا کر دیتا رہتا تھا اور اپنی دختر و پسر کو اس کے علاوہ دیتا رہتا تھا۔ پس صورت مذکورہ میں جو اسباب، نقد و زیور وغیرہ متوفی مذکور نے اپنی حیات میں زوجہ مذکورہ کو دیا ہے اور اب تک اس کے قبضہ و تصرف میں ہے وہ ترکہ متوفی سے علیحدہ ہے یا نہ ؟

(الجواب) اس صورت میں جو زیور وغیرہ شوہر نے تیار کرایا یا روپیہ بغرض تیار کرانے زیور کے زوجہ کو دیا وہ بعد مرنے متوفی کے متوفی کا ترکہ شمار ہو گا اور جملہ ورثہ کو حسب حصص تقسیم ہو گا بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث عرف اس زمانہ کا یہی ہے کہ جو زیور زوجہ کو دیا جاتا ہے وہ عاریۃ ہوتا ہے مالک اس کا شوہر ہوتا ہے اسی طرح جو اسباب خانہ داری ظروف وغیرہ شوہر کی ملک ہیں وہ بھی ترکہ شوہری میں داخل ہے زوجہ کی ملک صرف وہ اشیاء و زیور و ظروف وغیرہ ہیں جو جہیز میں اس کو والدین کی طرف سے دیئے گئے یا زوجہ نے اس روپیہ سے خریدے جو اس کو اس کے اقرباء و والدین وغیرہما کی طرف سے دیا گیا یا وہ کپڑے وغیرہ جو شوہر نے زوجہ کو بطریق نفقہ و ملبس دیئے الغرض جن اشیاء زیور و نقد و ظروف میں ورثہ اور زوجہ میں اختلاف ہے کہ عورت ان کو اپنی ملک کہتی ہے اس طریق سے کہ میرے شوہر نے ان اشیاء کو میری ملک کر دیا ہے اور ورثہ ان اشیاء کو ملک زوجہ ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ شامل ترکہ متوفی کرتے ہیں اس میں قول ورثہ کا معتبر ہے کیونکہ عورت کے پاس کوئی شہادت معتبر مقبولہ اس زیور و نقد وغیرہ کی تملیک کی نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار ولو بعث الی امرأته شیئا ولم یذکر جهة عند الدفع الخ فقالت هو ای المبعوث هدیة وقال هو من المهر اومن الکسوة او عاریة فالقول له بیمینه والبنیة لها الخ وفیه ایضا وموت احدهما کحیاتهما فی الحکم الخ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب المتفرقات
(متفرق مسائل)

نبوت اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق چند سوال وجواب

(سوال ۱٤٦٨)(۱) جملہ انبیاء کرام معہ نبی آخرالزمان ﷺ جو واسطے خلافت امامت اشاعت وہدایت دین کے منجانب اللہ مامور کئے گئے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے واسطے ماموری وانصرام وتعمیل فرائض منصب ہائے جلیلہ مزکورہ بالا کے کون کون سے قابلیت ہائے ضروری ولازمی متصور فرماکران ہادیان کو عطا فرمائیں مثل علم ظاہری وباطنی متعلق منصب ہائے مذکور کے ایسی جملہ قابلیت ہائے لازمی ضروری بالترتیب تحریر فرمایئے ؟

(۲) کیاایسی قابلیتوں میں سے کوئی خاص قابلیت دیگر قابلیتوں سے مرجح ہے یاسب ہم رتبہ ہیں اگر کوئی مرجح ہے تواس کو علیحدہ تحریر فرمادیجئے کہ فلاں قابلیت سب دیگر قابلیتوں سے مرجح ہے

(۳) ان ہادیان کا مسلمان ومحفوظ از گناہ کبیرہ وصغیرہ ہونا واسطے اغراض منصب ہائے مذکور کے کس وقت سے لازمی اور ضروری ہے۔ ایام پیدائش یایوم بلوغ یایوم بعثت منصب ہائے مذکور سے اور نیز یہ کہ قید زمانہ بابت اسلام لازمی ہے یاجائز یااولیٰ تشریحات۔

(۱) میرا مطلب صرف تحریر قابلیت ہائے لازمی متعلق منصب ہائے مذکور کے ہے نہ کہ متعلق جملہ اوصاف کے اور فضائل رسالت ونبوت کے۔

لہذا جواب مختصر وصاف محض منصب ہائے مذکور کے ہو،

(۲) نیز یہ کہ تکلیف ومہربانی فرماکران سوالات وجوابات کی نقول رکھ لی جاویں تاکہ اگر کوئی ابہام واقع ہو تواس کے جواب میں آپ کو دقت نہ واقع ہو ؟

الجواب اول اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اللہ اعلم حیث یجعل رسالته** یعنی اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے جس جگہ اپنی رسالت تجویز فرماتا ہے۔ یعنی جو حضرات اس منصب ورسالت ونبوت کے قابل ہیں ان کو حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اس منصب کے لائق تھے۔ اس میں بحث کرنا آپ کا اور ہمارا کام نہیں اور نہ وہ مختصر تحریر میں آسکتا ہے۔

(۲) ان حکمتوں کو اللہ کے حوالہ کیجئے اور سمجھئے کہ جو حضرات اس منصب کے لائق تھے وہی رسول ونبی بنائے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کام کے کرانے پر برگزیدہ فرمالیتا ہے۔ **اللہ یصطفی من الملئکة رسلا و من الناس ذٰلك فضل اللہ یوتیه من یشاء.**

(۳) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قبل بعثت وبعد بعثت معاصی سے محفوظ ہیں۔ **ولقد سبقت کلمتنا**

لعبادناالمرسلین انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون.

امور مستفسرہ کی تشریحات کابیان نہ میرا منصب ورتبہ ہے اور نہ مختصر بیان میں آسکتی ہیں اور آپ کے اور ہم جیسوں کے اعتبار سے یہ امور مجملہ ان حکمتوں کے ہیں کہ شریعت میں ان کی تحقیق وخوض کی ممانعت ہے۔ آئندہ ایسے امور کی طرف خیال نہ دوڑائیں اور یہ خیال کریں کہ جو کچھ حق تعالی نے جن حضرات کے لیے تجویز فرمایاوہ عین حکمت ہے اور انسان اس کے کنہ کی فہم اور ادارک سے قاصر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک حیثیت سے کفار بھی آنحضرت ﷺ کی امت ہیں

(سوال ۱۴۶۹) دو مسلمان میں باہم گفتگو ہے اول کہتا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وتمام زمانہ کے لیے نبی مبعوث ہوئے ہندو مسلمان سب آپ ﷺ کی امت ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ مسلمان ہی امت ہیں دیگر قوم یامذہب امت کے زمرہ میں نہیں آویں گے ؟

(الجواب) قال اللہ تعالی وما ارسلنك الا کافة للناس اور ہم نے نہیں بھیجا آپ ﷺ کو مگر تمام لوگوں کی طرف۔ اور فرمایااللہ تعالی نے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نہیں ہیں محمد ﷺ باپ کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے ولکن اللہ کے پیغمبر اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ ان آیات اور حدیث سے ثابت ہے کہ بعثت آنحضرت ﷺ کی عام ہے تمام لوگوں کے لیے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبیؐ نہیں۔ قیامت تک آپ ﷺ ہی نبی ہیں اور آپ ﷺ کی بعثت قیامت تک ہے اور تمام آدمی قیامت تک آپ ﷺ کی امت میں داخل ہیں۔ لیکن امت کی دو قسم ہیں ایک امت دعوۃ۔ ایک امت اجابت۔ امت دعوۃ میں تمام جہان قیامت تک شامل ہے اور امت اجابت خاص اہل ایمان واسلام ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابلیس جنات میں سے ہے

(سوال ۱۴۷۰) ابلیس از ملائکہ یاازجنات۔ ردالمحتار میں توازملائکہ معلوم ہوتا ہے۔ (ص ۷ اج ۱)

(الجواب) راجح یہی ہے کہ ابلیس جن میں سے ہے۔ کان من الجن ففسق عن امر ربه اس بارہ میں نص ہے ردالمحتار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ترجیح دے رہے ہیں۔ ملائکہ سے ہونے کوبلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ بناء علی انه من الملائکة علی ما قال البعض یصدق ان الملائکة یصدر منهم الخطاء والزلل.

مذہب کی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی طرف کیوں کی جاتی ہے

(سوال ۱۴۷۱) ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ چونکہ حضرت امام جعفر صادق صاحبؒ سے صحبت یافتہ یاشاگرد پس کس وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مذہب کہلایا جاتا ہے۔ اور امام جعفر صادقؒ کا

مذہب نہیں کہا جاتا حالانکہ نسب وعمر میں امام جعفر صادق صاحب زائد تھے؟
(الجواب) امر کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوا۔ ذالك فضل الله يو تيه من يشاء امام صاحب کے اور بھی بہت سے استاد تھے۔ مگر مذہب کا انتساب ان کی طرف نہیں ہے کیونکہ تاسیس قواعد واصول وفروغ اور اجتہاد میں یہ درجہ ان کا نہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چند آدمیوں کو ایصال ثواب کیا جائے تو کیا وہ تقسیم ہو کر ملے گا؟

(سوال ۱۴۷۲) قرآن شریف وغیرہ کا ثواب اگر تمام امت محمد ﷺ کو پہنچایا جاوے تو تمام کو برابر کل قرآن شریف کا ثواب پہنچے گا یا حصہ رسدی؟
(الجواب) یہ بھی ایک قول ہے کہ سب کو برابر ثواب ملے گا۔ اور دوسری صورت میں جس کو شامی میں قاعدہ کے موافق لکھا ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روپیہ جمع کرنے کا حکم

(سوال ۱۴۷۳) آمدنی میں سے کچھ روپیہ بچا کر رکھنا اور جمع کرنا کیسا ہے؟
(الجواب) اقتصاد یعنی میانہ روی کی تعریف احادیث میں وارد ہے اور اسراف کی ممانعت شریعت میں سخت ہے اور مسرف پر قرآن شریف میں وعید شدید وارد ہے اور ہاتھ کو زیادہ تنگ کرنے پر بھی ملامت کی گئی ہے۔ لہذا ہر ایک انسان کو چاہئیے کہ حتی الوسع میانہ روی کو ترک نہ کرے اگر میانہ روی کے طریق کو اختیار کرنے کے ساتھ کچھ پس انداز ہو آئندہ کی ضروریات وحاجات کے لیے اسکو رکھنا درست ہے۔ اور جب بقدر نصاب ہو جائے اس کی زکوۃ ادا کرتا رہے۔ لان ما ادی زكوة فليس بكنز كما ورد فى الحديث وعن ابن عباس ؓ ان النبى ﷺ قال ان الهدى الصالح والسمت الصالح والا قتصاد جزء من خمس وعشرين جزء من النبوة. رواه ابو داؤد. وفى حديث اخر لاباس بالغنى لمن اتقى الله عزو جل الحديث وقد ورد نعم المال الصالح للرجل الصالح. مگر آنکہ شرعاً اس کی کچھ تحدید نہیں ہے کہ تنخواہ کا کتنا حصہ خرچ کرے اور کتنا بچاوے بلکہ توسط ومیانہ روی کے ساتھ خرچ کرے اور جو کچھ بچے اس کا رکھنا مباح ودرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر تکرار نماز کی وجہ

(سوال ۱۴۷۴) آنحضرت ﷺ کے جنازہ پر تکرار نماز کی وجہ؟ نماز جنازہ کتنی دفع پڑھی گئی اور امام کون ہوا؟
(الجواب) ذكر فى النهاية عن المبسوط ان تاويل صلاة الصحابة على النبى ﷺ ان ابابكر ؓ كان مشغولا بتسوية الامور وتسكين الفتنة فكانوا يصلون عليه قبل حضوره وكان الحق له فلما فرغ

صلے علیه ثم لم یصل احد بعده اس عبارت سے واضح ہوا کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تشریف لانے سے پہلے پہلے پڑھی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ امور ضروریہ سے فارغ ہو کر آئے اور نماز پڑھی تو پھر کسی نے نہیں پڑھی۔ غرض یہ ہے کہ اس سے استدلال تعدد نماز جنازہ کا نہ کرنا چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو عورت دو شوہروں کے نکاح میں رہی وہ جنت میں پچھلے شوہر کو ملے گی

(سوال ۱٤٧٥) ایک عورت نے بعد وفات شوہر دوسرا عقد کیا بروز قیامت وہ کس شوہر کو ملے گی؟
(الجواب) شامی میں منقول ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت پچھلے خاوند کو ملے گی۔
صح الخبربان المرأة لأخرازواجها ای اذا مات وهی فی عصمة. الخ والله تعالیٰ اعلم عبارته

بیٹا جب تک باپ کے ساتھ کمائی میں شریک ہو تو سارا مال باپ کا ہے

(سوال ۱٤٧٦) میں نے اور میرے والد صاحب نے سنگاپور میں جاکر نوکری کی۔ میں نے جو کچھ روپیہ کمایا وہ سب والد صاحب کو دیتا رہا بعد تین سال کے ہم دونوں سفر سے واپس آئے اور جس قدر روپیہ کما کر لائے اس کی ایک زمین والد صاحب نے اپنے نام خریدی۔ چند روز بعد میں اکیلا سفر میں گیا۔ والد صاحب نے مجھ کو خط لکھا جو کچھ تم کماتے ہو مجھ کو بھیج دو ایک پختہ مکان کی تجویز کی۔ چنانچہ جو کچھ روپیہ بچتا تھا وہ بذریعہ منی آرڈر والد صاحب کو بھیجتا رہا۔ اور اس روپیہ سے والد صاحب نے ایک پختہ مکان بنوادیا جب میں سفر سے واپس آیا تو والد صاحب نے لوگوں سے قرض لیکر میرا نکاح کیا۔ اس قرض کی ادائیگی کے لیے مجھ کو پھر سفر کرنا پڑا اور میں نے اپنی کمائی سے یہ قرض ادا کر دیا۔ میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ہم چار بچے موجود ہیں۔ بعد میں والد صاحب نے دوسرا نکاح کیا اس سے دو بچے موجود ہیں۔ اور دوسری زوجہ بھی انتقال کر گئی۔ پھر والد صاحب نے تیسرا نکاح ایک کمسن لڑکی سے کیا اور اس کے بھکانے کی وجہ سے ہم چھ بچوں سے منکر ہو گئے اور کہتے ہیں کہ تم نے مجھ کو ایک پیسہ نہیں دیا زمین مذکورہ کے خریدنے اور مکان کے بنوانے میں تمہارا روپیہ نہیں صرف ہوا۔ اور زمین مذکورہ کو نصف قیمت پر فروخت کر دی اور کہتے ہیں مکان بھی کسی کو دیدوں گا۔ لہذا میرا سوال یہ ہے کہ۔

میں نے جتنا پیسہ والد صاحب کو دیا ہے اس کو دعوی کر کے لے سکتا ہوں یا نہ؟
میری شادی کرنا والد صاحب پر فرض ہے یا میں خود اپنی کمائی سے شادی کروں۔
اگر میری شادی کرنے کا حق والد صاحب پر ہو تو یہ جو شادی کا قرض جو میں نے خود ادا کیا ہے اس روپیہ کا دعوی والد صاحب پر کر سکتا ہوں یا نہ؟ اور جو زمین والد صاحب نے فروخت کی ہے اس کو روک سکتا ہوں یا نہیں؟ اور مکان کے متعلق بھی میں دعوی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے۔ انت ومالك لا بيك اور ردالمحتار جلد ثالث میں ہے۔ ثم هذا فی غير هذا فی غير الابن مع ابيه لما فی القنية الاب وابنه يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شئی فالكسب كله للاب ان كان لابن فی عياله لكونه معينا له پس بیٹے نے جو کچھ کما کرباپ کو دیا اور باپ نے خرچ کیا بیٹے کو اس کے مطالبہ کا حق باپ سے نہیں ہے اور باپ اگر بیٹے کی شادی کا خرچ بیٹے کے کسب اور روپیہ سے کرے تو اس میں کوئی اعتراض نہیں اور بیٹے کو باپ سے مطالبہ اس روپیہ کا روا نہیں اور دعوی کرنا باپ پر اور نالش کرنا روا نہیں۔ اور روکنا اس کی بیع کو درست نہیں ہے اور مکان کی بابت بھی بیٹے کو کوئی دعوی کرنے کا حق نہیں ہے۔ یہ امر باپ کے ذمہ ہے کہ وہ اولاد میں سے ایک دوسرے کو ترجیح نہ دے اور کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ دے بلکہ مساوات کرے اور ظلم نہ کرے ورنہ اس پر مواخذہ ہوگا لیکن کوئی حق بیٹے کو نہیں پہنچتا کہ وہ باپ کا مقابلہ کرے اور اس کی نالش کرے اور دعوی کرے حدیث شریف میں ہے۔ قال رسول الله ﷺ من اصبح مطيعا لله فی والديه

اصبح له بابان مفتوحان من الجنة وان كان واحد فواحدا ومن اصبح عاصيا لله فی والديه اصبح له بابان مفتوحان من النار ان كان واحدا فواحدا قال رجل وان ظلماه قال وان ظلماه وان ظلماه. مشكوة. واللہ تعالیٰ اعلم

گھاس میں سب شریک میں ہے خواہ کسی کی زمین ہو

(سوال ۱۴۷۷) اگر کسے چند بیگہ زمین خراجی باشد یا عشری برائے چرانیدن گاؤ وشاۃ از زراعت خالی و سادہ نہادہ اند دریں صورت حکم شریعت بیضا مر د ماں را چرانیدن حیوان و کشتن گیاہ اراضی مذکور منع کردن جائز گردد یا نہ ؟

(الجواب) درحدیث شریف وارد است الناس شركاء فی ثلث فی الماء والكلاء والنار پس منع کردن حیوانات ناس را چرانیدن گیاہ زمین خود درست نیست قال فی الشامی ومعنی الشركة فی النار الاصطلاء بها الی ان قال وفی الكلاء الاحتشاش ولو فی ارض مملوكة غيران لصاحب الارض المنع من دخوله ولغيره ان يقول ان لی فی ارض حقا۔ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عید گاہ میں نماز عید کے علاوہ دیگر مشاغل کا حکم

(سوال ۱۴۷۸)

(الف) کیا عید گاہ کی مستعمل یا غیر مستعمل زمین پر کوئی ایسا مدرسہ تعمیر کیا جا سکتا ہے جس میں دینی ودنیوی تعلیم دی جاتی ہو اور کیا ایسی اراضی پر بچوں کا کھیل اور قواعد کرنا جائز ہے اور یہ کہ ایک جگہ پر خورد ونوش کی تقریب کرنا ممنوع ہے یا نہیں

(ب) موجودہ زمانہ میں جو قصاب نے عام طور سے لحم فروشی کو اپنا پیشہ مقرر کیا ہے ان کا یہ فعل کس

طرح شرعاً قابل مواخذہ تو نہیں؟

(الجواب) جو جگہ نماز عیدین کے لیے وقف ہے جو کہ عیدگاہ کے نام سے موسوم ہے اس میں یہ تصرفات کرنا تعمیر مدرسہ و کتب خانہ وغیرہ اور کھیل کود ورزش وغیرہ اور مجلس خورد و نوش اس کو قرار دینا جائز نہیں۔ پیشہ قصابی و لحم فروشی درست ہے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بھی یہ پیشہ اہل اسلام میں جاری تھا اور بعض صحابہؓ اس کام کو کرتے تھے۔ پس شرعاً یہ پیشہ اور یہ فعل ممنوع نہیں اور قابل مواخذہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صاحبین کے قول پر فتویٰ دینایا عمل کرنا کس صورت میں جائز ہے

(سوال ۱۴۷۹) اگر کسی مسئلہ میں ائمہ احناف یعنی امام ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ ومحمدؒ کا اختلاف ہے تو اس صورت میں صاحبین کے قول پر عمل کرنا خروج از مذہب حنفیہ ہو گایا نہیں۔ اور مفتی حنفی سے اگر کوئی عوام حنفیہ میں سے استفتاء کرے تو اس کو یہ جائز ہے یا نہیں کہ امام صاحب کی روایت کے ہوتے ہوئے صاحبین کی روایت پر فتوی دے۔ اگر کوئی شخص خود یا دوسروں کو امام صاحب کے خلاف روایت پر جو امام ابو یوسفؒ یا امام محمدؒ سے ہے عمل کرے یا فتوی دے تو اس پر عندالشرع کسی قسم کی ملامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) قال فی الدرالمختار وامانحن فعلینا اتباع مارجحوہ وماصححوہ کما لوافتوی فی حیاتھم پس ہم لوگوں کو اس قول پر عمل کرنا لازم ہے جس کو فقہاء مرجحین و محققین نے راجح و مفتی بہ قرار دیا ہے۔ خواہ امام صاحب کا ہو یا قول صاحبین کا۔ اور ترجیح دینا امام صاحب یا صاحبین کے قول میں ہمارا کام نہیں ہے۔ باقی تفصیل شامی وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہشتی زیور کے مسائل پر عمل کرنااور دوسروں کو فتویٰ دینا

(سوال ۱۴۸۰) زید کہتا ہے کہ جب تک کسی عالم وفاضل مستندیامدرسہ سے کسی کو اجازت افتاء نہ ہو اس کو بہشتی زیور کے مطالعہ سے فتوی دینا جائز نہیں۔ بالخصوص اس کو جس نے بہشتی زیور کسی عالم سے پڑھا بھی نہ ہو بلکہ دوسروں کو فتوی دینا تو درکنار خود اس کو بھی بعض مسائل پر جب تک کسی عالم کی طرف رجوع نہ کرے عمل کرنا درست نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ بہشتی زیور اکثر مسائل حنفیہ پر مشتمل ہے اسی وجہ سے جس شخص کے پاس بہشتی زیور ہو اور وہ اس کو دیکھ کر خود عمل کرے یا دوسروں کو مسائل بتاوے یا فتوے دے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ مولوی اور بہشتی زیور دیکھنے والے میں صرف فرق یہ ہے کہ وہ عربی جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا؟

(الجواب) بہشتی زیور میں اکثر مسائل مفتی بہا درج ہیں۔ اور وہ اس ہی لیے لکھے ہیں کہ دیکھنے والے اور مطالعہ کرنے والے ان پر خود عمل کریں اور حسب موقع دوسروں کو بتلادیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جس مسئلہ میں شبہ ہو یا اختلاف ہو اس کو کسی عالم سے تحقیق کر لیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ مطالعہ کرنے والا سمجھ دار ہو۔ اور فہم مطلب میں غلطی نہ کرے۔ بہت سے مسائل اس میں ایسے صاف اور سلیس ہیں کہ ان کو

کسی سے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت نہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کو علماء سے سمجھنا چاہیئے۔ بہر حال علی الاطلاق زید کا قول صحیح نہیں ہے۔ اور بکر کے قول میں بھی مبالغہ ہے۔ اس کی خود مصنف بہشتی زیور بھی تاکید فرماتے ہیں۔ کہ ان مسائل کو کسی عالم سے پڑھ لے سو بعض مسائل میں تو یہ حکم استحبابی ہے۔ اور بعض مسائل میں جس کو دیکھنے والا نہ سمجھتا ہو۔ اور اس میں شبہ واختلاف ہو اس میں تعمیل اس حکم کی ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

متفرق سوالات کے جوابات

(سوال ۱۴۸۱) انگریزی مال کھانا کیسا ہے۔ لکڑی سرکاری جو نیلام ہوتی ہے اس کا جلانا سواروں کو کیسا ہے، جو گھاس دانہ وگڑ سرکار سے گھوڑے کے لیے ملتا ہے اس میں سے اپنے جانوروں کو کھلانا یا خود کھانا درست ہے یا نہیں۔ فوجی ملازموں کو بوجہ ضرورت مع بوٹ وپٹی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ اور فوجی ملازموں کو سفر میں بوجہ دقت باوجود پانی کے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور جس جگہ فوجی ملازم جاتے ہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں پر کتنے روز قیام ہوگا اس صورت میں قصر کرنا چاہیئے یا نہیں۔ چاندی کا نصاب کہاں تک ہے اور سونے کا نصاب ناقص ہے تو سونے کی بھی زکوۃ دینی پڑے گی یا نہیں۔ کسی کی گاڑی پر بغیر کرایہ سوار ہونا درست ہے یا نہیں۔ دسویں محرم کو کھانا پکا کر امام باڑے میں لے جانا کیسا ہے؟

(الجواب) مال انگریزی چوری سے کھانا یا غصب کر کے کھانا درست نہیں ہے لکڑی سرکاری جس کے جلانے کی اور بلا قیمت لینے کی ممانعت ہے اس کا لینا اور جلانا درست نہیں ہے۔ اس گھاس دانہ وگڑ میں سے جو سرکار سے گھوڑے کے لیے ملتا ہے اپنے دودھ کے جانور کو کھلانا یا خود کھانا درست نہیں ہے۔ نماز پڑھنا مع بوٹ وپٹی اگر بوٹ وپٹی پاک ہوں درست ہے۔ فوجی لوگ اگر تندرست ہیں اور پانی کا کافی مقدار موجود ہے تو تیمّم درست نہیں ہے اور سوار ہو کر فرض نماز پڑھنا بھی درست نہیں ہے۔ قصر کا حکم ۳۶ کوس کے سفر کے ارادہ پر ہے اگر افسر کا ارادہ ۳۶ کوس سفر کا ہے تو سوار جو ساتھ ہیں قصر کریں گے۔ اور بغیر اجازت مالک کے قسم بقولات وغیرہ سے کھانا درست نہیں ہے۔ دسویں محرم کو کھانا پکا کر امام باڑے میں لے جانا حرام اور بدعت اور معصیت ہے اس کو ترک کرنا چاہیئے۔

جبکہ نصاب چاندی کا پورا ہے یعنی دو سو درہم وزن کی چاندی اور سونا نصاب سے کم ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے کر کے یعنی کل کو چاندی سمجھا جاوے اور زکوۃ کل کی ادا کی جائے کسی کی گاڑی پر بلا کرایہ بغیر اجازت کے سوار ہونا درست نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے علم غیب کا مسئلہ

(سوال ۱۴۸۲) رسول اللہ ﷺ کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل تھا یا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے کو غیب کہنا کیسا ہے؟

(الجواب)قال الله تعالی عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضی من رسول فانه یسلك من بین یدیه ومن خلفه رصدا الایة. جلالین شریف میں ہے۔ فلا یظهر یطلع علی غیبه احدا من الناس الامن ارتضی من رسول فانه مع اطلاعه علی ما شاء منه معجزة له یسلك یجعل ویسیر من بین یدیه. ای الرسول . ومن خلفه رصدا ملائکةیحفظونه حتی یبلغه فی جملة الوحی الخ وفی شرح فقه الاکبر ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاما اعلمهم الله تعالی احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الاالله کذا فی المسایره. واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ پاجامہ پہنا ہے یا نہیں

(سوال۱۴۸۳) آنحضرت ﷺ نے پاجامہ پہنا ہے یا نہیں۔ اور حضرت ﷺ کے زمانہ میں پاجامہ تھایا نہیں؟

(الجواب) زادالمعاد میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پاجامہ خریدا ہے اور یہ بھی اس میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسی لیے خریدا ہے کہ اس کو پہنیں گے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پاجامہ پہنا ہے۔ الخ۔ عبارت زادالمعاد کی یہ ہے۔ واشتری السراویل والظاهر انه انما اشتراها لیلبسها وقدروی فی غیر حدیث انه لبس السراویل وکانوا یلبسون السراویلات باذنه ﷺ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ سے گندم کی روٹی کھانا ثابت ہے

(سوال۱۴۸۴) آنحضرت ﷺ نے گندم کی روٹی کھائی ہے یا نہیں اور حضرت ﷺ کے زمانہ میں گندم تھے یا نہیں؟

(الجواب) آں حضرت ﷺ نے گیہوں کی روٹی کبھی کبھی کھائی ہے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں منقول ہے بشرح حدیث شمائل ترمذی۔ واکثر خبزهم خبز الشعیر ای قد یکون خبزهم خبز البر مثلا اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں گیہوں کا ہونا احادیث صدقہ فطر سے ظاہر ہے جیسا کہ ابو داؤد ترمذی ونسائی وغیرہ میں ہے۔ عن ابن عباس قال فی اخر رمضان اخرجوا صدقة صومکم فرض رسول الله ﷺ هذه الصدقة صاعامن تمرا وشعیرا ونصف صاع من قمح علی کل حر او مملوك ذکر او انثی صغیر اوکبیر۔

نابینا سے پردہ کرنا چاہئے

(سوال۱۴۸۵) نابینا سے پردہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ اس کی بابت رسول اللہ ﷺ نے کونسی حدیث میں ارشاد

فرمایا ہے؟

(الجواب) نابینا سے بھی پردہ کرنا چاہیئے وہ حدیث شریف جس میں آنحضرت ﷺ نے پردہ کا حکم فرمایا ہے۔ **وعن ام سلمة انها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة اذا قبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله ﷺ احتجبا منه فقلت يا رسول الله (ﷺ) اليس هو اعمى لا يبصرنا فقال رسول الله ﷺ افعميا وان انتما الستما تبصرانه.** یعنی حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ابن مکتوم صحابی نابینا تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص تو نابینا ہے جو ہم کو نہیں دیکھتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں۔

پندرہ سال کے لڑکے سے پردہ کرنا چاہیئے

(سوال ۱۴۸۶) ایک عورت اپنے لڑکے کی عمر انیس سال بتاتی ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہ؟

(الجواب) شریعت میں پندرہ برس کی عمر میں لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اور تمام احکام بالغوں کے اس پر مرتب ہو جاتے ہیں پس جب کہ عمر اس لڑکے کے موافق بیان اس کی والدہ کے انیس برس کی ہے تو اس سے پردہ کرنا اور اسکو عورتوں میں نہ آنے دینا ضروری ہے۔ جیسا کہ در مختار میں اشباہ سے نقل کیا ہے۔ **وفی اشباه يدخل على النساء الى خمسة عشرة سنة حسب.** در مختار یعنی لڑکا صرف پندرہ برس کی عمر تک یعنی اس سے پہلے عورتوں میں داخل ہو سکتا ہے اس کے بعد اس سے پردہ کرنا ضروری و فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر کی زمین میں درخت لگا لیا تو درخت کس کا ہے

(سوال ۱۴۸۷) زید نے عمر کی زمین میں ایک درخت لگا لیا اور اب جب بڑا ہوا اور اس کی لکڑی کاٹی گئی تو زید کو بھی کچھ حصہ یا محنت و عمل کی اجرت دی جاوے گی یا درخت تماماً عمر و صاحب زمین کا ہو گا؟

(الجواب) اس کی دو صورتیں ہیں یا بلا اجازت مالک زمین کے درخت لگایا یا با اجازت لگانے میں درخت کے اکھاڑنے کا یا قیمت اکھڑے ہوئے درخت کی دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہے اور با اجازت لگانے میں مالک درخت کا صاحب زمین ہے اور درخت لگانے والے نے جو خرچ کیا وہ اس کو دیا جاوے **فلو باذنه فالبناء لرب الدار ويرجع عليه بما انفق.** الخ شامی ص ۱۲۴ جلد ۵ کتاب الغصب۔

حوادث الفتاویٰ حضرت حکیم الامت کے متعلق اشکال و جواب

(سوال ۱۴۸۸) حوادث الفتاوے مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کیا اس کے مسائل و احکام خالص ہیں مسائل در حقیقت نہایت سخت معلوم ہوتے ہیں اور بلحاظ ضروریات زمانہ احتیاط نہایت دشوار معلوم ہوتی ہے؟

(الجواب)وہ فتاوےٰ مولانا اشرف علی صاحب کے نظر سے نہیں گزرے دیکھنے سے معلوم ہوں کہ کون سے احکام اس میں مولانا نے لکھے ہیں اس قدر ظاہر ہے کہ جو مولانا نے مسائل لکھے ہوں گے وہ محقق و صحیح ہوں گے معاملات چونکہ اکثر خراب ہوگئے ہیں اس وجہ سے عمل کرنا مسائل معاملات پر دشوار معلوم ہوتا ہے۔

سجادہ اور متولی کس کو کہتے ہیں

(سوال ۱۴۸۹) سجادہ اور متولی کس کو کہتے ہیں اور سجادہ و متولی کس کو بنانا چاہیئے ؟

(الجواب) جو مرید کسی شخص کا کامل ہو جاوے اور اتباع سنت و علم و عمل میں معرفت میں اس کا قدم راسخ ہو جاوے وہ سجادہ اور جانشین ہونا چاہیئے۔ باقی شرائط واجازت وخلافت قول جمیل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ میں دیکھنا چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو خفیہ اسلام لے کر آیا تو وہ عند اللہ مؤمن ہے

(سوال ۱۴۹۰) کیا وہ شخص جو ظاہرا کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اور باطنی اللہ تعالی، رسولوں، کتب سماوی اور علی ہذا ارکان اسلام پر کامل ایمان رکھتا ہو۔ اور اسلام کے سب فرائض نماز، روزہ وغیرہ کو بدل خفیہ بجالاتا ہو۔ مگر دنیوی وجوہات سے اظہار اسلام نہ کرتا ہو۔ کیا وہ شخص مسلمان ہے ہندوستان میں یا نہیں ؟

(الجواب) ایمان معتبر وہ ہے کہ دل میں تصدیق ہو تمام ان امور کی جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لائے ہیں۔ اور زبان سے اقرار کرے ان سب امور کا۔ ایسا ہی ہے شرح عقائد وغیرہ میں اور یہ بھی اس میں ہے کہ محققین یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق ہے ساتھ قلب کے اور اقرار شرط ہے احکام دنیا و یہ جاری کرنے کیلئے اس ثانی قول کے موافق وہ شخص جس کا سوال میں ذکر ہے عند اللہ مومن ہے اگرچہ ظاہر میں اس کو مسلمان نہ کہا جاوے گا اور احکام اسلام اس پر جاری نہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیت اللہ کا کسی بزرگ کی زیارت کو جانا بطور کرامت ممکن ہے ؟

(سوال ۱۴۹۱) باب استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق و طحطاوی بر مراقی الفلاح وباب ثبوت النسب در مختار وشامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے لیے ممکن و منجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین امام یافعی وغیرہ میں وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ وعلماء کا اس کرامت کو منقول ہے اس کو غیر مقلدین لغو وغلط امر کہتے ہیں ان کا قول وخیال ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ ﷺ نے جو اشرف المخلوقات سے ہیں اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کے طواف وزیارت کرے یہ قلب موضوع ہے اور نا ممکن امر ہے۔ ہاں اگر قرآن وحدیث سے یہ امر مدلل کیا جائے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ لہذا علماء احناف کی جناب میں گزارش ہے کہ اس عقیدہ کو نصوص احادیث و قرآن سے مدلل فرماویں ؟

(الجواب)قال اللہ تعالی فی قصة مریم کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یا مریم انی لك هذا قالت هو من عنداللہ الایة. فی الخازن وفی هذه الأیة دلیل علی جواز کرامات الاولیاء وظهور خوارق العادات علی ایدیهم الخ وفی الدر المختار عن الامام النسفی وسأل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحد امن الاولیاء هل یجوز القول به فقال خرق العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة الخ ولا لبس بالمعجزة الخ قوله ولا لبس بالمعجزة الخ جواب من قول المعتزلة المنکرین لکرامات الاولیاء. الخ (شامی)

معلوم ہوا کہ مذہب اہل سنت وجماعت ثبوت کرامات اولیاء اللہ ہے۔ کائنة ما کانت غیر ما ثبت بالدلیل عدم امکانه کما قال فی ردالمحتار والمعتمد الجواز مطلقا الافیما بالدلیل عدم امکانه کاتیان بسورة. الخ انکار کرامات معتزلہ کا مذہب ہے جس کا جواب دیا گیا ہے۔اور خرق عادة کے یہی معنی ہیں کہ اگرچہ اس سے قلب موضوع لازم آوے مگر اللہ تعالی کی قدرت واسعہ ہے جس کے ہاتھ پر جو چاہے ظاہر فرمادے۔واللہ تعالیٰ اعلم